بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ

اور ہم نے آپ کی طرف یہ نصیحت اتاری تا کہ آپ لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دیں جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔ (النحل: 44)

قرآنی آیات اور صحیح احادیث
پر مشتمل

تفسیر دعوۃ القرآن

جلد چہارم

سورۃ النور تا سورۃ الشوریٰ

ترجمہ
حافظ عبد السلام بن محمد رحمہ اللہ

تفسیر
ابو نعمان سیف اللہ خالد حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

تفسیر دعوۃ القرآن

نام کتاب

تفسیر دعوۃ القرآن

جلد چہارم

سورۃ النور تا سورۃ الشوریٰ

ترجمہ
حافظ عبدالسلام بن محمد ﷾

تفسیر
ابو نعمان سیف اللہ خالد

ناشر
دار الاندلس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ

قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ پر مشتمل

تفسیر دعوۃ القرآن

جلد چہارم

سورۃ النور تا سورۃ الشوریٰ

ترجمہ

حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

تفسیر

ابو نعمان سیف اللہ خالد حفظہ اللہ

دار الاندلس
۴۔لیک روڈ، چوبرجی لاہور
Ph: +92-42-37230549 Fax: +92-42-37242639

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

سورة النور مدنية

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

سُوۡرَۃٌ اَنۡزَلۡنٰہَا وَ فَرَضۡنٰہَا وَ اَنۡزَلۡنَا فِیۡہَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ①

''(یہ) ایک سورت ہے، ہم نے اسے نازل کیا اور ہم نے اسے فرض کیا اور ہم نے اس میں واضح آیات اتاری ہیں، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

کلمہ ''سُوۡرَۃٌ'' کو نکرہ لانے سے مقصود نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو متنبہ کرنا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، یہ محمد ﷺ یا کسی اور انسان کا کلام نہیں ہے اور اس میں جو احکام بیان کیے گئے ہیں وہ بہت ہی اہم ہیں اور ان پر عمل کرنا فرض ہے، نیز وہ احکام بہت ہی واضح ہیں، ان کے سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آیات قرآنیہ کا اصل مقصد نصیحت حاصل کرنا ہے، اگر کوئی شخص آیات ربانیہ کو پڑھتا تو ہے، لیکن ان سے نصیحت حاصل نہیں کرتا، تو وہ نزولِ قرآن کے مقصد کو پورا نہیں کرتا۔ محض الفاظ کو دہرانے سے کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوتا، جب تک ان الفاظ کو سمجھ کر ان پر عمل نہ کیا جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ ؕ وَ مَنۡ یَّکۡفُرۡ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۲۱] ''وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی ہے، اسے پڑھتے ہیں جیسے اسے پڑھنے کا حق ہے، یہ لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کوئی اس کے ساتھ کفر کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

اَلزَّانِیَۃُ وَ الزَّانِیۡ فَاجۡلِدُوۡا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا مِائَۃَ جَلۡدَۃٍ ۪ وَّ لَا تَاۡخُذۡکُمۡ بِہِمَا رَاۡفَۃٌ

فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَ لْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲

''جو زنا کرنے والی عورت ہے اور جو زنا کرنے والا مرد ہے، سو دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور تمھیں ان کے متعلق اللہ کے دین میں کوئی نرمی نہ پکڑے، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور لازم ہے کہ ان کی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت موجود ہو۔''

اس آیت کریمہ میں زانی کی حد کو بیان کیا گیا ہے اور اس مسئلے میں تفصیل ہے کہ زانی یا تو کنوارا ہو گا، یعنی اس نے شادی نہیں کی ہو گی یا وہ محصن ہو گا۔ محصن سے مراد وہ ہے جس نے نکاح صحیح میں مباشرت کی ہو اور وہ آزاد، بالغ اور عاقل ہو، اگر وہ کنوارا (غیر شادی شدہ) ہو تو اس کی حد سو دُرّے ہے، جیسا کہ اس آیت کریمہ میں مذکور ہے، علاوہ ازیں اسے اپنے شہر سے جلاوطن بھی کر دیا جائے گا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا، یا رسول اللہ! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ہم لوگوں کا فیصلہ اللہ کی کتاب کے مطابق کر دیجیے۔ یہ سن کر اس کا فریقِ مخالف کھڑا ہوا اور وہ اس کی نسبت زیادہ سمجھ دار تھا، اس نے کہا، یا رسول اللہ! یہ سچ کہتا ہے، بے شک میرا اور اس کا فیصلہ اللہ کی کتاب کے مطابق کر دیجیے اور مجھے اجازت دیجیے (کہ میں صورت حال بیان کروں) آپ نے فرمایا: ''ہاں بیان کرو۔'' وہ کہنے لگا، میرا بیٹا اس کے گھر میں کام کاج کے لیے نوکر تھا، وہ اس کی بیوی کے ساتھ زنا کر بیٹھا۔ (اب اس نے میرے بیٹے کو پکڑ لیا اور) میں نے اسے سو بکریاں اور ایک غلام دے کر چھڑا لیا۔ پھر (جو بعد میں) میں نے علماء سے مسئلہ پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑے پڑیں گے اور وہ ایک سال کے لیے جلاوطن ہو گا اور اس کی بیوی سنگسار ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تم دونوں کا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کروں گا، وہ یہ کہ سو بکریاں اور غلام تجھ کو واپس کیا جائے گا اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے پڑیں گے اور وہ ایک سال کے لیے جلاوطن ہو گا اور اے انیس! تم کل صبح اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ، اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اس کو رجم کر دو۔'' چنانچہ سیدنا انیس رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے تو اس نے زنا کا اقرار کیا اور یوں سیدنا انیس رضی اللہ عنہ نے اس کو سنگسار کر دیا۔ [بخاري، كتاب الحدود، باب هل يأمر الإمام رجلاً فيضرب الحد غائبًا عنه : ۶۸۵۹، ۶۸۶۰۔ مسلم، كتاب الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى : ۱۶۹۷، ۱۶۹۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جو غیر شادی شدہ ہو اور زنا کرے یہ فیصلہ کیا کہ اس کو ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے اور حد لگائی جائے۔ [بخاري، كتاب الحدود، باب البكران يجلدان وينفيان ...... الخ : ۶۸۳۳]

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ اس شخص کے لیے جو کنوارا ہو اور زنا کرے یہ حکم دیتے تھے کہ اسے سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لیے جلا وطن کر دیا جائے۔[بخاری، کتاب الحدود، باب البکران یجلدان وینفیان ...... الخ : ٦٨٣١]

یہ احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ زانی اگر غیر شادی شدہ ہو تو اس کی سزا جلاوطنی کے ساتھ ایک سو دُرّے بھی ہے اور اگر وہ محصن ہو، یعنی اس نے نکاح صحیح میں مباشرت کی ہو اور وہ آزاد، بالغ اور عاقل ہو تو اس کی سزا رجم ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جب کہ وہ منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تشریف فرما تھے، اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان پر کتاب کو نازل کیا، تو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (یعنی قرآن مجید) اس میں سنگسار سے متعلق آیت بھی تھی، ہم نے اس کو پڑھا، اس کا مطلب سمجھا اور اس کو یاد رکھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (زنا کرنے والے کو) رجم کیا اور ہم لوگ بھی آپ کی وفات کے بعد (زانی کو) رجم کرتے رہے ہیں، لیکن مجھے خدشہ ہے کہ کہیں ایک مدت گزر جانے کے بعد کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ اللہ کی قسم! رجم کا حکم تو ہم کتاب اللہ (یعنی قرآن مجید) میں نہیں پاتے اور یوں وہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرض جس کو اس نے اتارا، ترک کر کے گمراہ ہو جائے۔ دیکھو! جو فرد خواہ وہ مرد ہو یا عورت، شادی شدہ ہو کر زنا کرے تو اللہ کی کتاب میں اس پر رجم برحق ہے، اس وقت جب کہ زنا واضح دلیل (چار گواہوں کی شہادت) سے، یا حمل سے، یا اقرار سے ثابت ہو جائے۔[بخاری، کتاب الحدود، باب رجم الحبلی فی الزنا إذا أحصنت : ٦٨٣٠۔ مسلم، کتاب الحدود، باب رجم الثیب فی الزنٰی : ١٦٩١]

زنا کی سزا کے لیے چار مرتبہ زنا کا اعتراف کرنا بھی کافی ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے کہ اتنے میں ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پکار کر کہنے لگا، یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا، وہ اس طرف آیا جدھر آپ نے منہ پھیر لیا تھا اور کہنے لگا، یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، آپ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر وہ اس طرف آیا جس طرف آپ نے منہ پھیرا تھا اور کہنے لگا، یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ جب چار مرتبہ اس نے زنا کا اقرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے پاس بلایا اور پوچھا: ''تو دیوانہ تو نہیں ہے؟'' کہنے لگا، نہیں یا رسول اللہ! میں دیوانہ نہیں ہوں۔ آپ نے پوچھا: ''کیا تو شادی شدہ ہے؟'' کہنے لگا، جی ہاں! یا رسول اللہ! پھر آپ نے صحابہ کو حکم دیا: ''اسے لے جاؤ اور رجم کر دو۔''[بخاری، کتاب الحدود، باب سؤال الإمام المقر هل أحصنت : ٦٨٢٥]

اگر کنواری لونڈی زنا کرے تو اس کو کوڑے مارے جائیں اور اگر وہ دوبارہ زنا کرے تو اسے پھر کوڑے مارے جائیں، اگر وہ پھر زنا کرے تو اسے کوڑے مارے جائیں اور اسے فروخت کر دیا جائے، چاہے اسے ایک رسی کے عوض ہی کیوں نہ بیچنا پڑے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لونڈی کے متعلق

پوچھا گیا جو شادی شدہ نہ ہو اور زنا کرے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر وہ زنا کرے تو اس کو کوڑے لگاؤ، پھر اگر زنا کرے تو پھر کوڑے لگاؤ، اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے لگاؤ اور اس کو بیچ دو، خواہ ایک رسی کے عوض ہی کیوں نہ بیچنا پڑے۔'' [بخاری، کتاب الحدود، باب إذا زنت الأمة : ۶۸۳۷، ۶۸۳۸]

اگر زانیہ ایسی حالت میں ہو کہ کوڑے مارنے سے ہلاکت کا ڈر ہو تو کوڑے مارنے میں تاخیر کرنی چاہیے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنی لونڈی اور غلاموں کو حد لگاؤ، خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا کنوارے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ایک لونڈی نے زنا کیا تو آپ نے مجھے اسے حد لگانے کا حکم دیا، حالانکہ اسے ابھی حال ہی میں وضع حمل ہوا تھا، میں ڈرا کہ کہیں کوڑے مارنے سے یہ مر ہی نہ جائے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم نے اچھا کیا۔'' [مسلم، کتاب الحدود، باب تأخير الحد عن النفساء : ۱۷۰۵]

اگر زانیہ حاملہ ہو تو جب تک وضع حمل نہ ہو اور بچے کا دودھ نہ چھڑا دیا جائے اسے سنگسار نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک غامدیہ عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی، اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کیا ہے، مجھے پاک کر دیجیے، آپ نے اس کو واپس بھیج دیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ مجھے کیوں لوٹاتے ہیں؟ شاید آپ اسی طرح لوٹانا چاہتے ہیں، جیسے آپ نے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو لوٹایا تھا، لیکن اللہ کی قسم! میں تو حاملہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا اگر تو نہیں لوٹتی (اور توبہ کی بجائے رجم کے ذریعے سے پاک ہونا چاہتی ہے) تو جا بچہ جننے کے بعد آنا، چنانچہ جب اس نے بچہ جن لیا، وہ اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر آپ کے پاس لائی اور کہنے لگی کہ میں نے یہ بچہ جن لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جا اس کو دودھ پلا اور جب اس کا دودھ چھڑا لے تو تب آنا۔'' پھر جب اس نے بچے کا دودھ چھڑا دیا تو وہ اس کو لے آئی، یوں کہ اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا۔ اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا اور اب یہ کھانا کھانے لگا ہے۔ آپ نے وہ بچہ ایک مسلمان کے حوالے کر دیا۔ بعد ازاں اس کے سینے تک ایک گہرا گڑھا کھودا گیا اور پھر آپ نے اس کے رجم کرنے کا حکم دیا تو لوگوں نے اسے سنگسار کر دیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر اس کے سر پر مارا تو خون کے چھینٹے اڑ کر خالد رضی اللہ عنہ کے منہ پر گرے۔ اس پر خالد رضی اللہ عنہ نے اس کو برا بھلا کہا اور ان کا یہ برا بھلا کہنا رسول اللہ ﷺ نے سن لیا، آپ نے فرمایا: ''خبردار! اے خالد! (ایسا مت کہو) اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ناجائز محصول لینے والا بھی ایسی توبہ کرے تو اس کا گناہ بھی بخش دیا جائے۔'' پھر آپ نے حکم دیا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور وہ دفن کر دی گئی۔ [مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى : ۲۳/۱۶۹۵]

زانی اور زانیہ کو سنگسار کرتے وقت ایک گڑھے میں کھڑا کر دیا جائے، جس کی گہرائی ان کے سینوں تک ہو، جیسا کہ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے، اے اللہ کے رسول!

میں نے اپنی جان پر ظلم کیا کہ میں زنا کر بیٹھا، اب میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک فرما دیں۔ آپ نے ان کو واپس کر دیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو وہ پھر آئے اور کہنے لگے، اے اللہ کے رسول ! میں نے زنا کیا ہے، آپ نے پھر ان کو واپس کر دیا۔ اس کے بعد ان کی قوم کے پاس کسی کو بھیجا اور فرمایا: ''کیا تم ان کی عقل میں کچھ فتور پاتے ہو اور کیا تم نے ان کی کوئی ناگوار بات دیکھی ہے؟'' انھوں نے کہا، ہم نے تو کوئی فتور نہیں دیکھا اور جہاں تک ہم سمجھتے ہیں یہ ہمارے اچھے لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ پھر تیسری بار ماعز آئے۔ آپ ﷺ نے ان کی قوم کے پاس پھر کسی کو بھیجا اور انھوں نے پھر یہی کہا کہ ان کو کوئی بیماری نہیں اور نہ ان کی عقل میں کچھ فتور ہے، چنانچہ جب چوتھی بار وہ آئے تو آپ نے ایک گڑھا ان کے لیے کھدوایا اور پھر حکم دیا تو وہ رجم کر دیے گئے۔ [مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنی : ۲۳/۱۶۹۵]

اگر زنا کا اعتراف کرنے والا سنگسار کرتے وقت بھاگے اور چیخے چلائے تو اسے حاکم کے پاس لے آنا چاہیے، جیسا کہ حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب کہتے ہیں کہ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور ان سے ذکر کیا کہ قبیلۂ اسلم کے چند لوگ حدیث بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ جب ماعز کو پتھر لگنے لگے تو وہ ان کی چوٹ برداشت نہ کر سکا تو آپ نے فرمایا: ''تم نے ان کو چھوڑ کیوں نہ دیا'' میں اس حدیث کو سمجھ نہیں سکا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے میرے بھتیجے ! میں اس حدیث کو خوب جانتا ہوں، میں ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے ماعز کو سنگسار کیا تھا۔ جب ہم ان کو لے کر گئے اور ان کو سنگسار کرنے لگے تو جب ان کو پتھروں سے تکلیف پہنچی تو وہ چلائے اور انھوں نے کہا، اے لوگو! مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس لے چلو، کیونکہ میری قوم نے مجھے دھوکا دیا اور مجھے قتل کروا دیا، انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ مجھے قتل نہیں کریں گے، لیکن ہم لوگ ان سے جدا نہیں ہوئے جب تک کہ انھیں مار نہیں ڈالا۔ پھر جب ہم لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا اور میرے پاس کیوں نہیں لے آئے۔'' (غرض یہ تھی کہ) آپ ﷺ اسے ثابت قدم رہنے کا کہتے (کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں بہت ہلکا ہے) یہ مفہوم نہیں تھا کہ آپ نے حد چھوڑ دینے کی غرض سے یہ کہا ہو۔ تو تب میں (یعنی حسن بن محمد) حدیث کا مفہوم سمجھ سکا۔ [أبو داوٗد، کتاب الحدود، باب رجم ماعز بن مالك : ۴۴۲۰]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہودی مرد اور عورت کو لایا گیا جنھوں نے آپس میں زنا کیا تھا۔ آپ نے ان سے دریافت کیا: ''تم (رجم کے بارے میں) اپنی کتاب (تورات) میں کیا حکم پاتے ہو؟'' انھوں نے بتایا کہ ہمارے علماء بیان کرتے ہیں کہ (تورات میں اس کی سزا یہ ہے کہ) چہرے کو سیاہ کر کے گدھے پر الٹا سوار کیا جائے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول ! ان سے کہیں کہ تورات لائیں۔ چنانچہ وہ تورات لائے، انھوں نے اسے کھولا تو ان میں سے ایک شخص نے رجم والی آیت پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور آیت کے ماقبل اور

مابعد کو پڑھا (یعنی رجم کی آیت کو نہ پڑھا)۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا، تم اپنا ہاتھ اٹھاؤ۔ چنانچہ اس نے ہاتھ اٹھایا تو وہاں رجم کی آیت موجود تھی۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے بارے میں (رجم کا) حکم فرمایا اور ان کو رجم کر دیا گیا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ دونوں بلاط کے پاس رجم کیے گئے اور میں نے دیکھا کہ یہودی یہودن (کو بچانے کے لیے اس) پر جھک گیا تھا۔[بخاری، کتاب الحدود، باب الرجم فی البلاط : ۶۸۱۹]

وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ : اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ مسلم معاشرے کو بدکاری و فحاشی سے پاک کرنے کے لیے زنا کا ارتکاب کرنے والے مردوں اور عورتوں پر قرآن وسنت سے ثابت شدہ حد کو ضرور نافذ کریں اور شیطان کے ورغلانے میں آ کر ان پر رحم کھاتے ہوئے شرعی حد کے نفاذ میں لیت ولعل سے کام نہ لیں۔ حدود الٰہی سے متعلق اس کی بہترین مثال اس حدیث سے واضح ہے جسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش کو ایک مخزومی عورت (کے معاملے) نے، جو چوری کا ارتکاب کر بیٹھی تھی، پریشانی میں مبتلا کر دیا اور انھوں نے آپس میں کہا کہ کون ہے جو اس عورت کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرے، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سوا؟ (کیونکہ) وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے ہیں۔ چنانچہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے گفتگو کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(اے اسامہ!) کیا تو اللہ کی حدوں میں سے ایک حد میں سفارش کرتا ہے؟“ پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں فرمایا: ”لوگو! تم سے پہلے لوگوں کو اسی چیز نے ہلاک کیا کہ ان میں سے کوئی بلند رتبہ آدمی چوری کر لیتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی غریب آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے تھے۔ (سنو!) اللہ کی قسم! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرلے تو ضرور میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا۔“ [بخاری، کتاب الحدود، باب کراهية الشفاعة فی الحد إذا رفع إلی السلطان : ۶۷۸۸ ۔ مسلم، کتاب الحدود، باب قطع السارق الشریف وغیره ...... الخ : ۱۶۸۸]

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّ الزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳

”زانی نکاح نہیں کرتا مگر کسی زانی عورت سے، یا کسی مشرک عورت سے، اور زانی عورت، اس سے نکاح نہیں کرتا مگر کوئی زانی یا مشرک۔ اور یہ کام ایمان والوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔“

اس کے مفہوم میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ غالب احوال کے اعتبار سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ عام طور پر بدکار قسم کے لوگ نکاح کے لیے اپنے ہی جیسے لوگوں کی طرف رجوع کرتے ہیں، چنانچہ زانیوں کی اکثریت زانیوں ہی کے ساتھ نکاح کرنا پسند کرتی ہے اور مقصود اس سے اہل ایمان کو متنبہ کرنا ہے کہ جس طرح زنا ایک نہایت قبیح اور بڑا گناہ ہے، اسی طرح زنا کاروں کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلقات قائم کرنا بھی منع اور حرام ہے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے اس مفہوم کو راجح قرار دیا ہے اور احادیث میں اس کا جو سبب نزول بیان کیا گیا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ ایک شخص نے بدکار عورت سے نکاح کرنے کی اجازت طلب کی جس پر آیت نازل ہوئی، یعنی انھیں ایسا کرنے سے روک دیا گیا۔ اسی سے استدلال کرتے ہوئے علماء نے کہا ہے کہ ایک شخص نے جس عورت سے یا عورت نے جس مرد سے بدکاری کی ہو، ان کا آپس میں نکاح جائز نہیں۔ ہاں اگر وہ خالص توبہ کر لیں تو پھر ان کے درمیان نکاح جائز ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہاں نکاح سے مراد معروف نکاح نہیں ہے، بلکہ یہ جماع کے معنی میں ہے اور مقصد زنا کی شناعت و قباحت بیان کرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بدکار مرد اپنی جنسی خواہش کی ناجائز طریقے سے تسکین کے لیے بدکار عورت کی طرف اور اسی طرح بدکار عورت بدکار مرد کی طرف رجوع کرتی ہے، مومنوں کے لیے ایسا کرنا، یعنی زنا کاری حرام ہے۔ مشرک مرد و عورت کا ذکر اس لیے کر دیا کہ شرک بھی زنا سے ملتا جلتا گناہ ہے، جس طرح مشرک اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کے در پر جھکتا ہے اسی طرح ایک زنا کار اپنی بیوی کو چھوڑ کر یا بیوی اپنے خاوند کو چھوڑ کر غیروں سے اپنا منہ کالا کرتی ہے۔ یوں مشرک اور زانی کے درمیان ایک عجیب معنوی مناسبت پائی جاتی ہے۔

مندرجہ ذیل آیات اور احادیث سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ﴾ [النور : ۲۶] ''گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ﴾ [النساء : ۲۵] ''جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں اور نہ چھپے یار بنانے والی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَ اللّٰهُ يَدْعُوْۤا اِلَى الْجَنَّةِ وَ الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَ يُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۲۱] ''اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور یقیناً ایک مومن لونڈی کسی بھی مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ تمھیں اچھی لگے اور نہ (اپنی عورتیں) مشرک مردوں کے نکاح میں دو، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور یقیناً ایک مومن غلام کسی بھی مشرک مرد سے بہتر ہے، خواہ وہ تمھیں اچھا معلوم ہو۔ یہ لوگ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور لوگوں کے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مسلمان شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ام مہزول نامی ایک بدکار

عورت سے نکاح کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [النور : ۳] ''زانی نکاح نہیں کرتا مگر کسی زانی عورت سے، یا کسی مشرک عورت سے، اور زانی عورت، اس سے نکاح نہیں کرتا مگر کوئی زانی یا مشرک۔ اور یہ کام ایمان والوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۱۵۹، ح : ٦٤٨٧]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ مکہ سے مسلمان قیدیوں کو اٹھا کر مدینہ پہنچایا کرتے تھے۔ عناق نامی ایک بدکردار عورت مکہ میں رہا کرتی تھی اور جاہلیت کے زمانے میں ان کا اس عورت کے ساتھ تعلق رہا تھا۔ مرثد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ کے ایک قیدی سے مدینہ پہنچانے کا وعدہ کیا، پھر جب میں قیدی کو لینے مکہ گیا تو میں ایک باغ کی دیوار کے نیچے تھا، رات کا وقت تھا اور چاندنی پھیلی ہوئی تھی، اتفاق سے عناق آ پہنچی، اس نے دیوار کے پاس میرا سایہ دیکھا، پھر میرے قریب آئی اور مجھے پہچان لیا اور آواز دے کر کہا کہ کیا مرثد ہے؟ میں نے کہا، ہاں، مرثد ہوں۔ اس نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھ سے کہنے لگی، چلو! رات میرے ہاں گزارنا۔ میں نے کہا، عناق! اللہ تعالیٰ نے زنا کاری حرام کر دی ہے۔ (جب وہ مایوس ہو گئی) تو اس نے (مجھے پکڑوانے کے لیے) کہا اے خیمے والو! یہی ہے جو تمھارے قیدیوں کو چرا کر لے جایا کرتا ہے۔ لوگ جاگ اٹھے اور آٹھ آدمی مجھے پکڑنے کے لیے میرے پیچھے دوڑے۔ میں خندق کے راستے بھاگا اور ایک غار میں جا چھپا، لیکن لوگ بھی میرے پیچھے پیچھے آئے اور میرے سر کے اوپر کھڑے ہو گئے اور وہیں پیشاب کرنے لگے، ان کا پیشاب میرے سر پر آ رہا تھا، لیکن اللہ نے انھیں اندھا کر دیا اور ان کی نگاہ مجھ پر نہ پڑی۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے اور میں بھی اپنے اس (قیدی) ساتھی کے پاس آیا اور اسے اٹھایا، وہ بھاری بدن کے تھے اور جب میں اذخر میں پہنچا تو تھک گیا، اب میں نے ان کو کمر سے اتارا، ان کے بندھن کھول کر انھیں آزاد کر دیا اور انھیں بھی اٹھاتا اور چلاتا مدینے پہنچ گیا۔ اب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے دو دفعہ عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا میں عناق سے شادی کر لوں؟ لیکن آپ خاموش رہے، آپ نے کوئی جواب نہ دیا، حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [النور : ۳] ''زانی نکاح نہیں کرتا مگر کسی زانی عورت سے، یا کسی مشرک عورت سے، اور زانی عورت، اس سے نکاح نہیں کرتا مگر کوئی زانی یا مشرک۔ اور یہ کام ایمان والوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا: ''اے مرثد! (زانیہ سے نکاح زانی یا مشرک ہی کرتا ہے) تو اس سے نکاح کا ارادہ چھوڑ دے۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة النور : ۳۱۷۷۔ أبو داوٗد، کتاب النکاح، باب فی قوله تعالٰی : ﴿ الزاني لا ينكح إلا زانية ﴾ : ۲۰۵۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ زانی جسے کوڑے لگ چکے ہوں وہ اپنے ہی جیسی کسی عورت سے شادی کرے گا۔“ [أبو داؤد، كتاب النكاح، باب في قوله تعالىٰ : ﴿ الزاني لا ينكح إلا زانية ﴾ : ۲۰۵۲]

وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ﴿۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾

”اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ لائیں تو انھیں اسی (۸۰) کوڑے مارو اور ان کی کوئی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہی نافرمان لوگ ہیں۔ مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کریں اور اصلاح کر لیں تو یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا بہت بڑا جرم ہے، جو شخص پاکدامن عورت پر تہمت لگائے اس کو چار گواہ پیش کرنا ہوں گے، اگر وہ چار گواہ پیش نہ کر سکے تو وہ جھوٹا تصور کیا جائے گا اور اس کو تہمت لگانے کے جرم میں اسی (۸۰) کوڑے مارے جائیں گے، اس کی گواہی پھر کسی بات یا مقدمہ میں قبول نہیں کی جائے گی۔ البتہ جو شخص تہمت لگائے اور سزا پانے کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کرے کہ وہ آئندہ کسی پر تہمت نہیں لگائے گا تو پھر اسے فاسق نہیں سمجھا جائے گا اور اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔

پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا کبیرہ گناہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [النور : ۲۳] ”بے شک وہ لوگ جو پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کیے گئے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تباہ و برباد کرنے والے سات گناہوں سے بچو۔“ لوگوں نے عرض کی، وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، جس جان کا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھا جانا، جنگ کے دن پیٹھ دکھانا اور مومن و پاک دامن بھولی بھالی عورتوں پر تہمت لگانا۔“ [بخاری، كتاب الحدود، باب رمي المحصنات ...... الخ : ٦٨٥٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو کوئی اپنے غلام پر (بدکاری کی) تہمت لگائے، جبکہ وہ اس سے پاک ہو تو قیامت کے دن اس کو کوڑے پڑیں گے، سوائے اس صورت کے کہ وہ غلام ایسا ہی ہو جیسا اس نے کہا۔“ [بخاری، كتاب الحدود، باب قذف العبيد : ٦٨٥٨]

وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ
شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۶ وَ الْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ
الْكٰذِبِيْنَ ۝۷ وَ يَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ
الْكٰذِبِيْنَ ۙ ۝۸ وَ الْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۹ وَ لَوْ لَا
فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰

’’اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس کوئی گواہ نہ ہوں مگر وہ خود ہی تو ان میں سے ہر ایک کی شہادت اللہ کی قسم کے ساتھ چار شہادتیں ہیں کہ بلاشبہ یقیناً وہ سچوں سے ہے۔ اور پانچویں یہ کہ بے شک اس پر اللہ کی لعنت ہو، اگر وہ جھوٹوں سے ہو۔ اور اس (عورت) سے سزا کو یہ بات ہٹائے گی کہ وہ اللہ کی قسم کے ساتھ چار شہادتیں دے کہ بلاشبہ یقیناً وہ (مرد) جھوٹوں سے ہے۔ اور پانچویں یہ کہ بے شک اس (عورت) پر اللہ کا غضب ہو، اگر وہ (مرد) سچوں سے ہو۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، کمال حکمت والا ہے (تو جھوٹوں کو دنیا ہی میں سزا مل جاتی)۔‘‘

ان آیات میں اس آدمی کا حکم بیان کیا گیا ہے جو اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اپنی سچائی پر چار گواہ پیش نہ کر سکے۔ ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ اس عورت کو حاکم کے پاس لے جائے اور اس پر جو تہمت لگائی ہے اسے دہرائے، تو حاکم اس سے کہے گا کہ وہ چار بار گواہی دے کہ اس نے اپنی بیوی پر جو تہمت لگائی ہے اس میں سچا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس گواہی کے بعد وہ عورت جمہور علماء کے نزدیک اپنے شوہر کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی اور اس عورت پر حد زنا واجب ہو جائے گی۔ الا یہ کہ وہ عورت بھی چار بار گواہی دے کہ اس کے شوہر نے اس پر جو تہمت لگائی ہے وہ اس پر بہتان ہے اور اس کا شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اگر وہ سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تشریعی حکم اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے، اس لیے کہ اس کے ذریعے سے اس نے مسلمانوں کو ایک بہت بڑی اجتماعی مشکل کا حل بتایا اور جھوٹے کی فضیحت کے بجائے اس کی پردہ پوشی کر دی، ممکن ہے کہ مستقبل میں وہ اپنی حالت سدھارے اور اللہ کے سامنے صدق دل سے تائب ہو کر اپنی عاقبت اچھی بنا لے، اس لیے کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا اور بڑی حکمتوں والا ہے۔

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عویمر، عاصم بن عدی کے پاس آیا، جو بنی عجلان قبیلے کا سردار تھا، اس نے پوچھا، اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی اجنبی شخص کو پائے تو تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ کیا وہ اس کو مار ڈالے؟

(اگر وہ ایسا کرے تو) پھر تم اس کو (قصاص میں) مار ڈالو گے، تو پھر آخر وہ کیا کرے؟ عویمر نے کہا، عاصم! تم میرے لیے یہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھو۔ عاصم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے آپ سے دریافت کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے سوالات کو برا سمجھا۔ جب عویمر نے عاصم سے پوچھا تو عاصم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے سوالوں کو پسند نہیں فرمایا۔ عویمر نے کہا، اللہ کی قسم! میں تو اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھ کر رہوں گا۔ آخر عویمر آیا اور اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو دیکھے تو وہ کیا کرے؟ اگر وہ اس کو مار ڈالے تو آپ اس کو (قصاص میں) مار ڈالیں گے، تو پھر وہ کیا کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تیرے اور تیری بیوی کے بارے میں قرآن اتارا ہے۔'' پھر آپ نے عورت اور مرد دونوں کو لعان کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح سے جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔ عویمر نے اپنی بیوی سے لعان کیا، پھر کہنے لگا، یا رسول اللہ! اگر میں اب اس عورت کو رکھوں تو میں نے اس پر ظلم کیا۔ الغرض عویمر نے اس کو طلاق دے دی۔ پھر اس کے بعد لعان کرنے والوں کے درمیان یہی طریقہ قائم ہو گیا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله عزوجل : ﴿والذين يرمون أزواجهم ولم يكن لهم شهداء ...... الخ﴾ : ٤٧٤٥۔ مسلم، کتاب اللعان : ١٤٩٢]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کی نسبت سے تہمت لگائی، رسول اللہ ﷺ نے ہلال سے فرمایا: ''تم (چار) گواہ لاؤ، نہیں تو تمھاری پیٹھ پر حد قذف لگائی جائے گی۔'' انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اگر ہم میں سے کوئی شخص اپنی عورت کے ساتھ کسی کو برا کام کرتے ہوئے دیکھے تو کیا وہ گواہ ڈھونڈتا پھرے؟ تاہم رسول اللہ ﷺ یہی کہتے رہے: ''گواہ لاؤ، ورنہ تمھاری پیٹھ پر حد لگے گی۔'' ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا، اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں سچا ہوں اور اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ضرور کوئی ایسا حکم اتارے گا جس سے میری پیٹھ سزا سے بچ جائے گی۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام اترے اور یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ [النور : ٦] ''اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس کوئی گواہ نہ ہوں مگر وہ خود ہی تو ان میں سے ہر ایک کی شہادت اللہ کی قسم کے ساتھ چار شہادتیں ہیں کہ بلاشبہ یقیناً وہ سچوں سے ہے۔'' رسول اللہ ﷺ جب (ان آیتوں کے نزول کے بعد) فارغ ہوئے تو ہلال رضی اللہ عنہ کی بیوی کو بلوایا۔ ہلال نے لعان کی گواہیاں دیں اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: ''دیکھو! اللہ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے، تو کیا تم میں سے کوئی توبہ کرتا ہے؟'' پھر عورت کھڑی ہوئی اور اس نے بھی گواہیاں دے دیں، جب پانچویں گواہی کا وقت آیا تو لوگوں نے اس کو روکا اور کہا، یہ پانچویں گواہی (اگر جھوٹ ہے) تو تجھے عذاب میں مبتلا کر دے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، یہ سن کر

وہ عورت ذرا جھجکی اور رک گئی، ہم سمجھے کہ وہ اقرار کر لے گی (لیکن ایسا نہیں ہوا) اس نے کہا کہ میں اپنی قوم کو تمام عمر کے لیے رسوا نہیں کر سکتی اور پانچویں گواہی بھی اس نے دے دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اب دیکھتے رہو، اگر اس کا بچہ کالی آنکھوں والا، موٹے سرین والا، موٹی پنڈلیوں والا پیدا ہوا تو وہ شریک بن سحماء کا نطفہ ہے۔'' پھر اس عورت کا بچہ اسی صورت کا پیدا ہوا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ کا لعان کے بارے میں یہ حکم نہ اترا ہوتا تو میرا اور اس عورت کا معاملہ (کچھ اور) ہوتا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ویدرؤا عنها العذاب ﴾ : ٤٧٤٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ! اگر میں اپنی بیوی کے پاس غیر مرد کو دیکھوں تو کیا اس کو چار گواہ لانے تک مہلت دوں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' [مسلم، کتاب اللعان : ١٤٩٨/١٥]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بنی عجلان کے مرد اور عورت میں علیحدگی کرا دی اور (لعان سے پہلے) آپ نے فرمایا: ''اللہ جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے، تو کیا تم میں سے کوئی توبہ کرتا ہے؟'' تاہم ان دونوں نے توبہ سے انکار کیا۔ نبی ﷺ نے پھر فرمایا: ''اللہ جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے، تو کیا کوئی توبہ کرتا ہے؟'' ان دونوں نے پھر انکار کیا۔ آپ نے پھر فرمایا: ''اللہ جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے تو کیا کوئی توبہ کرتا ہے؟'' اب کی بار بھی دونوں نے توبہ سے انکار کیا تو آخر آپ نے (لعان کے بعد) ان دونوں کو جدا کر دیا۔ [بخاری، کتاب الطلاق، باب صداق الملاعنة : ٥٣١١]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اپنی بیوی سے لعان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے دونوں میں جدائی کرا دی اور بچے کا نسب ماں سے ملا دیا۔ [مسلم، کتاب اللعان : ١٤٩٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا، یا رسول اللہ! میرے ہاں ایک بچہ کالے رنگ کا پیدا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تیرے پاس اونٹ ہیں؟'' کہنے لگا، جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''ان کا رنگ کیسا ہے؟'' اس نے کہا، سرخ۔ آپ نے فرمایا: ''ان اونٹوں میں کوئی خاکی رنگ کا بھی ہے؟'' اس نے کہا، جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''پھر یہ خاکی رنگ کہاں سے آ گیا؟'' وہ کہنے لگا، شاید کسی رگ نے یہ رنگ کھینچ لیا ہو؟ آپ نے فرمایا: ''تو یہاں بھی کسی رگ نے اس رنگ کو کھینچ لیا ہو گا۔'' [بخاری، کتاب الطلاق، باب إذا عرّض بنفي الولد : ٥٣٠٥۔ مسلم، کتاب اللعان : ١٥٠٠]

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَ الَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑪

''بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں وہ تمھی سے ایک گروہ ہیں، اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمھارے

لیے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر آدمی کے لیے گناہ میں سے وہ ہے جو اس نے گناہ کمایا اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔"

اس آیت کریمہ سے مشہور ''واقعۂ افک'' کی ابتدا ہو رہی ہے۔ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی ابن سلول نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف افترا پردازی کرتے ہوئے ان پر صفوان بن معطل انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ گناہ کا الزام لگایا تھا۔ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کو تسلی دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اس افترا پردازی میں منافقوں کے سردار کے ساتھ حصہ لیا ہے وہ مسلمانوں ہی میں سے ہیں اور اس بہتان تراشی سے اگرچہ تمھیں شدید تکلیف پہنچی ہے، لیکن مآل وانجام کے اعتبار سے اس سے تمھیں بھلائی ہی پہنچی ہے، وہ اس طرح کہ تم لوگوں نے جس صبر وشکیب کے ساتھ اسے جھیلا ہے، اس پر تمھیں بہت بڑا ابر ملے گا اور دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے قرآن کریم میں نازل فرما دی اور رہتی دنیا تک کے لیے ان کی عفت و پاکدامنی مسلمانوں کے دل و دماغ پر ثبت ہوگئی اور عام مسلمانوں کے لیے اس حکم نے اللہ کی شریعت بن کر دوام حاصل کرلیا، نیز اس واقعے کے ضمن میں منافقین اور شر پسندوں کو شدید دھمکی دی گئی ہے اور جن صحابہ نے ابتدا ہی سے اس کی تکذیب کی، ان کی تعریف کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے اس بہتان تراشی میں حصہ لیا ان سب کو گناہ ملے گا اور جس نے اس کی ابتدا کی یعنی عبداللہ بن ابی اور خوب بڑھ چڑھ کر اسے پھیلانے میں حصہ لیا، اس کے لیے اللہ نے بہت بڑا عذاب تیار رکھا ہے۔ ''واقعۂ افک'' سے متعلق ضروری تفصیلات درج ذیل ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ سفر میں جاتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے اور جس کا نام نکلتا، اسے سفر میں ساتھ لے جاتے۔ حسب معمول ایک مرتبہ ایک لڑائی سے قبل آپ نے ہمارے درمیان قرعہ ڈالا۔ اس میں میرا نام نکل آیا، سو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلی گئی۔ اس وقت پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا، چنانچہ مجھے ایک ہودج میں بٹھا کر (اونٹ پر) چڑھا دیا جاتا اور اسی طرح اتار لیا جاتا تھا، بہر حال ہم اسی طرح سفر کرتے رہے۔ جب اس جہاد سے لوٹے اور ہم مدینہ کے نزدیک پہنچے تو ایک رات آپ نے (بعد از قیام) کوچ کے لیے اعلان کرایا، سو جب کوچ کے لیے پکارا گیا تو میں بھی اٹھی اور (حاجت کے لیے) چلی گئی اور لشکر سے دور نکل گئی۔ جب حاجت سے فارغ ہوئی اور اپنی جگہ آئی تو اب جو میں نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا تو معلوم ہوا کہ میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا ہے۔ میں پھر لوٹی اور ہار ڈھونڈنے لگی اور اسے ڈھونڈنے میں مجھے دیر ہوگئی۔ ادھر وہ لوگ آن پہنچے جو میرا ہودج اٹھایا کرتے تھے۔ وہ سمجھے میں ہودج ہی میں بیٹھی ہوئی ہوں، سو انھوں نے ہودج اٹھا کر میرے اونٹ پر رکھ دیا، جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی۔ اس زمانے میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں، ذرا سا کھانا کھاتی تھیں اور موٹی و پر گوشت

نہیں ہوتی تھیں۔ اس لیے جب ہودج اٹھانے والوں نے ہودج اٹھایا تو انھوں نے اس کے ہلکا ہونے کو محسوس نہیں کیا، دوسرا میں اس وقت تھی بھی ایک کم سن لڑکی، غرض یہ کہ انھوں نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہو گئے۔ جب سارا لشکر وہاں سے چلا گیا، اس وقت میرا ہار ملا۔ میں جو پڑاؤ کی جگہ آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہاں نہ کوئی بات کرنے والا ہے اور نہ کوئی جواب دینے والا، آخر (مجبور ہو کر) میں اس مقام پر چلی گئی جہاں میں ٹھہری تھی۔ میں نے سوچا کہ جب قافلے والے مجھے (ہودج میں) نہیں پائیں گے تو یہیں ڈھونڈتے ہوئے آئیں گے، سو ناچار میں اسی جگہ بیٹھی تھی کہ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی۔ ایک شخص تھا صفوان بن معطل سلمی ذکوانی رضی اللہ عنہ، وہ (اتفاقاً رہ جانے والی اشیاء اٹھانے کے لیے) لشکر کے پیچھے رہا کرتا تھا، وہ جو میری جگہ آیا تو اس نے دیکھا کہ کوئی شخص سو رہا ہے، پھر قریب آتے ہی اس نے مجھے پہچان لیا، کیونکہ پردے کا حکم اترنے سے پہلے اس نے مجھے دیکھا تھا، چنانچہ اب اس نے مجھے پہچان کر « اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ » پڑھا تو میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے فوراً چادر سے اپنا منہ چھپا لیا۔ اللہ کی قسم! نہ ہم دونوں نے کوئی بات کی اور نہ میں نے اس کی کوئی بات سنی، سوائے « اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ » کے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنا اونٹ بٹھا دیا اور میں اونٹ پر سوار ہو گئی اور وہ اونٹ کو آگے سے پکڑے ہوئے چلتے رہے، یہاں تک کہ ہم دونوں سخت گرمی کے وقت ٹھیک دوپہر کو لشکر میں پہنچے۔ اس وقت لشکر کے لوگ آرام کے لیے پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ پھر جو لوگ تباہ ہونے والے تھے وہ تباہ ہوئے اور ان طوفان اٹھانے والوں کا سرغنہ عبداللہ بن ابی تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سفر سے مدینہ آئی تو بیمار ہو گئی اور ایک مہینے تک یہ بیماری چلتی رہی۔ ادھر لوگوں میں تہمت لگانے والوں کی باتوں کا چرچا تھا، تاہم مجھے کچھ معلوم نہیں ہوا۔ ذرا سا شک اس وجہ سے تو ہوتا تھا کہ جیسی شفقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر پہلے کرتے تھے ویسی میں نے اس بیماری میں نہیں پائی۔ آپ اندر آ کر سلام کرتے اور صرف یہ پوچھتے کہ تمھاری طبیعت کیسی ہے اور پھر واپس چلے جاتے۔ اس بات سے مجھے شک ہوتا لیکن طوفان کی مجھے کچھ خبر نہ تھی۔ جب میں بیماری سے ذرا صحت یاب ہوئی تو مسطح کی ماں کے ساتھ "مناصع" کی طرف گئی۔ وہاں ہم لوگ قضائے حاجت کے لیے جایا کرتے تھے اور ہم صرف رات ہی کو قضائے حاجت کے لیے جاتے۔ اس زمانہ میں ہمارے گھروں کے ساتھ بیت الخلا نہیں بنے تھے اور ہم اگلے زمانے کے عربوں کی طرح جنگل میں قضائے حاجت کے لیے جایا کرتے تھے۔ گھروں میں بیت الخلا بنانے سے ہمیں تکلیف ہوتی تھی۔ خیر میں اور ام مسطح قضائے حاجت کے لیے نکلیں، وہ ابورہم بن عبد مناف کی بیٹی تھیں اور ان کی والدہ (رائطہ) صخر بن عامر کی بیٹی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں، ان کے بیٹے مسطح بن اثاثہ ہیں، تو جب میں اور وہ دونوں قضائے حاجت سے فارغ ہو کر گھر کی طرف آ رہی تھیں تو اس وقت ان کا پاؤں ان کی چادر میں الجھا اور وہ گر پڑیں اور کہنے لگیں، مسطح برباد ہو جائے۔ میں نے کہا، تم نے بری بات کہی، مسطح تو بدر کی لڑائی میں شریک تھا اور تم اس کو برا کہتی ہو۔

انھوں نے کہا، ارے! کیا تم نے مسطح کی بات نہیں سنی؟ میں نے کہا، کیا بات؟ تو جب انھوں نے سب حالات بیان کیے تو میری بیماری اور بڑھ گئی۔ جب میں گھر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور آپ نے سلام کیا تو پوچھا: ''اب طبیعت کیسی ہے؟'' میں نے عرض کی، آپ مجھے میرے ماں باپ کے پاس جانے کی اجازت دے دیجیے۔ میری نیت یہ تھی کہ میں ان کے پاس جا کر اس خبر کی تصدیق کروں گی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ میں اپنے ماں باپ کے پاس چلی آئی، میں نے اپنی ماں سے کہا، اے اماں! یہ لوگ کیا باتیں بنا رہے ہیں؟ انھوں نے کہا، اے بیٹی! تو اتنا رنج نہ کر، اللہ کی قسم! ایسا اکثر ہوتا ہے کہ جب کسی خوبصورت خاتون کی سوکنیں ہوں اور شوہر اس کو چاہتا ہو تو وہ سوکنیں ایسی تدبیریں کرتی ہی رہتی ہیں۔ میں نے کہا، سبحان اللہ! کیا لوگ ایسی باتیں منہ سے نکال رہے ہیں؟ کہتی ہیں کہ وہ ساری رات روتے ہوئے گزری، صبح تک نہ آنسو تھمے تھے اور نہ نیند آئی، صبح کو بھی میں رو رہی تھی۔ ادھر رسول اللہ ﷺ نے جب وحی اترنے میں دیر ہوتے دیکھی تو علی اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بلایا، ان سے پوچھا اور اپنی بیوی کو چھوڑنے کے سلسلہ میں ان سے مشورہ لیا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو وہی مشورہ دیا جو وہ جانتے تھے کہ وہ ایسی باتوں سے پاک ہیں۔ پھر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو ان سے کتنا تعلق خاطر ہے۔ انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ آپ کی بیوی ہیں اور ہم ان کو نیک سمجھتے ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ! اللہ نے آپ پر عورتوں کی تنگی نہیں رکھی اور بہت سی عورتیں ہیں (لیکن) آپ ذرا لونڈی (بریرہ رضی اللہ عنہا) سے تو پوچھیے! وہ سچ سچ ان کا حال بتا دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور پوچھا: ''بریرہ! کیا تو نے عائشہ سے کبھی کوئی ایسی بات دیکھی ہے، جس سے ان کی پاک دامنی میں شک پیدا ہو؟'' بریرہ نے کہا، اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے! میں نے تو کبھی کوئی بات ان میں عیب کی نہیں دیکھی، اتنی بات ضرور ہے کہ ابھی کم عمر لڑکی ہیں، گھر میں آٹا گوندھا ہوا رکھا ہوتا ہے اور وہ سو جاتی ہیں تو بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے۔ اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور اسی دن آپ نے عبداللہ بن ابی کی شکایت کی، آپ منبر پر چڑھے اور فرمایا: ''اے مسلمانو کے گروہ! اس شخص سے کون میرا بدلہ لیتا ہے، جس کی اذیت رسائی اب میرے گھر تک پہنچ گئی ہے، اللہ کی قسم! میں اپنی بیوی کے بارے میں سوائے خیر کے کوئی بات نہیں جانتا اور نہ اس شخص میں جس پر تہمت لگائی گئی ہے، سوائے خیر کے کوئی بات جانتا ہوں۔ وہ جب کبھی میرے گھر گیا تو میرے ساتھ گیا۔'' یہ سنتے ہی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، جو بنی عبد الاشہل قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، کھڑے ہوئے اور کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! میں آپ کا بدلہ لیتا ہوں۔ اگر یہ تہمت لگانے والا میرے قبیلہ اوس میں سے ہے تو ابھی اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر ہمارے بھائی خزرج میں سے ہوا تو آپ حکم دیجیے، جو آپ حکم دیں گے، وہ ہم بجا لائیں گے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، یہ سن کر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، وہ خزرج کے سردار تھے، اس سے پہلے وہ نیک آدمی تھے، مگر اس کی قوم کی حمیت نے اسے

ابھارا۔ وہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے، اللہ کی بقا کی قسم! تم غلط کہتے ہو، تم اس کو نہیں مار سکتے اور نہ اس کی قدرت رکھتے ہو۔ یہ سن کر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، جو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی تھے، انھوں نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا، تم جھوٹے ہو، اللہ کی بقا کی قسم! ہم ضرور اس کو قتل کریں گے، تم منافق ہو، تب ہی تو منافق کی حمایت کرتے ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، اس پر دونوں قبیلے اوس اور خزرج کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے تھے، آپ انھیں خاموش کرانے لگے، یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہو گئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں سارا دن مسلسل روتی رہی، نہ آنسو تھمتے تھے اور نہ مجھے نیند آتی تھی، اب جب (دوسری) صبح ہوئی تو میرے ماں باپ بھی میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں دو رات اور ایک دن سے مسلسل رو رہی تھی۔ اس عرصہ میں مجھے نہ نیند آئی تھی اور نہ آنسو تھمتے تھے۔ والدین سوچنے لگے کہ کہیں روتے روتے میرا کلیجہ نہ پھٹ جائے۔ میرے ماں باپ بھی میرے پاس تھے اور میں رو رہی تھی کہ انصار کی ایک عورت نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ میں نے اسے اجازت دے دی اور وہ بھی میرے پاس بیٹھ کر رونے لگ گئی۔ ہم اسی حال میں تھے کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے، حالانکہ جس دن سے مجھ پر تہمت لگائی گئی تھی، اس دن سے آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ (تہمت کے بعد) ایک مہینا تک آپ نے انتظار کیا اور میرے معاملہ میں کوئی وحی آپ پر نہیں آئی تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، آپ نے بیٹھ کر خطبہ پڑھا، پھر فرمایا: ''اما بعد! اے عائشہ! مجھے تمھاری طرف سے ایسی ایسی خبر پہنچی ہے، اگر تم بے گناہ ہو تو اللہ عنقریب تمھاری پاک دامنی بیان کر دے گا اور اگر تم کسی گناہ میں آلودہ ہوگئی ہو تو اللہ سے معافی مانگو، کیونکہ بندہ اگر اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کر لے تو اللہ معاف کر دیتا ہے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات مکمل کر چکے تو اچانک میرے آنسو بند ہو گئے اور ایسے بند ہوئے کہ پھر ایک قطرہ بھی نہیں نکلا۔ میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے جواب دیجیے۔ انھوں نے کہا، اللہ کی قسم! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ کی بات کا کیا جواب دوں؟ پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا آپ جواب دیجیے۔ انھوں نے بھی یہی کہا، اللہ کی قسم! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا جواب دوں؟ بالآخر میں نے خود ہی کہنا شروع کیا، اس وقت میں ایک کم سن لڑکی تھی، قرآن بھی میں نے زیادہ نہیں پڑھا تھا، میں نے کہا، اللہ کی قسم! آپ لوگوں نے یہ بات سنی اور وہ بات آپ لوگوں کے دل میں جم گئی اور آپ لوگوں نے اس کو سچ سمجھا، اب اگر میں یہ کہوں کہ میں بے گناہ ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں، تو آپ میری تصدیق نہیں کریں گے، لیکن اگر میں گناہ کا اقرار کر لوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے پاک ہوں تو آپ تصدیق کریں گے۔ اللہ کی قسم! میرے پاس آپ لوگوں کے لیے کوئی مثال نہیں ہے، سوائے یوسف علیہ السلام کے والد

کے اس ارشاد کے کہ انھوں نے کہا تھا: ''پس صبر ہی اچھا ہے اور جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس پر اللہ ہی میرا مددگار ہے۔'' یہ کہہ کر میں نے اپنا منہ پھیر لیا اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ مجھے معلوم تھا اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں، سو وہ ضرور میری پاک دامنی بیان کرے گا، مگر مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ میرے بارے میں قرآن اترے گا، جو (قیامت تک) پڑھا جائے گا، کیونکہ میں اپنی حیثیت اتنی نہیں سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کلام کرے گا۔ مجھے تو یہ امید تھی کہ شاید رسول اللہ ﷺ کو میرے معاملہ میں کوئی خواب دکھایا جائے گا، جس کے ذریعے سے اللہ میری پاک دامنی ظاہر کر دے گا۔ پھر اللہ کی قسم! ابھی رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ سے جہاں بیٹھے ہوئے تھے، سرکے بھی نہ تھے اور نہ گھر کا کوئی آدمی باہر گیا تھا کہ آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا اور وہی کیفیت آپ ﷺ پر طاری ہوئی جو وحی کے نازل ہوتے وقت طاری ہوتی تھی، یعنی آپ کو پسینا آ گیا اور پسینا موتیوں کی طرح آپ کے جسم اطہر سے ڈھلنے لگا، حالانکہ سردی کے دن تھے۔ یہ کیفیت آپ پر اس وحی کی شدت کی وجہ سے طاری ہوتی تھی جو آپ پر نازل ہوتی تھی۔ الغرض، جب وحی کی حالت موقوف ہوگئی تو آپ مسکرائے اور پہلی بات جو آپ نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی: ''اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمھاری پاک دامنی بیان فرما دی۔'' اس وقت میری والدہ کہنے لگیں، اٹھو! آپ کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا، اللہ کی قسم! میں تو آپ کا شکریہ ادا نہیں کروں گی، میں تو بس اللہ عزوجل کا شکریہ ادا کروں گی۔ اللہ تعالیٰ نے میری پاک دامنی کے سلسلہ میں دس آیتیں نازل فرمائیں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لو لا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بأنفسهم خيرًا......الخ ﴾ : ۴۷۵۰]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی آخری بیماری میں عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی، جب اجازت ملی تو فرمانے لگے، آپ تو وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہیں اور آپ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا اور جب آپ کے خلاف منافقین کی طرف سے طوفان کھڑا کیا گیا اور بہتان لگایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے آپ کی پاکدامنی میں قرآن نازل فرمایا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولو لا إذ سمعتموه قلتم ما يكون لنا أن نتكلم بهذا ﴾ : ۴۷۵۳]

وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس شخص نے اس تہمت کا بڑا بوجھ اٹھایا تھا وہ عبداللہ بن ابی ابن سلول (منافق) تھا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الإفك : ۴۱۴۱]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میری براءت کی آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے براءت پر مشتمل آیات کو تلاوت فرمایا، اس کے بعد آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور حکم دیا کہ دو مردوں (یعنی حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہما) اور ایک عورت (حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا) کو حد قذف لگائی جائے، چنانچہ ان کو حد کے کوڑے مارے گئے۔ [أبو داؤد، کتاب الحدود، باب في حد القاذف : ۴۴۷۴۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة النور : ۳۱۸۱]

مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا کہ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کرنے کی اجازت چاہی، میں نے عرض کی کہ آپ انھیں بھی اجازت دے دیتی ہیں؟ (حالانکہ انھوں نے بھی آپ پر تہمت لگانے والوں کا ساتھ دیا تھا) اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، کیا انھیں اس کی ایک بڑی سزا نہیں ملی؟ سفیان نے کہا کہ ان کا اشارہ ان کے نابینا ہونے کی طرف تھا۔ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدح میں شعر پڑھا تھا کہ آپ پاک دامن اور بڑی عقل مند ہیں کہ ان کے متعلق کسی کو کوئی شبہ بھی نہیں گزرا، وہ غافل، پاک دامن عورتوں کا گوشت کھانے سے مکمل پرہیز کرتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ يعظكم الله أن تعودوا لمثله أبدًا ﴾ : ٤٧٥٥]

لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾

”کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے نفسوں میں اچھا گمان کیا اور کہا کہ یہ صریح بہتان ہے۔“

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کی دینی اور اخلاقی تربیت کی گئی ہے اور انھیں احساس دلایا گیا ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اسلام ان سے تقاضا کرتا ہے کہ جس طرح ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو پاک دامن سمجھتا ہے، تو دوسروں کے بارے میں بھی ان کا ایسا ہی گمان ہونا چاہیے اور اگر کوئی بدطینت منافق ان میں سے کسی کے خلاف کوئی افترا پردازی کرتا ہے تو اس کی تصدیق نہیں کرنی چاہیے، بلکہ اسی وقت اس کی تردید کر دینی چاہیے اور کہہ دینا چاہیے کہ یہ ایک مسلمان بھائی یا بہن کے خلاف بہتان تراشی ہے اور بالخصوص جو افترا پردازی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طاہرہ اور پاکیزہ بیوی سے متعلق ہو، اس کے لیے تو مسلمانوں کے دل و دماغ میں جگہ ہونی ہی نہیں چاہیے۔

لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾

”وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے، تو جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو ایک تشریعی حکم کی تعلیم دی گئی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی نے یہ بات اپنی زبان سے کہی، تو ہونا یہ چاہیے تھا کہ مسلمان اس سے چار گواہوں کا مطالبہ کرتے اور وہ چار کیا ایک گواہ بھی پیش نہیں کر سکتا تھا تو اس کا جھوٹ اسی کی طرف لوٹ جاتا اور اس پر بہتان تراشی کی حد جاری کی جاتی، لیکن مسلمانوں نے ایسا نہیں کیا، اسی لیے اس آیت کریمہ میں ان کو ڈانٹ پلائی گئی ہے کہ تم لوگوں نے اس منافق کی تکذیب کیوں نہیں کی اور مسلم معاشرے

میں اسے شر پھیلانے کا موقع کیوں دیا؟

وَ لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾

''اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً اس بات کی وجہ سے جس میں تم مشغول ہوئے ،تم پر بہت بڑا عذاب پہنچتا۔''

اس آیت کریمہ میں بھی مسلمانوں کو عتاب کیا گیا ہے اور ان پر احسان بھی جتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے تمھیں معاف کر دیا، ورنہ جیسی غلطی تم لوگوں نے کی تھی اس کی وجہ سے تم پر اللہ تعالیٰ کا شدید عذاب نازل ہونا چاہیے تھا۔

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖۗ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾

''جب تم اسے ایک دوسرے سے اپنی زبانوں کے ساتھ لے رہے تھے اور اپنے مونہوں سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کا تمھیں کچھ علم نہیں اور تم اسے معمولی سمجھتے تھے، حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی تھی۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اخلاقی طور پر اس معاملے میں کتنے پست ہو گئے تھے کہ اس خبر کو سن کر بغیر تحقیق کیے دوسروں سے بیان کرتے رہے اور سمجھتے رہے کہ یہ کوئی گناہ نہیں ہے اور یہ افواہ لوگوں میں پھیلانے سے تم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، حالانکہ یہ بات اللہ کی نگاہ میں بہت بڑی تھی، اس کا تعلق رسول اللہ ﷺ، عائشہ و ابوبکر رضی اللہ عنہما اور نبی کے گھرانے کی عزت و ناموس سے تھا۔

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ : مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ ''اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ'' کے معنی یہ ہیں کہ جب تم میں سے بعض، بعض سے اس واقعے کا ذکر کرتے تھے۔[بخاری، کتاب التفسیر ، باب قوله : ﴿ ولو لا فضل الله عليكم و رحمته .... الخ ﴾، قبل الحديث : ٤٧٥١]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتی تھیں: « اِذْ تَلِقُوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ » ''جب تم اپنی زبانوں سے اس (جھوٹ) کو مسلسل پھیلا رہے تھے۔''[بخاری، کتاب التفسیر، باب : ﴿ إذ تلقونه بألسنتكم ...... الخ ﴾ : ٤٧٥٢]

وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖۗ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ : یعنی تم ام المومنین کے بارے میں جو بات کر رہے تھے تو اسے ایک ہلکی اور معمولی بات سمجھتے تھے، ام المومنین اگر نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ نہ

ہوتیں، تو پھر بھی یہ کوئی ہلکی اور معمولی بات نہیں تھی، مگر وہ تو نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بہت بڑی بات ہے کہ اللہ کے رسول کی بیوی کے بارے میں ایسی بات کی جائے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انسان بعض اوقات اللہ کی ناراضی کا کوئی کلمہ کہہ گزرتا ہے جس کی کوئی وقعت اس کے نزدیک نہیں ہوتی، لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم (کے اتنے نچلے طبقے) میں پہنچ جاتا ہے کہ جتنا دور مغرب مشرق سے ہے۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان ...... الخ : ٦٤٧٧، ٦٤٧٨ـ مسلم، كتاب الزهد، باب حفظ اللسان : ٢٩٨٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟'' صحابہ نے کہا، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارا ایسے انداز میں اپنے مسلمان بھائی کا ذکر کرنا جسے وہ پسند نہ کرے۔'' کہا گیا، اے اللہ کے رسول! اگر مسلمان بھائی میں وہ غلطی موجود ہو جس کا میں ذکر کروں تو (کیا یہ بھی غیبت ہے)؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس میں وہ عیب موجود ہو جس کا ذکر تو کرے تو یقیناً تو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ چیز موجود ہی نہیں جو تو نے اس کے متعلق بیان کی تو پھر تو نے اس پر بہتان باندھا۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الغيبة : ٢٥٨٩]

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا اسلام (یعنی مسلمان) بہتر اور افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب أى الإسلام أفضل ؟ : ١١]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اچھی بات کرے، یا خاموش رہے۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان...... الخ : ٦٤٧٥]

وَ لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾

''اور کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو کہا ہمارا حق نہیں ہے کہ ہم اس کے ساتھ کلام کریں، تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔''

فرمایا کہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جب تم لوگوں نے یہ بری بات سنی، اسی وقت اس کا انکار کر دیتے اور اپنی زبان پر ایک کلمہ بھی ایسا نہ آنے دیتے جس سے یہ افترا پردازی لوگوں میں پھیلتی اور صاف کہہ دیتے کہ یہ نبی کی عزت و ناموس کے خلاف ایک سازش اور افترا پردازی ہے اور اگر دل میں کوئی وسوسہ یا خیال آیا بھی تھا تو زبان سے اس کا اظہار نہیں ہونا چاہیے تھا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں

پیدا ہونے والے وسوسوں سے درگزر فرما لیا ہے، جب تک وہ زبان سے نہ کہیں، یا اسے عمل میں نہ لائیں۔" [بخاری، كتاب العتق، باب الخطأ والنسيان في العتاقة ...... الخ : ۲۵۲۸۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب تجاوز الله عن حديث النفس ...... الخ : ۱۲۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ، اس لیے کہ بدگمانی بہت بڑا جھوٹ ہے۔" [بخاری، كتاب الأدب، باب : ﴿ يأيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ...... الخ ﴾ : ۶۰۶۶]

سیدنا حفص بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے کہ وہ ہر وہ بات جو وہ سنے اسے بیان کر دے۔" [مسلم، المقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع : ۵]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب چھپا لیتا ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیوب پر پردہ ڈال دے گا۔" [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۸۰]

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝﴿۱۷﴾ وَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝﴿۱۸﴾

"اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے اس سے کہ دوبارہ کبھی ایسا کام کرو، اگر تم مومن ہو۔ اور اللہ تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔"

ان دونوں آیتوں میں ان مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے جن سے یہ گناہ سرزد ہوا تھا کہ اگر تم لوگ مخلص مسلمان ہو گے تو جب تک زندہ رہو گے، دوبارہ کسی مسلمان مرد یا عورت کے بارے میں ایسے گناہ کا ارتکاب نہیں کرو گے اور یہ تشریعی احکام اور اسلامی آداب اللہ نے اس لیے بیان کر دیے ہیں کہ تم لوگ نصیحت حاصل کرو اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اسلامی اخلاق و آداب کے مطابق گزارو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝﴿۱۹﴾ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴿۲۰﴾ ع ۲ النصف ۸

"بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ یقیناً اللہ بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے (تو تہمت لگانے والوں پر فوراً عذاب آ جاتا)۔"

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو اخلاقی تعلیم دی گئی ہے کہ اسلامی معاشرے میں اگر ایک شخص کوئی بری بات سنے، تو اس کا فرض ہے کہ اسے لوگوں سے بیان نہ کرے، اس لیے کہ اس سے کمزور ایمان والوں اور منافقوں کو مسلم سماج میں برائی پھیلانے کا موقع ملتا ہے۔ ایسے لوگوں کو، جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے درمیان اخلاقی انارکی پھیلے، اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں شدید عذاب کی دھمکی دی ہے اور مسلمانوں سے کہا ہے کہ بری بات پھیلانے کے کیسے خطرناک اثرات مسلم معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں، ان کا علم اللہ کو ہے، تم ان کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے، اس لیے اللہ کی جانب سے تمھیں جو اخلاقی تعلیمات دی جا رہی ہیں ان پر سختی کے ساتھ عمل کرو۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوبارہ احسان جتلایا کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے تمھیں فوراً عذاب میں مبتلا نہیں کیا، ورنہ تمھارا گناہ تو بہت بڑا تھا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۳] ''کہہ دے میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النحل : ۹۰] ''بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''میری امت کا ہر فرد درگزر کے قابل ہوگا، سوائے ان لوگوں کے جو کھلم کھلا گناہ کرنے والے ہوں گے اور یہ بھی اعلانیہ گناہ میں سے ہے کہ آدمی رات کو کوئی (گناہ کا) کام کرے، پھر صبح کو، باوجود اس بات کے کہ اللہ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈال دیا، وہ کہے، اے فلاں شخص! گزشتہ رات میں نے اس طرح کیا، حالانکہ اس نے وہ رات اس طرح گزاری تھی کہ اس کے رب نے اس کی پردہ پوشی کر دی تھی اور یہ صبح کو وہ پردہ چاک کر رہا ہے جو اللہ نے اس پر ڈال دیا تھا۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب ستر المؤمن على نفسه : ۶۰۶۹۔ مسلم، كتاب الزهد، باب النهى عن هتك الإنسان ستر نفسه : ۲۹۹۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، اس نے شراب پی ہوئی تھی، آپ نے اسے زد و کوب کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہم میں سے کوئی اسے اپنے ہاتھ سے، کوئی اپنے جوتے سے اور کوئی اپنے کپڑے سے مار رہا تھا۔ پھر جب وہ (آدمی) چلا گیا تو ایک آدمی نے کہا، کیا ہو گیا ہے اسے، اللہ اسے رسوا کرے۔ آپ نے فرمایا: ''(اس طرح مت کہو) اپنے بھائی کے مقابلے میں شیطان کی مددمت کرو۔'' [بخاري، كتاب الحدود، باب ما يكره من لعن شارب الخمر ...... الخ : ۶۷۸۱]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ایذا نہ پہنچاؤ، نہ انھیں طعنہ دو اور نہ ان کے عیوب تلاش کرو، کیونکہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے عیب تلاش کرے گا، یہاں تک کہ اسے اس کے گھر میں بھی رسوا کر دے گا۔'' [مسند أحمد : ۵/ ۲۷۹، ح : ۲۲٤٦٤]

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۱

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو اور جو شیطان کے قدموں کے پیچھے چلے تو وہ تو بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک نہ ہوتا اور لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ شیطان کے نقش قدم پر چلنے سے بچیں، اس لیے کہ وہ تو ہمیشہ برے کاموں ہی کا حکم دیتا ہے۔ وہ تو چاہتا ہے کہ کچھ لوگ اس کے نقش قدم پر چل کر مسلمانوں کے درمیان برائی کو ہوا دیں، تاکہ مسلم معاشرے کے امتیازی اوصاف ختم ہو جائیں اور اس میں برائی کا دور دورہ ہو۔ آیت کے دوسرے حصے میں ان مسلمانوں سے کہا گیا ہے جو محض اللہ کے فضل سے اس بہتان تراشی میں شریک نہیں ہوئے تھے کہ وہ اپنے آپ کو کامل اور بے گناہ سمجھ کر ان مسلمانوں کو ملامت نہ کریں جن سے یہ غلطی سرزد ہوئی تھی، بلکہ اللہ کے فضل کا اعتراف کریں کہ اس نے انھیں اس گناہ سے بچایا۔ اگر اللہ نہ چاہتا تو وہ بھی اس گناہ میں مبتلا ہو جاتے، اس لیے کہ اللہ جس کے لیے خیر چاہتا ہے اسے شیطان کے نرغے میں پھنسنے سے بچا لیتا ہے اور عمل صالح کی توفیق دیتا ہے۔

وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴾ [التوبة : ٦٧، ٦٨] ''منافق مرد اور منافق عورتیں، ان کے بعض بعض سے ہیں، وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے انھیں بھلا دیا۔ یقیناً منافق لوگ ہی نافرمان ہیں۔ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، وہی ان کو کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔''

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا﴾ : یعنی اگر اللہ تعالیٰ توبہ اور اپنی طرف رجوع کی توفیق عطا نہ فرماتا اور نفسوں کو شرک اور فسق و فجور سے پاک نہ فرماتا اور ہر شخص کو گھٹیا اخلاق سے بچنے کی توفیق عطا نہ فرماتا تو کسی شخص کو بھی نفس کی پاکیزگی اور خیر و بھلائی حاصل نہ ہوتی، لہٰذا توبہ کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے انسان کو چاہیے کہ گناہ سرزد ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کے سوا کوئی نہیں ہے جو معاف کرے، نیز جان بوجھ کر گناہ پر اصرار نہ کرے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ [آل عمران : ۱۳۵] ''اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے؟ اور انھوں نے جو کیا اس پر اصرار نہیں کرتے، جب کہ وہ جانتے ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓىِٕكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ [النساء : ۱۷] ''توبہ (جس کا قبول کرنا) اللہ کے ذمے (ہے) صرف ان لوگوں کی ہے جو جہالت سے برائی کرتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں، تو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ پھر مہربان ہو جاتا ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْۤا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾

''اور تم میں سے فضیلت اور وسعت والے اس بات سے قسم نہ کھالیں کہ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دیں اور لازم ہے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں بخشے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْۤا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ : یعنی تم قسم نہ کھاؤ کہ تم اپنے محتاج رشتہ داروں اور مہاجروں سے صلہ رحمی نہیں کرو گے۔ صلہ رحمی کے سلسلے میں یہ حد درجے کی نرمی اور شفقت کی ترغیب دی گئی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (میرے بارے میں) یہ آیتیں نازل فرمائیں: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ ...... وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ [النور : ۱۱ تا ۲۰] پوری دس آیتیں نازل ہوئیں۔ تو جب یہ آیتیں میری پاک دامنی ظاہر کرنے کے لیے اتریں، تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ سے رشتہ داری اور مفلسی کی وجہ سے اس پر خرچ کیا کرتے تھے، کہنے لگے اللہ کی قسم! اب میں مسطح کو کبھی کچھ نہیں دوں گا، اس نے عائشہ کے متعلق اس طرح کی باتیں کی ہیں۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری:

﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسٰكِينَ وَالْمُهٰجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [النور : ۲۲] ''اور تم میں سے فضیلت اور وسعت والے اس بات سے قسم نہ کھالیں کہ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دیں اور لازم ہے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں بخشے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ لو لا إذ سمعتموه ظن المؤمنون ...... الخ ﴾ : ۴۷۵۰]

__وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا__ : یعنی اس برائی اور تکلیف سے جو انھوں نے پہنچائی ہے، اس پر بھی انھیں معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ یہ آیت کریمہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اپنے رشتہ دار مسطح بن اُثاثہ پر شفقت و درگزر کریں۔ عفو و درگزر کی فضیلت پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صدقہ و خیرات کرنے سے مال میں کچھ کمی نہیں آتی اور معاف کرنے میں اللہ تعالیٰ بندے کو مزید عزت و اکرام ہی سے نوازتے ہیں اور جو شخص بھی اللہ کی رضا کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اونچا کر دیتا ہے۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع : ۲۵۸۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتہ دار ہیں، میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں، میں ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں اور میں ان سے درگزر کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت سے پیش آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تیری بات درست ہے تو گویا کہ تو ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے تیرے ساتھ ہمیشہ (ایک فرشتہ) ان کے خلاف مددگار رہے گا جب تک تو اس کی پابندی کرے گا۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها : ۲۵۵۸]

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ اپنے بندوں میں سے ان پر رحم کرتا ہے جو رحم دل ہوتے ہیں۔'' [بخاری، كتاب التوحيد، باب قول الله تبارك وتعالى : ﴿ قل ادعوا الله ...... الخ ﴾ : ۷۳۷۷۔ مسلم، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت : ۹۲۳]

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتا۔'' [بخاری، كتاب التوحيد، باب قول الله تبارك و تعالى : ﴿ قل ادعوا الله أو ادعوا الرحمٰن ...... الخ ﴾ : ۷۳۷۶]

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۲۳﴾ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ

﴿ يُوَفِّيهِمُ اللّٰهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ﴾ ۲۵

''بے شک وہ لوگ جو پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کیے گئے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اس دن اللہ انھیں ان کا صحیح بدلہ پورا پورا دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے، جو ظاہر کرنے والا ہے۔''

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید ہے ان لوگوں کے لیے جو پاک دامن، برے کاموں سے بے خبر، ایمان دار عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ہر پرہیز گار عورت کی نسبت امہات المومنین زیادہ حق دار ہیں کہ وہ اس آیت میں داخل ہوں، بالخصوص جب ان آیات کے نزول کا سبب ہی ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد اگر کوئی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے، یا آپ پر اس طرح کا کوئی بہتان لگائے جس کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے تو وہ کافر ہے، کیونکہ وہ قرآن کا مخالف ہے۔ دیگر تمام امہات المومنین اور عام مومن عورتوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ جو شخص کسی پاک دامن مسلمان عورت پر زنا کی جھوٹی تہمت لگائے گا وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ اللہ کی رحمت سے دور کر دیا جائے گا اور دنیا میں اس پر حد جاری کی جائے گی اور اگر توبہ نہیں کرے گا تو آخرت میں جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور اس دن ایسے لوگوں کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے برے کرتوتوں کی گواہی دیں گے اور اللہ تعالیٰ انھیں ان بداعمالیوں کا پورا بدلہ چکا دے گا اور تب انھیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کی ذات برحق ہے۔

لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ : جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴾ [الأحزاب : ۵۷] ''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات ہلاک کر دینے والے گناہوں سے بچو۔'' صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! وہ کون کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، اس جان کو ناحق قتل کرنا جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ میں پیٹھ دکھانا اور پاک دامن و بھولی بھالی مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔'' [بخاري، كتاب الوصايا، باب قول الله تعالى : ﴿ إن الذين يأكلون أموال اليتمى ظلمًا ...... الخ ﴾ : ۲۷۶۶۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الكبائر و أكبرها : ۸۹]

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۞ حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ وَقَالُوْا

لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدۃ: ۱۹ تا ۲۳] ’’اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، پھر ان کی الگ الگ قسمیں بنائی جائیں گی۔ یہاں تک کہ جونہی اس کے پاس پہنچیں گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور وہ اپنے چمڑوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی؟ وہ کہیں گے ہمیں اس اللہ نے بلوا دیا جس نے ہر چیز کو بلوایا اور اسی نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا اور اسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔ اور تم اس سے پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمھارے خلاف تمھارے کان گواہی دیں گے اور نہ تمھاری آنکھیں اور نہ تمھارے چمڑے اور لیکن تم نے گمان کیا کہ بے شک اللہ بہت سے کام، جو تم کرتے ہو، نہیں جانتا۔ اور یہ تمھارا گمان تھا جو تم نے اپنے رب کے بارے میں کیا، اسی نے تمھیں ہلاک کر دیا، سو تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔‘‘

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ ہنس دیے اور فرمانے لگے: ’’جانتے ہو میں کیوں ہنسا ہوں؟‘‘ ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’میں بندے کی اس گفتگو پر ہنسا ہوں جو وہ (قیامت کے دن) اپنے رب سے کرے گا، وہ کہے گا، اے اللہ! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہاں! دی ہے، تو وہ کہے گا، میں آج اپنے خلاف کسی کی گواہی قبول نہیں کروں گا، سوائے اپنی ذات کی گواہی کے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اچھا تیری ہی ذات کی گواہی تجھ پر آج کے دن کفایت کرتی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی۔ اب اس کے منہ پر مہر لگ جائے گی اور اس کے مختلف اعضا کو حکم ہو گا کہ بولو، تو وہ اس کے سارے کیے ہوئے کام بول کر بتا دیں گے۔ پھر آدمی کو بولنے کی اجازت دے دی جائے گی، اس وقت بندہ کہے گا، تمھارے لیے بربادی ہو، چلو دور ہو جاؤ، میں تمھاری خاطر ہی تو جھگڑ رہا تھا۔‘‘ [مسلم، کتاب الزھد، باب : الدنیا سجن للمؤمن و جنۃ للکافر : ۲۹۶۹]

يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴾ [النجم : ۳۹ تا ۴۱] ’’اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔ اور یہ کہ یقیناً اس کی کوشش جلد ہی اسے دکھائی جائے گی۔ پھر اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا، پورا بدلہ۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۫ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۲۵] ’’پھر کیا حال ہو گا جب ہم انھیں اس دن کے لیے جمع کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔‘‘

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ ع

''گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔ یہ لوگ اس سے بری کیے ہوئے ہیں جو وہ کہتے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور باعزت روزی ہے۔''

اس آیت میں ان لوگوں کو خبیث کہا گیا ہے جنھوں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کے خلاف بات بنائی تھی اور جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ابتدا ہی سے اس بات کو نہیں مانا تھا انھیں ''اچھے لوگوں'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ایک تفسیر یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ خبیث سے مراد عبداللہ بن ابی اور طیب اور طیبہ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں، یعنی عبداللہ بن ابی خبیث ہی کو خبیث بیوی ملے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو طیب ہیں، اس لیے ان کو عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی طیبہ اور اچھی بیوی ملی ہے۔ آیت کے دوسرے حصے میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی براءت و پاک دامنی کی صراحت کر دی گئی ہے کہ اللہ کے یہ نیک بندے عبداللہ بن ابی کی بہتان تراشی سے بالکل پاک ہیں۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بہت سے فضائل ہیں، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت (دوسری) عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی تمام کھانوں پر۔'' [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باب فضل عائشة رضي الله عنها : ۳۷۷۰۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضائل عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها : ۲۴۴۶]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''اے عائشہ! یہ جبریل تمھیں سلام کہہ رہے ہیں۔'' تو میں نے جواب دیا، وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باب فضل عائشة رضي الله عنها : ۳۷۶۸۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضائل عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها : ۲۴۴۷]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''میں نے تم کو دو بار خواب میں دیکھا، ایک شخص ایک ریشمی کپڑے میں تم کو اٹھائے ہوئے تھا اور کہہ رہا تھا، یہ تمھاری بیوی ہیں۔ میں نے کپڑا کھول کر جو دیکھا تو تم تھیں۔ میں نے (اپنے دل میں) کہا، اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو وہ (ضرور) اسے پورا کرے گا۔'' [بخاري، كتاب التعبير، باب كشف المرأة في المنام : ۷۰۱۱۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضائل عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها : ۲۴۳۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تحفہ بھیجنے کے لیے عائشہ کی (یعنی میری) باری کا

انتظار کرتے رہتے تھے، اس سے غرض یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ خوش ہوں۔ [بخاري، كتاب الهبة، باب قبول الهدية : ٢٥٧٤۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضائل عائشة أم المؤمنين رضى الله عنها : ٢٤٤١]

سیدنا ہشام اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مرض (موت) میں بھی اپنی بیویوں کی باری کی پابندی فرماتے رہے، البتہ یہ پوچھتے رہے: ''کل مجھے کس کے ہاں ٹھہرنا ہے؟'' کیونکہ آپ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے خواہاں تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پھر جب میری باری کا دن آیا تو آپ کو سکون ہو گیا۔ [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب فضل عائشة رضى الله عنها : ٣٧٧٤]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (مرض الموت میں) دریافت فرماتے تھے: ''آج مجھے کس کے ہاں ٹھہرنا ہے؟ کل مجھے کس کے ہاں قیام کرنا ہے؟'' یہ خیال کرتے کہ ابھی عائشہ کی (یعنی میری) باری میں دیر ہے، پھر میری باری کے دن اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا لیا، (اس حالت میں کہ آپ کا سر) میرے سینہ اور میری ہنسلی کے درمیان میں تھا۔ [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضائل عائشة أم المومنين رضى الله عنها : ٢٤٤٣]

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو ذات السلاسل کی لڑائی میں سپہ سالار بنا کر بھیجا، تو میں آپ ﷺ کے پاس آیا، میں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟ آپ نے فرمایا: ''عائشہ سے۔'' میں نے پوچھا، مردوں میں سے؟ فرمایا: ''اس کے باپ سے۔'' [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب : ٣٦٦٢۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي بكر الصديق رضى الله عنه : ٢٣٨٤]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہو، یہاں تک کہ انس معلوم کر لو اور ان کے رہنے والوں کو سلام کہو۔ یہ تمھارے لیے بہتر ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

یہ وہ شرعی آداب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو گھروں میں جانے کی اجازت طلب کرنے کے بارے میں سکھلائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اپنے گھروں کے سوا دوسرے لوگوں کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں، یعنی داخل ہونے سے پہلے اجازت لیں۔ اجازت تین بار طلب کی جائے، اگر مل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس چلے جائیں، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب کوئی بات ارشاد فرماتے تو تین مرتبہ ارشاد فرماتے، تاکہ لوگ اس کو خوب سمجھ لیں اور جب کسی قوم کے پاس تشریف لے جاتے تو ان کو تین بار سلام کرتے۔ [بخاري، كتاب العلم، باب من أعاد الحديث ثلاثًا ليفهم عنه : ٩٥]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں انصار کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آئے، وہ ڈرے ہوئے اور گھبرائے ہوئے تھے۔ ہم نے کہا، کیا معاملہ ہے؟ وہ کہنے لگے، مجھے عمر (رضی اللہ عنہ) نے بلایا تھا، جب میں عمر (رضی اللہ عنہ) کے دروازے کے پاس گیا تو تین بار اجازت مانگی، لیکن مجھے اجازت نہیں ملی، تو میں لوٹ گیا۔ (بعد میں) عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا، تم ہمارے پاس کیوں نہیں آئے؟ تو میں نے کہا، میں آپ کے پاس آیا تھا اور میں نے آپ کے دروازے پر آپ سے تین بار اجازت مانگی، لیکن مجھے اجازت نہیں ملی، چنانچہ میں لوٹ آیا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''جب تم میں سے کوئی تین بار اجازت مانگے اور اسے اجازت نہ ملے تو اس کو چاہیے کہ لوٹ جائے۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سن کر کہا، اللہ کی قسم! (اس حدیث کی صحت پر) تم گواہ پیش کرو، ورنہ میں تمھیں سزا دوں گا۔ تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم (گواہی کے لیے) قوم میں سے سب سے کم عمر لڑکے کو تیرے ساتھ بھیجتے ہیں (یہی گواہی دے گا) چنانچہ میں ان کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور گواہی دی (کہ یہ حدیث ایسے ہی ہے) تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حکم مجھ سے پوشیدہ رہ گیا؟ افسوس! مجھے بازاروں کی خرید و فروخت نے مشغول رکھا۔ آپ کی مراد تجارت سے تھی۔ [مسلم، كتاب الآداب، باب الاستيذان : ۲۱۵۳/۳۳۔ بخاری، كتاب البيوع، باب الخروج في التجارة ...... الخ : ۲۰۶۲]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین مرتبہ اجازت لینے کے بعد بھی اگر اجازت نہ ملے تو واپس چلے آنا چاہیے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے گھر میں گیا، آپ نے وہاں ایک دودھ کا پیالہ دیکھا تو فرمایا: ''ابوہریرہ! جاؤ اور صفہ والوں کو میرے پاس بلا لاؤ۔'' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں ان کے پاس گیا اور ان کو بلایا، وہ آئے، انھوں نے اجازت مانگی، جب انھیں اجازت دے دی گئی تو پھر وہ اندر داخل ہوئے۔ [بخاری، كتاب الاستئذان، باب إذا دعى الرجل فجاء، هل يستأذن ؟ : ٦٢٤٦]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے (ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں) مجھ سے اندر آنے کی اجازت مانگی، تو میں نے اس کو اجازت دے دی۔ [بخاری، كتاب المغازی، باب حديث الإفك : ٤١٤١]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے آپ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ کے پاس بھیجا۔ انھوں نے اجازت مانگی اور تب آپ میرے ساتھ میری چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے، آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضائل عائشة أم المؤمنين رضى الله عنها : ٢٤٤٢]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے اجازت مانگی، فرمایا: ''السلام علیکم و رحمة الله'' سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے جواب میں ''وَ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ'' تو کہہ دیا لیکن ایسی آواز سے کہ آپ نہ سنیں۔ چنانچہ تین بار یہی ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کرتے اور آپ جواب دیتے رہے، لیکن اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ سنیں۔ اس کے بعد آپ وہاں سے واپس لوٹے تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے آئے اور

کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ نے جتنی بار سلام کہا وہ میں نے سنا اور میں نے ہر سلام کا جواب بھی دیا تھا، لیکن اس خیال سے کہ آپ کی بہت ساری دعائیں لے لوں اور زیادہ برکت حاصل کروں، جواب اس طرح نہ دیا کہ آپ کو سنائی دے، اب آپ چلیے! تشریف رکھیے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے۔ انھوں نے آپ کے سامنے کشمش لا کر رکھی، آپ نے تناول فرمائی اور فارغ ہو کر فرمانے لگے: ((اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ، وَ صَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ وَ اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ)) ''نیک و صالح لوگ تمھارا کھانا کھاتے رہیں اور فرشتے تمھارے لیے دعائیں کرتے رہیں اور تمھارے ہاں روزے دار افطار کرتے رہیں۔'' [مسند أحمد : ۱۳۸/۳، ح : ۱۲۴۱۵]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص تیرے گھر میں بغیر تیری اجازت کے جھانکنے لگے اور تو اسے کنکر مارے جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تجھے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الدیات، باب من اطلع فی بیت قوم ...... الخ : ۶۹۰۲۔ مسلم، کتاب الآداب، باب تحریم النظر فی بیت غیرہ : ۲۱۵۸]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس قرض کے بارے میں حاضر ہوا جو میرے والد پر تھا، میں نے دروازے پر دستک دی تو آپ نے پوچھا: ''کون ہیں؟'' میں نے کہا، میں ہوں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں، میں؟'' گویا آپ نے یوں کہنے کو ناپسند فرمایا۔ [بخاری، کتاب الاستئذان، باب إذا قال من ذا ؟فقال أنا : ۶۲۵۰۔ مسلم، کتاب الآداب، باب كراهة قول المستأذن أنا ...... الخ : ۲۱۵۵]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سفر سے رات کے وقت (بغیر اطلاع) گھر آ جانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اس سے گویا گھر والوں کی خیانت یا چوری کو پکڑنا، یا ان کے قصور کو ڈھونڈنا ہے۔ [بخاری، کتاب العمرة، باب لا يطرق أهله إذا بلغ المدينة : ۱۸۰۱۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب كراهة الطروق ...... الخ : ۷۱۵/۱۸۴، بعد الحديث : ۱۹۲۸]

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾

''پھر اگر تم ان میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو، یہاں تک کہ تمھیں اجازت دی جائے اور اگر تم سے کہا جائے واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ، یہ تمھارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو، اسے خوب جاننے والا ہے۔''

آدمی جس گھر میں داخل ہونا چاہے اگر اس میں کوئی موجود نہ ہو تو بغیر اجازت داخل نہ ہو اور اگر اندر سے کوئی آدمی کہے کہ ابھی واپس چلے جاؤ، تو بغیر ناراض ہوئے واپس چلا جائے اور یہ سمجھے کہ گھر والے کی کوئی مجبوری ہوگی، اسی لیے اسے اجازت نہیں ملی۔ مسلمانوں کے دلوں کی طہارت و پاکیزگی ایسا ہی کرنے میں ہے، اسی سے ان کی آپس کی محبت باقی رہے گی۔ زبردستی کسی کے گھر میں داخل ہونا، رذالت و کمینگی ہے اور مسلمان کی عزت نفس کے خلاف ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ ان گھروں میں داخل ہو جن میں رہائش نہیں کی گئی، جن میں تمھارے فائدے کی کوئی چیز ہو اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔''

اس آیت میں ان گھروں میں داخل ہونے کا حکم بیان کیا گیا ہے جن میں کوئی بھی آدمی مستقل قیام پذیر نہ ہو۔ مثال کے طور پر شاہراہوں پر بنے ہوئے ہوٹل، دکانیں اور دیگر تجارتی جگہیں، ایسی جگہوں میں بغیر اجازت داخل ہونا جائز ہے۔ اس لیے کہ سب کو معلوم ہے کہ ایسی جگہوں میں لوگ اپنے گھر والوں کے ساتھ نہیں رہتے۔ البتہ اگر کسی نے ہوٹل میں کوئی کمرہ کرایہ پر لے لیا ہے اور اس میں اپنی بیوی یا دیگر افراد خانہ کے ساتھ رہتا ہے، تو اس کا حکم بھی گھر کا ہے اور اس میں جھانکنا یا بغیر اجازت داخل ہونا ممنوع ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

''مومن مردوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔ بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو وہ کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں، اگر قصد و ارادہ کے بغیر اچانک کسی غیر محرم عورت پر نگاہ پڑ جائے تو فوراً اپنی نظریں پھیر لیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، نہ بدکاری کریں اور اپنی شرم گاہ کسی کے سامنے نہ کھولیں، جس کے لیے اس کا دیکھنا حرام ہے۔ ان دونوں باتوں پر عمل کرنے سے مسلمان کی روح پاکیزہ رہتی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱ تا ۷] ''یقیناً کامیاب ہو گئے مومن۔ وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو لغو کاموں سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اور وہی جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہی جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں، یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں تو بلاشبہ وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے سوا تلاش کرے تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔''

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اچانک نگاہ پڑ جانے کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے مجھے نگاہ پھیر لینے کا حکم دیا۔[مسلم، کتاب الآداب، باب نظر الفجاءة : ۲۱۵۹]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''اے علی! نظر کے پیچھے نظر مت لگاؤ، کیونکہ پہلی نظر (جو اچانک پڑ گئی) وہ تو تجھے معاف ہے، لیکن دوسری نظر (جو قصداً پڑی وہ) معاف نہیں ہے۔'' [أبو داوٗد، کتاب النکاح، باب فی ما یؤمر به من غض البصر : ۲۱۴۹۔ ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی نظر الفجاءة : ۲۷۷۷۔ مسند أحمد : ۳۵۱/۵، ح : ۲۳۰۳۸]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی (کی تقدیر میں اس) کے لیے زنا کا جو حصہ لکھ دیا ہے وہ لامحالہ اس سے دوچار ہوگا، تو آنکھ کا زنا دیکھنا ہے اور زبان کا زنا بولنا ہے، دل تو تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ اس خواہش کو سچا کرتی ہے، یا جھٹلا دیتی ہے۔'' [بخاری، کتاب الاستئذان، باب زنا الجوارح دون الفرج : ۶۲۴۳۔ مسلم، کتاب القدر، باب قدر علی ابن آدم حظه من الزنا : ۲۶۵۷]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہماری یہ مجلسیں تو بہت ضروری ہیں، کیونکہ ہم وہیں روزمرہ کی گفتگو کیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اچھا! جب تم ان مجلسوں میں بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستوں کا حق ادا کرتے رہو۔'' انھوں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نگاہ نیچی رکھنا، راہ گیروں کو اذیت دینے سے باز رہنا، سلام کا جواب دینا، اچھی بات کا حکم دینا اور بری بات سے منع کرنا۔'' [بخاری، کتاب الاستئذان، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ یأیها الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوتًا ...... الخ ﴾ : ۶۲۲۹۔ مسلم، کتاب اللباس و الزینة، باب النهی عن الجلوس فی الطرقات ...... الخ : ۲۱۲۱]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت دے دے، تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان...... الخ : ۶۴۷۴]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی عورت کسی دوسری عورت سے ملنے کے بعد اپنے شوہر سے اس عورت کا ذکر اس طرح نہ کرے گویا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب لا تباشر المرأة المرأة فتنعتها لزوجها : ۵۲۴۰]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں پیٹھ پھیرتی ہے، لہٰذا جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اپنی بیوی کے پاس آ جائے۔ ایسا کرنے سے اس کے دل کا خیال جاتا رہے گا۔'' [مسلم، کتاب النکاح، باب ندب من رأی امرأة فوقعت فی نفسه إلی أن یأتی امرأته ...... الخ : ۱۴۰۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حجرے میں جھانکا، تو آپ تیر لے کر کھڑے ہوئے، گویا میں آپ کو دیکھ رہا ہوں، آپ چاہتے تھے کہ اس کی آنکھ پر تیر چبھو دیں۔[بخاری، کتاب الاستئذان، باب الاستئذان من أجل البصر : ۶۲۴۲۔ مسلم، کتاب الآداب، باب تحریم النظر فی بیت غیرہ : ۲۱۵۷]

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے نوجوانو کی جماعت! جو کوئی تم میں سے نکاح کرنے کی قدرت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نکاح کرے، کیونکہ نکاح سے نگاہ نیچی رہتی ہے اور شرم گاہ کی حفاظت ہوتی ہے اور جو شخص طاقت نہ رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ روزے رکھے، ایسا کرنا اس کے لیے ڈھال بن جائے گا۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم : ۵۰۶۶۔ مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه إلیه...... الخ : ۱۴۰۰]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک عورت سے منگنی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(پہلے) اس عورت کو دیکھ لو، کیونکہ تم دونوں میں موانست کا یہ بہتر طریقہ ہے۔'' [ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی النظر إلی المخطوبة : ۱۰۸۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا جو کسی انصاری عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا: ''کیا تو نے اسے دیکھ لیا ہے؟'' اس نے کہا، نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''جا اور اسے دیکھ لے، کیونکہ انصار کی عورتوں کی آنکھوں میں کچھ عیب ہوتا ہے۔'' [مسلم، کتاب النکاح، باب ندب من أراد نکاح امرأۃ إلی أن ینظر إلی وجهها ...... الخ : ۱۴۲۴]

وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۠ وَ لَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۳۱

''اور مومن عورتوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں کے لیے، یا اپنے باپوں، یا اپنے خاوندوں کے باپوں، یا اپنے بیٹوں، یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں، یا اپنے

بھائیوں، یا اپنے بھتیجوں، یا اپنے بھانجوں، یا اپنی عورتوں (کے لیے)، یا (ان کے لیے) جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں، یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہیں، یا ان لڑکوں کے لیے جو عورتوں کی پردے کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے اور اپنے پاؤں (زمین پر) نہ ماریں، تا کہ ان کی وہ زینت معلوم ہو جو وہ چھپاتی ہیں اور تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اے مومنو! تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

اس آیت کریمہ میں مومن مردوں کی طرح مومن عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اجنبی اور غیر محرم مردوں کو نہ دیکھیں اور اگر کبھی اچانک کسی غیر محرم مرد پر نظر پڑ جائے تو فوراً اپنی نظر نیچی کر لیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، نہ بدکاری کریں اور نہ اپنے شوہروں کے علاوہ کسی کے سامنے اپنے جسم کو ظاہر کریں، اسی طرح اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں۔ البتہ جو چیزیں خود ہی ظاہر ہیں، یا انھیں کبھی مجبوراً ظاہر کرنا پڑتا ہے، جیسے برقع اور اوڑھنی کا ظاہری حصہ، راستہ دیکھنے کے لیے دونوں آنکھیں کوئی چیز پکڑنے کے لیے دونوں ہاتھ، تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

بعض علماء نے ﴿ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ سے مراد یہ لی ہے کہ حجاب سے چہرہ اور ہاتھ مستثنیٰ ہیں، یعنی عورتوں کو غیر محرم سے بھی چہرہ اور ہاتھ چھپانے کی ضرورت نہیں، یہ توجیہ درج ذیل وجوہ کی بنا پر غلط ہے۔

① اس آیت میں احکام حجاب کی رخصتوں کا ذکر ہے نہ کہ احکام حجاب کی پابندیوں کا، یعنی ذکر تو یہ چل رہا ہے کہ محرم رشتہ داروں سے بھی حجاب کی ضرورت نہیں، اپنے جیسی عورتوں سے بھی، لونڈیوں سے بھی، خدام اور نابالغ بچوں سے بھی اظہار زینت اور حجاب پر کوئی پابندی نہیں۔ اب دیکھیے اس آیت میں کہیں عام لوگوں یا غیر محرموں کا ذکر آیا ہے کہ ان سے بھی اظہار زینت پر کوئی پابندی نہیں؟ لہٰذا اگر ان حضرات کے بقول ﴿ مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہی لے لیے جائیں تو بھی چنداں فرق نہیں پڑتا، کیونکہ اس آیت میں مذکور اشخاص کے سامنے ہاتھ اور چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہی کا تو ذکر ہے۔

② اس بات کے باوجود بھی یہ توجیہ غلط ہے، کیونکہ ﴿ مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ میں "ھَا" ضمیر "زِيْنَتَهُنَّ" کی طرف راجع ہے جو کہ قریب ہی مذکور ہے، نہ کہ اعضائے بدن کی طرف جن کا یہاں ذکر ہی موجود نہیں۔ اور اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ "عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس زینت سے از خود ظاہر ہو جائے۔" گویا اللہ تعالیٰ عورتوں کو تکلیف مالا یطاق نہیں دینا چاہتے، یعنی اگر جلباب یا بڑی چادر یا برقع کسی وقت ہوا سے اٹھ جائے، غفلت یا کسی دوسرے اتفاق کی بنا پر عورت کا زیور یا زینت یا اس کا کچھ حصہ ظاہر ہو جائے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

③ پیچھے واقعۂ افک میں ایک طویل حدیث، جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، گزر چکی ہے، اس میں وہ فرماتی ہیں کہ

میں نے صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ کو جب بیدار ہو کر اپنے پاس کھڑا دیکھا تو اپنا چہرہ ڈھانپ لیا، کیونکہ اس سے پہلے (سورۂ احزاب میں) پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا، پھر بعد میں کیا یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا؟

④ تمام بدن میں چہرہ ہی ایسا عضو ہے جس میں دلکشی کا سب سے زیادہ سامان ہوتا ہے، پھر اگر اسے ہی پردہ سے مستثنیٰ قرار دے دیا جائے تو باقی احکام حجاب کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے؟

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا : سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھیں، اتنے میں ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے اور گھر میں داخل ہوئے۔ یہ واقعہ پردے کی آیتیں اترنے کے بعد کا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہم سے) فرمایا: ”ان سے پردہ کرو۔“ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا یہ نابینا نہیں ہے، ہمیں دیکھتا بھی نہیں اور پہچانتا بھی نہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم بھی اندھی ہو، کیا تم اسے نہیں دیکھتی ہو؟“ [مسند أحمد : ۲۹۶/۶، ح : ۲٦۵۹۳۔ أبو داؤد، كتاب اللباس، باب فی قوله تعالٰی : ﴿ و قل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ﴾ : ۴۱۱۲۔ ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی احتجاب النساء من الرجال : ۲۸۷۸]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نابینا کی طرف بھی نظر نہیں اٹھانی چاہیے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن اپنے حجرہ کے دروازے پر دیکھا، اس وقت حبشہ کے کچھ لوگ مسجد میں (نیزوں) سے کھیل رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی چادر میں چھپا لیا، تاکہ میں ان کے کھیل کو دیکھ سکوں۔ [بخاری، كتاب الصلوة، باب أصحاب الحراب فی المسجد : ۴۵۴۔ مسلم، کتاب صلوة العيدين، باب الرخصة فی اللعب الذی لا معصية فيه ...... الخ : ۸۹۲/۱۸]

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ : خُمُرٌ، خِمَارٌ کی جمع ہے، اس سے مراد ہر وہ کپڑا ہے جس سے سر کو ڈھانپا جائے، انھیں لوگ آج کل اوڑھنی کہتے ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ پہلی مہاجر عورتوں پر رحم فرمائے، جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ﴾ ”اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں“ تو انھوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر ان کی اوڑھنیاں بنا لیں۔ [بخاری، کتاب التفسير، باب ﴿ وليضربن بخمرهن على جيوبهن ﴾ : ۴۷۵۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب یہ آیت اتری: ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ﴾ تو عورتوں نے اپنے تہ بند کے حاشیوں کو پھاڑ کر ان کی اوڑھنیاں بنائیں (اور ان سے اپنا جسم ڈھانپ لیا)۔ [بخاری، کتاب التفسير، باب ﴿ وليضربن بخمرهن على جيوبهن ﴾ : ۴۷۵۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دوزخیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جنھیں میں نے

نہیں دیکھا، ایک تو وہ لوگ جن کے پاس بیل کی دموں کی مانند کوڑے ہوں گے، جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے اور ایک وہ عورتیں جو کپڑے تو پہنے ہوں گی لیکن ننگی ہوں گی، (مردوں کو) مائل کرنے والی اور خود (ان کی طرف) مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر گویا بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے، وہ جنت میں نہیں جائیں گی، بلکہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی دور سے آتی ہے۔'' [مسلم، كتاب اللباس و الزينة، باب النساء الكاسيات العاريات المائلات المميلات : ۲۱۲۸]

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ ...... اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ : آیت میں دوبارہ اظہار زینت سے منع کیا ہے، تاکہ اس کے بعد ان لوگوں کا ذکر کیا جائے جن کے سامنے مسلمان عورت بغیر پردہ کیے جا سکتی ہے۔ وہ یہ ہیں، عورت کا بیٹا، پوتا اور پرپوتا، شوہر کے بیٹے، پوتے اور پرپوتے، سگا بھائی، باپ کی جانب سے بھائی، ماں کی جانب سے بھائی اور ان کے بیٹے، پوتے اور پرپوتے، بھائی کا بیٹا، پوتا اور پرپوتا، بہن کا بیٹا، پوتا اور پرپوتا اور بہن چاہے سگی ہو، یا ماں کی جانب سے یا باپ کی جانب سے، اس لیے کہ یہ لوگ عورتوں کے محرم ہیں، ان کی جانب سے کسی فتنہ کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ باپ تو ان کا ولی ہوتا ہے جو ان کی حفاظت کرتا ہے اور بھائی تو باپ کے بعد سہارا ہوتا ہے۔ اسی طرح بھائی کا بیٹا بھی اپنی پھوپھی کی عزت کی حفاظت کرتا ہے اور یہی حال بہن کے بیٹے کا ہے۔ مسلمان عورت کے لیے اپنی رشتہ دار کسی عورت کے سامنے اپنی زینت ظاہر کرنا جائز ہے۔ ﴿ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ﴾ سے مراد غلام اور لونڈی دونوں ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو رشتے نسب کے لحاظ سے حرام ہیں، وہی رشتے رضاعت کے لحاظ سے بھی حرام ہیں۔'' [بخاري، كتاب الشهادات، باب الشهادة على الأنساب والرضاع ...... الخ : ۲٦٤٥ ـ مسلم، كتاب الرضاع، باب يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة : ١٤٤٤، عن عائشة رضى الله عنها]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ ایک غلام بھی تھا، جو آپ نے ان کو ہبہ کیا تھا۔ اس وقت سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھیں۔ جب اس سے سر کو ڈھانپتیں تو پاؤں کھل جاتے اور جب پاؤں ڈھانپتیں تو سر کھل جاتا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو اس حال میں دیکھا تو فرمایا: '' (اگر تمھارا سر اور پاؤں کھلا رہے تو) تمھارے لیے کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہاں تمھارا باپ ہے، یا تمھارا غلام ہے۔'' [أبو داوٗد، كتاب اللباس، باب في العبد ينظر إلى شعر مولاته : ٤١٠٦]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسری عورت سے ملنے کے بعد اس کے اوصاف اپنے خاوند کے سامنے اس طرح بیان کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔'' [بخاري، كتاب النكاح، باب لا تباشر المرأة المرأة ...... الخ : ٥٢٤٠]

اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ : وہ افراد جو گھر والوں میں شامل ہیں اور جو عورتوں میں کوئی رغبت نہ رکھتے

ہوں، جیسے بہت بوڑھا آدمی، نامرد، پاگل وغیرہ، لیکن ایسے مخنث جو عورتوں کے بارے میں کسی بھی قسم کی دلچسپی رکھتے ہوں وہ اس حکم سے خارج ہیں، جیسا کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، اس وقت میرے پاس ایک مخنث بیٹھا ہوا تھا، میں نے سنا کہ وہ عبداللہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ سے کہہ رہا تھا، اے عبداللہ! اگر کل اللہ نے تم کو طائف پر فتح دی تو تم غیلان کی بیٹی کو لے لینا، وہ جب سامنے سے آتی ہے تو اس کے پیٹ پر چار شکنیں پڑتی ہیں اور واپس جاتے ہوئے آٹھ نظر آتی ہیں۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ مخنث آئندہ تمھارے پاس نہ آئیں۔'' [بخاری، كتاب المغازی، باب غزوة الطائف ...... الخ : ٤٣٢٤۔ مسلم، كتاب السلام، باب منع المخنث من الدخول على النساء الأجانب : ٢١٨٠]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے پاس ایک مخنث آیا کرتا تھا اور لوگ اسے ان لوگوں میں سے سمجھتے تھے، جن کو عورتوں سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بیوی کے پاس آئے تو وہ ایک عورت کی تعریف کر رہا تھا کہ وہ جب سامنے سے آتی ہے تو چار شکنوں کے ساتھ اور جب پیٹھ موڑ کر جاتی ہے تو آٹھ شکنیں نمودار ہوتی ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں سمجھتا ہوں یہاں جو عورتیں ہیں، یہ ان کو بھی پہچانتا ہوگا، یہ اب تمھارے پاس نہ آئے۔'' پھر اس سے لوگوں نے پردہ کروانا شروع کر دیا۔ [مسلم، كتاب السلام، باب منع المخنث من الدخول على النساء الأجانب : ٢١٨١]

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ : یعنی وہ بچے جو کم عمری کی وجہ سے عورتوں کے حالات، ان کی پردے کی چیزوں، ان کے نرم کلام، ان کی چال اور ان کی حرکات و سکنات کو نہ سمجھتے ہوں۔ اگر بچہ اتنا چھوٹا ہو کہ وہ ان چیزوں کو سمجھتا نہ ہو تو اس کا عورتوں کے پاس آنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر بچہ بالغ یا قریب البلوغت ہو، ان چیزوں کو جانتا پہچانتا ہو تو اسے عورتوں کے پاس نہ آنے دیا جائے۔ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔'' انصار کے ایک آدمی نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! دیور اور جیٹھ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ تو موت ہے۔'' [بخاری، كتاب النكاح، باب لا يخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم ...... الخ : ٥٢٣٢۔ مسلم، كتاب السلام، باب تحريم الخلوة : ٢١٧٢]

وَ لَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ : یعنی مسلمان عورت کے لیے جس طرح لوگوں کی نگاہوں سے اپنی زینت چھپانا ضروری ہے، اسی طرح ان کے کانوں تک اپنے زیور کی آواز بھی نہیں پہنچنے دینی چاہیے۔ اگر کسی عورت نے پازیب پہن رکھا ہے، تو اس کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے کہ پاؤں پٹخ کر چلے اور لوگ اس کے پازیب کی جھنکار سن کر اس کی طرف مائل ہوں۔ اس ممانعت میں ہر وہ چھپی ہوئی زینت داخل ہے جو حرکت کرنے سے ظاہر ہو، اسی ضمن میں عورت کا ایسی خوشبو لگا کر باہر نکلنا بھی آتا ہے، جو مردوں تک پہنچے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں آئے تو وہ خوشبو نہ

لگائے۔'' [مسلم، كتاب الصلوة، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة ...... الخ : ٤٤٣/١٤٢]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی عورت خوشبو لگا کر کسی قوم کے پاس سے گزرتی ہے، تاکہ وہ اس کی خوشبو پالیں تو وہ ایسی اور ایسی ہے۔'' آپ نے بڑی سخت بات فرمائی۔ [أبو داؤد، كتاب الترجل، باب في طيب المرأة للخروج : ٤١٧٣۔ ترمذی، كتاب الأدب، باب ما جاء في كراهية خروج المرأة متعطرة : ٢٧٨٦]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو عورت کسی خوشبو کی دھونی لے تو وہ ہمارے ساتھ نماز عشاء میں شریک نہ ہو۔'' [مسلم، كتاب الصلوة، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة ...... الخ : ٤٤٤]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مومن عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھنے آتیں تو وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں اور پھر نماز کے بعد اپنے گھروں کو لوٹتیں تو بھی اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ [بخاری، كتاب مواقيت الصلوة، باب وقت الفجر : ٥٧٨]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورت ساری ہی پردہ ہے۔ جب یہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف جھانکتا ہے۔'' [ترمذی، كتاب الرضاع، باب استشراف الشيطان ...... الخ : ١١٧٣]

<u>وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ</u> : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: ''اللہ کی قسم! میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ سے گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔'' [بخاری، كتاب الدعوات، باب استغفار النبی صلی اللہ علیہ وسلم في اليوم والليلة : ٦٣٠٧]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے قبل توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔'' [مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه : ٢٧٠٣]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(روزِ قیامت) اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کو دیکھ کر ہنس دے گا، جن میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا ہوگا (اور پھر بھی) وہ دونوں جنت میں داخل ہوں گے، (وہ اس طرح کہ) یہ پہلا قتل ہونے والا اللہ کے راستے میں لڑتا رہا اور پھر شہید کر دیا گیا اور پھر اللہ نے اس (کافر) قاتل کو توبہ کی توفیق دے دی اور وہ مسلمان ہو گیا اور وہ بھی اللہ کی راہ میں شہید کر دیا گیا۔'' [بخاری، كتاب الجهاد، باب الكافر يقتل المسلم ثم يسلم فيسدد بعد و يقتل : ٢٨٢٦۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب بيان الرجلين يقتل أحدهما ...... الخ : ١٨٩٠]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر انسان کے پاس ایک وادی سونے کی ہو تو بھی وہ چاہے گا کہ اس کے پاس دو وادیاں ہوں۔ اس کا منہ تو (قبر کی) مٹی ہی بھرے گی اور اللہ تعالیٰ اس پر رجوع

فرماتا ہے، جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے (یعنی توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے)۔“ [مسلم، کتاب الزکاۃ، باب لو أن لابن آدم وادیین لابتغی ثالثا : ۱۰۴۸، ۱۰۴۹۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من فتنة المال …… الخ : ۶۴۳۶]

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىِٕكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾

”اور اپنے میں سے بے نکاح مردوں، عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں سے جو نیک ہیں ان کا بھی، اگر وہ محتاج ہوں گے اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آزاد مردوں اور عورتوں اسی طرح نیک غلاموں اور لونڈیوں کے نکاح کرانے کا حکم دیا ہے۔ اس میں خطاب اولیاء کو ہے۔ احادیث میں نکاح کی مسئولیت انھی کے سپرد کی گئی ہے، جیسا کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔“ [ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء لا نکاح إلا بولی : ۱۱۰۱]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا، وہ نکاح باطل ہے، وہ نکاح باطل ہے، وہ نکاح باطل ہے، پھر (ناجائز نکاح کے بعد) اگر مرد نے ہم بستری کی تو اس عورت کے لیے مہر ہوگا، جس کے عوض اس نے عورت کی شرم گاہ (اپنے لیے) حلال کرنا چاہی اور اگر ولی آپس میں اختلاف کرنے لگیں تو یاد رکھو! جس کا کوئی ولی نہ ہو تو اس کا ولی حاکم وقت ہے۔“ [ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء لا نکاح إلا بولی : ۱۱۰۲]

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”علی! تین کاموں میں دیر نہ کرنا، فرض نماز میں جب اس کا وقت ہو جائے، جنازہ جب موجود ہو (تو اس کو دفن کرنے میں) اور بیوہ عورت کے نکاح میں جب کہ اس کا کفو (ہم سر) مل جائے۔“ [ترمذی، کتاب الصلوۃ، باب ما جاء فی الوقت الأول من الفضل : ۱۷۱]

اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ : یعنی فقیری اور محتاجی شادی سے مانع نہیں ہونی چاہیے، اللہ کا وعدہ ہے کہ شادی کے بعد وہ محتاجی کو دور کر دیتا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تین قسم کے لوگوں کی مدد کرنا اللہ کے ذمے حق ہے، ایک وہ مجاہد جو اللہ کی راہ میں نکلا ہو، دوسرا نکاح کرنے والا جو حرام کاری سے بچنے کے لیے نکاح کرے اور تیسرا وہ مکاتبت کرنے والا غلام جس کا ارادہ

روانگی کا ہو۔'' [نسائی، کتاب الجهاد، باب فضل الروحة فی سبیل الله عزوجل : ۳۱۲۲۔ ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی المجاهد و الناكح ...... الخ : ۱۶۵۵]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو (نکاح کے لیے) اپنا آپ پیش کیا، (لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہ دیا تو) ایک شخص نے آپ سے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اس کا نکاح مجھ سے کر دیجیے۔ آپ نے پوچھا: ''تیرے پاس کیا چیز ہے؟'' وہ بولا، میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جا کر کوئی چیز ڈھونڈو، اگرچہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی ہو۔'' وہ جا کر پھر دوبارہ آیا اور کہنے لگا، اللہ کی قسم، یا رسول اللہ! مجھے کچھ نہیں ملا، لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی، لیکن میرے پاس یہ تہ بند ہے، آدھا اس کو دے دیجیے۔ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے پاس دوسری چادر بھی نہیں تھی۔ آپ نے جواب دیا: ''تیری چادر کا وہ کیا کرے گی؟ اسے اگر تو پہنے گا تو عورت کو اس سے کچھ نہیں ملے گا اور اگر عورت پہنے گی تو تجھے کچھ نہیں ملے گا۔'' وہ (مایوس ہو کر) بیٹھ گیا۔ جب کافی دیر بیٹھے رہنے کے بعد وہ اٹھ کر جانے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے (جاتے) دیکھ کر خود بلایا، یا کسی سے بلوایا اور فرمایا: ''تجھے قرآن کی کون کون سی سورتیں یاد ہیں؟'' اس نے کئی سورتیں گن کر کہا کہ فلاں فلاں سورت یاد ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم نے تجھے قرآن مجید (جو تمھیں یاد ہے اس) کے عوض اس عورت کا مالک بنا دیا (یعنی نکاح کر دیا)۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب عرض المرأة نفسها على الرجل الصالح : ۵۱۲۱۔ مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق وجواز كونه تعليم القرآن ...... الخ : ۱۴۲۵]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم کچھ نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے اور (نکاح کے لیے) ہمارے پاس کچھ نہیں تھا، تو آپ نے ہمیں ارشاد فرمایا: ''اے نوجوانو! تم میں سے جو کوئی نکاح کی طاقت رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ نکاح کر لے، کیونکہ نکاح نگاہ نیچی رکھنے اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے کے لیے خوب چیز ہے اور جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھا کرے، کیونکہ روزے (اس کی شہوت کو ٹھنڈا کرنے کے لیے) ڈھال کا کام دیں گے۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب من لم يستطع الباءة فليصم : ۵۰۶۶]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل (مجرد یا عورت سے الگ تھلگ رہنے) کی اجازت نہیں دی، اگر آپ اسے اجازت دے دیتے تو ہم خصی ہو جاتے۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب ما يكره من التبتل والخصاء : ۵۰۷۳]

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖۗ وَّ اٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَ لَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ

مَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾

''اور لازم ہے کہ حرام سے بہت بچیں وہ لوگ جو کوئی نکاح نہیں پاتے، یہاں تک کہ اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دے اور وہ لوگ جو مکاتبت (آزادی کی تحریر) طلب کرتے ہیں، ان میں سے جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ ہیں تو ان سے مکاتبت کر لو، اگر ان میں کچھ بھلائی معلوم کرو اور انھیں اللہ کے مال میں سے دو جو اس نے تمھیں دیا ہے، اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو، اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں، تاکہ تم دنیا کی زندگی کا سامان طلب کرو اور جو انھیں مجبور کرے گا تو یقیناً اللہ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ : یعنی جو شخص کسی مجبوری کے سبب شادی نہ کر سکے اسے چاہیے کہ صبر سے کام لے، روزے رکھے اور نماز پڑھ کر اللہ سے دعا کرتا رہے کہ کہیں وہ شیطان کے نرغے میں نہ پھنس جائے اور اپنی عفت و پاک دامنی کی حفاظت کرے۔ عفت و عصمت کی حفاظت کے سلسلہ میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابوسفیان نے خبر دی کہ جب ہرقل شاہِ روم نے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا کہ وہ نبی تم لوگوں کو کن چیزوں کی تعلیم دیتے ہیں؟ تو اس نے (اگرچہ اس وقت وہ کافر تھے) ہرقل سے کہا، وہ ہمیں نماز، صدقہ، عفت و پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم فرماتے ہیں۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب صلة المرأة أمها ولها زوج : ۵۹۸۰]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات آدمی ایسے ہیں کہ اللہ اس روز انھیں اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ عطا فرمائے گا، جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا: ① انصاف کرنے والا حکمران۔ ② ایسا نوجوان جس نے اپنے رب کی عبادت میں نشو ونما پائی۔ ③ ایسا آدمی کہ اس کا دل مسجدوں میں اٹکا ہوا ہے۔ ④ ایسے دو آدمی جو آپس میں محض اللہ کی خوشنودی کے لیے محبت کرتے ہیں، اسی پر ملتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں۔ ⑤ ایسا آدمی کہ اسے اقتدار اور جمال کی مالکہ عورت نے بدکاری کی دعوت دی، مگر اس نے (دعوت رد کرتے ہوئے) کہا، میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ ⑥ ایسا آدمی کہ اس نے صدقہ اس قدر چھپا کر کیا کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی بے خبر رہا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ⑦ اور ایسا آدمی کہ جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو اس کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔''
[بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقة باليمين : ۱۴۲۳۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل إخفاء الصدقة : ۱۰۳۱]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھارا (اپنی بیوی سے) جماع کرنا بھی صدقہ ہے۔'' صحابہ نے تعجب سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی اپنی خواہش کی وجہ سے یہ کام کرتا ہے تو کیا یہ کام بھی باعث اجر ہے؟ فرمایا: '' (کیوں نہیں) تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اسے حرام مقام پر پورا کرے تو کیا اسے اس کی وجہ سے گناہ نہیں ہوگا؟ تو اسی طرح جب وہ حلال طریقہ سے اپنی خواہش پوری کرتا ہے تو یہ اس کے لیے باعث

اجر و ثواب ہے۔'' [مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان أن اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف : ۱۰۰۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرمائے گا، نہ ان کا تزکیہ فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھے گا (اور یہی نہیں) بلکہ انھیں دردناک عذاب میں مبتلا فرمائے گا، (ان میں سے) ایک عمر رسیدہ زانی (جو بوڑھا ہو چکا ہے اور زنا کرتا ہے)، دوسرا جھوٹا بادشاہ (جو شاہ وقت ہو کر جھوٹ بولتا ہے) اور تیسرا متکبر فقیر (جو محتاج ہو کر بھی غرور و تکبر کرتا ہے)۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار ...... الخ : ۱۰۷]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَ الْعَفَافَ وَ الْغِنٰى » ''اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، عفت اور غنا کی درخواست کرتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الأدعیۃ : ۲۷۲۱]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت ہے کہ معراج کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گناہ گاروں کے عذاب اور سزا کی مثال دکھائی گئی تھی، اس موقع پر ایک منظر یہ تھا کہ آپ نے فرمایا: ''تو ہم ایک تنور جیسی چیز پر آئے، اس سے شور اور مختلف آوازیں آ رہی تھیں، ہم نے اس میں جھانک کر دیکھا تو اس میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں اور ان کے نیچے سے ان کی طرف آگ کی لپٹ آتی تھی، تو جب آگ انھیں اپنی لپیٹ میں لے لیتی تو وہ چلانے لگتے۔ میں نے ان دو فرشتوں سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے مجھے بتایا کہ یہ زنا کار مردوں اور عورتوں کی جماعت ہے، جو دنیا میں بدکاری میں مبتلا رہے تھے۔'' [بخاری، کتاب التعبیر، باب تعبیر الرؤیا بعد صلاۃ الصبح : ۷۰۴۷]

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ...... الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ : مسلمانوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ اگر ان کے غلام چاہیں کہ مال دے کر آزادی حاصل کر لیں، تو انھیں اس پر رضامند ہو جانا چاہیے اور اسے تحریر میں لے آنا چاہیے، تاکہ لکھی ہوئی شرط کے مطابق قسطوں میں مطلوبہ رقم ادا کر کے وہ آزاد ہو جائیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ رَوح نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ میں نے عطاء سے پوچھا، جب مجھے یہ معلوم ہو کہ غلام کے پاس مال ہے تو کیا میرے لیے اس سے مکاتبت کرنا واجب ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک تو یہ واجب ہی ہے۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے کہا کہ آپ اسے کسی سے روایت کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا، نہیں! پھر انھوں نے مجھے بتایا کہ موسیٰ بن انس نے انھیں خبر دی کہ سیرین نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مکاتبت کے بارے میں سوال کیا اور وہ کثیر المال تھے، مگر سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا تو وہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا کہ ان سے مکاتبت کر لو، مگر انھوں نے انکار کر دیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں دُرّے کے ساتھ مارا اور قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ﴾ ''تو ان سے مکاتبت کر

لو، اگر ان میں کچھ بھلائی معلوم کرو۔'' تو انھوں نے مکاتبت کر لی۔ [بخاری، کتاب المکاتب، باب المکاتب و نجومه فی کل سنة نجم، الخ، قبل الحدیث : ۲۵۶۰]

اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا : آیت کے اس حصہ میں صفت امانت وقوت کی طرف اشارہ ہے، تاکہ وہ قسطیں ادا کرنے کے لیے چوری نہ کریں، بلکہ تجارت یا مزدوری کے ذریعے سے مطلوبہ مال حاصل کریں۔ اسلام کی نگاہ میں آزادیٔ انسان کی اہمیت کے پیش نظر اللہ عز وجل نے مکاتب غلام کے آقا کو حکم دیا کہ وہ خود بھی مالی طور پر اس کی مدد کرے، یعنی اس کی کچھ قسطیں معاف کر دے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ بریرہ رضی اللہ عنہا میرے پاس آئی، وہ اپنی مکاتبت (وہ معاہدہ جو غلام اپنے آقا سے آزادی کے لیے کرتا ہے) کے سلسلہ میں مجھ سے معاونت چاہتی تھی۔ انھوں نے کہا، اگر تو چاہے تو میں تیرے مالکوں کو رقم ادا کر دیتی ہوں، مگر ولاء (آزادی کی نسبت) میری ہوگی، لیکن اس کے مالکوں نے کہا، اگر آپ چاہیں تو مکاتبت کی بقایا رقم ادا کر (کے اسے آزاد کر) دیں، مگر اس کی ولاء ہمارے ہی لیے ہوگی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں نے آپ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم بریرہ کو خرید کر آزاد کر دو اور ولاء تو اسی کے لیے ہے جو آزاد کرے۔'' پھر آپ منبر پر چڑھے اور فرمایا: ''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں؟ (سنو) جو شخص کوئی ایسی شرط لگائے جو کتاب اللہ میں نہ ہو تو اس شرط کی کوئی حیثیت نہیں، چاہے وہ ایسی سو شرطیں لگائے۔'' [بخاری، کتاب الصلوة، باب ذکر البیع والشراء علی المنبر فی المسجد : ٤٥٦]

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا : زمانۂ جاہلیت میں بعض لوگ اپنی لونڈیوں کو بدکاری کے لیے بھیج دیا کرتے اور ان سے ٹیکس وصول کیا کرتے تھے، لیکن جب دین اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کام سے منع فرما دیا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) کی دو لونڈیاں تھیں، ایک کا نام مسیکہ اور دوسری کا نام امیمہ تھا۔ وہ ان دونوں سے جبراً زنا کرواتا تھا۔ انھوں نے اس کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی، تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی : ﴿ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [النور : ۳۳] ''اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو، اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں، تاکہ تم دنیا کی زندگی کا سامان طلب کرو اور جو انھیں مجبور کرے گا تو یقیناً اللہ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' [مسلم، کتاب التفسیر، باب فی قوله تعالیٰ : ﴿ ولا تکرهوا فتیاتکم علی البغاء ﴾ : ۲۷/ ۳۰۲۹]

لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا : دنیاوی فوائد سے مراد ان کا ٹیکس، مہر اور ان کی اولاد ہے۔ سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، بدکار عورت کے مہر اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا ہے۔ [بخاری، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب : ۲۲۳۷۔ مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم ثمن الکلب ...... الخ : ۱۵٦۷]

سیدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے اور گدوانے والی عورت پر اور سود کھانے والے اور سود کھلانے والے پر لعنت کی اور کتے کی کمائی اور بدکار عورت کی کمائی سے منع فرمایا اور تصویر بنانے والے پر لعنت کی۔ [بخاری، کتاب الطلاق، باب مهر البغي والنكاح الفاسد : ۵۳۴۷]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈیوں کی (زنا کی) کمائی سے منع فرمایا۔ [بخاری، کتاب الإجارة، باب كسب البغي والإماء : ۲۲۸۳]

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے بری کمائی بدکار عورت کی کمائی، کتے کی قیمت اور پچھنے لگانے والے کی کمائی ہے۔'' [مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم ثمن الکلب ...... الخ : ۱۵۶۸]

وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ : یعنی اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ انھیں بخشنے والا، مہربان ہے اور ان کا گناہ اسے ہوگا جو انھیں مجبور کرے گا۔ صفیہ بنت ابی عبید بیان کرتی ہیں کہ حکومت کے ایک غلام نے حصہ خمس کی (لونڈیوں میں سے) ایک لونڈی سے زبردستی زنا کیا، یہ مقدمہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں پیش ہوا تو آپ نے (ثبوت کے بعد) غلام پر حد جاری کی اور اسے شہر بدر کر دیا، جبکہ لونڈی کو بری کر دیا، کیونکہ اس سے زبردستی کی گئی تھی۔ [بخاری، کتاب الإكراه، باب إذا استكرهت المرأة على الزنا فلا حد عليها ...... الخ : ۶۹۴۹]

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا، نسیان اور ایسے کام جو جبر سے کرائے گئے ہوں، معاف کر دیے ہیں۔'' [ابن ماجه، کتاب الطلاق، باب طلاق المكره والناسي : ۲۰۴۳]

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ ع ۱۰

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھاری طرف کھول کر بیان کرنے والی آیات اور ان لوگوں کا کچھ حال جو تم سے پہلے گزرے اور متقی لوگوں کے لیے ایک نصیحت نازل کی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں قرآنِ کریم کی تعریف بیان کی ہے کہ ہم نے ان آیات میں احکام کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ اس میں بندوں سے متعلق تمام عبادات، معاملات اور آداب زندگی کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ اس کی دوسری خوبی یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ قوموں کے عبرت ناک واقعات بیان کر کے انسان کو تعلیم دی ہے کہ ان سے نصیحت حاصل کریں۔ اس لیے کہ پورا قرآن اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے نصیحت آموز ہے، البتہ جن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہو اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا گیا ہو، تو انھیں اس قرآن سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ہدایت اور علم کی مثال، جس کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، اس تیز بارش کی سی ہے جو زمین پر برسے، تو جو زمین صاف ہوتی ہے وہ پانی کو جذب کر لیتی ہے، پھر اس سے بہت سارا چارا اور گھاس اگتی ہے اور جو زمین سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے، پھر اس سے اللہ تعالیٰ

لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، وہ (اس کو) پیتے ہیں اور (اپنے جانوروں کو) پلاتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں اور کچھ بارش زمین کے دوسرے حصہ کو پہنچی جو بالکل چٹیل میدان ہے، وہ زمین نہ پانی کو روکتی ہے اور نہ سبزہ اگاتی ہے۔ پس یہی مثال ہے اس شخص کی جو اللہ کے دین کی سمجھ حاصل کرے اور جس چیز کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، وہ اس کو فائدہ دے اور وہ (اس کو) پڑھے اور پڑھائے اور مثال اس شخص کی جس نے اس کی طرف سر تک نہ اٹھایا اور اللہ کی اس ہدایت کو، جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، قبول نہ کیا (بے آب و گیاہ بنجر زمین اور چٹیل میدان کی ہے)۔''
[بخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم و علّم : ۷۹]

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ﴿۳۵﴾

''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے، جس میں ایک چراغ ہے، وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس گویا چمکتا ہوا تارا ہے، وہ (چراغ) ایک مبارک درخت زیتون سے روشن کیا جاتا ہے، جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی۔ اس کا تیل قریب ہے کہ روشن ہو جائے، خواہ اسے آگ نے نہ چھوا ہو۔ نور پر نور ہے، اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ : نور سے مراد یہاں ہدایت اور راہنمائی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے لفظ نور کو مختلف معنوں میں استعمال کیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۵۷] ''اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے، وہ انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے انکار کر دیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ انھیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لاتے ہیں۔ یہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحدید : ۹] ''وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات اتارتا ہے، تاکہ تمھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے اور بلاشبہ اللہ تم پر یقیناً بے حد نرمی کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' قرآن مجید ہدایت کا سرچشمہ ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو بار بار نور کے لفظ سے ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴾ [النساء : ۱۷۴] ''اے لوگو! بلاشبہ

تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آئی ہے اور ہم نے تمھاری طرف ایک روشن نور نازل کیا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کی ذات بھی سراپا نور ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد پڑھنے کے لیے اٹھتے وقت جو دعا پڑھتے اس میں یہ کلمات بھی ہیں: « وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ » ’’اور تیری ہی تعریف ہے، تو نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔‘‘ [بخاری، کتاب التهجد، باب التهجد بالليل : ۱۱۲۰۔ مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ و دعائه بالليل : ۷٦۹]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ارشاد فرمایا: ’’اس کا حجاب نور ہے، اگر وہ اسے ہٹا دے تو اس کے چہرے کے انوار تمام مخلوقات کو خاکستر کر دیں، جہاں تک اس کی نگاہ پڑے۔‘‘ [مسلم، کتاب الإيمان، باب في قوله عليه السلام : إن الله لا ينام ...... الخ : ۱۷۹]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ’’وہ تو نور ہے، میں کیسے اسے دیکھتا؟‘‘ [مسلم، کتاب الإيمان، باب في قوله عليه السلام : نور أنى أراه ...... الخ : ۱۷۸]

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ : یہ اللہ تعالیٰ نے ایک مثال دی ہے کہ جیسے کسی دیوار میں ایک طاق ہو، اس طاق میں ایک چراغ رکھا ہوا ور وہ چراغ بلوریں شیشے میں ہو اور وہ شیشہ اتنا صاف شفاف اور چمک دار ہو کہ جیسے چمکتا ہوا کوئی ستارہ اور اس چراغ کا تیل زیتون کے ایسے درخت کا ہو جو بیچ باغ میں اونچی جگہ ہو، جس پر سارا دن دھوپ پڑتی رہتی ہو، کیونکہ ایسے زیتون کا تیل نہایت عمدہ اور صاف ہوتا ہے، جس کا تیل اتنا صاف شفاف ہو کہ چراغ کو روشن کرنے سے پہلے خود تیل سے روشنی پھوٹ رہی ہو۔ یعنی وہ چراغ کیا ہے گویا نور ہی نور ہے، روشنی ہی روشنی ہے۔ اس طرح اللہ کا نور بھی روشنی ہی روشنی ہے، وہاں ظلمت و تاریکی کا نام و نشاں نہیں ہے۔

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ : سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ایک اندھیرے میں پیدا کیا، پھر اس دن ان پر اپنا نور ڈالا، تو جسے اس دن اس کا نور پہنچا اس نے ہدایت پائی اور جو اس سے محروم رہا وہ گمراہ ہوا۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ قلم اللہ کے علم کے مطابق چل کر خشک ہو چکا۔‘‘ [مسند أحمد : ۱۷٦/۲، ح : ٦٦٥۲۔ ابن حبان : ٦۱٦۹]

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۝۳۶

’’ان گھروں میں جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کیے جائیں اور ان میں اس کا نام یاد کیا جائے، اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں ان میں صبح و شام۔‘‘

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے جب قلب مومن اور اس میں موجود ہدایت و علم کی مثال اس چراغ سے بیان فرمائی

جو صاف شفاف قندیل میں ہو اور وہ چراغ پاکیزہ تیل سے جل رہا ہو تو یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اس کا مقام مساجد ہیں، جو زمین کے ٹکڑوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ مقامات ہیں اور مساجد اللہ کے گھر ہیں۔ ان میں اللہ کی عبادت کی جاتی ہے اور اس کی توحید کا اقرار کیا جاتا ہے۔ مساجد کی تعمیر، احترام، تعظیم، تطہیر اور انھیں معطر رکھنے کے بارے میں چند آیات اور احادیث یہاں بیان کی جاتی ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ١ؕ اُولٰٓىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ١ۖۚ وَ فِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴾ [التوبة : ۱۷] ”مشرکوں کا حق نہ تھا کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں، اس حال میں کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ آگ ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴾ [الجن : ۱۸] ”اور یہ کہ بلاشبہ مساجد اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔“

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص مسجد بنائے اور اس کے ذریعے سے اللہ کی رضا چاہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہشت میں اس جیسا گھر بنا دیتا ہے۔“ [بخاری، کتاب الصلوة، باب من بنی مسجدًا : ۴۵۰۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل بناء المساجد والحث علیها : ۵۳۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہروں میں سب سے محبوب مقامات مسجدیں ہیں اور سب سے برے و ناپسندیدہ مقامات بازار ہیں۔“ [مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الجلوس فی مصلاه بعد الصبح و فضل المساجد : ۶۷۱]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اپنے گھر سے باوضو ہو کر فرض نماز ادا کرنے کے لیے نکلتا ہے، اس کو حج کا احرام باندھنے والے کی مانند ثواب ملتا ہے۔“ [أبو داوٗد، کتاب الصلوة، باب ما جاء فی فضل المشی إلی الصلوة : ۵۵۸]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے طائف کے رہنے والے دو آدمیوں سے کہا (جو مسجد نبوی میں اونچی آواز سے باتیں کر رہے تھے) اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمھیں سزا دیتا، کیونکہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو۔ [بخاری، کتاب الصلاة، باب رفع الصوت فی المسجد : ۴۷۰]

﴿ رِجَالٌ١ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ١۪ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ۠ۗۙ (۳۷) ﴾

”وہ مرد جنھیں اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ کوئی تجارت غافل کرتی ہے اور نہ کوئی خرید و فروخت، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔“

رِجَالٌ١ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ : اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندوں کو دنیا، اس کی

زیب و زینت، خرید و فروخت اور نفع کمانے کی لذت ان کے رب کے ذکر سے غافل نہیں کرتی اور وہ خود بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ ان کے لیے بہتر ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۹] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الجمعة : ۹] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔''

يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ : یعنی قیامت کے دن سے، جس میں دل اور آنکھیں اوپر چڑھ جائیں گی، ڈرتے ہیں، اس لیے کہ اس دن کی گھبراہٹ بہت شدید اور ہولناکیاں بہت سخت ہوں گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ۝ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴾ [إبراهيم : ۴۲، ۴۳] ''اور تو اللہ کو ہرگز اس سے غافل گمان نہ کر جو ظالم لوگ کر رہے ہیں، وہ تو انھیں صرف اس دن کے لیے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی رہ جائیں گی۔ اس حال میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے، ان کی نگاہ ان کی طرف لوٹ کر نہ آئے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴾ [الحج : ۱، ۲] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا تھا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّ لَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴾ [المؤمن : ۱۸] ''اور انھیں قریب آنے والی گھڑی کے دن سے ڈرا جب دل گلوں کے پاس غم سے بھرے ہوں گے، ظالموں کے لیے نہ کوئی دلی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔''

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۸

''تاکہ اللہ انھیں اس کا بہترین بدلہ دے جو انھوں نے کیا اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔''

یعنی ان کی نیکیوں کو اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرماتا اور ان کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے اور ان کی نیکی کو قبول فرما کر اس کا کئی گنا زیادہ اجر وثواب عطا فرمائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَ يُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ۴۰] ''بے شک اللہ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۶۰] ''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہوں گی اور جو برائی لے کر آئے گا سو اسے جزا نہیں دی جائے گی، مگر اسی کی مثل اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَ اللّٰهُ يَقْبِضُ وَ يَبْصُۜطُ ۪ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۴۵] ''کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، پس وہ اسے اس کے لیے بہت زیادہ گنا بڑھا دے اور اللہ بند کرتا اور کھولتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ عزوجل جنتی لوگوں سے فرمائے گا کہ اے جنتیو! پس وہ کہیں گے کہ اے رب! ہم بار بار تیری خدمت میں حاضر ہیں اور سب بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تم راضی ہوئے؟ وہ کہیں گے کہ اے رب! ہم کیسے راضی نہ ہوں گے، حالانکہ تو نے ہمیں اتنا دیا کہ اتنا اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں تمھیں اس سے بھی عمدہ و بہتر چیز دوں گا۔ وہ عرض کریں گے کہ اے رب! اس سے عمدہ کون سی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے تم پر اپنی رضا مندی اتار دی اور اب میں اس کے بعد کبھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار......الخ : ۶۵۴۹۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة ...... الخ : ۲۸۲۹]

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۟ۙ﴿۳۹﴾

''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان کے اعمال کسی چٹیل میدان میں ایک سراب کی طرح ہیں، جسے پیاسا پانی خیال کرتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا اور اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے تو وہ اسے اس کا حساب پورا چکا دیتا ہے اور اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔''

یعنی کافروں کے اعمال کی مثال اس ''سراب'' کی سی ہے جسے پیاسا آدمی پانی سمجھتا ہے، لیکن جب وہاں پہنچتا ہے تو اسے یاس و حسرت کے سوا کچھ بھی نہیں ملتا، یعنی قیامت کے دن بغیر ایمان کے ان کے اعمال کی کوئی حقیقت نہیں ہوگی اور اللہ عزوجل ان کے کفر اور برے اعمال کا پورا پورا حساب انھیں چکا دے گا، یعنی جہنم میں دھکیل دے گا، جیسا کہ ارشاد

فرمایا: ﴿ وَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ وَ عَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ۝ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَ يَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ وَ قَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۲۱ تا ۲۳] ”اور ان لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے، یا ہم اپنے رب کو دیکھتے؟ بلاشبہ یقیناً وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انھوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی۔ جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن مجرموں کے لیے خوشی کی کوئی خبر نہ ہوگی اور کہیں گے (کاش! ہمارے اور ان کے درمیان) ایک مضبوط آڑ ہو۔ اور ہم اس کی طرف آئیں گے جو انھوں نے کوئی بھی عمل کیا ہوگا تو اسے بکھرا ہوا غبار بنا دیں گے۔“

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک پکارنے والا یوں پکارے گا کہ جو شخص جس چیز کی عبادت کرتا تھا وہ اس کے ساتھ چلا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں اور تھانوں کی عبادت کرنے والوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچے گا، وہ سب پے در پے جہنم میں گریں گے، یہاں تک کہ صرف وہی لوگ رہ جائیں گے جو اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ ان میں اچھے اور برے مسلمان لوگ ہوں گے اور اہل کتاب کے باقی رہ جانے والے کچھ لوگ۔ سب سے پہلے یہود بلائے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم عزیر کی، جو اللہ کا بیٹا ہے، عبادت کرتے تھے۔ انھیں کہا جائے گا کہ تم نے جھوٹ کہا، اللہ نے اپنی بیوی اور بیٹا کسی کو نہیں بنایا، اب تم کیا چاہتے ہو؟ یہود کہیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں پیاس لگی ہے، ہمیں پانی پلا۔ پھر ان کی طرف اشارہ کیا جائے گا کہ کیا تم ادھر نہیں چلتے، چنانچہ سب کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ وہاں چمکتی ریت پانی کی طرح نظر آئے گی، بعض بعض کے ٹکڑے کیے دے رہی ہوگی، پھر سب کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب معرفۃ طریق الرؤیۃ : ۱۸۳۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ : ﴿ إن اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ ﴾ : ۴۵۸۱]

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝۴۰ ع

”یا ان اندھیروں کی طرح جو نہایت گہرے سمندر میں ہوں، جسے ایک موج ڈھانپ رہی ہو، جس کے اوپر ایک اور موج ہو، جس کے اوپر ایک بادل ہو، کئی اندھیرے ہوں، جن میں سے بعض بعض کے اوپر ہوں، جب اپنا ہاتھ نکالے تو قریب نہیں کہ اسے دیکھے اور وہ شخص جس کے لیے اللہ کوئی نور نہ بنائے تو اس کے لیے کوئی بھی نور نہیں۔“

کافروں کے کفر، عقیدۂ باطل اور ان کے برے اعمال کی ایک دوسری مثال وہ گھٹا ٹوپ تاریکی ہے، جو کالی رات میں گہرے سمندر میں ہوتی ہے، جس میں یکے بعد دیگرے موجیں اٹھتی رہتی ہیں اور اوپر آسمان پر کالا بادل ہوتا ہے۔

گویا تاریکی ہی تاریکی ہوتی ہے۔ ایسی شدید اور بھیانک تاریکی ہوتی ہے کہ اس رات کا مسافر سمندر میں خود اپنا ہاتھ بھی نہیں دیکھ پاتا۔ اس دنیا میں کافر کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ اس کی زندگی میں کئی ظلمتیں جمع ہو جاتی ہیں، کفر کی ظلمت، برے اعمال کی ظلمت، باطل کی ظلمت، رب العالمین کو نہ پہچاننے کی ظلمت اور اپنے انجام سے بے خبر ہونے کی ظلمت، وہ انھی تاریکیوں میں بھٹکتا رہتا ہے، یہاں تک کہ موت اسے آ دبوچتی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [البقرة : ٧] ”اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی اور ان کی نگاہوں پر ایک پردہ ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الجاثية : ٢٣] ”پھر کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو بنا لیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔ پھر اللہ کے بعد اسے کون ہدایت دے، تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔“

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ : یعنی ان ظلمتوں کو دور کرنے کا واحد علاج اللہ کا دین، اس کا قرآن اور اس کے نبی (ﷺ) کی اتباع ہے۔ جسے یہ نور حاصل نہیں ہوگا اس کی تاریکی ہرگز دور نہیں ہوگی، ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٨٦] ”جسے اللہ گمراہ کر دے پھر اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور وہ انھیں ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے، بھٹکتے پھرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾ [الرعد : ٣٣] ”اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴾ [الكهف : ١٧] ”جسے اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے گمراہ کر دے پھر تو اس کے لیے ہرگز کوئی رہنمائی کرنے والا دوست نہ پائے گا۔“

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝۴۱ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝۴۲

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ، اس کی تسبیح کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے پر پھیلائے ہوئے، ہر ایک نے یقیناً اپنی نماز اور اپنی تسبیح جان لی ہے اور اللہ اسے خوب جاننے والا ہے جو وہ کرتے ہیں۔ اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ آسمان اور زمین میں پائی جانے والی تمام مخلوقات، چاہے وہ فرشتے ہوں، یا بنی نوع انسان، جنات ہوں یا حیوانات، حتیٰ کہ جمادات بھی اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ پرندے فضا میں اڑتے ہوئے اپنے

رب کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں۔ کائنات کی ہر چیز کو معلوم ہے کہ اسے اللہ کی تسبیح کیسے بیان کرنی ہے؟ اور اللہ رب العالمین کائنات میں وقوع پذیر ہونے والی ہر بات سے واقف ہے۔ آگے فرمایا کہ کائنات کی ہر چیز اسی کی ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اس لیے ہر قسم کی عبادات کی صرف وہی ذات واحد مستحق ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ [التغابن : ۱ تا ٤] ”اللہ کا پاک ہونا بیان کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا پھر تم میں سے کوئی تو کافر ہے اور تم میں سے کوئی ایمان دار ہے اور اللہ اسے جو تم کر رہے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔ اس نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور اس نے تمھیں شکل بخشی تو تمھاری شکلیں خوبصورت بنائیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور اللہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ۭ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [النور : ٦٤] ”سن لو! بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، یقیناً وہ جانتا ہے جس حال پر تم ہو اور اس دن کو بھی جب وہ اس کی طرف لوٹائے جائیں گے، پھر وہ انھیں بتائے گا جو کچھ انھوں نے کیا اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ۙ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ [سبا : ۱ تا ٤] ”سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے اور آخرت میں بھی سب تعریف اسی کے لیے ہے اور وہی کمال حکمت والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہی نہایت رحم والا، بے حد بخشنے والا ہے۔ اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ کہہ دے کیوں نہیں، قسم ہے میرے رب کی! وہ تم پر ضرور ہی آئے گی، (اس رب کی قسم ہے) جو سب چھپی چیزیں جاننے والا ہے! اس سے ذرہ برابر چیز نہ آسمانوں میں چھپی رہتی ہے اور نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی کوئی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب

میں ہے۔ تاکہ وہ ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے سراسر بخشش اور باعزت رزق ہے۔‘‘

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ ثُمَّ یَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَیُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ ؕ یَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾

’’کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ بادل کو چلاتا ہے، پھر اسے آپس میں ملاتا ہے، پھر اسے تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے اور وہ آسمان سے ان پہاڑوں میں سے جو اس میں ہیں، کچھ اولے اتارتا ہے، پھر انھیں جس کے پاس چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے اور انھیں جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو لے جائے۔ اللہ رات اور دن کو ادل بدل کرتا ہے، بے شک اس میں آنکھوں والوں کے لیے یقیناً بڑی عبرت ہے۔‘‘

اس آیت میں قدرت الٰہیہ کے مزید مظاہر بیان کیے جا رہے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو ہانکتا ہے، ان کے ٹکڑوں کو ایک جگہ جمع کرتا ہے اور انھیں تہ بہ تہ کر دیتا ہے۔ پھر وہ بارش کے قطرے بن کر زمین پر برستے ہیں، قدرتِ الٰہیہ کا ایک دوسرا مظہر یہ ہے کہ اس نے فضا میں اولوں کے بڑے بڑے پہاڑ پیدا کیے ہیں، ان کے ٹکڑے زمین پر اس کے حکم سے گرتے ہیں اور وہ جسے نقصان پہنچانا چاہتا ہے اس کی کھیتیوں، جانوروں اور مویشیوں کو ہلاک کر دیتا ہے اور اللہ جسے نقصان نہیں پہنچانا چاہتا، اس سے انھیں دور کر دیتا ہے۔ اس کی قدرت کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ فضا میں جو بجلی چمکتی ہے، اس کی روشنی اتنی شدید اور قوی ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص اسے دیکھتا رہ جائے تو اس کی آنکھوں کی روشنی چلی جائے۔ باری تعالیٰ کی قدرت کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ وہ رات اور دن کو الٹتا پھیرتا رہتا ہے۔ رات آتی ہے تو دن چھپ جاتا ہے اور دن نکلتا ہے تو رات ناپید ہو جاتی ہے۔ ان تمام مذکورہ بالا مظاہر قدرتِ الٰہیہ سے اہل عقل و نظر عبرت حاصل کرتے ہیں۔ اللہ کے جلال و کمال پر ایمان لے آتے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کر کے صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ ثُمَّ یَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ : یعنی اللہ تعالیٰ غبار اڑانے والی ہوا بھیجتا ہے جو زمین پر جھاڑو دے دیتی ہے، پھر اٹھانے والی ہوا بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھا لیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ جمع کرنے والی ہوا بھیجتا ہے جو منتشر بادلوں کو جمع کر دیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ بار آور ہوا بھیجتا ہے، جو بادلوں سے بارش برساتی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَ یَجْعَلُهٗ كِسَفًا

﴿ فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَاۤ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ [الروم : ٤٨] ”اللہ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں، پھر وہ اسے آسمان میں پھیلا دیتا ہے جیسے چاہتا ہے اور وہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ پس تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے، پھر جب وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے برسا دیتا ہے تو اچانک وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴾ [الواقعة : ٦٨، ٦٩] ”پھر کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے، یا ہم ہی اتارنے والے ہیں؟“

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ : یعنی اللہ تعالیٰ ان میں تصرف فرماتا ہے اور ایک کو، کم کر کے دوسرے میں اضافہ کر دیتا ہے، حتیٰ کہ رات اور دن برابر ہو جاتے ہیں اور پھر ایک کو کم کر کے دوسرے میں اضافہ کر دیتا ہے اور اس طرح ان میں سے بڑا چھوٹا اور چھوٹا بڑا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے امر، غلبے، عزت اور علم کے ساتھ ان امور میں تصرف فرماتا ہے، اس میں اہل بصارت کے لیے اللہ کی عظمت کی نشانی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾ [آل عمران : ١٩٠] ”بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَ يُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴾ [الزمر : ٥] ”اس نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو تابع کر رکھا ہے، ہر ایک ایک مقرر وقت کے لیے چل رہا ہے۔ سن لو! وہی سب پر غالب، نہایت بخشنے والا ہے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ مجھے ابن آدم تکلیف دیتا ہے، وہ کہتا ہے کہ ہائے کم بختی زمانے کی! تو کوئی تم میں سے ہرگز یوں نہ کہے کہ ہائے کم بختی زمانے کی! اس لیے کہ زمانہ میں ہوں، رات اور دن میں لاتا ہوں، جب میں چاہوں گا تو رات اور دن ختم کر دوں گا (جب رات اور دن کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو رات اور دن کو یعنی زمانے کو گالی دینا دراصل اللہ کو گالی دینا ہوگا)۔“ [مسلم، کتاب الألفاظ من الأدب وغیرها، باب النهي عن سب الدهر : ٢٢٤٦/٣]

وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰۤى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۵

لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴۶

''اور اللہ نے ہر چلنے والا (جاندار) ایک قسم کے پانی سے پیدا کیا، پھر ان میں سے کوئی وہ ہے جو اپنے پیٹ پر چلتا ہے اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو چار پر چلتا ہے، اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، یقیناً اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ بلاشبہ یقیناً ہم نے کھول کر بیان کرنے والی آیات نازل کر دی ہیں اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ایک عظیم تر مظہر یہ ہے کہ اس نے زمین پر پائے جانے والے ہر حیوان کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ ان حیوانات میں سے بعض اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں، جیسے سانپ اور مچھلیاں وغیرہ، بعض دو پاؤں پر چلتے ہیں جیسے انسان اور پرندے اور بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں جیسے چوپائے اور بہائم۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جیسے بعض جانوروں کے چار سے زیادہ پاؤں ہوتے ہیں، بہت سے جانوروں کی عجیب و غریب شکلیں ہوتی ہیں، ان کے اعضا، ان کی صورتیں اور ان کی حرکات ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ یہ سب باتیں دلیل ہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور ان باتوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی واضح اور صریح آیتوں میں بیان کر دیا ہے۔ ان پر ایمان لانا اور ان کے مطابق عمل کرنا اس کی سیدھی راہ ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ پر ڈال دیتا ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ : یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک ہی پانی کے ساتھ مختلف شکلوں، رنگوں اور مختلف حرکات و سکنات والی بے شمار مخلوقات پیدا فرما دی ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ [الأنبياء : ٣٠]

''اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی۔''

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا کہ یا رسول اللہ! کافر کا حشر قیامت کے دن منہ کے بل کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''کیا جس ذات نے اس کو دنیا میں دونوں پاؤں پر چلایا ہے، وہ اس بات کی قدرت نہیں رکھتی کہ اس کو قیامت کے دن منہ کے بل چلائے؟'' [مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب يحشر الكافر على وجهه : ٢٨٠٦]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ ہنس دیے اور فرمانے لگے: ''جانتے ہو میں کیوں ہنسا ہوں؟'' ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''میں بندے کی اس گفتگو پر ہنسا ہوں جو وہ (قیامت کے دن) اپنے رب سے کرے گا، وہ کہے گا، اے اللہ! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہاں! دی ہے، تو وہ کہے گا، میں آج اپنے خلاف کسی کی گواہی قبول نہیں کروں گا، سوائے اپنی ذات کی گواہی کے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اچھا تیری ہی ذات کی گواہی تجھ پر آج کے دن کفایت کرتی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی۔ اب اس کے منہ پر مہر لگ جائے گی اور اس کے مختلف اعضا کو حکم ہوگا کہ بولو، تو وہ اس کے سارے کیے ہوئے کام بول کر بتا دیں گے۔ پھر آدمی کو بولنے کی اجازت دے دی جائے گی، اس وقت بندہ (اپنے اعضا سے) کہے گا، چلو دور ہو جاؤ،

تمھارے لیے بربادی ہو، میں تمھاری خاطر ہی تو جھگڑ رہا تھا۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للکافر : ۲۹۶۹]

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ : سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کا ٹھکانا اللہ نے جنت میں یا جہنم میں نہ لکھ دیا ہو اور یہ نہ لکھ دیا ہو کہ وہ نیک بخت ہے یا بد بخت ہے۔'' ایک شخص بولا کہ یا رسول اللہ! کیوں نہ پھر ہم لکھے پر بھروسا کریں اور عمل چھوڑ دیں (یعنی تقدیر کے روبرو عمل کرنا بے فائدہ ہے، جو قسمت میں ہے وہ ضرور ہوگا)۔ آپ نے فرمایا: ''جو نیک بختوں میں سے ہے وہ نیکوں والے کاموں کی طرف چلے گا اور جو بد بختوں میں سے ہے وہ بد بختوں والے کاموں کی طرف چلے گا۔'' اور فرمایا: ''عمل کرو، ہر ایک کے لیے آسانی پیدا کی گئی ہے، یعنی نیکوں کے لیے آسان کیا جائے گا نیکوں کے اعمال کرنا اور بدوں کے لیے آسان کیا جائے گا بدوں کے اعمال کرنا۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی...... الخ : ۲٦٤٧]

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۷ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۴۸ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۝۴۹ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۵۰ ع

ربع ۱۲ الثلثة

''اور وہ کہتے ہیں ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے حکم مان لیا پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد پھر جاتا ہے اور یہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں۔ اور جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اچانک ان میں سے کچھ لوگ منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔ اور اگر ان کے لیے حق ہو تو مطیع ہو کر اس کی طرف چلے آتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں کوئی مرض ہے، یا وہ شک میں پڑ گئے ہیں، یا ڈرتے ہیں کہ ان پر اللہ اور اس کا رسول ظلم کریں گے؟ بلکہ وہ خود ہی ظالم ہیں۔''

ان آیات میں صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے منافقین کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنی زبان سے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی اطاعت کرتے ہیں، لیکن جب مسلمانوں کی مجلس سے دور ہوتے ہیں تو اپنے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائے تھے؟ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے بارے میں یہی کہا کہ وہ کبھی مومن نہیں تھے۔ ان کے جھوٹا ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب کسی قضیہ میں انھیں قرآن و سنت کے مطابق فیصلے کی دعوت دی جاتی ہے اور وہ حق پر نہیں ہوتے تو انکار کر دیتے ہیں اور جب وہ حق پر ہوتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فیصلہ کروانے کے لیے جلدی آتے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ کے رسول بہر صورت حق

کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ آخری آیت میں فرمایا کہ قرآن وسنت سے ان کا یہ اعراض اس لیے ہے کہ ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے، یا اس لیے ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں شبہ کرتے ہیں۔ کیا ان کا خبث باطن اس قدر بڑھ گیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں بدگمانی رکھتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ ناانصافی کریں گے؟

وَ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۘ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ؕ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ۬ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴾ [البقرة : ۸ تا ۱۰] ''اور کچھ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ہرگز ایمان والے نہیں۔ اللہ سے دھوکا بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو ایمان لے آئے، حالانکہ وہ اپنے علاوہ کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور نہیں سمجھتے۔ ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے تو اللہ نے انھیں بیماری میں بڑھا دیا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۱] ''جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم شہادت دیتے ہیں کہ بلاشبہ تو یقیناً اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ بلاشبہ تو یقیناً اس کا رسول ہے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بلاشبہ یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَ قَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَ هُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴾ [المائدة : ٦١] ''اور جب وہ تمھارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے، حالانکہ یقیناً وہ کفر کے ساتھ داخل ہوئے اور یقیناً اسی کے ساتھ وہ نکل گئے اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو وہ چھپاتے رہے ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی مثال اس بکری کی ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ماری ماری پھرتی ہو، کبھی اس ریوڑ میں آتی ہو اور کبھی اس میں۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفات المنافقین و أحکامھم : ۲۷۸٤]

وَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ : یعنی جب ان سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اس ہدایت کی اتباع کریں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے تو وہ اس سے اعراض کرتے ہیں اور اتباع کے بجائے تکبر اور غرور کا اظہار کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴾ [النساء : ٦٠، ٦١] ''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو گمان کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان لے آئے ہیں جو تیری

طرف نازل کیا گیا اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا۔ چاہتے یہ ہیں کہ آپس کے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جائیں، حالانکہ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا انکار کریں۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ انھیں گمراہ کر دے، بہت دور گمراہ کرنا۔ اور جب ان سے کہا جائے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ تو تو منافقوں کو دیکھے گا کہ تجھ سے منہ موڑ لیتے ہیں، صاف منہ موڑنا۔''

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾

''ایمان والوں کی بات، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں، تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اس کے سوانہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔''

یہ اہل کفر و نفاق کے مقابلے میں اہل ایمان کے کردار و عمل کا بیان ہے۔ جب انھیں قرآن و سنت کی طرف بلایا جاتا ہے، تو فوراً سر نیاز خم کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ نے دنیا و آخرت میں کامیابی کی خوش خبری دی ہے اور مزید تاکید کے طور پر فرمایا ہے کہ جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا اور ظاہر و باطن میں اس سے ڈرتا رہے گا اور اس کے اوامر و نواہی کی مخالفت نہیں کرے گا، تو قیامت کے دن یہی لوگ عذاب نار سے بچا لیے جائیں گے اور انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کے ساتھ جنت میں بھیج دیے جائیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ [النساء : ٦٥] ''پس نہیں ! تیرے رب کی قسم ہے ! وہ مومن نہیں ہوں گے یہاں تک کہ تجھے ان جھگڑوں میں فیصلہ کرنے والا مان لیں جو ان کے درمیان پڑ جائیں، پھر اپنے دلوں میں اس فیصلے سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تو نے کیا اور اسے تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ [النساء : ٥٩] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴾ [محمد : ٣٣] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور اس رسول کا

حکم مانو اور اپنے اعمال باطل مت کرو۔“

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ : یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو ہر خیر و بھلائی کے ساتھ کامیاب ہو گئے اور دنیا و آخرت کے ہر شر سے محفوظ ہو گئے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ [الأحزاب : ۷۱] ”اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [النساء : ۱۳] ”اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴾ [النساء : ٦٩] ”اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کے سارے لوگ جنت میں جائیں گے، سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے انکار کیا۔“ صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! انکار کون کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔“ [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ ...... الخ : ۷۲۸۰]

وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ : یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اپنے عرش کا سایہ عطا کرے گا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سات قسم کے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ اس روز انھیں اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ عطا فرمائے گا کہ جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔“ ان سات میں سے ایک وہ ہے کہ جسے اقتدار اور جمال کی مالکہ عورت نے دعوت بدکاری دی مگر اس نے (دعوت کو رد کرتے ہوئے) کہا میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ [بخاري، كتاب الزكاة، باب الصدقة باليمين : ۱٤۲۳۔ مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة : ۱۰۳۱]

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾

”اور انھوں نے اللہ کی قسمیں کھائیں، اپنی پختہ قسمیں کہ اگر واقعی تو انھیں حکم دے تو وہ ہر صورت ضرور نکلیں گے، تو کہہ قسمیں نہ کھاؤ، اصل اطاعت جانی پہچانی ہوئی ہے۔ بے شک اللہ اس سے خوب واقف ہے جو تم کرتے ہو۔“

منافقین نبی کریم ﷺ کو اپنے صدقِ ایمان کا یقین دلانے کے لیے اور اپنے نفاق پر پردہ ڈالنے کے لیے بڑی قسمیں کھا کر کہتے کہ ہمیں تو آپ کے اشارے کا انتظار ہے، آپ جب اجازت دیں گے تو جہاد پر ضرور نکلیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ انھیں کہہ دیجیے کہ قسمیں نہ کھاؤ، بلکہ تم سے تو غیر مشکوک اطاعت و فرماں برداری مطلوب ہے، جیسے مخلص مسلمانوں کا کردار و عمل ہے۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ تو تمھارے سارے ظاہر و باطن کی خبر رکھتا ہے، تمھاری جھوٹی قسمیں، نفاق اور مسلمانوں کو دھوکا دینا سب کچھ اسے معلوم ہے، اس لیے اس سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ : سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمانوں اور زمین کے بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دیں اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰی صلی اللہ علیہما وسلم : ۲۶۵۳]

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۵۴

''کہہ دے اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو پھر اگر تم پھر جاؤ تو اس کے ذمے صرف وہ ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور تمھارے ذمے وہ جو تم پر بوجھ ڈالا گیا اور اگر اس کا حکم مانو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کے ذمے تو بس صاف پہنچا دینا ہے۔''

فرمایا کہ آپ منافقین سے کہہ دیجیے کہ اللہ اور رسول کے تمام اوامر و نواہی کو بجا لاؤ اور اگر انکار کرو گے تو رسول کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ وہ اللہ کا پیغام پہنچا دیں۔ تمھاری ذمہ داری یہ ہے کہ تم ان کی فرماں برداری کرو اور جو کوئی بھی اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں کوتاہی کرے گا وہ اللہ کی جانب سے اس کی سزا بھگتے گا۔ آگے فرمایا کہ اگر تم لوگ رسول کی اطاعت کرو گے تو بالیقین راہ راست پر آ جاؤ گے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا کام تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے، دلوں کو حق کی طرف پھیرنا ان کا کام نہیں، اس لیے اگر دعوت و تبلیغ کے بعد کوئی گمراہ ہوتا ہے تو رسول اللہ ﷺ پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ [المائدۃ : ۹۲] ''اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور بچ جاؤ، پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمے تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ﴾ [الشورٰی : ۴۸] ''پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگران بنا کر نہیں بھیجا، تیرے ذمے پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴾ [الرعد : ۴۰] ''اور اگر کبھی ہم واقعی تجھے اس میں سے کچھ دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں، یا واقعی

تجھے اٹھالیں تو تیرے ذمے صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [الغاشية : ۲۱، ۲۲] ''پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔''

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری مثال اور میرے دین کی مثال جو اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے، ایسی ہے جیسے اس شخص کی مثال جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے میری قوم! میں نے لشکر کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے (یعنی دشمن کی فوج کو) اور میں صاف صاف ڈرانے والا ہوں، پس جلدی بھاگو۔ اب اس کی قوم میں سے ایک گروہ نے اس کا کہنا مانا اور شام ہوتے ہی نکل پڑے اور آرام سے چلے گئے اور ایک گروہ نے جھٹلایا اور صبح تک اپنے ٹھکانے میں رہے اور صبح ہوتے ہی لشکر ان پر ٹوٹ پڑا اور انھیں تباہ کیا اور جڑ سے اکھیڑ دیا۔ پس یہی اس شخص کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی اور جو کچھ میں لے کر آیا ہوں، اس کی پیروی کی اور جس نے میرا کہنا نہیں مانا اور سچے دین کو جو میں لے کر آیا ہوں اسے جھٹلایا۔'' [مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقته صلی اللہ علیہ وسلم علی أمته و مبالغته فی تحذیرهم مما یضرهم : ۲۲۸۳]

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝۵۵

''اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کی امت زمین کا وارث بنائے گا، خوف کی حالت بدل کر انھیں امن اور حکومت عطا کرے گا اور ان کا دین سربلند ہو گا۔ اس کا جھنڈا مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں لہرائے گا۔ اور وہ لوگ ہوں گے جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور اعمال صالحہ بجا لائیں گے، جبکہ جو لوگ ان تمام انعامات و اکرامات کے باوجود کفر کی راہ اختیار کریں گے تو وہی لوگ اس کے باغی ہوں گے اور اس کے عذاب و عقاب کے مستحق ہوں گے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ : اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم الشان وعدہ بہت جلد پورا کر دیا۔ مشرکوں کو اللہ نے ذلیل و رسوا کیا، مسلمانوں کی تعداد و قوت دن بدن بڑھتی چلی گئی اور یکے بعد دیگرے جزیرۂ عرب کے تمام شہروں اور علاقوں پر ان کا قبضہ ہوتا چلا گیا اور مرور زمانہ کے ساتھ انھوں نے مشرق و مغرب کے بہت سے ممالک فتح کر لیے، فارس اور روم کی حکومتوں کے ٹکڑے کر دیے، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسریٰ (شاہ ایران) ہلاک ہوا، اب اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور قیصر (شاہ روم) بھی ضرور ہلاک و برباد ہوگا، پھر اس کے بعد کوئی دوسرا قیصر نہیں ہوگا (روم اور ایران دونوں مسلمانوں کے زیرنگیں ہوں گے) اور وہاں کے خزانے تم اللہ کے راستے میں تقسیم کرو گے۔'' [بخاري، كتاب الجهاد و السير، باب الحرب خدعة : ۳۰۲۷]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹ دیا، تو میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھا اور عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین مجھے دکھائی گئی اور مجھے سرخ اور سفید (قیصر و کسریٰ کے) دو خزانے دیے گئے۔'' [مسلم، كتاب الفتن، باب هلاك هذه الأمة بعضهم ببعض : ۲۸۸۹]

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ : جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا تھا جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے: ''کیا تم حیرہ کو جانتے ہو؟'' انھوں نے کہا کہ میں اسے جانتا نہیں، لیکن اس کے بارے میں سن رکھا ہے، آپ نے فرمایا: ''اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور مکمل فرما دے گا، حتیٰ کہ ہودج میں سوار ایک عورت حیرہ سے سفر کر کے آئے گی اور کسی کی پناہ کے بغیر وہ بیت اللہ کا طواف کرے گی اور تم کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو بھی ضرور فتح کرو گے۔'' میں نے عرض کیا: کسریٰ بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا: ہاں، کسریٰ بن ہرمز اور مال کی اس قدر فراوانی ہو جائے گی کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہیں ہوگا۔'' عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ہودج میں سوار ایک عورت حیرہ سے چل کر تن تنہا آئی اور کسی کی پناہ کے بغیر اس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو فتح کیا تھا اور اللہ کی قسم! تیسری بات بھی ضرور پوری ہو کر رہے گی، کیونکہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے۔ [بخاري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام : ۳۵۹۵۔ مسند أحمد : ۲۵۷/۴، ح : ۱۸۲۹۰]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس دین کی حفاظت کے لیے قیامت تک لڑتی رہے گی۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله صلی اللہ علیہ وسلم : لا تزال طائفة من أمتي ...... الخ : ۱۹۲۲]

سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''بلاشبہ یہ دین وہاں تک

ضرور بضرور پہنچ کر رہے گا، جہاں تک دن اور رات کی رسائی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی مٹی اور گارے کے مکان کو نہ چھوڑے گا، مگر اس میں اس دین کو داخل کرے گا، خواہ کوئی اسے عزت کے ساتھ قبول کرے یا ذلت کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ اسلام (اور اہل اسلام کو) عزت دے گا اور کفر کو ذلیل و خوار کر کے رہے گا۔" [مسند أحمد : ۱۰۳/٤، ح : ۱٦۹٥۹]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کا ایک گروہ برابر حق پر لڑتا رہے گا اور حق کے دشمنوں پر غلبہ پائے گا، حتیٰ کہ ان میں سے آخری گروہ مسیح دجال سے لڑے گا۔" [أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب في دوام الجهاد : ۲٤٨٤]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں نبوت رہے گی جب تک اللہ نے چاہا کہ رہے، پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھا لے گا، تب نبوت کے طریقہ پر خلافت ہوگی، جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ رہے، پھر اللہ تعالیٰ اسے بھی اٹھا لے گا۔ اس کے بعد کاٹنے والی بادشاہت ہوگی، وہ اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ نے چاہا کہ رہے۔ پھر زبردستی کی بادشاہت ہوگی، وہ اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ نے چاہا کہ رہے، پھر اللہ اسے اٹھا لے گا، پھر نبوت کے طریقے پر خلافت ہوگی۔" اس کے بعد آپ خاموش ہو گئے۔ [مسند أحمد : ۲۷۳/٤، ح : ۱۸٤۳٦۔ مسند أبي داوٗد الطيالسي : ۳٤۹/۱، ۳٥۰، ح : ٤۳۹]

<u>وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا</u> : اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے ابتدائی دور میں بہت خوف و ہراس تھا، امن و سکون کا نام و نشان نہیں تھا۔ مکی دور کا یہ حال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز پڑھنا بھی مشکل تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴾ [الجن : ۱۹] "اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوا کہ اس کو پکارے تو وہ قریب تھے کہ اس پر تہ بہ تہ جمع ہو جائیں۔"

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے، وہ آپس میں کہنے لگے، تم میں سے یہ کام کون کر سکتا ہے کہ فلاں لوگوں نے جو اونٹنی نحر کی ہے، اس کی اوجھڑی لا کر جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سجدہ کریں تو ان کی پیٹھ پر رکھ دے۔ یہ سن کر ان کا بڑا بدبخت اٹھا، اوجھڑی لایا اور انتظار کرتا رہا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو اس کو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان پیٹھ پر رکھ دیا۔ میں یہ دیکھ رہا تھا، لیکن کچھ نہیں کر سکتا تھا، کاش! میرا کچھ بس چلتا۔ وہ لوگ ہنس رہے تھے اور (خوشی سے) ایک دوسرے پر گرے جا رہے تھے، ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے ہی میں پڑے ہیں، انھوں نے اپنا سر نہیں اٹھایا، یہاں تک کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ کی پیٹھ پر سے اس کو اٹھا کر پھینک دیا۔ پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا اور دعا کی: "اے اللہ! قریش کو پکڑ لے۔" آپ نے تین بار یہ فرمایا۔ جب آپ نے ان کے لیے بددعا کی تو وہ ان پر گراں گزری، وہ سمجھتے تھے کہ اس شہر میں دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر آپ نے نام لے کر فرمایا: "اے اللہ! ابوجہل کو پکڑ لے اور عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن

ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کو پکڑ لے۔'' انھوں نے ساتویں شخص کا نام بھی لیا جو ہمیں یاد نہیں رہا۔ قسم اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے ان لوگوں کو، جن کا نام رسول اللہ ﷺ نے لیا تھا، بدر کے کنویں میں دیکھا کہ وہ مرے ہوئے پڑے تھے۔ [بخاري، كتاب الوضوء، باب إذا ألقي على ظهر المصلي قذر أو جيفة ...... الخ : ۲٤۰۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب ما لقي النبي ﷺ من أذى المشركين والمنافقين : ۱۷۹٤]

عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ سب سے زیادہ تکلیف جو مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو پہنچائی، وہ بیان کریں، انھوں نے کہا، ایک بار ایسا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں عقبہ بن ابی معیط آیا، اس نے رسول اللہ ﷺ کا کندھا پکڑا اور اپنا کپڑا آپ کی گردن میں لپیٹ کر بہت سختی کے ساتھ آپ کا گلا گھونٹا۔ اتفاق سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے، انھوں نے عقبہ کا کندھا پکڑا اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس سے دھکیل دیا اور یہ آیت تلاوت کی: ﴿ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [المؤمن : ۲۸] ''کیا تم ایک آدمی کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے ''میرا رب اللہ ہے'' حالانکہ یقیناً وہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے واضح دلیلیں لے کر آیا ہے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، تفسير سورة المؤمن : ٤٨١٥]

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر پر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، ہم نے آپ سے (کافروں کی ایذا دہی کا) شکوہ کیا۔ ہم نے کہا، آپ ہمارے لیے اللہ سے مدد کیوں نہیں مانگتے اور آپ ہمارے لیے دعا کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: ''تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان میں سے کسی کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا، پھر گڑھے میں اس کو گاڑ کے آرا لایا جاتا اور آرے کو اس کے سر پر رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیتے اور یہ بات بھی اسے اس کے دین سے نہ پھیرتی اور لوہے کی کنگھیاں اس کی ہڈیوں اور پٹھوں تک چلائی جاتیں اور یہ بات بھی اسے اس کے دین سے نہ پھیرتی۔ اللہ کی قسم! اللہ اس دین کو ضرور پورا کرے گا۔ ایک شخص سوار ہو کر صنعاء سے حضر موت تک جائے گا۔ اس کو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا، یا اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا ڈر ہوگا، لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔'' [بخاري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام : ۳٦۱۲]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات ایسا ہوا کہ مدینہ کے لوگ (ایک آواز سن کر) گھبرا گئے اور آواز کی طرف چلے، کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سے نبی کریم ﷺ واپس لوٹ کر آ رہے تھے۔ آپ ان سے پہلے ہی آواز کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''ڈر کی کوئی بات نہیں، ڈر کی کوئی بات نہیں۔'' آپ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے، اس پر زین نہیں تھی اور آپ کے گلے میں تلوار لٹک رہی تھی۔ [بخاري، كتاب الأدب، باب حسن الخلق ...... الخ : ٦۰۳۳۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب شجاعته ﷺ : ۲۳۰۷]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا، اس نے فقر و فاقہ کی شکایت کی، پھر دوسرا آیا اس نے راستوں کی بدامنی کی شکایت کی، آپ نے فرمایا: ''اے عدی! کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے؟'' میں نے عرض کی، جی نہیں، لیکن میں نے اس کے بارے میں سنا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ ایک اکیلی عورت حیرہ سے چلے گی اور (مکہ پہنچ کر) کعبہ کا طواف کرے گی اور اس کو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہو گا۔'' میں نے اپنے دل میں سوچا کہ تب قبیلہ طے کے وہ ڈاکو کہاں چلے جائیں گے کہ جنھوں نے شہروں کو برباد کر کے رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ کسریٰ کے خزانے (تم پر) کھول دیے جائیں گے۔'' میں نے عرض کی کہ کیا کسریٰ بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا: ''کسریٰ بن ہرمز اور اگر تم زندہ رہے تو یہ بھی دیکھ لو گے کہ ایک آدمی مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر نکلے گا اور چاہے گا کہ کوئی اسے لے لے تو اسے کوئی ایک آدمی بھی نہیں ملے گا جو اسے لے لے (سب مال دار ہو جائیں گے)۔'' [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام : ۳۵۹۵]

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا : سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، میرے اور آپ کے درمیان صرف پالان کی لکڑی تھی، آپ نے میرا نام لے کر مجھے آواز دی۔ میں نے لبیک وسعدیک کہا۔ آپ نے پھر تھوڑی دیر چلنے کے بعد اسی طرح مجھے پکارا اور میں نے بھی اسی طرح جواب دیا۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد پھر یہی سوال جواب ہوئے تو آپ نے فرمایا: ''جانتے ہو اللہ کا حق اپنے بندوں پر کیا ہے؟'' میں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔'' پھر تھوڑی دیر چلنے کے بعد مجھے پکارا اور میں نے جواب دیا، تو آپ نے فرمایا: ''جانتے ہو جب بندے اللہ کا حق ادا کریں تو اللہ کے ذمے بندوں کا حق کیا ہے؟'' میں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ انھیں عذاب نہ دے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة قطعًا : ۳۰]

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ ع ۱۲

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کا حکم مانو، تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔ تو ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کر کہ وہ زمین میں عاجز کرنے والے ہیں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور بلاشبہ وہ بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ تم اللہ کی بندگی کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور تمام معاملات زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، ہر زمانے میں تمھاری کامیابی کا یہی راز ہے اور ایسا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے

فرمایا کہ آپ یہ ہرگز نہ سمجھیں کہ اہل کفر اللہ سے بچ کر نکل جائیں گے۔ زمین اللہ کی ہے، کائنات کے ذرے ذرے پر اس کا قبضہ ہے، اس سے بھاگ کر وہ کہاں جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ انھیں دنیا میں رسوا کرے گا اور آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا جو بدترین جگہ ہوگی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَ لَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! لازم ہے کہ تم سے اجازت طلب کریں وہ لوگ جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ ہوئے اور وہ بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہیں پہنچے، تین بار، فجر کی نماز سے پہلے اور جس وقت تم دوپہر کو اپنے کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین تمھارے لیے پردے (کے وقت) ہیں، ان کے بعد نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ان پر۔ تم پر کثرت سے چکر لگانے والے ہیں، تمھارے بعض بعض پر۔ اسی طرح اللہ تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں قریبی لوگوں کے لیے ایک دوسرے سے اجازت طلب کرنے کا حکم ہے۔ ابتدائے سورت میں غیروں سے متعلق حکم بیان کیا گیا تھا، یہاں گھر کے افراد سے متعلق حکم بیان کیا جا رہا ہے کہ غلام، باندیاں، خادم اور خادمائیں اور گھر کے چھوٹے بچے دن اور رات کے تین مخصوص اوقات میں کمروں میں بغیر اجازت نہ داخل ہوں۔ فجر سے پہلے جو رات میں سونے کا وقت ہوتا ہے، دوپہر کے وقت جب لوگ بالعموم آرام کرتے ہیں اور عشاء کی نماز کے بعد، جب لوگ دن کی محنت و مشقت کے بعد سو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ ان تینوں اوقات میں لوگ بالعموم اپنی بیویوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور کمروں کے اندر پردے کا زیادہ خیال نہیں رکھتے۔ اس لیے ان اوقات میں کسی کا اچانک کمرے میں داخل ہو جانا شدید ناگوار گزرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے علاوہ دوسرے اوقات میں وہ افراد خانہ بغیر اجازت داخل ہو سکتے ہیں، اس لیے کہ گھر کی ضرورت کے لیے ہر وقت ان کا آنا جانا لگا رہتا ہے، ہر بار ان کے لیے اجازت لینا بڑی پریشانی کا باعث ہوگا۔

وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾

’’اور جب تم میں سے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو اسی طرح اجازت طلب کریں جس طرح وہ لوگ اجازت طلب کرتے رہے جو ان سے پہلے تھے۔ اسی طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

جن بچوں کو تین مخصوص اوقات کے علاوہ باقی وقتوں میں بغیر اجازت کمروں میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی تھی، جب وہ سن بلوغت کو پہنچ جائیں تو انھیں بھی دوسرے مردوں کی طرح جب بھی اندر داخل ہوں، اجازت لینا ہوگی۔

وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اگر کوئی شخص تیرے گھر میں بغیر تیری اجازت کے جھانکنے لگے اور تو اسے کنکر مارے، جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تجھے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔‘‘ [بخاري، كتاب الديات، باب من اطلع في بيت قوم ...... الخ : ٦٩٠٢۔ مسلم، كتاب الآداب، باب تحريم النظر في بيت غيره : ٢١٥٨/٤٤]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حجرے میں جھانکا، تو آپ تیر لے کر کھڑے ہوئے، گویا میں آپ کو دیکھ رہا ہوں، آپ اس آدمی کی طرف چپکے چپکے آ رہے تھے کہ اس کی آنکھ میں تیر چبھو دیں۔ [بخاري، كتاب الاستئذان، باب الاستئذان من أجل البصر : ٦٢٤٢۔ مسلم، كتاب الآداب، باب تحريم النظر في بيت غيره : ٢١٥٧]

وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ وَ اَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾

’’اور عورتوں میں سے بیٹھ رہنے والیاں، جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں سو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ اپنے کپڑے اتار دیں، جب کہ وہ کسی قسم کی زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں اور یہ بات کہ (اس سے بھی) بچیں ان کے لیے زیادہ اچھی ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

وہ بوڑھی عورتیں جن کی ماہواری ایک زمانے سے بند ہو گئی ہو، حمل اور ولادت کی کوئی امید باقی نہ رہی ہو اور جن سے اب کوئی شادی کرنے پر بھی راضی نہ ہو، ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ جائز قرار دیا ہے کہ وہ غیر محرموں کے سامنے برقع اتار دیں، اس شرط کے ساتھ کہ وہ اپنے جسم کی پوشیدہ زینت کو ظاہر نہ کریں، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت کریمہ: ﴿ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ﴾ کی تفسیر میں فرمایا یہ عام حکم ہے، پھر بڑی عمر کی بوڑھی عورتوں کے حق میں) اسے منسوخ کر کے انھیں اس حکم سے مستثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا ﴾ یعنی بڑی عمر کی بوڑھی عورتیں جنھیں اب نکاح کی خواہش نہ ہو (ان پر پردے کے احکام کی پابندی نہیں ہے)۔ [أبو داوٗد، كتاب اللباس، باب في قوله تعالٰى : ﴿ و قل للمؤمنات : يغضضن من أبصارهن ﴾ : ٤١١١]

لیکن اللہ نے ایسی عورتوں کے لیے بھی بہتر یہ قرار دیا ہے کہ وہ غیر محرم کے سامنے اپنے سروں سے اوڑھنی اور اپنے جسموں سے برقع نہ اتاریں، اسی میں ان کے لیے بھلائی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بے پردہ اور بے حیا عورتوں کے لیے بڑی شدید وعید بیان کی ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دوزخیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جنھیں میں نے نہیں دیکھا، ایک تو وہ لوگ جن کے پاس بیل کی دموں کی مانند کوڑے ہوں گے، جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے اور ایک وہ عورتیں جو کپڑے تو پہنے ہوں گی لیکن ننگی ہوں گی، (مردوں کو) مائل کرنے والی اور خود (ان کی طرف) مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر گویا بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے، وہ جنت میں نہیں جائیں گی، بلکہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی دور سے آتی ہے۔“ [مسلم، كتاب اللباس و الزينة، باب النساء الكاسيات العاريات المائلات المميلات : ۲۱۲۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پردے کا حکم اترنے کے بعد سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا (چادر وغیرہ اوڑھ کر) حاجت کے لیے باہر نکلیں، وہ بھاری جسامت کی عورت تھیں، جو کوئی انھیں پہلے سے پہچانتا ہوتا وہ اب بھی پہچان لیتا تھا۔ خیر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھ لیا اور کہا کہ اے سودہ! واللہ! آپ ہم سے اپنے آپ کو نہیں چھپا سکتیں، دیکھیے تو آپ کس طرح باہر نکلی ہیں؟ یہ سن کر وہ لوٹ آئیں اور رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں کھانا کھا رہے تھے اور ہاتھ میں ہڈی تھی۔ پس وہ اندر آئیں اور کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ! میں ضرورت سے باہر نکلی تھی، لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ یہ باتیں کیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اسی وقت وحی آنا شروع ہوئی، پھر وحی کی حالت موقوف ہوگئی اور ہڈی آپ کے ہاتھ ہی میں تھی، آپ نے اس کو ہاتھ سے رکھا نہیں تھا۔ پس آپ نے فرمایا: ”بے شک تم (عورتوں) کو ضرورت سے (کام کاج کے لیے) باہر نکلنے کی اجازت دی گئی ہے۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ لا تدخلوا بيوت النبي ...... الخ ﴾ : ۴۷۹۵]

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ
تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ
اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ
لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً
مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع ۸/۱۴

”نہ اندھے پر کوئی حرج ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے اور نہ خود تم پر کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ، یا اپنے باپوں کے گھروں سے، یا اپنی ماؤں کے گھروں سے، یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے، یا اپنی بہنوں کے گھروں سے، یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے، یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے، یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے، یا اپنی

خالاؤں کے گھروں سے، یا (اس گھر سے) جس کی چابیوں کے تم مالک بنے ہو، یا اپنے دوست (کے گھر) سے۔ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اکٹھے کھاؤ یا الگ الگ۔ پھر جب تم کسی طرح کے گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں پر سلام کہو، زندہ سلامت رہنے کی دعا جو اللہ کی طرف سے مقرر کی ہوئی بابرکت، پاکیزہ ہے۔ اسی طرح اللہ تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم سمجھ جاؤ۔‘‘

اس آیت کا ایک مطلب تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاد میں جاتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آیت میں مذکور معذورین کو اپنے گھروں کی چابیاں دے جاتے اور انھیں گھر کی چیزیں بھی کھانے پینے کی اجازت دے دیتے، لیکن یہ معذور صحابہ اس کے باوجود، مالکوں کی غیر موجودگی میں، وہاں سے کھانا پینا جائز نہ سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مذکورہ افراد کے لیے اپنے اقارب کے گھروں سے، یا جن گھروں کی چابیاں ان کے پاس ہیں، ان میں سے کھانے پینے میں کوئی حرج و گناہ نہیں ہے۔ بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ تندرست صحابہ معذور صحابہ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا اس لیے ناپسند کرتے کہ وہ معذوری کی وجہ سے کم کھائیں گے اور یہ زیادہ کھا جائیں گے، اس طرح ان کے ساتھ کھانے میں ظلم کا ارتکاب نہ ہو جائے۔ اسی طرح خود معذور صحابہ بھی دیگر لوگوں کے ساتھ کھانا اس لیے پسند نہیں کرتے تھے کہ لوگ ان کے ساتھ کھانے میں کراہت محسوس نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کے لیے وضاحت فرما دی کہ اس میں کوئی گناہ والی بات نہیں ہے۔

<u>لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا</u>: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اکٹھے ہو کر کھانے اور علیحدہ علیحدہ کھانے کی اجازت دی اور کسی ایک چیز کا پابند نہیں بنایا۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک آسانی ہے، اگرچہ اکٹھے ہو کر کھانے سے برکت ہوتی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کو کفایت کرتا ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو کفایت کرتا ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب الأطعمة، باب طعام الواحد يكفي الإثنين : ۵۳۹۲۔ مسلم، كتاب الأشربة، باب فضيلة المواساة فى الطعام القليل ...... الخ : ۲۰۵۸]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو کافی ہو جاتا ہے اور دو کا چار کو اور چار کا آٹھ کو کافی ہو جاتا ہے۔‘‘ [مسلم، كتاب الأشربة، باب فضيلة المواساة فى الطعام ...... الخ : ۲۰۵۹]

عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ جو ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے، کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھایا اور میں رکابی کے سب اطراف میں ہاتھ بڑھانے لگا تو آپ نے مجھے فرمایا: ’’اپنے سامنے سے کھاؤ۔‘‘ [بخاري، كتاب الأطعمة، باب الأكل : ۵۳۷۷]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اشعری لوگ جب لڑائی میں (کھانے کے حوالے سے) محتاج ہو جاتے ہیں، یا مدینہ میں ان کے بال بچوں کا کھانا کم ہو جاتا ہے تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے،

اسے ایک کپڑے میں اکٹھا کرتے ہیں، پھر آپس میں برابر برابر بانٹ لیتے ہیں۔ یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔" [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل الأشعريين رضي الله عنهم : ۲۵۰۰]

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً :اس میں اپنے گھروں میں داخل ہونے کا ادب بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ داخل ہوتے وقت اہل خانہ کو سلام عرض کرو، بعض لوگوں کے لیے اپنی بیوی یا اپنے بچوں کو سلام کرنا گراں گزرتا ہے، لیکن اہل ایمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق ایسا کریں، آخر اپنے بیوی بچوں کو سلامتی کی دعا سے کیوں محروم رکھا جائے؟ سلام کہنے سے متعلق چند احادیث پیش خدمت ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، اسلام کی کون سی بات زیادہ بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: "یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور ہر شخص کو سلام کہو، چاہے تم اسے پہچانو یا نہ پہچانو۔" [بخاري، كتاب الإيمان، باب إطعام الطعام من الإسلام : ۱۲۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام وأي أموره أفضل ؟ : ۳۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان سے کہا، جاؤ اور ان فرشتوں کو جو بیٹھے ہوئے ہیں، سلام کرو اور سنو کہ وہ تمھارے سلام کا کیا جواب دیتے ہیں، کیونکہ وہی تمھارا اور تمھاری اولاد کا سلام ہوگا۔ پس آدم علیہ السلام نے (جا کر) کہا، "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ" تو انھوں نے کہا، "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ" پس انھوں نے "وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ" کا اضافہ کر دیا۔" [بخاري، كتاب الاستئذان، باب بدء السلام : ۶۲۲۷۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب يدخل الجنة أقوام أفئدتهم مثل أفئدة الطير : ۲۸۴۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم جنت میں نہیں جاؤ گے، یہاں تک کہ ایمان لاؤ اور تم مومن نہیں ہو گے، یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو، کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب تم اسے اختیار کرو گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے؟ (وہ یہ ہے کہ) تم آپس میں سلام کو عام کرو۔" [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون...... الخ : ۵۴]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا "السلام علیکم" آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پھر وہ شخص بیٹھ گیا، تو آپ نے فرمایا: "(اس کے لیے) دس (نیکیاں) ہیں۔" پھر ایک دوسرا آدمی آیا اور اس نے کہا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔" آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پھر وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: "(اس کے لیے) بیس (نیکیاں) ہیں۔" پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔" آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا، پس وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: "(اس کے لیے) تیس (نیکیاں) ہیں۔" [أبو داؤد، كتاب الأدب، باب كيف السلام ؟ : ۵۱۹۵۔ ترمذي، كتاب الاستيذان و الآداب، باب ما ذكر في فضل السلام: ۲۶۸۹]

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى

يَسْتَأْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَأْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَأْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾

''مومن تو صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب وہ اس کے ساتھ کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جو جمع کرنے والا ہے تو اس وقت تک نہیں جاتے کہ اس سے اجازت مانگیں۔ بے شک جو لوگ تجھ سے اجازت مانگتے ہیں وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو جب وہ تجھ سے اپنے کسی کام کے لیے اجازت مانگیں تو ان میں سے جسے تو چاہے اجازت دے دے اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگ، بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کریم ﷺ کی مجلسوں میں جانے اور وہاں سے رخصت ہونے کا ادب سکھلایا ہے کہ وہ مومنین جو اللہ اور رسول پر صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں، جب وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ کسی اہم موقع پر جمع ہوتے ہیں، جیسے کسی جنگی مسئلہ میں رائے و مشورہ، اسلام اور مسلمانوں کا دفاع، یا کوئی دوسرا اہم مسئلہ جس پر غور و خوض کرنے کے لیے تمام صحابہ کا جمع ہونا ضروری ہوتا ہے، تو وہ آپ کی اجازت کے بغیر مجلس سے اٹھ کر نہیں جاتے، کیونکہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کا یہی تقاضا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا کہ اگر آپ کے صحابہ اپنی بعض ضرورتوں کے لیے اجازت مانگیں، تو حالات کے مطابق آپ جنھیں چاہیں اجازت دے دیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کی ضرورت اس بات کا تقاضا کرتی ہو کہ انھیں اجازت نہ دی جائے تو اجازت نہ دیجیے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کا تقاضا ہے کہ صحابہ اس حکم کو برضائے نفس قبول کر لیں اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیں۔ ﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ﴾ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صحابہ کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ آپ کی مجلس سے جانے کی نہ سوچیں اور اجازت نہ لیں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس آئے اور جب مدینہ منورہ کے قریب آ گئے تو فرمایا: ''مدینہ منورہ میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو تمھارے ساتھ ہر راستے اور وادی میں شریک ہوئے ہیں۔'' لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ تو مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے ہیں؟ فرمایا: ''(ہاں!) وہ مدینہ منورہ ہی میں ہیں، انھیں کسی عذر نے روک لیا تھا۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب نزول النبی ﷺ الحجر : ٤٤٢٣]

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾

"رسول کے بلانے کو اپنے درمیان اس طرح نہ بنالو جیسے تمھارے بعض کا بعض کو بلانا ہے۔ بے شک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں۔ سو لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آ پہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آ پہنچے۔"

اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ جس طرح تم ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو، رسول اللہ ﷺ کو اس طرح مت پکارو، مثلاً یا محمد! نہیں بلکہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ وغیرہ کہو اور یہ آپ کی زندگی کے لیے تھا، جب صحابہ کرام کو ضرورت پیش آتی تھی کہ آپ سے مخاطب ہوں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ رسول کی بد دعا کو دوسروں کی بد دعا کی طرح مت سمجھو، اس لیے کہ آپ کی بد دعا بھی قبول ہوتی ہے، اس لیے نبی کی بد دعا مت لو، تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا : ارشاد فرمایا: ﴿ **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ** ﴾ [الحجرات : ۱ تا ۵] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنی آوازیں نبی کی آواز کے اوپر بلند نہ کرو اور نہ بات کرنے میں اس کے لیے آواز اونچی کرو، تمھارے بعض کے بعض کے لیے آواز اونچی کرنے کی طرح، ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور نہ رکھتے ہو۔ بے شک وہ لوگ جو اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے دل اللہ نے تقویٰ کے لیے آزما لیے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔ بے شک وہ لوگ جو تجھے دیواروں کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں ان کے اکثر نہیں سمجھتے۔ اور اگر بے شک وہ صبر کرتے، یہاں تک کہ تو ان کی طرف نکلتا تو یقیناً ان کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

سیدنا ابو سعید بن معلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ آپ ﷺ میرے پاس سے گزرے اور مجھے بلایا، لیکن میں (نماز چھوڑ کر) نہ گیا، بلکہ میں نے نماز مکمل کی اور پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تم میرے بلانے پر (فوراً) کیوں نہیں آئے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿ **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ** ﴾ [الأنفال : ۲٤] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اور رسول کی دعوت قبول کرو، جب وہ تمھیں اس چیز کے لیے دعوت دے جو تمھیں زندگی بخشتی ہے۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ یأیھا الذین امنوا استجیبوا للہ و للرسول ...... الخ ﴾ : ٤٦٤٧]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاندانہ روش میں برابر بڑھتے ہی رہے تو آپ نے یوں بد دعا فرمائی: « اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ » ”اے اللہ! ان پر سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانے کی طرح سات سال کا قحط بھیج کر میری مدد فرما۔“ آخر ان پر ایسا سخت قحط نازل ہوا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے وہ ہڈیاں اور مردار تک کھانے لگے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان میں سے اگر کوئی شخص آسمان کی طرف دیکھتا تو بھوک کی وجہ سے اسے ایک دھواں سا دکھائی دیتا۔ اس وقت ابوسفیان آپ کے پاس آ کر کہنے لگا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! تمھاری قوم ہلاک ہو رہی ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ان سے یہ عذاب دور کر دے۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی (اور قحط ختم ہو گیا) لیکن وہ پھر شرک کرنے لگے۔[بخاري، كتاب التفسير، باب قوله تعالىٰ : ﴿ ربنا اكشف عنا العذاب إنا مؤمنون ﴾ : ٤٨٢٢، ٤٨٢٤]

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ : یہ دلیل ہے کہ زندگی کے تمام امور کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور ان کی سنت کی کسوٹی پر پرکھنا واجب ہے، جو چیز آپ کی سنت کے مطابق ہوگی، اسے قبول کر لیا جائے گا اور جو قول و فعل اس کے مخالف ہوگا اسے رد کر دیا جائے گا۔ چاہے کہنے یا کرنے والا کوئی بھی انسان ہو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [الحشر : ٧] ”اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ٣٢] ”کہہ دے اللہ اور رسول کا حکم مانو، پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ کافروں سے محبت نہیں رکھتا۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے ایک خط کھینچا، پھر فرمایا: ”یہ اللہ تعالیٰ کی سیدھی راہ ہے۔“ پھر آپ نے اس کی دائیں جانب اور بائیں جانب کئی خط کھینچے، پھر فرمایا: ”یہ جدا جدا راہیں ہیں، ان میں سے ہر راہ پر شیطان بیٹھا ہے، جو اپنی طرف بلا رہا ہے۔“ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ﴾ [الأنعام : ١٥٣] ”اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔“ [مسند أحمد : ٤٦٥/١، ح : ٤٤٣٦۔ مستدرك حاكم : ٣١٨/٢، ح : ٣٢٤١]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے دین میں کوئی ایسا کام کیا جس کی بنیاد شریعت میں نہیں، وہ کام مردود ہے۔“ [بخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود : ٢٦٩٧۔ مسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة …… الخ : ١٧١٨]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا تو

آپ نے فرمایا: ''اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔'' اس آدمی نے جواب دیا، میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ نے فرمایا: ''(اچھا، اللہ کرے) تجھ سے ایسا نہ ہو سکے۔'' اس شخص نے تکبر کی وجہ سے یہ بات کہی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ شخص (عمر بھر) اپنا دایاں ہاتھ منہ تک نہیں اٹھا سکا۔ [مسلم، کتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب و أحکامهما : ۲۰۲۱]

سیدنا عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ نے بشر بن مروان کو (دوران خطبہ جمعہ میں) منبر پر دونوں ہاتھ اٹھاتے دیکھا تو فرمایا، اللہ ان دونوں ہاتھوں کو تباہ کرے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ کرتے نہیں دیکھا اور انھوں نے اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کیا۔ [مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلوة والخطبة : ۸۷٤]

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور ام الحکم کا بیٹا عبدالرحمٰن بیٹھ کر خطبہ دے رہا تھا۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس خبیث کو دیکھو! بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے (جو خلاف سنت ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ﴿ وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآىِٕمًا ﴾ [الجمعة : ۱۱] ''اور جب وہ کوئی تجارت یا تماشا دیکھتے ہیں تو اٹھ کر اس طرف چلے جاتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔'' [مسلم، کتاب الجمعة، باب فی قوله تعالیٰ : ﴿ و إذا رأوا تجارة ...... الخ ﴾ : ۸٦٤]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اللہ کی بندیوں کو مسجد میں آ کر نماز پڑھنے سے نہ روکو۔'' تو ان کے ایک بیٹے نے کہا، ہم تو روکیں گے۔ تو سالم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سخت ناراض ہوئے اور فرمایا، میں تیرے سامنے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کر رہا ہوں اور تو کہتا ہے کہ ہم انھیں ضرور روکیں گے۔ [ابن ماجه، المقدمة، باب تعظیم حدیث رسول الله ﷺ ...... الخ : ١٦]

اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری اور تمھاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی، جب اس کے چاروں طرف روشنی ہو گئی تو پتنگے اور یہ کیڑے مکوڑے جو آگ میں گرتے ہیں، وہ دھڑا دھڑ اس میں گرنے لگے۔ اب یہ انھیں ہر چند روک رہا ہے، لیکن اس شخص کے روکنے سے نہیں رکتے، وہ ہیں کہ اس میں گرے جاتے ہیں۔ (یہی حالت میری اور تمھاری ہے کہ تم آگ میں گرنا چاہتے ہو اور) میں تمھیں تمھاری کمر سے پکڑ پکڑ کر اس سے روک رہا ہوں کہ آگ میں نہ گھسو، آگ سے بچو، لیکن تم میری نہیں مانتے اور اس آگ میں گھسے چلے جا رہے ہو۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصی : ٦٤٨٣۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقته ﷺ علی أمته ...... الخ : ١٨/ ٢٢٨٤]

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَ يَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾ ع ۹ / ۱۵

’’سن لو! بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، یقیناً وہ جانتا ہے جس حال پر تم ہو اور اس دن کو بھی جب وہ اس کی طرف لوٹائے جائیں گے، پھر وہ انھیں بتائے گا جو کچھ انھوں نے کیا اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سبھی اللہ نے پیدا کیا ہے، سب اسی کے مملوک اور غلام ہیں، وہ جیسے چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے، اس کے فیصلوں میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتا اور اس نے اپنا رسول اس لیے بھیجا ہے تاکہ اس کی اتباع کی جائے۔ تو جو لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں وہ اس کی گرفت میں نہ آجائیں۔ وہ ذات برحق انسانوں کے تمام ظاہر و باطن کو جانتی ہے اور قیامت کے دن سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے، اس دن وہ انھیں ان کے تمام اقوال و اعمال کی خبر دے گا اور جو لوگ دنیا میں رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں، انھیں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔

وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا : یعنی انھوں نے دنیا میں عظیم یا حقیر، چھوٹے یا بڑے جو عمل بھی کیے ہوں گے وہ ان کے بارے میں انھیں بتا دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [الكهف : ٤٩] ’’اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔‘‘

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ مسکرائے، آپ نے فرمایا: ’’تم جانتے ہو کہ میں کیوں مسکرا رہا ہوں؟‘‘ ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’میں بندے کی اس گفتگو کی وجہ سے مسکرایا ہوں جو وہ اپنے مالک سے کرے گا۔ بندہ کہے گا کہ اے میرے مالک! کیا تو مجھے ظلم سے پناہ نہیں دے چکا ہے؟ (یعنی تو نے وعدہ کیا ہے کہ ظلم نہیں کروں گا)۔‘‘ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ جواب دے گا کہ ہاں! (ہم ظلم نہیں کرتے)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’پھر بندہ کہے گا کہ میں کسی کی گواہی کو اپنے اوپر سوائے اپنی ذات کے جائز نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اچھا! تیری ہی ذات کی گواہی تجھ پر آج کے دن کفایت کرتی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی۔‘‘ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’پھر بندے کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضا (ہاتھ پاؤں) کو حکم ہوگا کہ بولو۔ جس سے آدمی کے ہاتھ پاؤں میں زبان کی سی گویائی پیدا ہو جائے گی اور وہ آدمی کے گناہوں کی پوری گواہی ادا کریں گے۔ پھر اسے کلام کی اجازت دی جائے گی۔ تو بندہ اپنے اعضا (ہاتھ پاؤں) سے کہے گا کہ تمھارے لیے ہلاکت ہو، چلو دور ہو جاؤ، میں تو تمھارے ہی لیے جھگڑا کر رہا تھا (یعنی تمھارا ہی دوزخ سے بچانا مجھے منظور تھا، پس تم خود ہی گناہ کا اقرار کر چکے، اب دوزخ میں جاؤ)۔‘‘ [مسلم، کتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ٢٩٦٩]

سورۃ الفرقان مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا ۙ﴿۱﴾

’’بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر قرآن کریم نازل کر کے تمام انس و جن کے لیے اپنی رحمتوں، برکتوں اور بھلائیوں کو تمام کر دیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں انھی برکتوں اور بھلائیوں کی طرف اشارہ کر کے باری تعالیٰ نے اپنی ذات برحق کی تعریف بیان کی ہے کہ اس کی بھلائیاں اور برکتیں اس قدر زیادہ اور عام ہیں کہ کائنات کی ہر چیز پر چھا گئی ہیں اور وہ ذات اپنی تمام صفات اور افعال میں سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ یہ قرآن حق و باطل، توحید و شرک اور عدل و ظلم کے درمیان تفریق کرتا ہے۔ اسے اللہ نے اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر اس لیے نازل کیا ہے، تاکہ وہ اس کے ذریعے سے تمام جن و انس کو کفر و شرک کے برے انجام سے ڈرائیں۔

حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب سے مراد قرآن مجید ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰی وَ الۡفُرۡقَانِ ﴾ [البقرۃ : ۱۸۵] ’’رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ہدایت کی اور (حق و باطل میں) فرق کرنے کی واضح دلیلیں ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ نَزَّلَ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ وَ اَنۡزَلَ التَّوۡرٰىةَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ ۙ﴿۳﴾ مِنۡ قَبۡلُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ اَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ ۬ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ﴾ [آل عمران : ۳، ۴] ’’اس

نے تجھ پر یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری، اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور اس نے تورات اور انجیل اتاری۔اس سے پہلے، لوگوں کی ہدایت کے لیے۔ اور اس نے (حق و باطل میں) فرق کرنے والی (کتاب) اتاری، بے شک جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے اور اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے۔‘‘

عَلٰى عَبْدِهٖ : ’’عبد‘‘ جس پر فرقان نازل کیا گیا وہ محمد ﷺ ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ تُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴾ [الشوریٰ : ۷] ’’اور اسی طرح ہم نے تیری طرف عربی قرآن وحی کیا، تاکہ تو بستیوں کے مرکز (مکہ) کو ڈرائے اور ان لوگوں کو بھی جو اس کے ارد گرد ہیں اور تو اکٹھا کرنے کے دن سے ڈرائے جس میں کوئی شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی آگ میں۔‘‘

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مجھے میرے مقام و مرتبہ سے ایسے نہ بڑھا دینا جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کو بڑھا دیا۔ میں تو اس (اللہ) کا بندہ ہوں، لہٰذا تم یوں کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔‘‘ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالی : ﴿ و اذکر فی الکتاب مریم ...... الخ ﴾ : ۳۴۴۵]

لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا : اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو قیامت تک کے لیے تمام اقوام عالم کے لیے نذیر بنا کر بھیجا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾ [الأعراف : ۱۵۸] ’’کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [سبا : ۲۸] ’’اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں، مجھے ایک مہینا کی مسافت کے رعب سے مدد دی گئی ہے، میرے لیے تمام زمین کو نماز پڑھنے کی جگہ اور پاک کرنے والی چیز بنا دیا گیا ہے، لہٰذا میری امت کے جس آدمی کی نماز کا وقت جہاں بھی آ جائے اسے وہیں نماز پڑھ لینی چاہیے، میرے لیے غنیمت کے مال حلال کر دیے گئے ہیں، ہر نبی خاص طور پر اپنی ہی امت کی طرف مبعوث ہوتا تھا، لیکن میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں اور مجھے شفاعت (کبریٰ) عطا کی گئی ہے۔‘‘
[بخاری، کتاب الصلوۃ، باب قول النبی ﷺ : جعلت لی الأرض مسجدًا و طهورًا : ۴۳۸۔ مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلاۃ : ۵۲۱]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے، یعنی مجھے وہ کلام ملا ہے جس میں لفظ تھوڑے اور معانی بہت ہیں، مجھے رعب سے مدد دی گئی ہے، میرے لیے مال

غنیمت حلال کیے گئے ہیں، میرے لیے ساری زمین پاک کرنے والی اور نماز کی جگہ بنا دی گئی ہے، میں تمام مخلوق (جن و انس) کی طرف (رسول بنا کر) بھیجا گیا ہوں اور مجھ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے (لہٰذا میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔" [مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلاۃ : ۵۲۳]

الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ۝۲

"وہ ذات کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس نے نہ کوئی اولاد بنائی اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک رہا ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کا اندازہ مقرر کیا، پورا اندازہ۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ نے اپنی چار صفتیں بیان کی ہیں: ① آسمانوں اور زمین کا وہی مالک ہے اور ان میں پائی جانے والی تمام موجودات اپنے وجود و بقا کے لیے اس کی محتاج ہیں۔ ② اس کی کوئی اولاد نہیں، جیسا کہ یہود و نصاریٰ کا دعویٰ ہے۔ ③ پوری کائنات کی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، جیسا کہ مشرکوں، بت پرستوں، جھوٹے معبودوں کے ماننے والوں اور شرک خفی کرنے والوں کا باطل عقیدہ ہے۔ ④ اس نے تمام موجودات کو پیدا کیا ہے اور ہر ایک کو مصلحت کے مطابق بنایا ہے، انسان کو فہم و ادراک، غور و فکر، صنعت و حرفت اور مفید کام بجا لانے کی صلاحیت دی، اسی طرح ہر حیوان اور ہر جماد کو اس مصلحت کے مطابق بنایا جو اس سے مطلوب تھی۔ اسی مقررہ ضابطے کو اس کی تقدیر کہا جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَىِٕنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِیْهَا وَ قَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآىِٕلِیْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىِٕعِیْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ اَوْحٰى فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَ حِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ۹ تا ۱۲] "کہہ کیا بے شک تم واقعی اس کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور اس کے لیے شریک بناتے ہو؟ وہی سب جہانوں کا رب ہے۔ اور اس نے اس میں اس کے اوپر سے گڑے ہوئے پہاڑ بنائے اور اس میں بہت برکت رکھی اور اس میں اس کی غذائیں اندازے کے ساتھ رکھیں، چار دن میں، اس حال میں کہ سوال کرنے والوں کے لیے برابر (جواب) ہے۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے کہا کہ آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔ دونوں نے کہا ہم خوشی سے آگئے۔ تو اس نے انھیں دو دنوں میں سات آسمان پورے بنا دیا اور ہر آسمان میں اس کے کام کی وحی فرمائی اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت دی اور خوب محفوظ کر دیا۔ یہ اس کا اندازہ ہے جو سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ وَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَيٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ۝

''اور انھوں نے اس کے سوا کئی اور معبود بنا لیے، جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں اور اپنے لیے نہ کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے اور نہ کسی موت کے مالک ہیں اور نہ زندگی کے اور نہ اٹھائے جانے کے۔''

لیکن ظالموں نے ایسے ہمہ صفات موصوف رب کو چھوڑ کر ایسے بتوں کو رب بنا لیا ہے جو انسانوں کے ہاتھوں سے بنائے ہوئے ہیں اور اپنے لیے کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، چہ جائیکہ وہ اپنی پوجا کرنے والوں کو نفع یا نقصان پہنچا سکیں اور نہ وہ کسی کو زندگی دے سکتے ہیں، نہ موت اور نہ مر جانے کے بعد دوبارہ کسی کو زندہ کر سکتے ہیں۔ ان سب قدرتوں کا مالک صرف اللہ ہے۔ اس لیے وہی عبادت کا مستحق ہے۔ مشرکین اپنی عقل پر ماتم کیوں نہیں کرتے کہ اتنی صاف ستھری بات ان کے دماغ میں نہیں آتی؟

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [لقمان : ۱۱] ''یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ٤، ٥] ''کہہ دے کیا تم نے دیکھا جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ لاؤ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب، یا علم کی کوئی نقل شدہ بات، اگر تم سچے ہو۔ اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔''

وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [المائدة : ٧٦] ''کہہ دے کیا تم اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمھارے لیے نہ کسی نقصان کی مالک ہے اور نہ نفع کی اور اللہ ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ﴾ [الأعراف : ۱۸۸] ''کہہ دے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ

جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾ [الرعد : ١٦] ''کہہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دے اللہ۔ کہہ پھر کیا تم نے اس کے سوا کچھ کارساز بنا رکھے ہیں جو اپنی جانوں کے لیے نہ کسی نفع کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے؟ کہہ دے کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہوتے ہیں؟ یا انھوں نے اللہ کے لیے کچھ شریک بنا لیے ہیں جنھوں نے اس کے پیدا کرنے کی طرح پیدا کیا ہے، تو پیدائش ان پر گڈمڈ ہوگئی ہے؟ کہہ دے اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے۔''

وَلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا : یعنی وہی موت و حیات کا مالک ہے اور وہی روز قیامت اگلی پچھلی ساری مخلوقات کو دوبارہ زندہ کر دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴾ [النازعات : ١٣، ١٤] ''پس وہ تو صرف ایک ہی ڈانٹ ہوگی۔ پس یک لخت وہ زمین کے اوپر موجود ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴾ [یٰس : ٥٣] ''نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ، تو اچانک وہ سب ہمارے پاس حاضر کیے ہوئے ہوں گے۔''

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَ اَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا ۚ﴿۴﴾ وَ قَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۶﴾

''اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ نہیں ہے مگر ایک جھوٹ، جو اس نے گھڑ لیا اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس پر اس کی مدد کی، سو بلاشبہ وہ ایک ظلم اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔ اور انھوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، جو اس نے لکھوالی ہیں، تو وہ پہلے اور پچھلے پہر اس پر پڑھی جاتی ہیں۔ تو کہہ اسے اس نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین میں سب پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

مشرکین کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) نے یہ کتاب گھڑنے میں یہود سے یا ان کے بعض موالی سے مدد لی ہے۔ یہاں قرآن نے اس الزام کو ظلم اور جھوٹ سے تعبیر کیا ہے، بھلا ایک اُمّی شخص دوسروں کی مدد سے ایسی کتاب پیش کر سکتا ہے جو فصاحت و بلاغت اور اعجاز کلام میں بے مثال ہو، حقائق و معارف بیانی میں بھی معجز نگار ہو، انسانی زندگی کے لیے احکام وقوانین کی تفصیلات میں بھی لاجواب ہو اور اخبار ماضیہ اور مستقبل میں وقوع پزیر ہونے والے واقعات کی نشان دہی اور وضاحت میں بھی اس کی صداقت مسلم ہو؟

مشرکین کہا کرتے تھے کہ یہ قرآن گزشتہ زمانوں کے قصے ہیں، جنھیں محمد (ﷺ) صبح و شام کچھ لوگوں کی مدد سے

لکھوا تا رہتا ہے اور پھر انھیں قرآن کے نام سے سنا دیتا ہے۔ اللہ نے ان کے اس شبہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو اس علام الغیوب کی نازل کردہ کتاب ہے جس سے آسمانوں اور زمین کا کوئی راز مخفی نہیں ہے اور وہ کتاب ایسے اسرار و معانی کو حاوی ہے جن تک انسانی عقل پہنچنے سے قاصر ہے، یہی وجہ ہے کہ تم ہزار مخالفت اور دشمنی کے باوجود اس جیسا کلام لانے سے عاجز ہو۔

فَقَدۡ جَآءُوۡ ظُلۡمًا وَّ زُوۡرًا : یعنی ان کی یہ بات ظلم اور جھوٹ پر مبنی ہے، اللہ چاہے تو ان کو اس افترا پردازی کی فوراً سزا دے دے، لیکن وہ انھیں ڈھیل دے رہا ہے اور فوراً سزا نہیں دیتا، یہ اس کا بڑا رحم و کرم ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَاَيِّنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اَمۡلَيۡتُ لَهَا وَ هِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذۡتُهَا ۚ وَ اِلَيَّ الۡمَصِيۡرُ ﴾ [الحج : ٤٨] ''اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں میں نے مہلت دی، اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ عز و جل ظالم و جابر آدمی کو مہلت دیتا رہتا ہے، لیکن جب اسے پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله تعالى : ﴿ و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨٣]

وَ قَالُوۡا مَالِ هٰذَا الرَّسُوۡلِ يَاۡكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمۡشِيۡ فِي الۡاَسۡوَاقِ ؕ لَوۡ لَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ مَلَكٌ
فَيَكُوۡنَ مَعَهٗ نَذِيۡرًا ۙ﴿۷﴾ اَوۡ يُلۡقٰۤى اِلَيۡهِ كَنۡزٌ اَوۡ تَكُوۡنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاۡكُلُ مِنۡهَا ؕ وَ قَالَ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ
تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا ﴿۸﴾ اُنۡظُرۡ كَيۡفَ ضَرَبُوۡا لَكَ الۡاَمۡثَالَ فَضَلُّوۡا فَلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ سَبِيۡلًا ﴿۹﴾ ع ۱۶

''اور انھوں نے کہا اس رسول کو کیا ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا کہ اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا۔ یا اس کی طرف کوئی خزانہ اتارا جاتا، یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھایا کرتا اور ظالموں نے کہا تم تو بس ایسے آدمی کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے۔ دیکھ انھوں نے تیرے لیے کیسی مثالیں بیان کیں، سو گمراہ ہو گئے، پس وہ کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔''

اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کی ضد، ہٹ دھرمی اور حجت و دلیل کے بغیر تکذیب حق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے جو ہماری طرح کھانا کھاتا ہے اور طلب معاش کے لیے بازاروں کے چکر لگاتا ہے؟ اگر یہ واقعی رسول ہوتا تو آسمان سے ضرور کوئی فرشتہ اترتا جو ہر وقت اس کے ساتھ ہوتا اور اس کی مدد کرتا، یا آسمان سے اس کے لیے خزانہ بھیج دیا جاتا، تاکہ طلب معاش کے لیے اسے کدّ و کاوش نہ کرنا پڑتی، یا اس کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہوتا، جس کے پھل کھایا کرتا۔ آگے فرمایا کہ ظالموں نے اسی پر بس نہیں کیا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسحور و مجنون کہا اور صحابہ سے کہا کہ تم لوگ تو ایک ایسے آدمی کے پیچھے لگ گئے ہو جس کی عقل جادو کے اثر سے ماری گئی ہے۔ آخری آیت

میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ان باطل اقوال پر اظہار حیرت کرتے ہوئے اور اپنے رسول کی شان میں عظیم گستاخی تصور کرتے ہوئے فرمایا کہ ذرا ان عقل کے اندھے مشرکین کی کافرانہ جرأت تو دیکھیے کہ کبھی آپ کو جادوگر کہتے ہیں، تو کبھی شاعر اور کبھی کاہن ومجنون اور جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ راہ حق سے دور بھٹک گئے ہیں۔ ان کی ہدایت کی اب کوئی امید نہیں ہے۔

وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ : اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اس عجیب وغریب اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۲۰] ”اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر بلاشبہ وہ یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تمھارے بعض کو بعض کے لیے ایک آزمائش بنایا ہے۔ کیا تم صبر کرو گے؟ اور تیرا رب ہمیشہ سے سب کچھ دیکھنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۳۳، ۳۴] ”بے شک ہم جانتے ہیں کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ یقیناً تجھے وہ بات غمگین کرتی ہے جو وہ کہتے ہیں، تو بے شک وہ تجھے نہیں جھٹلاتے اور لیکن وہ ظالم اللہ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسول جھٹلائے گئے تو انھوں نے اس پر صبر کیا کہ وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے، یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آگئی اور کوئی اللہ کی باتوں کو بدلنے والا نہیں اور بلاشبہ یقیناً تیرے پاس ان رسولوں کی کچھ خبریں آئی ہیں۔“

تَبٰرَكَ الَّذِيْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝۱۰

”بہت برکت والا ہے وہ کہ اگر چاہے تو تیرے لیے اس سے بھی بہتر بنا دے ایسے باغات جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہیں اور تیرے لیے کئی محل بنا دے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ وہ اللہ جو بے شمار برکتوں والا ہے، اگر چاہتا تو کفار جو کچھ بیان کرتے ہیں، اس سے کہیں بہتر دنیاوی نعمتیں آپ کو عطا کرتا، ایسے باغات دیتا جن میں نہریں جاری ہوتیں اور ایک محل کیا، آپ کو بہت سے محل دیتا، لیکن اس نے آپ کے لیے ایسا نہیں چاہا۔ اس لیے کہ یہ دنیا آپ کے لیے عیش وآرام کی جگہ نہیں ہے اور اس لیے بھی کہ کوئی اگر آپ پر ایمان لائے تو اس لیے کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں، اس لیے نہیں کہ آپ کے پاس مالِ کثیر اور محلات وقصور ہیں۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۫ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝۱۱ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ

سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا ﴿۱۲﴾ وَ اِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾

’’بلکہ انھوں نے قیامت کو جھٹلا دیا اور ہم نے اس کے لیے جو قیامت کو جھٹلائے، ایک بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جب وہ انھیں دور جگہ سے دیکھے گی تو وہ اس کے لیے سخت غصے کی اور گدھے کی سی آواز سنیں گے۔ اور جب وہ اس کی کسی تنگ جگہ میں آپس میں جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے تو وہاں کسی نہ کسی ہلاکت کو پکاریں گے۔ آج ایک ہلاکت کو مت پکارو، بلکہ بہت زیادہ ہلاکتوں کو پکارو۔‘‘

یعنی یہ لوگ ایسی باتیں تکذیب وعناد کے طور پر کہتے ہیں، چونکہ وہ بعث بعد الموت پر ایمان نہیں رکھتے، اسی لیے قرآن کریم اور آپ کی تکذیب کرتے ہیں۔ اگر آخرت پر ان کا ایمان ہوتا تو وہاں کے عذاب سے بچنے اور جنتوں کی نعمتوں کے حصول کی فکر کرتے۔ آخرت کی تکذیب کرنے والوں کا ٹھکانا اللہ نے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ بنایا ہے، جو جہنمیوں کو دور سے دیکھ کر ہی شدید غضبناک ہو جائے گی اور انھیں اپنی گرفت میں لینے کے لیے چیخنے لگے گی، جسے سن کر جہنمی کانپ اٹھیں گے۔ جب جہنمیوں کے ہاتھ اور پاؤں ان کی گردنوں کے ساتھ زنجیروں سے جکڑ کر جہنم کی ایک تنگ جگہ میں پھینک دیے جائیں گے، تو مارے حسرت و یاس کے پکاریں گے کہ اے ہماری ہلاکت! تو کہاں ہے؟ آ ہمیں ہلاک کر دے، تاکہ اس عذاب سے چھٹکارا پا لیں، تو ان کے حزن و ملال اور غم و اندوہ کو مزید بڑھانے کے لیے ان سے کہا جائے گا کہ ایک نہیں، بہت سی ہلاکتوں کو پکارو، آج تم جس رسوا کن عذاب میں مبتلا ہو وہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ تم بہت ساری ہلاکتوں کو اس سے نجات پانے کے لیے دعوت دو۔

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا : یعنی وہ ان پر ناراضی کی وجہ سے چیخے چلائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۶﴾ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّ هِيَ تَفُوْرُ ﴿۷﴾ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ﴾ [الملك : ٦ تا ٨] ’’اور خاص ان لوگوں کے لیے جنھوں نے اپنے رب کا انکار کیا، جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے، اس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے جیسی آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہو گی۔ قریب ہو گی کہ غصے سے پھٹ جائے۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس دن جہنم لائی جائے گی، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے کھینچ رہے ہوں گے۔‘‘ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ٢٨٤٢]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تمھاری (دنیا کی) آگ دوزخ کی آگ کے

18755

مقابلہ میں (اپنی گرمی اور ہلاکت خیزی میں) سترواں حصہ ہے۔'' لوگوں نے عرض کی، یا رسول اللہ ! (جلانے کے لیے) تو یہ (دنیا ہی کی) آگ کافی تھی۔ آپ نے فرمایا: '' دوزخ کی آگ اس سے انہتر (۶۹) حصے زیادہ گرم ہے اور ہر حصہ دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ۳۲۶۵۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸۴۳]

وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ : تنگ جگہ میں انھیں اس طرح جکڑ دیا جائے گا، جس طرح نیزے میں انی جکڑی ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ [إبراهيم : ۴۹ تا ۵۱] ''اور تو مجرموں کو اس دن زنجیروں میں ایک دوسرے کے ساتھ جکڑے ہوئے دیکھے گا۔ ان کی قمیصیں گندھک کی ہوں گی اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپے ہوگی۔ تاکہ اللہ ہر جان کو اس کا بدلہ دے جو اس نے کمایا۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔''

دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا : ''ثبور'' کے معنی ہلاکت، خرابی، حسرت اور خسارے کے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝ اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝ بَلٰۤى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ﴾ [الإنشقاق : ۱۰ تا ۱۵] ''اور لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا گیا۔ تو عنقریب وہ بڑی ہلاکت کو پکارے گا۔ اور بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔ بلاشبہ وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا۔ یقیناً اس نے سمجھا تھا کہ وہ کبھی (اپنے رب کی طرف) واپس نہیں لوٹے گا۔ کیوں نہیں ! یقیناً اس کا رب اسے خوب دیکھنے والا تھا۔''

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ۝۱۵ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ۝۱۶

''کہہ دے کیا یہ بہتر ہے یا ہمیشگی کی جنت، جس کا متقی لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے، وہ ان کے لیے بدلہ اور ٹھکانا ہوگی۔ ان کے لیے اس میں جو چاہیں گے ہوگا، ہمیشہ رہنے والے، یہ تیرے رب کے ذمے ہو چکا، ایسا وعدہ جو قابل طلب ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اے محمد (ﷺ)! ہم نے ان بدبختوں کا حال بیان کر دیا ہے جو اوندھے منہ دوزخ میں گرائے جائیں گے اور دوزخ درشت چہرے، جوشِ غضب اور چیختے چلاتے ہوئے ان سے ملے گی اور انھیں زنجیروں میں جکڑ کر جہنم کے تنگ مقامات میں پھینک دیا جائے گا کہ نہ کوئی حرکت کر سکیں گے، نہ کوئی مدد طلب کر سکیں گے اور نہ اپنے آپ کو کسی طرح چھڑا سکیں گے۔ تو بتائیے ! کیا یہ دوزخ بہتر ہے یا وہ جنت خلد جس کا اللہ نے اپنے مومن بندوں سے وعدہ فرمایا ہے اور جو ان کے ایمان و عمل صالح کا بدلہ ہوگی اور جو ان کا ابدی ٹھکانا ہوگی۔ وہاں وہ جس چیز کی بھی خواہش

کریں گے، انھیں فوراً ملے گی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ : جنت کی نعمتوں اور دوزخ کے عذاب کا مقابلہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا وَ كُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ هُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى اُولٰٓىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا وَ هُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ۹۸ تا ۱۰۲] ''بے شک تم اور جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں، تم اسی میں داخل ہونے والے ہو۔ اگر یہ معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور یہ سب اسی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے لیے اس میں گدھے جیسی آواز ہوگی اور وہ اس میں نہیں سنیں گے۔ بے شک وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے پہلے بھلائی طے ہو چکی، وہ اس سے دور رکھے گئے ہوں گے۔ وہ اس کی آہٹ نہیں سنیں گے اور وہ اس میں جسے ان کے دل چاہیں گے، ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ : کھانے پینے، پہننے، رہنے سہنے، اعلیٰ سواریوں اور خوش نما مناظر کے تمام لذت بخش سامان انھیں فراہم ہوں گے، علاوہ ازیں انھیں ایسی ایسی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا جنھیں کبھی کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور کسی انسان کے دل میں ان کا وہم و گمان بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْۤ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۳۰ تا ۳۲] ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ ہم تمھارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تمھارے دل چاہیں گے اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تم مانگو گے۔ یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔''

اور فرمایا: ﴿ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ وَ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَ اَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْۤ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَ هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴾ [الزخرف : ۶۸ تا ۷۵] ''اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔ وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور وہ فرماں بردار تھے۔ جنت میں داخل ہو جاؤ تم اور تمھاری بیویاں، تم خوش کیے جاؤ گے۔ ان کے گرد سونے کے تھال اور پیالے لے کر پھرا جائے گا اور اس میں وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔ اور یہی وہ جنت

ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے۔ تمھارے لیے اس میں بہت سے میوے ہیں، جن سے تم کھاتے ہو۔ بے شک مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ وہ ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اسی میں ناامید ہوں گے۔''

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَ اَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰۤؤُلَآءِ
اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ؕ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ
وَ لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَ كَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا
تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّ لَا نَصْرًا ۚ وَ مَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾

''اور جس دن وہ انھیں اور جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے، اکٹھا کرے گا، پھر کہے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا، یا وہ خود راستے سے بھٹک گئے تھے؟ وہ کہیں گے تو پاک ہے، ہمارے لائق نہ تھا کہ ہم تیرے سوا کسی بھی طرح کے دوست بناتے اور لیکن تو نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو سامان دیا، یہاں تک کہ وہ (تیری) یاد کو بھول گئے اور وہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔ سو انھوں نے تو تمھیں اس بات میں جھٹلا دیا جو تم کہتے ہو، پس تم نہ کسی طرح ہٹانے کی طاقت رکھتے ہو اور نہ کسی مدد کی اور تم میں سے جو ظلم کرے گا ہم اسے بہت بڑا عذاب چکھائیں گے۔''

عقیدۂ بعث بعد الموت کی تاکید کے طور پر اللہ نے فرمایا کہ جب وہ میدانِ محشر میں مشرکین اور ان کے معبودوں کو اکٹھا کرے گا، تو ان معبودوں سے پوچھے گا، کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا، یا وہ خود ہی گمراہ ہو گئے تھے؟ تو وہ معبود کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تو تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، جب ہمارے لیے یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا کہ تیرے سوا کسی کو اپنا ولی اور دوست بناتے اور اس کی عبادت کرتے، تو پھر یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ ہم نے غیروں کو یہ حکم دیا ہوگا کہ تم لوگ اللہ کے سوا ہمیں ولی بنا لو اور ہماری عبادت کرو؟ بات یہ ہے کہ تو نے انھیں گوناگوں نعمتوں سے نوازا تھا، تو ہونا یہ چاہیے تھا کہ وہ تیرا شکر ادا کرتے اور تیرے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے، لیکن نتیجہ الٹ رہا، یعنی وہ شہوتوں میں ڈوب کر تجھے بھول گئے اور اس طرح ہلاکت و بربادی ان کی قسمت بن گئی۔

آخری آیت میں انھی مشرکین کو مخاطب کر کے اللہ نے کہا کہ جنھیں تم اپنا معبود کہتے تھے اور جن کی عبادت کرتے تھے، انھی معبودوں نے تمھیں جھٹلا دیا۔ اس لیے اب تم نہ عذاب کو اپنے آپ سے ٹال سکتے ہو اور نہ کوئی تمھاری مدد کے لیے آگے بڑھے گا۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ سنا دیا کہ جو کوئی شرک کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کرے گا، وہ اسے بہت بڑے عذاب میں مبتلا کرے گا۔

ءَاَنۡتُمۡ اَضۡلَلۡتُمۡ عِبَادِیۡ هٰۤؤُلَآءِ اَمۡ هُمۡ ضَلُّوا السَّبِیۡلَ : یعنی انسانوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن جن کو الٰہ بنا رکھا ہے ان سے سوال کیا جائے گا کہ کیا انھوں نے اپنے پوجنے والوں کو یہ تعلیم دی تھی؟ اس قسم کا ایک سوال سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے بھی کیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذۡ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِيۡ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبۡحٰنَكَ مَا يَكُوۡنُ لِيۡۤ اَنۡ اَقُوۡلَ مَا لَيۡسَ لِيۡ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنۡ كُنۡتُ قُلۡتُهٗ فَقَدۡ عَلِمۡتَهٗ ؕ تَعۡلَمُ مَا فِيۡ نَفۡسِيۡ وَلَاۤ اَعۡلَمُ مَا فِيۡ نَفۡسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلۡتُ لَهُمۡ اِلَّا مَاۤ اَمَرۡتَنِيۡ بِهٖۤ ﴾ [المائدة : ۱۱۶، ۱۱۷] ”اور جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو؟ وہ کہے گا تو پاک ہے، میرے لیے بنتا ہی نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں، اگر میں نے یہ بات کہی تھی تو یقیناً تو نے اسے جان لیا، تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے نفس میں ہے، یقیناً تو ہی سب چھپی باتوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔ میں نے انھیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا۔“

وَمَنۡ يَّظۡلِمۡ مِّنۡكُمۡ نُذِقۡهُ عَذَابًا كَبِيۡرًا : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يَلۡبِسُوۡۤا اِيۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الۡاَمۡنُ وَ هُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴾ [الأنعام : ۸۲] ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری: ﴿ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يَلۡبِسُوۡۤا اِيۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الۡاَمۡنُ وَ هُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴾ [الأنعام : ۸۲] ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں“ تو ہم نے عرض کی، یا رسول اللہ! ہم میں سے کون ایسا ہے، جس نے اپنے آپ پر ظلم نہ کیا ہو؟ آپ نے فرمایا: ”بات یہ نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو (یعنی جو کچھ تم سمجھ رہے ہو وہ صحیح نہیں)، یہاں ظلم سے مراد شرک ہے، کیا تم نے لقمان علیہ السلام کی بات نہیں سنی جو انھوں نے اپنے بیٹے سے کی تھی: ﴿ يٰبُنَيَّ لَا تُشۡرِكۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ ﴾ [لقمان : ۱۳] ”اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔“ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿ واتخذ الله إبراهيم خليلا ...... الخ ﴾ : ۳۳۶۰۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب صدق الإيمان و إخلاصه : ۱۲۴]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں حوض پر تمھارا میر سامان ہوں گا اور تم میں سے بعض لوگ وہاں لائے جائیں گے، پھر مجھ سے دور ہٹا دیے جائیں گے، میں کہوں گا، اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں؟ جواب میں کہا جائے گا، آپ نہیں جانتے، انھوں نے آپ کے بعد کیسی کیسی بدعات شروع کر دی تھیں۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب في الحوض : ۶۵۷۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن میری امت میں سے ایک

جماعت مجھ پر پیش کی جائے گی، پھر وہ حوض سے دور کر دیے جائیں گے، میں عرض کروں گا اے میرے رب! یہ تو میری امت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تمھیں معلوم نہیں کہ انھوں نے تمھارے بعد کیا کیا نئی چیزیں گھڑ لی تھیں، یہ لوگ (دین سے) الٹے قدموں واپس لوٹ گئے تھے۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب في الحوض : ٦٥٨٥]

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَ كَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ؑ۝ ٢٠

''اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر بلاشبہ وہ یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تمھارے بعض کو بعض کے لیے ایک آزمائش بنایا ہے۔ کیا تم صبر کرو گے؟ اور تیرا رب ہمیشہ سے سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام، جنھیں اس نے مبعوث فرمایا تھا، وہ کھانا کھاتے تھے اور غذا حاصل کرنے کے لیے وہ بھی محتاج تھے۔ رزق کمانے اور خرید و فروخت کے لیے وہ بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور یہ بات ان کے اور ان کے عظیم منصب کے منافی نہ تھی۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمیشہ سے یہ ہمارا طریقہ رہا ہے کہ ہم اپنی مخلوق میں سے بعض کو بعض کے ذریعے سے آزمائش میں ڈالتے ہیں۔ مومن کو کافر کے ذریعے سے، مال دار کو فقیر کے ذریعے سے، صحت مند کو بیمار کے ذریعے سے اور شریف کو رذیل کے ذریعے سے۔ اس لیے اے میرے رسول! آپ صبر سے کام لیجیے اور مشرکین کی طرف سے آپ کو جو تکلیف پہنچ رہی ہے اسے برداشت کیجیے اور یقین رکھیے کہ آپ کا رب سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ کون صبر کرتا ہے اور کون جزع فزع سے کام لیتا ہے، اسے سب معلوم ہے۔ قیامت کے دن وہ صبر کرنے والوں کو اچھے سے اچھا بدلہ دے گا۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ﴾ [يوسف : ١٠٩] ''اور ہم نے تجھ سے پہلے نہیں بھیجے مگر کچھ مرد، جن کی طرف ہم ان بستیوں والوں میں سے وحی کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ ﴾ [الأنبياء : ٨] ''اور ہم نے انھیں محض جسم نہیں بنایا تھا جو کھانا نہ کھاتے ہوں۔''

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ : یعنی ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ تمھاری آزمائش کی ہے، تاکہ ہم معلوم کر لیں کہ فرماں بردار کون ہے اور نافرمان کون؟ اس آیت کا تقاضا ہے کہ ایمان والوں کو صبر کرنا چاہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَتُبْلَوُنَّ فِيْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۫ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ [آل عمران : ١٨٦] ''یقیناً تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنھوں

نے شرک کیا، ضرور بہت سی ایذا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور متقی بنو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔'' اور فرمایا:
﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٥٥ تا ١٥٧] ''اور یقیناً ہم تمھیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دے۔ وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔''

سیدنا عیاض بن حمار المجاشعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تجھے اس لیے بھیجا ہے کہ تجھے اور تیری وجہ سے اور لوگوں کو آزماؤں۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة و أهل النار : ٢٨٦٥]

وَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ وَ عَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾

''اور ان لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے، یا ہم اپنے رب کو دیکھتے؟ بلاشبہ یقیناً وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انھوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی۔''

کفار مکہ کے لغو قسم کے مطالبات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جیسے تم پر فرشتہ نازل ہوتا ہے، ایسے ہی ہم میں سے ہر ایک پر فرشتہ اترنا چاہیے، تاکہ ہمیں پورا یقین ہو جائے کہ جو تمھاری دعوت ہے وہ درست ہے۔ اگر یہ نہیں ہو سکتا تو ہم کم از کم اپنے رب ہی کو دیکھ لیں، جو ہمیں ایک دفعہ یہ کہہ دے کہ میں فلاں شخص کو رسول بنا کر بھیج رہا ہوں اور تمھیں اس پر ایمان لے آنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے یہ مطالبات اس لیے نہیں ہیں کہ اگر ان کی یہ بات پوری ہو جائے تو یہ ایمان لانے کے لیے بالکل تیار بیٹھے ہیں، بلکہ یہ لوگ ایسی فضول باتیں اس لیے کر رہے ہیں کہ انھیں یہ یقین نہیں ہے کہ مرنے کے بعد ہمارے حضور پیش ہونا ہے۔ اگر انھیں اس بات کا یقین ہوتا تو کبھی ایسی باتیں نہ بناتے۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَ حَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١١١] ''اور اگر واقعی ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیتے اور ان سے مردے گفتگو کرتے اور ہم ہر چیز ان کے پاس سامنے لا جمع کرتے تو بھی وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لے آتے مگر یہ کہ اللہ چاہے اور لیکن ان کے اکثر جہالت برتتے ہیں۔''

لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ وَ عَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا : حق کے مقابلہ میں حقارت آمیز الفاظ انھی کی زبانوں سے نکلتے ہیں جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ عَبَسَ وَ بَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ وَ اسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴾ [المدثر : ٢٢ تا ٢٥] ''پھر اس نے تیوری چڑھائی اور برا منہ بنایا۔ پھر اس نے پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔ پھر اس نے کہا یہ جادو کے سوا کچھ نہیں، جو نقل کیا جاتا ہے۔ یہ انسان کے قول کے سوا کچھ نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَ يَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴾ [الصافات : ٣٥، ٣٦] ''بے شک وہ ایسے لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو تکبر کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کیا واقعی ہم یقیناً اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی خاطر چھوڑ دینے والے ہیں؟'' اور فرمایا: ﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ [الجاثية : ٧ تا ٩] ''بڑی ہلاکت ہے ہر سخت جھوٹے، گناہ گار کے لیے۔ جو اللہ کی آیات سنتا ہے، جبکہ اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں، پھر وہ تکبر کرتے ہوئے اڑا رہتا ہے، گویا اس

نے وہ نہیں سنیں، سو اسے دردناک عذاب کی بشارت دے دے۔ اور جب وہ ہماری آیات میں سے کوئی چیز معلوم کر لیتا ہے تو اسے مذاق بنا لیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔“

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾

”جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن مجرموں کے لیے خوشی کی کوئی خبر نہ ہوگی اور کہیں گے (کاش! ہمارے اور ان کے درمیان) ایک مضبوط آڑ ہو۔“

اس دن سے مراد موت کا دن ہے۔ یعنی یہ کافر، فرشتوں کو دیکھنے کی آرزو تو کرتے ہیں، لیکن موت کے وقت جب یہ فرشتوں کو دیکھیں گے تو ان کے لیے کوئی خوشی اور مسرت نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ فرشتے انھیں اس موقع پر عذاب جہنم کی وعید سناتے ہیں اور کہتے ہیں اے خبیث روح! خبیث جسم سے نکل۔ جس سے روح جسم میں چھپتی پھرتی ہے، جس پر فرشتے اسے مارتے پیٹتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴾ [النحل : ٢٨، ٢٩] ”جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، تو وہ فرماں برداری پیش کرتے ہیں کہ ہم کوئی برا کام نہیں کیا کرتے تھے۔ کیوں نہیں! یقیناً اللہ خوب جاننے والا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔ پس جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہنے والے ہو، سو بلاشبہ وہ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٩٣] ”اور کاش! تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، نکالو اپنی جانیں، آج تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس کے بدلے جو تم اللہ پر ناحق (باتیں) کہتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔“

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک انصاری کے جنازے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، جب ہم قبرستان پہنچے تو قبر ابھی تیار نہیں ہوئی تھی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد (اس قدر خاموشی سے) بیٹھ گئے، گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے، آپ نے سر مبارک اوپر اٹھایا اور فرمایا: ”عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔“ آپ نے یہ بات دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمائی، پھر (مومن آدمی کے اخروی سفر کے حالات بیان کیے، پھر) فرمایا: ”کافر آدمی جب دنیا سے کوچ کرنے لگتا ہے اور اس کا اخروی سفر شروع ہونے لگتا ہے تو اس کی طرف سیاہ چہرے والے فرشتے نازل ہوتے ہیں،

ان کے پاس ٹاٹ (کے کفن) ہوتے ہیں اور وہ اس سے حد نگاہ کے فاصلے پر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے، اے خبیث روح! نکل (اور چل) اللہ کے غصے اور غضب کی طرف، روح جسم کے اندر چھپتی پھرتی ہے، لیکن ملک الموت اسے اس طرح باہر کھینچ لیتا ہے، جیسے کانٹے دار لوہے کی سیخ گیلی اون سے باہر نکالی جاتی ہے، جب ملک الموت اس کی روح نکال لیتا ہے تو دوسرے فرشتے لمحہ بھر کے لیے بھی اسے ملک الموت کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے، بلکہ اسے ٹاٹ (کے کفن) میں لپیٹ لیتے ہیں۔ تو اس سے ایسی گندی بو آتی ہے جیسی زمین پر کسی مردار سے اٹھنے والی سڑاند ہو۔ فرشتے اسے لے کر اوپر (آسمان کی طرف) جاتے ہیں تو (راستے میں) جہاں کہیں ان کا گزر مقرب فرشتوں پر ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ کس خبیث کی روح ہے؟ جواب میں فرشتے کہتے ہیں، یہ فلاں بن فلاں کی روح ہے۔ وہ اس کا وہ بدترین نام لیتے ہیں جو دنیا میں لیا جاتا تھا، یہاں تک کہ فرشتے اسے لے کر آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ فرشتے آسمان کا دروازہ کھولنے کے لیے درخواست کرتے ہیں، لیکن دروازہ نہیں کھولا جاتا۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٤٠] ''ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے اور ہم مجرموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔'' اور فرمایا: ''پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، سب سے نچلی زمین میں سجین (جیل) میں اس کا اندراج کر لو، اور اس کافر کی روح بری طرح زمین پر پٹخ دی جاتی ہے۔'' اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴾ [الحج : ٣١] ''اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔'' [مسند أحمد : ٢٨٧/٤، ٢٨٨، ح : ١٨٥٦١]

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝۲۳

''اور ہم اس کی طرف آئیں گے جو انھوں نے کوئی بھی عمل کیا ہوگا تو اسے بکھرا ہوا غبار بنا دیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے میدانِ محشر میں کافروں کی محرومی کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا میں انھوں نے جو عمل محض دکھاوے کے لیے کیا تھا، قیامت کے دن اس کی کوئی قیمت نہیں ہوگی۔ وہ فضا میں پھیلے ہوئے غبار کی مانند بے وقت و بے معنی ہو جائے گا۔ ''هَبَآءً'' ان باریک ذروں کو کہتے ہیں جو روشن دان سے گھر کے اندر داخل ہونے والی سورج کی کرنوں میں محسوس ہوتے ہیں، لیکن اگر کوئی انھیں ہاتھ میں پکڑنا چاہے تو یہ ممکن نہیں۔ یہاں کافروں کے اعمال کو جس طرح بے حیثیت ذروں کی مثل کہا گیا ہے، اسی طرح دوسرے مقامات پر کہیں راکھ سے، کہیں سراب سے اور کہیں صاف

چکنے پتھر سے تعبیر کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ ﴾ [إبراهيم : ١٨] ''ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، ان کے اعمال اس راکھ کی طرح ہیں جس پر آندھی والے دن میں ہوا بہت سخت چلی۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں تمام شریکوں سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں، سو جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کیا تو میں اس کو بھی اور اس کے شرک (کے کام) کو بھی چھوڑ دیتا ہوں۔'' [مسلم، كتاب الزهد و الرقاق، باب تحريم الرياء : ٢٩٨٥]

سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے دین میں کوئی ایسا کام کیا جس کی بنیاد شریعت میں نہیں، تو وہ کام مردود ہے۔'' [بخاری، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور : ٢٦٩٧۔ مسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة : ١٧١٨]

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَىِٕذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِيْلًا ۝۲۴

''اس دن جنت والے ٹھکانے کے اعتبار سے نہایت بہتر اور آرام گاہ کے اعتبار سے کہیں اچھے ہوں گے۔''

بعض نے اس سے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ اہل ایمان کے لیے قیامت کا یہ ہولناک دن اتنا مختصر اور ان کا حساب اتنا آسان ہوگا کہ قیلولے کے وقت تک یہ فارغ ہو جائیں گے اور جنت میں اپنے اہل خاندان اور حور عین کے ساتھ دوپہر کو استراحت فرما ہوں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ وَ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَ اَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْۤ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴾ [الزخرف : ٦٨ تا ٧٣] ''اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔ وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور وہ فرماں بردار تھے۔ جنت میں داخل ہو جاؤ تم اور تمھاری بیویاں، تم خوش کیے جاؤ گے۔ ان کے گرد سونے کے تھال اور پیالے لے کر پھرا جائے گا اور اس میں وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔ اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے۔ تمھارے لیے اس میں بہت سے میوے ہیں، جن سے تم کھاتے ہو۔''

سیدنا عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(جنت کا) خیمہ ایک موتی ہے، جو اندر سے خالی ہوگا، اس کی بلندی تیس میل تک ہے، اس کے ہر کونے میں مومن کی بیوی ہوگی، جسے دوسرے نہ دیکھ سکیں

گے۔" [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۴۳۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فی صفة خیام الجنة ...... الخ : ۲۸۳۸]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے (جنت میں) ایسی ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ وہ کسی آدمی کے حاشیہ خیال ہی میں گزری ہیں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ﴾ [السجدة : ۱۷] "پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے۔" [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۴۴]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت میں ایک کمان کے برابر یا ایک قدم کے برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر جنت کی کوئی عورت زمین کی طرف جھانک لے تو آسمان سے لے کر زمین تک روشنی ہو جائے اور آسمان سے لے کر زمین تک ہر طرف خوشبو پھیل جائے اور اس کے سر کا دوپٹا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔" [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة و النار : ٦٥٦٨]

وَ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَ نُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَ كَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾

"اور جس دن آسمان بادل کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے اتارے جائیں گے، لگاتار اتارا جانا۔ اس دن حقیقی بادشاہی رحمان کی ہوگی اور کافروں پر وہ بہت مشکل دن ہوگا۔"

مظاہر قیامت اور منکرین آخرت کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ اس دن آسمان پھٹ جائے گا، ستارے غائب ہو جائیں گے اور پورا نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا، فرشتے اتر کر تمام مخلوقات کو میدانِ محشر میں گھیر لیں گے، اس دن صرف اللہ کی بادشاہی رہ جائے گی، دنیا کے تمام بادشاہ عاجز بندوں کی حیثیت سے میدانِ محشر میں اکٹھے ہوں گے اور عذاب کی سختی کا تصور کر کے کافروں کا بہت ہی برا حال ہوگا۔

وَ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَ نُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَ انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾ وَّ الْمَلَكُ عَلٰۤى اَرْجَآئِهَا ؕ وَ يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴾ [الحاقة : ۱۳ تا ۱۷] "پس جب صور میں پھونکا جائے گا، ایک بار پھونکنا۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھایا جائے گا، پس دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک بار ٹکرا دینا۔ تو اس دن ہونے والی ہو جائے گی۔ اور آسمان پھٹ جائے گا، پس وہ اس دن کمزور ہوگا۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے اور تیرے رب کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔"

﴿ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴾ [الحج : ٥٦] ''تمام بادشاہی اس دن اللہ کی ہوگی، وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا، پھر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو (اپنی) مٹھی میں لے لے گا اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے، تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ لما خلقت بیدی ﴾ : ۷٤۱۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمانوں کو دائیں ہاتھ پر لپیٹ لے گا اور پھر فرمائے گا، میں ہوں بادشاہ، کہاں ہیں آج زمین کے بادشاہ؟'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ ملك الناس ﴾ : ۷۳۸۲]

﴿ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۙ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴾ [المدثر : ۸ تا ۱۰] ''سو جب صور میں پھونکا جائے گا۔ تو وہ اس دن، ایک مشکل دن ہے۔ کافروں پر آسان نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾ [القمر : ٦ تا ٨] ''سو ان سے منہ پھیر لے۔ جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے یہ بڑا مشکل دن ہے۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۚ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۚ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۚ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۚ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۙ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۙ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۭ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۙ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۙ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴾ [الحاقۃ : ۲۵ تا ۳۷] ''اور لیکن جسے اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔ اور میں نہ جانتا میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش کہ وہ (موت) کام تمام کر دینے والی ہوتی۔ میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ میری حکومت مجھ سے برباد ہوگئی۔ اسے پکڑو، پس اسے طوق پہنادو۔ پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دو۔ پھر ایک زنجیر میں، جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے، پس اسے داخل کر دو۔ بلاشبہ وہ بہت عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ سو آج یہاں نہ اس کا کوئی دلی دوست ہے۔ اور نہ اس کے لیے زخموں کے دھوون کے سوا کوئی کھانا ہے۔ جسے گناہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا۔''

وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾

''اور جس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا، کہے گا اے کاش! میں رسول کے ساتھ کچھ راستہ اختیار کرتا۔ ہائے میری بربادی! کاش کہ میں فلاں کو دلی دوست نہ بناتا۔''

یعنی مارے حسرت وندامت کے دانتوں سے اپنی انگلیاں کاٹیں گے اور کہیں گے، اے کاش! دنیا میں ہم نے رسول کی بات مانی ہوتی اور اس پر ایمان لے آئے ہوتے۔ اے کاش! میں نے فلاں ظالم کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نافرمانوں سے دوستی اور وابستگی نہیں رکھنی چاہیے۔ اس لیے کہ صحبت صالح سے انسان اچھا اور صحبت طالع سے انسان برا بنتا ہے۔ اکثر لوگوں کی گمراہی کی وجہ غلط دوستوں کا انتخاب اور صحبت بد کا اختیار کرنا ہی ہے۔ اسی لیے حدیث میں بھی صالحین کی صحبت کی تاکید اور بری صحبت سے اجتناب کو ایک بہترین مثال سے واضح کیا گیا ہے۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نیک اور برے دوست کی مثال کستوری والے اور بھٹی دھونکنے والے کی مانند ہے۔ کستوری والا یا تو تمھیں (تحفہ کے طور پر) کچھ دے دے گا، یا تم اس سے خرید لو گے، یا تم اس سے اچھی خوشبو ہی پا لو گے اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمھارے کپڑے جلا دے گا، یا تم اس سے بدبودار دھواں حاصل کرو گے۔'' [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب المسك : ٥٥٣٤۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب مجالسة الصالحین : ٢٦٢٨]

لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾

''بے شک اس نے تو مجھے نصیحت سے گمراہ کر دیا، اس کے بعد کہ میرے پاس آئی اور شیطان ہمیشہ انسان کو چھوڑ جانے والا ہے۔''

یعنی شیطان نے مجھے قرآن پر ایمان لانے سے روکا اور طرح طرح کے جھوٹے دلائل کے ذریعے سے مجھے باور کرایا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ شیطان کی تو صفت ہی یہ ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں سے جھوٹے وعدے کرتا ہے اور گمراہی کی راہ پر دور تک لے جاتا ہے، پھر بھٹکتا ہوا چھوڑ کر چل دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَ مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَ لُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [إبراهيم : ٢٢] ''اور شیطان کہے گا، جب سارے کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا کہ بے شک اللہ نے تم سے وعدہ کیا، سچا وعدہ اور میں نے تم سے وعدہ کیا تو میں نے تم سے خلاف ورزی

کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا، سوائے اس کے کہ میں نے تمھیں بلایا تو تم نے میرا کہنا مان لیا، اب مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو، نہ میں تمھاری فریاد کو پہنچنے والا ہوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو، بے شک میں اس کا انکار کرتا ہوں جو تم نے مجھے اس سے پہلے شریک بنایا۔ یقیناً جو لوگ ظالم ہیں انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' شیطان آخرت ہی میں نہیں بلکہ دنیا میں بھی انسانوں کو مصیبت میں گرفتار دیکھ کر علیحدہ ہو جاتا ہے، اپنے تمام وعدوں سے دستبردار ہو جاتا ہے اور انسانوں کے کچھ کام نہیں آتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ وَ اللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [الأنفال : ٤٨] ''اور جب شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوشنما بنا دیے اور کہا آج تم پر لوگوں میں سے کوئی غالب آنے والا نہیں اور یقیناً میں تمھارا حمایتی ہوں، پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ اپنی ایڑیوں پر واپس پلٹا اور اس نے کہا بے شک میں تم سے بری ہوں، بے شک میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔''

وَ قَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝۳۰

''اور رسول کہے گا اے میرے رب! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑا ہوا بنا رکھا تھا۔''

قیامت کے دن رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور مشرکین مکہ کا شکوہ کریں گے کہ اے میرے رب! انھی لوگوں نے دنیا میں تیرے قرآن کے ساتھ بے اعتنائی برتی تھی، جب ان کے سامنے اس کی تلاوت ہوتی تھی تو یہ لوگ اس کا مذاق اڑاتے، سیٹیاں بجاتے اور مختلف قسم کی آوازیں نکالتے تھے، تاکہ لوگ غور سے نہ سن سکیں۔ یہ شکوہ اس لیے ہوگا تاکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کے لیے بڑھا دیا جائے۔

''هَجرِ قُرآن'' یعنی قرآن کریم کو چھوڑ دینا، تو یہ کئی طرح سے ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص اسے غور سے نہ سنے اور اس پر ایمان نہ لائے، اس پر عمل نہ کرے، اپنے تمام معاملات میں اسے فیصل نہ مانے اور اس میں غور و فکر نہ کرے۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا ۝۳۱

''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے مجرموں میں سے کوئی نہ کوئی دشمن بنایا اور تیرا رب ہدایت دینے والا اور مدد کرنے والا کافی ہے۔''

کفار مکہ نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے اور قدم قدم پر ان کی دعوت کے آڑے آتے تھے، تو ایک انسان ہونے کی حیثیت سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی تھی اور کبھی کبھار دل برداشتہ بھی ہو جاتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو

تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ سے پہلے جتنے انبیاء آئے، مجرم قوم میں سے کوئی نہ کوئی ان کا بڑا پکا دشمن ہوتا تھا، جو ان کی ایذا رسانی کے درپے ہوتا اور لوگوں کو اپنے کفر کی طرف بلاتا تھا۔ اس لیے آپ دل برداشتہ نہ ہوں اور یقین رکھیے کہ جو بھی اللہ کی کتاب پر ایمان لائے گا اور آپ کی تصدیق کرے گا، اللہ اسے دنیا و آخرت دونوں جہاں میں ہدایت دے گا اور اس کی مدد فرمائے گا۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ : مجرم جو نبیوں کے ساتھ دشمنی کرتے رہے، جنات میں سے بھی ہوتے تھے اور انسانوں میں سے بھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۱۲] ”اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دشمن بنا دیا، ان کا بعض بعض کی طرف ملمع کی ہوئی بات دھوکا دینے کے لیے دل میں ڈالتا رہتا ہے اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس چھوڑ انھیں اور جو وہ جھوٹ گھڑتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ۳۵] ”پس صبر کر جس طرح پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی کا مطالبہ نہ کر، جس دن وہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی کے سوا نہیں رہے۔ یہ پہنچا دینا ہے، پھر کیا نافرمان لوگوں کے سوا کوئی اور ہلاک کیا جائے گا؟“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابو جہل اپنے دوستوں سمیت وہاں بیٹھا ہوا تھا اور ایک دن پہلے ایک اونٹنی ذبح کی گئی تھی۔ ابو جہل نے کہا کہ تم میں سے کون جا کر اس فلاں قبیلہ کی اونٹنی کی بچہ دانی لاتا ہے اور اس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیتا ہے، جب وہ سجدے میں جائیں گے؟ یہ سن کر ان کا بدبخت و شقی (عقبہ بن ابی معیط ملعون) اٹھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدے میں گئے، تو اس نے وہ بچہ دانی لا کر آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دی۔ پھر ان لوگوں نے ہنسنا شروع کر دیا اور مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ میں کھڑا دیکھ رہا تھا۔ میں اگر زور آور ہوتا (یعنی میرے مددگار لوگ ہوتے) تو میں اس کو آپ کی پیٹھ سے پھینک دیتا، ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے ہی میں رہے اور آپ نے سر نہیں اٹھایا، یہاں تک کہ ایک آدمی گیا اور اس نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر کی تو وہ آئیں اور اس وقت وہ (چھوٹی عمر کی) لڑکی تھیں، انھوں نے اس کو آپ کی پیٹھ سے اتارا اور پھر ان لوگوں کی طرف آئیں اور ان کو برا بھلا کہا، پھر جب آپ نماز پڑھ چکے، تو آپ نے بلند آواز سے ان پر بد دعا کی۔ [مسلم، کتاب الجهاد، باب ما لقي النبي صلی اللہ علیہ وسلم من أذى المشركين والمنافقين : ۱۷۹٤]

﴿ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴾ : یعنی آپ مجرموں کی طرف سے مخالفت کی قطعاً پروا نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر اپنا کام جاری رکھیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [المائدة : ٦٧] ''اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تو نے نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ بے شک اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴾ [الصافات : ١٧١ تا ١٧٥] ''اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے طے ہو چکی۔ کہ بے شک وہ، یقیناً وہی ہیں جن کی مدد کی جائے گی۔ اور بے شک ہمارا لشکر، یقیناً وہی غالب آنے والا ہے۔ سو ایک وقت تک ان سے منہ موڑ لے۔ اور انھیں دیکھ، پس وہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے۔''

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝۳۲

''اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ قرآن اس پر ایک ہی بار کیوں نہ نازل کر دیا گیا؟ اسی طرح (ہم نے اتارا) تاکہ ہم اس کے ساتھ تیرے دل کو مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا، خوب ٹھہر کر پڑھنا۔''

مشرکین مکہ کبر و نخوت میں آکر بغیر کسی معقول سبب کے کہتے تھے کہ جس طرح تورات، انجیل اور زبور ایک بار میں مکمل نازل ہو گئی تھیں، اسی طرح قرآن بھی ایک ہی بار کیوں نہ اتارا گیا؟ حالانکہ اس طرح کے سوالات کرنے کا انھیں کوئی حق نہیں پہنچتا تھا، یہ محض ان کے کفر و عناد کا نتیجہ تھا۔ نبی کریم ﷺ کو ان کے اس قسم کے اعتراضات سے تکلیف پہنچتی تھی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں اطمینان دلانے کے لیے فرمایا کہ قرآن کریم آیتوں اور سورتوں کی شکل میں اس لیے نازل ہو رہا ہے، تاکہ آپ کے دل کو اس سے تقویت پہنچتی رہے اور آپ کی ہمت افزائی ہوتی رہے۔ قرآن کریم اس لیے بھی ٹکڑوں میں نازل ہو رہا ہے، تاکہ اس کا یاد کرنا، اسے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا آسان ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ١٠٦] ''اور عظیم قرآن، ہم نے اس کو جدا جدا کر کے (نازل) کیا، تاکہ تو اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور ہم نے اسے نازل کیا، (تھوڑا تھوڑا) نازل کرنا۔''

وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝۳۳ ؕ

''اور وہ تیرے پاس کوئی مثال نہیں لاتے مگر ہم تیرے پاس حق اور بہترین تفسیر بھیج دیتے ہیں۔''

اس آیت میں بھی قرآن کریم کے تئیس سالوں میں نازل کیے جانے کی حکمت بیان کی گئی ہے اور مشرکین مکہ کے اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! اس کی ایک حکمت یہ ہے کہ کفارِ مکہ جب بھی کوئی کافرانہ اور معاندانہ اعتراض کریں گے، تو ہم بروقت انھیں ایسا مسکت جواب دیں گے کہ انھیں منہ کی کھانا پڑے گی۔

اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِیْلًا ۳۴ ع

’’وہ لوگ جو اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے وہی ٹھکانے میں بدترین اور راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہیں۔‘‘

اس آیت میں انھی منکرین آخرت اور قرآن پر معاندانہ اعتراض کرنے والے مشرکین مکہ کا انجام بد بتایا گیا ہے کہ فرشتے انھیں چہروں کے بل گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے جائیں گے اور کہیں گے، یہ لوگ دنیا میں گمراہ ترین لوگ تھے اور آخرت میں اپنے انجام کے اعتبار سے بدترین لوگ ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ۴۷ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴾ [القمر : ۴۷، ۴۸] ’’یقیناً مجرم لوگ بڑی گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔ جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں پر گھسیٹے جائیں گے، چکھو آگ کا چھونا۔‘‘

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! قیامت کے دن کافر اپنے منہ کے بل کیسے جمع کیے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: ’’جس نے دنیا میں انسان کو دو پاؤں پر چلایا، کیا وہ اس کو قیامت کے دن منہ کے بل چلانے پر قادر نہیں؟‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ الذین یحشرون علی وجوههم إلی جهنم ﴾ : ۴۷۶۰]

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِیْرًا ۳۵ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَی الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِیْرًا ۳۶

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو بوجھ بٹانے والا بنا دیا۔ پھر ہم نے کہا کہ دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، بری طرح ہلاک کرنا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی اور ان کے بھائی ہارون کو ان کا مددگار بنایا اور انھیں حکم دیا کہ وہ فرعون اور قبطیوں کے سامنے دعوت توحید پیش کریں۔ انھوں نے ایسا ہی کیا، لیکن فرعون اور فرعونیوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور معجزات کو جھٹلا دیا اور موسیٰ و ہارون (علیہما السلام) کی دعوتِ توحید کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں قلزم (بحر احمر) میں غرق کر دیا۔

وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰیَةً ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ

عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾

"اورنوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بھی دعوت توحید کا مشن اور منہج دے کر ان کی قوم کے پاس بھیجا، لیکن نوح علیہ السلام کی سالہا سال پر محیط کوششوں کے باوجود وہ لوگ ایمان نہ لائے اور نوح علیہ السلام اور ان سے قبل کے تمام انبیاء کی تکذیب کر دی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انھیں طوفان کے ذریعے سے ہلاک کر دیا اور آنے والے لوگوں کے لیے ان کی ہلاکت کو درس عبرت بنا دیا۔ جبکہ آخرت میں دردناک عذاب ان ظالموں کا انتظار کر رہا ہے۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الشعراء : ۱۱۹ تا ۱۲۲] "تو ہم نے اسے اور ان کو جو اس کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں تھے، بچا لیا۔ پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور بلاشبہ تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔"

وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾

"اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔"

قوم عاد، قوم ثمود اور کنویں کے قریب رہنے والوں نے بھی اپنے انبیاء کی تکذیب کی اور دوسری بہت سی قوموں نے بھی اپنے انبیاء کی تکذیب کی، تو اللہ تعالیٰ نے سب کو انبیاء کے ذریعے مثالیں دے کر اور دوسری قوموں کے واقعات سنا کر راہ راست پر لانے کی کوشش کی، لیکن جب ان کے حق میں کوئی دلیل و حجت مفید ثابت نہ ہوئی اور وہ اپنے کفر و عناد پر مصر رہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔

وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴾ [بني إسرائيل : ۱۷] "اور ہم نے نوح کے بعد کتنے ہی زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے اور تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا کافی ہے۔"

وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾

’’اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر آ چکے، جس پر بارش برسائی گئی، بری بارش، تو کیا وہ اسے دیکھا نہ کرتے تھے؟ بلکہ وہ کسی طرح اٹھائے جانے کی امید نہ رکھتے تھے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں قوم لوط کی بستیوں سدوم وعمورہ کا ذکر ہے، جن کے رہنے والوں نے لوط علیہ السلام کو جھٹلایا، ان کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور فعل بد پر مصر رہے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ مشرکین مکہ اپنے تجارتی سفروں میں شام و فلسطین جاتے ہوئے ان بستیوں سے گزرتے تھے اور دیکھتے تھے کہ اب وہ بستیاں نشانِ عبرت بن گئی ہیں، لیکن اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے تھے، اس لیے کہ انھیں آخرت میں حساب اور جزا و سزا پر یقین ہی نہیں تھا۔

وہ بستی جس پر المناک بارش کے نزول کا ذکر کیا گیا ہے، وہ سیدنا لوط علیہ السلام کی بستی تھی، اس سلسلہ میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۢ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴾ [القمر : ۳۳، ۳۴] ’’لوط کی قوم نے ڈرانے والوں کو جھٹلا دیا۔ بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ایک ہوا بھیجی، سوائے لوط کے گھر والوں کے، انھیں ہم نے صبح سے کچھ پہلے نجات دی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَاۗءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الشعراء : ۱۷۳ تا ۱۷۵] ’’اور ہم نے ان پر بارش برسائی، زبردست بارش۔ پس ان لوگوں کی بارش بری تھی جنھیں ڈرایا گیا تھا۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان والے نہیں تھے۔ اور بلا شبہ تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الحجر : ۷۴ تا ۷۷] ’’تو ہم نے اس کے اوپر کا حصہ اس کا نیچے کا حصہ کر دیا اور ان پر کھنگر کے پتھروں کی بارش برسائی۔ بے شک اس میں گہری نظر سے دیکھنے والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور بے شک وہ (بستی) یقیناً ایک دائمی (آباد) راستے پر ہے۔ بے شک اس میں ایمان والوں کے لیے یقیناً بڑی نشانی ہے۔‘‘

وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۭ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾

’’اور جب وہ تجھے دیکھتے ہیں تو تجھے نہیں بناتے مگر مذاق، کیا یہی ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ بے شک یہ تو

قریب تھا کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے گمراہ ہی کر دیتا، اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم ان پر جمے رہے۔ اور عنقریب وہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے، کون راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہے۔‘‘

یعنی کفار مکہ کیسے ہدایت حاصل کر سکتے ہیں جبکہ ان کا محبوب مشغلہ ہی یہ ہے کہ وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو ایک دوسرے کو کہتے ہیں، کیا یہ ہیں وہ صاحب! جو اللہ کا رسول ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں؟ کیا یہی شخص اللہ تعالیٰ کو اپنی ساری مخلوق میں سے رسالت کے لیے پسند آیا تھا؟ اس کی حیثیت کو دیکھو اور اس کے بلند بانگ دعویٰ کو دیکھو۔ کیا ہم اتنے ہی عقل کے اندھے ہیں کہ اس کے اس دعویٰ کو درست تسلیم کر لیں؟ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ جو کلام یہ پیش کرتا ہے اس میں جادو کا اثر ہوتا ہے، جو بڑے بڑوں کے قدم پھسلا سکتا ہے اور سننے والوں کو اپنا گرویدہ بنا سکتا ہے اور اگر ہم پوری مستقل مزاجی اور ثابت قدمی سے اپنے باپ دادا کے دین پر جمے نہ رہتے تو اس نے کب سے ہمیں اپنے معبودوں سے برگشتہ کر دیا ہوتا۔ آیت کے آخر میں اللہ نے فرمایا کہ جب وہ لوگ اپنی آنکھوں سے دنیا یا آخرت میں عذاب کو دیکھ لیں گے، تو انھیں پتا چل جائے گا کہ گم گشتۂ راہ کون ہے؟ وہ یا اللہ کے رسول اور مومنین۔ دنیاوی عذاب کے اعتبار سے جب میدانِ بدر میں کفارِ مکہ قتل کیے گئے اور جو رہ گئے قید کر لیے گئے، تو یہ اس بات کی واضح دلیل تھی کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے مقابلے میں وہی لوگ گمراہ تھے۔ اخروی عذاب سے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا ﴾ [مریم : ۷۵] ’’کہہ دے جو شخص گمراہی میں پڑا ہو تو لازم ہے کہ رحمان اسے ایک مدت تک مہلت دے، یہاں تک کہ جب وہ اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، یا تو عذاب اور یا قیامت کو، تو ضرور جان لیں گے کہ کون ہے جو مقام میں زیادہ برا اور لشکر کے اعتبار سے زیادہ کمزور ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ۝ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴾ [الزمر : ۳۹، ۴۰] ’’کہہ دے اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو، بے شک میں بھی عمل کرنے والا ہوں، پھر تم جلد ہی جان لو گے۔ کہ کون ہے جس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا اور کس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب اترتا ہے۔‘‘

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۙ۝

’’کیا تو نے وہ شخص دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو بنا لیا، تو کیا تو اس کا ذمہ دار ہوگا۔‘‘

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی مزید تسلی کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو اپنی خواہش نفس کا بندہ ہو کہ آج ایک پتھر کی پوجا کر رہا ہے اور کل اگر اسے کوئی دوسرا پتھر خوبصورت نظر آ جاتا ہے، تو پہلے کو چھوڑ کر دوسرے کو پوجنے لگتا ہے۔ کیا آپ ایسے گرے انسان کو راہِ راست پر لا سکتے ہیں؟ آپ ایسا نہیں کر سکتے، اس لیے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیجیے۔

أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٤﴾ ع

''یا تو گمان کرتا ہے کہ واقعی ان کے اکثر سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں، وہ نہیں ہیں مگر چوپاؤں کی طرح، بلکہ وہ راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہیں۔''

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے انھی مشرکین مکہ کی انتہائی گری ہوئی حالت بیان کی جا رہی ہے کہ کیا آپ سمجھتے ہیں، ان سے جو کہا جا رہا ہے اسے وہ سن رہے ہیں اور جو مطالبہ کیا جا رہا ہے اسے سمجھ رہے ہیں؟ ہرگز نہیں، یہ تو جانوروں کی مانند ہیں، بلکہ جانوروں سے بدتر ہیں کہ جانور کم از کم آنے جانے کی راہ کو تو سمجھتا ہے اور چرواہے کی آواز سن کر اس کے مطابق دائیں بائیں تو ہوتا ہے، لیکن یہ لوگ نہ تو اپنے رب کو پہچانتے ہیں اور نہ اس کے رسول کی پکار کا جواب دیتے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ﴿٤٥﴾ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ﴿٤٦﴾

''کیا تو نے اپنے رب کو نہیں دیکھا، اس نے کس طرح سائے کو پھیلا دیا اور اگر وہ چاہتا تو اسے ضرور ساکن کر دیتا، پھر ہم نے سورج کو اس پر دلالت کرنے والا بنایا۔ پھر ہم نے اسے اپنی طرف سمیٹ لیا، تھوڑا تھوڑا سمیٹنا۔''

یہاں اللہ تعالیٰ ان دلائل کو بیان فرما رہا ہے جو اس کے وجودِ پاک اور اس کی قدرت کاملہ پر دلالت کرتے ہیں۔ ان میں پہلی دلیل ''سایہ'' ہے، جو طلوع فجر سے طلوعِ آفتاب تک پایا جاتا ہے۔ اس مدت میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ''سائے'' کو پوری کائنات پر پھیلا دیتا ہے، پھر جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو وہ سایہ آہستہ آہستہ سمٹنے لگتا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو اسے ساکن و ثابت بنا دیتا، لیکن اللہ اپنے بندوں کی مصلحت کے مطابق اسے سمیٹتا جاتا ہے، یہاں تک کہ دن چڑھ آتا ہے۔ کچھ دیر بعد آفتاب مغرب کی طرف مائل ہونے لگتا ہے اور آہستہ آہستہ سایہ دوبارہ پھیلنے لگتا ہے، تاکہ دن کے مختلف حصے اور نمازوں کے اوقات جانے جائیں، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور رات کی تاریکی چھا جاتی ہے۔ سائے کا اس طرح شام کے وقت بتدریج پھیلنا، صبح کے وقت بتدریج اس کا سمٹنا اور بندوں کے بہت سے مصالح اور منافع کا اس سے متعلق ہونا، اللہ کی قدرت، علم و حکمت اور بندوں کے لیے اس کی رحمت عام ہونے کی دلیل ہے۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ﴿٤٧﴾

''اور وہی ہے جس نے تمھارے لیے رات کو لباس بنایا اور نیند کو آرام اور دن کو اٹھ کھڑا ہونا بنایا۔''

رات کو لباس بنانے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح لباس جسم کو چھپا لیتا ہے، اسی طرح رات بھی انسان کو چھپا لیتی ہے۔ جس

طرح لباس سردی، گرمی اور گرد و غبار سے بچاتا ہے، اسی طرح رات بھی ہمہ اوقات محنت و مشقت کرنے سے بچاتی ہے۔ رات کے وقت عموماً انسان اپنے تمام کاروبار سمیٹ کر آرام کرتا ہے، پھر سو جاتا ہے تو دن بھر کی تکان دور کر لیتا ہے اور پھر کام کرنے کے لیے تروتازہ ہو جاتا ہے۔ انسان کے راحت و آرام اور چین و سکون کے لیے رات کا بنانا اور کسب معاش اور دوسرے تمام کاموں کے لیے دن کا بنانا یہ سب اللہ کی مہربانی نہیں تو اور کیا ہے؟ ان نعمتوں کی شکر گزاری میں انسان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنا چاہیے نہ کہ دوسروں کے سامنے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۙ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴾ [النبا : ۹ تا ۱۱] ''اور ہم نے تمھاری نیند کو (باعث) آرام بنایا۔ اور ہم نے رات کو لباس بنایا۔ اور ہم نے دن کو روزی کمانے کے لیے بنایا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [القصص : ۷۳] ''اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا ہے، تاکہ اس میں آرام کرو اور تاکہ اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴾ [الروم : ۲۳] ''اور اس کی نشانیوں میں سے تمھارا دن اور رات میں سونا اور تمھارا اس کے فضل سے (حصہ) تلاش کرنا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔''

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو (سونے کے لیے) بستر پر لیٹتے تو اپنا (دایاں) ہاتھ اپنے رخسار مبارک کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے: ((اَللّٰهُمَّ ! بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَ اَحْيَا)) ''اے میرے اللہ! تیرے نام کے ساتھ مرتا (یعنی سوتا) ہوں اور تیرے ہی نام کے ساتھ جیتا (یعنی بیدار ہوتا) ہوں۔'' اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَيْهِ النُّشُوْرُ)) ''سب تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔'' [بخاري، كتاب الدعوات، باب وضع اليد تحت الخد اليمنى : ٦٣١٤۔ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب الدعاء عند النوم : ٢٧١١]

وَ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾

''اور وہی ہے جس نے ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری کے لیے بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا۔''

اللہ کی قدرت کاملہ کی ایک دلیل ''بارش کا پانی'' ہے جو ذائقے میں میٹھا ہوتا ہے اور پاک کرنے والا ہوتا ہے۔ اسے انسان اور حیوان سبھی پیتے ہیں اور لوگ اس کے ذریعے سے طہارت اور پاکیزگی حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پانی کو پیدا کیا، اسے بارش کی شکل میں زمین پر برسایا، انسانوں اور حیوانوں کے جسموں کو اس کا محتاج بنایا اور پھر انھیں اس کا پینا اور استعمال کرنا سکھایا، یہ ساری چیزیں اس کے ''رب'' ہونے کی دلیل ہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ ﴾ [الأنفال : ۱۱] ''اور وہ تم پر آسمان سے پانی اتارتا تھا، تاکہ اس کے ساتھ تمھیں پاک کر دے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴾ [الواقعة : ٦٨، ٦٩] ''پھر کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے، یا ہم ہی اتارنے والے ہیں؟''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا ہم بضاعہ کے کنویں سے وضو کر لیا کریں؟ کیونکہ یہ ایسا کنواں ہے کہ جس میں حیض کے چیتھڑے، کتوں کا گوشت اور گندگی پھینک دی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''پانی پاک ہے، اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔'' [أبو داوٗد، کتاب الطهارة، باب ما جاء في بئر بضاعة : ٦٦۔ ترمذی، کتاب الطهارة، باب ما جاء أن الماء لا ينجسه شيء : ٦٦]

لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّ نُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ۝۴۹ وَ لَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝۵۰

''تاکہ ہم اس کے ذریعے ایک مردہ شہر کو زندہ کریں اور اسے اس (مخلوق) میں سے جو ہم نے پیدا کی ہے، بہت سے جانوروں اور انسانوں کو پینے کے لیے مہیا کریں۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے ان کے درمیان پھیر پھیر کر بیان کیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں، مگر اکثر لوگوں نے ناشکری کرنے کے سوا کچھ نہیں مانا۔''

اللہ کی قدرت کی ایک علامت بارش کے پانی میں اللہ کا تصرف ہے کہ کبھی ایک علاقے میں بارش ہوتی ہے اور دوسرا علاقہ خشک رہتا ہے۔ اللہ اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق اسے جہاں چاہتا ہے بھیجتا ہے اور جہاں سے چاہتا ہے، اسے روک لیتا ہے۔ اس کی مرضی میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ ہم نے سایہ، بادل اور بارش کو قرآن اور دیگر آسمانی کتابوں میں بار بار اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ لوگ ان پر غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت کے قائل ہوں اور اس کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ان تمام نعمتوں سے مستفید ہوتا ہے، لیکن ان میں سے اکثر و بیشتر لوگ اس کے شکر گزار نہیں ہوتے اور اسے چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرنے لگتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الروم : ٥٠] ''سو اللہ کی رحمت کے نشانات کی طرف دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، بے شک وہی یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٣] ''یا وہ جو تمھیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راہ دکھاتا ہے اور وہ جو ہواؤں کو اپنی رحمت

سے پہلے خوشخبری دینے کے لیے بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت بلند ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔“

فَاَبٰۤی اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا : اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش نازل ہوئی ہے، جیسا کہ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور اس رات بارش ہوئی تھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”لوگو! جانتے ہو تمھارے رب نے کیا فرمایا؟“ انھوں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”سنو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آج جب صبح ہوئی تو میرے بندوں میں سے کچھ مجھ پر ایمان لائے اور کچھ نے کفر کیا، جنھوں نے کہا کہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم پر بارش برسی ہے وہ تو میرے ساتھ ایمان رکھنے والے اور ستارے سے کفر کرنے والے ہوئے اور جنھوں نے کہا کہ ہم پر فلاں ستارے کے اثر سے پانی برسایا گیا تو انھوں نے میرے ساتھ کفر کیا اور وہ ستارے پر ایمان لائے۔“ [بخاري، كتاب الأذان، باب يستقبل الإمام الناس إذا سلم : ٨٤٦۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كفر من قال مطرنا بالنوء : ٧١]

وَ لَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ۫ۖ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾

”اور اگر ہم چاہتے تو ضرور ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔ پس تو کافروں کا کہنا مت مان اور اس کے ساتھ ان سے جہاد کر، بہت بڑا جہاد۔“

یعنی ہم چاہتے تو ہر بستی میں الگ الگ نبی بھیج دیتے اور ہر جگہ حق و باطل کے معرکے بپا ہوتے، لیکن ہماری مشیت یہی ہے کہ اب ایک ہی آفتاب نبوت بھیج دیا جائے، جس کی رسالت سب لوگوں کے لیے یکساں اور تا قیامت ہو۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ نبی جتنا عظیم الشان ہوگا معرکۂ حق و باطل بھی اتنا ہی بڑا ہوگا۔ اسی لیے یہ تاکید فرمائی کہ کافروں سے کسی قسم کے سمجھوتہ کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ اپنی پوری قوت کے ساتھ ان کافروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیجیے۔ یہ خطاب اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، لیکن اس میں آپ کی پوری امت بھی شامل ہے۔ جہاد کا لغوی معنی کسی مقصد کے حصول کے لیے بھرپور کوشش ہے اور جہاد کبیر میں تاکید مزید بھی پائی جاتی ہے اور وسعت اور پھیلاؤ بھی، یعنی ایک تو اس امت کا ہر فرد اپنی اس کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے اور اپنے تمام تر ذرائع استعمال کرے۔ دوسرے یہ کہ دشمن کا ہر اس محاذ پر مقابلہ کیا جائے جس پر اسلام دشمن طاقتیں کام کر رہی ہوں۔ اس میں زبان و قلم کا جہاد بھی شامل ہے، مال کا بھی اور توپ و تفنگ کا بھی، غرض یہ کہ جس محاذ پر بھی دشمن حملہ آور ہو اسی محاذ پر اس کا پوری قوت سے مقابلہ کیا جائے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا : ارشاد فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ﴾

[الفرقان : ۱] ''بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تا کہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [سبا : ۲۸] ''اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں: ① مجھے ایک مہینے کی مسافت پر رعب کے ذریعے سے مدد دی گئی۔ ② پوری زمین میرے لیے مسجد بنا دی گئی اور پاک بنا دی گئی، پس میری امت میں سے جس شخص پر (جہاں بھی) نماز کا وقت ہو جائے اسے چاہیے کہ (اسی مقام پر) نماز پڑھ لے۔ ③ میرے لیے غنیمت کے مال حلال کر دیے گئے ہیں اور مجھ سے پہلے کسی (نبی) کے لیے حلال نہیں کیے گئے تھے۔ ④ مجھے شفاعت کی اجازت دی گئی ہے۔ ⑤ ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا، جبکہ میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔'' [بخاري، کتاب التیمم، باب قول الله تعالٰی : ﴿ فلم تجدوا ماء ....الخ ﴾ : ۳۳۵۔ مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلوة : ۵۲۱]

وَ هُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَ جَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝۵۳

''اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا، یہ میٹھا ہے، پیاس بجھانے والا اور یہ نمکین ہے کڑوا اور اس نے ان دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط آڑ بنا دی۔''

اللہ تعالیٰ کے رب اور یکتا ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس کی قدرت سے دو دریا ایک ساتھ بہتے ہیں، ایک کا پانی میٹھا ہے اور دوسرے کا کھارا اور دونوں کے درمیان اس نے ایک ایسی غیر مرئی دیوار کھڑی کر دی ہے کہ دونوں دریا ایک ساتھ بہتے ہیں، لیکن میٹھا کھارے کے ساتھ ہرگز نہیں ملتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴾ [الرحمٰن : ۱۹، ۲۰] ''اس نے دو سمندروں کو ملا دیا۔ جو اس حال میں مل رہے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے (جس سے) وہ آگے نہیں بڑھتے۔''

وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ۝۵۴

''اور وہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر کو پیدا کیا، پھر اسے خاندان اور سسرال بنا دیا اور تیرا رب بے حد قدرت والا ہے۔''

اس کے خالق و مالک ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے انسان کو ایک حقیر نطفہ سے پیدا کیا ہے اور ان میں سے کوئی مذکر اور کوئی مؤنث ہوتا ہے۔ ان سب کی نسبت اپنے باپ دادا کی طرف ہوتی ہے اور جب مرد و عورت کی آپس میں شادی ہوتی ہے تو ان کے بہت سے سسرالی رشتہ دار بن جاتے ہیں۔ کنبے کا یہ سارا پھیلاؤ ایک قطرۂ منی سے وجود

میں آتا ہے، یہ سب اللہ کی قدرت کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کا رب بڑی قدرت رکھتا ہے۔

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَ لَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾

"اور وہ اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں نفع دیتی ہے اور نہ انھیں نقصان پہنچاتی ہے اور کافر ہمیشہ اپنے رب کے خلاف مدد کرنے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی جہالت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اللہ کے سوا ایسے بتوں کی عبادت کرتے ہیں جو نفع ونقصان کے قطعاً مالک نہیں ہیں، ان کے پاس اس سلسلے میں کوئی دلیل وحجت بھی نہیں ہے، بلکہ محض اپنی آراء اور خواہشات سے انھوں نے ان بتوں کی پوجا شروع کر دی ہے۔ وہ ان بتوں کی نہیں درحقیقت شیطان کی عبادت کرتے ہیں جو انھیں بتوں کی عبادت پر ورغلاتا ہے۔ تو گویا کافر اپنے رب کے خلاف شیطان کی مدد کرتا ہے، یعنی اسے مزید اللہ کی نافرمانی پر اکساتا ہے اور اس کی ہمت بڑھاتا ہے۔

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۵۶﴾

"اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ ہم نے تو آپ کو جنت کی خوشخبری دینے اور جہنم سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، تو آپ اپنا کام کرتے رہیے اور اس فکر سے پریشان نہ ہو جائیے کہ کون اسلام لے آیا اور کون کفر پر مصر رہا؟ اس لیے کہ ہدایت کی توفیق دینا میرا کام ہے، ہم جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں کفر وضلالت میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔

قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾

"کہہ دے میں تم سے اس پر کسی مزدوری کا سوال نہیں کرتا مگر جو چاہے کہ اپنے رب کی طرف کوئی راستہ اختیار کرے۔"

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی کہا کہ اے مشرکین مکہ! میں جو تمھیں قرآن پڑھ کر سناتا ہوں اور ایک اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں، تو مجھے تم سے کسی مادی منفعت کا لالچ نہیں ہے، بلکہ میرا منشا تو یہ ہے کہ تم میں سے جو چاہے میری دعوت کو قبول کر کے اللہ پر ایمان لائے، اس کی بندگی کرے اور اس کی قربت ورحمت کا حق دار بن جائے۔

وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۸﴾

"اور اس زندہ پر بھروسا کر جو نہیں مرے گا اور اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری خبر رکھنے والا کافی ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنے تمام دعوتی اور غیر دعوتی امور میں صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسا کیجیے جو

ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ساری مخلوقات مر جائے گی اور وہ اکیلا زندہ رہے گا۔ اس لیے وہی اس لائق ہے کہ اس پر بھروسا کیا جائے اور دعوت الی اللہ کی راہ میں جو تکلیفیں اور صعوبتیں آئیں، انھیں برداشت کرنے اور ثابت قدم رہنے کے لیے اللہ کی تسبیح بیان کیجیے، نماز پڑھیے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہیے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خوب واقف ہے، اس لیے آپ کافروں اور مشرکوں کے کفر و شرک پر دل برداشتہ نہ ہوں اللہ ان کے ایک ایک گناہ کو شمار کر رہا ہے اور اس کا بدلہ انھیں مل کر رہے گا۔

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۚۛ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا ﴿۵۹﴾

’’وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر بلند ہوا، بے حد رحم والا ہے، سو اس کے متعلق کسی پورے باخبر سے پوچھ۔‘‘

یعنی وہ زندہ ہے کبھی فوت نہیں ہوگا، وہی ہر چیز کا خالق، مالک اور پروردگار ہے، اسی نے اپنی قدرت وقوت کے ساتھ بلند و بالا اور وسیع و عریض سات آسمانوں کو، زیریں و گنجان سات زمینوں کو اور ان دونوں کے درمیان کی ساری چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور جس کی صفت ’’رحمٰن‘‘ ہے، پھر وہ عرش پر مستوی ہو گیا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور استویٰ علی العرش وغیرہ کی تفصیل آپ باری تعالیٰ سے پوچھ لیجیے، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ان سے متعلق پورا علم رکھتا ہے۔

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَ مَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾ ۩

’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے رحمان کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں اور رحمان کیا چیز ہے؟ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کے لیے تو ہمیں حکم دیتا ہے اور یہ بات انھیں بدکنے میں بڑھا دیتی ہے۔‘‘

مشرکین مکہ ’’رحمٰن‘‘ کا معنی نہیں جانتے تھے اور نہ جانتے تھے کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے جب ان سے کہا کہ تم لوگ بتوں کے بجائے ’’رحمٰن‘‘ کو سجدہ کرو، تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم کسی ’’رحمٰن‘‘ کو نہیں جانتے۔ کفار اس بات کا انکار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو رحمٰن کے نام سے موسوم کیا جائے، جیسا کہ انھوں نے حدیبیہ کے دن بھی اس بات کا انکار کر دیا تھا۔ سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اور کفار کے مابین حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ لکھا جا رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے کاتب سے فرمایا: ’’ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ‘‘ لکھو۔‘‘ تو کفار کے نمائندے سہیل نے کہا، اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ رحمان کون ہے، بلکہ

آپ " بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ " لکھیے، جو آپ (پہلے) لکھا کرتے تھے۔[بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب صلح الحدیبیة : ۱۷۸٤]

اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا : یعنی کیا تم چاہتے ہو کہ تم ہمیں جس کی عبادت کا حکم دو ہم اسی کی عبادت کریں؟ یعنی چاہتے ہو کہ ہم تمھاری ہر بات مانتے رہیں تو ایسا نہیں ہوگا اور ہم ''رحمٰن'' کو سجدہ نہیں کریں گے، یعنی تکبر کی وجہ سے دین وایمان سے ان کی نفرت اور بڑھ گئی۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت کی تلاوت کرنے والے اور سننے والے کو ضرور سجدہ کرنا چاہیے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾

''بہت برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک روشنی کرنے والا چاند بنایا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض ایسے مظاہر قدرت کو بیان کیا ہے کہ اگر ''رحمٰن'' کے لیے سجدہ نہ کرنے والے مشرکین ان میں غور وفکر کریں تو وجوب سجدہ کے قائل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی بابرکت ذات نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے ہیں۔ بعض نے ان برجوں سے مراد اصطلاحی برج لیے ہیں جن کی تعداد بارہ ہے اور ان کے نزدیک یہ برج بڑے بڑے ستاروں کی منزلیں ہیں۔ نیز اس بابرکت ذات نے آسمان میں آفتاب ومہتاب بنائے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ [یونس : ۵] ''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ (سب کچھ) نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔''

وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾

''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا، اس کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے، یا کچھ شکر کرنا چاہے۔''

یعنی اس بابرکت ذات نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے لگا دیا ہے، ہر ایک دوسرے کے بعد ضرور آجاتا ہے۔ جب سے اللہ نے دنیا بنائی ہے، اس نظام میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ لیل ونہار کے اس تعاقب سے اللہ کی عبادتوں کے اوقات کی تعیین ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص دن کی کوئی عبادت بھول جاتا ہے تو اسے رات میں ادا کر لیتا ہے اور رات کی عبادت دن میں ادا کر لیتا ہے۔ یہ سارے فائدے اسے حاصل ہوتے ہیں جو اللہ کی عبادت کرنا چاہتا ہے، اس کی نعمتوں کا شکر بجالانا چاہتا ہے اور رات میں نمازیں پڑھتا ہے اور اللہ کے سامنے گریہ وزاری کرتا ہے اور دن کے وقت روزے

رکھتا ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖۗ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴾ [آل عمران : ۱۹۰ تا ۱۹۴] ”بے شک آسمانوں اور (زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے رب! بلاشبہ تو جسے آگ میں ڈالے سو یقیناً تو نے اسے رسوا کر دیا اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔ اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک آواز دینے والے کو سنا، جو ایمان کے لیے آواز دے رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب! پس ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ فوت کر۔ اے ہمارے رب! اور ہمیں عطا فرما جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، بے شک تو وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔“

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ (ہر روز) رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے، تاکہ دن کا گناہ گار توبہ کر لے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے، تاکہ رات کا گناہ گار توبہ کر لے، یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔“ [مسلم، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب و إن تكررت الذنوب و التوبة : ۲۷۵۹]

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝۶۳

”اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام ہے۔“

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا : یعنی وہ متکبر نہیں ہوتے، جب چلتے ہیں تو سکون و وقار کے ساتھ چلتے ہیں، اکڑ کر نہیں چلتے، ان کی چال میں نہ گھبراہٹ ہوتی ہے اور نہ حد اعتدال سے زیادہ تیزی، نہ تکبر ہوتا ہے اور نہ گھمنڈ، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۷] ”اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، بے شک تو نہ کبھی زمین کو پھاڑے گا اور نہ کبھی لمبائی میں پہاڑوں تک

پہنچے گا۔" اور فرمایا: ﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ﴾ [لقمان : ١٨، ١٩] "اور لوگوں کے لیے اپنا رخسار نہ پھلا اور زمین میں اکڑ نہ چل، بے شک اللہ کسی اکڑنے والے، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔ اور اپنی چال میں میانہ روی رکھ اور اپنی آواز کچھ نیچی رکھ، بے شک سب آوازوں سے بری یقیناً گدھوں کی آواز ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ ۙ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ﴾ [الفرقان : ٧٢] "اور وہ جو جھوٹ میں شریک نہیں ہوتے اور جب بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو باعزت گزر جاتے ہیں۔"

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک آدمی اپنی چادر لٹکا کر چلا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا، پس وہ قیامت تک یونہی زمین میں دھنستا ہی رہے گا۔" [بخاري، كتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء : ٥٧٩٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک شخص اکڑتا ہوا اپنے حلہ (ایک ہی رنگ کی دو چادروں) میں چل رہا تھا، اپنے بالوں پر بڑا خوش تھا اور اس نے اپنی چادر ٹخنوں سے نیچے لٹکا رکھی تھی کہ اچانک اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا، اب وہ قیامت تک زمین کے اندر دھنستا رہے گا۔" [مسند أحمد : ٢٦٧/٢، ح : ٧٦٤٨]

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں آپ نے کچھ لوگوں (کے دوڑنے) کی آواز سنی۔ نماز کے بعد آپ نے فرمایا: "یہ آواز کیسی تھی؟" ہم نے کہا، ہم نماز کے لیے جلدی جلدی آئے تھے۔ آپ نے فرمایا: "آئندہ ایسا نہ کرنا، جب تم نماز کے لیے آؤ تو اطمینان اور وقار کو لازم پکڑو اور جتنی نماز مل جائے اسے (امام کے ساتھ) پڑھ لو اور جتنی رہ جائے وہ (امام کے سلام پھیرنے کے بعد) پوری کر لو۔" [بخاري، كتاب الأذان، باب قول الرجل : فاتتنا الصلوة : ٦٣٥۔ مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب إتيان الصلوة بوقار ...... الخ : ٦٠٣]

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُونَ قَالُوْا سَلٰمًا : یعنی جب جاہل لوگ جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے ان سے بری بات کرتے ہیں تو وہ جواب میں اسی طرح کی بری باتیں نہیں کرتے، بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے اور اچھی بات ہی کہتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِينَ ﴾ [الأعراف : ١٩٩] "درگزر اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر۔" اور فرمایا: ﴿ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۫ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِينَ ﴾ [القصص : ٥٥] "اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ سلام ہے تم پر، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صدقہ دینے سے کوئی مال کم نہیں ہوتا اور جو بندہ

معاف کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کر دیتا ہے۔" [مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع : ۲۵۸۸]

وَ الَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ۝۶۴

"اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے رات گزارتے ہیں۔"

یعنی وہ راتوں میں اٹھ کر نمازیں پڑھتے ہیں اور اپنے رب کے حضور گریہ و زاری کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ﴾ [المزمل : ٦] "بلاشبہ رات کو اٹھنا (نفس کو) کچلنے میں زیادہ سخت اور بات کرنے میں زیادہ درستی والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآىِٕمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [الزمر : ٩] "(کیا یہ بہتر ہے) یا وہ شخص جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے عبادت کرنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے؟ کہہ دے کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے؟ نصیحت تو بس عقلوں والے ہی قبول کرتے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾ [الذاریات : ۱۵ تا ۱۸] "بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انھیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے۔ وہ رات کے بہت تھوڑے حصے میں سوتے تھے۔ اور رات کی آخری گھڑیوں میں وہ بخشش مانگتے تھے۔"

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز دیکھوں گا تو (میں نے دیکھا کہ) آپ نے (تحیۃ الوضوکی) دو رکعت ہلکی پڑھیں، پھر دو رکعت پڑھیں (بہت) طویل، (بہت) طویل، پھر دو رکعت اور پڑھیں، لیکن وہ ان سے چھوٹی تھیں، پھر دو اور پڑھیں اور وہ ان سے بھی چھوٹی تھیں، پھر دو اور پڑھیں اور وہ ان سے بھی چھوٹی تھیں، پھر دو اور پڑھیں اور وہ ان سے بھی چھوٹی تھیں، پھر (ایک رکعت) وتر پڑھا۔ یہ سب ملا کر تیرہ رکعتیں ہوئیں۔ [مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب صلاة النبی ﷺ ودعائه باللیل : ۷٦٥]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ [بخاری، کتاب التھجد، باب کیف صلوۃ النبی ﷺ ؟ : ۱۱۳۸۔ مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ النبی ﷺ ودعائه باللیل : ۷٦٤]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء، جس کو لوگ عتمہ کہتے ہیں اور نماز فجر کے مابین گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے اور ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔ [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلوۃ اللیل و عدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل ...... الخ : ۷۳٦/۱۲۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے اور میں آپ کے بچھونے پر آپ کے سامنے لیٹی رہتی تھی اور جب آپ وتر پڑھنے لگتے تو مجھے بھی جگا دیتے اور میں بھی وتر پڑھ لیتی۔ [بخاري، کتاب الوتر، باب إیقاظ النبی صلی اللہ علیہ وسلم أهله بالوتر : ۹۹۷۔ مسلم ، کتاب صلوة المسافرین، باب صلوة اللیل و عدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل ......الخ : ۷٤٤]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ”اے عبداللہ! تم فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا کہ وہ (پہلے) رات کو قیام کرتا تھا، پھر اس نے رات کا قیام چھوڑ دیا۔“ [بخاري، کتاب التهجد، باب ما یکره من ترك قیام اللیل لمن کان یقومه : ۱۱۵۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سات قسم کے آدمیوں کو اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سایے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔“ تو ان سات آدمیوں میں سے ایک وہ شخص ہوگا جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ [بخاري، کتاب الزکوة، باب الصدقة بالیمین : ۱٤۲۳]

وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖۗ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿۶۶﴾

”اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔ بے شک اس کا عذاب ہمیشہ چمٹ جانے والا ہے۔ بے شک وہ بری ٹھہرنے کی جگہ اور قیامت کی جگہ ہے۔“

یعنی وہ اپنی زندگی اللہ کی اطاعت و بندگی میں گزارنے کے باوجود جہنم کے عذاب سے شدید خائف ہوتے ہیں اور دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ! جہنم کے اس عذاب کو ہم سے ٹال دے، جو کبھی ختم نہیں ہوگا اور جو بدترین ٹھکانا ہوگا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ [البقرة : ۲۰۱، ۲۰۲] ”اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انھوں نے کمایا اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اِنَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اَلصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ الْمُنْفِقِيْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴾ [آل عمران : ۱۵ تا ۱۷] ”کہہ دے کیا میں تمھیں اس سے بہتر چیز بتاؤں، جو لوگ متقی بنے ان کے لیے ان کے رب کے پاس باغات ہیں، جن کے نیچے سے

نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور نہایت پاک صاف بیویاں اور اللہ کی جانب سے عظیم خوشنودی ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! بے شک ہم ایمان لے آئے، سو ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ جو صبر کرنے والے اور سچ کہنے والے اور حکم ماننے والے اور خرچ کرنے والے اور رات کی آخری گھڑیوں میں بخشش مانگنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴾ [آل عمران : ۱۹۰ تا ۱۹۲] ''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے رب! بلاشبہ تو جسے آگ میں ڈالے سو یقیناً تو نے اسے رسوا کر دیا اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔''

وَ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَ لَمْ یَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝

''اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ خرچ میں تنگی کرتے ہیں اور (ان کا خرچ) اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے۔''

یعنی وہ مال خرچ کرنے میں اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہیں، نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل کی وجہ سے اپنی ذات کو اور اپنے اہل و عیال کو تنگی میں ڈالتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۱] ''اے آدم کی اولاد! ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ گزرو، بے شک وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۴۱] ''اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کیے چھپروں پر چڑھائے ہوئے اور نہ چڑھائے ہوئے اور کھجور کے درخت اور کھیتی، جن کے پھل مختلف ہیں اور زیتون اور انار ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور نہ ملتے جلتے۔ اس کے پھل میں سے کھاؤ، جب وہ پھل لائے اور اس کا حق اس کی کٹائی کے دن ادا کرو اور حد سے نہ گزرو، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝

وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۲۶ تا ۲۹] ”اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور مت بے جا خرچ کر، بے جا خرچ کرنا۔ بے شک بے جا خرچ کرنے والے ہمیشہ سے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان ہمیشہ سے اپنے رب کا بہت ناشکرا ہے۔ اور اگر کبھی تو ان سے بے توجہی کر ہی لے، اپنے رب کی کسی رحمت کی تلاش کی وجہ سے، جس کی تو امید رکھتا ہو تو ان سے وہ بات کہہ جس میں آسانی ہو۔ اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا کر لے اور نہ اسے کھول دے، پورا کھول دینا، ورنہ ملامت کیا ہوا، تھکا ہارا ہو کر بیٹھ رہے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِيُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۸] ”سنو! تم وہ لوگ ہو کہ تم بلائے جاتے ہو، تاکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، تو تم میں سے کچھ وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے تو وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ ہی بے پروا ہے اور تم ہی محتاج ہو اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ تمھاری جگہ تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔“

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن تہ بہ تہ تاریکیاں بن جائے گا، اور بخل سے بچو، کیونکہ بخل نے تم سے پہلی قوموں کو برباد کر دیا، اس نے ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ناحق خون بہائیں اور محرمات کو حلال ٹھہرائیں۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۸]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انسانوں پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں دو فرشتے نہ اترتے ہوں، ان میں سے ایک فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! جس نے تیری راہ میں خرچ کیا تو اسے اچھا بدلہ عطا کر اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! ہاتھ روک لینے والے کا مال تلف کر۔“ [بخاری، کتاب الزکوة، باب قول اللہ تعالی : ﴿ فأما من أعطی واتقی ﴾ : ۱۴۴۲۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب فی المنفق والممسك : ۱۰۱۰]

وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾

”اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔“

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ : یعنی وہ اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا معبود نہیں جانتے ہیں اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [الحج : ٧٣، ٧٤] ”اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔ انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق تھا۔ بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ١١٧] ”اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے، جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں تو اس کا حساب صرف اس کے رب کے پاس ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”یہ کہ تو کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے، حالانکہ اللہ نے تجھے پیدا کیا ہے۔“ اس نے پوچھا، پھر کون سا (گناہ بڑا ہے)؟ آپ نے فرمایا: ”یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائے گی۔“ اس نے پوچھا، پھر کون سا (گناہ بڑا ہے)؟ آپ نے فرمایا: ”یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔“ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴾ [الفرقان : ٦٨، ٦٩] ”اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔“ [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ يأيها الرسول بلغ ما أنزل إليك ...... الخ ﴾ : ٧٥٣٢۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون الشرك أقبح الذنوب : ١٤٢/٨٦]

وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ : یعنی وہ کسی بے گناہ کو قتل نہیں کرتے، الا یہ کہ کوئی شخص اسلام سے پھر جائے، یا شادی کرنے کے بعد زنا کرے، یا کسی کو بے سبب قتل کر دے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْۤا اَوْ يُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ

﴿ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [المائدۃ : ۳۳، ۳٤] ''ان لوگوں کی جزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں، یہی ہے کہ انھیں بری طرح قتل کیا جائے، یا انھیں بری طرح سولی دی جائے، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مختلف سمتوں سے بری طرح کاٹے جائیں، یا انھیں اس سرزمین سے نکال دیا جائے۔ یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔ مگر جو لوگ اس سے پہلے توبہ کر لیں کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ۱۷۸، ۱۷۹] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر مقتولوں میں بدلہ لینا لکھ دیا گیا ہے، آزاد (قاتل) کے بدلے وہی آزاد (قاتل) اور غلام (قاتل) کے بدلے وہی غلام (قاتل) اور (قاتلہ) عورت کے بدلے وہی (قاتلہ) عورت (قتل) ہوگی، پھر جسے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی معاف کر دیا جائے تو معروف طریقے سے پیچھا کرنا اور اچھے طریقے سے اس کے پاس پہنچا دینا (لازم) ہے۔ یہ تمھارے رب کی طرف سے ایک قسم کی آسانی اور ایک مہربانی ہے، پھر جو اس کے بعد زیادتی کرے تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اور تمھارے لیے بدلہ لینے میں ایک طرح کی زندگی ہے اے عقلوں والو! تاکہ تم بچ جاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۳] ''اور اس جان کو قتل مت کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جو شخص قتل کر دیا جائے، اس حال میں کہ مظلوم ہو تو یقیناً ہم نے اس کے ولی کے لیے پورا غلبہ رکھا ہے۔ پس وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے، یقیناً وہ مدد دیا ہوا ہوگا۔''

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ سے (دین کی باتیں) سیکھ لو، مجھ سے سیکھ لو، مجھ سے سیکھ لو، اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے ایک راہ نکالی ہے۔ جب کنوارا مرد کنواری عورت سے زنا کرے تو سو کوڑے لگاؤ اور ایک سال کے لیے جلا وطن کر دو اور اگر شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو سو کوڑے لگاؤ اور سنگسار کر دو۔'' [مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنٰی : ۱٦۹۰]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میرے ساتھ اشعری قبیلے کے دو شخص تھے، ایک میری دائیں جانب تھا اور دوسرا بائیں طرف۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے کہ ان میں سے ایک نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے کسی علاقے کا حاکم بنا دیجیے اور دوسرے نے بھی اسی خواہش کا اظہار کیا، تو آپ نے فرمایا: ''ابوموسیٰ!'' یا فرمایا: ''عبداللہ بن قیس!'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! انھوں نے اپنے دل کی بات مجھ سے نہیں کہی تھی اور مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ دونوں کوئی

عہدہ چاہتے ہیں۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، گویا میں اس وقت بھی آپ کی مسواک کو دیکھ رہا ہوں، وہ آپ کے ہونٹ کے نیچے اٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''جو کوئی ہم سے کسی عہدے کا سوال کرتا ہے تو ہم اسے وہ عہدہ نہیں دیتے، البتہ اے ابوموسیٰ!'' یا آپ نے یہ فرمایا: ''اے عبداللہ بن قیس! تم یمن (کی امارت) کے لیے روانہ ہو جاؤ۔'' اس کے بعد آپ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے پیچھے روانہ کیا۔ جب معاذ رضی اللہ عنہ (یمن میں) ابوموسیٰ کے پاس پہنچے تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے بیٹھنے کے لیے گدا بچھوایا اور کہنے لگے، سواری سے اتریئے۔ اس وقت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص تھا، جس کی مشکیں کسی ہوئی تھیں۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا، یہ کون شخص ہے؟ انھوں نے کہا، یہ یہودی تھا، پھر اس نے اسلام قبول کیا، اب پھر یہودی ہو گیا ہے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا، بیٹھ جایئے۔ انھوں نے کہا، میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق یہ قتل نہیں کیا جائے گا۔ انھوں نے تین بار یہی کہا۔ اس پر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو وہ قتل کر دیا گیا۔ [بخاري، كتاب استتابة المرتدين، باب حكم المرتد و المرتدة : ٦٩٢٣، ٧١٤٩]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکوں کا ایک جاسوس سفر میں آپ کے پاس آ گیا۔ وہ آپ کے صحابہ کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتا رہا اور پھر کھسک کر چلا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے ڈھونڈ کر قتل کر دو۔'' سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اسے قتل کر دیا اور آپ نے اس کا سامان مجھے دے دیا۔ [بخاري، كتاب الجهاد، باب الحربي إذا دخل دار الإسلام بغير أمان : ٣٠٥١]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بڑے گناہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، (ناحق) قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔'' [بخاري، كتاب الأيمان و النذور، باب اليمين الغموس : ٦٦٧٥]

وَلَا يَزْنُوْنَ : اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ٣٢] ''اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا۔'' [بخاري، كتاب الحدود، باب إثم الزناة : ٦٨٠٩۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان نقصان الإيمان بالمعاصي : ٥٧، عن أبي هريرة رضي الله عنه]

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۷۰

''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور

اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس ہمیشگی کے عذاب سے ان لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جو صدق دل سے تائب ہو جائیں گے، اللہ، رسول، آخرت اور دین اسلام پر ایمان لا کر اسلام کے فرائض خمسہ کی پابندی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا، اس لیے کہ وہ بڑا مغفرت کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیات مکہ میں نازل ہوئیں: ﴿وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا﴾ [الفرقان : ٦٨، ٦٩] مشرکوں نے کہا، پھر ہمیں اسلام قبول کرنے سے کیا فائدہ، ہم نے تو دوسروں کو اللہ کے برابر ٹھہرایا ہے، ناحق خون بھی کیا ہے اور فحش کام بھی کیے ہیں تو اس وقت اللہ نے یہ آیت اتاری: ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [الفرقان : ٧٠] ''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' [مسلم، کتاب التفسیر : ٣٠٢٣/١٩]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اور سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا، اس شخص کو قیامت والے دن (اللہ کے سامنے) لایا جائے گا تو کہا جائے گا، اس کے بڑے بڑے گناہوں کو چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے گناہوں کی نسبت اس سے باز پرس کرو۔ چنانچہ اسے اس کے چھوٹے گناہ دکھائے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ فلاں فلاں دن تو نے فلاں فلاں گناہ کیا تھا اور فلاں فلاں دن تو نے فلاں فلاں گناہ کیا تھا؟ تو وہ کہے گا، ہاں! اور یوں یہ کسی ایک کا بھی انکار نہ کر سکے گا اور اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہو گا کہ ان کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا، لیکن اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لیے ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی ہے، تو اس پر وہ کہے گا، اے میرے پروردگار! میں نے تو اور بھی بہت سے (برے) اعمال کیے تھے، جو میں یہاں نہیں دیکھ رہا۔'' یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ کے دانت مبارک نظر آنے لگے۔ [مسلم، کتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ١٩٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمھیں لے جائے اور ایسی قوم لے آئے جو گناہ کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ انھیں بخشے۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة : ٢٧٤٩]

وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾

''اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے نزدیک وہی توبہ قابل اعتبار ہوگی جس کے بعد آدمی گناہوں سے بالکل دور ہو جائے، ان پر نادم ہو اور عمل صالح کے ذریعے سے اپنی توبہ کی دلیل پیش کرے۔ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الزمر : ۵۳] ''کہہ دے اے میرے بندو، جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسلام پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب کون الإسلام یهدم ما قبله : ۱۲۱]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اے اللہ کے رسول ! کیا ہم سے ان کاموں کا، جو ہم نے جاہلیت کے زمانہ میں کیے ہیں، مؤاخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''تم میں سے جس نے اسلام لانے کے بعد اچھے عمل کیے، تو اس سے مؤاخذہ نہیں ہوگا اور جس نے (اسلام لانے کے بعد) برے عمل کیے اس سے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں کیے گئے اعمال کا مؤاخذہ ہوگا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب هل یؤاخذ بأعمال الجاهلیة ؟ : ۱۲۰]

وَ الَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝۷۲

''اور وہ جو جھوٹ میں شریک نہیں ہوتے اور جب بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو باعزت گزر جاتے ہیں۔''

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ : یعنی وہ ایسی مجلس میں شریک نہیں ہوتے جس میں جھوٹ بولا جاتا ہے اور باطل کی تائید کی جاتی ہے اور نہ وہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔ نہ وہ مشرکین کی عیدوں میں شریک ہوتے ہیں اور نہ موسیقی اور گانا سنتے ہیں۔ارشاد فرمایا: ﴿ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴾ [الحج : ۳۰] ''اور جھوٹی بات سے بچو۔''

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں کبیرہ گناہوں میں سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ یہی فرمایا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا، کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول ! آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا'' اور اس وقت آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے، اب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: ''سنو ! اور جھوٹی بات کہنا، سنو ! اور جھوٹی گواہی دینا۔'' اور یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار دہراتے رہے، یہاں تک کہ ہم اپنے دل میں کہنے لگے کہ کاش ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب خاموش ہو جائیں۔ [بخاری، کتاب الشهادات، باب ما قیل فی شهادة الزور : ۲۶۵۴۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الکبائر و أکبرها : ۸۷]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کر دے۔'' [مسلم، المقدمة، باب النهی عن الحدیث بکل ما سمع : ۵/۹]

وَ إِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا : اور ایسے لوگ جب کسی بے جا اور لغو قول و عمل والی مجلس کے پاس سے گزرتے ہیں، تو اپنی عزت نفس کا خیال کرتے ہوئے دامن بچا کر نکل جاتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۳] ''اور وہی جو لغو کاموں سے منہ موڑنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ إِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ ﴾ [القصص : ۵۵] ''اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ اس چیز کو چھوڑ دے جو بے فائدہ اور بے مقصد ہو۔'' [ترمذی، کتاب الزھد، باب [حدیث : من حسن إسلام المرء] : ۲۳۱۷۔ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب کف اللسان فی الفتنۃ : ۳۹۷۶]

وَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا ﴿۷۳﴾

''اور وہ کہ جب انھیں ان کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جائے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔''

یعنی جب کوئی شخص قرآن کریم کی آیتیں پڑھ کر انھیں نصیحت کرتا ہے تو بہرے اور اندھے نہیں ہو جاتے کہ نہ نصیحت سنیں اور نہ ان آیتوں کے اثرات کو دیکھ پائیں، بلکہ بہت ہی غور سے سنتے ہیں اور ان کے اثرات ان پر ظاہر ہوتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيْدٌ ﴾ [ق : ۳۷] ''بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے یقیناً نصیحت ہے جس کا کوئی دل ہو، یا کان لگائے، اس حال میں کہ وہ (دل سے) حاضر ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الأنفال : ۲ تا ۴] '' (اصل) مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو انھیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا، خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں، انھی کے لیے ان کے رب کے پاس بہت سے درجے اور بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۲۰۴] ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔'' اور فرمایا: ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [ص : ۲۹] ''یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، بہت بابرکت ہے، تاکہ وہ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔''

﴿ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝۷۴ ﴾

''اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا۔''

یعنی وہ اپنے رب سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا، یعنی انھیں توفیق دے کہ وہ تیری بندگی کریں اور تیرے دین پر چلیں، تاکہ ان کی نیکی اور صالحیت ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے۔ وہ یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں بھلائی کے کاموں میں لوگوں کا پیشرو اور سردار بنا، یعنی ہمیں اور ہماری اولاد کو بھلائی کے کاموں کی توفیق دے اور ہمیں سردار بھی بنا، تاکہ لوگ خیر و صلاح کے کاموں میں ہماری اتباع کریں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ۱۵] ''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید کی، اس کی ماں نے اسے ناگواری کی حالت میں اٹھائے رکھا اور اسے ناگواری کی حالت میں جنا اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا اور چالیس برس کو پہنچ گیا تو اس نے کہا اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جسے تو پسند کرتا ہے اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح فرما دے، بے شک میں نے تیری طرف توبہ کی اور بے شک میں حکم ماننے والوں سے ہوں۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے، سوائے تین کاموں کے (کہ ان کا ثواب ملتا ہے)، ایک صدقہ جاریہ، دوسرا وہ علم جس سے اس کے بعد نفع اٹھایا جائے اور تیسرے نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔'' [مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته : ۱۶۳۱]

﴿ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ يُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّ سَلٰمًا ۝۷۵ ﴾

''ان لوگوں کو جزا میں بالا خانہ دیا جائے گا، اس لیے کہ انھوں نے صبر کیا اور اس میں ان کا استقبال زندگی کی دعا اور سلام کے ساتھ کیا جائے گا۔''

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا: اللہ کے جن نیک بندوں کے اندر یہ صفات پائی جائیں گی، ان سے ان کے رب نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا، اس لیے کہ انھوں نے اپنے رب کی بندگی کی راہ میں تمام تکلیفیں گوارا کیں اور حق پر قائم رہے، یہاں تک کہ جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّن فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَعْدَ اللَّهِ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ ﴾ [الزمر : ۲۰] ”لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، ان کے لیے بالا خانے ہیں، جن کے اوپر خوب بنائے ہوئے بالا خانے ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں۔ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُم مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴾ [العنکبوت : ۵۸، ۵۹] ”اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے، ہم انھیں ضرور ہی جنت کے اونچے گھروں میں جگہ دیں گے، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں، یہ ان عمل کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے۔ جنھوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنتی لوگ بالا خانے والوں کو اپنے اوپر اس طرح دیکھیں گے جیسے وہ چمکتے ستارے کو، جو صبح کے وقت باقی رہ گیا ہو، آسمان کے کنارے پر مشرق یا مغرب میں دیکھتے ہیں، یہ اس لیے کہ ان کے مابین درجات کا فرق ہوگا۔“ لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ تو انبیاء کے مقام ہوں گے، جنھیں ان کے سوا اور کوئی نہ پا سکے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیوں نہیں، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔“ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة : ۳۲۵۶۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب ترائی أهل الجنة أهل الغرف …… الخ : ۲۸۳۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے، خواہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرے، خواہ اسی جگہ بیٹھا رہے جہاں پیدا ہوا (اور جہاد نہ کر پائے)۔“ لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو خوشخبری نہ سنا دیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیا ہے اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے، سو جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کیا کرو تو فردوس کا سوال کیا کرو، کیونکہ فردوس جنت کے وسط میں ہے اور سب سے اونچا حصہ ہے اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاهدین فی سبیل الله : ۲۷۹۰]

وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا: یعنی اس جنت میں فرشتے انھیں مبارک باد دیں گے اور ہمیشہ کے لیے امن و سلامتی اور سعادت و نیک بختی کا پیغام پہنچائیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ ۝ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ

﴿ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَی الْاَرَآئِکِ مُتَّکِـُٔوْنَ ؁ لَھُمْ فِیْھَا فَاکِھَۃٌ وَّ لَھُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ ؁ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ﴾ [یٰس : ٥٥ تا ٥٨] ''بے شک جنت کے رہنے والے آج ایک شغل میں خوش ہیں۔ وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔ ان کے لیے اس میں بہت پھل ہے اور ان کے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو وہ طلب کریں گے۔ سلام ہو۔ اس رب کی طرف سے کہا جائے گا جو بے حد مہربان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَھْدِیْھِمْ رَبُّھُمْ بِاِیْمَانِھِمْ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمُ الْاَنْھٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ؁ دَعْوٰھُمْ فِیْھَا سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ تَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ وَ اٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ [یونس : ٩، ١٠] ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے ان کی رہنمائی کرے گا، ان کے نیچے سے نعمت کے باغوں میں نہریں بہتی ہوں گی۔ ان کی دعا ان میں یہ ہوگی، ''پاک ہے تو اے اللہ!'' اور ان کی آپس کی دعا ان (باغات) میں سلام ہوگی اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہوگا کہ سب تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ شَیْـًٔا ؁ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَہٗ بِالْغَیْبِ اِنَّہٗ کَانَ وَعْدُہٗ مَاْتِیًّا ؁ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْھَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا وَ لَھُمْ رِزْقُھُمْ فِیْھَا بُکْرَۃً وَّ عَشِیًّا ﴾ [مریم : ٦٠ تا ٦٢] ''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔ ہمیشگی کے باغات میں، جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے (ان کے) بن دیکھے وعدہ کیا ہے۔ بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر رہنے والا ہے۔ وہ اس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے مگر سلام اور ان کے لیے اس میں ان کا رزق صبح و شام ہوگا۔''

خٰلِدِیْنَ فِیْھَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ؁

''ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں۔ وہ ٹھہرنے اور رہنے کی اچھی جگہ ہے۔''

اللہ کے نیک بندے اس جنت میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور وہ کیا ہی اچھی جائے قیام ہوگی اور وہ کس قدر خوش بخت ہوں گے کہ جنھیں وہاں رہنا نصیب ہوگا اور وہ ہر آفات و بلیات سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائیں گے۔

خٰلِدِیْنَ فِیْھَا : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا اور اسے جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کر کے ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک پکارنے والا (فرشتہ) پکارے گا، اے جنتیو! اب تمھیں موت نہیں آئے گی اور اے دوزخیو! اب تمھیں بھی موت نہیں آئے گی۔ اس پر جنتیوں کی خوشی مزید بڑھ جائے گی اور دوزخیوں کے رنج میں اضافہ ہو جائے گا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ و النار : ٦٥٤٨۔ مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، باب النار یدخلھا الجبارون ...... الخ : ٤٣/ ٢٨٥٠]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اہل جنت، جنت میں اور اہل نار آگ

میں داخل ہو جائیں گے تو ایک آواز دینے والا ان کے درمیان کھڑا ہو کر پکارے گا کہ اے آگ والو! اب تمھیں موت نہیں آئے گی اور اے جنت والو! اب تمھیں موت نہیں آئے گی، بلکہ ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب یدخل الجنة سبعون ألفا بغیر حساب : ٦٥٤٤]

حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا : سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مجلس میں بیٹھا تھا، آپ نے اس مجلس میں جنت کا حال بیان کیا، یہاں تک کہ آپ (اپنے بیان کی) انتہا کو پہنچے، پھر آخر میں فرمایا: ''جنت میں وہ نعمت ہے جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی آدمی کے دل میں اس کا خیال گزرا ہے۔'' پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: ﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۫ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدة : ١٦، ١٧] ''ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب صفة الجنة : ٢٨٢٥]

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ۝ ع

''کہہ میرا رب تمھاری پروا نہیں کرتا اگر تمھارا پکارنا نہ ہو، سو بے شک تم نے جھٹلا دیا، تو عنقریب (اس کا انجام) چمٹ جانے والا ہوگا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ جن وانس کی بندگی کا محتاج نہیں ہے، اس لیے کہ وہ اپنی تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے، اس نے بندوں کی بھلائی کے لیے، ان کے حال پر رحم کرتے ہوئے انھیں اطاعت و بندگی کا حکم دیا ہے اور کفر و شرک کی راہ چھوڑ کر توحید کی راہ پر گامزن ہونے کی دعوت دی ہے۔ اس لیے جو لوگ اس کی دعوت ٹھکرا دیں گے، اس کے قرآن اور اس کے رسول کی تکذیب کریں گے اور اس کے سوا غیروں کی عبادت کریں گے، انھیں لازمی طور پر عذاب دیا جائے گا۔ بیشتر مفسرین نے اس سے مراد میدانِ بدر میں کفار مکہ کا قتل کیا جانا اور باقی ماندہ کا گرفتار کیا جانا لیا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کی لاشوں کو بدر کے کنووں میں سے ایک گندے اور ناپاک کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا، پھر آپ تین دن وہاں رہے اور جب واپس آنے لگے تو آپ کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہوئے اور انھیں (کفار قریش کو) ان کے نام اور ان کے باپوں کے نام سے پکارنے لگے: ''اے فلاں کے بیٹے فلاں! اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا اب تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے؟ بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، ہم نے اسے سچا پا لیا، کیا تم سے تمھارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، تم نے بھی اسے سچا پایا؟'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل : ٣٩٧٦]

سورة الشعرآء مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

طٰسٓمّٓ ﴿١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾

''طٰسٓمّٓ ۔ یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔''

الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ : مبین سے مراد ہے کہ یہ کتاب اپنا مدعا صاف صاف بیان کر رہی ہے، اس میں کچھ بھی ابہام نہیں کہ جس کی کسی کو سمجھ نہ آ سکے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾ [الزمر : ۲۸] ''واضح قرآن، جس میں کوئی کجی نہیں، تاکہ وہ بچ جائیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ﴾ [الكهف : ۱] ''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہ رکھی۔''

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٣﴾

''شاید تو اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا ہے، اس لیے کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔''

نبی کریم ﷺ کو نصیحت کی گئی ہے کہ اگر مشرکین مکہ آپ پر ایمان نہیں لاتے، تو اس غم میں اپنے آپ کو ہلاک نہ کر لیجیے، آپ کا کام تبلیغ کرنا ہے، اسے آپ نے انجام دے دیا، ہدایت دینا آپ کا کام نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴾ [الكهف : ٦] ''پس شاید تو اپنی جان ان کے پیچھے غم سے ہلاک کر لینے والا ہے، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ

المنزل الخامس ۵

بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴾ [فاطر : ۸] ''سو تیری جان ان پر حسرتوں کی وجہ سے نہ جاتی رہے۔ بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَآ أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [الغاشیة : ۲۱، ۲۲] ''پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہر گز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔''

إِنْ نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝

''اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتار دیں، پھر اس کے سامنے ان کی گردنیں نیچی ہو جائیں۔''

یعنی اگر ہم چاہتے کہ انھیں ایمان لانے پر مجبور کر دیں، تو ہمارے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی، ہم آسمان سے کوئی ایسی نشانی بھیج دیتے جسے دیکھ کر وہ ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے، جیسے کسی پہاڑ یا کسی بڑے ستارے یا کسی فرشتے کو ان کے سروں کے اوپر لے آتے اور مارے خوف و دہشت کے ان کی گردنیں جھک جاتیں کہ کب ان کے سروں پر گر کر انھیں ہلاک کر دے اور اپنے آپ کو اس حالت میں پا کر مجبوراً ایمان لے آتے، لیکن ایسا ایمان ان کے کسی کام کا نہ ہوتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ [یونس : ۹۹] ''اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً جو لوگ زمین میں ہیں سب کے سب اکٹھے ایمان لے آتے۔ تو کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا، یہاں تک کہ وہ مومن بن جائیں؟''

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۝

''اور ان کے پاس رحمان کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی جو نئی ہو، مگر وہ اس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔''

کفارِ مکہ کے کفر و عناد اور ان کے تکبر اور ہٹ دھرمی کو بیان کیا جا رہا ہے کہ قرآن کریم بدستور نازل ہوتا رہا، ایک آیت کے بعد دوسری آیت اور ایک سورت کے بعد دوسری سورت، لیکن وہ لوگ قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی تکذیب ہی کرتے رہے اور ان کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ آئی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [یوسف : ۱۰۳] ''اور اکثر لوگ، خواہ تو حرص کرے، ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [یٰس : ۳۰] ''ہائے افسوس بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا رہا مگر وہ اس کے ساتھ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔''

فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰۗؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

''پس بے شک وہ جھٹلا چکے، سو ان کے پاس جلد ہی اس چیز کی خبریں آ جائیں گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔''

یہ لوگ تو بار بار سمجھانے کے باوجود اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور مخالفت پر اڑے بیٹھے ہیں۔ ان لوگوں کا علاج یہ نہیں کہ

کوئی معجزہ ان پر نازل کیا جائے کہ وہ ایمان لانے پر مجبور ہو جائیں۔ بلکہ ان کا علاج صرف یہ باقی رہ گیا ہے کہ انھیں جوتوں سے سیدھا کیا جائے اور عنقریب انھیں ایسی بھی خبریں ملتی رہیں گی جن سے ان کو معلوم ہو جائے گا کہ جن باتوں کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہی باتیں برحق اور درست تھیں۔ لہٰذا ان کی تمام تر معاندانہ کوششوں کے باوجود اسلام کو غلبہ نصیب ہوتا چلا گیا اور یہ ہر میدان میں مات کھاتے رہے اور ان کے لواحقین یہ خبریں سن کر غم کے گھونٹ پیتے رہے اور پیتے رہیں گے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ⑦ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ⑧ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ⑨ ع ٥

''اور کیا انھوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں کتنی چیزیں ہر عمدہ قسم میں سے اگائی ہیں۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور بے شک تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔''

یعنی اگر مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تخلیق پر غور کرتے تو انھیں یقین ہو جاتا کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ مثال کے طور پر زمین اور اس میں پیدا ہونے والے پودوں کو لے لو، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے انواع و اقسام کے بے شمار پودے اور پھل پیدا کیے ہیں جو اس کے کمال قدرت کی دلیل ہیں، لیکن ایمان باللہ وہ عظیم ترین نعمت ہے جس کی توفیق اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نہیں دیتا جو اس کی نشانیوں میں غور نہیں کرتے اور اپنے اختیار سے کفر کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں۔ آخری آیت میں فرمایا کہ آپ صبر و ثبات کے ساتھ اپنی ذمہ داری پوری کرتے رہیے اور حزن و ملال نہ کیجیے، اللہ ان کافروں سے انتقام لینے پر پوری طرح قادر ہے، کیونکہ وہ ہر چیز پر غالب ہے اور وہ اپنے نیک بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

وَإِذْ نَادَىٰ رَبُّكَ مُوسَىٰ أَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ⑩ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۚ أَلَا يَتَّقُونَ ⑪ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ⑫ وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَىٰ هَارُونَ ⑬

''اور جب تیرے رب نے موسیٰ کو آواز دی کہ ان ظالم لوگوں کے پاس جا۔ فرعون کی قوم کے پاس، کیا وہ ڈرتے نہیں۔ اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ اور میرا سینہ تنگ پڑتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی، سو تو ہارون کی طرف پیغام بھیج۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ کے رب نے موسیٰ کو طور کے پاس آواز دی اور کہا کہ آپ ظالم قوم، قوم فرعون کے پاس جائیے اور ان سے کہیے، کیا انھیں اللہ کے عذاب کا خوف نہیں ہے کہ کفر و سرکشی پر اصرار کر

رہے ہیں اور بنی اسرائیل پر ظلم وستم ڈھا رہے ہیں؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس عظیم ذمہ داری کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی ناتوانی کا اظہار کیا اور اللہ سے دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلا دیں گے جس کے نتیجہ میں میں تنگ دل ہو جاؤں گا اور میری زبان بھی نہیں چلتی، اس کے سبب میں پیغام رسانی کی ذمہ داری پوری نہیں کر سکوں گا، اس لیے میرے رب! تو جبریل کو میرے بھائی ہارون کے پاس وحی دے کر بھیج دے، تاکہ وہ بھی تیرا رسول ہو جائے اور میری مدد کرے۔

وَ لَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿١٤﴾ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿١٥﴾ فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٧﴾

''اور ان کا میرے ذمے ایک گناہ ہے، پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ فرمایا ہرگز ایسے نہ ہوگا، سو تم دونوں ہماری نشانیوں کے ساتھ جاؤ، بے شک ہم تمھارے ساتھ خوب سننے والے ہیں۔ تو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ بلاشبہ ہم رب العالمین کا پیغام پہنچانے والے ہیں۔ یہ کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔''

موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی کہا، اے میرے رب! میں نے قبطیوں کے حق میں ماضی میں ایک گناہ بھی کیا ہے، یعنی جب میں مصر میں تھا تو غلطی سے ایک قبطی میرے ہاتھوں مارا گیا تھا، تو مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ کہیں مجھے قتل نہ کر دیں اور پیغام رسانی کا کام نہ کر سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگ آپ کو قتل کر دیں، آپ دونوں ہمارے معجزات لے کر جائیے، ہم آپ کے ساتھ ہیں اور فرعون کو دعوتِ توحید دیتے وقت آپ دونوں کی اس سے جو بات ہوگی اسے ہم سنتے رہیں گے۔ آپ دونوں فرعون کے پاس جائیے، اس سے کہیے کہ ہم دونوں رب العالمین کے پیغمبر ہیں اور یہ بھی کہیے کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ ملک شام جانے کی اجازت دے دو۔

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّ لَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿١٨﴾ وَ فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَ اَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩﴾

''اس نے کہا کیا ہم نے تجھے اپنے اندر اس حال میں نہیں پالا کہ تو بچہ تھا اور تو ہم میں اپنی عمر کے کئی سال رہا۔ اور تو نے اپنا وہ کام کیا، جو تو نے کیا اور تو ناشکروں میں سے ہے۔''

جابر و متکبر اور اپنے آپ کو معبود سمجھنے والا فرعون یہ کب گوارا کر سکتا تھا کہ اسی کے گھر میں پروردہ ایک معمولی بنی اسرائیلی بچہ بڑا ہو کر اس کے بالمقابل کھڑا ہو، رسول ہونے کا دعویٰ کرے اور بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کرے، اس لیے اس نے حقارت آمیز انداز میں کہا کہ کیا تو وہی نہیں ہے جو میرے گھر میں پلا بڑھا تھا اور ایک مدت تک ہمارے

ساتھ رہا تھا؟ ہماری روٹی کھاتا رہا تھا اور تو نے ایک آدمی کو بھی قتل کر دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ تو بڑا احسان فراموش ہے۔

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾

’’کہا میں نے اس وقت وہ کام اس حال میں کیا کہ میں خطا کاروں سے تھا۔ پھر میں تم سے بھاگ گیا جب میں تم سے ڈرا تو میرے رب نے مجھے حکم عطا کیا اور مجھے رسولوں میں سے بنا دیا۔ اور یہ کوئی احسان ہے جو تو مجھ پر جتلا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔‘‘

موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں کہا، میں نہیں سمجھتا تھا کہ ٹھوکر لگانے یا گھونسا مارنے سے وہ آدمی مر جائے گا۔ میرا مقصد اسے قتل کرنا ہرگز نہیں تھا۔ پھر میں تمھارے علاقے سے بھاگ کر مدین چلا گیا، اس ڈر سے کہ کہیں تم لوگ مجھے قتل نہ کر دو۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، مجھے اللہ نے حکمت و نبوت سے نوازا اور اپنا رسول بنایا ہے، مجھ پر اپنے جس احسان کا تم ذکر کر رہے ہو تو وہ لائق ذکر نہیں ہے، اس لیے کہ تم نے تو میری پوری قوم یعنی بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ مجھے تو تم نے اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ تم نے اپنے گمان کے مطابق مجھے اپنا بیٹا بنانا چاہا تھا، یہ بھی تمھاری خود غرضی تھی۔

قَالَ فِرْعَوْنُ وَ مَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾

’’فرعون نے کہا اور رب العالمین کیا چیز ہے؟ کہا جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور اس کا بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ اس نے ان لوگوں سے کہا جو اس کے ارد گرد تھے، کیا تم سنتے نہیں؟ کہا جو تمھارا رب اور تمھارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔ کہا یقیناً تمھارا یہ پیغمبر، جو تمھاری طرف بھیجا گیا ہے، ضرور پاگل ہے۔ اس نے کہا جو مشرق و مغرب کا رب ہے اور اس کا بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے، اگر تم سمجھتے ہو۔‘‘

فرعون نے پوچھا، وہ رب العالمین کہ جس کے تم دونوں رسول ہونے کا دعویٰ کر رہے ہو، وہ کون ہے اور اس کی کیا حقیقت ہے؟ فرعون کے اس اسلوب کلام میں غایت درجہ تکبر اور اللہ تعالیٰ کی شان میں حد درجہ گستاخی عیاں تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ رب العالمین وہی ہے جو آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے، اگر تم کسی چیز پر یقین کرنا چاہتے ہو تو یہ بات بدرجۂ اولیٰ یقین کرنے کی ہے۔ اس لیے کہ اس کے دلائل آفتاب کی طرح روشن

ہیں۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کا یہ جواب سن کر سرداران قوم اور ارکانِ حکومت کی طرف متوجہ ہوا اور کبر و غرور کے ساتھ کہنے لگا کہ ذرا تم لوگ اس کی بات تو سنو، میں اس سے اس کے رب کی حقیقت پوچھ رہا ہوں اور وہ اس کے افعال بتا رہا ہے، یعنی میرے علاوہ کوئی رب العالمین ہے ہی نہیں تو وہ کیسے اپنے کسی دوسرے رب کی حقیقت بتا سکتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ وہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو اور اپنی پوری قوم کو دھوکا دے رہا ہے اور حقیقت کا اعتراف کرنے سے کترا رہا ہے، تو اس کی اور حاضرینِ مجلس کی مزید آنکھیں کھول دینے کے لیے انھوں نے کہا کہ وہی جو تمھارا رب ہے اور تمھارے گزشتہ آبا و اجداد کا رب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے صراحت کر دی کہ اے فرعون کے ماننے والو! تم رب العالمین کے ایک حقیر بندے فرعون کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ فرعون جب لاجواب ہو گیا تو اپنی قوم کو مطمئن کرنے کے لیے کہنے لگا کہ موسیٰ پاگل ہو گیا ہے اور اس کی بات پاگلوں کی بڑ ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا کہ رب العالمین وہ ہے جو مشرق و مغرب اور ان دونوں کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے اور یہ بات اتنی واضح ہے کہ تھوڑی سی عقل رکھنے والا آدمی بھی اسے سمجھتا ہے۔ یعنی اے فرعون! تمھاری عقل ماری گئی ہے کہ اتنی سادہ سی بات تمھیں سمجھ میں نہیں آتی۔

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾

’’کہا یقیناً اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے ضرور ہی قید کیے ہوئے لوگوں میں شامل کر دوں گا۔ کہا کیا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی واضح چیز لے آؤں؟ اس نے کہا تو اسے لے آ، اگر تو سچوں سے ہے۔‘‘

فرعون جب موسیٰ علیہ السلام کی اس معقول اور مدلل گفتگو سے بالکل لاجواب ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی دعوت کو پھیلانے کے لیے عزم صمیم کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں، تو ڈرانے اور دھمکانے والا طریقہ اختیار کیا جو ہمیشہ سے ان متکبروں کا طریقہ رہا ہے کہ جن کے پاس اپنے دعویٰ کی صداقت کے لیے دلائل نہیں ہوتے۔ اس نے کہا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو اپنا معبود بنایا تو میں تمھیں جیل کی اندھیر کوٹھڑی میں ڈال دوں گا جہاں مر کر گل سڑ جاؤ گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اس کا جواب سن کر سمجھ لیا کہ فرعون ان کے دلائل کے سامنے بالکل لاجواب ہو گیا ہے اور اس میں ایک گونہ کمزوری آ گئی ہے۔ اسی لیے انھوں نے نرم اسلوب اختیار کرتے ہوئے کہا کہ کیا میں تمھارے سامنے اللہ تعالیٰ کا معجزہ پیش کروں جو ثابت کر دے گا کہ میں اپنے دعویٰ میں بالکل سچا ہوں؟ تو فرعون نے کہا کہ ہاں! اگر سچے ہو تو پیش کرو۔

ع فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾

''پس موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ واضح اژدہا تھی۔ اور اپنا ہاتھ نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید (چمکدار) تھا۔''

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دی، تو وہ سچ مچ کا ایک سانپ بن کر دوڑنے لگی۔ مسند ابی یعلیٰ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک لمبی روایت میں ہے، وہ کہتے ہیں کہ وہ سانپ کچھ دیر کے بعد فرعون کی طرف بڑھنے لگا تو اس نے ڈر کے مارے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اسے پکڑ لو، موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑ لیا (تو وہ لاٹھی بن گیا۔) [مسند أبي يعلى: ۵۱۹/۲، ح: ۲٦١٠]

اس کے بعد انھوں نے اپنے گریبان سے اپنا ہاتھ نکالا، تو وہ بغیر برص کی بیماری کے خوبصورت چمکتا ہوا نظر آنے لگا۔

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۟ۙ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖۗ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۟ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآىِٕنِ حٰشِرِيْنَ ۟ۙ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ۟ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۟ۙ وَّ قِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ۟ۙ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۟

''اس نے ان سرداروں سے کہا جو اس کے ارد گرد تھے، یقیناً یہ تو ایک بہت ماہر فن جادوگر ہے۔ جو چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے ساتھ تمھیں تمھاری سرزمین سے نکال دے، تو تم کیا حکم دیتے ہو؟ انھوں نے کہا اسے اور اس کے بھائی کو مؤخر رکھ اور شہروں میں جمع کرنے والے بھیج دے۔ کہ وہ تیرے پاس ہر بڑا جادوگر لے آئیں، جو بہت ماہر فن ہو۔ تو جادوگر ایک مقرر دن کے طے شدہ وقت کے لیے جمع کر لیے گئے۔ اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم جمع ہونے والے ہو؟ شاید ہم ان جادوگروں کے پیروکار بن جائیں، اگر وہی غالب رہیں۔''

فرعون دونوں نشانیاں دیکھ کر تاڑ گیا کہ یہ کوئی مافوق العادت چیز ہے، لیکن اس نے اپنے ارد گرد فرعونیوں کو دھوکے میں ڈالنے کے لیے کہا کہ یہ تو کوئی بہت بڑا جادوگر ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمھاری سرزمین پر قابض ہو جائے اور تمھیں اس سے بے دخل کر دے۔ اس نے یہ بات موسیٰ علیہ السلام کے خلاف ان کے دلوں میں نفرت پھیلانے کے لیے کہی، تاکہ لوگ ان کی بات نہ مانیں۔ فرعون نے کہا کہ اس کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ فرعونیوں نے اس سے کہا کہ آپ ان دونوں بھائیوں کے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کیجیے اور حکم دے دیجیے کہ ملک کے تمام ماہر جادوگروں کو اکٹھا کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کے حکم کے مطابق فرعونیوں کی عید کے دن صبح کے وقت سارے جادوگر جمع ہو گئے۔ تمام لوگوں کو وقت پر جمع ہونے کی خوب ترغیب دلائی گئی تھی، تاکہ موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مقابلہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور موسیٰ کی شکست کا نظارہ کر کے اس پر ایمان نہ لائیں۔ لیکن ان کی اس جدوجہد

سے موسیٰ علیہ السلام کی خواہش پوری ہوئی کہ جب اللہ کا معجزہ ظاہر ہو تو سب لوگ اسے دیکھیں، تاکہ حق اور باطل ان کی آنکھوں کے سامنے عیاں ہو جائے۔

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾

''پھر جب جادوگر آ گئے تو انھوں نے فرعون سے کہا کیا واقعی ہمارے لیے ضرور کچھ صلہ ہوگا، اگر ہم ہی غالب ہوئے؟ کہا ہاں اور یقیناً تم اس وقت ضرور مقرب لوگوں سے ہو گے۔''

جب تمام جادوگر مقابلے کے لیے میدان میں اکٹھے ہو گئے تو انھوں نے فرعون کو اپنی حیثیت کا احساس دلانے اور موقع سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لیے اس سے پوچھا کہ اگر ہم موسیٰ پر غالب آ گئے تو کیا ہمیں داد و دہش سے نوازا جائے گا؟ تو فرعون نے جواب دیا کہ تمھیں تمھاری اجرت بھی ملے گی اور مزید برآں تمھیں دربار کے خاص لوگوں میں شامل کر لیا جائے گا۔

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَ عِصِيَّهُمْ وَ قَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾

''موسیٰ نے ان سے کہا پھینکو جو کچھ تم پھینکنے والے ہو۔ تو انھوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں اور انھوں نے کہا فرعون کی عزت کی قسم! بے شک ہم، یقیناً ہم ہی غالب آنے والے ہیں۔ پھر موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ ان چیزوں کو نگل رہی تھی جو وہ جھوٹ بنا رہے تھے۔''

جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ پہلے تم اپنی جادوگری کا مظاہرہ کرو گے یا ہم لوگ کریں؟ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ پہلے تم لوگ جو کرنا چاہتے ہو کرو۔ تو جادوگروں نے اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں میدان میں ڈال دیں اور ڈالتے وقت فرعون کی عزت کی قسم کھا کر کہا کہ یقیناً میدان ہمارے ہاتھ میں رہے گا۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے پورا میدان سانپوں سے بھر گیا۔ موسیٰ علیہ السلام یہ خوفناک منظر دیکھ کر دل میں ڈر گئے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں بذریعہ وحی حکم دیا کہ آپ اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دیجیے، لاٹھی کا زمین پر ڈالنا تھا کہ وہ ایک ہیبت ناک سانپ بن کر جادوگروں کے تمام جھوٹے سانپوں کو نگل گئی۔

فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ

اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ
لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۫
اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾ ع ۲/۸

’’تو جادوگر نیچے گرا دیے گئے، اس حال میں کہ سجدہ کرنے والے تھے۔ انھوں نے کہا ہم تمام جہانوں کے رب پر ایمان لے آئے۔ موسیٰ اور ہارون کے رب پر۔ کہا تم اس پر ایمان لے آئے، اس سے پہلے کہ میں تمھیں اجازت دوں، بلاشبہ یہ ضرور تمھارا بڑا ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے، سو یقیناً تم جلدی جان لو گے، میں ضرور ہر صورت تمھارے ہاتھ اور تمھارے پاؤں مخالف سمت سے بری طرح کاٹوں گا اور یقیناً تم سب کو ضرور بری طرح سولی دوں گا۔ انھوں نے کہا کوئی نقصان نہیں، بے شک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ بے شک ہم لالچ رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمارے لیے ہماری خطائیں معاف کرے گا، اس لیے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے بنے ہیں۔‘‘

جادوگر یہ منظر دیکھ کر فوراً ایمان لے آئے اور سجدہ میں گر گئے۔ انھیں یقین ہو گیا کہ یہ کوئی جادو نہیں بلکہ اللہ کا عطا کیا ہوا معجزہ ہے اور موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں۔ جادوگروں نے کہا ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے ہیں، جو موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کا رب ہے۔ جادوگروں کے یکا یک ایمان لانے سے فرعون ڈر گیا کہ کہیں پوری قوم نہ ایمان لے آئے اور وہ تنہا رہ جائے، اس لیے اس نے دھمکی دیتے ہوئے جادوگروں سے کہا کہ تم لوگ میری اجازت کے بغیر موسیٰ پر ایمان لے آئے ہو، اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ موسیٰ ہی وہ بڑا جادوگر ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے۔ فرعون نے کہا، تمھیں عنقریب اپنے کیے کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ میں تم میں سے ہر ایک کا ایک جانب کا ہاتھ اور دوسری جانب کا ایک پاؤں کاٹ دوں گا اور کھجور کے درختوں پر سولی دے کر لٹکا دوں گا۔ مسلمان ہونے والے جادوگروں نے اس کے جواب میں کہا کہ دنیاوی سزا سے ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوگا، بلکہ اگر ہم قتل کر دیے جائیں گے تو اپنے رب کے پاس اجر عظیم پائیں گے۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا رب ہمارے کفر اور جادوگری کے گناہ کو اس وجہ سے معاف کر دے گا کہ حق واضح ہو جانے کے بعد ہم لوگ پوری قوم سے پہلے ایمان لے آئے ہیں۔

وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْۤ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ
حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَ اِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ اِنَّا لَجَمِيْعٌ
حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾

’’اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو رات کو لے چل، یقیناً تمھارا پیچھا کیا جائے گا۔ تو فرعون نے

شہروں میں اکٹھا کرنے والے بھیج دیے۔ کہ بے شک یہ لوگ تو ایک تھوڑی سی جماعت ہیں۔ اور بلاشبہ یہ ہمیں یقیناً غصہ دلانے والے ہیں۔ اور بے شک ہم یقیناً سب چوکنے رہنے والے ہیں۔"

اس عظیم کامیابی کے کئی سال بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر رات کے وقت خشکی کے بجائے سمندر کی طرف چل پڑیں اور انھیں بتا دیا کہ فرعون اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ آپ کا پیچھا کرے گا، لیکن آپ بڑھتے چلے جایئے گا، وہ لوگ آپ لوگوں کو نہیں پکڑ سکیں گے۔ فرعون کو جب خبر ہوئی تو اس نے اپنی فوجوں کو اکٹھا کرنے کا حکم دیا اور بنی اسرائیل کو ان کی نگاہوں میں کمزور ظاہر کرنے کے لیے کہا کہ ان کی تعداد ہی کیا ہے، ان کی حرکتوں نے ہمیں ناراض کر دیا ہے۔ فرعون نے کہا کہ ہم موسیٰ اور بنی اسرائیل کے مکر سے خوب واقف ہیں اور ان کے شر سے بچنے کے لیے چوکنا ہیں۔ اس لیے اے میری فوج کے جوانو! چلو انھیں جلد از جلد جا لیں اور گھیر کر واپس لائیں۔

فَأَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ۖ وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾

"تو ہم نے انھیں باغوں اور چشموں سے نکال دیا۔ اور خزانوں سے اور عمدہ جگہ سے۔ ایسے ہی ہوا اور ہم نے ان کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انھیں کشاں کشاں سرزمین مصر، اس کے باغات، نہروں، خزانوں اور عیش کی جگہوں سے دور کر کے موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے لگا دیا، اس طرح ہم نے انھیں ان کے گھروں، املاک اور جائدادوں سے الگ کر دیا اور بنی اسرائیل کو ان تمام چیزوں کا وارث بنا دیا۔

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾

"تو انھوں نے سورج نکلتے ان کا پیچھا کیا۔ پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا بے شک ہم یقیناً پکڑے جانے والے ہیں۔ کہا ہرگز نہیں! بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے، وہ مجھے ضرور راستہ بتائے گا۔"

فرعون اور اس کی فوج نے طلوعِ آفتاب کے وقت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا پیچھا کیا اور جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی مارے ڈر کے کہنے لگے کہ اب تو ہم پکڑ لیے گئے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے پورے ایمان و یقین کے ساتھ کہا کہ ہرگز نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا، میرا رب میرے ساتھ ہے اور وہ راہ نجات کی طرف

مدی ضرور راہنمائی کرے گا۔

﴿فَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاکَ الۡبَحۡرَ ؕ فَانۡفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرۡقٍ کَالطَّوۡدِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۶۳﴾ وَ اَزۡلَفۡنَا ثَمَّ الۡاٰخَرِیۡنَ ﴿ۚ۶۴﴾ وَ اَنۡجَیۡنَا مُوۡسٰی وَ مَنۡ مَّعَہٗۤ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿ۚ۶۵﴾ ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ ﴿ؕ۶۶﴾﴾

''تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مار، پس وہ پھٹ گیا تو ہر ٹکڑا بہت بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا۔ اور وہیں ہم دوسروں کو قریب لے آئے۔ اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے، سب کو بچا لیا۔ پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔''

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ آپ اپنی لاٹھی سمندر کے پانی پر ماریے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا اور آل یعقوب کے بارہ گروہوں کے لیے سمندر میں بارہ راستے بن گئے اور پانی اونچے پہاڑ کی طرح دونوں کناروں پر کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ فرعون اور اس کی فوجوں کو سمندر کے قریب لاتا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی سمندر میں بنے راستوں سے گزر کر دوسری طرف چلے گئے، تو فرعون نے بھی اپنی فوج کے ساتھ انھی راستوں سے گزرنا چاہا اور جب وہ بیچ سمندر میں پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کی طرح کھڑے پانی کو ان پر لوٹا دیا اور وہ سب کے سب ڈوب گئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿فَاَتۡبَعَهُمۡ فِرۡعَوۡنُ بِجُنُوۡدِهٖ فَغَشِيَهُمۡ مِّنَ الۡيَمِّ مَا غَشِيَهُمۡ﴾ [طٰہٰ : ۷۸] ''پس فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا تو انھیں سمندر سے اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے انھیں ڈھانپا۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ہجرت کر کے) مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے یہود کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے پوچھا: ''یہ دن کیا (اہمیت رکھتا) ہے، جس کا تم روزہ رکھتے ہو؟'' انھوں نے کہا، یہ ایک اچھا اور عظیم دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون سے نجات دلائی تھی، اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا تھا اور ہم بھی اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم موسیٰ علیہ السلام کے تمھاری نسبت زیادہ حق دار ہیں۔'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ [بخاري، كتاب الصوم، باب صوم يوم عاشوراء : ٢٠٠٤۔ مسلم، كتاب الصيام، باب صوم يوم عاشوراء : ١١٣٠]

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۶۷﴾ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿ع۶۸﴾﴾ ع ۴ ۸

''بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور بے شک تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، بے حد رحم والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موسیٰ اور فرعون کا یہ واقعہ بہت ہی عبرت انگیز ہے اور اللہ کی عظیم قدرتوں کی دلیل ہے، نیز فرمایا کہ فرعونیوں میں سے چند ہی ایمان لائے، باقی سب فرعون ہی کی پیروی کرتے رہے، یہاں تک کہ غرقاب ہو گئے۔ آخر میں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ آپ کا رب ہر حال میں غالب ہے اور اپنے دشمنوں سے ضرور انتقام لیتا اور اپنے نیک بندوں پر رحم کرتا ہے اور انھیں تکلیف و مصیبت سے نجات دیتا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿٧١﴾

’’اور ان پر ابراہیم کی خبر پڑھ۔ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ انھوں نے کہا ہم کچھ بتوں کی عبادت کرتے ہیں، پس انھی کے مجاور بنے رہتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ مشرکین قریش کو ابراہیم علیہ السلام کی داستانِ توحید سنا دیجیے، جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا کہ تم لوگ کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ ابراہیم علیہ السلام کے باپ اور ان کی قوم کے دیگر افراد نے فخر کے طور پر کہا کہ ہم بتوں کی پرستش کرتے ہیں اور دن بھر ان کی عبادت میں لگے رہتے ہیں، یعنی رات کے وقت ستاروں کی اور دن میں انھی ستاروں کے مجسّموں کی پرستش کرتے ہیں۔

قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ : سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ سے حنین کی طرف نکلے، راستے میں بیری کے درخت کے پاس سے گزر ہوا، جہاں مشرکین و کفار مجاور بن کر بیٹھتے تھے اور وہاں اپنا اسلحہ لٹکاتے تھے، اس مقام کو ذات انواط کہا جاتا تھا (یعنی ایسا مقام جہاں چیزوں کو لٹکایا جائے) چنانچہ جب ہم بیری کے اس بہت بڑے سبز درخت کے پاس سے گزرے تو ہم (میں سے بعض لوگوں) نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی کوئی ایسا ہی آستانہ بنا دیجیے! اللہ کے رسول ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ’’اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگوں نے بھی بالکل وہی بات کہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ (اے موسیٰ!) ہمارے لیے بھی کوئی مشکل کشا بنا دے، جس طرح کہ ان لوگوں کے مشکل کشا ہیں۔‘‘ پھر آپ ﷺ نے (اپنے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: ’’حقیقت حال یہ ہے کہ تم نادان لوگ ہو، یہ ایسے (شرکیہ و کفریہ) طور طریقے ہیں جو تم سے پہلے لوگوں نے اختیار کیے تھے اور تم بھی ایک ایک کرکے ان کو اپناتے چلے جاؤ گے۔‘‘ [مسند أحمد : ۲۱۸/۵، ح : ۲۱۹۵۶۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لترکبن ...... الخ : ۲۱۸۰۔ ابن حبان : ۶۷۰۳۔ السنن الکبریٰ للنسائی : ۳۴۶/۶، ح : ۱۱۱۸۵]

قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿٧٢﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿٧٣﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا

كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

”کہا کیا وہ تمھیں سنتے ہیں، جب تم پکارتے ہو؟ یا تمھیں فائدہ دیتے، یا نقصان پہنچاتے ہیں؟ انھوں نے کہا بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا کہ وہ ایسے ہی کرتے تھے۔“

ابراہیم علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ جب تم لوگ ان بتوں کو پکارتے ہو تو کیا یہ سنتے ہیں؟ یا تمھیں نفع پہنچا سکتے ہیں؟ یا اگر تم ان کی عبادت کرنا چھوڑ دو تو کیا یہ تمھیں نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ اس سوال کا مقصد ان کے دین کا فساد ثابت کرنا تھا۔ اس لیے کہ اس کا جواب ان کے پاس اس کے سوا کچھ بھی نہیں تھا کہ واقعی یہ بت نہ ہماری پکار کا جواب دیتے ہیں اور نہ ہمیں نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان، تو گویا ان کی عبادت لہو و لعب اور حماقت کے سوا کچھ بھی نہ تھی۔ اسی لیے مشرکین نے اپنے کفر و شرک پر اصرار کرتے ہوئے یہ جواب دیا کہ ہمارے باپ دادا ایسا ہی کرتے آئے ہیں، اس لیے ہم بھی ایسا ہی کریں گے اور اس پر سختی سے قائم رہیں گے۔

اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ : قبیلہ سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور وہ مسلمان ہو گئے، پھر وہ واپس اپنی قوم کے پاس گئے، تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ واپس جا کر سب سے پہلا جملہ جو انھوں نے اپنی زبان سے ادا کیا، وہ یہ تھا کہ لات اور عزیٰ (کس قدر) برے ہیں۔ لوگوں نے جب ضمام رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ سنا تو کہنے لگے، اے ضمام! (بزرگوں کی گستاخی سے) رک جا اور برص اور کوڑھ کی بیماریوں سے بچ اور بچ (کہ کہیں بزرگوں کی گستاخی سے) تو پاگل نہ ہو جائے! یہ سن کر ضمام رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم سے کہا، ہلاکت ہو تمھارے لیے! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ دونوں (مل کر بھی) نہ کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ کچھ سنوار سکتے ہیں، (سنو!) اللہ عزوجل نے ایک رسول بھیجا ہے اور اس پر ایک کتاب اتاری ہے، جن جہالتوں اور گمراہیوں میں تم پڑے ہو، اس کتاب کے ساتھ وہ تمھیں ان سے بچاتا ہے۔ [مسند أحمد : ۱/ ۲٦٤، ۲٦٥، ح : ۲۳۸٤۔ مستدرك حاكم : ۳/ ٥٤، ٥٥، ح : ٤۳۸۰]

قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾

”کہا تو کیا تم نے دیکھا کہ جن کو تم پوجتے رہے۔ تم اور تمھارے پہلے باپ دادا۔ سو بلاشبہ وہ میرے دشمن ہیں، سوائے رب العالمین کے۔“

ابراہیم علیہ السلام نے کہا، پھر تم سب جان لو کہ جن بتوں کی تم اور تمھارے آبا و اجداد پرستش کرتے رہے ہیں، میری ان سب سے دشمنی ہے، سوائے رب العالمین کے، جو دنیا و آخرت میں میرا مولیٰ و آقا ہے۔ اس لیے میں صرف اسی کی

عبادت کرتا ہوں۔

قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوطلحہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا، ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرے لیے جائز نہیں ہے کہ میری شادی کسی مشرک سے ہو، اے ابوطلحہ! کیا تو نہیں جانتا ہے کہ یقیناً تمھارا معبود، جس کی تم عبادت کرتے ہو، اسے فلاں آدمی یا (فرمایا) فلاں قبیلے کا بڑھئی غلام تراشتا ہے اور اگر تم اس میں آگ بھڑکاؤ تو وہ یقیناً خاکستر ہو جائے؟ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، یہ سن کر ابوطلحہ چلے گئے اور یقیناً ام سلیم رضی اللہ عنہا کی بات ان کے دل میں بیٹھ گئی، وہ جب کبھی ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر پیغام نکاح دیتے تو وہ انھیں یہی بات کہتیں، ایک دن وہ آئے اور کہا کہ جو دعوت تو نے مجھے دی تھی میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (پھر انھوں نے شادی کر لی اور) ام سلیم رضی اللہ عنہا کا مہر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام ہی تھا، اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ [الطبقات الکبریٰ لابن سعد : ۸/ ۳۱۳، و إسناده صحيح]

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [الممتحنة : ٤] ”یقیناً تمھارے لیے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے ایک اچھا نمونہ تھا، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک ہم تم سے اور ان تمام چیزوں سے بری ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [الأنعام : ٧٩، ٨٠] ”کہنے لگا اے میری قوم! بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔ بے شک میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، ایک (اللہ کی) طرف ہو کر اور میں مشرکوں سے نہیں۔“

الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝۷۸ وَ الَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَ يَسْقِيْنِ ۝۷۹ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝۸۰ وَ الَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۝۸۱ وَ الَّذِيْۤ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝۸۲

”وہ جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے۔ اور وہی جو مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ اور وہ جو مجھے موت دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا۔ اور وہ جس سے میں طمع رکھتا ہوں کہ وہ جزا کے دن مجھے میری خطا بخش دے گا۔“

ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں صرف اس رب العالمین کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جو دین و دنیا کی بھلائی کی طرف میری راہنمائی کرتا ہے۔ جو کھلاتا اور پلاتا ہے، یعنی اس نے مجھے روزی دینے کے لیے تمام آسمانی اور

زمینی اسباب مہیا کیے، بادل بھیجا، پانی برسایا، زمین کو زندگی دی اور انواع و اقسام کے پھل اور غذائی مادے پیدا کیے اور پانی کو صاف شفاف اور میٹھا بنایا جسے جانور اور انسان سبھی پیتے ہیں۔ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفا دینے پر اس کے سوا کوئی قادر نہیں ہوتا۔ اس رب العالمین کی صفت یہ بھی ہے کہ وہی تمام انسانوں کو موت دیتا ہے اور قرب قیامت کے وقت وہ سب کو دوبارہ زندہ کرے گا اور اسی سے امید کی جاتی ہے کہ قیامت کے دن وہ میرے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾

”اے میرے رب! مجھے حکم عطا کر اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا۔“

ابراہیم علیہ السلام جب اپنے رب کی تعریف، اس کی حمد و ثنا اور اس کی گوناگوں نعمتوں کو بیان کر چکے، تو انھوں نے اپنے رب سے دعا کی، نہایت عجز و انکسار سے کہا، اے میرے رب! مجھے علم و فہم میں کمال عطا فرما اور انبیاء کی طرح عمل صالح کی توفیق دے اور جنت میں مجھے ان کا ساتھی بنا، دوسروں کے لیے مجھے خیر کا نمونہ بنا اور آئندہ آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھ۔

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾

”اور پیچھے آنے والوں میں میرے لیے سچی ناموری رکھ۔ اور مجھے نعمت کی جنت کے وارثوں میں سے بنا۔ اور میرے باپ کو بخش دے، یقیناً وہ گمراہوں میں سے تھا۔“

یعنی اس دنیا میں، میں ایسے اچھے کام کر سکوں کہ بعد میں آنے والے لوگ میرا ذکر اچھے الفاظ میں کیا کریں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا حرف بحرف قبول ہوگئی۔ دنیا کے اکثر اہل مذاہب ان کو اپنا دینی پیشوا سمجھتے ہیں، ان سے محبت کرتے اور ان کی تعریف بیان کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنی دعا میں یہ بھی کہا، میرے رب! مجھے بے شمار نعمتوں والی جنت کا وارث بنا، یعنی ان میں سے بنا جنھیں تو بغیر محنت و مشقت کیے جنت عطا فرمائے گا، جیسے انسان کو وراثت بغیر محنت کیے حاصل ہوتی ہے اور میرے رب! میرے باپ کی مغفرت فرما دے، اس لیے کہ اس نے جہالت و نادانی کی وجہ سے تیرے ساتھ غیروں کو شریک بنایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ﴾ [التوبة: ۱۱۴] ”اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا نہیں تھا مگر اس وعدہ کی وجہ سے جو اس نے اس سے کیا تھا، پھر جب اس کے لیے واضح ہو گیا کہ بے شک وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا۔ بے شک ابراہیم یقیناً بہت نرم دل، بڑا بردبار تھا۔“ اور فرمایا: ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ

دُوۡنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرۡنَا بِكُمۡ وَبَدَا بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةُ وَالۡبَغۡضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَحۡدَهٗۤ اِلَّا قَوۡلَ اِبۡرٰهِيۡمَ لِاَبِيۡهِ لَاَسۡتَغۡفِرَنَّ لَكَ وَمَاۤ اَمۡلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيۡكَ تَوَكَّلۡنَا وَاِلَيۡكَ اَنَبۡنَا وَاِلَيۡكَ الۡمَصِيۡرُ ﴾ [الممتحنة : ٤] ''یقیناً تمھارے لیے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے ایک اچھا نمونہ تھا، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بے شک ہم تم سے اور ان تمام چیزوں سے بری ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمھیں نہیں مانتے اور ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا، یہاں تک کہ تم اس اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ، مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا (تمھارے لیے نمونہ نہیں) کہ بے شک میں تیرے لیے بخشش کی دعا ضرور کروں گا اور میں تیرے لیے اللہ سے کسی چیز (کے دلوانے) کا مالک نہیں ہوں، اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسا کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

وَلَا تُخۡزِنِىۡ يَوۡمَ يُبۡعَثُوۡنَ ﴿۸۷﴾ يَوۡمَ لَا يَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنۡ اَتَى اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ ﴿۸۹﴾

''اور مجھے رسوا نہ کر، جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔ جس دن نہ کوئی مال فائدہ دے گا اور نہ بیٹے۔ مگر جو اللہ کے پاس سلامتی والا دل لے کر آیا۔''

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں یہ بھی کہا کہ میرے رب! جس دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے، اس دن لوگوں کے سامنے مجھے رسوا نہ کرنا، یا قیامت کے دن مجھے عذاب نہ دینا، جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد۔ صرف وہ آدمی جہنم کے عذاب سے بچ سکے گا جس کا دل دنیا میں کفر و شرک، نفاق اور دیگر مذموم اخلاق و عادات سے محفوظ ہو گا۔ ایسے ہی آدمی کا نیک عمل قیامت کے دن اس کے کام آئے گا۔

وَلَا تُخۡزِنِىۡ يَوۡمَ يُبۡعَثُوۡنَ : یعنی قیامت کے دن، جب اگلے پچھلے سارے لوگ اٹھا کر کھڑے کیے جائیں گے، مجھے ذلت و رسوائی سے بچانا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ روایت بیان کی ہے، جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر سے قیامت کے دن ملاقات کریں گے تو آزر کے منہ پر سیاہی اور گرد و غبار ہو گا۔ ابراہیم علیہ السلام اس سے کہیں گے کہ کیا میں نے (دنیا میں) تم سے نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو؟ ان کا باپ آزر کہے گا، آج میں تمھاری نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس وقت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے، اے اللہ! تو نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے قیامت کے دن رسوا نہیں کرے گا تو اس سے بڑھ کر اور کیا رسوائی ہو گی کہ آج میرا والد تیری رحمت سے سب سے زیادہ دور ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے کافروں پر جنت حرام کر دی ہے۔ پھر (ابراہیم علیہ السلام کو تسلی دینے کے لیے) کہا جائے گا، اے ابراہیم! تمھارے پاؤں کے نیچے کیا چیز ہے؟ ابراہیم علیہ السلام (نیچے نظر کریں گے تو) دیکھیں گے کہ نجاست میں لتھڑا ہوا ایک بجو ہے، چنانچہ اس کو پاؤں سے پکڑ کر دوزخ

میں ڈال دیا جائے گا۔" [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ : ﴿ واتخذ اللہ إبراهيم خليلاً ﴾ : ٣٣٥٠]

وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٩٠﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿٩١﴾ وَ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٩٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَ الْغَاوٗنَ ﴿٩٤﴾ وَ جُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿٩٥﴾

"اور متقی لوگوں کے لیے جنت قریب لائی جائے گی۔ اور گمراہ لوگوں کے لیے بھڑکتی آگ ظاہر کر دی جائے گی۔ اور ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جنھیں تم پوجتے تھے؟ اللہ کے سوا۔ کیا وہ تمھاری مدد کرتے ہیں، یا اپنا بچاؤ کرتے ہیں؟ پھر وہ اور تمام گمراہ لوگ اس میں اوندھے منہ پھینک دیے جائیں گے۔ اور ابلیس کے تمام لشکر بھی۔"

قیامت کے دن جنت نیک بختوں کے قریب کر دی جائے گی، جسے دیکھ کر وہ خوش ہوں گے اور جہنم بدبختوں کے سامنے کر دی جائے گی، جسے دیکھ کر غم و حسرت سے ان کے دل پارہ پارہ ہوں گے۔ جہنمیوں سے کہا جائے گا کہ جن معبودوں کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے وہ کہاں چلے گئے؟ انھیں ہمارے سامنے لاؤ، کیا آج وہ تم سے یا اپنے آپ سے عذاب کو ٹال سکیں گے؟ آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھیں اور ان کی عبادت کرنے والے گمراہوں کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، جس میں لڑھکتے ہوئے اس کی آخری کھائی تک پہنچ جائیں گے۔ ان کے ساتھ ابلیس کے ان پیروکاروں اور مددگاروں کو بھی اس میں ڈال دیا جائے گا، جو لوگوں کو شرک و معاصی، زمین میں فساد اور ارتکاب جرائم پر ابھارتے تھے۔

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿٣١﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿٣٢﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴿٣٣﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴾ [ق : ٣١ تا ٣٤] "اور جنت پرہیز گاروں کے لیے قریب کر دی جائے گی، جو کچھ دور نہ ہوگی۔ یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اس شخص کے لیے جو بہت رجوع والا، خوب حفاظت کرنے والا ہو۔ جو رحمان سے بغیر دیکھے ڈر گیا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔ اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہی ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔"

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ : سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ اتنے میں دو آدمی آپ کے پاس آئے۔ ان میں سے ایک مفلسی کی شکایت کرتا تھا اور دوسرا رہزنی کا شاکی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رہزنی کا حال تو یہ ہے کہ تم پر زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ ایک قافلہ مکہ کی طرف روانہ ہوگا اور اس کے ساتھ کوئی محافظ نہیں ہوگا۔ رہی مفلسی تو قیامت اس وقت تک برپا نہیں ہوگی جب تک (منظر یہ نہ ہو کہ) تم میں سے کوئی شخص اپنی خیرات لیے ہوئے گھومے گا تو اسے ایسا کوئی آدمی نہیں ملے گا جو اسے قبول کر لے۔ پھر (قیامت کے دن) تم میں

سے کوئی شخص اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا، اس حالت میں کہ اس کے اور اللہ کے درمیان نہ کوئی پردہ ہوگا اور نہ کوئی ترجمان۔ تب اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ کیا میں نے دنیا میں تجھے مال نہیں دیا تھا؟ وہ عرض کرے گا، کیوں نہیں، (بے شک تو نے مال دیا تھا) پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں نے (دنیا میں) تیری طرف رسول نہیں بھیجا تھا؟ وہ عرض کرے گا، کیوں نہیں، (بے شک تو نے رسول بھیجا تھا)۔ پھر وہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو آگ ہوگی اور بائیں طرف دیکھے گا تو آگ ہوگی، تو تم میں سے ہر شخص کو آگ سے بچنا چاہیے، اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی، اگر یہ بھی نہ ملے تو اچھی بات کہہ کر ہی سہی۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ قبل الرد : ۱۴۱۳]

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ : ثقہ تابعی مجاہد بن جبر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے آقا عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں میرے پاس ایک پتھر تھا، جسے ہم نے اپنے ہاتھ سے تراشا تھا اور جس کی میں اللہ کے علاوہ عبادت کرتا تھا، میں خالص وعمدہ دودھ لے کر آتا، جو میرے نزدیک سب سے زیادہ قیمتی ہوتا تھا اور اس بت پر بہا دیتا، پھر کتا آتا اور (مزے لے کر) اسے چاٹ لیتا اور پھر وہیں ٹانگ اٹھا کر پیشاب کر دیتا۔ [مسند أحمد : ۴۲۵/۳، ح : ۱۵۵۱۰۔ مستدرك حاكم : ۴۵۸/۱، ح : ۱۶۸۳]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے روز جہنم (میدان حشر میں) لائی جائے گی، تو اس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ کو ستر ہزار فرشتے کھینچ رہے ہوں گے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منه : ۲۸۴۲]

قَالُوْا وَ هُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ۙ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَ مَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ۙ﴿۱۰۰﴾ وَ لَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾

''وہ کہیں گے جب کہ وہ اس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ اللہ کی قسم! بے شک ہم یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔ جب ہم تمھیں جہانوں کے رب کے برابر ٹھہراتے تھے۔ اور ہمیں گمراہ نہیں کیا مگر ان مجرموں نے۔ اب نہ ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والے ہیں۔ اور نہ کوئی دلی دوست۔''

مشرکین اپنے معبودوں کے ساتھ جہنم میں جھگڑیں گے اور کہیں گے، اللہ کی قسم! ہم جو تمھیں رب العالمین کے برابر سمجھتے تھے اور تمھاری عبادت کرتے تھے، تو ہم کھلی گمراہی میں تھے اور ہماری گمراہی کے ذمہ دار تم ہی ہو۔ تم نے ہی ہمیں شرک و کفر اور گمراہی و سرکشی پر ابھارا، خود بھی ڈوبے اور ہمیں بھی لے ڈوبے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل شرک جہنمیوں کا قول نقل کیا ہے: ﴿ وَ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴾ [الأحزاب : ۶۷] ''اور کہیں گے اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تو انھوں نے ہمیں اصل راہ سے گمراہ کر

دیا۔'' دنیا میں جنھیں ہم اپنا سفارشی اور مخلص دوست سمجھتے تھے، آج وہ سب کے سب غائب ہیں۔ مشرکین اپنے بتوں کے بارے میں اعتقاد رکھتے تھے کہ وہ اللہ کے دربار میں ان کے سفارشی بنیں گے اور انسانوں کے کچھ شیاطین دنیا میں ان کے بڑے پکے دوست تھے۔ میدانِ محشر میں کوئی بھی ان کے کام نہیں آئے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَىِٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [الزخرف: ٦٧] ''سب دلی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقی لوگ۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۙ وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۙ وَ لَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۚۖ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۭ بِبَنِيْهِ ۙ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ اَخِيْهِ ۙ وَ فَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۙ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۙ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۙ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۚۖ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَ تَوَلّٰى ۙ وَ جَمَعَ فَاَوْعٰى ﴾ [المعارج: ۸ تا ۱۸] ''جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہیں پوچھے گا۔ حالانکہ وہ انھیں دکھائے جا رہے ہوں گے۔ مجرم چاہے گا کاش کہ اس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے خاندان کو، جو اسے جگہ دیا کرتا تھا۔ اور ان تمام لوگوں کو جو زمین میں ہیں، پھر اپنے آپ کو بچا لے۔ ہرگز نہیں! یقیناً وہ (جہنم) ایک شعلہ مارنے والی آگ ہے۔ منہ اور سر کی کھال کو اتار کھینچنے والی ہے۔ وہ (ہر) اس شخص کو پکارے گی جس نے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا۔ اور (مال) جمع کیا اور اسے بند رکھا۔''

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

''تو کاش کہ واقعی ہمارے لیے واپس جانے کا ایک موقع ہو، تو ہم مومنوں میں سے ہو جائیں۔''

مشرکین جہنم میں غایت حزن و ملال کے ساتھ کہیں گے، اے کاش! ہم دوبارہ دنیا میں لوٹائے جاتے تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتے اور رسول کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے، لیکن ان کی یہ تمنا ایسی ہوگی جو کبھی پوری نہیں ہوگی۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ ع

''بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان والے نہیں تھے۔ اور بے شک تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔''

یعنی ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کا جو واقعہ ابھی بیان کیا گیا ہے، اس میں صاحب بصیرت انسان کے لیے بڑی عبرت کی باتیں ہیں۔ انھوں نے کس خوش اسلوبی کے ساتھ لوگوں کے سامنے اپنی دعوت پیش کی، کس قدر صبر و تحمل اور بردباری

سے کام لیا اور مسئلہ توحید کی کیسی عمدہ وضاحت کی، یہ اور ان کے علاوہ بہت سی مفید نصیحتیں اس واقعے سے حاصل ہوتی ہیں، لیکن دعوتِ ابراہیمی کی ان تمام خوبیوں کے باوجود ان کی قوم کے بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے۔ اگلی آیت میں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ کا رب ہر حال میں غالب ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جیسا چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔ اس کے بندے اگر اس کی طرف رجوع کریں اور اس کی عبادت میں مخلص ہوں، تو وہ نہایت مہربان ہے، انھیں بے شمار نعمتوں والی جنت میں داخل کرے گا۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾

”نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی نوح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں؟ بے شک میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں اس پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، میری اجرت تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔“

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے و رسول نوح علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا ہے، بتوں کی پوجا پاٹ شروع ہونے کے بعد یہ پہلے رسول تھے جنھیں اہل زمین کی طرف بھیجا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا، اس لیے کہ تمام انبیاء و رسل کی دعوت ایک تھی، سب نے شرک کی نفی کی، لوگوں کو توحید کی طرف بلایا۔ اس لیے جس نے ایک نبی کو جھٹلایا اس نے گویا تمام انبیاء کو جھٹلا دیا۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا، کیا تمھیں اللہ کا ڈر نہیں لگتا کہ بتوں کی پرستش کرتے اور اس کے رسول کو جھٹلاتے ہو؟ اللہ نے مجھے تمھارے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور جو کچھ مجھے بذریعہ وحی بتلایا جاتا ہے، وہ میں پوری امانت کے ساتھ تم تک پہنچاتا ہوں۔ اس لیے اللہ کے عذاب سے ڈرو، کفر کی راہ اختیار نہ کرو، میری تکذیب نہ کرو، جن باتوں کا میں تمھیں حکم دیتا ہوں ان پر عمل کرو۔ اللہ پر ایمان لے آؤ، شرک کرنا چھوڑ دو اور اللہ کے نازل کردہ دین کے مطابق زندگی گزارو۔ میں جو تمھیں اللہ کے دین کی تبلیغ کرتا ہوں تو اس کی میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میں اپنے اجر و ثواب کی امید اللہ تعالیٰ سے رکھتا ہوں، اس لیے اللہ کے عذاب سے ڈرو اور میری بات مانو۔

قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قَالَ وَ مَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَ مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۵﴾

’’انھوں نے کہا کیا ہم تجھ پر ایمان لے آئیں، حالانکہ تیرے پیچھے وہ لوگ لگے ہیں جو سب سے ذلیل ہیں۔ اس نے کہا اور مجھے کیا علم کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں۔ ان کا حساب تو میرے رب ہی کے ذمے ہے، اگر تم سمجھو۔ اور میں ایمان والوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں۔ میں نہیں ہوں مگر ایک کھلم کھلا ڈرانے والا۔‘‘

قوم نوح نے جواب دیا کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے، نہ تمھاری پیروی کریں گے اور نہ تم پر ایمان لانے والے ان گھٹیا لوگوں کو اپنے لیے نمونہ قرار دیں گے جنھوں نے تمھاری اتباع و تصدیق کی ہے، کیونکہ وہ تو ہمارے ذلیل لوگ ہیں۔ ان کے نزدیک عزت و شرف کا معیار مال و جاہ تھا، نہ کہ بلند کردار اور اعلیٰ اخلاق۔ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کہ مال و دولت والے دنیا داروں نے اللہ کے دین اور بلند اخلاق و کردار کی پروا نہ کی اور غریبوں اور کمزوروں کو گھٹیا اور رذیل سمجھا۔ حالانکہ انھی کمزوروں نے آگے بڑھ کر اللہ کے دین کو گلے سے لگایا اور اونچے کردار اور اچھے اخلاق کو مال و دولت پر ترجیح دی۔ تاریخ شاید ہے کہ انبیاء کی پیروی کرنے والے زیادہ تر غریب اور کمزور لوگ ہوتے تھے، جبکہ دولت مند لوگ اپنے کبر و غرور کی وجہ سے پیچھے رہ جاتے تھے اور کہتے تھے کہ جس دین کی اتباع حقیر و فقیر لوگ کر رہے ہیں، وہ سچا اور برحق دین کیسے ہوسکتا ہے؟ نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھے لوگوں کے اعمال جاننے کا پابند نہیں بنایا گیا ہے کہ کون کیا کرتا ہے؟ کون مال دار ہے اور کون فقیر؟ کس کے دل میں کیا ہے، اس کا علم اللہ کو ہے اور وہی اپنے بندوں کا حساب لے گا۔ مجھے تو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کو بغیر کسی امتیاز کے اللہ کے دین کی طرف بلاؤں۔ اے میری قوم کے لوگو! اگر تمھیں ان باتوں کا شعور ہوتا تو تم لوگوں کی صنعت و حرفت اور ان کی مال داری اور غریبی کو حق و باطل کے درمیان امتیاز کا معیار نہ سمجھتے۔ میں تمھاری یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ غریب مسلمانوں کو اپنے پاس سے بھگا دوں، میں تو تمھیں اللہ کے عذاب سے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ ﴿۱۱۶﴾

’’انھوں نے کہا اے نوح! یقیناً اگر تو باز نہ آیا تو ہر صورت سنگسار کیے گئے لوگوں سے ہو جائے گا۔‘‘

جیسا کہ ہمیشہ سے کافر و مشرک قوموں کا شیوہ رہا ہے کہ جب انھیں اپنے دعویٰ کی صداقت کے لیے کوئی دلیل و حجت نہیں ملی، تو وہ متکبرانہ انداز گفتگو اور دھمکی پر تل گئے۔ انھوں نے کہا کہ اے نوح! اگر تم نے ہمارے دین کی عیب جوئی اور ہمارے معبودوں کو برا کہنا بند نہ کیا تو ہم تمھیں پتھروں سے مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔

قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِیْ وَ مَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۸﴾ النصف

''اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔ پس تو میرے درمیان اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے، کھلا فیصلہ اور مجھے اور میرے ساتھ جو ایمان والے ہیں، انھیں بچا لے۔''

نوح علیہ السلام نو سو پچاس سال تک اپنی قوم کو دعوت توحید دیتے رہے، لیکن ظالم قوم اپنے کفر و شرک پر مصر رہی، تو بالآخر انھوں نے اپنے رب سے مناجات کرتے ہوئے کہا کہ میرے رب! میری قوم نے مجھے یکسر جھٹلا دیا ہے، اب ان کی اصلاح کی کوئی امید باقی نہیں ہے، اس لیے میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے اہل ایمان ساتھیوں کو اس عذاب سے بچا لے جس کے ذریعے سے تو ظالموں کو ہلاک کرے گا۔ اس کیفیت سے متعلق دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ [المؤمنون : ۲٦] ''اس نے کہا اے میرے رب! میری مدد کر، اس لیے کہ انھوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَ اُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۖۚ وَ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا وَ لَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ﴾ [ھود : ۳٦، ۳۷] ''اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ تیری قوم میں سے کوئی ہرگز ایمان نہیں لائے گا مگر جو ایمان لا چکا، پس تو اس پر غمگین نہ ہو جو وہ کرتے رہے ہیں۔ اور ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا اور مجھ سے ان کے بارے میں بات نہ کرنا جنھوں نے ظلم کیا، یقیناً وہ غرق کیے جانے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ ؕ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ [ھود : ٤٠] ''یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور ابل پڑا تو ہم نے کہا اس میں ہر چیز میں سے دو قسمیں (نر و مادہ) دونوں کو اور اپنے گھر والوں کو سوار کر لے، سوائے اس کے جس پر پہلے بات ہو چکی اور ان کو بھی جو ایمان لے آئے اور اس کے ہمراہ تھوڑے سے لوگوں کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا۔''

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾ ع ٦

''تو ہم نے اسے اور ان کو جو اس کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں تھے، بچا لیا۔ پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور بلاشبہ تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سن لی، انھیں اور ان لوگوں کو نجات دے دی جو کشتی میں سوار ہو گئے تھے، جبکہ باقی تمام لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے اس واقعہ سے بہت سی نصیحتیں حاصل ہوتی ہیں، جن سے قوم نوح نے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا، اسی لیے ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لائے۔ آخری آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب

کر کے کہا گیا ہے کہ آپ کا رب ہر حال میں غالب ہے، وہ اپنے دشمنوں سے ضرور انتقام لیتا اور اپنے نیک بندوں پر مہربان ہوتا ہے، اسی لیے انھیں عذاب نہیں دیتا۔

كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٢٦﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٧﴾

"عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ بے شک میں تمھارے لیے ایک امانتدار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں اس پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، میری اجرت تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول ہود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے بھی اپنی قوم عاد کو دعوت دی، آپ کی قوم سرزمین احقاف میں رہتی تھی، احقاف حضرموت کے قریب بلادیمن سے ملے ہوئے ریت کے پہاڑ تھے، ان کا زمانہ قوم نوح کے بعد ہے۔ قوم عاد نے ہود علیہ السلام کی تکذیب کر کے گویا تمام انبیاء کی تکذیب کر دی۔ اس لیے کہ سب کی دعوت ایک تھی۔ ان کے بھائی ہود علیہ السلام نے ان سے کہا کہ کیا تمھیں اللہ کے عذاب کا ڈر نہیں کہ اس کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہو اور معاصی کا ارتکاب کرتے ہو؟ مجھے اللہ نے تمھارے پاس اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے، تاکہ اس کا دین تم کو پہنچا دوں اور میں اس بارے میں پورے طور پر امانت دار ہوں، اپنی طرف سے کچھ گھٹاتا بڑھاتا نہیں ہوں، اس لیے اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو اور دیکھو! میں دعوت و تبلیغ کے کام کا تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، مجھے اپنے اجر و ثواب کی امید رب العالمین سے ہے۔ اس لیے کہ اسی نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اسی نے مجھے یہ ذمہ داری سونپی ہے۔

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿١٢٩﴾ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿١٣٠﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٣١﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْۤ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿١٣٣﴾ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٣٤﴾ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٣٥﴾

"کیا تم ہر اونچی جگہ پر ایک یادگار بناتے ہو؟ اس حال میں کہ لا حاصل کام کرتے ہو۔ اور بڑی بڑی عمارتیں بناتے ہو، شاید کہ تم ہمیشہ رہو گے۔ اور جب تم پکڑتے ہو تو بہت بے رحم ہو کر پکڑتے ہو۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور اس سے ڈرو جس نے ان چیزوں سے تمھاری مدد کی جنھیں تم جانتے ہو۔ اس نے چوپاؤں اور بیٹوں کے ساتھ تمھاری مدد کی۔ اور باغوں اور چشموں کے ساتھ۔ یقیناً میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔"

ہود علیہ السلام نے نصیحت جاری رکھتے ہوئے کہا، تم آخرت سے کتنے غافل اور دنیا میں کس قدر منہمک ہو گئے ہو کہ آپس

میں فخر و مباہات اور محض لہو و لعب کی نیت سے ہر اونچی جگہ اونچے اونچے مکانات اور محلات تعمیر کرتے ہو، وقت، قوتِ جسمانی اور اپنی دولت کا زیاں کرتے ہو۔ تمھاری کوتاہ بینی کا یہ حال ہے کہ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہو، اسی لیے تو اونچے اونچے مکانات و محلات بناتے ہو اور دل میں ہیشگی کی زندگی کی امید لگا کر فکر آخرت اور اپنے انجام سے بالکل غافل ہو۔ تمھارے دل کی سختی کا یہ عالم ہے کہ دوسروں پر بے رحم ظالموں اور جابروں کی طرح چڑھ دوڑتے ہو۔ کمزوروں اور ناتوانوں پر تمھیں رحم کرنا نہیں آتا۔ اس لیے اگر تم دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتے ہو تو ان قبیح اور برے اوصاف سے اپنے آپ کو پاک کرو، ظلم و بربریت، تمرد و سرکشی اور کبر و غرور سے تائب ہو جاؤ۔ اللہ کی گرفت سے ڈرو اور میری بات مانو۔ اس اللہ سے ڈرو جس نے تمھیں وہ سب کچھ دیا ہے جس کا تمھیں علم ہے۔ اس نے تمھیں اونٹ، گائے اور بکریاں دی ہیں، اولاد عطا کی ہے، باغات دیے ہیں اور پانی کے چشمے دیے ہیں جن کا پانی پیتے ہو، اس سے طہارت حاصل کرتے ہو اور اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے ہو۔ اے میری قوم کے لوگو! واقعہ یہ ہے کہ تمھارے شرک و معاصی کی وجہ سے میں تمھارے بارے میں دنیا اور آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دنیا میں وہ لوگ ہلاک کر دیے گئے اور آخرت کا عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے۔

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۴۰﴾ ع ۷/۱۲

''انھوں نے کہا ہم پر برابر ہے کہ تو نصیحت کرے، یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ نہیں ہے یہ مگر پہلے لوگوں کی عادت۔ اور ہم قطعاً عذاب دیے جانے والے نہیں۔ پس انھوں نے اسے جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور بلاشبہ تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ہود علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو ڈرایا، ترغیب و ترہیب کے ساتھ ہر طرح سمجھایا اور ان کے سامنے حق کو بالکل واضح اور نمایاں کر دیا تو انھوں نے ہود علیہ السلام کو جواب دیا کہ تم ہمیں چاہے نصیحت کرو یا نہ کرو، ہم اپنے دین و مذہب سے پھرنے والے نہیں ہیں۔ بتوں کی پرستش کرنا، اونچے مکانات بنانا اور ہماری دوسری عادتیں، ہمیں اپنے آبا و اجداد سے ملی ہیں۔ ان کی وجہ سے ہم پر کوئی عذاب نہیں اترے گا اور مرنے کے بعد دوسری زندگی کا ہم تصور کرنے سے عاجز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قوم عاد نے ہود علیہ السلام کی تکذیب، مخالفت اور دشمنی کو جاری رکھا تو اللہ تعالیٰ

نے انھیں ہلاک کر دیا۔ بے شک ان کی اس پوری کہانی میں مشرکین مکہ کے لیے درس عبرت ہے کہ اگر وہ بھی اپنے کفر پر مصر رہے اور نبی آخر الزماں کی تکذیب کرتے رہے، تو کہیں ان کا انجام بھی قوم عاد جیسا نہ ہو۔ آخری آیت میں فرمایا کہ اللہ ہر حال میں غالب ہے، اسی لیے اس نے ظالموں کو پکڑ لیا اور انھیں دردناک عذاب کے ذریعے سے ہلاک کر دیا۔ وہ چونکہ مہربان بھی ہے، اس لیے اس عذاب سے اپنے نیک بندوں کو نجات دے دی۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴾ [الحاقة : ٦ تا ٨] ''اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری مدد صبا (مشرقی ہوا) کے ذریعے سے کی گئی اور عاد کو دبور (مغربی ہوا) کے ذریعے سے تباہ کیا گیا۔'' [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في قوله : ﴿وهو الذي يرسل الرياح...... الخ﴾ : ٣٢٠٥۔ مسلم، كتاب صلاة الاستسقاء، باب في ريح الصباء والدبور : ٩٠٠]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب تیز ہوا چلتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے : « اَللّٰهُمَّ ! اِنِّيْ اَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَ خَيْرَ مَا فِيْهَا وَ خَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهٖ، وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا، وَ شَرِّ مَا فِيْهَا وَ شَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهٖ » ''اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اور جو کچھ دے کر وہ بھیجی گئی ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں، اور میں اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اور جو کچھ دے کر وہ بھیجی گئی ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' اور عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آسمان پر بادل چھا جاتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو جاتا، آپ کبھی باہر تشریف لے جاتے اور کبھی اندر تشریف لاتے، (پریشانی کی حالت میں) کبھی آتے کبھی جاتے، پھر جب بارش نازل ہو جاتی تو آپ کی پریشانی دور ہو جاتی۔ کہتی ہیں کہ میں نے یہ کیفیت محسوس کر کے دریافت کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ! (میں ڈرتا ہوں کہ) کہیں (اس قوم کے ساتھ) ایسا نہ ہو، جیسا (قوم عاد کے ساتھ ہوا تھا) قوم عاد نے کہا تھا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ﴾ [الأحقاف : ٢٤] ''تو جب انھوں نے اسے ایک بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کا رخ کیے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے۔'' [مسلم، كتاب صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤية الريح ...... الخ : ٨٩٩/١٥]

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

’’ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی صالح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ بے شک میں تمھارے لیے ایک امانتدار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں اس پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، میری اجرت تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے یہاں صالح علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے انھیں ان کی قوم ثمود کی طرف بھیجا۔ انھوں نے انھیں دعوت دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں جو پیغام ملے اس کی اطاعت کریں، مگر انھوں نے انکار کر دیا اور ان کی تکذیب و مخالفت شروع کر دی۔ صالح علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تمھیں اللہ کے عذاب سے ڈر نہیں لگتا کہ اس کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہو اور دیگر معاصی کا ارتکاب کرتے ہو؟ مجھے اللہ نے تمھارے پاس اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے، تاکہ تم تک اس کا دین پہنچاؤں اور میں اس بارے میں پورے طور پر امانت دار ہوں، اپنی طرف سے کچھ گھٹاتا بڑھاتا نہیں ہوں۔ اس لیے اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو اور دیکھو، میں دعوت و تبلیغ کے کام کا تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ مجھے اپنے اجر و ثواب کی امید رب العالمین سے ہے، اس لیے کہ اسی نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّ زُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾
وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَ لَا تُطِيْعُوْۤا اَمْرَ
الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

’’کیا تم ان چیزوں میں جو یہاں ہیں، بے خوف چھوڑ دیے جاؤ گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ اور کھیتوں اور کھجوروں میں، جن کے خوشے نرم و نازک ہیں۔ اور تم پہاڑوں سے تراش کر گھر بناتے ہو، اس حال میں کہ خوب ماہر ہو۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور حد سے بڑھنے والوں کا حکم مت مانو۔ وہ جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔‘‘

صالح علیہ السلام نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، کیا تمھارا گمان ہے کہ تم ہمیشہ یونہی امن و سکون کے ساتھ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے رہو گے؟ باغوں، چشموں، کھیتوں اور کھجوروں سے فائدہ اٹھاتے رہو گے؟ اور پہاڑوں کو کاٹ کر مکانات بناتے رہو گے؟ یہ تمھاری بھول ہے، ہمیشہ کے لیے اس حال میں نہیں رہو گے۔ ایک دن آئے گا کہ موت تمھیں آ دبوچے گی اور اس کے بعد قیامت آئے گی۔ جس دن ہر انسان کی طرح تمھیں اپنے کرتوتوں کا حساب چکانا ہوگا۔ اس لیے اللہ کی گرفت اور اس کے عذاب سے ڈرو اور میری بات مانو، ان لوگوں کی بات نہ مانو جو حد سے تجاوز

کر گئے ہیں اور جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور بھلائی کا کوئی کام نہیں کرتے۔

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾

''انھوں نے کہا تو تو انھی لوگوں سے ہے جن پر زبردست جادو کیا گیا ہے۔تو نہیں ہے مگر ہمارے جیسا ایک آدمی، پس کوئی نشانی لے آ، اگر تو سچوں سے ہے۔اس نے کہا یہ ایک اونٹنی ہے، اس کے لیے پانی پینے کی ایک باری ہے اور تمھارے لیے ایک مقرر دن کی باری ہے۔اور اسے کسی برائی سے ہاتھ نہ لگانا، ورنہ تمھیں ایک بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا۔

صالح علیہ السلام کی اس طویل دعوت کا ان کی قوم پر کوئی اثر نہ ہوا، انھوں نے جواب میں کہا کہ تم پر تو جادو کر دیا گیا ہے جس کے زیر اثر تمھاری عقل ماری گئی ہے اور ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو۔تم ہمارے ہی جیسے ایک انسان ہو اور دعویٰ کر بیٹھے ہو کہ اللہ نے تمھیں ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔اس لیے زبانی دعویٰ سے کام نہیں چلے گا، اپنی صداقت پر کوئی دلیل پیش کرو۔کہا جاتا ہے کہ صالح علیہ السلام نماز پڑھتے رہے اور دعا کرتے رہے، لوگ دیکھتے رہے کہ اچانک پہاڑ پھٹا اور اس سے ایک عظیم الخلقت اونٹنی برآمد ہوئی، تو صالح علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ اونٹنی میری صداقت کی دلیل ہے اور چشمے سے اس کے پانی پینے کا ایک دن مقرر ہے، اس دن تم اس چشمہ سے نہیں پیو گے اور تمھارے پینے کا ایک دوسرا دن مقرر ہے۔اس دن اس سے صرف تم لوگ پانی پیو گے، یہ اونٹنی نہیں پیے گی اور تم لوگ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچانا، نہ مارنا، نہ ذبح کرنا اور نہ اسے اس کے مقرر دن میں پانی پینے سے روکنا۔اگر ان باتوں میں سے کسی ایک کی بھی خلاف ورزی کرو گے تو تم پر اللہ کا بڑا عذاب نازل ہو جائے گا۔

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾ ع ۸ ۱۹ ۱۲

''تو انھوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں، پھر پشیمان ہو گئے۔تو انھیں عذاب نے پکڑ لیا۔بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔اور بلاشبہ تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔''

قوم ثمود نے صالح علیہ السلام کی بات نہیں مانی، ان کو جھٹلا دیا اور ان کی نافرمانی کرتے ہوئے پہلے اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیے اور جب بیٹھ گئی تو اسے ہلاک کر دیا۔تب صالح علیہ السلام نے کہا کہ اب تمھاری ہلاکت و بربادی یقینی ہو گئی۔تین دن تک اپنے گھروں میں مزے کر لو، یہ سن کر اور عذاب کے آثار دیکھ کر لوگ اپنی ندامت کا اظہار کرنے لگے، لیکن ایسی ندامت کا

اب کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ان کی زمین پر بہت زبردست زلزلہ طاری ہو گیا اور زبردست چیخ پیدا ہوئی جس سے ان کے دل پھٹ گئے اور انھیں ایسی صورت حال پیش آئی جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی اور وہ اپنے گھروں میں مرے پڑے رہ گئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ۝ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴾ [القمر : ۳۰، ۳۱] ''تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ بے شک ہم نے ان پر ایک ہی چیخ بھیجی تو وہ باڑ لگانے والے کی کچلی، روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو گئے۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام حجر سے گزرے تو فرمایا: ''معجزات کا مطالبہ نہ کرو، صالح علیہ السلام کی قوم نے معجزے کا مطالبہ کیا تھا تو وہ (اونٹنی کی صورت میں) ظاہر ہو گیا۔ وہ اس راہ سے پانی پینے آتی تھی اور اس راہ سے واپس جاتی تھی۔ انھوں نے اپنے رب کا حکم نہ مانتے ہوئے سرکشی کی اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ ایک دن وہ اونٹنی ان کا پانی پیتی تھی اور دوسرے دن وہ اس کا دودھ پیتے تھے۔ جب انھوں نے اس کو مار ڈالا تو ان پر ایسی سخت چیخ کا عذاب آیا جس سے وہ تمام لوگ ہلاک ہو گئے، صرف ایک آدمی بچا جو اس وقت اللہ عزوجل کے حرم میں تھا۔'' صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کون تھا؟ فرمایا: ''وہ ابو رغال تھا، لیکن جب وہ حرم کی حدود سے نکلا تو وہ بھی اسی عذاب کی لپیٹ میں آ گیا جو اس کی قوم پر آیا تھا۔'' [مسند أحمد : ۳/۲۹٦، ح : ۱٤۱٦۸]

سیدنا عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے دوران میں صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا اور اسے قتل کرنے والے کا ذکر کیا اور فرمایا: ''اسے قتل کرنے کے لیے ایک مفسد و بدبخت (قدار نامی) شخص اٹھا، جو اپنی قوم میں غالب و طاقتور تھا، جیسے (قریش میں) ابو زمعہ ہے۔'' [بخاري، کتاب التفسیر، باب سورة ﴿ والشمس و ضحاها ﴾ : ٤۹٤۲]

آیت نمبر (۱۵۸) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس واقعہ سے درس عبرت ملتا ہے اور قوم ثمود کے اکثر لوگ ایمان نہیں لائے۔ آخری آیت میں فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کا رب ہر حال میں غالب ہے، اسی لیے اس نے ظالموں کو پکڑ لیا۔ وہ نہایت مہربان بھی ہے، اسی لیے اس نے اس عذاب سے اپنے نیک بندوں کو بچا لیا۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ا۟لْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۶۰ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۱۶۱ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝۱۶۲ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ۝۱۶۳ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶۴ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶۵ وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ۝۱۶۶

''لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان کے بھائی لوط نے ان سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ بے شک میں تمھارے

لیے ایک امانتدار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں اس پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، میری اجرت تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے۔ کیا سارے جہانوں میں سے تم مردوں کے پاس آتے ہو۔ اور انھیں چھوڑ دیتے ہو جو تمھارے رب نے تمھارے لیے تمھاری بیویاں پیدا کی ہیں، بلکہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد اور رسول لوط علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام کی زندگی ہی میں سدوم وعموریہ کی بستیوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ لوط علیہ السلام ان کو اللہ کی طرف بلاتے رہے، لیکن انھیں ان کی دعوت کا کوئی فائدہ نہیں پہنچا، بلکہ دن بدن ان کی سرکشی بڑھتی ہی گئی اور اغلام جیسے بدترین فعل کے ارتکاب پر ان کا اصرار زیادہ ہوتا گیا۔ لوط علیہ السلام نے پہلے تو انھیں ان کے شرک و معاصی کی وجہ سے عذاب سے ڈرایا، اپنی اطاعت واتباع کی دعوت دی اور اپنے بے لوث جذبۂ اصلاح کی وضاحت کی کہ انھیں کسی مادی منفعت کی لالچ نہیں ہے، اس کے بعد انھیں ان کے گھناؤنے گناہ اغلام سے عار دلائی اور کہا کہ تم انسانیت سے کتنے نیچے گر گئے ہو اور حیوانی شہوت نے کس طرح تمھاری عقلوں پر پردہ ڈال دیا ہے کہ مردوں کے ساتھ بدفعلی کرتے ہو۔ اللہ نے تمھارے لیے جو بیویاں پیدا کی ہیں ان میں تمھارے اندر کوئی رغبت باقی نہیں رہی ہے۔ تمھاری فطرت مسخ ہوگئی ہے اور حق و باطل اور حلال و حرام کے درمیان پائی جانے والی تمام حدوں کو تم پھلانگ گئے ہو۔ اغلام کے انجام بد کا تذکرہ حدیث مبارک میں بھی موجود ہے، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جسے تم لوط علیہ السلام کی قوم والا کام کرتے دیکھو تو کرنے والے کو بھی قتل کر دو اور جس کے ساتھ بدفعلی کی گئی، اسے بھی قتل کر دو۔‘‘ [مسند أحمد : ۱/ ۳۰۰، ح : ۲۷۳۵۔ ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی حد اللوطی : ۱۴۵۶]

قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ وَ اَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۷۵﴾ ع ۹ ۱۲

’’انھوں نے کہا اے لوط! بے شک اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً تو ضرور نکالے ہوئے لوگوں سے ہو جائے گا۔ اس نے کہا بے شک میں تمھارے کام سے سخت دشمنی رکھنے والوں سے ہوں۔ اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو اس سے نجات دے جو یہ کرتے ہیں۔ تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی۔ سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہنے والوں سے تھی۔ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا۔ اور ہم نے ان پر بارش برسائی، زبردست بارش۔ پس ان لوگوں کی بارش بری تھی جنھیں ڈرایا گیا تھا۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان والے نہیں تھے۔ اور بلاشبہ تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

لوط علیہ السلام کی اس گفتگو کا ان لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوا اور انھوں نے جواب میں کہا کہ اگر تم ہمیں برا کہنے سے باز نہیں آؤ گے تو ہم تمھیں اپنی بستی سے نکال دیں گے، اس لیے کہ ہمارے اور تمھارے مزاج میں مطابقت نہیں ہے۔ لوط علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں تمھارے اس بدفعلی والے عمل کو غایت درجہ مبغوض جانتا ہوں، اس لیے میں خود ہی تمھاری بستی چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔ کیونکہ تمھاری اس مجرمانہ حرکت کا نتیجہ ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ چونکہ انھیں یقین تھا کہ اللہ اس قوم پر اپنا عذاب ضرور نازل کرے گا، اسی لیے دعا کی کہ میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے برے کرتوتوں کے انجام سے نجات دے دے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی دعا قبول فرما لی اور انھیں، ان کے گھر والوں اور دیگر مسلمانوں کو اس عذاب سے بچا لیا جس کے ذریعے سے وہ لوگ ہلاک کر دیے گئے۔ البتہ لوط علیہ السلام کی بوڑھی بیوی جو کافروں کے فعل بد کی تائید کرتی تھی اور کافر تھی، وہ بھی دیگر کافروں کے ساتھ ہلاک کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے تو ان کی بستیوں کو الٹ دیا، پھر ان پر پتھروں کی بارش کر دی۔

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۙ۝ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ۝ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴾ [القمر: ۳۴ تا ۳۶] ”بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ایک ہوا بھیجی، سوائے لوط کے گھر والوں کے، انھیں ہم نے صبح سے کچھ پہلے نجات دی۔ اپنی طرف سے انعام کرتے ہوئے، اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں اسے جو شکر کرے۔ اور بلاشبہ یقیناً اس نے انھیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تو انھوں نے ڈرانے میں شک کیا۔“

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۷۶ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۱۷۷ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝۱۷۸ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۱۷۹ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۸۰

”ایکہ والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے شعیب نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ بے شک میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں اس پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، میری اجرت تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے۔“

صحیح قول کے مطابق اصحاب ایکہ سے مراد اصحابِ مدین ہیں۔ شعیب علیہ السلام کا تعلق بھی انھی سے تھا۔ چونکہ وہ لوگ ”ایکہ“ نام کے ایک درخت کی پرستش کرتے تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کا ذکر کرتے وقت ”اَخُوْهُمْ شُعَيْبٌ“ نہیں کہا، تاکہ بت پرستوں کی طرف ان کی نسبت نہ ہو۔ سابقہ انبیاء کی طرح انھوں نے بھی اپنی قوم کو بے لوث انداز میں دعوت دی اور اللہ کی پکڑ سے ڈرایا۔

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَ الْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾

''ماپ پورا دو اور کم دینے والوں میں سے نہ بنو۔ اور سیدھی ترازو کے ساتھ وزن کرو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے دنگا نہ مچاؤ۔ اور اس سے ڈرو جس نے تمھیں اور پہلی مخلوق کو پیدا کیا۔''

شرک باللہ کے علاوہ اصحاب مدین ایک بڑا گناہ یہ کرتے تھے کہ ناپ تول میں کمی بیشی کرتے تھے، یعنی کسی کو دیتے وقت کم اور کسی سے لیتے وقت زیادہ تولتے تھے۔ لوگوں سے ان کا مال قرض یا ادھار لیتے اور جب واپس کرتے تو حتی الامکان کم دینے کی کوشش کرتے اور اس کے لیے مختلف طریقے اختیار کرتے۔ مسافروں اور راہ چلتے لوگوں کا مال چھین لیتے تھے۔ ان کا یہ عمل ان کی کمینگی، ان کی گھٹیا ذہنیت اور دنیا سے انتہا درجہ کی محبت پر دلالت کرتا تھا۔ شعیب علیہ السلام نے انھیں شرک باللہ سے منع کیا، توحید کی دعوت دی اور ان کے مذکورہ بالا اعمال کی قباحت و شناعت بیان کرکے عدل وانصاف کی دعوت دی اور انھیں نصیحت کی کہ جب دوسروں کے لیے ناپو تو پورا ناپو، ناپ تول میں کمی نہ کرو، عدل وانصاف کے ساتھ وزن کرو۔ لوگوں کے حقوق واموال واپس کرتے وقت کٹوتی نہ کرو۔ لوٹ مار اور قتل و غارت گری کے ذریعے سے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس نے تمھیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اس پر قحط سالی، روزگار کی تنگی اور حکمرانوں کا ظلم وستم مسلط کر دیا جاتا ہے۔'' [ابن ماجه، كتاب الفتن، باب العقوبات : ٤٠١٩۔ مستدرك حاكم : ٥٤٠/٤، ح : ٨٦٢٣]

قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَ اِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّيْۤ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

''انھوں نے کہا تو تو انھی لوگوں سے ہے جن پر زبردست جادو کیا گیا ہے۔ اور تو نہیں ہے مگر ہمارے جیسا ایک بشر اور بے شک ہم تو تجھے جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں۔ سو ہم پر آسمان سے کچھ ٹکڑے گرا دے، اگر تو سچوں میں سے ہے۔ اس نے کہا میرا رب زیادہ جاننے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔''

شعیب علیہ السلام کی ان باتوں کا ان کی قوم پر کوئی اثر نہ ہوا، بلکہ انھوں نے شعیب علیہ السلام سے کہا کہ تم پر تو جادو کر دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے تمھاری عقل ماری گئی ہے اور ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو۔ تم ہمارے ہی جیسے انسان ہو اور دعویٰ کر بیٹھے ہو کہ اللہ نے تمھیں ہمارے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ تم جھوٹے ہو، اس لیے زبانی دعویٰ سے کام نہیں چلے گا۔ اگر تمھیں اپنی صداقت پر اصرار ہے تو آسمان کے ٹکڑے ہمارے سروں پر گرا کر ہمیں ہلاک کر دو۔

شعیب علیہ السلام نے ان کے اس کفر و عناد کا یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تمھارے کفر اور دیگر معاصی سے خوب باخبر ہے اور اسے خوب معلوم ہے کہ تم کس عذاب کے حق دار ہو؟ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تو وہ اپنے علم کے مطابق تمھیں تمھارے اعمال کا بدلہ دے گا۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٨٩﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٠﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٩١﴾

’’چنانچہ انھوں نے اسے جھٹلا دیا تو انھیں سائبان کے دن والے عذاب نے آ پکڑا۔ یقیناً وہ بہت بڑے دن کا عذاب تھا۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان والے نہیں تھے۔ اور بلاشبہ تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

جب انھوں نے اپنے نبی کی ہر بات کی تکذیب کر دی اور اپنے کفر و معاصی پر ان کا اصرار بڑھتا ہی گیا، تو اللہ کے عذاب نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا، جسے یہاں ’’سائبان کے دن والے عذاب‘‘ سے تعبیر کیا گیا ہے اور بہت ہی خطرناک عذاب بتایا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٩١، ٩٢] ’’تو انھیں زلزلے نے پکڑ لیا، پھر انھوں نے اپنے گھر میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ وہ لوگ جنھوں نے شعیب کو جھٹلایا گویا وہ اس میں رہے ہی نہ تھے، وہ لوگ جنھوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی خسارہ اٹھانے والے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴾ [هود : ٩٤، ٩٥] ’’اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے شعیب کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ہمراہ ایمان لائے تھے، اپنی خاص رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا تھا، چیخ نے پکڑ لیا، تو انھوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ جیسے وہ ان میں نہیں رہے تھے۔ سن لو! مدین کے لیے ہلاکت ہے، جیسے ثمود ہلاک ہوئے۔‘‘

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿١٩٣﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿١٩٥﴾ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٩٦﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰۗؤُا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿١٩٧﴾

’’اور بے شک یہ یقیناً رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔ جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔ تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں سے ہو جائے۔ واضح عربی زبان میں۔ اور بے شک یہ یقیناً پہلے لوگوں کی کتابوں میں موجود ہے۔ اور کیا

ان کے لیے یہ ایک نشانی نہ تھی کہ اسے بنی اسرائیل کے علماء جانتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے کہ جسے اس نے اپنے عبد اور رسول سیدنا محمد ﷺ پر نازل کیا ہے، فرمایا کہ وہ رب العالمین کی نازل کردہ کتاب ہے، اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے اور اسے جبریل امین نے اللہ کے حکم سے نہایت فصیح و بلیغ زبان میں نبی کریم ﷺ کے دل پر نازل کیا ہے، تاکہ آپ اسے پڑھ کر اہل قریش کو سنائیں اور انھیں عذاب جہنم سے ڈرا کر اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیں۔ اس قرآن کا ذکر گزشتہ آسمانی کتابوں میں بھی آیا ہے۔ آخری آیت میں فرمایا کہ کیا تورات وانجیل کے ذریعے سے علمائے بنی اسرائیل کا ان باتوں سے واقف ہونا کہ محمد (ﷺ) اللہ کے آخری نبی ہوں گے، اللہ اپنا کلام ان کی زبان پر جاری کرے گا اور تورات وانجیل میں مذکور تفصیلات کے مطابق نبی کریم ﷺ کا مبعوث ہونا اور قرآن کا نازل ہونا، کیا یہ سب باتیں کفارِ مکہ کے ایمان لانے کے لیے کافی نہیں تھیں۔ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بنی اسرائیل کے بہت ہی مشہور اور اچھے عالم تھے، انھوں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھتے ہی یقین کر لیا کہ یہ نبی ہیں جن کی بشارت تورات میں دی گئی ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ (مدینہ منورہ) تشریف لائے تو عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (آپ کے پاس) آئے، انھوں نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور جو کلام یا دین آپ لائے ہیں وہ برحق ہے اور یہودی خوب جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار ہوں اور ان کے سردار کا بیٹا ہوں، ان کا سب سے بڑا عالم ہوں اور ان کے سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں۔ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبی ﷺ و أصحابه إلى المدينة : ٣٩١١]

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ طٰهٰ ۝ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى ۝ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ﴾ [طٰہٰ : ۱ تا ٤] ”طٰہٰ۔ ہم نے تجھ پر یہ قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ تو مصیبت میں پڑ جائے۔ بلکہ نصیحت کرنے کے لیے، اس کو جو ڈرتا ہے۔ اس کی طرف سے اتارا ہوا ہے جس نے زمین کو اور اونچے آسمانوں کو پیدا کیا۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴾ [الدهر : ٢٣] ”یقیناً ہم نے ہی تجھ پر یہ قرآن اتارا، تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا۔“

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [البقرة : ٩٧] ”کہہ دے جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو بے شک اس نے یہ کتاب تیرے دل پر اللہ کے حکم سے اتاری ہے، اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور مومنوں کے لیے سراسر ہدایت اور خوشخبری ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [النحل : ١٠٢] ”کہہ دے اسے روح القدس نے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے، تاکہ ان لوگوں کو ثابت قدم رکھے جو ایمان لائے اور فرماں برداروں کے لیے

ہدایت اور خوشخبری ہو۔‘‘

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [البقرة : ۸۹]

’’اور جب ان کے پاس اللہ کے ہاں سے ایک کتاب آئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے ان لوگوں پر فتح طلب کیا کرتے تھے جنھوں نے کفر کیا، پھر جب ان کے پاس وہ چیز آ گئی جسے انھوں نے پہچان لیا تو انھوں نے اس کے ساتھ کفر کیا، پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔‘‘

وَ لَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ۱۹۸ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۱۹۹ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۲۰۰ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۲۰۱

’’اور اگر ہم اسے غیر عرب لوگوں میں سے کسی پر نازل کرتے۔ پس وہ اسے ان پر پڑھتا تو بھی وہ اس پر ایمان لانے والے نہ ہوتے۔ اسی طرح ہم نے یہ بات مجرموں کے دلوں میں داخل کر دی۔ وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کی شدت کفر کو بیان کیا ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمی رسول پر اتار دیتے، جس کی زبان عربی نہ ہوتی اور وہ اسے پوری وضاحت کے ساتھ انھیں پڑھ کر سنا دیتا، تو بھی کفار مکہ ایمان نہ لاتے اور اپنی شدت عناد کی وجہ سے اس کی کوئی من مانی توجیہ کر لیتے۔ آگے فرمایا کہ جس طرح عجمی رسول کے پڑھ کر سنانے کی صورت میں انکار کر دیتے، اسی طرح یہ مجرم محمد عربی ﷺ کے پڑھ کر سنانے کی صورت میں بھی قرآن کا انکار کرتے رہیں گے، کیونکہ گناہوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر پردہ پڑ گیا ہے اور وہ کسی حال میں بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ صرف ایک صورت میں یہ مشرکین قرآن کی صداقت کا اعتراف کریں گے کہ جب اللہ کا غضب ان پر نازل ہوگا اور موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، تو اس وقت کفِ افسوس ملیں گے اور کہیں گے، واقعی قرآن نے سچی بات کہی تھی کہ اگر ہم ایمان نہیں لائیں گے تو اللہ کا عذاب ہم پر نازل ہوگا۔

فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۲۰۲ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ۲۰۳

’’پس وہ ان پر اچانک آ پڑے اور وہ سوچتے بھی نہ ہوں۔ تو وہ کہیں کیا ہم مہلت دیے جانے والے ہیں۔‘‘

یعنی کفار پر اللہ کا عذاب ایسا اچانک آئے گا کہ انھیں اس کی آمد کی خبر بھی نہیں ہوگی۔ اس وقت وہ تمنا کریں گے کہ کاش ان پر عذاب نازل نہ ہوتا اور انھیں ایمان و عمل صالح کی مہلت دے دی جاتی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’قیامت اس حال میں قائم ہوگی کہ ایک آدمی اونٹنی کا دودھ دوہ رہا ہوگا (اور پینے کے لیے

برتن اوپر اٹھائے گا لیکن) ابھی برتن اس کے منہ تک نہیں پہنچ پائے گا کہ قیامت آ جائے گی اور دو آدمی کپڑے کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے، ابھی خرید و فروخت مکمل نہیں کر پائیں گے کہ قیامت آ جائے گی، ایک آدمی اپنا حوض درست کر رہا ہو گا، ابھی وہ واپس نہیں پلٹے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔" [مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعة، باب قرب الساعة : ۲۹۵٤]

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾

"تو کیا وہ ہمارا عذاب ہی جلدی مانگتے ہیں۔"

یہ کفار کے لیے سرزنش ہے، کیونکہ یہ لوگ ازراہ تکذیب و انکار اپنے رسول سے کہا کرتے تھے کہ ہمارے پاس اللہ کا عذاب لے آؤ، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَوْ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ وَ لَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴾ [العنکبوت : ۵۳، ۵٤] "اور وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔ وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں، حالانکہ بے شک جہنم یقیناً کافروں کو گھیرنے والی ہے۔" اور فرمایا: ﴿ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴾ [الصافات : ۱۷٦، ۱۷۷] "تو کیا وہ ہمارا عذاب جلدی مانگتے ہیں؟ پھر جب وہ ان کے صحن میں اترے گا تو ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بری ہوگی۔"

اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾

"پس کیا تو نے دیکھا اگر ہم انھیں کئی سال فائدہ دیں۔ پھر ان کے پاس وہ چیز آ جائے جس کا وہ وعدہ دیے جاتے تھے۔ تو وہ فائدہ جو وہ دیے جاتے تھے، ان کے کس کام آئے گا؟"

نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ ہم نے دنیا میں انھیں لمبی عمریں دیں اور مال و اسباب سے نوازا جن سے انھوں نے خوب فائدہ اٹھایا، پھر جس عذاب کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا، اس نے انھیں اچانک اپنی گرفت میں لے لیا، تو اس لمبی عمر اور اس کی عیاشیوں کا کیا فائدہ ہوا؟ نہ اللہ کا عذاب ٹلا اور نہ ہلکا ہوا۔

مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت والے دن اہل جہنم میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوش حال تھا، اسے آگ میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے (دنیا میں) کبھی کوئی بھلائی دیکھی؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی چین کا لمحہ بھی گزرا تھا؟ تو وہ جواب دے گا کہ نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب! (کبھی نہیں)۔ پھر اہل جنت میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جس نے دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف دہ زندگی گزاری ہوگی، اسے جنت میں ایک غوط

دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی؟ کیا تجھ پر کبھی کوئی مشکل لمحہ بھی گزرا ہے؟ تو وہ جواب دے گا، نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب! مجھ پر کبھی کوئی مشکل لمحہ نہیں گزرا اور نہ میں نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی ہے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار …… الخ : ٢٨٠٧]

وَ مَاۤ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنۡذِرُوۡنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكۡرٰى ۛ وَ مَا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ﴿۲۰۹﴾

''اور ہم نے کوئی بستی تباہ نہیں کی مگر اس کے لیے کئی ڈرانے والے تھے۔ یاد دہانی کے لیے اور ہم ظالم نہ تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل و انصاف کے تقاضے کے مطابق ہر قوم کے پاس اپنا رسول بھیجا، جس نے انھیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور ایمان باللہ کی دعوت دی، لیکن جب ان کے ایمان کی کوئی امید باقی نہ رہی تو اللہ نے انھیں ہلاک کر دیا، اللہ کسی بھی قوم پر ظلم نہیں کرتا کہ نبی بھیجنے سے پہلے ہی انھیں ہلاک کر دے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيۡنَ حَتّٰى نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا ﴾ [بنی إسرائيل : ١٥] ''اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهۡلِكَ الۡقُرٰى حَتّٰى يَبۡعَثَ فِيۡۤ اُمِّهَا رَسُوۡلًا يَّتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا ۚ وَ مَا كُنَّا مُهۡلِكِي الۡقُرٰۤى اِلَّا وَ اَهۡلُهَا ظٰلِمُوۡنَ ﴾ [القصص : ٥٩] ''اور تیرا رب کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں، یہاں تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسول بھیجے جو ان کے سامنے ہماری آیات پڑھے اور ہم کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب کہ اس کے رہنے والے ظالم ہوں۔''

وَ مَا تَنَزَّلَتۡ بِهِ الشَّيٰطِيۡنُ ﴿۲۱۰﴾ وَ مَا يَنۡۢبَغِيۡ لَهُمۡ وَ مَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمۡ عَنِ السَّمۡعِ لَمَعۡزُوۡلُوۡنَ ﴿۲۱۲﴾

''اور اسے لے کر شیاطین نہیں اترے۔ اور نہ یہ ان کے لائق ہے اور نہ وہ یہ کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ وہ تو سننے ہی سے الگ کیے ہوئے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس عالی رتبہ کتاب یعنی قرآن کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ دانا اور خوبیوں والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری ہوئی ہے، اسے روح الامین لے کر نازل ہوئے ہیں جو مؤید من اللہ ہیں اور اسے شیاطین نے نہیں اتارا۔ پھر فرمایا کہ شیطانوں کے لیے اسے لے کر نازل ہونا تین وجوہ سے ممنوع ہے، ایک تو یہ قرآن ان کی غرض و غایت نہیں ہے۔ قرآن اللہ کا نور اور انسان کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے اور شیاطین کا کام تو اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنا ہے۔ دوسرے یہ کہ شیطان اس کے اہل نہیں بنائے گئے ہیں کہ قرآن کا بوجھ برداشت کر سکیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم اسے پہاڑ پر اتار دیتے تو وہ اللہ کے ڈر سے چکنا چور ہو جاتا۔ تیسرے یہ کہ شیاطین کی رسائی اس قرآن تک نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ اسے رسول اللہ ﷺ کے دل پر نازل کرتا ہے، اس وقت فرشتوں کا شدید پہرہ ہوتا ہے جو آگ کے انگاروں کے ذریعے سے ہر اس شیطان کو مار بھگاتے ہیں جو سننے کی کوشش کرتا ہے، تا کہ

قرآن پوری حفاظت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تک پہنچ جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّ شُهُبًا ﴾ [الجن : ٨] ''اور یہ کہ بے شک ہم نے آسمان کو ہاتھ لگایا تو ہم نے اسے اس حال میں پایا کہ وہ سخت پہرے اور چمکدار شعلوں سے بھر دیا گیا ہے۔''

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿٢١٣﴾

''سو تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکار، ورنہ تو عذاب دیے جانے والوں سے ہو جائے گا۔''

قرآن کریم کی حقانیت ثابت کرنے کے بعد بندوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ غیروں کو شریک نہ بنائیں۔ آیت میں خطاب نبی اکرم ﷺ سے ہے، حالانکہ وہ معصوم تھے اور شرک سے یکسر پاک تھے۔ اسی لیے اس کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ اگرچہ آپ اللہ کے معزز و مکرم بندے تھے، لیکن بفرض محال آپ سے ایسی غلطی ہو جاتی تو آپ عذاب سے نہیں بچ سکتے تھے، تو پھر دوسرے لوگ شرک کر کے عذاب سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿٢١٤﴾

''اور اپنے سب سے قریب رشتہ داروں کو ڈرا۔''

نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دیں، اس لیے کہ قیامت کے دن صرف اللہ پر ایمان ہی کسی کی نجات کا سبب بنے گا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس زمانے (یعنی اب سے قیامت تک) کا کوئی یہودی یا نصرانی (یا کوئی اور دین والا) میرے متعلق سنے، پھر اس چیز پر ایمان لانے سے پہلے مر جائے جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں (یعنی قرآن) تو وہ جہنم میں جائے گا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ إلی جمیع الناس : ١٥٣]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ [الشعراء : ٢١٤] ''اور اپنے سب سے قریب رشتہ داروں کو ڈرا'' تو رسول اللہ ﷺ صفا کی پہاڑی پر چڑھے اور آواز دی: ''اے فہر کی اولاد! اے عدی کی اولاد!'' آپ نے سب قریش کے خاندانوں کو پکارا۔ چنانچہ وہ جمع ہو گئے اور جو شخص خود نہ آ سکا اس نے اپنی طرف سے کوئی آدمی بھیج دیا، یہ دیکھنے کے لیے کہ کیا معاملہ ہے۔ ابولہب بھی آیا اور قریش کے دوسرے لوگ بھی آئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''دیکھو! اگر میں تم سے بیان کروں کہ کچھ سوار تم پر حملہ کرنے کے لیے اس وادی میں جمع ہیں، تو کیا تم میری بات سچ مانو گے؟'' انھوں نے کہا، ہاں! کیونکہ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچ ہی بولتے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تو میں تم کو اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں، جو تمھارے سامنے آنے والا ہے۔'' یہ سن کر ابولہب کہنے لگا، سارا دن تمھاری خرابی ہو، کیا تم نے اسی بات کے لیے ہمیں جمع کیا تھا؟ تو اس وقت یہ سورت نازل ہوئی: ﴿ تَبَّتْ يَدَآ

اِلَّا لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ﴾ [لهب : ۱، ۲] ’’ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ (خود) ہلاک ہو گیا۔ نہ اس کے کام اس کا مال آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ٤٧٧٠۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب قوله تعالٰی : ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ٢٠٨]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری : ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ [الشعراء : ٢١٤] ’’اور اپنے سب سے قریب رشتہ داروں کو ڈرا‘‘ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا: ’’اے قریش کے لوگو!‘‘ یا ایسا ہی کوئی کلمہ کہا اور فرمایا: ’’تم اپنی جانوں کو (اللہ کے عذاب سے) بچاؤ، (اگر تم کفر و شرک سے باز نہ آئے تو) میں اللہ کے سامنے تمھارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔ اے بنی عبد مناف! اللہ کے سامنے میں تمھارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔ اے عباس بن عبدالمطلب! میں اللہ کے سامنے تمھارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔ اے صفیہ، اے اللہ کے رسول کی پھوپھی! میں اللہ کے سامنے تمھارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔ اے فاطمہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی! میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے (یہاں) مانگ لو، میں اللہ کے ہاں تمھارے کچھ کام نہیں آ سکتا۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ٤٧٧١۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب قوله تعالٰی : ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ٢٠٤]

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میری اور جس دعوت کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس کی مثال ایک ایسے شخص جیسی ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے میری قوم! میں نے لشکر کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں واضح ڈرانے والا ہوں، لہٰذا جلدی بھاگو! تو اس کی قوم میں سے بعض لوگوں نے اس کا کہنا مانا اور وہ شام ہوتے ہی چل پڑے اور محفوظ جگہ چلے گئے، تو نجات پا گئے، لیکن ان میں سے بعض لوگوں نے جھٹلایا، وہ صبح تک اسی جگہ رہے، چنانچہ صبح ہوتے ہی لشکر ان پر ٹوٹ پڑا اور اس نے ان کو تباہ کر دیا۔ تو یہی مثال ہے اس شخص کی جس نے میری اطاعت کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اس نے اس کی پیروی کی اور یہی ہے مثال اس شخص کی جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اس کی تکذیب کی۔‘‘ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب و السنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : ٧٢٨٣۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقته صلی اللہ علیہ وسلم علی أمته : ٢٢٨٣]

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲۱۵

’’اور اپنا بازو اس کے لیے جھکا دے جو ایمان والوں میں سے تیرے پیچھے چلے۔‘‘

یعنی آپ مومنوں کے ساتھ شفقت و نرمی کا برتاؤ کیجیے، تاکہ ان کے دلوں میں ایمان راسخ ہو جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [التوبة : ١٢٨] ’’بلاشبہ یقیناً تمھارے پاس تمھی سے ایک رسول آیا ہے، اس پر بہت شاق ہے کہ تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ﴾

﴿ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ﴾ [آل عمران : ۱۵۹] ''پس اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ہی کی وجہ سے تو ان کے لیے نرم ہو گیا ہے اور اگر تو بد خلق، سخت دل ہوتا تو یقیناً وہ تیرے گرد سے منتشر ہو جاتے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن اخلاق میں سب لوگوں سے بڑھ کر تھے، میرا ایک بھائی تھا جس کا نام ابوعمیر تھا، وہ ابھی دودھ چھڑائی عمر ہی کا تھا، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی تشریف لاتے تو اس سے مزاحاً فرماتے: ''اے ابوعمیر! تیری ننھی سی چڑیا نے کیا کیا ہے (کہ داغ مفارقت دے گئی ہے)۔'' وہ چڑیا کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب کنیة للصبی...... الخ : ۶۲۰۳]

اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ تو وہ فرماتی ہیں کہ آپ اپنے اہل خانہ کی حوائج وضروریات میں ہاتھ بٹاتے تھے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لیے چلے جاتے۔ [بخاری، کتاب الأذان، باب من کان فی حاجة أهله...... الخ : ۶۷۶]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ گھر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مصروفیت کیسی ہوتی تھی؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انسانوں میں سے ایک انسان تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگا لیتے تھے، اپنی بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے اور اپنے کام خود کر لیتے تھے۔ [ابن حبان : ۵۶۷۵۔ مسند أحمد : ۲۵۶/۶، ح : ۲۶۲۴۸]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کا یہ حال تھا کہ مدینہ منورہ کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنے کسی کام کے لیے جہاں چاہتی لے جاتی۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب الکبر : ۶۰۷۲]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی شخص کی محبت جاگزیں نہ تھی، اس کے باوجود وہ آپ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ جانتے تھے کہ آپ اس کام کو ناپسند فرماتے ہیں۔ [ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی کراهية قیام الرجل للرجل : ۲۷۵۴]

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

''پھر اگر وہ تیری نافرمانی کریں تو کہہ دے کہ بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم کرتے ہو۔''

یعنی جو نہ مانیں انھیں صاف سنا دیجیے کہ قیامت کے دن میں تمھارے کسی کام نہیں آ سکوں گا، تمھیں اپنے اعمال و افعال کا نتیجہ خود ہی بھگتنا پڑے گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر (یعنی غزوۂ تبوک) سے تشریف لائے تو میں نے اپنے گھر کے سائبان پر ایک پردہ لٹکا رکھا تھا جس میں تصویریں تھیں، اس کو دیکھ کر آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، پھر آپ نے اس پردے کو لے کر پھاڑ ڈالا اور فرمایا: ''اے عائشہ! قیامت کے دن ان لوگوں کو سخت ترین

عذاب دیا جائے گا، جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی مانند تخلیق کی کوشش کرتے ہیں۔" [بخاری، کتاب اللباس، باب ما وطیٔ من التصاویر : ۵۹۵۴۔ مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان ...... الخ : ۲۱۰۷/۹۲]

وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾

"اور اس سب پر غالب، نہایت رحم والے پر بھروسا کر۔ جو تجھے دیکھتا ہے، جب تو کھڑا ہوتا ہے۔ اور سجدہ کرنے والوں میں تیرے پھرنے کو بھی۔ بے شک وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

یعنی آپ ہر حال میں اپنے اللہ پر بھروسا کیجیے، جو ہر چیز پر غالب ہے اور جو اپنے مومن بندوں پر نہایت مہربان ہے، جو آپ کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے، جب آپ رات کے وقت تہجد کے لیے اٹھتے ہیں تو وہ آپ کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور جب آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے ہوئے قیام، رکوع اور سجدہ کرتے ہیں تو بھی وہ آپ کو دیکھ رہا ہوتا ہے، یعنی اللہ کی نگاہِ کرم ہر حال میں آپ پر ہوتی ہے، اس لیے کہ وہ بڑا سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ : سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی غزوے کے سلسلے میں نجد کی طرف سفر کیا، جس میں وہ بھی شریک تھے۔ جب آپ واپس روانہ ہوئے تو وہ بھی آپ کے ساتھ واپس ہوئے اور ایک وادی میں جہاں ببول کے درخت بہ کثرت تھے، وہاں قیلولہ کا وقت ہو گیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیلولہ کی غرض سے وہیں پڑاؤ کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم درختوں کے سائے کے لیے پوری وادی میں پھیل گئے۔ آپ بھی ببول کے ایک درخت کے نیچے استراحت فرما ہوئے اور آپ نے اپنی تلوار اسی درخت سے لٹکا دی۔ ابھی ہمیں سوئے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی، آپ ہمیں بلا رہے تھے۔ جب ہم آپ کی خدمت میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک بدو بیٹھا ہے۔ آپ نے فرمایا: "میں سو رہا تھا کہ اس شخص نے میری تلوار (مجھی پر) سونت لی۔ میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں تلوار بے نیام ہے اور کہہ رہا ہے کہ تمھیں مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا، اللہ (بچائے گا، یہ سننا تھا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی اور میں نے اسے اٹھا لیا) تو دیکھو یہ وہی شخص ہے جو سامنے بیٹھا ہے!" سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے اس سے کوئی بدلہ نہیں لیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع : ۴۱۳۵۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب توکلہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اللہ تعالی : ۸۴۳]

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾

"کیا میں تمھیں بتاؤں شیاطین کس پر اترتے ہیں۔ وہ ہر زبردست جھوٹے، سخت گنہگار پر اترتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جنھوں نے یہ گمان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس قرآن کو لے کر آئے ہیں وہ حق نہیں ہے، بلکہ اسے آپ نے از خود اپنی طرف سے بنایا ہے، یا کسی جن نے آپ کو سکھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ

نے ان آیات کریمہ میں اپنے رسول کو ان کی باتوں اور افترا پردازیوں سے پاک قرار دیا اور فرمایا کہ قرآن شیاطین کا کلام نہیں، جسے انھوں نے محمد (ﷺ) کی زبان پر جاری کر دیا ہے۔ اس لیے کہ شیاطین اپنا کلام ان کاہنوں کی زبان پر جاری کر پاتے ہیں جو پرلے درجے کے جھوٹے اور بڑے ہی گناہ گار ہوتے ہیں۔ وہ دیانتدار، راست باز اور نیک لوگوں سے بے زار ہوتے ہیں اور انھیں برا جانتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شاہِ روم ہرقل نے جب ابوسفیان سے پوچھا کہ یہ بات جو اس نے کہی (کہ میں نبی ہوں) اس سے پہلے کبھی تم نے اسے کسی معاملہ میں جھوٹا پایا؟ ابوسفیان، باوجود اس کے کہ وہ اس وقت کافر تھے، اس نے جواب دیا، نہیں، (ہم نے انھیں اس سے پہلے کسی معاملہ میں جھوٹا نہیں پایا) تب بادشاہ نے پوچھا، اچھا وہ تمھیں کیا حکم دیتے ہیں؟ ابوسفیان نے جواب دیا، وہ کہتے ہیں بس اللہ اکیلے ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو اور اپنے باپ دادا کی (شرک کی) باتیں چھوڑ دو اور ہم کو نماز پڑھنے، سچ بولنے، پاک دامنی اور رشتہ داری ملانے کا حکم دیتے ہیں۔ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ : ۷]

یُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَ اَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾

”وہ سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں اور ان کے اکثر جھوٹے ہیں۔“

یعنی شیاطین آسمان کی باتیں چھپ کر سننے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر ایک سچی بات میں اپنی طرف سے بہت سی جھوٹی باتیں ملا کر کاہنوں کو بتاتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا فیصلہ آسمان پر کرتا ہے تو فرشتے عاجزی سے اپنے پر پھڑ پھڑاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان انھیں اس طرح سنائی دیتا ہے، جیسے صاف چکنے پتھر پر زنجیر چلانے سے آواز پیدا ہوتی ہے، پھر جب وہ گھبراہٹ ان کے دلوں سے دور ہو جاتی ہے تو وہ آپس میں دریافت کرتے ہیں کہ تمھارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ اس نے حق بات کا حکم فرمایا اور وہ عالی شان اور بہت بڑی کبریائی والا ہے۔ تو کبھی کبھی (امر الٰہی سے) چوری چھپے سننے والے کسی جن کے کان میں بھنک پڑ جاتی ہے، جو ایک دوسرے پر کھڑے ہو کر وہاں پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔“ راویٔ حدیث سفیان نے اس موقع پر ہتھیلی کو موڑ کر انگلیاں الگ الگ کر کے شیاطین کے جمع ہونے کی کیفیت بتائی کہ اس طرح شیطان ایک کے اوپر ایک جمع ہوتے ہیں اور آپ نے فرمایا: ”پھر شیاطین کوئی ایک کلمہ سن لیتے ہیں اور اپنے نیچے والے کو بتا دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ جادوگر اور کاہن کو پہنچا دیتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بات پہنچانے سے پہلے ہی شعلہ پہنچ جاتا ہے اور کبھی اس کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ بات پہنچا دیتے ہیں، چنانچہ اس بات میں کاہن اور جادوگر اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا کر مشہور کرتا ہے۔ (اب جب ایک بات سچی ہو جاتی ہے تو اس کے ماننے والوں کی طرف سے) کہا جاتا ہے کہ کیا اسی

طرح ہم سے فلاں دن کاہن نے نہیں کہا تھا، تو اسی ایک کلمہ کی وجہ سے جو آسمان سے شیاطین نے سنا تھا، لوگ کاہنوں اور ساحروں کی بات کو سچا جاننے لگتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ حتی إذا فزع عن قلوبهم قالوا ماذا قال ربكم ...... الخ ﴾ : ٤٨٠٠]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بادل میں فرشتے اترتے ہیں اور آسمان پر اللہ کے جو احکام (اس دن) جاری ہوتے ہیں، ان کا ذکر کرتے ہیں، تو شیطان فرشتوں کی کوئی ایک بات اڑا لیتے ہیں اور کاہنوں کو خبر کر دیتے ہیں، چنانچہ وہ کاہن ایک سچی بات میں سو جھوٹی باتیں اپنی طرف سے ملا لیتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم : ٣٢١٠]

صفیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے ایک زوجہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی نجومی کے پاس جائے اور اس سے کوئی بات پوچھے تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی۔'' [مسلم، کتاب السلام باب تحريم الكهانة : ٢٢٣٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی کاہن یا کسی نجومی کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔'' [مسند أحمد : ٢/ ٤٢٩، ح : ٩٥٤٨]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بعض لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے متعلق پوچھا، آپ نے ان سے فرمایا: ''وہ کچھ نہیں (ان کی باتیں لغو ہوتی ہیں)۔'' لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ان کی بعض باتیں سچ بھی نکلتی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''وہ سچی بات وہی ہوتی ہے جس کو جن اڑا لیتا ہے اور اپنے دوست کے کان میں اس طرح ڈال دیتا ہے، جس طرح مرغی کٹ کٹ کرتی ہے، پھر وہ اس میں اپنی طرف سے سو سے بھی زیادہ جھوٹ ملا لیتے ہیں۔'' [مسلم، کتاب السلام، باب تحريم الكهانة : ١٢٣/ ٢٢٢٨]

وَ الشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾

''اور شاعر لوگ، ان کے پیچھے گمراہ لوگ لگتے ہیں۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں۔ اور یہ کہ بے شک وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔''

کفارِ مکہ کا ایک الزام یہ بھی تھا کہ آپ (معاذ اللہ) شاعر ہیں، ان کے قول کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح شیاطین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج میں منافات ہے، شیاطین ان کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتے، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شاعر ہونا بھی ناممکن ہے، اس لیے کہ ان کے اور عام شاعروں کے مزاج میں شدید منافات ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حق پرست، صادق و امین اور پاکیزہ نفس و پاکیزہ نظر ہیں، جھوٹ، مبالغہ آرائی، افترا پردازی لغو باتوں اور فحاشی سے ہزاروں کوس دور ہیں، جبکہ شعراء کا حال یہ ہے کہ ان کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں جو جادۂ حق سے دور ہوتے

ہیں۔اس لیے کہ وہ خیالات کی دنیا میں بھٹکتے ہیں۔ جھوٹ بولے بغیر ان کی شاعری مکمل نہیں ہوتی۔لوگوں کی عزتوں پر حملے کرنا، پاکدامن عورتوں سے اظہارِ عشق، امرد پرستی، سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنا، لوگوں کو گناہ پر ابھارنا، نا کیے اچھے اعمال کی نسبت اپنی طرف کرنا اور اسی قسم کی جتنی غلط باتیں ہو سکتی ہیں ان کی شاعری کا موضوع ہوتی ہیں۔اس لیے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ شاعر نہیں ہیں اور ان کے لیے شاعر ہونا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ وہ تو اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔تمام برے اوصاف سے پاک اور تمام اچھے اوصاف اور محاسن اخلاق کے ساتھ متصف ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ضماد مکہ میں آئے، وہ قبیلہ ازدشنوءہ میں سے تھے اور جنوں اور آسیب وغیرہ کے لیے دم کیا کرتے تھے۔ انھوں نے مکہ کے نادانوں سے سنا کہ محمد (ﷺ) مجنون ہیں تو انھوں نے کہا، میں انھیں دیکھتا ہوں، شاید اللہ میرے ہاتھ سے انھیں شفا دے دے۔غرض یہ کہ وہ آپ سے ملے اور کہنے لگے، اے محمد! میں جنون وغیرہ کا دم جھاڑا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ سے جس کو چاہتا ہے شفا دیتا ہے تو کیا آپ چاہتے ہیں (کہ میں آپ کا علاج کروں)؟ اس پر آپ ﷺ نے پڑھنا شروع کر دیا: « اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، اَمَّا بَعْدُ ! » ”سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں، میں اس کی خوبیاں بیان کرتا ہوں اور اس سے مدد چاہتا ہوں جس کو اللہ راہ بتلائے اسے کون بہکا سکتا ہے اور جسے وہ بہکائے اسے کون راہ بتلا سکتا ہے؟ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور بھیجے ہوئے (رسول) ہیں۔“ ضماد نے کہا، ان کلمات کو دہرایئے! آپ نے ان کلمات کو تین مرتبہ دہرایا، پھر ضماد نے کہا، میں نے کاہنوں کی باتیں سنیں، جادوگروں کے اقوال سنے، شاعروں کے اشعار سنے، مگر آپ کے ان کلمات کے مثل میں نے کبھی نہیں سنا، یہ تو سمندر کی تہ تک پہنچ گئے ہیں۔ پھر ضماد نے کہا اپنا ہاتھ لایئے کہ میں اسلام کی بیعت کروں۔ الغرض انھوں نے بیعت کی۔[مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلوة الخطبة : ۸۶۸]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ عرج (بستی) میں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک شاعر ملا، جو شعر پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”اس شیطان کو پکڑ لو۔“ یا فرمایا: ”اس شیطان کو روک لو، اگر تم میں سے کسی شخص کا پیٹ خون اور پیپ سے بھر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ شعروں سے اسے بھرے۔“[مسلم، كتاب الشعر، باب في إنشاد الأشعار ...... الخ : ۲۲۵۹]

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ؒ﴿۲۲۷﴾

ع ۱۱ ۱۵

’’مگر وہ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور اللہ کو بہت یاد کیا اور انتقام لیا، اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا اور عنقریب وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا، جان لیں گے کہ وہ لوٹنے کی کون سی جگہ لوٹ کر جائیں گے۔‘‘

جن شعراء کی عام مذمت کی گئی، ان میں سے مندرجہ بالا چار خصائل والے شعراء مستثنیٰ ہیں، ایک یہ کہ وہ ایمان لائے ہوں، دوسرے انھوں نے نیک اعمال کو اپنا طرزِ زندگی بنا لیا ہو، تیسرے اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہتے ہوں۔ کسی وقت بھی ان کے دل اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوں، چوتھے یہ کہ جو کچھ کہیں، ظالموں کے مقابلے میں حق کی حمایت کے شعر کہیں۔ کسی کی ہجو اپنی ذاتی اغراض کے تحت نہ کریں۔ مثلاً اشعار کے ذریعے سے اللہ کی حمد و ثنا بیان کریں، نیکی کی ترغیب دیں، کفر کی اور گناہوں کی مذمت بیان کریں، یا اگر کافر مسلمانوں یا اسلام یا پیغمبر اسلام کی ہجو بیان کریں تو ہجو کا اسی طرح جواب دے کر اس ظلم کا بدلہ لے لیں۔

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ (شاعر تھے، وہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اشعار کے بارے میں یہ نازل فرمایا ہے (اور میں تو شاعر ہوں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(تم ان میں سے نہیں ہو) مومن تو اپنی تلوار اور اپنی زبان سے جہاد کرتا ہے، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مشرکوں کی ہجو ان کو ایسے ناگوار ہوتی ہے جیسے تیروں سے مارنا۔‘‘ [ابن حبان : ۵۷۸۶۔ مسند أحمد : ۳۸۷/۶، ح : ۲۷۲۴۲۔ بیهقی : ۲۳۹/۱۰]

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بعض شعر حکمت سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب الأدب، باب ما یجوز من الشعر والرجز : ۶۱۴۵]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ نے حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ’’جب تک تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جواب دیتا رہے گا، روح القدس تیری مدد کرتا رہے گا۔‘‘ اور فرمایا: ’’حسان نے قریش کی ہجو کر کے مومنوں کے دلوں کو تسکین دی اور کافروں کی عزتوں کو تباہ کر دیا۔‘‘ [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنه : ۲۴۹۰]

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے۔‘‘ [بخاری، کتاب المظالم، باب الظلم ظلمات یوم القیامة : ۲۴۴۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس شخص نے کسی دوسرے کی آبرو کو نقصان پہنچایا ہو، یا کوئی اور ظلم کیا ہو تو وہ آج دنیا میں معاف کرا لے، اس دن سے پہلے جس دن نہ دینار ہو گا اور نہ درہم۔ البتہ اگر اس کے پاس کوئی نیک عمل ہوا، تو وہ اس سے لے لیا جائے گا اور اگر اس کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔‘‘ [بخاری، کتاب المظالم، باب من کانت له مظلمة عند الرجل ...... الخ : ۲۴۴۹]

سورۃ النمل مکیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۝۱ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۳

''طٰسٓ یہ قرآن اور واضح کتاب کی آیات ہیں۔ مومنوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہے۔ وہ جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین بھی وہی رکھتے ہیں۔''

ان آیات میں آیات قرآنیہ کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، پہلی صفت یہ ہے کہ لوگ ان آیات کی تلاوت کیا کریں گے، دوسری صفت یہ ہے کہ یہ قرآن بھی دیگر آسمانی کتابوں کی مانند ایک کتاب ہے، جسے اللہ نے اپنے رسول محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور تیسری صفت یہ ہے کہ یہ قرآن ایک واضح کتاب ہے، جس نے عقیدۂ توحید، عبادات اور دیگر احکام شریعت کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ قرآن اپنی مذکورہ بالا صفات کے ساتھ ان مومنوں کے لیے کتاب ہدایت اور باعث رحمت و رضائے الٰہی ہے، جو ایمان لانے کے بعد اچھے اعمال کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔

قرآن مجید میں ایمان والوں کے لیے اجر عظیم اور جنت کی بشارت ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۵] ''اور ان لوگوں کو خوش خبری دے دے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے کہ بے شک ان کے لیے ایسے باغات ہیں

جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، جب کبھی ان سے کوئی پھل انھیں کھانے کے لیے دیا جائے گا، کہیں گے یہ تو وہی ہے جو اس سے پہلے ہمیں دیا گیا تھا اور وہ انھیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیا جائے گا، اور ان کے لیے ان میں نہایت پاک صاف بیویاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَ هُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝۵

''بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے ان کے اعمال مزین کر دیے ہیں، پس وہ حیران پھرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے اور وہ آخرت میں، وہی سب سے زیادہ خسارے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں اس چیز کو داخل کر دیا ہے کہ جس چیز سے وہ ڈرتا ہے اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور جس چیز سے وہ نہیں ڈرتا اس سے بچنے کی کوشش کرنا تو درکنار اس کو اختیار کر لیتا ہے۔ جس کام کے انجام سے انسان ڈرتا ہے اس کام کو برا سمجھتا ہے اور جس کام کے انجام سے نہیں ڈرتا اس کو برا نہیں سمجھتا، بلکہ اس کو اچھا سمجھ کر کرتا رہتا ہے۔ جو شخص قیامت پر ایمان نہیں رکھتا گویا وہ اپنے برے اعمال کی سزا پر یقین نہیں رکھتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ خواہ کچھ بھی کرے اسے سزا تو ملنی ہی نہیں اور جب سزا نہیں ملنی تو وہ اس کام کو برا کیوں سمجھے۔ الغرض وہ برے اعمال کو بھی اچھا سمجھنے لگتا ہے۔ یہی وہ فطرت انسانی ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے ''زَيَّنَّا'' کے لفظ سے اشارہ فرمایا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فطرت انسانی کا خالق ہے، لہٰذا اس نے برے لوگوں کے لیے برے اعمال کے مزین کرنے کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔ قیامت کے متعلق کافروں کے عقیدہ کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَ كُنْتُمْ تُرَابًا وَّ عِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۝ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴾ [المؤمنون : ۳۵ تا ۳۷] ''کیا یہ تمھیں وعدہ دیتا ہے کہ بے شک جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں بن گئے تو تم یقیناً نکالے جانے والے ہو۔ دوری ہے، دوری ہے اس کے لیے جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو۔ نہیں ہے یہ (زندگی) مگر ہماری اس دنیا کی زندگی، ہم (یہیں) مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں۔'' فطرت انسانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۰۸] ''اسی طرح ہم نے ہر امت کے لیے ان کا عمل مزین کر دیا ہے، پھر ان کے رب ہی کی طرف ان کا لوٹنا ہے تو وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔''

وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝۶

''اور بلاشبہ یقیناً تجھے قرآن ایک کمال حکمت والے، سب کچھ جاننے والے کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے۔''

یہ قرآن ایسی ہستی کی طرف سے نازل شدہ ہے جو تمام لوگوں کے احوال سے پوری طرح باخبر ہے، اس کی نظروں میں سب انسان بحیثیت انسان ایک جیسے ہیں، جو ہر ایک کے حقوق و فرائض اپنے اسی وسیع علم کی بنا پر مقرر کرتی ہے۔ پھر وہ حکیم بھی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ہر حکم میں کچھ نہ کچھ حکمتیں مضمر ہوتی ہیں، چونکہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے، لہٰذا قرآن مجید کی تمام آیات و احکام حکمت سے پر ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰۤى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ﴾ ”یہ اس میں سے ہیں جو تیرے رب نے حکمت میں سے تیری طرف وحی کی۔“ [بنی إسرائیل : ۳۹]

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖۤ اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۷ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۸ يٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۹ وَ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۫ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۱۰

”جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا بلاشبہ میں نے ایک آگ دیکھی ہے، میں عنقریب تمھارے پاس اس سے کوئی خبر لاؤں گا، یا تمھارے پاس اس سے سلگایا ہوا انگارا لے کر آؤں گا، تاکہ تم تاپ لو۔ تو جب وہ اس کے پاس آیا تو اسے آواز دی گئی کہ برکت دی گئی ہے اسے جو آگ میں ہے اور جو اس کے اردگرد ہے اور اللہ پاک ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اے موسیٰ! بے شک حقیقت یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں، جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور اپنی لاٹھی پھینک۔ تو جب اس نے اسے دیکھا کہ حرکت کر رہی ہے، جیسے وہ ایک سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر لوٹا اور واپس نہیں مڑا۔ اے موسیٰ! مت ڈر، بے شک میں، میرے پاس رسول نہیں ڈرتے۔“

کفار نے ایسی پُرحکمت اور علم پر مبنی کتاب کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عبرت کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کرنے والوں کا انجام بیان فرمایا۔ جب وہ مدین سے مصر جانے کے لیے اپنی بیوی کے ساتھ روانہ ہوئے اور رات کے وقت کوہ سینا کے پاس پہنچے اور موسم سردی کا تھا، تو دیکھا کہ پہاڑ کی جانب سے آگ کی روشنی آ رہی ہے، انھوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو، میں وہاں جا کر لوگوں سے راستے کا پتا لگاتا ہوں، اس لیے کہ وہ راستہ بھول گئے تھے، یا تھوڑی سی آگ ہی لے آتا ہوں، تاکہ تم سردی کی اس رات میں کچھ گرمی حاصل کرو۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ یہ تو آگ نہیں بلکہ نور ہے، جو ایک بہت ہی سرسبز درخت سے پھوٹ کر نکل رہا ہے اور اس نور کی تیزی اور اس درخت کا ہرا پن بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہ نور آسمان کی طرف سے آ رہا ہے اور حد نگاہ تک اس کا تسلسل قائم ہے۔ پھر آواز آئی کہ خیر و برکت ہے اس شخص کے لیے جو آگ میں کھڑا ہے، جو درحقیقت اللہ کا نور ہے اور ان لوگوں کے لیے جو اس نور کے اردگرد رہنے والے ہیں، یعنی سرزمین شام و بیت المقدس والے۔ چونکہ اس مقام کا تقاضا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی

ذات کو بندوں کے ساتھ ہر تشبیہ و مماثلت سے پاک مانا جائے اور موسیٰ علیہ السلام کو یہ بتایا جائے کہ ایسی بات نہیں کہ اللہ رب العالمین اس درخت پر بیٹھا ہے، یا اس میں حلول کر گیا ہے، یا کوئی زبان حرکت کر رہی ہے جس سے یہ آواز نکل رہی ہے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ وہ رب العالمین جو چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی مخلوق اس کے مشابہ نہیں ہے، کوئی چیز اس کا احاطہ کیے ہوئے نہیں ہے، وہ اکیلا اور بے نیاز ہے اور تمام مخلوقات کی مماثلت و مشابہت سے یکسر پاک ہے۔

اس کے بعد اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ وہ اللہ رب العزت ہے جو اس سے بات کر رہا ہے، کوئی فرشتہ یا کوئی اور مخلوق نہیں ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے دل کو سکون حاصل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ آپ اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دیجیے۔ ڈالتے ہی لاٹھی ایک سانپ کی طرح تیزی کے ساتھ دوڑنے لگی۔ موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھتے ہی ڈر کے مارے بھاگ پڑے اور پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھنا چاہا، تو اللہ نے پکارا کہ اے موسیٰ! آپ ڈریے نہیں، پیغمبر حضرات میرے پاس نہیں ڈرا کرتے، اس لیے کہ وہ میری حفاظت میں ہوتے ہیں۔

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱﴾

”مگر جس نے ظلم کیا، پھر برائی کے بعد بدل کر نیکی کی تو بے شک میں بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہوں۔“

یہ استثنا منقطع ہے، اس میں انسانوں کے لیے عظیم بشارت ہے کہ جو کوئی برا کام کرے، پھر اس سے باز آ جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴾ [طٰہٰ : ۸۲] ”اور بے شک میں یقیناً اس کو بہت بخشنے والا ہوں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھے راستے پر چلے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓىِٕكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [الفرقان : ۷۰] ”مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ سے ڈرو اور ہر برائی کے بعد نیکی کرو، تاکہ برائی مٹ جائے اور لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔“ [ترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء فی معاشرة الناس : ۱۹۸۷]

وَ اَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ قَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾

”اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال، کسی عیب کے بغیر (چمکتا ہوا) سفید نکلے گا، نو نشانیوں میں، فرعون اور اس کی قوم کی

طرف۔ بلاشبہ وہ نافرمان لوگ تھے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دوسرا معجزہ عطا کیا کہ آپ اپنا ہاتھ اپنی قمیص کے گریبان میں ڈالیے تو وہ بغیر کسی عیب اور بیماری کے چاند کی مانند چمکتا ہوا نکلے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور ان کا ہاتھ بغیر کسی بیماری کے نہایت ہی چمکدار بن گیا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کی صداقت ثابت کرنے اور فرعون کو راہِ راست پر لانے کے لیے ہم آپ کو نو (۹) معجزات دیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۰۱] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو نو واضح نشانیاں دیں، سو بنی اسرائیل سے پوچھ، جب وہ ان کے پاس آیا تو فرعون نے اس سے کہا یقیناً میں تو تجھے اے موسیٰ! جادو زدہ سمجھتا ہوں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۳۰] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے فرعون کی آل کو قحط سالیوں اور پیداوار کی کمی کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۳۳] ’’تو ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون، جو الگ الگ نشانیاں تھیں، پھر بھی انھوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴾ [الأعراف :۱۳۶] ’’تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس انھیں سمندر میں غرق کر دیا، اس وجہ سے کہ بے شک انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝ وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۝ وَ اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴾ [الشعراء : ۶۳ تا ۶۶] ’’تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مار، پس وہ پھٹ گیا تو ہر ٹکڑا بہت بڑے پہاڑ کی طرح ہوگیا۔ اور وہیں ہم دوسروں کو قریب لے آئے۔ اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے، سب کو بچا لیا۔ پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔‘‘

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۳ وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۱۴ ع ۱۶

’’تو جب ان کے پاس ہماری نشانیاں آنکھیں کھول دینے والی پہنچیں تو انھوں نے کہا یہ کھلا جادو ہے۔ اور انھوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کر دیا، حالانکہ ان کے دل ان کا اچھی طرح یقین کر چکے تھے، پس دیکھ فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرعون اور فرعونیوں کا کفر و عناد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ہماری کھلی اور روز روشن کی طرح واضح

نشانیاں ان کے سامنے پیش کر دی گئیں اور ان کے انکار کے لیے ان سے کچھ نہ بن پڑا تو کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے اور اپنے دلوں میں اس بات کا یقین رکھتے ہوئے کہ یہ اللہ کے معجزے ہیں، ظلم اور غرور کی راہ اختیار کی اور ان کا انکار کر دیا۔ اس لیے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ دیکھ لیجیے کہ اللہ کی زمین میں فساد پھیلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ اللہ نے ان سب کو ایک ساتھ سمندر میں ڈبو دیا۔ لہٰذا اے کفارِ قریش! اگر تم بھی اپنے کفر و عناد پر اڑے رہے تو کہیں تمھارا انجام بھی فرعونیوں جیسا نہ ہو۔

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے داؤد اور سلیمان کو ایک علم دیا اور ان دونوں نے کہا تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے داؤد و سلیمان علیہما السلام کو علم کثیر سے نوازا تھا۔ علم شریعت اور علم قضا کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو زبور عطا کی اور زرہ سازی کا علم دیا۔ لوہا ان کے ہاتھ میں پگھل جاتا تھا، جبکہ سلیمان علیہ السلام کے لیے جن و انس، پرندے، ہوا اور جانور وغیرہ مسخر کر دیے گئے تھے اور دونوں کو اللہ نے بادشاہی سے نوازا تھا۔ ان گوناگوں نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے دونوں نے کہا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بہت سے مومن بندوں پر ہمیں فضیلت دی ہے۔ داؤد علیہ السلام کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَ الطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَ شَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ ﴾ [صٓ : ۱۸ تا ۲۰] ’’بے شک ہم نے پہاڑوں کو اس کے ہمراہ مسخر کر دیا، وہ دن کے پچھلے پہر اور سورج چڑھنے کے وقت تسبیح کرتے تھے۔ اور پرندوں کو بھی، جب کہ وہ اکٹھے کیے ہوتے، سب اس کے لیے رجوع کرنے والے تھے۔ اور ہم نے اس کی سلطنت مضبوط کر دی اور اسے حکمت اور فیصلہ کن گفتگو عطا فرمائی۔‘‘

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خوش الحانی کی تعریف کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تمھیں آل داؤد کی خوش الحانیوں میں سے خوش الحانی دی گئی ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن : ۲۳۶/ ۷۹۳]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کو سب روزوں سے زیادہ داؤد علیہ السلام کے روزے پسند ہیں، وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے، وہ آدھی رات تک سوتے، پھر تہائی رات عبادت کرتے، پھر رات کے

چھٹے حصے میں سوتے۔‘‘ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب أحب الصلوة إلی الله صلوة داوٗد ...... الخ : ۳۴۲۰۔ مسلم، کتاب الصیام، باب النهی عن صوم الدهر ...... الخ : ۱۱۵۹/۱۹۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’داوٗد علیہ السلام پر زبور کا پڑھنا اتنا آسان کر دیا گیا تھا کہ وہ اپنی سواری پر زین کسنے کا حکم دیتے اور زین کسے جانے سے پہلے پہلے وہ زبور کو پڑھ لیتے تھے اور وہ صرف اپنے ہاتھ کی کمائی ہی سے کھایا کرتے تھے۔‘‘ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول الله تعالٰی : ﴿ و اتینا داوٗد زبورًا ﴾ : ۳۴۱۷]

وَ وَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَ قَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾

’’اور سلیمان داوٗد کا وارث بنا اور اس نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہمیں ہر چیز میں سے حصہ دیا گیا ہے۔ بے شک یہ یقیناً یہی واضح فضل ہے۔‘‘

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ : یعنی بادشاہت اور نبوت میں، یہاں مال کی وراثت مراد نہیں ہے، کیونکہ اگر مقصود مال کی وراثت ہوتی تو پھر داوٗد علیہ السلام کی تمام اولاد میں سے صرف سیدنا سلیمان علیہ السلام کا بطور خاص ذکر نہ کیا جاتا، ان کی باقی اولاد کا بھی ذکر کیا جاتا۔ یاد رہے کہ داوٗد علیہ السلام کی تو ایک سو بیویاں تھیں۔ بہر حال یہاں مراد ملک و نبوت کی وراثت ہے۔ کیونکہ انبیاء کا مال ان کے وارثوں میں تقسیم نہیں ہوتا، جیسا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہم گروہِ انبیاء کا مال بطور وراثت تقسیم نہیں ہوتا، بلکہ ہم نے جو مال چھوڑا ہوتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ : ۳۷۱۲]

سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجالاتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ ہمیں پرندوں کی بولیوں کا علم دیا گیا ہے اور ہمیں ہمارے رب کی جانب سے ہر چیز دی گئی ہے، کسی چیز کی کمی نہیں ہے، بے شک اللہ کا ہم پر واضح فضل و کرم ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے یہ بات فخر و مباہات کے لیے نہیں، بلکہ اللہ کے شکر کے طور پر کہی تھی۔

وَ حُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَ الطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾

”اور سلیمان کے لیے اس کے لشکر جمع کیے گئے، جو جنوں اور انسانوں اور پرندوں سے تھے، پھر وہ الگ الگ تقسیم کیے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی پر آئے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ، کہیں سلیمان اوراس کے لشکر تمھیں کچل نہ دیں اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں۔ تو وہ اس کی بات سے ہنستا ہوا مسکرایا اور اس نے کہا اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں، جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہے اور یہ کہ میں نیک عمل کروں، جسے تو پسند کرے اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔“

سلیمان علیہ السلام کے ایک سفر کا ذکر ہے، جب وہ جنوں، انسانوں اور پرندوں پر مشتمل اپنی ایک منظّم و مرتب فوج کے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستے میں ان کا گزر ایک ایسی وادی سے ہوا جس میں چیونٹیاں پائی جاتی تھیں۔ ایک چیونٹی نے اس لشکر جرار کو دیکھ کر دیگر چیونٹیوں سے کہا کہ تم سب جلد از جلد اپنی بلوں میں داخل ہو جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان علیہ السلام اور اس کی فوج غیر شعوری طور پر تمھیں کچل دے۔ سلیمان علیہ السلام اس کی بات سن کر مسکرانے لگے اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے دعا کرنے لگے کہ اے میرے رب! مجھے اس بات کی توفیق دے کہ تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر جن نعمتوں کی بارش کی ہے ان کا شکر ادا کروں اور ایسے نیک کام کروں جنھیں تو پسند کرتا ہے اور اپنے رحم و کرم سے مجھے نیک بندوں میں داخل کر دے۔

سلیمان علیہ السلام کے فضائل میں سے ایک بات تو یہ ہے کہ ان کو ایسی بادشاہت دی گئی تھی جو ان کے بعد کسی کو نہیں دی گئی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ۝ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴾ [صٓ : ۳۵ تا ۴۰] ”اس نے کہا اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو، یقیناً تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔ تو ہم نے اس کے لیے ہوا کو تابع کر دیا جو اس کے حکم سے نرم چلتی تھی، جہاں کا وہ ارادہ کرتا تھا۔ اور شیطانوں کو، جو ہر طرح کے ماہر معمار اور ماہر غوطہ خور تھے۔ اور کچھ اوروں کو بھی (تابع کر دیا) جو بیڑیوں میں اکٹھے جکڑے ہوئے تھے۔ یہ ہماری عطا ہے، سو احسان کر، یا روک رکھ، کسی حساب کے بغیر۔ اور بلاشبہ اس کے لیے ہمارے ہاں یقیناً بڑا قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔“

یہاں اس چیونٹی کا تذکرہ کرنا بھی مفید رہے گا جس نے ایک نبی کو کاٹ لیا تھا۔ یہ نبی ایک ایسی بستی پر سے گزرے جس کو اللہ پاک نے بالکل تباہ کر دیا تھا۔ انھوں نے عرض کی پروردگار! اس بستی میں تو نیک اور بد ہر طرح کے لوگ موجود تھے، پھر لڑکے، بچے، جانور سبھی تھے، تو تو نے سبھی کو ہلاک کر دیا؟ پھر وہ نبی ایک درخت کے نیچے آرام کے لیے اس رکے تو ایک چیونٹی نے انھیں کاٹ لیا، تو انھوں نے غصے میں چیونٹیوں کا سارا بل جلا دیا۔ تب اللہ نے ان کے سوال کا جواب دیا کہ تو نے کیوں بے قصور چیونٹیوں کو ہلاک کر دیا؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”نبیوں میں سے ایک نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تو ان کے حکم سے چیونٹیوں کے سارے گھر جلا دیے گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ تمھیں ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تھا، لیکن تم نے ایک ایسی مخلوق کو جلا کر خاک کر دیا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی تھی۔“ [بخاری، کتاب الجہاد، باب : ۳۰۱۹]

وَ تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾

”اور اس نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا مجھے کیا ہے کہ میں فلاں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا، یا وہ غائب ہونے والوں سے ہے۔ یقیناً میں اسے ضرور سزا دوں گا، بہت سخت سزا، یا میں ضرور ہی اسے ذبح کر دوں گا، یا وہ ضرور ہی میرے پاس کوئی واضح دلیل لے کر آئے گا۔ پس وہ کچھ دیر ٹھہرا، جو زیادہ نہ تھی، پھر اس نے کہا میں نے اس بات کا احاطہ کیا ہے جس کا احاطہ تو نے نہیں کیا اور میں تیرے پاس سبا سے ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ بے شک میں نے ایک عورت کو پایا کہ ان پر حکومت کر رہی ہے اور اسے ہر چیز میں سے حصہ دیا گیا ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال مزین کر دیے ہیں، پس انھیں اصل راستے سے روک دیا ہے، پس وہ ہدایت نہیں پاتے۔“

سلیمان علیہ السلام نے ایک دن دورانِ سفر میں پرندوں کی حاضری لی تو ہدہد کو غائب پایا۔ انھوں نے ناراض ہو کر کہا کہ اگر اس نے معقول عذر پیش نہ کیا تو میں اسے سخت سزا دوں گا، یا ذبح کر دوں گا، لیکن کچھ ہی دیر بعد وہ سلیمان علیہ السلام کے سامنے پیش ہو گیا اور اپنا عذر پیش کرتے ہوئے انھیں خبر دی کہ میں وہ کچھ دیکھ کر آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں ہے۔ میں یمن کے شہر سبا، جو اب مارب کہلاتا ہے، اس کی ایک بالکل سچی خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا ہے جو حکمران ہے اور جسے اللہ نے ہر ساز و سامان اور اسباب و ثروت سے نواز رکھا ہے۔ اس کا ایک بہت عظیم تخت شاہی ہے، جس پر بیٹھ کر وہ حکومت کرتی ہے۔ ہدہد نے کہا کہ میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ کے سوا آفتاب کو سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ شیطان نے ان کے ان شرکیہ اعمال کو ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا دیا ہے اور انھیں راہِ حق کی اتباع سے روک دیا ہے، اس لیے وہ لوگ بھٹک گئے ہیں۔

اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ : سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کو ایران کی حکومت پر کسریٰ کی بیٹی کے فائز ہونے کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا: ''وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے عورت کو حکمران بنالیا ہے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب کتاب النبی ﷺ إلی کسریٰ و قیصر : ٤٤٢٥]

اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ یَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۶﴾ السجدة ۸

''تاکہ وہ اللہ کو سجدہ نہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو نکالتا ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو عرش عظیم کا رب ہے۔''

یعنی وہ اس کے لیے سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو نکالتا ہے۔ آسمان سے بارش بھیجتا اور زمین کے اندر سے نباتات اور معدنیات کو نکالتا ہے اور جو تمام پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے۔ وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور جو اس عرش عظیم کا رب ہے۔

الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ : آسمان کی پوشیدہ چیزیں بجلی، بارش، اولے، سورج، چاند اور تارے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ﴾ [البقرة : ۱۹] ''یا جیسے آسمان سے اترنے والی بارش، جس میں کئی اندھیرے ہیں اور گرج اور چمک ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴾ [الرعد : ۱۲] ''وہی ہے جو تمھیں بجلی دکھاتا ہے، ڈرانے اور امید دلانے کے لیے اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ ثُمَّ یَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَیُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ یَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴾ [النور : ٤٣] ''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ بادل کو چلاتا ہے، پھر اسے آپس میں ملاتا ہے، پھر اسے تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے اور وہ آسمان سے ان پہاڑوں میں سے جو اس میں ہیں، کچھ اولے اتارتا ہے، پھر انھیں جس کے پاس چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے اور انھیں جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو لے جائے۔''

زمین کی پوشیدہ چیزوں میں سے بیج ہیں جو پھوٹ کر باہر نکلتے ہیں، مختلف قسم کے تیل اور ہوائیں ہیں، یہ چیزیں گاڑیاں چلانے اور آگ پیدا کرنے کے کام آتی ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ یَنْعِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ

یُؤۡمِنُوۡنَ ﴾ [الأنعام : ۹۹] ''اور وہی ہے جس نے آسمانوں سے پانی اتارا تو ہم نے اس کے ساتھ ہر چیز کی انگوری نکالی، پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی، جس میں سے ہم تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے ان کے گابھے میں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغات ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے۔ اس کے پھل کی طرف دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کی طرف۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔''

الغرض آسمانوں کی اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرتا ہے، پورا نظام کائنات وہ چلا رہا ہے تو پھر سجدہ اسی ایک ذات واحد ہی کے لیے جائز ہے۔ دوسرے کچھ نہیں کر سکتے، لہٰذا وہ انسان کی عبادت کے قطعاً مستحق نہیں۔

قَالَ سَنَنۡظُرُ اَصَدَقۡتَ اَمۡ كُنۡتَ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۲۷﴾ اِذۡهَبْ بِّكِتٰبِىۡ هٰذَا فَاَلۡقِهۡ اِلَيۡهِمۡ ثُمَّ تَوَلَّ عَنۡهُمۡ فَانْظُرۡ مَاذَا يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتۡ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اِنِّىۡۤ اُلۡقِىَ اِلَىَّ كِتٰبٌ كَرِيۡمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنۡ سُلَيۡمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعۡلُوۡا عَلَىَّ وَاۡتُوۡنِىۡ مُسۡلِمِيۡنَ ﴿۳۱﴾ ع ۲/۱۷

''کہا عنقریب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا، یا تو جھوٹوں سے تھا۔ میرا یہ خط لے جا، پس اسے ان کی طرف پھینک دے، پھر ان سے لوٹ آ، پس دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ اس (ملکہ) نے کہا اے سردارو! بے شک میری طرف ایک عزت والا خط پھینکا گیا ہے۔ بے شک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک وہ اللہ کے نام سے ہے، جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ یہ کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور فرماں بردار بن کر میرے پاس آجاؤ۔''

سلیمان علیہ السلام نے ہد ہد کی بات سن کر کہا، میں تمھارا امتحان لے کر دیکھوں گا کہ تم نے سچ بات کہی ہے یا اپنی جان بچانے کے لیے میرے سامنے ایک جھوٹ گھڑ کر بیان کر دیا ہے۔ یہ میرا خط لے جاؤ اور ان تک پہنچا دو اور پھر الگ ہٹ کر دیکھو کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ ہد ہد نے ایسا ہی کیا اور ملکہ کی گود میں خط ڈال دیا۔ ملکہ نے خوف زدہ ہو کر اسے پڑھا اور اپنے دربار کے خاص لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ میرے پاس ایک بہت ہی لائقِ احترام خط بھیجا گیا ہے۔ یہ خط سلیمان کی جانب سے ہے اور اس کی ابتدا اس اللہ کے نام سے ہے جو بے حد رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ تم لوگ بادشاہوں کے عام طریقے کے مطابق کبر و نخوت سے کام نہ لو، اکڑو نہیں اور جو دین دے کر میں بھیجا گیا ہوں اس پر ایمان لاؤ اور میرے دربار میں حاضر ہو جاؤ۔

قَالَتۡ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اَفۡتُوۡنِىۡ فِىۡۤ اَمۡرِىۡ‌ۚ مَا كُنۡتُ قَاطِعَةً اَمۡرًا حَتّٰى تَشۡهَدُوۡنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوۡا نَحۡنُ اُولُوۡا قُوَّةٍ وَّاُولُوۡا بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ ۙ وَّالۡاَمۡرُ اِلَيۡكِ فَانْظُرِىۡ مَاذَا تَاۡمُرِيۡنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتۡ اِنَّ الۡمُلُوۡكَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡيَةً

اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ اِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَ لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

”کہا اے سردارو! تم میرے معاملے میں مجھے حل بتاؤ، میں کبھی کسی معاملے کا فیصلہ کرنے والی نہیں، یہاں تک کہ تم میرے پاس موجود ہو۔ انھوں نے کہا ہم بڑی قوت والے اور بہت سخت جنگ والے ہیں اور معاملہ تیرے سپرد ہے، سو دیکھ تو کیا حکم دیتی ہے۔ اس نے کہا بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے خراب کر دیتے ہیں اور اس کے رہنے والوں میں سے عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور اسی طرح یہ کریں گے۔ اور بے شک میں ان کی طرف کوئی تحفہ بھیجنے والی ہوں، پھر انتظار کرنے والی ہوں کہ ایلچی کیا جواب لے کر پلٹتے ہیں۔ تو جب وہ سلیمان کے پاس آیا تو اس نے کہا کیا تم مال کے ساتھ میری مدد کرتے ہو؟ تو جو کچھ اللہ نے مجھے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو اس نے تمھیں دیا ہے، بلکہ تم ہی اپنے تحفے پر خوش ہوتے ہو۔ ان کے پاس واپس جا، اب ہر صورت ہم ان پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کے مقابلے کی ان میں کوئی طاقت نہیں اور ہر صورت انھیں اس سے اس حال میں ذلیل کر کے نکالیں گے کہ وہ حقیر ہوں گے۔“

ملکہ بلقیس نے جب خط پڑھ لیا، تو دربار میں موجود خاص لوگوں کو اس کا مضمون بتایا اور ان سے کہا کہ تم لوگ اس بارے میں مجھے اپنی رائے دو، جب تک میں تم لوگوں کی رائے معلوم نہ کر لوں، صرف اپنی سمجھ پر بھروسا کر کے کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتی، تو ان زعمائے قوم نے کہا کہ ہم فوجی طاقت اور جنگ کا اچھا تجربہ رکھتے ہیں اور معرکۂ کارزار میں دشمنوں کے چھکے چھڑا دیتے ہیں۔ اس لیے ہم اپنی جان و مال اور ملک و وطن کے دفاع کی پوری قدرت رکھتے ہیں، اب آپ خود ہی فیصلہ کیجیے، آپ کی دور اندیشی اور عقل مندی پر ہمیں بھروسا ہے۔ آپ کا جو حکم ہوگا اسے کر گزرنے کے لیے ہم تیار ہیں۔ بلقیس نے تمام حالات کا جائزہ لیا، سلیمان علیہ السلام کی قوت و ہیبت کا اندازہ اس سے لگایا کہ پرندے تک ان کے تابع فرمان ہیں اور فوراً اس نتیجے پر پہنچ گئی کہ وہ اپنے دشمن کے مقابلے میں بالکل کمزور ہے، بہتری اسی میں ہے کہ سلیمان (علیہ السلام) سے صلح کر لی جائے۔ اسی لیے اس نے کہا کہ یہ بادشاہ حضرات جب کسی ملک میں قوت کے بل بوتے پر داخل ہوتے ہیں تو اسے تہس نہس کر دیتے ہیں اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں، قتل کرتے ہیں، قید کر لیتے ہیں اور مال و متاع لوٹ لیتے ہیں، اس لیے سلیمان (علیہ السلام) اور اس کی فوج کے لوگ بھی یہاں یہی کچھ کریں گے۔ میں ایسا کرتی ہوں کہ سلیمان (علیہ السلام) اور اس کے عمائدین قوم کے لیے ہدیہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں کہ میرے قاصد کیا

جواب اور تأثر لے کر آتے ہیں۔ جب قاصد سلیمان علیہ السلام کے پاس بلقیس کا قیمتی ہدیہ لے کر پہنچے اور ان کی خدمت میں پیش کیا، تو انھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ تم لوگ مجھے مال دے کر خوش کرنا چاہتے ہو، تاکہ تمھارے کفر و شرک کو نظر انداز کر جاؤں اور تمھیں تمھارے حال پر چھوڑ دوں؟ مجھے اللہ نے تم لوگوں سے کہیں زیادہ اور بہتر عطا کیا ہے، علم و نبوت سے نوازا ہے، بادشاہی عطا کی ہے، جنوں، انسانوں، پرندوں، جانوروں اور ہواؤں تک کو میرے لیے مسخر کر دیا ہے۔ تم لوگ ہدیہ واپس لے جاؤ اور دنیا کی ان عارضی نعمتوں پر خوش ہوتے رہو۔ مجھے تمھارا ہدیہ قبول نہیں اور اگر وہ لوگ مسلمان بن کر میرے پاس نہ آئے تو ایک ایسی فوج لے کر ان پر حملہ کر دوں گا کہ جن کے مقابلے کی ان کے اندر ہمت نہیں ہے اور سب کو شہر سبا سے ذلیل و خوار کر کے نکال دوں گا۔ جب قاصد سلیمان علیہ السلام کا یہ پیغام لے کر بلقیس کے پاس واپس پہنچے اور اسے یقین ہو گیا کہ سلیمان کوئی دنیاوی بادشاہ نہیں، بلکہ اللہ کے نبی ہیں، تو ایمان لانے کے لیے روانہ ہو گئی۔

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿٣٨﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿٣٩﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۖ لِيَبْلُوَنِيْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿٤٠﴾

”کہا اے سردارو! تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لے کر آئے گا، اس سے پہلے کہ وہ فرماں بردار ہو کر میرے پاس آئیں؟ جنوں میں سے ایک طاقتور شرارتی کہنے لگا میں اسے تیرے پاس اس سے پہلے لے آؤں گا کہ تو اپنی جگہ سے اٹھے اور بلاشبہ میں اس پر یقیناً پوری قوت رکھنے والا، امانت دار ہوں۔ اس نے کہا جس کے پاس کتاب کا ایک علم تھا، میں اسے تیرے پاس اس سے پہلے لے آتا ہوں کہ تیری آنکھ تیری طرف جھپکے۔ پس جب اس نے اسے اپنے پاس پڑا ہوا دیکھا تو اس نے کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے، تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں، یا ناشکری کرتا ہوں اور جس نے شکر کیا تو وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً میرا رب بہت بے پروا، بہت کرم والا ہے۔“

سلیمان علیہ السلام جنوں کے ذریعے سے اس کی آمد کی خبر لیتے رہے اور جب وہ فلسطین کے بالکل قریب آگئی تو انھوں نے اپنے وزراء حکومت سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم میں سے کون اس کا تخت شاہی میرے پاس ان سب کے آنے سے پہلے لا سکتا ہے؟ ان کی یہ بات سن کر ایک قوی ہیکل جن نے کہا کہ یہ کام میں انجام دے سکتا ہوں اور آپ کی مجلس برخواست ہونے سے پہلے اسے لے آؤں گا، آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اس کی قدرت رکھتا ہوں اور اسے بحفاظت و امانت آپ تک لے آؤں گا۔ یہ بات سن کر ایک شخص جس کے پاس کتاب الٰہی کا علم تھا، وہ کہنے لگا کہ میں پلک جھپکنے سے پہلے

اسے آپ کے پاس حاضر کروں گا۔ بہر حال پلک جھپکنے سے پہلے وہ عرش سلمان علیہ السلام کے سامنے آ گیا۔ انھوں نے کہا کہ یہ محض اللہ کا فضل و کرم ہے، ورنہ میرے اندر اس کی طاقت کہاں تھی، اللہ مجھے آزمانا چاہتا ہے کہ میں اطاعت و بندگی کے ذریعے اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا معصیت و نافرمانی کے ذریعے سے اس کی ناشکری کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی اللہ کا شکر گزار ہوتا ہے تو اس کا فائدہ اسے ہی پہنچتا ہے کہ اس کی نعمت باقی رہتی ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ اپنے بندوں کے شکر سے یکسر بے نیاز ہے، اس کا محتاج نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ کریم بھی ہے کہ بندوں کے کفر کے باوجود اپنی نعمتیں ان سے نہیں چھینتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ [لقمان : ۱۲] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لقمان کو دانائی عطا کی کہ اللہ کا شکر کر اور جو شکر کرے تو وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو یقیناً اللہ بہت بے پروا، بہت تعریفوں والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ وَ قَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ [إبراهيم : ۷، ۸] ’’اور جب تمھارے رب نے صاف اعلان کر دیا کہ بے شک اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور ہی تمھیں زیادہ دوں گا اور بے شک اگر تم ناشکری کرو گے تو بلاشبہ میرا عذاب یقیناً بہت سخت ہے۔ اور موسیٰ نے کہا اگر تم اور وہ لوگ جو زمین میں ہیں، سب کے سب کفر کرو تو بے شک اللہ یقیناً بڑا بے پروا، بے حد تعریف والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۫ وَ لَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَ اِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ﴾ [الزمر : ۷] ’’اگر تم ناشکری کرو تو یقیناً اللہ تم سے بہت بے پروا ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے تمھارے لیے پسند کرے گا۔‘‘

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک اللہ تعالیٰ جنتی لوگوں سے فرمائے گا کہ اے جنتیو! وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! ہم تیری خدمت میں بار بار حاضر ہیں اور ہر قسم کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے ہم کیسے راضی نہ ہوں، جبکہ تو نے ہمیں اتنا دیا ہے کہ اتنا اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں تم کو اس سے بھی عمدہ کوئی چیز نہ دوں؟ وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! اس سے عمدہ اور کون سی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے تم پر اپنی رضا کو نازل کر دیا ہے، اب میں اس کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔‘‘ [بخاري، كتاب التوحيد، باب كلام الرب مع أهل الجنة : ۷۵۱۸]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا اور تم پر بھی حرام کیا، سو تم آپس میں ظلم نہ کیا کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو، سوائے اس کے جس کو میں ہدایت دوں، سو تم مجھ سے ہدایت مانگو، میں تم کو ہدایت کا راستہ بتاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو، سوائے اس کے جس کو میں کھلاؤں، تو تم مجھ سے کھانا مانگو، میں تم کو کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو

سوائے اس کے جس کو میں پہناؤں، تو تم مجھ سے کپڑا مانگو، میں تم کو پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو اور میں سب گناہوں کو بخشتا ہوں، تو مجھ سے بخشش مانگو، میں تمھیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم میرا نقصان نہیں کر سکتے اور نہ مجھے فائدہ پہنچا سکتے ہو۔ اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور پچھلے جن اور انسان سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سے کوئی سب سے متقی شخص ہوتا ہے تو (اس سے) میری سلطنت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا اور اے میرے بندو! اگر تم میں سے اگلے اور پچھلے سب آدمی اور جنات ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سے کوئی بڑا بدکار شخص ہوتا ہے تو (اس سے) میری سلطنت میں کچھ کمی نہیں ہوگی۔ اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور پچھلے جن و انس ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور پھر مجھ سے مانگنا شروع کریں اور میں ہر ایک کو جو وہ مانگے دے دوں، تب بھی میرے پاس جو کچھ ہے وہ کم نہیں ہوگا، مگر اتنا ہی جتنا کہ سمندر میں سے سوئی ڈبو کر نکال لی جائے۔ اے میرے بندو! یہ تو تمھارے ہی اعمال ہیں جن کو میں تمھارے لیے شمار کرتا رہتا ہوں، پھر تم کو ان اعمال کا پورا بدلہ دوں گا، سو جس شخص کو بہتر بدلہ ملے اسے چاہیے کہ اللہ کا شکر کرے اور جو برا بدلہ پائے تو وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾

''کہا اس کا تخت اس کے لیے بے پہچان کر دو، تاکہ ہم دیکھیں کیا وہ راہ پر آتی ہے، یا ان لوگوں سے ہوتی ہے جو راہ نہیں پاتے۔ پھر جب وہ آئی تو اس سے کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا یہ تو گویا وہی ہے اور ہم اس سے پہلے علم دیے گئے تھے اور ہم فرماں بردار تھے۔ اور اسے اس چیز نے روکے رکھا جس کی عبادت وہ اللہ کے سوا کرتی تھی، بلاشبہ وہ کافر لوگوں میں سے تھی۔''

سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس تخت کے بعض اوصاف بدل دیے جائیں، تاکہ دیکھیں کہ بلقیس اسے اپنے سامنے دیکھ کر کیا جواب دیتی ہے اور اس کی عقل و فہم کا اندازہ ہو سکے، چنانچہ جب وہ اپنے تخت کے قریب پہنچی تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا تمھارا تخت شاہی ایسا ہی ہے؟ تو اس نے کہا، گویا کہ یہ وہی ہے اور ہم یہاں آنے سے پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور ہم آپ کے مطیع و فرماں بردار ہو گئے تھے۔ لیکن مفسرین نے اسے سلیمان علیہ السلام کا قول قرار دیا ہے کہ ہمیں پہلے ہی یہ علم دے دیا گیا تھا کہ ملکۂ سبا تابع فرمان ہو کر حاضر خدمت ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسے ایک اللہ کی عبادت سے اب تک اس بات نے روک رکھا ہے کہ اس کی پوری قوم کافر تھی اور غیر اللہ کی عبادت کرتی تھی۔

تو یہ بھی انھی کی پیروی کرتے ہوئے اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک کرتی تھی۔

قِيۡلَ لَهَا ادۡخُلِى الصَّرۡحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتۡهُ حَسِبَـتۡهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتۡ عَنۡ سَاقَيۡهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرۡحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنۡ قَوَارِيۡرَ ؕ قَالَتۡ رَبِّ اِنِّىۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِىۡ وَاَسۡلَمۡتُ مَعَ سُلَيۡمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۴﴾

''اس سے کہا گیا اس محل میں داخل ہو جا۔ تو جب اس نے اسے دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھا اور اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا۔ اس نے کہا یہ تو شیشے کا صاف ملائم بنایا ہوا فرش ہے۔ اس (ملکہ) نے کہا اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کے لیے فرماں بردار ہو گئی۔''

سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک ایسا محل تھا جس کا فرش شیشے کا بنا ہوا تھا، اس کے نیچے ایک بڑا تالاب تھا جس میں بہت سے مچھلیاں تھیں۔ اس تالاب کے پانی میں تموج پیدا ہوتا رہتا تھا، انھوں نے بلقیس اور اس کی قوم کو اپنی نبوت اور عظیم سلطنت کی ایک اور نشانی دکھانا چاہی، چنانچہ وہ اس محل میں جا کر بیٹھ گئے۔ ان کے اردگرد انسانوں اور جنوں کا ایک بڑا لشکر جمع ہو گیا۔ پھر اس سے کہا گیا کہ سلیمان علیہ السلام اس سے اس محل میں ملنا چاہتے ہیں۔ جب اس نے اس محل کو دیکھا تو اس نے پانی سمجھ کر اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اوپر اٹھا لیا، تو سلیمان علیہ السلام نے اس سے کہا کہ یہ پانی نہیں، بلکہ شیشے کا فرش ہے، یہ آخری چیز تھی جس نے بلقیس کی آنکھیں کھول دی۔ اسی لیے وہ بے ساختہ پکار اٹھی کہ میں اب تک اللہ کے بجائے آفتاب کی پرستش کر کے اپنے آپ پر ظلم کرتی رہی ہوں، اب میں سلیمان علیہ السلام کی پیروی کرتے ہوئے اللہ رب العالمین پر ایمان لاتی ہوں اور اپنے اسلام کا اعلان کرتی ہوں۔

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰى ثَمُوۡدَ اَخَاهُمۡ صٰلِحًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمۡ فَرِيۡقٰنِ يَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوۡمِ لِمَ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ ۚ لَوۡلَا تَسۡتَغۡفِرُوۡنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرۡنَا بِكَ وَبِمَنۡ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تُفۡتَنُوۡنَ ﴿۴۷﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو تو اچانک وہ دو گروہ ہو کر جھگڑ رہے تھے۔ کہا اے میری قوم! تم بھلائی سے پہلے برائی کیوں جلدی مانگتے ہو، تم اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ انھوں نے کہا ہم نے تیرے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو تیرے ہمراہ ہیں، بدشگونی پکڑی ہے۔ کہا تمھاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے، بلکہ تم ایسے لوگ ہو جو آزمائے جا رہے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے قوم ثمود کے پاس ان کے بھائی صالح کو نبی بنا کر بھیجا، جنھوں نے ان سے کہا کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو، تو ایک گروہ نے ان کی دعوت قبول کر لی اور ان پر ایمان لے آیا، جبکہ دوسرے گروہ نے ان کی

دعوت کو ٹھکرا دیا اور بتوں کی پرستش پر مصر رہا اور صالح علیہ السلام سے کہا کہ اگر تم لوگ سچے ہو تو کوئی نشانی پیش کرو، چونکہ نشانی آ جانے کے بعد اگر ایمان نہ لاتے تو ہلاک کر دیے جاتے، اسی لیے انھوں نے ان کے حال پر رحم کھاتے ہوئے کہا، بجائے اس کے کہ تم ایمان لا کر اللہ کی رحمت کے طالب بنو، عذاب طلب کرنے پر کیوں اصرار کر رہے ہو؟ اللہ سے مغفرت کیوں طلب نہیں کرتے، تاکہ وہ تم پر رحم فرمائے؟

لیکن صالح علیہ السلام کی اس گفتگو کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور انھوں نے جواب میں کہا کہ اے صالح! ہم لوگ تو تم سے اور تمھارے ماننے والوں سے بدشگونی ہی لیتے ہیں، یعنی جب سے تم نے یہ نئی بات شروع کی ہے ہمیں نقصان ہی پہنچتا آیا ہے۔ صالح علیہ السلام نے جواب میں ان سے کہا کہ تمھیں جو بھی خیر و شر پہنچتا ہے وہ اللہ کی تقدیر سے پہنچتا ہے۔ وہ چاہتا ہے تو تمھیں روزی دیتا ہے، نہیں چاہتا تو محروم رکھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم پر تمھارے کفر اور گمراہی کا جادو چل گیا ہے۔ جو بات تمھاری خواہش نفس کے مطابق ہوتی ہے اسے اپنے لیے اچھا سمجھتے ہو اور جو تمھاری خواہش اور مرضی کے موافق نہیں ہوتی اسے اپنے لیے بدشگونی سمجھتے ہو۔

وَ كَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ
لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ مَكَرُوْا مَكْرًا
وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ
اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اَنْجَيْنَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

”اور اس شہر میں نو (۹) شخص تھے، جو اس سرزمین میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے کہا آپس میں اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم ضرور ہی اس پر اور اس کے گھر والوں پر رات حملہ کریں گے، پھر ضرور ہی اس کے وارث سے کہہ دیں گے ہم اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے اور بلاشبہ ہم ضرور سچے ہیں۔ اور انھوں نے ایک چال چلی اور ہم نے بھی ایک چال چلی اور وہ سوچتے تک نہ تھے۔ پس دیکھ ان کی چال کا انجام کیسا ہوا کہ بے شک ہم نے انھیں اور ان کی قوم، سب کو ہلاک کر ڈالا۔ تو یہ ہیں ان کے گھر گرے ہوئے، اس کے باعث جو انھوں نے ظلم کیا۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو جانتے ہیں۔ اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور بچتے رہے تھے۔“

قوم ثمود کے شہر حجر میں نو (۹) آدمی ایسے تھے جو پوری قوم کو خراب کرتے تھے اور صالح علیہ السلام کی تکذیب پر لوگوں کو ابھارتے تھے۔ انھی کی سفارش کے نتیجہ میں قدار بن سالف نے، جو ان میں سے ایک تھا، صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ہلاک کر

دیا اور خود انھیں بھی رات کے وقت قتل کر دینے کی سازش کی اور اللہ کے نام کی قسم کھائی کہ ہم سب مل کر صالح اور اس کے ماننے والوں کو قتل کر کے ان کے رشتہ داروں سے کہہ دیں گے کہ ان کے قتل کیے جانے کی ہمیں کوئی خبر نہیں ہے اور ہم اپنی بات میں سچے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھوں نے ہمارے نبی اور ان کے پیروکاروں کے قتل کی ناکام سازش کی اور ہم انھیں اس طرح کشاں کشاں ان کے مقتل کی طرف لے گئے۔ چنانچہ اے میرے نبی! ان کی سازش ان کے گلے کا پھندا بن گئی اور ہم نے ان تمام کو ان کے کفر وظلم کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور اب ان کے مکانات خالی اور گرے پڑے ہیں، کوئی نہیں جو انھیں آباد کرے۔ بے شک سمجھ دار لوگوں کے لیے ان کے اس واقعہ میں بڑی عبرت کی باتیں ہیں۔ اس کے مقابلے میں جو لوگ صالح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے اور تقویٰ کی راہ اختیار کی تھی، ہم نے انھیں اس عذاب سے بچا لیا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ [هود : ٦١] ''اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا)، اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٧٥، ٧٦] ''اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے، ان لوگوں سے کہا جو کمزور گنے جاتے تھے، ان میں سے انھیں (کہا) جو ایمان لے آئے تھے، کیا تم جانتے ہو کہ واقعی صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے؟ انھوں نے کہا بے شک ہم جو کچھ دے کر اسے بھیجا گیا ہے اس پر ایمان لانے والے ہیں۔ وہ لوگ جو بڑے بنے ہوئے تھے، انھوں نے کہا بے شک ہم جس پر تم ایمان لائے ہو، اس کے منکر ہیں۔''

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝۵۴ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝۵۵

''اور لوط کو جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم بے حیائی کو آتے ہو، جب کہ تم دیکھتے ہو۔ کیا بے شک تم واقعی عورتوں کو چھوڑ کر شہوت سے مردوں کے پاس آتے ہو، بلکہ تم ایسے لوگ ہو کہ جہالت برتتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ لوط علیہ السلام کا واقعہ بھی لوگوں سے بیان کر دیجیے، انھوں نے اپنی قوم سے کہا، تمھاری اخلاقی گراوٹ انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ آپس میں بدکاری کرتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو دیکھتے رہتے ہو۔ ایک دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اس فعل بد کی شناعت وقباحت کو جانتے ہوئے اس کا ارتکاب کرتے رہتے ہو، تم کتنے برے

ہوگئے ہو کہ اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے مردوں کے ساتھ بدفعلی کرتے ہو، تم تو حیوانوں سے بھی بدتر ہو گئے ہو۔ تم ایسا اس لیے کرتے ہو کہ نرے جاہل اور نادان ہو، تمھیں معلوم ہی نہیں کہ تمھارے پیدا کرنے والے کا تم پر کیا حق ہے اور کفر و سرکشی کا کیسا برا انجام ہوتا ہے؟

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾

ع ۴ ۱۹

”تو اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انھوں نے کہا لوط کے گھر والوں کو اپنی بستی سے نکال دو، بلاشبہ یہ ایسے لوگ ہیں جو بہت پاکباز بنتے ہیں۔ تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بچالیا مگر اس کی بیوی۔ ہم نے اسے پیچھے رہنے والوں میں طے کر دیا تھا۔ اور ہم نے ان پر بارش برسائی، زبردست بارش، سو بری بارش تھی ان لوگوں کی جو ڈرائے گئے تھے۔“

لیکن لوط علیہ السلام کی دعوت کا ان پر کوئی مثبت اثر نہیں ہوا اور سب نے مل کر کہا کہ لوگو! لوط اور اس کے ماننے والوں کو اپنی بستی سے نکال دو اور بطور استہزا کہا کہ یہ بڑے نیک اور پاکیزہ لوگ ہیں۔ جب ان کی سرکشی اس حد تک بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام اور مسلمانوں کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دے دیا اور تمام بستی والوں کو ہلاک کر دیا جن میں لوط علیہ السلام کی بیوی بھی شامل تھی۔ اللہ نے ان پر پتھروں کی بارش کر دی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬ وَ تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ [العنکبوت : ۲۸، ۲۹] ”اور لوط کو (بھیجا) جب اس نے اپنی قوم سے کہا بے شک تم یقیناً اس بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے نہیں کی۔ کیا بے شک تم واقعی مردوں کے پاس آتے ہو اور راستہ کاٹتے ہو اور اپنی مجلس میں برا کام کرتے ہو؟ تو اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انھوں نے کہا ہم پر اللہ کا عذاب لے آ، اگر تو سچوں سے ہے۔“

وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَ لَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَ لَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَ لَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴾ [القمر : ۳۴ تا ۳۹] ”بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ایک ہوا بھیجی، سوائے لوط کے گھر والوں کے، انھیں ہم

نے صبح سے کچھ پہلے نجات دی۔ اپنی طرف سے انعام کرتے ہوئے، اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں اسے جو شکر کرے۔ اور بلاشبہ یقیناً اس نے انھیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تو انھوں نے ڈرانے میں شک کیا۔ اور بلاشبہ یقیناً انھوں نے اسے اس کے مہمانوں سے بہکانے کی کوشش کی تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں، پس چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ اور بلاشبہ یقیناً صبح سویرے ہی ان پر ایک نہ ٹلنے والے عذاب نے حملہ کر دیا۔ سو چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔"

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

"کہہ دے سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور سلام ہے اس کے ان بندوں پر جنھیں اس نے چن لیا۔ کیا اللہ بہتر ہے، یا وہ جنھیں یہ شریک ٹھہراتے ہیں؟"

مجرموں کی ہلاکت اور مومنوں کی نجات کی خبر دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اس نعمت پر اپنے رب کا شکر ادا کریں اور امت محمدیہ کو تعلیم دی ہے کہ جب بھی انھیں اللہ کی کوئی نعمت حاصل ہو تو وہ اپنے رب کا شکر بجا لائیں، جس نے اپنے فضل سے انھیں یہ نعمت دی ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ دعوت کے میدان میں جب سامعین کے سامنے کوئی تقریر کریں یا کوئی تحریر پیش کریں تو اللہ کی برکت حاصل کرنے کے لیے اس کا آغاز اللہ کی حمد و ثنا اور انبیائے کرام، جو اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں، ان پر درود و سلام سے کریں، نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور انبیائے کرام پر درود و سلام کے بعد، مشرکین مکہ سے پوچھیں کہ اللہ بہتر ہے یا وہ معبودان باطلہ جنھیں وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ان معبودان باطلہ میں کوئی خیر نہیں ہے اور یہ بات کفار مکہ کو معلوم ہے، پھر بھی وہ انھی کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ کیسی بے عقلی، کیسی جہالت اور کیسی نفس پرستی ہے؟

وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى : یہ بندے جن کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا انبیاء و رسل ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الصافات : ۱۸۰ تا ۱۸۲] "پاک ہے تیرا رب، عزت کا رب، ان باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ اور سلام ان پر جو بھیجے گئے۔ اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔" اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص خاص منتخب بندوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴾ [الحج : ۷۵] "اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے چنتا ہے اور لوگوں سے بھی، بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴾ [فاطر : ۳۲] "پھر ہم نے اس کتاب کے وارث اپنے وہ بندے بنائے جنھیں ہم نے چن لیا، پھر ان میں سے کوئی اپنے آپ پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں سے کوئی میانہ رو ہے اور ان میں سے کوئی نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، اللہ کے حکم سے۔ یہی بہت بڑا فضل ہے۔"

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾

’’(کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمھارے لیے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ رونق والے باغات اگائے، تمھارے بس میں نہ تھا کہ ان کے درخت اگاتے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو راستے سے ہٹ رہے ہیں۔‘‘

اس آیت اور اس سے اگلی تین چار آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ، رحمت، ربوبیت اور توحید کے ایسے دلائل بیان کیے ہیں کہ جن میں سے اکثر دلائل کے مشرکین مکہ بھی معترف تھے۔ سب سے پہلی دلیل تو یہ ہے کہ آسمانوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے اور زمین کا بھی۔ آسمان سے مینہ برساتا ہے جسے زمین جذب کرتی ہے، تو اس کی قوت روئیدگی اپنا کام شروع کر دیتی ہے۔ اس سے فصلیں، غلے، پھل، پھول اور مویشیوں کے لیے گھاس اور چارہ اگتا ہے۔ اس طرح روئے زمین پر جتنی بھی اللہ کی مخلوق بس رہی ہے سب کی غذا کا سامان فراہم ہو جاتا ہے۔ اب بتایئے کہ اس پورے نظام ربوبیت عامہ میں کوئی فرشتہ، کوئی نبی، کوئی ولی، کوئی بزرگ یا کوئی دوسرا معبود شریک ہے کہ اللہ کے علاوہ اس کی عبادت کی جائے؟ ظاہر ہے اس کے سوا کوئی جواب نہیں کہ یہ سارے کام اللہ کے ہیں، تو پھر تم کیوں اللہ کے سامنے کسی اور کی پرستش کرتے ہو؟

ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ﴾ [الأنعام : ۱٤۱] ’’اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کیے چھپروں پر چڑھائے ہوئے اور نہ چڑھائے ہوئے اور کھجور کے درخت اور کھیتی، جن کے پھل مختلف ہیں اور زیتون اور انار ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور نہ ملتے جلتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٥٤] ’’بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ٦١] ’’اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو

پیدا کیا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں بہکائے جا رہے ہیں۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ نبوت سے قبل (وادیٔ) بلدح کے نشیبی علاقے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات زید بن عمرو بن نفیل سے ہوئی، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دستر خوان بچھایا گیا تو زید بن عمرو بن نفیل نے کھانے سے انکار کر دیا اور (جن لوگوں نے دستر خوان بچھایا تھا، ان سے) کہا کہ تم اپنے بتوں کے نام پر جو ذبیحہ کرتے ہو میں اسے نہیں کھاتا، میں تو بس وہی ذبیحہ کھاتا ہوں جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔ زید بن عمرو بن نفیل قریش پر ان کے ذبیحے کے بارے میں عیب بیان کیا کرتے تھے کہ بکری کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، اسی نے اس کے لیے آسمان سے پانی برسایا اور اسی نے اس کے لیے زمین سے گھاس اگائی، پھر تم لوگ اسے غیر اللہ (یعنی بتوں) کے نام پر ذبح کرتے ہو؟ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب حديث زيد بن عمرو بن نفيل : ٣٨٢٦]

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

”(کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس کے لیے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان رکاوٹ بنا دی؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔“

یعنی اس زمین کو تمھارے لیے قرار کی جگہ کس نے بنایا ہے کہ وہ لرزتی نہیں اور تم آرام سے اس پر زندگی گزارتے ہو؟ زمین پر نہریں کس نے جاری کی ہیں؟ اس پر پہاڑ کس نے جما دیے، تاکہ حرکت نہ کرے؟ میٹھے اور کھارے پانی کے درمیان رکاوٹ کس نے کھڑی کی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے نہیں ملتے؟ اس کے سوا تمھارے پاس کوئی جواب نہیں کہ یہ سب اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں، تو پھر تم اس کے سوا کسی اور کو اپنا معبود کیوں بناتے ہو؟

<u>وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ</u> : زمین پر پہاڑوں کو گاڑ دینا اور ان کے ذریعے سے زمین کو قرار دینا یہ اللہ کا کام ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا : ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴾ [لقمان : ١٠] ”اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تاکہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس میں ہر طرح کی عمدہ قسم اگائی۔“ زمین میں دریاؤں کا جاری کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [النحل : ١٥] ”اور اس نے

زمین میں پہاڑ گاڑ دیے کہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور نہریں اور راستے بنائے، تاکہ تم منزل تک پہنچ جاؤ۔'' دو سمندروں کے درمیان اس طرح پردہ حائل کر دینا کہ میٹھا اور کھارا پانی ایک دوسرے سے نہیں ملتے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴾ [الرحمٰن : ۱۹، ۲۰] ''اس نے دو سمندروں کو ملا دیا، جو اس حال میں مل رہے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے (جس سے) وہ آگے نہیں بڑھتے۔''

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْأَرْضِ ۗ ءَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝۶۲

''یا وہ جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے اور تمھیں زمین کے جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔''

یعنی جب انسان کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے، وہ کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے، یا کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے، یا کسی ظالم کے ہتھے چڑھ جاتا ہے تو وہ بے تحاشا کسے پکارتا ہے؟ کون ہے جو اس کی فریاد رسی کرتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے؟ کون ہے جو لوگوں کو موت دیتا رہتا ہے اور ان کی نسلوں کو زمین کا وارث بناتا رہتا ہے؟ جواب معلوم ہے کہ وہ اللہ ہے۔ تو اے مشرکین مکہ! پھر تم اسے چھوڑ کر معبودانِ باطلہ کے سامنے کیوں سربسجود ہوتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوٓءَ : مصیبت زدہ کی فریاد سننا اور اس کی مصیبت دور کرنا، یہ صرف اللہ کے اختیار میں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الأنعام : ۱۷] ''اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۵۶، ۵۷] ''کہہ پکارو ان کو جنھیں تم نے اس کے سوا گمان کر رکھا ہے، پس وہ نہ تم سے تکلیف دور کرنے کے مالک ہیں اور نہ بدلنے کے۔ وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں، وہ (خود) اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، جو ان میں سے زیادہ قریب ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ ڈرا جاتا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں (بنی اسرائیل) میں سے

تین آدمی (راستہ میں) چلے جا رہے تھے کہ اچانک بارش ہونے لگی۔ وہ لوگ پہاڑ کے ایک غار میں گھس گئے۔ اتفاق سے (ایک بڑا پتھر گرا اور) غار کا منہ بند ہو گیا۔ اب تینوں آپس میں کہنے لگے، اللہ کی قسم! اب تو (اس مصیبت سے) تم کو سچائی ہی نجات دلائے گی، لہٰذا ہم میں سے ہر شخص اپنے کسی ایسے نیک عمل کے وسیلہ سے، جس کے بارے میں اسے یقین ہو کہ وہ اس نے خالص اللہ کے لیے کیا ہے، اللہ سے دعا کرے۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا، اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک فرق (تین صاع) چاولوں پر ایک مزدور رکھا تھا، اس نے میرا کام تو کیا، مگر پھر (کسی بات پر غصہ میں آکر) وہ اپنے چاول چھوڑ کر چلا گیا۔ اب میں نے اس کے حصہ کے چاول بو دیے اور ان سے اتنا فائدہ ہوا کہ میں نے اس کی آمدنی سے گائے بیل خریدے، پھر (جب ایک مدت کے بعد) وہ اپنی مزدوری مانگنے آیا تو میں نے کہا کہ جا! وہ سب گائے بیل لے جا۔ اس نے کہا، میرے تو تیرے پاس (صرف) ایک فرق چاول تھے۔ میں نے کہا، وہ سب گائے بیل لے جا، وہ تیرے چاولوں ہی سے خریدے گئے ہیں۔ آخر وہ ان سب کو لے گیا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ سب کچھ (خالص) تیرے ڈر سے کیا تو تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ چنانچہ وہ پتھر تھوڑا سا ہٹ گیا۔ پھر دوسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میرے بوڑھے اور ضعیف والدین تھے۔ میں ہر رات کو (ان کے پلانے کے لیے) بکری کا دودھ لایا کرتا تھا۔ ایک رات مجھے دیر ہو گئی، میں جب (دودھ لے کر) آیا تو وہ سو گئے تھے اور میرے بیوی بچے سب بھوک سے بے چین تھے۔ میری عادت تھی کہ پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا اور اس کے بعد بیوی بچوں کو۔ مجھے ان کو جگانا بھی اچھا معلوم نہ ہوا اور یہ بھی میں نے پسند نہ کیا کہ ان کو چھوڑ کر چلا جاؤں اور وہ (رات بھر) دودھ کا انتظار کرتے رہیں۔ چنانچہ میں ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے (اپنے ماں باپ کی) یہ خدمت (محض) تیرے ڈر سے کی تھی، تو تو ہماری اس مصیبت کو دور کر دے۔ اس پر وہ پتھر تھوڑا سا اور ہٹ گیا اور ان کو آسمان دکھائی دینے لگا۔ پھر تیسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میرے چچا کی ایک بیٹی تھی، جس کو میں سب سے زیادہ چاہتا تھا، میں نے اس سے صحبت کرنا چاہی تو اس نے انکار کر دیا۔ اس نے کہا، ایسا اس حالت میں ہو سکتا ہے کہ تو مجھے سو اشرفیاں لا کر دے۔ سو میں سو اشرفیوں کی طلب میں نکلا، یہاں تک کہ وہ مجھے مل گئیں، چنانچہ میں نے سو اشرفیاں لا کر اس کے حوالے کر دیں اور اس نے اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیا۔ جب میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو وہ کہنے لگی، اللہ سے ڈر اور مہر کو ناحق طریقہ سے نہ توڑ۔ یہ سنتے ہی میں کھڑا ہو گیا اور میں نے وہ سو اشرفیاں بھی چھوڑ دیں۔ اے اللہ! تو جانتا ہے، اگر میں نے (خالص) تیرے ڈر سے ایسا کیا تھا تو اے اللہ! تو ہماری یہ مصیبت دور کر دے تو اللہ نے پتھر کو ہٹا دیا اور وہ تینوں باہر نکل آئے۔" [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث الغار : ٣٤٦٥]

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾

”یا وہ جو تمھیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راہ دکھاتا ہے اور وہ جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے کے لیے بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت بلند ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔“

یعنی صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں کون تمھاری راہنمائی کرتا ہے؟ کون ہے جو بارش برسانے سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے، جن سے لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اب بارش ہوگی؟ کون ہے جو ان امور پر قادر ہے؟ جواب معلوم ہے کہ وہ اللہ ہی ہے، تو پھر تم لوگ اس کے ساتھ غیروں کو شریک کیوں بناتے ہو؟ اللہ تعالیٰ تمھارے ان جھوٹے معبودوں سے بہت ہی برتر و بالا ہے۔

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ : بحر و بر میں راستہ بتانا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَىِٕنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٦٣، ٦٤] ”کہہ کون تمھیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں سے نجات دیتا ہے؟ تم اسے گڑ گڑا کر اور خفیہ طریقے سے پکارتے ہو کہ بے شک اگر وہ ہمیں اس سے نجات دے دے تو ہم ضرور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ کہہ دے اللہ تمھیں اس سے نجات دیتا ہے اور ہر بے قراری سے، پھر تم شریک بناتے ہو۔“

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان کیا، سوائے چار آدمیوں اور دو عورتوں کے، ان سے متعلق حکم ارشاد فرمایا: ”انھیں قتل کر دو، اگرچہ وہ کعبہ کے پردوں میں چھپے ہوئے ہوں۔“ ان میں ایک عکرمہ بن ابوجہل بھی تھے۔ انھوں نے جب یہ حکم سنا تو سمندر کے ذریعے سے راہ فرار اختیار کی۔ اتفاق کہ کشتی والوں کو تند و تیز ہوا نے آ لیا، اب کشتی والوں نے کہا کہ اللہ کو خلوص سے پکارو، کیونکہ اس موقع پر تمھارے (جھوٹے) معبود کچھ کام نہیں آئیں گے۔ تو عکرمہ نے کہا، اللہ کی قسم! اگر سمندر میں صرف اللہ ہی نجات دیتا ہے تو خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی نجات نہیں دیتا، اے اللہ! اگر تو نے مجھے میری اس مصیبت سے عافیت دے دی تو میرا تجھ سے پختہ وعدہ ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا، کیونکہ میں آپ کو درگزر کرنے والا اور مہربان پاتا ہوں۔ چنانچہ وہ آئے اور آ کر اسلام قبول کر لیا۔ [نسائی، کتاب تحریم الدم، باب الحکم فی المرتد : ٤٠٧٢]

وَ مَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ : اس آیت میں رحمت سے مراد بارش ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَ يَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَ هُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾ [الشوریٰ : ٢٨] ”اور وہی ہے

جو بارش برساتا ہے، اس کے بعد کہ وہ ناامید ہو چکے ہوتے ہیں اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا ہے، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔“

اَمَّنۡ یَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُهٗ وَ مَنۡ یَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۶۴﴾

”یا وہ جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہراتا ہے اور جو تمھیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ کہہ لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔“

یعنی وہ کون ہے جس نے انسانوں کو پہلی بار پیدا کیا اور قیامت سے پہلے پھر انھیں دوبارہ زندہ کرے گا؟ اس کا جواب اس کے سوا کچھ بھی نہیں، تم چاہے مانو یا نہ مانو کہ وہ اللہ کی ذات ہے جو انھیں دوبارہ زندہ کرے گی۔ کون ہے جو آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے پودے اگا کر تمھیں روزی دیتا ہے؟ جواب معلوم ہے کہ وہ اللہ کی ذات ہے جو اس کی قدرت رکھتی ہے، تو پھر تم جو اس کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہو اور دعویٰ کرتے ہو کہ تم سچے ہو، تو اپنی صداقت کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل پیش کر کے دکھاؤ۔

وَمَنۡ یَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّكُمۡ ﴾ [البقرۃ : ۲۲] ”اور آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر اس کے ساتھ کئی طرح کے پھل تمھاری روزی کے لیے پیدا کیے۔“ اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمۡ مِّنۡهُ شَرَابٌ وَّ مِنۡهُ شَجَرٌ فِیۡهِ تُسِیۡمُوۡنَ ۝ یُنۡۢبِتُ لَكُمۡ بِهِ الزَّرۡعَ وَ الزَّیۡتُوۡنَ وَ النَّخِیۡلَ وَ الۡاَعۡنَابَ وَ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَكَّرُوۡنَ ﴾ [النحل : ۱۰، ۱۱] ”وہی ہے جس نے آسمان سے کچھ پانی اتارا، تمھارے لیے اسی سے پینا ہے اور اسی سے پودے ہیں جن میں تم چراتے ہو۔ وہ تمھارے لیے اس کے ساتھ کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بڑی نشانی ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔“

قُلۡ لَّا یَعۡلَمُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ الۡغَیۡبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَ مَا یَشۡعُرُوۡنَ اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۶۵﴾

”کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔“

یعنی جو لوگ اتنے بے خبر ہوں کہ انھیں اپنے متعلق بھی علم نہ ہو کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے، تو بھلا ایسے لوگ کیسے اللہ تعالیٰ کے شریک ہو سکتے ہیں، جو غیب کی تمام باتوں کا علم رکھتا ہے؟ اور وہ کیسے الٰہ ہو سکتا ہے جسے غیب کا کوئی علم نہیں؟ الٰہ صرف ایک ہے اور وہ وہی ہے جو علام الغیوب ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلۡ لَّاۤ اَمۡلِكُ لِنَفۡسِیۡ نَفۡعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا

مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۖۚ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٨٨] ''کہہ دے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں نہیں ہوں مگر ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ٥٩] ''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ کل کو پیش آنے والے حالات کا علم رکھتے تھے، تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے: ﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ [النمل : ٦٥] ''کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے وہ غیب نہیں جانتا۔''

[مسلم، کتاب الإیمان، باب معنی قول اللہ عزوجل : ﴿ ولقد رءاہ نزلۃ أخری ﴾ ...... الخ : ١٧٧۔ بخاری، کتاب التفسیر، بابٌ : ٤٨٥٥]

بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع ٥ ٨

''بلکہ ان کا علم آخرت کے بارے میں ختم ہو گیا ہے، بلکہ وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں، بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔''

یعنی آخرت کے بارے میں ان کا علم ختم ہو گیا ہے، کیونکہ ان کے علم کی حد بس دنیا تک ہے۔ آخرت کے متعلق وہ سوچنا ہی نہیں چاہتے۔ اگر سوچتے اور غور و فکر کرتے تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ یقیناً ایک دن آنے والا ہے، جس دن انھیں ان کے اعمال کی جزا و سزا ملے گی۔ وہ چونکہ سوچتے نہیں، لہٰذا وہ مستقل طور پر آخرت کے معاملہ میں شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں، بلکہ اس کی طرف سے بالکل اندھے ہو رہے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾ [التغابن : ٧] ''وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا انھوں نے گمان کیا کہ وہ ہرگز اٹھائے نہیں جائیں گے۔ کہہ دے کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تم ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر تمھیں ضرور بالضرور بتایا جائے گا جو تم نے کیا اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [النحل : ٣٨] ''اور انھوں نے اپنی پکی قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی قسم کھائی کہ اللہ اسے نہیں اٹھائے گا جو مر جائے۔ کیوں نہیں! وعدہ ہے اس کے ذمے

سچا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' کفار دوبارہ پیدا کیے جانے کو بعید از عقل سمجھ کر اس کا انکار کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ٭ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ٭ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ٭ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [المؤمنون : ۳۵ تا ۳۸] ''کیا یہ تمھیں وعدہ دیتا ہے کہ بے شک جب تم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں بن گئے تو تم یقیناً نکالے جانے والے ہو۔ دوری ہے، دوری ہے اس کے لیے جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو۔ نہیں ہے یہ (زندگی) مگر ہماری اس دنیا کی زندگی، ہم (یہیں) مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں۔ یہ نہیں ہے مگر ایک آدمی، جس نے اللہ پر ایک جھوٹ گھڑ لیا ہے اور ہم ہرگز اسے ماننے والے نہیں ہیں۔''

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۶۹﴾

''اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادا بھی تو کیا واقعی ہم ضرور نکالے جانے والے ہیں؟ بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے ہم سے یہ وعدہ کیا گیا اور ہمارے باپ دادا سے بھی، یہ نہیں ہیں مگر پہلے لوگوں کی فرضی کہانیاں۔ کہہ زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔''

دل کے اندھے ہونے ہی کی وجہ سے مشرکین نے آخرت کا یکسر انکار کر دیا اور کہا کہ جب ہم اور ہمارے باپ دادا مرنے کے بعد گل سڑ کر مٹی ہو جائیں گے تو اپنی قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟ یہ تو انہونی بات ہے۔ گزشتہ زمانوں میں بھی محمد (ﷺ) جیسے لوگ پیدا ہوئے اور انھوں نے لوگوں سے یہی بات کہی، لیکن اب تک تو ایسا ہوا نہیں، لہٰذا اس بات کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اس قسم کے لوگ ہمیشہ جھوٹی باتیں لوگوں کو سناتے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس کفر و عناد اور انکار آخرت کا جواب اپنے نبی ﷺ کی زبانی یہ دیا کہ تم لوگ ذرا دنیا میں چل پھر کر ان قوموں کا انجام دیکھ لو، جنھوں نے ہمارے انبیاء اور آخرت کی تکذیب کی کہ ہم نے کس طرح انھیں ہلاک کر دیا اور اپنے انبیاء اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچا لیا؟ اگر وہ انبیاء جھوٹے تھے تو پھر ان قوموں کو کیوں ہلاک کیا گیا؟ جس ذات نے انھیں پیدا کرنے کے بعد ہلاک کر دیا تو وہ یقیناً انھیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

''اور ان پر غم نہ کر اور نہ اس سے کسی تنگی میں ہو جو وہ چال چلتے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر مشرکین مکہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے، تو غم نہ کیجیے، عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ظاہر کرے گا جو آپ پر ایمان لائیں گے، یہ کفار خس و خاشاک کی طرح مٹ جائیں گے اور یہ آپ کے خلاف جو سازشیں کرتے ہیں، ان سے بھی آپ تنگ دل نہ ہوں، اللہ آپ کی حفاظت کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ کافروں کے غم میں گھلے جا رہے تھے، آپ کی خواہش تھی کہ کفار ایمان لے آئیں اور دوزخ کے عذاب سے بچ جائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴾ [الکھف : ٦] ''پس شاید تو اپنی جان ان کے پیچھے غم سے ہلاک کر لینے والا ہے، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴾ [فاطر : ۸] ''تو کیا وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا تو اس نے اسے اچھا سمجھا (اس شخص کی طرح ہے جو ایسا نہیں؟) پس بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے، سو تیری جان ان پر حسرتوں کی وجہ سے نہ جاتی رہے۔ بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔''

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝۷۱ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ۝۷۲

''اور وہ کہتے ہیں کب (پورا) ہوگا یہ وعدہ، اگر تم سچے ہو؟ کہہ دے قریب ہے کہ تمھارے پیچھے آ پہنچا ہو اس کا کچھ حصہ جو تم جلدی مانگ رہے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مشرکین قیامت کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتے ہوئے یہ سوال کیا کرتے تھے کہ اے محمد (ﷺ) اور اس کے ماننے والو! اگر تمھیں اپنے سچا ہونے کا دعویٰ ہے تو پھر بتاؤ تو سہی کہ وہ وقت کب آئے گا؟ مشرکین یہ بات نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑانے کے لیے کہتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی ان کا جواب دیا کہ جس عذاب کی تمھیں جلدی ہے، اس کا کچھ حصہ عنقریب ہی تم پر نازل ہونے والا ہے۔ چنانچہ یہ استہزا کرنے والے میدانِ بدر میں گاجر مولی کی طرح کاٹے گئے اور جو باقی بچ گئے وہ قید کر لیے گئے۔

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ۝۷۳

''اور بے شک تیرا رب یقیناً لوگوں پر بڑے فضل والا ہے اور لیکن ان کے اکثر شکر نہیں کرتے۔''

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر کتنا بڑا فضل ہے کہ انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک نہیں کرتا اور مومن و کافر سب کو روزی دیتا ہے، جبکہ بندوں کا حال یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ اس کا شکر ادا نہیں کرتے، بلکہ کفر کرتے ہیں اور

آخرت کا انکار کرتے ہوئے عذاب آنے کی جلدی مچاتے ہیں۔ اس کے باوجود اللہ انھیں توبہ کی مہلت دیے جاتا ہے۔

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَ مَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾

’’اور بے شک تیرا رب یقیناً جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور آسمان و زمین میں کوئی غائب چیز نہیں مگر وہ ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔‘‘

اس میں نبی کریم ﷺ کے لیے تسلی اور مشرکین کے لیے زبردست دھمکی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں اسلام اور اپنے نبی کے خلاف چھپی عداوت اور ان کے ظاہر کفر و شرک کو خوب جانتا ہے اور آسمان و زمین میں کہیں بھی کوئی چیز یا کوئی عمل مخلوقات کی نگاہوں سے چھپا ہے تو وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور اللہ کو اس کا خوب علم ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٥٩، ٦٠] ’’اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔ اور وہی ہے جو تمھیں رات کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کمایا، پھر وہ تمھیں اس میں اٹھا دیتا ہے، تاکہ مقرر مدت پوری کی جائے، پھر اسی کی طرف تمھارا لوٹنا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔‘‘

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾ وَ اِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾

’’بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور بے شک وہ یقیناً ایمان والوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت ہے۔ یقیناً تیرا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ کرے گا اور وہی سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ یہ کتاب بنی اسرائیل کے سامنے اکثر وہ باتیں جن میں وہ اختلاف کیا کرتے ہیں، بیان کر دیتی ہے، جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان میں اختلاف ہے، یہودیوں نے تو ان

کے بارے میں افترا پردازی سے کام لیا، جبکہ نصرانیوں نے ان کے بارے میں بے حد غلو کیا اور قرآن مجید نے ان کے بارے میں ایک ایسے درمیانے موقف کو اختیار کیا ہے جو حق و عدل پر مبنی ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آگے فرمایا کہ یہ قرآن ان لوگوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ اور سراپا رحمت ثابت ہوا جو اس پر ایمان لے آئے۔ ان میں عرب کے بکریوں اور اونٹوں کے چرواہے اور یہود و نصاریٰ کے وہ لوگ شامل ہیں جنھوں نے اسلام کی دعوت کو قبول کیا۔ قرآن کریم کی دعوت کو قبول کر لینا ان کے لیے دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کا سبب بنا اور وہی عرب جو لٹیروں کے نام سے جانے جاتے تھے، وہ روم اور فارس کے حکمران بن گئے۔ آخری آیت میں فرمایا کہ وہ قیامت کے دن اس قرآن پر ایمان لانے والوں اور اس کا انکار کرنے والوں کے درمیان عدل و حکمت کے مطابق فیصلہ کرے گا اور وہ ایسا غالب ہے کہ کوئی باطل پرست اس کے فیصلے سے بھاگ نہیں سکے گا اور وہ ایسا علام الغیوب ہے کہ حق و ناحق کو خوب جانتا ہے، اس کے فیصلے میں غلطی نہیں ہو سکتی۔

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿٧٩﴾

''پس اللہ پر بھروسا کر، یقیناً تو واضح حق پر ہے۔''

یعنی قریش کی تکذیب، استہزا، ایذا رسانیاں اور سازشیں فی الواقع پریشان کرنے والی باتیں ہیں، لیکن آپ ان سے زیادہ تاثر نہ لیں، آپ اللہ پر بھروسا کر کے دعوت و تبلیغ کا کام کرتے جائیں اور اس یقین کے ساتھ اپنا مشن جاری رکھیں کہ آپ ایسے واضح حق پر ہیں جس کی صداقت میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٨٠﴾ وَ مَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾

''بے شک تو نہ مُردوں کو سناتا ہے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سناتا ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں۔ اور نہ تو کبھی اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لانے والا ہے، تو نہیں سنائے گا مگر انھی کو جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں، پھر وہ فرماں بردار ہیں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو بہرے، اندھے اور مردہ لوگوں سے تشبیہ دی، جس طرح بہرے، اندھے اور مردہ لوگوں کو سمجھانا بے سود ہے، اسی طرح ان کفار کو جو روحانی طور پر اندھے، بہرے اور مردہ ہیں، دعوت دینا اور کوئی نصیحت کی بات سنانا قطعی سود مند نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً جب وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مُردوں کو کوئی بات نہیں سنائی جا سکتی۔ یہ نفی عام ہے اور اس سے صرف وہ صورتیں مستثنیٰ ہیں جو کتاب و سنت کی دلیل سے ثابت

ہوں، جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ بدر کے دن آپ نے کفار کی لاشوں کو مخاطب کیا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ ایسی لاشوں کو مخاطب کر رہے ہیں جن میں روح نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تم ان سے بڑھ کر نہیں سن سکتے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل : ۳۹۸۰، ۳۹۸۱]

آخر میں فرمایا کہ آپ کی نصیحت اور ہدایت صرف ان لوگوں کے حق میں مفید ہو سکتی ہے جو خود بھی ہدایت کے طالب ہوں، آپ کی باتوں کو غور سے سنتے ہوں، ان کے دل زندہ ہوں، اللہ کی آیات میں غور و فکر کرتے ہوں، ایسے ہی لوگ ایمان لاتے ہیں اور ایسے ہی لوگوں سے ایمان لانے اور ہدایت پانے کی توقع کی جا سکتی ہے۔

وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع ۲

''اور جب ان پر بات واقع ہو جائے گی تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے، جو ان سے کلام کرے گا کہ یقیناً فلاں فلاں لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔''

آخر زمانے میں زمین سے یہ جانور اس وقت نکلے گا جب لوگ بدترین ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ کے احکام کو بدل کر دین حق میں تبدیلی کر دیں گے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ زمین سے ان کے لیے ایک جانور نکالے گا۔ یہ جانور لوگوں سے کہے گا کہ تم لوگ ان آیتوں پر ایمان نہیں لاتے جن میں قیامت کی خبر دی گئی ہے، میں قربِ قیامت کی نشانی ہوں، مجھے اس اللہ نے قوت گویائی دی ہے جو قیامت لانے پر قادر ہے۔ اس جانور کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں،

سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بالا خانے سے) ہماری طرف جھانک کر دیکھا، ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے، آپ نے پوچھا: ''کیا باتیں کر رہے ہو؟'' ہم نے کہا، ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''قیامت تب تک قائم نہیں ہوگی، جب تک تم دس نشانیاں اس سے پہلے نہ دیکھ لو گے۔'' پھر آپ نے ذکر کیا دھویں کا، دجال کا، (زمین سے نکلنے والے) جانور کا، آفتاب کے مغرب سے نکلنے کا، عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا اور یاجوج ماجوج کے نکلنے کا اور تین جگہ کے خسف (یعنی زمین دھنسنے) کا، ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرۂ عرب میں اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانکتی ہوئی ان کے محشر کی طرف لے جائے گی۔ [مسلم، کتاب الفتن، باب فی الآیات التی تکون قبل الساعۃ : ۲۹۰۱]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی، جو آج تک مجھے یاد

ہے۔ آپ نے فرمایا: ''علامات قیامت میں سے پہلی علامت یہ ہے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو گا، پھر چاشت کے وقت لوگوں میں ایک جانور نکلے گا۔ ان دونوں میں سے جو نشانی بھی پہلے ظاہر ہوئی دوسری اس کے متصل بعد رونما ہو جائے گی۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب فی خروج الدجال و مکثه فی الأرض...... الخ : ۲۹۴۱]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' (زمین سے) ایک جانور نکلے گا جو لوگوں کی پیشانیوں پر نشان لگائے گا اور وہ (نشان زدہ) لوگ بہت زیادہ ہو جائیں گے، حتیٰ کہ آدمی کسی سے اونٹ خریدے گا تو کوئی پوچھے گا، یہ تو نے کس سے خریدا ہے؟ وہ جواب دے گا، میں نے یہ کسی نشان زدہ سے خریدا ہے۔'' [مسند أحمد : ۲۶۸/۵، ح : ۲۲۳۷۱۔ السلسلة الصحيحة : ۳۲۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چھ چیزوں سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو، ایک آفتاب کا مغرب سے نکلنا، دوسری دھواں، تیسری دجال، چوتھی زمین کا جانور، پانچویں موت اور چھٹی قیامت۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب فی بقية من أحاديث الدجال : ۲۹۴۷]

وَ يَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَ لَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾

''اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک جماعت اکٹھی کریں گے، ان لوگوں سے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے، پھر ان کی قسمیں بنائی جائیں گی۔ یہاں تک کہ جب وہ آجائیں گے تو فرمائے گا کیا تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا، حالانکہ تم نے ان کا پورا علم حاصل نہ کیا تھا، یا کیا تھا جو تم کیا کرتے تھے؟ اور ان پر بات واقع ہو جائے گی، اس کے بدلے جو انھوں نے ظلم کیا، پس وہ نہیں بولیں گے۔''

جو لوگ دنیا میں قرآن کریم کی تکذیب کرتے ہیں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سب کو ایک جگہ گھیر کر اکٹھا کرے گا اور تمام اہل محشر کے سامنے انھیں ذلیل ورسوا کرنے کے لیے ان سے کہے گا کہ تم لوگوں نے میری ان قرآنی آیات کی تکذیب کی تھی جن میں قیامت کی خبر دی گئی تھی؟ اور ان میں غور وفکر کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی۔ تم نے سوائے فساد برپا کرنے اور لوگوں کو راہ راست سے روکنے کے دنیا میں کیا ہی کیا تھا؟ اسی لیے آخری آیت میں کہا گیا کہ ان کے لیے اللہ کا عذاب مقدر ہو گیا ہے اور وہ اپنے دفاع میں ایک کلمہ بھی اپنی زبان سے ادا نہ کر پائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ لَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ [المرسلات : ۳۵ تا ۴۰] ''یہ دن ہے کہ وہ

نہیں بولیں گے۔ اور نہ انھیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر کریں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ یہ فیصلے کا دن ہے، ہم نے تمھیں اور پہلوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ تو اگر تمھارے پاس کوئی خفیہ تدبیر ہے تو میرے ساتھ کر لو۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔"

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾

"کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو بنایا، تا کہ اس میں آرام کریں اور دن کو روشن۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔"

منکرین قیامت کو دعوت غور و فکر دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رات بنائی ہے، جس میں لوگ سکون حاصل کرنے کے لیے نیند کی آغوش میں چلے جاتے ہیں، یہ موت ہی کی ایک قسم ہے اور دن کے وقت جاگ اٹھتے ہیں اور مصروفِ عمل ہو جاتے ہیں۔ یہ جاگنا موت کے بعد زندگی کی ایک قسم ہے۔ جب تک آدمی زندہ رہتا ہے، نیند و بیداری اور موت و زندگی کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور یہ سب اللہ کی قدرت سے ہوتا ہے۔ اگر ایک عقل مند آدمی اس میں غور کرے گا تو وہ یقیناً موت کے بعد دوسری زندگی پر ایمان لے آئے گا، کیونکہ جو اللہ نیند اور بیداری پر قادر ہے، وہ یقیناً موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اس عمل خواب و بیداری میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں، کیونکہ انھی کے دل زندہ ہوتے ہیں اور وہی اس میں غور و فکر کے بعد "بعث بعد الموت" پر ایمان لے آتے ہیں اور جن کے دل کفر کی وجہ سے مردہ ہیں، انھیں غور و فکر کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔

وَ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ كُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾

"اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، گھبرا جائے گا مگر جسے اللہ نے چاہا اور وہ سب اس کے پاس ذلیل ہو کر آئیں گے۔"

اس آیت سے وہ نفخہ مراد ہے جس کے بعد مردے قبروں سے اٹھ کر میدانِ محشر کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ جب یہ نفخہ پھونکا جائے گا تو اس وقت اللہ کے تمام بندے اور اس کی مخلوق اس کی شدید آواز سے گھبرا جائیں گے اور سب پر دہشت طاری ہو جائے گی، مگر اللہ کے کچھ ایسے نیک بندے ہوں گے جنھیں اللہ تعالیٰ اس خوف و دہشت سے محفوظ رکھے گا۔ مومنین اس دن کی گھبراہٹ سے محفوظ رہیں گے۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۭ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

’’اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا، انھیں گمان کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں، حالانکہ وہ بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے، اس اللہ کی کاری گری سے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔ یقیناً وہ اس سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔‘‘

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ صور پھونکے جانے کے بعد پہاڑ بظاہر اپنی جگہ جامد ہوں گے، لیکن وہ بادلوں کی سی تیزی کے ساتھ چل رہے ہوں گے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی وجہ سے ہوگا جس نے ہر چیز کو ایک مخصوص حکمت کے مطابق پیدا کیا ہے اور جو بندوں کے تمام اچھے اور برے اعمال سے باخبر ہے اور قیامت کے دن انھیں ان کا بدلہ دے گا۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴾ [الکہف : ۴۷] ’’اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تو زمین کو صاف میدان دیکھے گا اور ہم انھیں اکٹھا کریں گے تو ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَاۗءُ مَوْرًا ۙ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴾ [الطور : ۹، ۱۰] ’’جس دن آسمان لرزے گا، سخت لرزنا، اور پہاڑ چلیں گے، بہت چلنا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۙ فَيَوْمَىِٕذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴾ [الحاقۃ : ۱۳ تا ۱۵] ’’پس جب صور میں پھونکا جائے گا، ایک بار پھونکنا۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھایا جائے گا، پس دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک بار ٹکرا دینا۔ تو اس دن ہونے والی ہو جائے گی۔‘‘

مَنْ جَاۗءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَىِٕذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾

’’جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ ہے اور وہ اس دن گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے۔‘‘

فرمایا کہ دنیا میں جو ایمان و عمل کی زندگی گزارے گا اس دن اسے کوئی خوف و غم لاحق نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے جنت عطا کرے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۱۰۱ تا ۱۰۳] ’’بے شک وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے پہلے بھلائی طے ہو چکی، وہ اس سے دور رکھے گئے ہوں گے۔ وہ اس کی آہٹ نہیں سنیں گے اور وہ اس میں جسے ان کے دل چاہیں گے، ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ انھیں سب سے بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور انھیں (آگے سے) لینے کے لیے فرشتے

آئیں گے۔ یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔“

وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۹۰

”اور جو برائی لے کر آئے گا تو ان کے چہرے آگ میں اوندھے ڈالے جائیں گے۔ تم بدلہ نہیں دیے جاؤ گے مگر اسی کا جو تم کیا کرتے تھے۔“

جو لوگ شرک و معاصی کے مرتکب ہوں گے، انھیں ان کے منہ کے بل جہنم میں دھکیل دیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ۝ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴾ [القمر : ۴۷، ۴۸] ”یقیناً مجرم لوگ بڑی گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔ جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں پر گھسیٹے جائیں گے، چکھو آگ کا چھونا۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کی، یا رسول اللہ! قیامت کے روز کافر کو منہ کے بل کیسے چلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ”وہ ذات جس نے اسے دنیا میں دونوں پاؤں پر چلایا کیا وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتی کہ قیامت کے روز اسے منہ کے بل چلائے؟“ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب یحشر الکافر علی وجهه : ۲۸۰۶]

آیت کے آخر میں بندوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس دن جو فیصلہ ہوگا تمھارے اعمال کا نتیجہ ہوگا، کسی پر رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَ لَهٗ كُلُّ شَیْءٍ ؗ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝۹۱ وَ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ۝۹۲

”مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت دی اور اسی کے لیے ہر چیز ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں۔ اور یہ کہ میں قرآن پڑھوں، پھر جو سیدھے راستے پر آجائے تو وہ اپنے ہی لیے راستے پر آتا ہے اور جو گمراہ ہو تو کہہ دے کہ میں تو بس ڈرانے والوں میں سے ہوں۔“

ان آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ وہ کافروں سے کہہ دیں کہ مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف شہر مکہ کے رب کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤں۔ وہ مکہ جسے اللہ نے حرم اور جائے امن قرار دیا ہے، جہاں نہ کسی کو قتل کیا جاتا ہے، نہ کسی پر ظلم ہوتا ہے، نہ اس کے جانوروں کا شکار کیا جاتا ہے اور نہ اس کے درخت کاٹے جاتے

ہیں۔ وہی اللہ ہر چیز کا خالق و مالک ہے اور مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اپنی جبینِ نیاز صرف اسی کے سامنے خم کروں۔ مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ تمھیں قرآن پڑھ کر سناؤں اور اس پر ایمان لانے کی تمھیں دعوت دوں، کیونکہ دونوں جہانوں کی سعادت کا راز اسی میں مضمر ہے۔ تو جو شخص میری دعوتِ توحید کو قبول کرے گا اور شرک سے تائب ہو جائے گا تو اس کا نفع اسے ہی پہنچے گا اور جو شخص گمراہ ہو جائے گا اس کا وبال اسی کے سر ہو گا۔ میرا کام تو پیغام حق پوری صراحت کے ساتھ لوگوں تک پہنچا دینا ہے۔

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا : ابو شریح العدوی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعید سے اس وقت یہ حدیث بیان کی کہ جب وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: ''(اے لوگو!) مکہ کو لوگوں نے نہیں، بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے حرمت دی ہے، لہٰذا جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو وہاں خون بہانا اور وہاں کا درخت کاٹنا جائز نہیں۔ اگر کوئی شخص (میرے بعد) یہ دلیل دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں جنگ کی ہے تو اس کو یہ جواب دو کہ دراصل اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس کی اجازت دی تھی، تمھیں اجازت نہیں دی اور دیکھو! مجھے بھی جو وہاں لڑنے کی اجازت ملی تھی تو صرف دن کی ایک گھڑی کے لیے، پھر آج اس کی حرمت ویسی ہی ہو گئی ہے، جیسی کل تھی۔ جو لوگ حاضر ہیں وہ (یہ بات) ان تک پہنچا دیں جو حاضر نہیں ہیں۔'' [بخاری، کتاب المغازی، بابٌ : ۴۲۹۵۔ مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکة و تحریم صیدها ...... الخ : ۱۳۵۴]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اب ہجرت نہیں رہی، البتہ جہاد اور نیت باقی ہیں اور جب تم سے جہاد کے لیے نکلنے کو کہا جائے تو نکل کھڑے ہوا کرو۔ یہ وہ شہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمان اور زمین پیدا فرمائے اسی دن سے اسے حرمت عطا فرما دی اور اللہ تعالیٰ کی یہ حرمت قیامت تک قائم رہے گی۔ مجھ سے پہلے اس شہر میں لڑنا کسی کے لیے حلال نہیں تھا اور میرے لیے بھی محض دن کی ایک گھڑی کے لیے یہاں لڑنا حلال ہوا تھا، اب پھر دوبارہ اس کی حرمت قیامت تک قائم ہو گئی ہے۔ اس کا کانٹا نہ توڑا جائے، اس کا شکار نہ ہانکا جائے، اس کی گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے، سوائے اس کے جو بعد ازاں اس کا اعلان کرے، نیز اس کی گھاس بھی نہ کاٹی جائے۔'' سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! اذخر گھاس کی اجازت دے دیجیے! وہ لوہاروں کے اور گھروں کے کام آتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اذخر کے علاوہ (یہاں کی گھاس نہ کاٹی جائے)۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکة و تحریم صیدها ...... الخ : ۱۳۵۳]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے سب سے زیادہ بغض رکھتا ہے، ایک تو وہ جو حرم میں بے دینی پھیلائے، دوسرا جو اسلام میں جاہلیت کی رسم کا متلاشی ہو، تیسرا جو کسی آدمی کا ناحق خون کرنے کا طلب گار ہو۔'' [بخاری، کتاب الدیات، باب من طلب دم امرئ بغیر حق : ۶۸۸۲]

وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع

’’اور کہہ دے سب تعریف اللہ کے لیے ہے، عنقریب وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انھیں پہچان لو گے اور تیرا رب ہرگز اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔‘‘

یعنی آپ نعمت اسلام پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کفار مکہ کے سامنے کہیں کہ ہم مسلمان تو اللہ کے تہ دل سے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں اس عظیم نعمت سے نوازا ہے اور آپ ان سے یہ بھی کہہ دیجیے کہ مستقبل میں ہمارا رب تمھیں اپنی نشانیاں دکھائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں پہلی نشانی میدانِ بدر میں دکھائی اور دوسری فتح مکہ کے دن اور آخری نشانی موت کے وقت دکھائے گا جب فرشتے ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر ضربیں لگائیں گے اور کہیں گے کہ اب چکھو جہنم کا عذاب۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کا رب لوگوں کے اعمال سے غافل نہیں ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ضرور دے گا۔

سورۃ القصص مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲﴾

”طٰسٓمّٓ۔ یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔“

یعنی قرآن مجید ایک واضح اور روشن کتاب ہے، اس میں کسی قسم کی کجی اور پیچیدگی نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ کِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰیٰتُہٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۳] ”ایسی کتاب جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی ہیں، عربی قرآن ہے، ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ﴾ [الکھف : ۱] ”سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہ رکھی۔“

نَتۡلُوۡا عَلَیۡکَ مِنۡ نَّبَاِ مُوۡسٰی وَ فِرۡعَوۡنَ بِالۡحَقِّ لِقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا
فِی الۡاَرۡضِ وَ جَعَلَ اَہۡلَہَا شِیَعًا یَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَۃً مِّنۡہُمۡ یُذَبِّحُ اَبۡنَآءَہُمۡ وَ یَسۡتَحۡیٖ
نِسَآءَہُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿۴﴾ وَ نُرِیۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِی
الۡاَرۡضِ وَ نَجۡعَلَہُمۡ اَئِمَّۃً وَّ نَجۡعَلَہُمُ الۡوٰرِثِیۡنَ ۙ﴿۵﴾ وَ نُمَکِّنَ لَہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ
نُرِیَ فِرۡعَوۡنَ وَ ہَامٰنَ وَ جُنُوۡدَہُمَا مِنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَحۡذَرُوۡنَ ﴿۶﴾

”ہم تجھ پر موسیٰ اور فرعون کی کچھ خبر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں، ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔ بے شک فرعون

نے زمین میں سرکشی کی اور اس کے رہنے والوں کو کئی گروہ بنا دیا، جن میں سے ایک گروہ کو وہ نہایت کمزور کر رہا تھا، ان کے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ بلاشبہ وہ فساد کرنے والوں سے تھا۔ اور ہم چاہتے تھے کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں جنھیں زمین میں نہایت کمزور کر دیا گیا اور انھیں پیشوا بنائیں اور انھی کو وارث بنائیں۔ اور انھیں زمین میں اقتدار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو ان سے وہ چیز دکھلائیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرما رہے ہیں کہ آئندہ آیات میں ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کا سچا واقعہ سناتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے مفید رہے گا، ان کے ایمان میں پختگی آئے گی اور اللہ کی نصرت و تائید کے وعدے سے ان کے دلوں کو تقویت ملے گی۔ آگے قصے کا آغاز ہو رہا ہے کہ مصر کا بادشاہ، جو فرعون کے لقب سے جانا جاتا تھا، اپنی حکومت و بادشاہت کی رعونت میں آگے بڑھ گیا تھا، حتیٰ کہ رب اور معبود ہونے کا دعویٰ کر بیٹھا تھا اور بنی اسرائیل کو مختلف ٹولیوں میں بانٹ کر ان سے غلاموں کی طرح خدمت لیتا تھا۔ ان کے لڑکوں کو قتل کر دیتا تھا اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ فرعون تو اس مظلوم گروہ کا کلی طور پر استیصال کرنا چاہتا تھا، مگر اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اللہ یہ چاہتا تھا کہ استیصال تو اس سفاک اور ظالم قوم کا ہونا چاہیے اور جن بے چاروں پر یہ ظلم وستم ڈھائے جا رہے ہیں انھیں نہ صرف ان سے نجات دلائی جائے بلکہ، انھیں ان ظالموں کی جائدادوں اور ملک کا وارث بھی بنا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اسی طرح کیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۳۷] "اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے، اس سرزمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور تیرے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی، اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا اور ہم نے برباد کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کے لوگ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرعون، ہامان اور ان دونوں کی فوجوں کو وہ کچھ دکھانا چاہا جس کے خوف سے وہ لوگ اسرائیلی بچوں کو قتل کروا رہے تھے، یعنی انھیں اپنی ہلاکت و بربادی کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کرنا تھا۔

وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَ لَا تَخَافِيْ وَ لَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۷ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا ۭ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۝۸ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ

اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰

’’اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلا، پھر جب تو اس پر ڈرے تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر، بے شک ہم اسے تیرے پاس واپس لانے والے ہیں اور اسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں۔تو فرعون کے گھر والوں نے اسے اٹھالیا، تاکہ آخر ان کے لیے دشمن ہو اور غم کا باعث ہو۔ بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔اور فرعون کی بیوی نے کہا یہ میرے لیے اور تیرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو، امید ہے کہ وہ ہمیں فائدہ پہنچائے، یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ سمجھتے نہ تھے۔ اور موسیٰ کی ماں کا دل خالی ہوگیا۔ یقیناً وہ قریب تھی کہ اسے ظاہر کرہی دیتی، اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم نے اس کے دل پر بند باندھ دیا تھا، تاکہ وہ ایمان والوں میں سے ہو۔‘‘

چونکہ فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کروادیتا تھا، تاکہ وہ بچہ زندہ ہی نہ رہے جس کے ہاتھوں اس کی حکومت کو ختم ہونا تھا۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو ان کی ماں بہت پریشان ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں فرشتہ بھیج کر اطمینان دلایا کہ اس کی حفاظت اللہ کرے گا، اس لیے وہ بچے کو دودھ پلاتی رہیں اور جس دن وہ سمجھ لیں کہ اب فرعون کے جاسوسوں کو ان کے گھر میں لڑکا ہونے کی اطلاع ہوگئی ہے تو اسے بے خوف وخطر دریائے نیل میں ڈال دیں اور ان کے بارے میں نہ ڈریں اور نہ پریشان ہوں۔ اللہ قادر مطلق ان کا بچہ ان کے پاس پھر پہنچا دے گا اور انھیں یہ خوش خبری بھی دی کہ ان کا وہ بچہ بڑا ہوکر نبی ورسول ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں نے انھیں ایک مضبوط ومحفوظ ٹوکرے میں ڈال کر دریا میں ڈال دیا۔ یہ تابوت موجوں پر سفر کرتے کرتے جب اس مقام پر پہنچا جہاں فرعون کے محلات تھے، تو فرعون کے اہل کاروں نے اسے دیکھ لیا اور اسے پکڑ کر فرعون اور اس کی بیوی کے سامنے پیش کر دیا۔ چنانچہ فرعون اور اس کی بیوی اس بچے کو اپنے ہاں لے آئے جو ان کا دشمن اور ان کی تباہی کا باعث بننے والا تھا۔ فرعون کی بیوی آسیہ نے بچے کو دیکھتے ہی کہا کہ یہ تو بہت پیارا بچہ ہے۔ یہ میری اور تمھاری آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گا، اس لیے دوسرے بچوں کی طرح اسے ہرگز قتل نہ کیا جائے۔ ممکن ہے کہ ہم دونوں اسے اپنا بیٹا بنالیں، ہوسکتا ہے کہ آئندہ ہمارے لیے یہ بچہ مفید ثابت ہو۔ ان دونوں کو معلوم نہ تھا کہ جو باتیں وہ کررہے ہیں وہ خود نہیں کررہے، بلکہ مشیت الٰہی ان کے منہ سے یہ الفاظ نکلوا رہی ہے۔ ام موسیٰ نے وحی کے مطابق موسیٰ علیہ السلام کو دریا کی موجوں کے سپرد کر تو دیا، مگر بعد میں سخت بے تاب ہوگئیں۔ ماں کی مامتا چین نہ لینے دیتی تھی۔ کئی بار دل میں خیال آیا کہ لوگوں سے کہہ دیں کہ میں نے اپنا بچہ دریا میں ڈال دیا ہے۔ کوئی مجھ پر مہربانی کرے اور اسے وہاں سے نکال کر مجھے واپس لا دے۔ اس صورت میں کئی طرح کے خطرات نظر آرہے تھے۔ پھر وحی میں یہ بھی وعدہ کیا گیا تھا کہ عنقریب وہ بچہ تمھاری طرف لوٹا دیا جائے گا۔ اس خیال

سے پھر دل کو کس قدر قرار آ جاتا تھا۔ یہ اللہ ہی کی مہربانی تھی کہ اس نے ام موسیٰ کے دل کو قرار بخش دیا اور یہ راز فاش نہ ہوا۔

وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ٘ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَ حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع

''اور اس نے اس کی بہن سے کہا اس کے پیچھے پیچھے جا۔ پس وہ اسے ایک طرف سے دیکھتی رہی اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے۔ اور ہم نے اس پر پہلے سے تمام دودھ حرام کر دیے تو اس نے کہا کیا میں تمھیں ایک گھر والے بتلاؤں جو تمھارے لیے اس کی پرورش کریں اور وہ اس کے خیر خواہ ہوں۔ تو ہم نے اسے اس کی ماں کے پاس واپس پہنچا دیا، تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غم نہ کرے اور تاکہ وہ جان لے کہ یقیناً اللہ کا وعدہ سچ ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔''

جب ام موسیٰ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دریا برد کر چکی اور دل بے قرار ہونے لگا تو ایک احتیاطی تدبیر اس کے ذہن میں آئی کہ شاید اس تدبیر کا کسی وقت فائدہ پہنچ جائے۔ اس نے موسیٰ کی بہن سے کہا کہ اس دریا کے کنارے کنارے چلتی جاؤ اور بچے کو دیکھتی رہو کہ کہاں جاتا ہے؟ لیکن یہ احتیاط ملحوظ رکھنا کہ اس طریقے سے چھپتی چھپاتی جانا کہ کسی کو یہ گمان نہ ہو سکے کہ یہ لڑکی اس تابوت کی حفاظت کر رہی ہے اور اس کی ٹوہ میں لگی ہوئی ہے۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کے لیے فرعون کی بیوی آسیہ نے دایہ کو بلوا بھیجا، لیکن انھوں نے اس کا دودھ نہیں پیا۔ کسی اور دایہ کو بلوایا، اس کا دودھ بھی پینے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح بہت سی دایوں کو بلوایا، لیکن بچے نے کسی کا بھی دودھ پینے سے انکار کر دیا۔ اللہ نے فرعون و آسیہ اور محل کے دیگر رہنے والوں کے دلوں میں ان کی ایسی شدید محبت ڈال دی کہ سبھی پریشان و بے چین ہو گئے اور بات محل سے باہر نکل گئی۔ ان کی بہن تو تمام معاملات کا خاموشی کے ساتھ جائزہ لے رہی تھی۔ اس نے ہمت کی اور آگے بڑھ کر محل والوں سے کہا کہ مجھے ایک دایہ کا پتا ہے، شاید بچہ اس کا دودھ پینے پر آمادہ ہو جائے اور وہ لوگ اتنے اچھے ہیں کہ بچے کی اچھی دیکھ بھال کریں گے۔ محل والوں نے فوراً اس دایہ کو بلوایا جو موسیٰ علیہ السلام کی ماں تھیں۔ بچے نے ان کی گود میں جاتے ہی ان کا دودھ پینا شروع کر دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انھیں دریائے نیل سے نکال کر فرعون کے ذریعے سے ان کی ماں کے پاس پہنچا دیا، جہاں وہ ان کی محبت کے زیر سایہ پرورش پانے لگے اور ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے لگے۔ اللہ نے ام موسیٰ سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا ہو گیا اور لوگوں کو اس کی کانوں کان خبر بھی نہیں ہوئی۔

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ : سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’مردوں میں سے تو بہت سے کامل (انسان) گزرے ہیں مگر عورتوں میں دو ہی کمال کو پہنچیں، ایک تو عمران کی بیٹی مریم علیہا السلام اور دوسری فرعون کی بیوی آسیہ علیہا السلام اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب فضل عائشة رضی الله عنها : ۳۷۶۹]

وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

’’اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا اور پورا طاقتور ہو گیا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم عطا کیا اور اسی طرح نیکی کرنے والوں کو ہم بدلہ دیتے ہیں۔‘‘

جب موسیٰ علیہ السلام پورے شباب کو پہنچ گئے اور ان کے اندر پختگی آ گئی تو اللہ تعالیٰ نے عمر کے ساتھ ساتھ انھیں حکمت و دانائی سے بھی نوازا۔ اپنے ماں باپ کے گھر میں رہ کر اپنے آبا واجداد ابراہیم، اسحاق، یعقوب اور یوسف علیہم السلام وغیرہ کی تاریخ دعوت وعزیمت سن سن کر ان کی روح کو بالیدگی ملتی گئی اور قصر شاہی سے اتصال کی وجہ سے دنیاوی علوم سے بہرہ ور ہوتے رہے اور اس طرح صالحہ ماں کے صالح بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے نوازا۔ اللہ اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہمیشہ ایسا ہی برتاؤ کرتا ہے۔

وَ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ٝ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ٞ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

’’اور وہ شہر میں اس کے رہنے والوں کی کسی قدر غفلت کے وقت داخل ہوا تو اس میں دو آدمیوں کو پایا کہ لڑ رہے ہیں، یہ اس کی قوم سے ہے اور یہ اس کے دشمنوں میں سے ہے۔ تو جو اس کی قوم سے تھا اس نے اس سے اس کے خلاف مدد مانگی جو اس کے دشمنوں سے تھا، تو موسیٰ نے اسے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا۔ کہا یہ شیطان کے کام سے ہے، یقیناً وہ کھلم کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔ کہا اے میرے رب! یقیناً میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا، سو مجھے بخش دے۔ تو اس نے اسے بخش دیا، بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ کہا اے میرے رب! اس وجہ سے کہ تو نے مجھ پر انعام کیا، تو میں کبھی بھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔‘‘

ایک دن موسیٰ علیہ السلام قصر شاہی سے نکل کر شہر میں آئے، جہاں عام لوگ رہا کرتے تھے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک جگہ

ایک اسرائیلی اور ایک قبطی آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ اسرائیلی مظلوم تھا، اس نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر انھیں ظالم قبطی سے نجات دلانے کے لیے پکارا، انھوں نے قبطی کو ایک گھونسا مار کر ہٹانا چاہا، لیکن اللہ کی مشیت کہ اسی ایک گھونسے سے قبطی کی موت واقع ہوگئی۔ موسیٰ علیہ السلام دم بخود رہ گئے اور فوراً ان کے دماغ میں یہ بات آئی کہ جو کچھ ہوا، یقیناً ان کے خلاف شیطان کی سازش کا نتیجہ ہے جو انسان کا کھلا اور گمراہ کن دشمن ہے اور شدت تاثر کی وجہ سے اپنی اس غلطی کو ''ظلم'' سے تعبیر کیا اور اپنے رب سے مغفرت طلب کی، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا اور ان کے دل میں کسی خاص واسطے سے یہ بات ڈال دی کہ اللہ نے انھیں معاف کر دیا ہے، تو انھوں نے دعا کی کہ اے میرے رب! تو نے مجھ پر جو یہ احسان کیا ہے تو میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اب میں فرعون اور فرعونیوں کے ساتھ نہیں رہوں گا، کیونکہ ان کا ظالمانہ رویہ بنی اسرائیلیوں کے خلاف تمام حدوں کو تجاوز کر گیا ہے۔

فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ ۚ
قَالَ لَهُ مُوسَىٰ إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُبِينٌ ﴿١٨﴾ فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ
لَهُمَا ۙ قَالَ يَا مُوسَىٰ أَتُرِيدُ أَنْ تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ ۖ إِنْ تُرِيدُ إِلَّا
أَنْ تَكُونَ جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٩﴾ وَجَاءَ
رَجُلٌ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ قَالَ يَا مُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ
فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ ﴿٢٠﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ ۖ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ
الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢١﴾

''غرض اس نے شہر میں ڈرتے ہوئے صبح کی، انتظار کرتا تھا، تو اچانک وہی شخص جس نے کل اس سے مدد مانگی تھی، اس سے فریاد کر رہا تھا۔ موسیٰ نے اس سے کہا یقیناً تو ضرور کھلا گمراہ ہے۔ پھر جونہی اس نے ارادہ کیا کہ اس کو پکڑے جو ان دونوں کا دشمن تھا، اس نے کہا اے موسیٰ! کیا تو چاہتا ہے کہ مجھے قتل کر دے، جس طرح تو نے کل ایک شخص کو قتل کیا ہے، تو نہیں چاہتا مگر یہ کہ زمین میں زبردست بن جائے اور تو نہیں چاہتا کہ اصلاح کرنے والوں میں سے ہو۔ اور ایک آدمی شہر کے سب سے دور کنارے سے دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا اے موسیٰ! بے شک سردار تیرے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر دیں، پس نکل جا، یقیناً میں تیرے لیے خیر خواہوں سے ہوں۔ تو وہ ڈرتا ہوا اس سے نکل پڑا، انتظار کرتا تھا، کہا اے میرے رب! مجھے ان ظالم لوگوں سے بچا لے۔''

موسیٰ علیہ السلام دوسرے دن ڈرتے ڈرتے پھر شہر میں داخل ہوئے، آپ دراصل اس ٹوہ میں تھے کہ کسی کو کل کے واقعہ کی

خبر تو نہیں ہوگئی۔ اسی خطرہ کے تحت آپ پوری طرح چوکنے ہو کر شہر میں آئے تھے کہ اگر کسی کو خبر ہوگئی تو میں گرفتار نہ کر لیا جاؤں۔ شہر میں داخل ہو کر آپ نے یہ منظر دیکھا کہ جس کی حمایت میں آپ سے پہلے دن ایک قبطی کا خون ہو گیا تھا، وہی اسرائیلی آج پھر ایک دوسرے قبطی سے الجھ رہا ہے۔ اس نے آج پھر موسیٰ علیہ السلام کو اپنی مدد کے لیے پکارا، موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تو بڑا جھگڑالو معلوم ہوتا ہے، طاقت نہ ہوتے ہوئے سب سے جھگڑتا پھرتا ہے اور لوگوں کے لیے مصائب کا سبب بنتا ہے۔ اسرائیلی کو اس طرح ملامت کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ قبطی کو پکڑ کر اس اسرائیلی کو اس سے نجات دلائیں۔ مگر اسرائیلی یہ سمجھا کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے چونکہ آج مجھے ہی ملامت کی ہے، لہٰذا مجھی پر ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس لیے وہ فوراً بک اٹھا اور کہنے لگا، کیا تم مجھے اس طرح موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہو جس طرح کل تم نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا؟ تم تو زمین میں ظالم و جابر بن کر رہنا چاہتے ہو، اصلاح پسند نہیں بننا چاہتے۔ قبطی نے جب اسرائیلی کے منہ سے یہ بات سنی تو لڑائی جھگڑا چھوڑا اور ایک دم بھاگ کر فرعون اور اس کے اہلکاروں کو یہ اطلاع دے دی کہ کل جو قبطی قتل ہوا تھا اس کا قاتل موسیٰ ہے۔ گویا جس راز پر اللہ نے پردہ ڈال رکھا تھا اسے اسی اسرائیلی احمق نے فاش کر ڈالا، جس کی حمایت میں آپ کے ہاتھوں قبطی مارا گیا تھا۔ جب فرعون کے اہلکاروں کو قتل کے مجرم کا پتا چل گیا تو موسیٰ کی گرفتاری اور قتل کا حکم صادر ہو گیا۔ فرعون کے درباریوں ہی میں سے ایک آدمی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا دل سے خیر خواہ تھا۔ وہ فوراً وہاں سے اٹھا اور دوڑتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور کہا کہ فرعون کی مجلس میں تمھارے قتل کی سازش ہو رہی ہے، اس لیے تم فوراً اس شہر سے نکل جاؤ۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام فوراً ہی چھپتے چھپاتے وہاں سے نکلے، تاکہ کہیں پکڑ کر قتل نہ کر دیے جائیں۔ شہر سے نکلتے ہوئے انھوں نے دعا کی کہ میرے رب! مجھے فرعون، فرعونیوں اور ہر ظالم سے نجات دے اور انھیں مجھ تک نہ پہنچنے دے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے روایت کیا، فرمایا: ”ایک بندے نے گناہ کیا اور کہا کہ یا اللہ! میرا گناہ بخش دے، تو پروردگار نے فرمایا، میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک مالک ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے۔ اس نے پھر گناہ کیا اور کہا، اے میرے مالک! میرا گناہ بخش دے۔ پروردگار نے فرمایا، میرے بندے نے ایک گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ کرتا ہے، اس نے پھر گناہ کیا اور کہا، اے پالنے والے! میرا گناہ بخش دے۔ پروردگار نے فرمایا، میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر پکڑتا ہے، (اے میرے بندے!) اب تو جو چاہے عمل کر، میں نے تجھے بخش دیا۔“ [مسلم، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب ...... الخ : ۲۷۵۸]

وَ لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَ لَمَّا وَرَدَ
مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۫ وَ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ
تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾
فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾

’’اور جب اس نے مدین کی طرف رخ کیا تو کہا میرا رب قریب ہے کہ مجھے سیدھے راستے پر لے جائے۔ اور جب وہ مدین کے پانی پر پہنچا تو اس پر لوگوں کے ایک گروہ کو پایا جو پانی پلا رہے تھے اور ان کے ایک طرف دو عورتوں کو پایا کہ (اپنے جانور) ہٹا رہی تھیں۔ کہا تمھارا کیا معاملہ ہے؟ انھوں نے کہا ہم پانی نہیں پلاتیں یہاں تک کہ چرواہے پلا کر واپس لے جائیں اور ہمارا والد بڑا بوڑھا ہے۔ تو اس نے ان کے لیے پانی پلا دیا، پھر پلٹ کر سائے کی طرف آ گیا اور اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میں، جو بھلائی بھی تو میری طرف نازل فرمائے، اس کا محتاج ہوں۔‘‘

موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکل کر مدین کی طرف چل دیے، جو فرعون کی حدودِ سلطنت سے باہر تھا اور اپنے رب سے دعا کرتے رہے کہ راستے میں ان کے دشمن انھیں نہ پالیں، چنانچہ بحفاظت حدود مصر سے نکل کر مدین کے علاقہ میں پہنچ گئے۔ چلتے چلتے ایک کنویں کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے اور سب اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں، لیکن دو لڑکیاں الگ کھڑی ہیں۔ ان کے قریب گئے اور پوچھا کہ وہ دور کیوں کھڑی ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ جب سارے چرواہے اپنی بکریوں کو پانی پلا کر ہٹ جائیں گے تو ہم پلا سکیں گی، اس لیے کہ ہمارے والد بوڑھے ہیں۔ اب ان سے یہ کام نہیں ہو سکتا اور ہمارے گھر میں کوئی دوسرا مرد نہیں ہے اور ہم ان مردوں کے ساتھ مزاحمت نہیں کرنا چاہتیں۔ ان دونوں کی بات سن کر موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے اور ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا، پھر ایک درخت کے سائے میں جا کر بیٹھ گئے اور دعا کی کہ میرے رب! روزی حاصل کرنے کا جو ذریعہ ابھی میرے سامنے ظاہر ہوا ہے، میں اس کا محتاج ہوں، یعنی دونوں لڑکیوں کے باپ کو ایک مزدور کی ضرورت ہے اور مجھے روزی کی ضرورت ہے۔

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا
سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٚ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

’’تو ان دونوں میں سے ایک بہت حیا کے ساتھ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی، اس نے کہا بے شک میرا والد تجھے بلا رہا ہے، تاکہ تجھے اس کا بدلہ دے جو تو نے ہمارے لیے پانی پلایا ہے۔ تو جب وہ اس کے پاس آیا اور اس کے سامنے حال

بیان کیا تو اس نے کہا خوف نہ کر، تو ان ظالم لوگوں سے بچ نکلا ہے۔"

یہ عورتیں دل ہی دل میں ان کی احسان مند تھیں کہ ایک اجنبی شخص نے ان سے کیسی بھلائی کی ہے۔ واپس جاتے ہوئے مڑ کر جو دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام ایک درخت کے سائے میں آ بیٹھے ہیں۔ اس سے انھوں نے یہ اندازہ لگا لیا کہ یہ کوئی مسافر ہے جس کے رہنے کے لیے یہاں کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو ابھی سائے میں بیٹھے اور دعا کیے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ان دونوں میں سے ایک لڑکی نہایت شرم و حیا کے ساتھ چلتی ہوئی موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا والد آپ کو بلا رہا ہے۔ آپ نے ہماری بکریوں کو پانی پلا کر ہم پر جو احسان کیا ہے وہ آپ کو اس کا کچھ بدلا دینا چاہتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بے سروسامانی اور شدید ضرورت کی وجہ سے موقع کو غنیمت جانا اور اس کے ساتھ چل پڑے، خود آگے اور لڑکی پیچھے سے انھیں راستہ بتاتی رہی۔ ان لڑکیوں کے باپ کے پاس پہنچ کر جب انھیں ذرا سکون میسر آیا تو اپنا سارا ماجرا ان سے بیان کیا، انھوں نے اطمینان دلایا اور کہا کہ تم ظالموں کی سلطنت کی حدود سے باہر نکل آئے ہو، اب یہاں آرام سے رہو۔ لڑکیوں کے باپ کے نام کے بارے میں قرآن و سنت میں کہیں صراحت موجود نہیں۔ بعض مفسرین نے اس سے مراد سیدنا شعیب علیہ السلام لیے ہیں، جو اہل مدین کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے، امام شوکانی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہی قول راجح ہے۔ لیکن امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ نبوت سیدنا شعیب علیہ السلام سے بہت بعد کا ہے، اس لیے یہاں سیدنا شعیب علیہ السلام کا برادر زادہ یا آپ کی قوم کا کوئی شخص مراد ہے۔ (واللہ اعلم)

<u>فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ</u> : شرم و حیا بڑی اچھی خصلت ہے، بلکہ ایمان کی علامت ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے پاس سے گزرے، وہ اپنے بھائی کو شرم و حیا کے بارے میں وعظ و نصیحت کر رہا تھا (کہ اتنی شرم نہ کیا کر) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو، کیونکہ شرم تو ایمان میں سے ہے۔" [بخاري، كتاب الإيمان، باب الحياء من الإيمان : ٢٤ ـ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان : ٣٦]

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگلے نبیوں کی جو باتیں لوگوں کو ملیں ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جب تم شرم نہ کرو تو پھر جو چاہو کرو۔" [بخاري، كتاب الأدب، باب إذا لم تستح فاصنع ما شئت : ٦١٢٠]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شرم و حیا سے ہمیشہ بھلائی ہی ملتی ہے۔"
[بخاري، كتاب الأدب، باب الحياء : ٦١١٧ ـ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان ...... الخ : ٣٧]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے جو گھر کے کونے میں پردہ کے پیچھے بیٹھی رہتی ہے۔ [بخاري، كتاب الأدب، باب الحياء : ٦١١٩ ـ مسلم، كتاب الفضائل، باب كثرة حيائه ﷺ : ٢٣٢٠]

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ؗ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾

”دونوں میں سے ایک نے کہا اے میرے باپ! اسے اجرت پر رکھ لے، کیونکہ سب سے بہتر شخص جسے تو اجرت پر رکھے طاقتور، امانت دار ہی ہے۔“

جب موسیٰ علیہ السلام نے کچھ وقت وہاں گزار لیا تو لڑکیوں کا باپ اور ان کے گھر والے آپ کے چال چلن سے بہت حد تک واقف ہو گئے، تو ایک دن دونوں لڑکیوں میں سے ایک نے اپنے باپ کو مشورہ دیا کہ وہ موسیٰ (علیہ السلام) کو تنخواہ پر بکریاں چرانے اور گھر کے دوسرے کام کاج کے لیے ملازم رکھ لیں، اس لیے کہ بہتر ملازم وہ ہوتا ہے جو طاقت ور اور امانت دار ہو اور کنویں کے پاس پہلی ملاقات سے اب تک اس کا جو کردار ہمارے سامنے آیا ہے وہ یہی بتاتا ہے کہ یہ آدمی طاقت ور اور امانت دار ہے کہ اب تک اس نے ہماری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، روز قیامت تین آدمیوں کا میں مد مقابل و مخالف ہوں گا، ایک تو وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا، پھر وعدہ خلافی کی، دوسرا وہ جس نے کسی آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی کو مزدور بنا کر اس سے پورا کام لیا، لیکن اسے اس کی اجرت نہ دی۔“ [بخاری، کتاب الإجارۃ، باب إثم من منع أجر الأجیر : ۲۲۷۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا ہے اس نے بکریاں ضرور چرائی ہیں۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا، اور آپ نے بھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں، میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط کے عوض چرایا کرتا تھا۔“ [بخاری، کتاب الإجارۃ، باب رعی الغنم علی قراریط : ۲۲٦۲]

اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”طاقتور مومن، کمزور مومن سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے اور بھلائی بہر حال ہر ایک میں موجود ہے۔ جو چیز تجھے نفع دے اس کی حرص کر اور اللہ سے مدد مانگ اور عاجز نہ ہو۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب الإیمان بالقدر والأذعان له : ۲٦٦٤]

قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَ مَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ ع

”اس نے کہا بے شک میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے کر دوں، اس (شرط) پر کہ تو

آٹھ سال میری مزدوری کرے گا، پھر اگر تو دس پورے کر دے تو وہ تیری طرف سے ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تجھ پر مشقت ڈالوں، اگر اللہ نے چاہا تو یقیناً تو مجھے نیک لوگوں سے پائے گا۔کہا یہ بات میرے درمیان اور تیرے درمیان (طے) ہے، ان دونوں میں سے جو مدت میں پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی اور ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے۔‘‘

وہ شخص ان کے حالات، کردار اور چال چلن کا جائزہ لیتا رہا اور جب اسے موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو ایک دن ان سے کہا کہ میں اپنی ان دونوں بچیوں میں سے ایک کی شادی تم سے کر دینا چاہتا ہوں۔ اس کے عوض آٹھ سال تم میرے ملازم رہو اور بکریاں چراؤ اور اگر تم اپنی طرف سے مزید دو سال میرا کام کر دو گے تو یہ میرے ساتھ تمھارا تعاون ہو گا اور ان شاء اللہ تم مجھے اپنے وعدے کا پابند اور اچھا برتاؤ کرنے والا پاؤ گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ جو بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہوئی ہے، اس کے ہم دونوں پابند رہیں گے اور دونوں مدتوں میں سے جس پر بھی میں عمل کروں، مجھے اختیار حاصل رہے گا، نہ مجھ سے آٹھ سال سے زیادہ کام کرنے کا اور نہ یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ دس سال سے پہلے ہی اپنی بیوی کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں اور ہم دونوں اللہ کو اپنے اس معاہدے پر گواہ بناتے ہیں۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حیرہ کے ایک یہودی نے سوال کیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال پورے کیے تھے یا دس سال؟ تو میں نے کہا، میں نہیں جانتا، البتہ میں عرب کے بہت بڑے عالم سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤں گا اور ان سے پوچھوں گا، پھر میں ان کے پاس گیا اور ان سے یہی سوال کیا تو انھوں نے فرمایا، آپ نے لمبی مدت پوری کی جو دونوں مدتوں میں بہتر تھی (یعنی دس سال)۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب کسی سے وعدہ کرتے تو پورا کرتے تھے۔[بخاري، كتاب الشهادات، بابٌ : ٢٦٨٤ـ مسند أبي يعلى : ١٩/٥، ح : ٢٦١٨]

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَ اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَ لَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّ اضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ىِٕهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾

"پھر جب موسیٰ نے وہ مدت پوری کر دی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلا تو اس نے پہاڑ کی طرف سے ایک آگ دیکھی، اپنے گھر والوں سے کہا تم ٹھہرو، بے شک میں نے ایک آگ دیکھی ہے، ہوسکتا ہے کہ میں تمھارے لیے اس سے کوئی خبر لے آؤں، یا آگ کا کوئی انگارا، تاکہ تم تاپ لو۔ تو جب وہ اس کے پاس آیا تو اسے اس بابرکت قطعہ میں وادی کے دائیں کنارے سے ایک درخت سے آواز دی گئی کہ اے موسیٰ! بلاشبہ میں ہی اللہ ہوں، جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور یہ کہ اپنی لاٹھی پھینک۔ تو جب اس نے اسے دیکھا کہ حرکت کر رہی ہے، جیسے وہ ایک سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر چل دیا اور پیچھے نہیں مڑا۔ اے موسیٰ! آگے آ اور خوف نہ کر، یقیناً تو امن والوں سے ہے۔ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں داخل کر، وہ کسی عیب کے بغیر سفید (چمکدار) نکلے گا اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنا بازو اپنی جانب ملا لے، سو یہ دونوں تیرے رب کی جانب سے فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف دو دلیلیں ہیں۔ بلاشبہ وہ ہمیشہ سے نافرمان لوگ ہیں۔"

اس معاہدے کے بعد اس شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کر دیا اور عہد و پیمان کے مطابق آپ اس کے گھر رہنے لگے۔ مدت پوری کرنے کے بعد جب اپنے اہل و عیال کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہوئے تو کوہِ طور کے قریب رات کے وقت راستہ بھٹک گئے۔ سخت سردی پڑ رہی تھی، دیکھا کہ پہاڑ کی جانب سے روشنی آ رہی ہے، سمجھے کہ وہاں کچھ لوگ ہیں جنھوں نے آگ جلا رکھی ہے۔ اس لیے اپنے بیوی بچوں سے کہا کہ تم سب یہیں ٹھہرو، میں راستہ پوچھ کر آتا ہوں یا کم از کم تمھیں گرمی پہنچانے کے لیے آگ کا انگارہ لے کر آتا ہوں، وہاں جب پہنچے تو بات ہی کچھ اور تھی۔ وہ وادی تو تجلی الٰہی کے سبب ایک مبارک وادی بن چکی تھی، جس کے دائیں جانب موجود ایک درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں ہی اللہ ہوں جو سارے جہان کا پالنہار ہے۔ آپ کے ہاتھ میں جو لاٹھی ہے اسے زمین پر ڈال دیجیے، تو ڈالتے ہی وہ ایک ڈراؤنا سانپ بن کر تیزی کے ساتھ حرکت کرنے لگی۔ موسیٰ علیہ السلام یہ کیفیت دیکھ کر ڈر گئے اور پیچھے کی طرف بھاگ پڑے اور واپس مڑ کر نہیں دیکھا، تو آواز آئی کہ اے موسیٰ! واپس آیئے اور خوف نہ کھایئے، آپ ہر شر و بلا سے مامون و محفوظ ہیں۔ یہ سب سے بڑا معجزہ تھا جو انھیں عطا کیا گیا تھا۔ واپس آ کر جب پہلی جگہ کھڑے ہوئے تو پھر آواز آئی کہ آپ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالیے، وہ نور کی مانند خوبصورت چمکتا ہوا ظاہر ہوگا اور اپنے دل سے سانپ کا خوف دور کرنے کے لیے اپنا بازو اپنے سینے سے لگا لیجیے، پھر آواز آئی کہ آپ کے رب کی جانب سے یہ دو معجزے ہیں جو آپ کے نبی مرسل ہونے کی دلیل ہیں، انھیں لے کر آپ فرعون اور فرعونیوں کے پاس جایئے، جنھوں نے کفر و سرکشی کی راہ اختیار کر لی ہے۔ میرے سوا غیروں کی عبادت کے ساتھ ساتھ انھوں نے بنی اسرائیل کو بھی اپنا غلام بنا رکھا ہے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَ اَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ

لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۡ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَ نَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

’’کہا اے میرے رب! بے شک میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کیا ہے، اس لیے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ اور میرا بھائی ہارون، وہ زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح ہے، تو اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ میری تصدیق کرے، بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ کہا ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا بازو ضرور مضبوط کریں گے اور تم دونوں کے لیے غلبہ رکھیں گے، سو وہ تم تک نہیں پہنچیں گے، ہماری نشانیوں کے ساتھ تم دونوں اور جنھوں نے تمھاری پیروی کی، غالب آنے والے ہو۔‘‘

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا یہ حکم سن کر کہا کہ میرے رب! میں نے ایک قبطی کو قتل کر دیا تھا، اس لیے ڈرتا ہوں کہ وہاں کے لوگ مجھے قتل کر دیں گے۔ میرے بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح گفتگو کی قدرت رکھتے ہیں، اس لیے انھیں بھی اپنا رسول اور میرا معاون و مددگار بنا دے، اگر میں اکیلا گیا تو مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ وہ میرے ساتھ ہوں گے تو میں جو کچھ فرعون سے کہوں گا، اسے وہ اپنی فصیح زبان میں مزید شرح و بسط کے ساتھ اس کے سامنے بیان کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طلب منظور کر لی اور کہا کہ ہم آپ کے بھائی کو آپ کا معاون و مددگار بناتے ہیں اور آپ دونوں ہمارے معجزے لے کر فرعون کے پاس جائیے۔ بہر حال غلبہ آپ کو اور آپ کے پیروکاروں ہی کو حاصل ہو گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [المجادلة : ۲۱] ’’اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور بالضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول، یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ﴾ [المؤمن : ۵۱، ۵۲] ’’بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو ان کا عذر کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا اور انھی کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے بدترین گھر ہے۔‘‘

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَ قَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

’’تو جب موسیٰ ان کے پاس ہماری کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انھوں نے کہا یہ تو ایک گھڑے ہوئے جادو کے سوا کچھ نہیں اور ہم نے یہ اپنے پہلے باپ دادا میں نہیں سنا۔ اور موسیٰ نے کہا میرا رب اسے زیادہ جاننے والا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا اور اس کو بھی جس کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہوگا، بے شک حقیقت یہ ہے کہ ظالم کامیاب نہیں ہوتے۔‘‘

موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی معجزات لے کر فرعون کے پاس پہنچے، موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ میں اللہ کا نبی مرسل ہوں اور یہ معجزے میری صداقت کی نشانیاں ہیں اور پھر دونوں معجزات کا اس کے سامنے مظاہرہ کیا، تو فرعون کہنے لگا کہ یہ موسیٰ تو کہیں سے جادو سیکھ کر آ گیا ہے، بڑا شعبدہ باز ہو گیا ہے اور اس نے اپنی شعبدہ بازی سے ہماری آنکھوں کو مسحور کر دیا ہے، لاٹھی کو سانپ اور ہاتھ کو روشن اور چمکتا ہوا ظاہر کر رہا ہے۔ ہم اور ہمارے باپ دادا نے آج تک ایسا جادو نہیں دیکھا تھا، یا یہ نہیں سنا تھا کہ کوئی انسان نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، یا یہ کہ اس دنیا کا کوئی دوسرا معبود ہے جو انسانوں کو اپنے پیغمبر بنا کر معجزات کے ساتھ انھی جیسے انسانوں کے پاس بھیجتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کی معاندانہ باتوں کا جواب دیتے ہوئے یہ نہیں کہا کہ تم گمراہ، کافر اور جہنمی ہو، بلکہ نہایت نرمی کے ساتھ اپنے بارے میں کہا کہ میرا رب زیادہ جانتا ہے کہ اس نے تمھارے لیے اور تمھاری قوم کے لیے روشنی اور ہدایت دے کر کسے بھیجا ہے اور کس کا انجام بہتر ہوگا؟ یعنی کسے موت کے وقت فرشتے رحمت و رضائے الٰہی اور جنت کی بشارت دیں گے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کفر و سرکشی کے ذریعے سے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۳۸

’’اور فرعون نے کہا اے سردارو! میں نے اپنے سوا تمھارے لیے کوئی معبود نہیں جانا، تو اے ہامان! میرے لیے مٹی پر آگ جلا، پھر میرے لیے ایک اونچی عمارت بنا، تاکہ میں موسیٰ کے معبود کی طرف جھانکوں اور بے شک میں یقیناً اسے جھوٹوں میں سے گمان کرتا ہوں۔‘‘

فرعون موسیٰ علیہ السلام کی یہ پر اثر دعوت سن کر ڈر گیا کہ لوگ اس پر ایمان نہ لے آئیں۔ اس لیے جانتے ہوئے کہ اس کا رب اللہ ہے، محض اپنی قوم کو دھوکا دینے کے لیے کہنے لگا کہ لوگو! مجھے تو معلوم نہیں کہ میرے سوا تمھارا کوئی معبود ہے کہ جس کی بندگی اور اطاعت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں ہمیں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰى ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴾ [النازعات : ۲۳ تا ۲۶] ’’پھر اس نے اکٹھا کیا، پس پکارا۔ پس اس نے کہا میں تمھارا سب سے اونچا رب ہوں۔ تو اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔ بے شک اس میں اس شخص کے لیے یقیناً بڑی عبرت ہے جو ڈرتا ہے۔‘‘ اپنے کبر و

جبروت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور لوگوں کو اپنی کمال قدرت کا یقین دلانے کے لیے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ پختہ اینٹوں کا ایک بلند محل بناؤ، جس پر چڑھ کر میں ذرا موسیٰ کے معبود کا سراغ لگاؤں، حالانکہ میں تو اسے ابھی سے جھوٹا سمجھتا ہوں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴾ [المؤمن : ۳۶، ۳۷] ''اور فرعون نے کہا اے ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت بنا، تاکہ میں راستوں پر پہنچ جاؤں۔ آسمانوں کے راستوں پر، پس موسیٰ کے معبود کی طرف جھانکوں اور بے شک میں اسے یقیناً جھوٹا گمان کرتا ہوں۔ اور اس طرح فرعون کے لیے اس کا برا عمل خوشنما بنا دیا گیا اور وہ سیدھی راہ سے روک دیا گیا اور فرعون کی تدبیر تباہی ہی میں تھی۔''

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ۝۳۹ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۰ وَجَعَلْنٰهُمْ

''اور وہ اور اس کے لشکر کسی حق کے بغیر زمین میں بڑے بن بیٹھے اور انھوں نے گمان کیا کہ بے شک وہ ہماری طرف واپس نہیں لائے جائیں گے۔ تو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر انھیں سمندر میں پھینک دیا۔ سو دیکھ ظالموں کا انجام کیسا تھا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرعون اور فرعونیوں کے بارے میں فرمایا، بجائے اس کے کہ وہ اللہ کے عاجز اور متواضع بندے بن کر رہتے، انھوں نے سرزمین مصر میں اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے متکبر و مغرور اور بڑا بنا کر پیش کیا، جس کے وہ کسی طرح بھی اہل نہ تھے۔ اس لیے کہ ہر قسم کی کبریائی اور بڑائی تو صرف اللہ کے لیے ہے۔ انھوں نے بعث بعد الموت اور قیامت کا انکار کر دیا اور سمجھ بیٹھے کہ اس زندگی کے بعد اب کوئی زندگی نہیں ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اپنی گرفت میں لے لیا اور سمندر میں ڈبو دیا۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ کفر کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے؟ آپ دیکھ لیجیے۔

اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝۴۱ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ۝۴۲ ع ۱۴

''اور ہم نے انھیں ایسے پیشوا بنایا جو آگ کی طرف بلاتے تھے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن وہ دور دفع کیے گئے لوگوں سے ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے انھیں رہتی دنیا تک کے لیے کفر و سرکشی کرنے والوں کا سرغنہ بنا دیا کہ ایسے لوگ ہر دور میں اور ہر جگہ انھی کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے، کفر و شرک اور گناہوں کا ارتکاب کر کے جہنم کے حق دار بنیں گے اور قیامت کے دن

ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا، بلکہ ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔ آگے فرمایا کہ ہم نے اس دنیا میں ان پر لعنت بھیج دی اور اپنی رحمت سے دور کر دیا اور آخرت میں بھی وہ ہماری ہر خیر و رحمت سے دور کر دیے جائیں گے اور عذاب نار کے ذریعے سے ان کے چہرے بگاڑ دیے جائیں گے۔

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، اس کے بعد کہ ہم نے پہلی نسلوں کو ہلاک کر دیا، جو لوگوں کے لیے دلائل اور ہدایت اور رحمت تھی، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔“

جب اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا کافر قوموں کو ہلاک کر دیا، یا فرعون اور فرعونیوں کو ہلاک کر دیا تو اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس تورات کی یہ صفت بیان کی کہ وہ لوگوں کے لیے نور بصیرت ہے، راہِ حق کی طرف ہدایت دیتی ہے، عمل صالح کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور یہ اس لیے نازل کی گئی تھی کہ اس زمانہ کے لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں۔

وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَ مَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَ لٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَ مَا كُنْتَ ثَاوِیًا فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ تَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا ۙ وَ لٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَیْنَا وَ لٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾

”اور اس وقت تو مغربی جانب میں نہیں تھا جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم کی وحی کی اور نہ تو حاضر ہونے والوں سے تھا۔ اور لیکن ہم نے کئی نسلیں پیدا کیں، پھر ان پر لمبی مدت گزر گئی اور نہ تو اہل مدین میں رہنے والا تھا کہ ان کے سامنے ہماری آیات پڑھتا ہو اور لیکن ہم ہی بھیجنے والے ہیں۔ اور نہ تو پہاڑ کے کنارے پر تھا جب ہم نے آواز دی اور لیکن تیرے رب کی طرف سے رحمت ہے، تاکہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت بیان کی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور قرآنِ کریم اس کی نازل کردہ کتاب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام، اہل مدین اور قوم فرعون کے جو واقعات اوپر بیان کیے گئے ہیں سیکڑوں سال پہلے وقوع پذیر

ہونے والے ان واقعات کے وقت نہ تو آپ موجود تھے اور نہ آپ پڑھنا جانتے تھے کہ تاریخ کی کتابوں سے حاصل کر لیتے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو یہ باتیں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی بتائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوہِ طور کے اس مغربی علاقے یا مغربی وادی میں آپ ﷺ موجود نہیں تھے، جہاں اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا تھا اور انھیں نبی مرسل ہونے کی خبر دی تھی۔ اس کے باوجود اس واقعہ کی صحیح خبر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ آیتیں آپ پر اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔ آگے فرمایا کہ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے بعد بہت سی قومیں پیدا ہوئیں، اس طویل مدت میں وحی الٰہی کا سلسلہ منقطع رہا، لوگ اللہ سے کیے گئے عہود و مواثیق بھول گئے، راہ ہدایت کے آثار مٹ گئے اور گمراہی عام ہو گئی تو بنی نوع انسان پر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان کیا کہ آپ ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا، تاکہ انھیں کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و یقین کی راہ دکھائیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا مدین جانا، وہاں دس سال تک قیام کرنا اور وہاں آپ کا شادی کرنا، یہ سارے واقعات جب رونما ہوئے اس وقت رسول اللہ ﷺ وہاں موجود نہیں تھے، پھر یہ باتیں انھیں کیسے معلوم ہوئیں؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان واقعات سے متعلق آیتیں نازل کیں جن کے ذریعے سے آپ کو علم ہوا۔ اگر آپ نبی نہ ہوتے تو یہ باتیں معلوم نہ ہوتیں۔ کوہِ طور کے پاس جب اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا اور انھیں ان کے نبی مرسل ہونے کی خبر دی اور حکم دیا کہ وہ اپنے بھائی ہارون کے ساتھ فرعون کے پاس توحید کا پیغام لے کر جائیں، تو اس وقت رسول اللہ ﷺ وہاں موجود نہیں تھے، اگر وہ نبی نہ ہوتے تو یہ باتیں انھیں کیسے معلوم ہوتیں؟ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ باتیں آپ کو اس طرح معلوم ہوئیں کہ ہم نے بنی نوع انسان پر احسان کرتے ہوئے آپ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا اور آپ پر قرآن نازل کیا جس میں مذکورہ بالا خبریں ہیں اور ان کے علاوہ دوسری بہت سی خبریں ہیں، تاکہ اس کی آیتیں پڑھ کر آپ اہل مکہ اور تمام عربوں کو اللہ کے عذاب و عقاب سے ڈرائیں۔ رسول اللہ ﷺ سے پہلے اہل عرب کے پاس کوئی رسول نہیں آیا تھا، اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقامات پر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴾ [السجدة : ۳] ”یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے خود گھڑ لیا ہے۔ بلکہ وہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے، تاکہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ راہ پائیں۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰسٓ ۚ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۙ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ [یٰس : ۱ تا ٦] ”یٰس۔ اس حکمت سے بھرے ہوئے قرآن کی قسم! بلاشبہ تو یقیناً بھیجے ہوئے لوگوں میں سے ہے۔ سیدھی راہ پر ہے۔ یہ سب پر غالب، نہایت مہربان کا نازل کیا ہوا ہے۔ تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے، تو وہ بے خبر ہیں۔“

وَ لَوْ لَاۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْ لَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا

رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا
لَوْ لَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا
سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۛ وَ قَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

''اور اگر یہ نہ ہوتا کہ انھیں اس کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچے گی جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور ایمان والوں میں سے ہوجاتے۔ پھر جب ان کے پاس ہمارے ہاں سے حق آگیا تو انھوں نے کہا اسے اس جیسی چیزیں کیوں نہ دی گئیں جو موسیٰ کو دی گئیں؟ تو کیا انھوں نے اس سے پہلے ان چیزوں کا انکار نہیں کیا جو موسیٰ کو دی گئی تھیں۔ انھوں نے کہا یہ دونوں (مجسم) جادو ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں اور کہنے لگے ہم تو ان سب سے منکر ہیں۔''

کفار مکہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کا کفر و شرک اور ان کی سرکشی اتنی بڑھ چکی تھی کہ ان پر عذاب آ جانا چاہیے تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے ان پر کسی قسم کا عذاب اس لیے نازل نہیں ہوا تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ اے اللہ! تو نے عذاب نازل کرنے سے پہلے اپنا رسول کیوں نہیں بھیجا، تاکہ ہم تیرے احکام کی اتباع کرتے اور تجھ پر ایمان لے آتے اور اس عذاب سے بچ جاتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بھیج کر حجت تمام کر دی اور کافروں کے لیے کوئی عذر نہیں چھوڑا، لیکن رسول آنے کے بعد ان کی حالت نہیں بدلی، بلکہ انھوں نے ہٹ دھرمی شروع کر دی اور کہنے لگے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو معجزات دیے گئے تھے، اگر محمد (ﷺ) بھی رسول ہیں تو انھیں بھی اسی جیسے معجزات کیوں نہیں دیے گئے؟ جن کا مشاہدہ کرنے کے بعد ہم اس پر ایمان لے آتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس ہٹ دھرمی کا یہ جواب دیا کہ اگر ان کی یہ بات صحیح ہوتی کہ کفار معجزات دیکھ کر ایمان لے آتے تو پھر فرعونیوں نے معجزات دیکھنے کے بعد کیوں کفر کی راہ اختیار کی؟ وہ بھی تو انھی کفار مکہ جیسے انسان تھے، وہ اللہ کی الوہیت کا انکار کرتے تھے اور کفر و سرکشی میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ موسیٰ اور ہارون کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ یہ دونوں جادوگر ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے میں ایک دوسرے کے معاون ہیں اور ہم ان دونوں کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ پھر کہا کہ موسیٰ (علیہ السلام) اور محمد (ﷺ) دونوں ہی جادوگر ہیں اور جادو کے ذریعے سے موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے زمانے کے لوگوں کو گمراہ کیا اور اب محمد (ﷺ) بھی وہی کام کر رہے ہیں، اس لیے ہم ان کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ
لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ

هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَ لَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ ع ۵ ۸
يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ ؕ

”کہہ پھر اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو کہ میں اس کی پیروی کروں، اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر وہ تیری بات قبول نہ کریں تو جان لے کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کر رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انھیں پے درپے بات پہنچائی، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی کافروں سے فرمایا کہ اگر تورات وقرآن از قبیل جادو ہیں، اللہ کی نازل کردہ کتابیں نہیں ہیں، تو پھر تم لوگ اپنے علم کے مطابق اللہ کی نازل کردہ ان دونوں کتابوں سے اچھی کوئی کتاب لے آؤ، تاکہ میں اس پر عمل کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ ایسا نہ کریں اور نہ ان دونوں کتابوں پر عمل کریں، تو سمجھ لیجیے کہ وہ اپنی خواہشات کے بندے ہیں اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی اتباع کرے۔ آگے فرمایا کہ ہم نے تو ان کے اور یہود ونصاریٰ کے حال پر رحم کرتے ہوئے نزول قرآن کا تسلسل قائم کر دیا ہے۔ پے درپے آیات، وعدۂ جنت، وعید جہنم، قصے، عبرت آمیز واقعات اور نصیحتیں نازل ہوتی رہیں، تاکہ وہ ان میں غور وفکر کر کے آپ پر اور قرآن پر ایمان لے آئیں۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ النصف
اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾

”وہ لوگ جنھیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، یقیناً یہی ہمارے رب کی طرف سے حق ہے، بے شک ہم اس سے پہلے فرماں بردار تھے۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہود ونصاریٰ کا ایک گروہ ایسا ہے جو قرآن کریم پر ایمان رکھتا ہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اور جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم تصدیق کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اور ہم اس کے نازل ہونے سے قبل ہی موحد تھے اور اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتے تھے۔

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾

"یہ لوگ ہیں جنھیں ان کا اجر دوہرا دیا جائے گا، اس کے بدلے کہ انھوں نے صبر کیا اور وہ بھلائی کے ساتھ برائی کو ہٹاتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا اور آپ پر اور قرآن پر ایمان لائے، جیسے عبداللہ بن سلام اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہما وغیرہ۔ ان کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ انھیں دوگنا اجر ملے گا، ایک اجر اسلام سے پہلے تورات و انجیل پر ایمان لانے اور ان پر عمل کرنے کا اور دوسرا اجر قرآن اور نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے اور اسلام پر عمل پیرا ہونے کا۔ ان مومنین اہل کتاب کی صفات یہ بھی ہیں کہ وہ برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں، یا گناہ کے بعد توبہ و استغفار اور نیک عمل کرتے ہیں اور اللہ نے انھیں جو روزی دی ہے اس کا ایک حصہ بھلائی کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور محروموں اور محتاجوں کی مدد کرتے ہیں۔

اُولٰٓىِٕكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ : ابو بردہ رحمہ اللہ اپنے باپ (ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ) سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین آدمیوں کو دوہرا ثواب دیا جائے گا، ایک وہ شخص جس کے پاس لونڈی ہو، وہ اسے تعلیم دے اور اچھی تعلیم دے، اسے ادب سکھائے اور اچھا ادب سکھائے۔ پھر اسے آزاد کرے اور اس سے نکاح کر لے، تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے، دوسرا وہ مومن جو اہل کتاب میں سے ہو، جو پہلے (اپنے نبی پر) ایمان لایا تھا اور پھر وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آیا ہو، اس کے لیے بھی دوہرا اجر ہے۔ تیسرا وہ غلام جو اللہ کا بھی حق ادا کرتا ہو اور اپنے آقا کی خیر خواہی بھی کرتا ہو، تو اس کے لیے بھی دو اجر ہیں۔" [بخاری، کتاب الجهاد، باب فضل من أسلم من أهل الكتابين : ۳۰۱۱]

بِمَا صَبَرُوْا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ [الرعد : ۲۲ تا ۲٤] "اور وہ جنھوں نے اپنے رب کا چہرہ طلب کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کو نیکی کے ساتھ ہٹاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔ ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے جو نیک ہوئے اور فرشتے ہر دروازے میں سے ان پر داخل ہوں گے۔ سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔"

وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَ مَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ مَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۳٤، ۳٥] "اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا

جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہو گا جیسے وہ دلی دوست ہے۔ اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔''

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ: ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا۝ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا۝ وَ جَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا۝ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْهَرِيْرًا﴾ [الدھر : ۸ تا ۱۳] ''اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔ (اور کہتے ہیں) ہم تو صرف اللہ کے چہرے کی خاطر تمھیں کھلاتے ہیں، نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ یقیناً ہم اپنے رب سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو بہت منہ بنانے والا، سخت تیوری چڑھانے والا ہو گا۔ پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیا اور انھیں انوکھی تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔ اور انھیں ان کے صبر کرنے کے عوض جنت اور ریشم کا بدلہ عطا فرمایا۔ وہ اس میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اس میں سخت دھوپ دیکھیں گے اور نہ سخت سردی۔''

وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ١ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ١ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ۝۵۵

''اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ سلام ہے تم پر، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔''

یعنی جب کسی جاہل و نادان کی زبان سے کوئی بے ہودہ اور لغو بات سنتے ہیں تو اس سے نہ الجھتے ہیں اور نہ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، بلکہ خاموشی کے ساتھ وہاں سے اپنے دل میں یہ کہتے ہوئے گزر جاتے ہیں کہ ہمیں ہمارے عمل کا اور انھیں ان کے عمل کا بدلہ ملے گا، ہم نہ انھیں چھیڑیں گے اور نہ ان کی بات کا جواب دیں گے، اس لیے کہ ہم نادانوں کے ساتھ الجھنا نہیں چاہتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ [الفرقان : ٦٣] ''اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ١ۙ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾ [الفرقان : ۷۲] ''اور وہ جو جھوٹ میں شریک نہیں ہوتے اور جب بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو باعزت گزر جاتے ہیں۔''

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ١ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۝۵۶

’’بے شک تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو دوست رکھے اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔‘‘

سیدنا مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قریب تشریف لے گئے۔ آپ نے ابوجہل، عبد اللہ بن ابی اور امیہ بن مغیرہ کو بھی وہاں بیٹھا ہوا پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے فرمایا: ’’اے میرے چچا! تم ’’لا الٰہ الا اللہ‘‘ کہہ دو، میں (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کے سامنے تمھارے لیے اس کلمہ کے ذریعے سے حجت پیش کروں گا۔‘‘ ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کہنے لگے، ابوطالب! کیا تم عبدالمطلب کا دین چھوڑ دو گے؟ پھر برابر یہی حال رہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے کلمہ کی تلقین کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے۔ آخر کار ابوطالب نے جو آخری بات کہی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر مرتا ہوں اور ’’لا الٰہ الا اللہ‘‘ کہنے سے انکار کر دیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ کی قسم! میں تمھارے لیے اس وقت تک دعا کرتا رہوں گا، جب تک کہ اس سے منع نہ کیا جاؤں۔‘‘ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [التوبة : ١١٣] ’’اس نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں۔‘‘ اور اللہ تعالیٰ نے (خاص) ابوطالب کے بارے میں یہ آیت بھی اتاری اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [القصص : ٥٦] ’’بے شک تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو دوست رکھے اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ إنك لا تهدي من أحببت ولكن الله يهدي من يشاء ﴾ : ٤٧٧٢]

وَ قَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۵۷

’’اور انھوں نے کہا اگر ہم تیرے ہمراہ اس ہدایت کی پیروی کریں تو ہم اپنی زمین سے اچک لیے جائیں گے۔ اور کیا ہم نے انھیں ایک با امن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہر چیز کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں، ہماری طرف سے روزی کے لیے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔‘‘

مشرکین مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسلام نہ لانے کا عذر لنگ یہ پیش کرتے تھے کہ اگر ہم تمھاری بات مان لیں اور تم پر ایمان لے آئیں تو دنیائے عرب ہمارے خلاف ہو جائے گی اور سب مل کر ہم پر حملہ کر کے ہمیں ہلاک کر دیں گے۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ جس خالق و مالک نے ان کی سرزمین کو امن کا گہوارہ بنا رکھا ہے اور ان کی روزی کے لیے انواع واقسام کے پہنچاتا رہتا ہے کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ ان کے اسلام لانے کے بعد بھی ان کی حفاظت کرے؟

لیکن بات یہ ہے کہ وہ اپنی شدید جہالت ونادانی کی وجہ سے غور وفکر کی صلاحیت کھو چکے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [الأنفال : ۲٦] ”اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں نہایت کمزور تھے، ڈرتے تھے کہ لوگ تمھیں اچک کر لے جائیں گے تو اس نے تمھیں جگہ دی اور اپنی مدد کے ساتھ تمھیں قوت بخشی اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، تاکہ تم شکر کرو۔“

سیدنا ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مکہ کو خود اللہ تعالیٰ نے حرمت عطا فرمائی ہے، اسے لوگوں نے حرمت والا نہیں بنایا، لہٰذا جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے وہاں خون بہانا حلال نہیں۔“ [بخاري، كتاب جزاء الصيد، باب لا يعضد شجر الحرم ...... الخ : ۱۸۳۲۔ مسلم، كتاب الحج، باب تحريم مكة ...... الخ : ۱۳٥٤]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمھارے خون، تمھارے مال اور تمھاری آبروئیں تم پر اسی طرح حرام ہیں، جس طرح اس شہر میں اور اس مہینے میں تمھارے اس دن کی حرمت ہے۔“ آپ نے ان کلمات کو کئی بار دہرایا۔ [بخاري، كتاب الحج، باب الخطبة أيام منى : ۱۷۳۹]

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾

”اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو اپنی معیشت پر اترا گئی تھیں، تو یہ ہیں ان کے گھر جو ان کے بعد آباد نہیں کیے گئے مگر بہت کم اور ہم ہی ہمیشہ وارث بننے والے ہیں۔“

یہ اہل مکہ کو ڈرایا جا رہا ہے کہ تم دیکھتے نہیں کہ اللہ کی نعمتوں سے فیض یاب ہو کر اللہ کی ناشکری کرنے اور سرکشی کرنے والوں کا انجام کیا ہوا؟ آج ان کی بیشتر آبادیاں کھنڈر بنی ہوئی ہیں، یا صرف صفحاتِ تاریخ پر ان کا نام رہ گیا ہے اور اب آتے جاتے مسافر ہی ان میں کچھ دیر کے لیے ستا لیں تو ستا لیں، ان کی نحوست کی وجہ سے کوئی بھی ان میں مستقل رہنا پسند نہیں کرتا اور نہ ان کا کوئی وارث باقی رہا۔ بالآخر ہم ہی ان کے وارث ہوئے کہ جنھیں ہم چاہیں وہاں آباد کر کے وہ جائدادیں ان کے حوالے کر دیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴾ [الحج : ٤٥] ”سو کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے اس حال میں ہلاک کیا کہ وہ ظالم تھیں، پس وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور کتنے ہی بے کار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں اور چونا گچ محل۔“

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا

كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰۤى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

”اور تیرا رب کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں، یہاں تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسول بھیجے جو ان کے سامنے ہماری آیات پڑھے اور ہم کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب کہ اس کے رہنے والے ظالم ہوں۔“

اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس کے پاس اپنا پیغمبر بھیجنے سے پہلے کبھی ہلاک نہیں کرتا، جو انھیں حق و باطل اور خیر و شر کے درمیان فرق بتاتا ہے اور اللہ کے عقاب سے ڈراتا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر لوگ راہ راست پر نہیں آتے تو عذاب کے مستحق بن جاتے ہیں۔

وَ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ۱۵] ”اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔“

وَ مَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰۤى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ : سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا رہتا ہے مگر جب ان کی گرفت فرماتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔“ بعد ازاں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [هود : ۱۰۲] ”اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ وكذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨٣]

وَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتُهَا ۚ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع ۶

”اور تمھیں جو کچھ بھی دیا گیا ہے سو دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ اس سے کہیں بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، تو کیا تم نہیں سمجھتے۔“

فرمایا کہ یہ دنیا، اس کی زیب و زینت اور اس کی سج دھج اس کے مقابلے میں بہت حقیر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دارِ آخرت میں اپنے نیک بندوں کے لیے تیار کر رکھا ہے، اس لیے کہ جنت کی نعمتیں بہت عظیم الشان بھی ہیں، ابدی اور دائمی بھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ﴾ [النحل : ۹٦] ”جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔“

سیدنا مستورد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے،

جیسے تم میں سے کوئی یہ انگلی سمندر میں ڈالے اور پھر ملاحظہ کرے کہ وہ کتنی تری لے کر لوٹتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا ...... الخ : ۲۸۵۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے (جنت میں) وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل میں ان کا تصور ہی آیا ہے۔ یہ سب نعمتیں میں نے تمھارے لیے چھپا کر رکھی ہیں اور انھیں چھوڑ دو جو اللہ نے تمھیں بتائی ہیں (وہ ان کے مقابلہ میں کچھ نہیں)۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّآ اُخۡفِيَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡيُنٍ ﴾ [السجدة : ۱۷] ''پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسير، باب قوله : ﴿ فلا تعلم نفس ما أخفي لهم ...... الخ ﴾ : ۴۷۸۰۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب صفة الجنة : ۲۸۲۴/۴]

اَفَمَنۡ وَّعَدۡنٰهُ وَعۡدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيۡهِ كَمَنۡ مَّتَّعۡنٰهُ مَتَاعَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ثُمَّ هُوَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ مِنَ الۡمُحۡضَرِيۡنَ ﴿۶۱﴾

''تو کیا وہ شخص جسے ہم نے وعدہ دیا اچھا وعدہ، پس وہ اسے ملنے والا ہے، اس شخص کی طرح ہے جسے ہم نے سامان دیا، دنیا کی زندگی کا سامان، پھر قیامت کے دن وہ حاضر کیے جانے والوں سے ہے۔''

یعنی جو شخص مومن ہو اور اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ پر جس ثواب کا وعدہ فرمایا ہے وہ اس کی تصدیق کرنے والا ہو کہ اسے یقیناً وہ اجر و ثواب مل کر رہے گا، کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو کافر، اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس کے وعدے اور وعید کی تکذیب کرنے والا ہو اور وہ دنیاوی زندگی میں بس چند روز تک فائدہ اٹھانے والا ہو؟ سنو! ایمان و اسلام پر دنیاوی زندگی کو ترجیح دینے والوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس سے حساب لیا گیا اسے (ضرور) عذاب ہو گا۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی، کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا: ﴿ فَسَوۡفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيۡرًا ﴾ [الانشقاق : ۸] ''سو عنقریب اس سے حساب لیا جائے گا، نہایت آسان حساب۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' (آسان حساب) یہ تو محض (دربار الٰہی میں) پیشی ہے، البتہ جس سے حساب میں کرید کی جائے گی، وہ ہلاک ہو جائے گا۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب من سمع شيئًا فراجع حتى يعرفه : ۱۰۳]

وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ اَيۡنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيۡنَ كُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِيۡنَ حَقَّ عَلَيۡهِمُ الۡقَوۡلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيۡنَ اَغۡوَيۡنَا ۚ اَغۡوَيۡنٰهُمۡ كَمَا غَوَيۡنَا ۚ تَبَرَّاۡنَاۤ اِلَيۡكَ ۫ مَا كَانُوۡۤا اِيَّانَا

يَعۡبُدُوۡنَ ﴿۶۳﴾

’’اور جس دن وہ انھیں آواز دے گا، پس کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جو تم گمان کرتے تھے؟ وہ لوگ کہیں گے جن پر بات ثابت ہو چکی، اے ہمارے رب! یہ ہیں وہ لوگ جنھیں ہم نے گمراہ کیا، ہم نے انھیں اسی طرح گمراہ کیا جیسے ہم گمراہ ہوئے، ہم تیرے سامنے بری ہونے کا اعلان کرتے ہیں، یہ ہماری تو عبادت نہیں کرتے تھے۔‘‘

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرکوں کو ڈانٹ اور پھٹکار کے ساتھ پکارے گا کہ کہاں ہیں تمھارے وہ معبودانِ باطلہ جنھیں تم میرا شریک بناتے تھے؟ تو ان کے بجائے وہ سردارانِ کفر و ضلالت جو دنیا میں اللہ کے ساتھ معبود بنائے گئے تھے، کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم نے انھیں گمراہ کرنا چاہا تو انھوں نے فوراً ہی ہماری دعوت قبول کر لی اور گمراہی کی راہ پر چل پڑے، ہم ان سے اپنی براءت کا اعلان کرتے ہیں، اس لیے کہ یہ ہماری نہیں، بلکہ اپنی خواہشات کی عبادت کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوۡنُوۡا لَهُمۡ عِزًّا ۙ﴿۸۱﴾ كَلَّا ؕ سَيَكۡفُرُوۡنَ بِعِبَادَتِهِمۡ وَ يَكُوۡنُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ ضِدًّا ﴾ [مریم : ۸۱، ۸۲] ’’اور انھوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے، تا کہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا، عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مد مقابل ہوں گے۔‘‘ ﴿ وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ يَّدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَنۡ لَّا يَسۡتَجِيۡبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ وَهُمۡ عَنۡ دُعَآئِهِمۡ غٰفِلُوۡنَ ﴿۵﴾ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوۡا لَهُمۡ اَعۡدَآءً وَّكَانُوۡا بِعِبَادَتِهِمۡ كٰفِرِيۡنَ ﴾ [الأحقاف : ۵، ۶] ’’اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِذۡ تَبَرَّاَ الَّذِيۡنَ اتُّبِعُوۡا مِنَ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡا وَرَاَوُا الۡعَذَابَ وَتَقَطَّعَتۡ بِهِمُ الۡاَسۡبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡا لَوۡ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنۡهُمۡ كَمَا تَبَرَّءُوۡا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيۡهِمُ اللّٰهُ اَعۡمَالَهُمۡ حَسَرٰتٍ عَلَيۡهِمۡ ؕ وَمَا هُمۡ بِخٰرِجِيۡنَ مِنَ النَّارِ ﴾ [البقرة : ۱۶۶، ۱۶۷] ’’جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی، ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنھوں نے پیروی کی اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات بالکل منقطع ہو جائیں گے۔ اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے کاش! ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہو تو ہم ان سے بالکل بے تعلق ہو جائیں، جیسے یہ ہم سے بالکل بے تعلق ہو گئے۔ اس طرح اللہ انھیں ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ کسی صورت آگ سے نکلنے والے نہیں۔‘‘

وَ قِيۡلَ ادۡعُوۡا شُرَكَآءَكُمۡ فَدَعَوۡهُمۡ فَلَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهُمۡ وَرَاَوُا الۡعَذَابَ ۚ لَوۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۶۴﴾

’’اور کہا جائے گا اپنے شریکوں کو پکارو۔ سو وہ انھیں پکاریں گے تو وہ انھیں جواب نہ دیں گے اور وہ عذاب کو دیکھ لیں

گے۔کاش کہ واقعی وہ ہدایت قبول کرتے ہوتے۔‘‘

مشرکین سے اللہ تعالیٰ دوبارہ کہے گا کہ بلاؤ اپنے معبودانِ باطلہ کو، تاکہ وہ ذلت ورسوائی والے عذاب سے تمھیں بچا لیں، تو وہ اللہ کے حکم کے مطابق انھیں پکاریں گے، لیکن وہ ان کی پکار کا جواب نہیں دیں گے، اس لیے کہ جن وانس کا کوئی فرد اس دن ایسی بات کی جرأت نہیں کر سکے گا اور جب وہ اپنی آنکھوں سے جہنم کو دیکھ لیں گے اور انھیں یقین ہو جائے گا کہ یہی ان کا ٹھکانا ہے، تو اس وقت ان کا غم وافسوس انتہا کو پہنچ جائے گا اور کہیں گے، اے کاش! ہم نے دنیا میں اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت قبول کر لی ہوتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَآءِيَ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم مَّوْبِقًا ۝ وَرَاَ الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوٓا اَنَّهُم مُّوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴾ [الكهف : ۵۲، ۵۳] ’’اور جس دن فرمائے گا پکارو میرے ان شریکوں کو جو تم نے گمان کر رکھے تھے، سو وہ انھیں پکاریں گے تو وہ انھیں کوئی جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے۔ اور مجرم لوگ آگ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ بے شک وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔‘‘

وَ يَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ۝ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَىِٕذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُونَ ۝

’’اور جس دن وہ انھیں آواز دے گا، پس کہے گا تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟ تو اس دن ان پر تمام خبریں تاریک ہو جائیں گی، سو وہ ایک دوسرے سے (بھی) نہیں پوچھیں گے۔‘‘

اللہ تعالیٰ ان مشرکین سے یہ بھی پوچھے گا کہ جب ہمارے رسولوں نے تمھیں راہِ ہدایت کی طرف بلایا، نیک اعمال اور اچھے اخلاق کی دعوت دی تو تم نے کیا موقف اختیار کیا؟ ان پر ایمان لائے یا انھیں جھٹلایا؟ تو ان سب کی زبانیں گنگ ہو جائیں گی اور مارے خوف و دہشت کے آپس میں بھی کوئی بات نہیں کریں گے، اس لیے کہ انھیں یقین ہو جائے گا کہ اب ان کا ٹھکانا جہنم کے سوا کوئی دوسری جگہ نہیں ہے۔

<u>وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ</u> : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب میت دفنا دی جاتی ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ کے نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو ’’منکر‘‘ اور دوسرے کو ’’نکیر‘‘ کہا جاتا ہے۔ وہ دونوں میت سے پوچھتے ہیں، تم اس شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتے تھے؟‘‘ [ترمذی، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر : ۱۰۷۱]

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ۝

’’پس رہا وہ جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا، سو امید ہے کہ وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوگا۔‘‘

یعنی جو مشرکین اس دنیا میں شرک سے توبہ کر لیں گے، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کی تجدید کر لیں گے، عمل صالح کریں گے، فرائض و واجبات کو ادا کریں گے اور گناہوں سے بچیں گے، انھیں اللہ تعالیٰ جہنم سے بچا لے گا اور اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل کر دے گا۔

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جس کا توشہ اور توشہ دان ایک اونٹ پر ہو، پھر وہ سفر پر روانہ ہو اور جب ایک (ایسی) بیابان جگہ پہنچے (جہاں دور دور تک پانی وغیرہ نہ ہو)، وہاں (دوپہر کو) قیلولے کا وقت ہو جائے، وہ سواری سے نیچے اترے اور قیلولہ کے لیے لیٹ جائے، وہاں اس کی آنکھ لگ جائے اور اس دوران میں اس کا اونٹ کہیں چلا جائے۔ اب جب وہ جاگے تو کسی اونچی جگہ چڑھ کر دیکھے، لیکن اونٹ نظر نہ آئے، پھر کسی دوسری اونچی جگہ چڑھے اور کچھ نظر نہ آئے، پھر ایک اور اونچی جگہ چڑھے اور اونٹ کہیں نظر نہ آئے، بالآخر (مایوس ہو کر) اپنی اسی جگہ لوٹ آئے جہاں سویا تھا، پھر وہ بیٹھا ہو کہ اتنے میں اس کا اونٹ چلتا ہوا آئے اور اپنی نکیل اس کے ہاتھ میں دے دے (تو اسے کتنی خوشی ہوگی)، تو اللہ تعالیٰ کو بندے کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جب وہ اپنا اونٹ اس (مایوسی کے) عالم میں پاتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب التوبة، باب فی الحض علی التوبة والفرح بها : ۲۷۴۵]

وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۶۸

’’اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور چن لیتا ہے، ان کے لیے کبھی بھی اختیار نہیں، اللہ پاک ہے اور بہت بلند ہے، اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔‘‘

اس آیت کریمہ میں بندوں سے تخلیق و اختیار کی نفی کی گئی ہے کہ نہ وہ کسی چیز کو پیدا کر سکتے ہیں اور نہ انھیں یہ اختیار حاصل ہے کہ اللہ کا نبی بننے کے لیے وہ جسے چاہیں اختیار کریں اور جس کا چاہیں انکار کر دیں، بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے اپنا نبی بناتا ہے اور نہ بندوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جس چیز کی چاہیں اور جیسے چاہیں عبادت کریں۔ یہ حق اللہ تعالیٰ خالق کائنات کا ہے، وہ صرف اپنی بندگی کا حکم دیتا ہے، شرک سے منع کرتا ہے اور اپنی بندگی کا مشروع طریقہ بتاتا ہے۔ بندوں کا کام صرف اطاعت و بندگی ہے۔ اسی لیے آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ کی ذات مشرکوں کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

وَ رَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ۝۶۹

’’اور تیرا رب جانتا ہے جو کچھ ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔‘‘

لوگوں کے دلوں میں جو کچھ چھپا ہوتا ہے اور وہ جو کچھ ظاہر کرتے ہیں ان سب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس لیے صرف وہی معبود حقیقی ہے اور کسی کو نبی بنانے کا حق بھی صرف اسی کا ہے۔ انسانوں کو تو کچھ بھی معلوم نہیں، حتیٰ کہ اس کے ساتھ رہنے والا دوسرا آدمی اپنے سینے میں کیا چھپائے ہوئے ہے اسے معلوم نہیں، پھر اسے یہ حق کیسے حاصل ہوسکتا ہے کہ وہ جسے چاہے اپنا معبود بنا لے اور اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرتا پھرے کہ اس نے فلاں کو اپنا نبی کیوں نہیں بنایا؟

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۞ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۞ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۞ وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۞

”اور وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کے لیے دنیا اور آخرت میں سب تعریف ہے اور اسی کے لیے حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک رات کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھارے پاس کوئی روشنی لے آئے؟ تو کیا تم نہیں سنتے۔ کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک دن کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھارے پاس کوئی رات لے آئے، جس میں تم آرام کرو؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے۔ اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا ہے، تاکہ اس میں آرام کرو اور تاکہ اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔“

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، دنیا و آخرت میں ہر قسم کی حمد و ثنا اسی کے لائق ہے، اس لیے کہ دونوں جہاں کی نعمتوں کا مالک وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی ایک ذرے کا بھی مالک نہیں، ہر چیز میں اس کی مشیت اور اس کا فیصلہ نافذ ہوتا ہے اور سب کو مرنے کے بعد اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اس بات کی روشن دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لیے رات ہی کو ثابت کر دے اور دن کو غائب کر دے، تو کیا کوئی اور معبود ہے جو انسانوں کے لیے دن کی روشنی کو واپس لا سکے؟ یا اگر قیامت تک کے لیے دن کو ثابت کر دے اور رات کو غائب کر دے تو کیا کوئی اور معبود

ہے جو رات کو واپس لا دے جس میں لوگ سکون حاصل کرتے ہیں؟ اس کا جواب قطعی طور پر یہی ہے کہ کوئی نہیں جو اس کی قدرت رکھتا ہو، تو پھر انسان اس میں غور وفکر کر کے صرف خالق کل اور اللہ واحد کی عبادت پر کیوں نہیں جم جاتا؟ اس کے ساتھ غیروں کو شریک کیوں بناتا پھرتا ہے؟ یقیناً وہ اللہ کی ذات ہے جس نے اپنی رحمت سے رات اور دن بنائے ہیں، تاکہ آدمی رات میں آرام کرے اور دن میں اپنے لیے اور اپنے بال بچوں کے لیے روزی حاصل کرے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں فطری تقاضوں کا لحاظ رکھتے ہوئے دن اور رات بنائے۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴾ [الفرقان : ٦٢] ''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا، اس کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے، یا کچھ شکر کرنا چاہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴾ [يونس : ٦] ''بے شک رات اور دن کے بدلنے میں اور ان چیزوں (میں) جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کی ہیں، یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [النمل : ٨٦] ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو بنایا، تاکہ اس میں آرام کریں اور دن کو روشن۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔''

وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾

''اور جس دن وہ انھیں آواز دے گا، پس کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جو تم گمان کرتے تھے؟''

یہ زجر وتوبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر ان لوگوں کے لیے دوسری پکار ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کی پوجا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انھیں تمام مخلوقات کے سامنے پکار کر فرمائے گا کہ کہاں ہیں تمھارے وہ معبودانِ باطلہ جنھیں تم میرا شریک بناتے تھے؟ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا جواب نقل نہیں کیا، مشرکین کا جواب اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام میں نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٢٢ تا ٢٤] ''اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے شریک بنائے کہاں ہیں تمھارے وہ شریک جنھیں تم گمان کرتے تھے۔ پھر ان کا فریب اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ کہیں گے اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے، ہم شریک بنانے والے نہ تھے۔ دیکھ انھوں نے کیسے اپنے آپ

پر جھوٹ بولا اوران سے گم ہو گیا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ ۝ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴾ [المؤمن : ۷۳، ۷۴] ”پھر ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جو تم شریک ٹھہراتے تھے؟ اللہ کے سوا۔ کہیں گے، وہ ہم سے گم ہو گئے، بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔ اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔“

وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝

ع۱۰

”اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکالیں گے، پھر ہم کہیں گے لاؤ اپنی دلیل، تو وہ جان لیں گے کہ بے شک سچ بات اللہ کی ہے اور ان سے گم ہو جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے۔“

ہر نبی کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی امت کے سامنے لائے گا، جو گواہی دے گا کہ اس نے اللہ کا پیغام ان تک پہنچا دیا تھا، تب اللہ تعالیٰ مشرکوں سے کہے گا کہ تم جو میرے سوا غیروں کی پرستش کرتے تھے اور انھیں پکارتے تھے، تو تمھارے پاس اس کی کیا دلیل تھی؟ تو وہ لاجواب ہو جائیں گے اور انھیں معلوم ہو جائے گا کہ بندگی تو صرف اللہ کا حق ہے اور یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ کے کچھ شریک ہیں، جو اسی کی طرح بندگی کے حق دار ہیں، جھوٹ اور اللہ کے خلاف افترا پردازی ہے۔

<u>وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا</u> : ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ﴾ [النساء : ۴۱، ۴۲] ”پھر کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ لائیں گے۔ اس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی، چاہیں گے کاش! ان پر زمین برابر کر دی جائے اور وہ اللہ سے کوئی بات نہیں چھپائیں گے۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن نوح (علیہ السلام) کو بلایا جائے گا، وہ عرض کریں گے، اے اللہ! میں تیری خدمت میں بار بار حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم نے (میرا حکم اپنی امت کو) پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے، جی ہاں، پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کہ کیا نوح (علیہ السلام) نے تم تک (میرا حکم) پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے، (نہیں) ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نوح (علیہ السلام) سے فرمائے گا کہ کیا تمھارا کوئی گواہ ہے؟ وہ کہیں گے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت کے لوگ (میرے گواہ ہیں)۔ چنانچہ پھر اس امت کے لوگ

گواہی دیں گے کہ بے شک نوح (علیہ السلام) نے اللہ کا پیغام اپنی امت کو پہنچا دیا تھا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر گواہ ہوں گے (یعنی تمھاری تصدیق کریں گے) اور یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ [البقرۃ : ۱۴۳] ''اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تا کہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی : ﴿ و كذلك جعلنكم أمة وسطا ...... الخ ﴾ : ٤٤٨٧]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ مسکرائے۔ آپ نے فرمایا: ''تم جانتے ہو کہ میں کیوں مسکرا رہا ہوں؟'' ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''میں بندے کی اس گفتگو کی وجہ سے مسکرایا ہوں، جو وہ اپنے مالک سے کرے گا۔ بندہ کہے گا اے میرے مالک! کیا تو مجھے ظلم سے پناہ نہیں دے چکا؟ (یعنی تو نے وعدہ کیا ہے کہ میں ظلم نہیں کروں گا)۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جواب دے گا، کیوں نہیں! تو پھر بندہ کہے گا کہ آج میں اپنے اوپر سوائے اپنی ذات کے کسی اور کی گواہی کو جائز نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اچھا! تیری ہی گواہی تیری ذات پر آج کے دن کفایت کرتی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر بندہ کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضا (ہاتھ پاؤں وغیرہ) کو حکم ہوگا کہ بولو۔ تو وہ اس کے سارے اعمال بول کر بتا دیں گے۔ پھر بندے کو بات کرنے کی اجازت دی جائے گی تو بندہ اپنے اعضا سے کہے گا کہ تمھارے لیے ہلاکت اور دوری ہو میں تو تمھارے ہی لیے جھگڑ رہا تھا (یعنی میرا مقصد تمھیں دوزخ سے بچانا تھا، لیکن جب تم نے خود ہی اقرار کر لیا، تو اب دوزخ میں جاؤ)۔'' [مسلم، کتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ۲۹۶۹]

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۠ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَ ابْتَغِ فِيْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ اَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾

''بے شک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا، پس اس نے ان پر سرکشی کی اور ہم نے اسے اتنے خزانے دیے کہ بلاشبہ ان کی چابیاں یقیناً ایک طاقتور جماعت پر بھاری ہوتی تھیں۔ جب اس کی قوم نے اس سے کہا مت پھول، بے شک اللہ پھولنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے اس میں آخرت کا گھر تلاش کر اور دنیا سے اپنا حصہ مت

بھول اور احسان کر جیسے اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد مت ڈھونڈ، بے شک اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔‘‘

قارون صرف یہی نہیں کہ بنی اسرائیل سے تعلق رکھتا تھا، بلکہ امام مالک بن دینار رحمہ اللہ کے نزدیک وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی بھی تھا، لیکن کفر و سرکشی کی وجہ سے فرعون سے جا ملا تھا اور اللہ تعالیٰ نے کفر کے بالخصوص جن تین سرغنوں کی طرف موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تھا، ان میں سے ایک تھا۔ اس قارون کو اللہ تعالیٰ نے بڑا مال دار بنایا تھا اور یہی اس کے کفر و طغیان کا سبب تھا اور تکبر کی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ کہتا تھا کہ میں نے یہ دولت اپنے زور بازو سے حاصل کی ہے۔ قارون کو اس کی قوم یعنی بنی اسرائیل کے مسلمانوں نے نصیحت کی کہ دنیا کی چمک دمک پر اتنا زیادہ نہ اتراؤ کہ اللہ کی یاد سے غافل ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ایسی خوشی کو پسند نہیں کرتا جس کے سبب انسان آخرت سے غافل ہو جائے اور دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے، کیونکہ ہر برائی اور فساد کی جڑ یہی ہے۔ اللہ نے تمھیں دولت دی ہے، اسے کار خیر میں خرچ کر کے آخرت کی کامیابی طلب کرو اور اس دولت سے بغیر فضول خرچی اور تکبر کے اپنی ذات کو فائدہ پہنچانا نہ بھولو۔ جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا ہے، تم بھی اللہ کے بندوں کے ساتھ بھلائی کرنا نہ بھولو اور اس مال کے ذریعے سے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ، اس لیے کہ فساد پھیلانے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَ لَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾

’’اس نے کہا مجھے تو یہ ایک علم کی بنا پر دیا گیا ہے، جو میرے پاس ہے۔ اور کیا اس نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ اس سے پہلے کئی نسلیں ہلاک کر چکا ہے جو اس سے زیادہ طاقتور اور زیادہ جماعت والی تھیں اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔‘‘

ان نصیحتوں کے جواب میں اس نے کہا کہ مجھے کسب و تجارت کا جو فن آتا ہے، یہ دولت تو اسی کا نتیجہ اور ثمر ہے، اللہ کے فضل و کرم سے اس کا کیا تعلق ہے؟ یا کہنے لگا کہ اللہ نے مجھے یہ مال اس علم کی بدولت دیا ہے جو میرے پاس ہے اور مجھے اس کا حق دار سمجھ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس کافرانہ بات کا یہ جواب دیا کہ اگر طاقت اور مال اللہ کے نزدیک فضیلت کا سبب ہوتا تو گزشتہ زمانوں میں بہت سی قوموں کو اللہ ہلاک نہ کرتا، جو قارون سے زیادہ مال دار اور اس سے زیادہ طاقت ور تھیں۔ کثرتِ معاصی اور کثرتِ جرائم کے سبب جب کسی قوم کو ہلاک کیے جانے کا فیصلہ ہو

جاتا ہے تو انھیں مہلت نہیں دی جاتی اور ان سے پوچھا نہیں جاتا کہ انھوں نے وہ گناہ کیوں کیے تھے اور ان کے پاس عذر کیا ہے؟

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ۚ وَ لَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

’’پس وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی زینت میں نکلا۔ ان لوگوں نے کہا جو دنیا کی زندگی چاہتے تھے، اے کاش! ہمارے لیے اس جیسا ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے، بلاشبہ وہ یقیناً بہت بڑے نصیب والا ہے۔ اور ان لوگوں نے کہا جنھیں علم دیا گیا تھا، افسوس تم پر! اللہ کا ثواب اس شخص کے لیے کہیں بہتر ہے جو ایمان لایا اور اس نے اچھا عمل کیا اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کرنے والے ہیں۔‘‘

ایک دن قارون اپنی شان و شوکت اور جھوٹی کبریائی کی نمائش کے لیے اپنے تمام جاہ و حشم کے ساتھ خوبصورت ترین لباس زیب تن کیے شہر کی شاہراہ پر نکلا، جب لوگوں نے اس کا یہ تزک و احتشام دیکھا تو ان کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں اور دنیاوی زندگی کے خواہاں حضرات اس کا یہ ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر کہنے لگے کہ کاش ہمارے پاس بھی قارون جیسی دولت ہوتی اور ہم بھی اس کی طرح عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے، یہ تو بڑی قسمت کا مالک ہے۔ بنی اسرائیل کے علمائے صالحین نے ان کی یہ بات سن کر کہا کہ تمھاری نگاہوں سے آخرت اوجھل ہو گئی ہے اور تم دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہو، حالانکہ اللہ کی جنت کے مقابلے میں دنیا کی ان عارضی نعمتوں کی کوئی حیثیت نہیں اور جنت اسے ملے گی جو ایمان لائے گا اور عمل صالح کرے گا، مگر اس نصیحت سے وہی لوگ فائدہ اٹھائیں گے جو صبر و استقامت کے ساتھ اللہ کے دین پر قائم رہیں گے۔

وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا : یعنی اللہ تعالیٰ اپنے مومن اور صالح بندوں کو آخرت میں جو بدلہ عطا فرمائے گا وہ اس مال و دولت سے کہیں بہتر ہے جسے تم دیکھ رہے ہو، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں جنھیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا اور نہ کسی کے وہم و گمان میں ان کا گزر ہوا۔‘‘ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿ فلا تعلم نفس ما أخفى لهم من قرة أعين ﴾ : ٤٧٧٩ـ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب صفة الجنة : ٢٨٢٤]

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾

’’تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پھر نہ اس کے لیے کوئی جماعت تھی جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ اپنا بچاؤ کرنے والوں سے تھا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے قارون کو اس کے کفر اور تکبر کی وجہ سے اس کے گھر بار سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ اس وقت اللہ کے مقابلے میں کوئی گروہ اس کی مدد کے لیے نہیں آیا اور نہ وہ خود اپنی مدد کر سکا۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک شخص اپنا تہ بند لٹکائے (فخر سے) جا رہا تھا (اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ تکبر پسند نہیں آیا، چنانچہ) اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو زمین میں دھنسا دیا اور اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی چلا جائے گا۔‘‘ [بخاري، كتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء : ٥٧٩٠۔ مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم التبختر في المشي مع إعجابه بثيابه : ٢٠٨٨]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص دو دھاری دار چادروں میں اتراتا ہوا نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور بلاشبہ وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی چلا جائے گا۔‘‘ [مسند أحمد : ٤٠/٣، ح : ١١٣٥٩]

وَ اَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَوْ لَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع ۸

’’اور جن لوگوں نے کل اس کے مرتبے کی تمنا کی تھی انھوں نے اس حال میں صبح کی کہ کہہ رہے تھے افسوس! اب معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ہم پر احسان کیا تو وہ ضرور ہمیں دھنسا دیتا، افسوس! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ کافر فلاح نہیں پاتے۔‘‘

جن لوگوں نے قارون کا تزک و احتشام دیکھ کر اس جیسی دولت کی تمنا کی تھی، جب انھوں نے اسے اس کے گھر بار سمیت زمین میں دھنستے دیکھا تو اپنی تمنا پر نادم ہوئے اور کہنے لگے کہ اب ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مشیت کے مطابق لوگوں میں روزی تقسیم کرتا ہے، کسی کو خوب روزی دیتا ہے اور کسی پر اس کے دروازے تنگ کر دیتا ہے۔ روزی

میں وسعت اور تنگی نیک بختی یا بدبختی کی دلیل نہیں ہے، ورنہ قارون اپنے مال و اسباب کے ساتھ زمین میں دھنسا نہ دیا جاتا۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو لوگ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں اور کبر و غرور میں مبتلا ہو کر اللہ کے دین اور اس کے رسول کا انکار کرتے ہیں تو دنیا و آخرت میں نامرادی ان کی قسمت بن جاتی ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾

''یہ آخری گھر، ہم اسے ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو نہ زمین میں کسی طرح اونچا ہونے کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ کسی فساد کا اور اچھا انجام متقی لوگوں کے لیے ہے۔''

فرمایا کہ آخرت کا گھر اور اس کی ابدی و سرمدی اور غیر فانی نعمتوں کو اس نے اپنے ان بندوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو عجز و انکسار سے کام لیتے ہیں اور ملک میں ظلم و فساد کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنت اور اس کی ابدی نعمتیں انھی لوگوں کو ملیں گی۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''اے عبدالرحمٰن! تو خود حکومت (کے کسی منصب) کا سوال نہ کرنا، اس لیے کہ اگر تجھے یہ منصب سوال کرنے سے ملے گا تو تم اس کے حوالے کر دیے جاؤ گے، (اور اللہ کی مدد شامل حال نہیں ہوگی) اور اگر یہ منصب تجھے بغیر سوال کیے مل گیا، تو اس پر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) تیری مدد ہوگی۔'' [بخاري، كتاب الأحكام، باب من لم يسأل الإمارة أعانه الله عليها : ٧١٤٦]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عنقریب تم یقیناً حکومت اور امارت کی حرص کرو گے (لیکن یاد رکھو!) یہ قیامت کے دن (تمھارے لیے) باعث ندامت ہوگی۔'' [بخاري، كتاب الأحكام، باب ما يكره من الحرص على الإمارة : ٧١٤٨]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کے دل میں ذرا برابر بھی تکبر ہوا تو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔'' تو ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ! آدمی کی تو یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کی جوتی اچھی ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے)؟ آپ نے فرمایا: ''(نہیں، یہ تو خوبصورتی ہے) اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو یہ ہے کہ حق کو ٹھکرا دیا جائے اور لوگوں کو حقیر جانا جائے۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر و بيانه : ٩١]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا، یہاں تک کہ اپنے ہمسائے (اور اپنے بھائی) کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند

کرتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من خصال الإیمان...... الخ : ٧٢/٤٥۔ بخاری، کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه : ١٣]

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

''جو شخص نیکی لے کر آیا تو اس کے لیے اس سے بہتر (صلہ) ہے اور جو برائی لے کر آیا تو جن لوگوں نے برے کام کیے وہ بدلہ نہیں دیے جائیں گے مگر اسی کا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ کی کریمی اور اس کی رحمتوں کا فیضان دیکھیے کہ اگر کوئی بندہ ایک نیکی کرے گا، تو قیامت کے دن اس کے بدلے اسے دس نیکیاں ملیں گی اور کبھی سات سو تک بھی بڑھا دی جائیں گی اور اگر کوئی گناہ کرے گا تو اس کے نامۂ اعمال میں ایک ہی گناہ لکھا جائے گا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَ يُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ٤٠] ''بے شک اللہ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے دو گنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٦٠] ''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہوں گی اور جو برائی لے کر آئے گا سو اسے جزا نہیں دی جائے گی، مگر اس کی مثل اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ کوئی برائی کرنے کا ارادہ کرے تو (اے فرشتو!) تم اسے مت لکھو، جب تک کہ وہ اسے کر نہ لے، پھر اگر کر لے تو ایک برائی لکھ لو اور اگر میرے خوف سے اس کو چھوڑ دے (یعنی اس برائی کو نہ کرے) تو اس کو اس کے لیے ایک نیکی لکھ لو اور جب وہ کسی نیکی کے کرنے کا ارادہ کرے اور اس کو کرے نہیں تو اس کو اس کے لیے ایک نیکی لکھ لو اور پھر اگر اس کو کرے تو اس کو دس گنا سے سات سو گنا تک لکھو۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ یریدون أن یبدلوا کلام اللہ ﴾ : ٧٥٠١]

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾

''بے شک جس نے تجھ پر یہ قرآن فرض کیا ہے وہ ضرور تجھے ایک لوٹنے کی جگہ کی طرف واپس لانے والا ہے۔ کہہ میرا رب اسے زیادہ جاننے والا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور اسے بھی جو کھلی گمراہی میں ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ہجرت کے وقت ہی خوش خبری دے دی کہ اگرچہ آج آپ کو اپنے دین اور اپنی جان کی حفاظت کے لیے مکہ چھوڑنا پڑا ہے، لیکن ایک دن آئے گا کہ آپ بحیثیت فاتح واپس آئیں گے۔ آخر میں مشرکین مکہ کی تردید کی گئی ہے جو نبی کریم ﷺ کو گمراہ کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) اپنے آبا و اجداد کا دین چھوڑ کر ایک نئے دین کے داعی بن گئے ہیں۔ اللہ نے اپنے نبی کی زبانی فرمایا، اللہ کو خوب معلوم ہے کہ کون اللہ کا صحیح دین لے کر آیا ہے اور کون کھلی گمراہی میں مبتلا ہے، یعنی مشرکین مکہ ہی گمراہ ہیں اور ان کی گمراہی ایک کھلی حقیقت ہے۔

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ : سیدنا عبداللہ بن عدی بن حمراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو الحزورہ کے اوپر کھڑے ہوئے دیکھا، آپ فرما رہے تھے: ”اللہ کی قسم! (اے مکہ!) تو اللہ کی ساری زمین سے بہتر ہے اور اللہ کے نزدیک اللہ کی ساری زمین سے زیادہ محبوب ہے، اگر مجھے تیری سرزمین سے نہ نکالا جاتا تو میں نہ نکلتا۔“ [ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل مکۃ : ۳۹۲۵]

وَ مَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَ لَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْكَ وَ ادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۸۷﴾

”اور تو امید نہ رکھتا تھا کہ تیری طرف کتاب نازل کی جائے گی مگر تیرے رب کی طرف سے رحمت کی وجہ سے (یہ نازل ہوئی) سو تو ہرگز کافروں کا مددگار نہ بن۔ اور یہ لوگ تجھے اللہ کی آیات سے کسی صورت روکنے نہ پائیں، اس کے بعد کہ وہ تیری طرف اتاری گئیں اور اپنے رب کی طرف بلا اور ہرگز مشرکوں سے نہ ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت پر اپنے احسانِ عظیم کا ذکر کیا ہے کہ اس نے آپ ﷺ کو نبی بنا کر دنیا میں مبعوث کیا۔ بعثت سے پہلے آپ کو معلوم نہیں تھا کہ اللہ آپ کو اپنا نبی بنائے گا اور اپنی آخری کتاب آپ پر نازل فرمائے گا۔ یہ اس کی رحمت اور اس کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اس نعمت عظمیٰ کے لیے آپ کو چن لیا، اس لیے اب آپ اپنے دل میں کافروں کے لیے کوئی جذبۂ تعاون نہ رکھیے اور قرآن کریم کی تلاوت، اس پر عمل اور اس کی تبلیغ کسی حال میں نہ چھوڑیے، لوگوں کو اپنے رب کی توحید اور اس کی شریعت پر عمل کرنے کی دعوت دیتے رہیے اور مشرکوں میں نہ شامل ہو جائیے۔

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ﴾ [النساء : ۱۱۳] ”اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور تجھے وہ کچھ سکھایا جو تو نہیں جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر ہمیشہ سے بہت بڑا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ

بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیْنَا وَكِیْلًا ۝ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٨٦، ٨٧] ''اور یقیناً اگر ہم چاہیں تو ضرور ہی وحی (واپس) لے جائیں جو ہم نے تیری طرف بھیجی ہے، پھر تو اپنے لیے اس کے متعلق ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہیں پائے گا۔ مگر تیرے رب کی رحمت سے۔ یقیناً اس کا فضل ہمیشہ سے تجھ پر بہت بڑا ہے۔''

وَ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ع

''اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو مت پکار، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، مگر اس کا چہرہ، اسی کے لیے حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

یعنی اللہ کے ساتھ کسی کو کسی حیثیت سے بھی شریک نہ بنایئے، نہ دعا کے ذریعے سے، نہ نذر و نیاز کے ذریعے سے اور نہ قربانی کے ذریعے سے۔ یہ سب عبادات ہیں جو صرف ایک اللہ کے لیے خاص ہیں۔ آگے فرمایا کہ اللہ کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہو جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ۝ وَّ یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴾ [الرحمٰن : ٢٦، ٢٧] ''ہر ایک جو اس (زمین) پر ہے، فنا ہونے والا ہے۔ اور تیرے رب کا چہرہ باقی رہے گا، جو بڑی شان اور عزت والا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(شاعری کے ضمن میں) سب سے زیادہ سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کہا ہے، وہ لبید شاعر کا ہے، جو اس نے کہا تھا: ((اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ)) ''یاد رکھو! اللہ کے سوا سب کچھ باطل ہے۔'' [بخاري، کتاب الأدب، باب ما یجوز من الشعر والرجز ...... الخ : ٦١٤٧۔ مسلم، کتاب الشعر، باب في إنشاد الأشعار ...... الخ : ٢٢٥٦/٣]

لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ : یعنی تمام مخلوقات میں اللہ ہی کا حکم نافذ و جاری ہے، اس کے فیصلوں کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ سب کو دوبارہ اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے جہاں حساب کتاب ہوگا، نیکی اور بدی کا بدلہ چکایا جائے گا، یعنی قیامت یقیناً آئے گی اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ۝ ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ۝ یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْـًٔا ؕ وَ الْاَمْرُ یَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ﴾ [الانفطار : ١٧ تا ١٩] ''اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ جزا کا دن کیا ہے؟ پھر تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ جزا کا دن کیا ہے؟ جس دن کوئی جان کسی جان کے لیے کسی چیز کا اختیار نہ رکھے گی اور اس دن حکم صرف اللہ کا ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿ یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ۬ لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ شَیْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۝

﴿ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ؕ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴾ [المؤمن : ۱٦ تا ۱۹] ''جس دن وہ صاف ظاہر ہوں گے، ان کی کوئی چیز اللہ پر چھپی نہ ہوگی۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ اللہ ہی کی جو ایک ہے، بہت دبدبے والا ہے۔ آج ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا، آج کوئی ظلم نہیں۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ اور انھیں قریب آنے والی گھڑی کے دن سے ڈرا جب دل گلوں کے پاس غم سے بھرے ہوں گے، ظالموں کے لیے نہ کوئی دلی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔ وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں۔''

سورة العنكبوت مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

الٓمّٓ ۝١ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝٢ وَلَقَدْ فَتَنَّا
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝٣

''الٓمّٓ۔ کیا لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ اسی پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً ہم نے ان لوگوں کی آزمائش کی جو ان سے پہلے تھے، سو اللہ ہر صورت ان لوگوں کو جان لے گا جنھوں نے سچ کہا اور ان لوگوں کو بھی ہر صورت جان لے گا جو جھوٹے ہیں۔''

ہجرت حبشہ سے پہلے مکہ مکرمہ میں مسلمان بہت سخت حالات سے گزر رہے تھے اور کفارِ مکہ نے ان کا جینا دوبھر کر رکھا تھا۔ انسانی فطرت کے تقاضے کے مطابق مصیبتوں کی تاب نہ لا کر کبھی گھبرا جاتے اور آپس میں باتیں کرتے کہ اللہ ہماری مدد کب کرے گا؟ ان مصیبتوں کا دور کب ختم ہو گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مکہ کے انھی مسلمانوں سے کہا کہ اگر تم مسلمان ہو تو تمھاری آزمائش ہو گی اور تمھیں صبر و ثبات سے گزر کر اپنی قوت ایمانی کا ثبوت دینا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے اپنے مومن بندوں کے ساتھ یہی دستور رہا ہے کہ انھیں آزماتا ہے تاکہ عملی طور پر ثابت ہو جائے کہ ان میں کون صادق الایمان اور کون جھوٹا اور منافق ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴾ [البقرة : ٢١٤] ''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک تم پر ان لوگوں جیسی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے،

انھیں تنگدستی اور تکلیف پہنچی اور وہ سخت ہلائے گئے، یہاں تک کہ رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، کہہ اٹھے اللہ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱٤۲] ''یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ نے ان لوگوں کو نہیں جانا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تاکہ وہ صبر کرنے والوں کو جان لے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۱] ''اور ہم ضرور ہی تمھیں آزمائیں گے، یہاں تک کہ تم میں سے جہاد کرنے والوں کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۵۵ تا ۱۵۷] ''اور یقیناً ہم تمھیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔ وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔''

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کعبہ کے سائے میں ایک چادر پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اس زمانہ میں ہم مشرک لوگوں کی طرف سے سخت تکلیفیں اٹھا رہے تھے تو میں نے عرض کی، آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیوں نہیں کرتے؟ یہ سنتے ہی آپ (نے ٹیک چھوڑی اور سیدھے ہو کر) بیٹھ گئے۔ آپ کا چہرہ (غصے سے) سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا: ''تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں جن کے گوشت اور پٹھوں میں ہڈیوں تک لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتی تھیں، مگر وہ اپنے سچے دین سے نہیں پھرتے تھے اور آرا ان کے سر کے درمیان میں رکھ کر چلایا جاتا اور وہ دو ٹکڑے کر دیے جاتے مگر وہ اپنے دین سے نہ پھرتے اور (تم جلدی نہ مچاؤ) اللہ اپنے اس کام (غلبۂ حق) کو ضرور پورا کر کے رہے گا، تو پھر ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک (اکیلا) سفر کرے گا اور (راستے میں) اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا، یا اسے اپنی بکریوں کے معاملہ میں بھیڑیے کا ڈر ہوگا۔'' [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ما لقي النبي صلی اللہ علیہ وسلم و أصحابه من المشركين بمكة : ۳۸۵۲]

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

''یا ان لوگوں نے جو برے کام کرتے ہیں، یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے، برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔''

مومنوں کا ان کے ایمان کے مراتب و درجات کے مطابق امتحان ہوگا اور جو لوگ اس امتحان میں کامیاب رہیں گے ان کا مقام جنت ہوگا، جبکہ جو لوگ اس دنیا میں کفر و معاصی کی زندگی اختیار کریں گے، وہ اس خام خیالی میں مبتلا نہ ہوں کہ وہ اللہ کے عذاب سے بچ کر نکل جائیں گے، اللہ تعالیٰ ان کی بد اعمالیوں کی سزا انھیں دینے پر پوری طرح قادر ہے اور وہ سزا عذابِ جہنم ہے جس سے سخت عذاب کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَ مَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴾ [هود : ۱۹ تا ۲۱] ”جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں اور آخرت کے ساتھ کفر کرنے والے بھی وہی ہیں۔ یہ لوگ کبھی زمین میں عاجز کرنے والے نہیں اور نہ کبھی ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی مددگار ہیں، ان کے لیے عذاب دگنا کیا جائے گا۔ وہ نہ سننے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ دیکھا کرتے تھے۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا اور ان سے گم ہو گیا جو کچھ وہ جھوٹ گھڑا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأحقاف : ۳۲] ”اور جو اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول نہ کرے گا تو نہ وہ زمین میں کسی طرح عاجز کرنے والا ہے اور نہ ہی اس کے سوا اس کے کوئی مددگار ہوں گے، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔“

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

”جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہو تو بے شک اللہ کا مقرر وقت ضرور آنے والا ہے اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

جو لوگ دین اسلام کی سر بلندی کے لیے ہر طرح کے مصائب و مشکلات بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کر رہے ہیں، اس توقع پر کہ موت کے بعد یقیناً انھیں ان باتوں کا اجر ملنے والا ہے، تو انھیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان کی موت کا وقت آنے ہی والا ہے۔ دنیا کی زندگی بس چند روز کی ہے، اس کے بعد یقیناً اللہ سے ملاقات ہوگی اور انھیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، کیونکہ ان کے تمام اعمال و اقوال اللہ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو برا سمجھتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملنا برا سمجھتا ہے۔“ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی اور زوجہ محترمہ نے عرض کی کہ موت کو تو ہم بھی پسند نہیں کرتے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس کا یہ مطلب نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت ہوتا ہے تو اس کو اللہ کی (طرف

سے) رضا مندی اور اعزاز کی بشارت دی جاتی ہے، تو اس وقت اسے اس چیز سے جو اس کے آگے ہے (یعنی اللہ سے ملاقات کی نسبت) اور کوئی چیز اچھی معلوم نہیں ہوتی، تب وہ اللہ سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور اللہ اس سے ملنا پسند کرتا ہے، لیکن جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور عقوبت کی خبر دی جاتی ہے، پس جو کچھ اس کے آگے (یعنی عذاب اور عقوبت) ہے، اس سے زیادہ کوئی چیز اس کو بری معلوم نہیں ہوتی اور اللہ سے ملنے کو وہ برا سمجھتا ہے اور اللہ بھی اس سے ملنے کو برا سمجھتا ہے۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه : ٦٥٠٧]

وَ مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

”اور جو جہاد کرتا ہے تو وہ اپنے ہی لیے جہاد کرتا ہے، یقیناً اللہ تو سارے جہانوں سے بہت بے پروا ہے۔“

یعنی جہاد کرنے والا اگر جہاد نہ کرے تو اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچے گا اور اگر جہاد کرتا ہے تو بھی اللہ کو اس کا کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ گویا اگر کوئی شخص اسلام کی سربلندی کے لیے کوئی کام کرتا ہے تو اسے ہرگز یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ اللہ پر کچھ احسان کر رہا ہے، بلکہ اسے اللہ کا ممنونِ احسان ہونا چاہیے اور اس کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ جس نے اسے جہاد کی توفیق بخشی جس میں ہر پہلو سے اس کا اپنا ہی بھلا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ : سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! تم میرا نقصان نہیں کر سکتے اور نہ مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہو۔ اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور پچھلے، تمھارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سے سب سے بڑا پرہیز گار شخص ہو تو اس سے میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہیں ہو گا اور اگر تمھارے اگلے اور پچھلے، تمھارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سے سب سے بدکار شخص ہو تو میری سلطنت میں اس سے کچھ کمی نہیں ہو گی۔“ [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٧٧]

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

”اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے یقیناً ہم ان سے ان کی برائیاں ضرور دور کر دیں گے اور یقیناً انھیں اس عمل کی بہترین جزا ضرور دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پانچوں نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک (کے دورانیے) بیچ کے گناہوں کا کفارہ ہیں، جب تک کہ کوئی کبیرہ گناہ نہ کرے۔“ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”رمضان سے رمضان تک (کا دورانیہ) ان گناہوں کا

کفارہ ہے جو اس کے بیچ میں سرزد ہوں، جب تک کہ کوئی کبیرہ گناہ نہ کرے۔'' [مسلم، کتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة ...... الخ : ١٤، ٢٣٣/١٦]

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ برائی کرنے کا ارادہ کرے تو (اے فرشتو!) تم اس کو، مت لکھو، جب تک کہ وہ اس کو کر نہ لے، پھر اگر کر گزرے تو صرف ایک برائی لکھ لو اور اگر میرے خوف سے اسے ترک کر دے (یعنی برائی کا ارتکاب نہ کرے) تو اس کو بھی ایک نیکی لکھ لو اور جب وہ کسی نیکی کے کرنے کا ارادہ کرے اور اسے نہ کر سکے تو اس کو بھی ایک نیکی لکھ لو اور اگر کر لے تو اس کو دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک لکھو۔'' [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ يريدون أن يبدلوا كلام الله ﴾ : ٧٥٠١]

سیدنا خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کی راہ (جہاد) میں کوئی چیز دے تو اس کا اجر سات سو گنا لکھا جائے گا۔'' [ترمذي، كتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل النفقة في سبيل الله : ١٦٢٥۔ مستدرك حاكم : ٨٧/٢، ح : ٢٤٦٣]

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نکیل پڑی اونٹنی لایا اور کہا کہ یہ جہاد کے لیے قبول کر لیجیے! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس اونٹنی کے بدلے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمھیں سات سو اونٹنیاں عطا فرمائے گا جو سب نکیل پڑی ہوں گی۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الصدقة في سبيل الله تعالى و تضعيفها : ١٨٩٢]

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۸

''اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کی ہے اور اگر وہ تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کے بارے میں تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان، تمھیں میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے، پھر میں تمھیں بتاؤں گا جو تم کیا کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی سخت تاکید کی ہے، اس کے باوجود اگر دونوں اسے اللہ کے ساتھ شرک کرنے پر مجبور کریں تو ان کی بات نہیں مانی جائے گی۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے، وہ سب کا حساب لے گا اور انھیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا، اس لیے اس کی اطاعت والدین کی اطاعت پر مقدم ہے۔

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ

لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىْ صَغِيْرًا ﴾ [بنی إسرائيل : ۲۳، ۲۴] ”اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر کبھی تیرے پاس دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ ہی جائیں تو ان دونوں کو ”اف“ مت کہہ اور نہ انھیں جھڑک اور ان سے بہت کرم والی بات کہہ۔ اور رحم دلی سے ان کے لیے تواضع کا بازو جھکا دے اور کہہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم کر جیسے انھوں نے چھوٹا ہونے کی حالت میں مجھے پالا۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کون سا عمل اللہ کے ہاں زیادہ محبوب ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وقت پر نماز ادا کرنا۔“ میں نے کہا، پھر کون سا؟“ فرمایا: ”والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔“ میں نے کہا، پھر کون سا؟ فرمایا: ”اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔“ [مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله ...... الخ : ۸۵۔ بخاری، کتاب الأدب، باب البر والصلة...... الخ : ۵۹۷۰]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد پر جانے کی اجازت مانگی تو آپ نے دریافت فرمایا: ”کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟“ اس نے کہا، جی ہاں! (زندہ ہیں)۔ آپ نے فرمایا: ”تو تو انھی (کی خدمت) میں جہاد کر۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب الجهاد بإذن الأبوين : ۳۰۰۴۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدين و أيهما أحق به : ۲۵۴۹]

وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا : مصعب رحمہ اللہ اپنے والد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میری ماں نے قسم کھائی تھی کہ وہ سعد سے اس وقت تک بات نہیں کرے گی، جب تک کہ وہ اپنا دین (اسلام) نہیں چھوڑے گا۔ تب تک وہ نہ کچھ کھائے گی اور نہ پیے گی۔ وہ سعد رضی اللہ عنہ سے کہنے لگیں، اللہ تعالیٰ نے تجھے والدین کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور میں تیری ماں ہوں، لہٰذا میں تجھے اس بات کا حکم دے رہی ہوں۔ وہ تین دن بھوکی پیاسی رہی، حتیٰ کہ بھوک و پیاس کی وجہ سے اس پر غشی طاری ہو گئی، تو اس کے دوسرے بیٹے عمارہ نے اسے پانی پلایا، تو (جب اسے ہوش آیا تو) وہ سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف بد دعائیں کرنا شروع ہو گئی تو اللہ عزوجل نے قرآن میں یہ آیت اتار دی کہ ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کی ہے اور اگر وہ تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کے بارے میں تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور ان سے دنیا میں اچھے طریقے سے پیش آ۔“ [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فى فضل سعد بن أبى وقاص رضى الله عنه : ۱۷۴۸، بعد الحديث : ۲۴۱۲]

سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے، اطاعت صرف اس کام میں ہے جو جائز ہے۔“ [مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء فى غير معصية ...... الخ : ۱۸۴۰]

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝

''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کیے ہم انھیں ضرور ہی نیک لوگوں میں داخل کریں گے۔''

یعنی اگر کسی کے والدین مشرک ہوں گے تو مومن بیٹا نیکوں کے ساتھ ہوگا، والدین کے ساتھ نہیں۔ اس لیے کہ گو والدین دنیا میں اس کے بہت قریب رہے ہوں گے، لیکن اس کی محبت دینی اہلِ ایمان ہی کے ساتھ تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انھیں انبیائے کرام اور صالحین کے ساتھ اس جنت میں جگہ دے گا، جس کی دعا انبیائے کرام کرتے رہے ہیں، جیسا کہ سلیمان علیہ السلام نے دعا کی: ﴿ وَ اَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [النمل : ۱۹] ''اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔''

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَ لَىِٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَ لَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

''اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو کہتا ہے ہم اللہ پر ایمان لائے، پھر جب اسے اللہ (کے معاملہ) میں تکلیف دی جائے تو لوگوں کے ستانے کو اللہ کے عذاب کی طرح سمجھ لیتا ہے اور یقیناً اگر تیرے رب کی طرف سے کوئی مدد آجائے تو یقیناً ضرور کہیں گے ہم تو تمھارے ساتھ تھے، اور کیا اللہ اسے زیادہ جاننے والا نہیں جو سارے جہانوں کے سینوں میں ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے دلوں میں اسلام گھر نہیں کیے ہوتا، اس لیے جب انھیں اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچتی ہے تو دین سے برگشتہ ہو جاتے ہیں اور انسان کی طرف سے انھیں جو تکلیف پہنچتی ہے اسے جہنم کے عذاب جیسا سمجھ لیتے ہیں۔ البتہ جب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تائید و نصرت حاصل ہوتی ہے تو ان کے پاس جا کر کہتے ہیں کہ ہم بھی تمھارے ہی جیسے مسلمان ہیں، لیکن کافروں کے ساتھ رہنے سے یا اظہار کفر کے ذریعے سے ہم اپنی اور اولاد کی جان بچانے کے لیے مجبور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ کی تردید کی اور کہا کہ انسانوں کے دلوں میں جو کچھ پوشیدہ ہے، وہ اس سے خوب واقف ہے۔ اس لیے تمھارا عذرِ کاذب اب تمھارے کام نہیں آئے گا۔ منافقین کی بزدلی اور فریب دہی کا نقشہ کھینچتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَ هُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴾ [التوبة : ۵۶، ۵۷]

''اور وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں اور لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔ اگر وہ کوئی پناہ کی جگہ پالیں، یا کوئی غاریں، یا گھسنے کی کوئی جگہ تو ان کی طرف لوٹ جائیں، اس حال میں کہ وہ رسیاں تڑا رہے ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَرِهُوْۤا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

وَاَنۡفُسِهِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَقَالُوۡا لَا تَنۡفِرُوۡا فِی الۡحَرِّ‌ؕ قُلۡ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا‌ ؕ لَوۡ كَانُوۡا يَفۡقَهُوۡنَ ﴾ [التوبة : ۸۱]
”وہ لوگ جو پیچھے چھوڑ دیے گئے وہ اللہ کے رسول کے پیچھے اپنے بیٹھ رہنے پر خوش ہو گئے اور انھوں نے ناپسند کیا کہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کریں اور انھوں نے کہا گرمی میں مت نکلو۔ کہہ دے جہنم کی آگ کہیں زیادہ گرم ہے۔ کاش! وہ سمجھتے ہوتے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِذۡ قَالَتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ يٰۤاَهۡلَ يَثۡرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمۡ فَارۡجِعُوۡا‌ ۚ وَيَسۡتَاۡذِنُ فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمُ النَّبِىَّ يَقُوۡلُوۡنَ اِنَّ بُيُوۡتَنَا عَوۡرَةٌ ۛؕ وَمَا هِىَ بِعَوۡرَةٍ ۛۚ اِنۡ يُّرِيۡدُوۡنَ اِلَّا فِرَارًا ﴾ [الأحزاب : ۱۳] ”اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب والو! تمھارے لیے ٹھہرنے کی کوئی صورت نہیں، پس لوٹ چلو، اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگتا تھا، کہتے تھے ہمارے گھر تو غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ کسی طرح غیر محفوظ نہیں، وہ بھاگنے کے سوا کچھ چاہتے ہی نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ قَدۡ يَعۡلَمُ اللّٰهُ الۡمُعَوِّقِيۡنَ مِنۡكُمۡ وَالۡقَآئِلِيۡنَ لِاِخۡوَانِهِمۡ هَلُمَّ اِلَيۡنَا‌ ۚ وَلَا يَاۡتُوۡنَ الۡبَاۡسَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۞ اَشِحَّةً عَلَيۡكُمۡ ‌ۖۚ فَاِذَا جَآءَ الۡخَـوۡفُ رَاَيۡتَهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَيۡكَ تَدُوۡرُ اَعۡيُنُهُمۡ كَالَّذِىۡ يُغۡشٰى عَلَيۡهِ مِنَ الۡمَوۡتِ‌ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الۡخَـوۡفُ سَلَقُوۡكُمۡ بِاَلۡسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الۡخَيۡرِ‌ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا فَاَحۡبَطَ اللّٰهُ اَعۡمَالَهُمۡ‌ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرًا ﴾ [الأحزاب : ۱۸، ۱۹] ”یقیناً اللہ تم میں سے رکاوٹیں ڈالنے والوں کو جانتا ہے اور اپنے بھائیوں سے یہ کہنے والوں کو بھی کہ ہماری طرف آجاؤ اور وہ لڑائی میں نہیں آتے مگر بہت کم۔ تمھارے بارے میں سخت بخیل ہیں، پس جب خوف آپہنچے تو تو انھیں دیکھے گا کہ تیری طرف ایسے دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی ہیں جس پر موت کی غشی طاری کی جارہی ہو، پھر جب خوف جاتا رہے تو تمھیں تیز زبانوں کے ساتھ تکلیف دیں گے، اس حال میں کہ مال کے سخت حریص ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیے اور یہ ہمیشہ سے اللہ پر بہت آسان ہے۔“

وَلَيَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَيَعۡلَمَنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ ۞

”اور یقیناً اللہ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جو ایمان لائے اور یقیناً انھیں بھی ضرور جان لے گا جو منافق ہیں۔“

یعنی اللہ مومن و منافق سب کو جانتا ہے اور ہر ایک کو ان کی نیت و عمل کا عادلانہ بدلہ چکائے گا، مومنوں کو جنت میں اور منافقوں کو جہنم میں داخل کر دے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَصَابَكُمۡ يَوۡمَ الۡتَقَى الۡجَمۡعٰنِ فَبِاِذۡنِ اللّٰهِ وَلِيَعۡلَمَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۞ وَلِيَعۡلَمَ الَّذِيۡنَ نَافَقُوۡا ‌ۖۚ وَقِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا قَاتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَوِ ادۡفَعُوۡا‌ ؕ قَالُوۡا لَوۡ نَعۡلَمُ قِتَالًا لَّا تَّبَعۡنٰكُمۡ‌ ؕ هُمۡ لِلۡكُفۡرِ يَوۡمَئِذٍ اَقۡرَبُ مِنۡهُمۡ لِلۡاِيۡمَانِ‌ ۚ يَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِهِمۡ مَّا لَيۡسَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا يَكۡتُمُوۡنَ ﴾ [آل عمران : ۱۶۶، ۱۶۷] ”اور جو مصیبت تمھیں اس دن پہنچی جب دو جماعتیں بھڑیں تو وہ اللہ کے حکم سے تھی اور تاکہ وہ ایمان والوں کو جان لے۔ اور تاکہ وہ ان لوگوں کو جان لے جنھوں نے منافقت کی اور جن سے کہا گیا آؤ اللہ کے راستے میں

لڑو، یا مدافعت کرو تو انھوں نے کہا اگر ہم کوئی لڑائی معلوم کرتے تو ضرور تمھارے ساتھ چلتے۔ وہ اس دن اپنے ایمان (کے قریب ہونے) کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے، اپنے مونہوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو وہ چھپاتے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ﴾ [آل عمران: ۱۷۹] "اور کبھی ایسا نہیں کہ ایمان والوں کو اس حال پر چھوڑ دے جس پر تم ہو، یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴾ [العنکبوت: ۳] "حالانکہ بلاشبہ یقیناً ہم نے ان لوگوں کی آزمائش کی جو ان سے پہلے تھے، سو اللہ ہر صورت ان لوگوں کو جان لے گا جنھوں نے سچ کہا اور ان لوگوں کو بھی ہر صورت جان لے گا جو جھوٹے ہیں۔"

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَ لْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَ مَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝۱۲ وَ لَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ٘ وَ لَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۱۳

"اور جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے ان لوگوں سے کہا جو ایمان لائے کہ تم ہمارے راستے پر چلو اور لازم ہے کہ ہم تمھارے گناہ اٹھا لیں، حالانکہ وہ ہرگز ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں، بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ اور یقیناً وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ کئی اور بوجھ بھی۔ اور یقیناً وہ قیامت کے دن اس کے متعلق ضرور پوچھے جائیں گے جو وہ جھوٹ باندھا کرتے تھے۔"

کفار مکہ نے مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے کیا کیا جتن نہیں کیے، ایذا رسانی کا ہر حربہ استعمال کیا اور جب اس میں انھیں کوئی کامیابی نہ ہوئی تو مسلمانوں سے کہنے لگے کہ آؤ! ہمارے ساتھ مل جاؤ اور محمد (ﷺ) کا دین چھوڑ دو، اگر تمھارے کہنے کے مطابق موت کے بعد ہم دوبارہ زندہ ہوں گے اور جزا و سزا کا مرحلہ آئے گا تو تمھارے گناہوں کی ذمہ داری ہم اٹھائیں گے اور ان کی سزا بھی ہم بھگتیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کر دی کہ وہ اس دن ان کے گناہوں کا بوجھ بالکل نہیں اٹھائیں گے۔ وہ تو نہایت جھوٹے لوگ ہیں اور قیامت کے دن اپنے گناہوں کا بوجھ اور اپنی مذکورہ بالا افترا پردازی کا بوجھ اپنے کندھوں پر لیے پھریں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ ان سے اس جرأت کافرانہ کے بارے میں سوال کرے گا اور ان کی سازشوں کا انھیں بدلہ دے گا۔

وَ لَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّا ذَاۤ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴾

[النحل : ۲٤، ۲٥] ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے تمھارے رب نے کیا چیز اتاری ہے؟ تو کہتے ہیں پہلے لوگوں کی بے اصل کہانیاں ہیں۔ تاکہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ پورے اٹھائیں اور کچھ بوجھ ان کے بھی جنھیں وہ علم کے بغیر گمراہ کرتے ہیں۔ سن لو! برا ہے جو بوجھ وہ اٹھا رہے ہیں۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ہدایت کی طرف بلائے تو اسے اس ہدایت پر چلنے والوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا، تاہم ہدایت پر چلنے والوں کا اجر چنداں کم نہیں ہو گا اور جو شخص گمراہی کی طرف بلائے تو اسے اس گناہ پر چلنے والوں کے گناہ کے برابر گناہ ہو گا اور گناہ پر چلنے والوں کے گناہ میں بھی کچھ تخفیف نہیں ہو گی۔'' [مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة ...... الخ : ۲٦۷٤]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب بھی کوئی انسان ظلم سے قتل کر دیا جاتا ہے تو آدم علیہ السلام کے سب سے پہلے بیٹے (قابیل) کے نامۂ اعمال میں بھی اس قتل کا گناہ لکھا جاتا ہے، کیونکہ قتل ناحق کی بنا سب سے پہلے اسی نے ڈالی تھی۔'' [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم و ذريته : ۳۳۳٥ مسلم، كتاب القسامة والمحاربين، باب بيان إثم من سن القتل : ۱٦۷۷]

وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ سمیت حاضر ہو گا، جبکہ اس نے کسی کو گالی دی ہے، کسی پر بہتان باندھا ہے، کسی کا مال کھایا ہے، کسی کا خون بہایا ہے اور کسی کو مارا ہے، چنانچہ اس (مظلوم) کو اس کی نیکیوں میں سے کچھ دیا جائے گا اور اس (مظلوم) کو بھی اس کی نیکیوں میں سے (دیا جائے گا)، پس اگر اس عائد شدہ حقوق کی مکمل ادائیگی ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان (مظلوموں) کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے، پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲٥۸۱]

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَ جَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس کم ہزار برس رہا، پھر انھیں طوفان نے پکڑ لیا، اس حال میں کہ وہ ظالم تھے۔ پھر ہم نے اسے بچا لیا اور کشتی والوں کو بھی اور اسے جہانوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے سیدنا نوح علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا کہ ہم نے انھیں ان کی قوم کے لیے نبی بنا کر بھیجا، وہ انھیں ساڑھے نو سو سال تک توحید کی دعوت دیتے رہے، لیکن انھوں نے

ان کی دعوت قبول نہیں کی اور اپنے بتوں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر وغیرہ کی پرستش کرتے رہے۔ بالآخر نوح علیہ السلام نے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میری مدد فرما، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما لی اور انھیں اور ان کے مسلمان ساتھیوں کو بچا لیا، جبکہ کافروں کو طوفان میں ہلاک کر دیا اور دنیا والوں کے لیے انھیں نشانِ عبرت بنا دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّ تَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴾ [الحآقة : ۱۱، ۱۲] ’’بلاشبہ ہم نے ہی جب پانی حد سے تجاوز کر گیا، تمھیں کشتی میں سوار کیا۔ تاکہ ہم اسے تمھارے لیے ایک یاد دہانی بنا دیں اور یاد رکھنے والا کان اسے یاد رکھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓىِٕفَ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴾ [یونس : ۷۳] ’’پس انھوں نے اسے جھٹلا دیا تو ہم نے اسے نجات دی اور ان کو بھی جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور انھیں جانشین بنایا اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ سو دیکھ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جنھیں ڈرایا گیا تھا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴾ [نوح : ۲۵] ’’اپنے گناہوں ہی کی وجہ سے وہ غرق کیے گئے، پس آگ میں داخل کیے گئے، پھر انھوں نے اللہ کے سوا اپنے لیے کوئی مدد کرنے والے نہ پائے۔‘‘

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اگر قوم نوح (کے نافرمان لوگوں) میں سے کسی پر اللہ تعالیٰ رحم کرتے تو ام الصبی (بچے کی ماں) پر رحم کرتے۔ نوح علیہ السلام اپنی قوم میں نو سو پچاس سال رہے اور انھیں دعوت دیتے رہے، یہاں تک کہ جب ان کی نبوت کا آخری زمانہ ہوا تو انھوں نے ایک درخت لگایا، جب وہ خوب مضبوط ہو گیا اور چاروں طرف پھیل گیا تو اسے کاٹ کر اس کے تختوں سے کشتی بنانا شروع کی۔ کافر لوگ گزرتے تو پوچھتے، آپ جواب دیتے کہ میں کشتی بنا رہا ہوں، تو وہ مذاق اڑاتے اور کہتے کہ تم خشکی پر کشتی بنا رہے ہو، مگر یہ (زمین پر) چلے گی کیسے؟ آپ جواب دیتے کہ تم جلد جان لو گے۔ جب آپ کشتی بنا کر فارغ ہو گئے تو تنور ابل پڑے اور گلیوں میں پانی بہت زیادہ ہو گیا۔ ایک عورت، جس کا ایک (چھوٹا سا) بچہ تھا، وہ ڈر گئی (کہ کہیں اس کا بچہ ڈوب نہ جائے)، کیونکہ وہ اپنے بچے سے شدید محبت کرتی تھی۔ تو وہ پہاڑ کی طرف چل دی اور ایک غار میں پناہ لی۔ جب وہاں پانی پہنچا تو وہاں سے نکل کر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئی۔ جب پانی اس کی گردن تک پہنچا تو اس نے اپنے بچے کو ہاتھوں میں تھام کر بازو اوپر کر لیے (کہ کسی طرح بچہ بچ جائے) لیکن پانی دونوں کو بہا لے گیا۔ پس اگر اللہ تعالیٰ ان (کافروں) میں سے کسی پر رحم کرتا تو اس بچے کی ماں پر کرتا۔‘‘ [مستدرك حاكم : ۲/ ۳٤۲، ح : ۳۳۱۰]

وَ اِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۶ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑰
وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑱

''اور ابراہیم کو جب اس نے اپنی قوم سے کہا اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ تم اللہ کے سوا چند بتوں ہی کی تو عبادت کرتے ہو اور تم سراسر جھوٹ گھڑتے ہو۔ بلاشبہ اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو تمھارے لیے کسی رزق کے مالک نہیں ہیں، سو تم اللہ کے ہاں ہی رزق تلاش کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر کرو، اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ اور اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے کئی امتیں جھٹلا چکی ہیں اور رسول کے ذمے تو کھلم کھلا پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔''

ابراہیم علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے اہلِ بابل کے لیے نبی بنا کر بھیجا، آپ نے انھیں صرف ایک اللہ کی بندگی کی دعوت دی، شرک و معاصی سے ڈرایا اور کہا کہ تم لوگ اللہ کے سوا جن بتوں کی پرستش کرتے ہو اور افترا پردازی کرتے ہوئے انھیں اپنا معبود سمجھتے ہو، تو یہ تمھارے کسی کام نہیں آئیں گے۔ تمھاری روزی اور نفع و نقصان کا مالک تو صرف اللہ ہے، اس لیے عبادت بھی صرف اسی کی کرو۔ اس نے تمھیں بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں، اس لیے شکر بھی صرف اسی کا ادا کرو۔ یاد رکھو کہ مرنے کے بعد تمھیں اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے، اپنے اعمال کا حساب اسی کو دینا ہوگا، اس لیے صرف اسی کی عبادت کرو اور اسی کو راضی کرو۔ اگر تم مجھے جھٹلاؤ گے تو گزشتہ قوموں نے بھی اپنے انبیاء کو جھٹلایا تھا۔ ان کا جو انجام ہوا تاریخ کے صفحات اس کے شاہد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تو صرف اللہ کا پیغام پوری صراحت کے ساتھ پہنچا دینا ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑲

''اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ کس طرح اللہ خلق کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہرائے گا، بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ ان کی قوم آخرت کی منکر تھی، انھوں نے اس کے بارے میں اپنی قوم کی راہنمائی اس طرح فرمائی کہ دیکھو ایک وقت تھا کہ تمھارا کوئی ذکر نہ تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے تمھیں پیدا کیا اور تمھیں دیکھنے اور سننے والے انسان بنا دیا، تو جس ذات پاک نے تمھیں پہلی دفعہ پیدا کیا کیا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ تمھیں مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرے۔ یہ اس کے لیے بہت آسان ہے، کچھ مشکل نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ﴾ [الروم : ٢٧] ''اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے۔''

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ اِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾
وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ ۫ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ
وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ ع

’’کہہ زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو اس نے کس طرح خلق کی ابتدا کی، پھر اللہ ہی دوسری پیدائش پیدا کرے گا، یقیناً اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ وہ عذاب دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور رحم کرتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ اور نہ تم کسی طرح زمین میں عاجز کرنے والے ہو اور نہ آسمان میں اور نہ اللہ کے سوا تمھارا کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو زمین میں چل پھر کر مختلف الانواع انسانوں کا مشاہدہ کرنے اور ان میں غور وفکر کی دعوت دیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے گوناگوں انسانوں کو پیدا کیا ہے، جن کے رنگ، طبائع اور زبانیں الگ الگ ہیں، اسی طرح قیامت کے دن انھیں دوبارہ پیدا کرے گا، اس لیے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ اس دن کافروں اور منکرین آخرت کو عذاب دے گا اور مومنوں اور اپنے اوامر ونواہی کی پیروی کرنے والوں کو اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل کرے گا۔ اے انسانو! تمھیں بہر حال اپنے رب ہی کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور تم اللہ کو کسی حال میں عاجز نہیں کر سکو گے، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔ جہاں کہیں بھی تم ہو گے وہ تمھیں دوبارہ زندہ کر کے میدانِ محشر میں جمع کرے گا اور اس کے سوا تم اپنا کوئی یار و مددگار نہیں پاؤ گے۔

<u>يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ</u> : سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اگر اللہ تعالیٰ اپنے تمام آسمان والوں اور اپنے تمام زمین والوں کو عذاب دینا چاہے تو دے سکتا ہے، یہ اس کا ان پر ظلم نہیں ہوگا (کیونکہ سبھی اسی کی ملکیت ہیں)۔‘‘ [ابن ماجه، المقدمة، باب في القدر : ۷۷۔ أبو داوٗد، كتاب السنة، باب في القدر : ۴۶۹۹۔ مسند أحمد : ۱۸۲/۵، ح : ۲۱۷۴۴]

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ لِقَآىِٕهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ يَىِٕسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾

’’اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا وہ میری رحمت سے ناامید ہو چکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔‘‘

فرمایا کہ وہ لوگ جو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ان آیات کا انکار کرتے ہیں جو اس نے اپنے انبیاء پر نازل کی ہیں اور قیامت کے دن اس سے ملاقات کے منکر ہیں، وہ لوگ اس دن جب سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو اپنے

کرتوتوں کو سوچ سوچ کر اللہ کی رحمت اور جنت سے بالکل ناامید ہو جائیں گے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا جس میں انھیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو برا سمجھتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملنا برا سمجھتا ہے۔'' ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی اور زوجہ محترمہ نے عرض کی کہ موت کو تو ہم بھی پسند نہیں کرتے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کا یہ مطلب نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت ہوتا ہے تو اس کو اللہ کی (طرف سے) رضامندی اور اعزاز کی بشارت دی جاتی ہے، تو اس وقت اس کو اس چیز سے جو اس کے آگے ہے (یعنی اللہ سے ملاقات کی نسبت) اور کوئی چیز اچھی معلوم نہیں ہوتی، تب وہ اللہ سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور اللہ اس سے ملنا پسند کرتا ہے، لیکن جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور عقوبت کی خبر دی جاتی ہے، پس جو کچھ اس کے آگے (یعنی عذاب اور عقوبت) ہے، اس سے زیادہ کوئی چیز اس کو بری معلوم نہیں ہوتی اور اللہ سے ملنے کو وہ برا سمجھتا ہے اور اللہ اس سے ملنے کو برا سمجھتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه : ٦٥٠٧]

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾

''پھر اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انھوں نے کہا اسے قتل کر دو، یا اسے جلا دو، تو اللہ نے اسے آگ سے بچا لیا۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔''

ابراہیم علیہ السلام کے اس وعظ و نصیحت اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے دھمکانے کا ان کی قوم پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس کی آئے دن کی ان نصیحتوں سے چھٹکارا پانے کے لیے اسے سب مل کر قتل کر دیں، یا آگ میں جلا دیں، چنانچہ انھیں آگ میں ڈال دیا گیا، لیکن ان کے رب نے انھیں اس سے نجات دی اور وہ آگ ان کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی۔ اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت، بے پایاں رحمت اور عظیم حکمت کے بڑے دلائل پائے جاتے ہیں، لیکن ان نشانیوں سے وہی لوگ فائدہ اٹھائیں گے جو اہل ایمان ہوں گے۔ بے ایمان لوگ تو مُردوں کی مانند ہیں، فکر و نظر سے محروم ہیں، اس لیے انھیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ : یعنی ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان کی باتیں سن کر انھیں مار ڈالنے یا جلا دینے کا ارادہ کیا۔ جب ان لوگوں نے اپنے ارادے کے مطابق ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل پر ایک عظیم انعام کرتے ہوئے انھیں دنیا میں اس آگ سے بچا لیا۔ قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام پر عظیم انعام یہ ہوگا کہ انھیں سب سے

پہلے کپڑے پہنائے جائیں گے ، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم (قیامت کے دن) ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کے اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کیے جاؤ گے۔'' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ١٠٤] ''جس طرح ہم نے پہلی پیدائش کی ابتدا کی (اسی طرح) ہم اسے لوٹائیں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے، یقیناً ہم ہمیشہ (پورا) کرنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ''پھر سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر ، باب ﴿ كما بدأنا أول خلق نعيده وعدا علينا ﴾ : ٤٧٤٠۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة : ٥٨/٢٨٦٠]

وَ قَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۙۗ ﴿۲۵﴾

''اور اس نے کہا بات یہی ہے کہ تم نے اللہ کے سوا بت بنائے ہیں، دنیا کی زندگی میں آپس کی دوستی کی وجہ سے، پھر قیامت کے دن تم میں سے بعض بعض کا انکار کرے گا اور تم میں سے بعض بعض پر لعنت کرے گا اور تمھارا ٹھکانا آگ ہی ہے اور تمھارے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔''

ابراہیم علیہ السلام نے اہل بابل سے یہ بھی کہا کہ تم نے اگرچہ ان بتوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، لیکن ان کی عبادت کے نام پر تم لوگ اپنے دنیوی مصالح و مقاصد کی خاطر اکٹھا ہوتے ہو، ڈرتے ہو کہ اگر ان کی عبادت چھوڑ دی تو تمھارا آپس کا تعلق ختم ہو جائے گا، تمھارا شیرازہ بکھر جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ قیامت کے دن میدان محشر میں جب وہ لوگ جمع ہوں گے تو دنیا میں معبودانِ باطلہ کی عبادت پر ان کا آپس کا اتحاد ختم ہو جائے گا اور ان کے سردارانِ کفر اپنے پیروکاروں سے اظہار براءت کر دیں گے، وہ پیروکار بھی ان سرداروں کی سرداری کا انکار کر دیں گے اور ہر ایک دوسرے کو خوب لعن طعن کرے گا، یہاں تک کہ سبھی جہنم میں ڈال دیے جائیں گے اور کوئی ان کی مدد کے لیے آگے نہیں آئے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [الزخرف : ٦٧] ''سب دلی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقی لوگ۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَسْــَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۚ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ﴾ [المعارج : ١٠، ١١] ''اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہیں پوچھے گا۔ حالانکہ وہ انھیں دکھائے جا رہے ہوں گے۔ مجرم چاہے گا کاش کہ اس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔''

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَ قَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۶﴾ وَ وَهَبْنَا
لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَ اٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی
الدُّنْیَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾

’’تو لوط اس پر ایمان لے آیا اور اس نے کہا بے شک میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں، یقیناً وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا کیے اور اس کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی اور ہم نے اسے اس کا اجر دنیا میں دیا اور بے شک وہ آخرت میں یقیناً صالح لوگوں سے ہے۔‘‘

ابراہیم علیہ السلام کی دعوتِ توحید کو ان کی قوم میں سے صرف ان کے بھتیجے لوط اور ان کی بیوی سارہ علیہا السلام نے قبول کیا۔ اس کے بعد وہ اپنا وطن چھوڑ کر ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے، تاکہ وہاں پوری آزادی کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں اور دوسروں کو اللہ کے دین کی طرف بلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی راہ میں اذیتیں برداشت کرنے اور ہجرت کے صلہ میں اسحاق علیہ السلام جیسا بیٹا اور یعقوب (علیہ السلام) جیسا پوتا عطا کیا اور ہمیشہ کے لیے نبوت اور آسمانی کتابوں کا نزول ان کی اولاد کے ساتھ خاص کر دیا، چنانچہ ان کے بعد تمام انبیاء انھی کی اولاد میں سے پیدا ہوئے اور تمام آسمانی کتابیں انھی پر نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں اولاد، روزی اور اس بشارت سے نوازا کہ اب سارے انبیاء انھی کی اولاد میں پیدا ہوں گے اور آخرت میں انھیں اکابرین اور صالحین کے ساتھ جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ نَجَّیْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ ﴿﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَ یَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۷۱، ۷۲] ’’اور ہم نے اسے اور لوط کو اس سرزمین کی طرف نجات دی جس میں ہم نے جہانوں کے لیے برکت رکھی۔ اور ہم نے اسے اسحاق اور زائد انعام کے طور پر یعقوب عطا کیا اور سبھی کو ہم نے نیک بنایا۔‘‘

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ؗ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ
مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِیْلَ ۙ۬ وَ تَاْتُوْنَ فِیْ
نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ
كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۳۰﴾ ع

’’اور لوط کو (بھیجا) جب اس نے اپنی قوم سے کہا بے شک تم یقیناً اس بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے نہیں کی۔ کیا بے شک تم واقعی مردوں کے پاس آتے ہو اور راستہ کاٹتے ہو اور اپنی مجلس میں برا کام کرتے ہو؟ تو اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انھوں نے کہا ہم پر اللہ کا عذاب لے آ، اگر تو سچوں سے

ہے۔ اس نے کہا اے میرے رب! ان مفسد لوگوں کے خلاف میری مدد فرما۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی لوط علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کی برائیوں کی تردید کی، خصوصاً ان کے اس بدترین فعل کی زبردست تردید کی کہ جو وہ مَردوں سے اپنی جنسی خواہش پوری کیا کرتے تھے۔ ان سے پہلے انسانوں میں سے کسی نے اس بدترین برائی کا ارتکاب نہیں کیا تھا اور اس قبیح عادت کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے، اس کے رسول کی تکذیب کرتے اور راستے کو قطع کرتے تھے، یعنی لوگوں کے راستے پر جا کر کھڑے ہو جاتے اور راہ چلتے لوگوں کو قتل کر کے ان کا مال و اسباب لوٹ لیا کرتے تھے۔ لوط علیہ السلام نے انھیں توحید کی دعوت دی، گناہوں سے روکا اور اللہ کے عذاب کا خوف دلایا، لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا، بلکہ ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو کہ تم اللہ کے نبی ہو اور یہ کہ ہم نے اگر اپنے اطوار نہ بدلے تو ہم پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا، تو پھر ایسا کر ہی گزرو۔ لوط علیہ السلام نے ان کے کفر پر اصرار کرنے اور ان کی بد اعمالیوں سے تنگ آ کر دعا کی کہ میرے رب! ان ظالموں کے خلاف میری مدد کر، چنانچہ اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی۔

وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۚ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ٝ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ٝ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

”اور جب ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر آئے تو انھوں نے کہا یقیناً ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں، بے شک اس کے رہنے والے ظالم چلے آئے ہیں۔ اس نے کہا اس میں تو لوط ہے۔ انھوں نے کہا ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں جو اس میں ہے، یقیناً ہم اسے اور اس کے گھر والوں کو ضرور بچا لیں گے، مگر اس کی بیوی، وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لیے جو فرشتے بھیجے، انھیں اس بات کا بھی مکلف ٹھہرایا کہ وہ ان تک پہنچنے سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے اسحاق اور پوتے یعقوب کی خوش خبری دیتے جائیں۔ انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کو خوش خبری دینے کے بعد یہ اندوہناک خبر بھی دی کہ اللہ نے انھیں قومِ لوط کی بستیوں کو ان کے ظلم و کفر کی وجہ سے ہلاک کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان بستی والوں پر رحم کھاتے ہوئے اور اس امید میں کہ شاید وہ ایمان لے آئیں اور اپنے گناہوں سے تائب ہو جائیں، کہا کہ لوط بھی تو وہاں رہتے ہیں، پھر تم انھیں کیسے ہلاک کرو گے؟ فرشتوں نے جواب دیا، ہم خوب جانتے ہیں کہ وہاں کون لوگ ہیں، ہم انھیں اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچا لیں گے اور ان کی بیوی سمیت تمام کافروں کو ہلاک کر دیں گے۔

وَ لَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا
تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ۝۳۳ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ
عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ۝۳۴ وَ لَقَدْ تَّرَكْنَا
مِنْهَآ اٰیَةًۢ بَیِّنَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝۳۵

’’اور جیسے ہی ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس آئے وہ ان کی وجہ سے مغموم ہوا اور ان کے سبب دل میں تنگ ہوا اور انھوں نے کہا نہ ڈر اور نہ غم کر، بے شک ہم تجھے اور تیرے گھر والوں کو بچانے والے ہیں مگر تیری بیوی، وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔ بے شک ہم اس بستی والوں پر آسمان سے ایک عذاب اتارنے والے ہیں، اس وجہ سے جو وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے ان لوگوں کے لیے ایک کھلی نشانی چھوڑ دی جو عقل رکھتے ہیں۔‘‘

جب وہ فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انھیں دیکھ کر وہ بہت پریشان ہوئے اور نہایت رنجیدہ ہوئے کہ اب کیا ہوگا اور خوب صورت نوجوانوں کو بدمعاش لوگوں سے کیسے بچا سکوں گا؟ فرشتوں نے ان کی پریشانی بھانپ کر کہا کہ آپ ہمارے بارے میں نہ ڈریے۔ اس کے بعد ساری حقیقت بتائی اور کہا کہ آپ کے خاندان کے جو کفار ہلاک کر دیے جائیں گے ان کا غم نہ کیجیے، ہم آپ کو اور آپ کے مسلمان رشتہ داروں کو بچا لیں گے، سوائے آپ کی کافر بیوی کے، جسے بہرحال کافروں کے ساتھ ہلاک ہو جانا ہے۔ ہم اس بستی والوں پر ان کے فسق و فجور کی وجہ سے عذاب نازل کرنے والے ہیں۔ چنانچہ جبریل علیہ السلام نے ان پر پتھروں کی بارش کر دی اور انھیں زمین سے اکھاڑ کر اوندھے منہ الٹ دیا، جہاں اب ’’بحیرہ مردار‘‘ پایا جاتا ہے اور ان کی تاریخ کو عقل و ہوش والوں کے لیے درسِ عبرت بنا دیا۔

وَ اِلٰى مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ۙ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ ارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ لَا تَعْثَوْا
فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝۳۶ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۝۳۷

’’اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا) تو اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اور یوم آخر کی امید رکھو اور زمین میں فساد کرنے والے بن کر دنگا نہ مچاؤ۔ تو انھوں نے اسے جھٹلا دیا، پس انھیں زلزلے نے پکڑ لیا تو وہ صبح کو اپنے گھر میں پڑے کے پڑے رہ گئے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے مدین والوں کی ہدایت کے لیے شعیب علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ انھوں نے توحید باری تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی اور ناپ تول میں کمی بیشی کر کے اور مسافروں کو لوٹ کر زمین میں فساد پھیلانے سے منع کیا، لیکن انھوں نے ان کی دعوت قبول نہیں کی اور انھیں جھٹلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر شدید زلزلہ مسلط کر دیا، جس کے زیر اثر

سبھی اپنے گھروں ہی میں گھٹنوں کے بل اوندھے منہ گر کر ہلاک ہو گئے۔

وَعَادًا وَّثَمُوْدَاْ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۣ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾

''اور عاد اور ثمود کو (ہم نے ہلاک کیا) اور یقیناً ان کے رہنے کی کچھ جگہیں تمھارے سامنے آ چکی ہیں اور شیطان نے ان کے لیے ان کے کام مزین کر دیے، پس انھیں اصل راستے سے روک دیا، حالانکہ وہ بہت سمجھدار تھے۔''

گزشتہ کافر قوموں کی طرح اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد کو بھی ان کی سرکشی کی وجہ سے ہلاک کر دیا، جو حضر موت کے قریب ''احقاف'' نامی بستی میں رہتے تھے اور ان کی ہدایت کے لیے ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ قومِ ثمود کو بھی ان کے کفر وطغیان کی وجہ سے ہلاک کر دیا جو وادیٔ قریٰ کے قریب ''حجر'' نامی بستی میں رہتے تھے اور جن کی ہدایت کے لیے صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ سے فرمایا کہ ان کے مکانوں کے کھنڈرات تمھیں اب بھی بتا دیں گے کہ ہم نے انھیں ہلاک کر دیا تھا۔ شیطان نے ان کی بد اعمالیوں کو ان کی نگاہوں میں خوب صورت بنا دیا تھا۔ وہ اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے تھے، زمین میں شر و فساد پھیلاتے تھے اور سمجھتے تھے کہ وہ اور ان کے اعمال درست ہیں۔ اس لیے راہِ حق کی اتباع کی بات انھوں نے سوچی ہی نہیں، حالانکہ وہ بظاہر اصحابِ عقل وخرد تھے، اگر چاہتے تو انبیاء کی تعلیمات میں غور و فکر کر کے راہِ حق کو پا سکتے تھے۔

وَعَادًا وَّثَمُوْدَاْ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴾ [الحاقة : ۵ تا ۸] ''سو جو ثمود تھے وہ حد سے بڑھی ہوئی (آواز) کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے۔ اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟''

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ : شیطان کا اعمال کو مزین کر کے اولادِ آدم کو اس پر لگا دینے کا ایک واقعہ وہ ہے جو قوم نوح کے ساتھ پیش آیا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے بت جو بعد میں عرب میں پوجے جانے لگے، یہ دراصل نوح علیہ السلام کی قوم کے بعض نیک اشخاص کے نام ہیں۔ ہوا یہ کہ جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جہاں وہ حضرات بیٹھا کرتے تھے، وہاں بت بنا کر رکھ دو اور ان کے وہی نام رکھ دو جو ان بزرگوں کے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت تو خیر بتوں کی پوجا نہیں ہوئی، تاہم جب وہ لوگ

فوت ہو گئے اور علم مٹ گیا، تو تب ان کی پوجا ہونے لگی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وداً ولا سواعا ولا یغوث و یعوق ﴾ : ۴۹۲۰]

وَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ ۫ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَیِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ مَا كَانُوْا سٰبِقِیْنَ ﴿۳۹﴾

’’اور قارون اور فرعون اور ہامان کو، اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آیا، تو وہ زمین میں بڑے بن بیٹھے اور وہ بچ نکلنے والے نہ تھے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے قارون، فرعون اور ہامان کو بھی ان کے کفر و استکبار کی وجہ سے ہلاک کر دیا، قارون کو زمین میں دھنسا دیا اور فرعون و ہامان کو سمندر کی موجوں کے حوالے کر دیا، حالانکہ موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس اللہ کی کھلی اور صریح نشانیاں لے کر آئے تھے۔ آپ نے انھیں توحید کی دعوت پیش کی، اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور اس کی بندگی کی طرف بلایا، لیکن انھوں نے کبر کی راہ اختیار کی اور ایک اللہ کی بندگی کا انکار کر دیا، تو وہ اللہ سے بچ کر کہاں جا سکتے تھے؟

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّیْحَةُ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

’’تو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ میں پکڑ لیا، پھر ان میں سے کوئی وہ تھا جس پر ہم نے پتھراؤ والی ہوا بھیجی اور ان میں سے کوئی وہ تھا جسے چیخ نے پکڑ لیا اور ان میں سے کوئی وہ تھا جسے ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے کوئی وہ تھا جسے ہم نے غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا کافروں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔ قومِ عاد کو ایک تیز اور ٹھنڈی ہوا کے ذریعے سے ہلاک کیا، جس نے ان پر پتھروں کی بارش کر دی اور ان میں سے ہر ایک کو اوپر اٹھا کر سر کے بل زمین پر دے مارا، جس سے ان کے سر جسموں سے الگ ہو گئے۔ اصحابِ مدین اور قومِ ثمود کو چیخ کے ذریعے سے ہلاک کیا، قارون کو زمین میں دھنسا دیا اور فرعون کو سمندر میں ڈبو دیا اور جو کچھ ان کے ساتھ ہوا، ان کے شرک و کفر اور گناہوں کی وجہ سے ہوا، اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا : ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ نَجَّیْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴾ [القمر : ۳۳، ۳۴] ’’لوط کی قوم نے ڈرانے والوں کو جھٹلا دیا۔ بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی

ایک ہوا بھیجی، سوائے لوط کے گھر والوں کے، انھیں ہم نے صبح سے کچھ پہلے نجات دی۔“

وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴾ [القمر : ۳۱] ”بے شک ہم نے ان پر ایک ہی چیخ بھیجی تو وہ باڑ لگانے والے کی کچلی روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو گئے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ اَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴾ [ھود : ۹٤] ”اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے شعیب کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ہمراہ ایمان لائے تھے، اپنی خاص رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا تھا، چیخ نے پکڑ لیا، تو انھوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔“

وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴾ [القصص : ۸۱] ”تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پھر نہ اس کے لیے کوئی جماعت تھی جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ اپنا بچاؤ کرنے والوں سے تھا۔“

وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓىِٕفَ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴾ [یونس : ۷۳] ”پس انھوں نے اسے جھٹلا دیا تو ہم نے اسے نجات دی اور ان کو بھی جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور انھیں جانشین بنایا اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ سو دیکھ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جنھیں ڈرایا گیا تھا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴾ [الشعراء : ٦٥، ٦٦] ”اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے، سب کو بچا لیا۔ پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔“

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۱ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۴۲ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَ مَا يَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝۴۳

”ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کے سوا اور مددگار بنا رکھے ہیں مکڑی کی مثال جیسی ہے، جس نے ایک گھر بنایا، حالانکہ بے شک سب گھروں سے کمزور تو مکڑی کا گھر ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔ یقیناً اللہ جانتا ہے جسے وہ اس کے سوا

پکارتے ہیں کوئی بھی چیز ہو اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور یہ مثالیں ہیں جو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں اور انھیں صرف جاننے والے ہی سمجھتے ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی قباحت کو ایک مثال کے ذریعے واضح کیا کہ جو لوگ اللہ کے سوا غیروں کو اپنا یار و مددگار مانتے ہیں اور ان کے سامنے سر جھکاتے ہیں، ان کی مثال مکڑی اور اس کے جالے کی سی ہے۔ مکڑی اپنا جالا اپنے ارد گرد بُن کر سمجھتی ہے کہ اب وہ سردی گرمی اور ہر دشمن سے محفوظ ہے، لیکن وہ جالا کتنا کمزور ہوتا ہے اس کا علم سب کو ہے۔ یہی حال مشرکوں اور ان کے اولیاء کا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اصنام ان کے کام آئیں گے۔ حالانکہ ان کی عاجزی اور بے بضاعتی کا جو حال ہے وہ سب کو معلوم ہے کہ اگر ایک مکھی بھی ان بتوں پر بیٹھ جائے تو اسے بھگانے کی ان کے اندر سکت نہیں اور یہ بات اتنی واضح ہے کہ ادنیٰ عقل کا انسان بھی اسے سمجھتا ہے، لیکن شرک نے ان کی عقلوں پر پردہ ڈال دیا ہے اس لیے ان کی کچھ بھی سمجھ نہیں آتا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے دھمکی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ مشرکین اس کے سوا جن باطل معبودوں کی پرستش کرتے ہیں اسے ان معبودوں کا خوب علم ہے اور وہ غالب و حکیم ہے۔ ان مشرکانہ اعمال کا بدلہ انھیں ضرور دے گا۔ آخر میں فرمایا کہ اس طرح کی مثالوں سے مقصود یہ ہے کہ لوگ توحید و شرک کے مسائل کو اچھی طرح سمجھ لیں، لیکن اس کی توفیق بھی اللہ انھی کو دیتا ہے جو اللہ کی ذات و صفات کا راسخ علم رکھتے ہیں اور جو دلائل و براہین ان کی نگاہوں سے گزرتے ہیں ان میں غور و فکر کرتے ہیں۔

ع ۱۶ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾

”اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، بلاشبہ اس میں ایمان والوں کے لیے یقیناً بڑی نشانی ہے۔“

فرمایا کہ جس اللہ نے آسمان و زمین کو ایک خاص مقصد کی خاطر پیدا کیا ہے، یقیناً وہی قادرِ مطلق عبادت کے لائق ہے، لیکن اس حقیقت کا ادراک اہلِ ایمان ہی کر پاتے ہیں، کافروں کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے اور انھیں خالق کے بارے میں غور و فکر کی کہاں توفیق ہوتی ہے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۚۙ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ [آل عمران : ۱۹۰، ۱۹۱] ”بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔“

اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنَ الۡکِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ لَذِکۡرُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تَصۡنَعُوۡنَ ﴿۴۵﴾

''اس کی تلاوت کر جو کتاب میں سے تیری طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کر، بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور یقیناً اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور مومنوں کو قرآن کریم پڑھنے، اس میں غور وفکر کرنے اور لوگوں تک اس کا پیغام پہنچانے کا حکم دیا ہے اور آیت کے دوسرے حصہ میں نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اقامتِ صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ نماز ایسی ہو جس سے مقصود اللہ کی رضا ہو، ہر فرض نماز اس کے متعین وقت میں رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے مطابق، حضور قلب اور خشوع وخضوع کو اپناتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں ادا کی جائے۔ یہی وہ نماز ہے جو ادا کرنے والے کو برائیوں سے روکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول برحق ہے کہ نماز یقیناً برائیوں سے روکتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص نماز پڑھتا ہے اور برائیوں میں بھی ڈوبا رہتا ہے تو ہمیں یقین کر لینا چاہیے کہ اس کی نماز وہ نماز نہیں ہے جسے اس آیت میں فواحش ومنکرات سے روکنے والی نماز کہا گیا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری یاد ہر چیز سے بڑی ہے، کیونکہ درحقیقت اللہ کی یاد ہی بندوں کو برائیوں سے روکتی ہے اور نماز اس لیے برائیوں سے روکتی ہے کہ اس کے ذریعے سے اللہ کو یاد کیا جاتا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ وہ بندوں کے تمام اعمال سے خوب واقف ہے، کوئی بات اس سے مخفی نہیں، کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، اس لیے جو جیسے اعمال کرے گا اس کا ویسا ہی بدلہ اسے مل کر رہے گا۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ : یعنی باقاعدگی اور پابندی سے نماز پڑھنا انسان کو بے حیائی اور بری باتوں کے ترک کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بھلا بتاؤ، اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر نہر جاری ہو، جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا ہو، تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہے گا؟'' صحابہ نے عرض کی، نہیں، اس کے جسم پر کوئی میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ نے فرمایا: ''تو یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔'' [بخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب الصلوات الخمس كفارة ...... الخ : ٥٢٨۔ مسلم، كتاب المساجد، باب المشي إلى الصلوة تمحى به الخطايا : ٦٦٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک کا دورانیہ، ان تمام (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہے، جو اس دوران میں ہوئے ہوں گے، اگر کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا جائے۔''

[مسلم، كتاب الطهارة، باب الصلوة الخمس والجمعة إلى الجمعة ...... الخ : ۲۳۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا، اس نے کہا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب نماز اس کو چوری سے روک دے گی۔'' [مسند أحمد : ۲/ ٤٤٧، ح : ۹۷۹۲]

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ : یعنی یہ پہلے کام سے بھی بڑا کام ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی کے لیے قائم کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ سیدنا معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز میں دنیاوی باتیں کرنا درست نہیں، وہ تو تسبیح اور تکبیر اور قرآن مجید پڑھنا ہے۔'' [مسلم، كتاب المساجد، باب تحريم الكلام في الصلوة ...... الخ : ٥٣٧]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، کون سا کام اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا۔'' [بخاری، كتاب الصلوة، باب فضل الصلوة لوقتها : ٥٢٧۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال : ٨٥]

وَ لَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖۗ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۴۶

''اور اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو، مگر وہ لوگ جنھوں نے ان میں سے ظلم کیا اور کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور تمھاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا معبود اور تمھارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ آئندہ دعوتی زندگی میں جب آپ کا واسطہ اہل کتاب سے پڑے تو ان کے ساتھ بات کرتے وقت نرم اور شیریں اندازِ گفتگو اختیار کیجیے، تاکہ اسلام کی تعلیمات میں انھیں غور و فکر کا موقع ملے اور اللہ توفیق دے تو ایمان لے آئیں۔ لیکن ان میں سے جو بحث و مجادلہ میں افراط سے کام لیں اور ظلم کریں تو تمھیں بھی سخت لب و لہجہ اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ اس آیت کا حکم قیامت تک ان لوگوں کے لیے باقی رہے گا جو دینِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف معاندانہ رویہ اختیار کریں گے اور جزیہ دینے سے انکار کر دیں گے، ان کے ساتھ طاقت کی زبان میں بات کی جائے گی اور ان سے قتال کیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ اپنا معاندانہ رویہ چھوڑ کر جزیہ دینے پر مجبور ہو جائیں۔ پھر فرمایا کہ جب وہ اہل کتاب ایسی خبر دیں جس کے صدق و کذب کے بارے میں تمھیں علم نہ ہو تو تم ان کی تکذیب نہ کرنا، کیونکہ احتمال ہے کہ وہ بات سچ ہو اور نہ ان کی تصدیق کرنا، کیونکہ یہ احتمال بھی ہے کہ وہ باطل ہو، بلکہ انھیں مجمل سا جواب دے دو کہ ہم لوگ اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل

کی گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو تم پر نازل کی گئی تھیں اور وہ نزولِ قرآن کے ساتھ منسوخ ہو گئی ہیں، ہمارا اور تمھارا معبود ایک ہی ہے، ہم اسی کی اطاعت کرتے ہیں۔

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ : یعنی جو شخص یہ ارادہ کرے کہ اہل کتاب کو بھی دین میں بصیرت حاصل ہو تو وہ ان سے نہایت اچھے طریقے سے بحث و مجادلہ کرے، تاکہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴾ [النحل : ۱۲۵، ۱۲۶] ”اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا اور ان سے اس طریقے کے ساتھ بحث کر جو سب سے اچھا ہے۔ بے شک تیرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے گمراہ ہوا اور وہی ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔ اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمھیں تکلیف دی گئی ہے اور بلاشبہ اگر تم صبر کرو تو یقیناً وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔“

اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ : یعنی جو راہِ راست سے بھٹک جائیں، واضح دلیل سے اندھے ہو جائیں، عناد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کریں تو پھر ”مجادلہ“ کی بجائے ”مقاتلہ“ کیا جائے، تاکہ انھیں غلط عقائد و اعمال سے منع کیا جا سکے، ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [الحدید : ۲۵] ”بلاشبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو نازل کیا، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں، اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور لوگوں کے لیے بہت سے فائدے ہیں اور تاکہ اللہ جان لے کہ کون دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔“

وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ : یعنی جب وہ ایسی خبر دیں جس کے صدق و کذب کے بارے میں ہمیں علم نہ ہو تو ہم نہ اس کی تکذیب کریں گے، کیونکہ احتمال ہے کہ وہ بات سچ ہو اور نہ تصدیق کریں گے، کیونکہ یہ احتمال بھی ہے کہ وہ باطل ہو، ہمارا ایمان اس پر ایک شرط کے ساتھ معلق رہے کہ وہ بات واقعی اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہو اور اس میں کوئی تحریف یا تاویل نہ کی گئی ہو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴾ [الحج : ۶۸، ۶۹] ”اور اگر وہ تجھ سے جھگڑیں تو کہہ دے اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو تم کرتے ہو۔ اللہ قیامت کے دن تمھارے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ ثَانِيَ عِطْفِهٖ

﴿ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ لَهُ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَنُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴾ [الحج : ۸، ۹] ”اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر کسی علم کے اور بغیر کسی ہدایت کے اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے۔ اس حال میں کہ اپنا پہلو موڑنے والا ہے، تاکہ اللہ کے راستے سے گمراہ کرے، اس کے لیے دنیا میں ایک رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اسے آگ کا عذاب چکھائیں گے۔“

عبید اللہ بن عبد اللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، (اے مسلمانو!) تم اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں سوالات کیوں کرتے ہو؟ جبکہ تم پر تو اللہ کی طرف سے ابھی ابھی کتاب نازل ہوئی ہے، جو بالکل خالص ہے، جس میں باطل نہ خلط ملط ہوا اور نہ ہو سکے گا اور تمھیں اس نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کے دین کو بدل ڈالا اور اللہ کی کتاب میں تبدیلی کر دی ہے اور اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی کتاب کے متعلق کہا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تاکہ اس کے ذریعے سے دنیا کا حقیر فائدہ حاصل کریں۔ کیا تمھارے پاس (قرآن و حدیث کا) جو علم آیا ہے وہ تمھیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ تم ان سے (دینی) مسائل پوچھو؟ اللہ کی قسم! میں تو نہیں دیکھتا کہ اہل کتاب میں سے کوئی تم سے اس کے بارے میں پوچھتا ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ : لا تسئلوا أهل الكتاب عن شئ : ۷۳۶۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور ہمارے یعنی مسلمانوں کے سامنے عربی میں اس کا ترجمہ کیا کرتے تھے، تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نہ تم انھیں سچا کہو اور نہ جھوٹا، بلکہ تم یہ کہا کرو (جو اس آیت میں ہے): ﴿ اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ٤٦] ”ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور تمھاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا معبود اور تمھارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔“ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ : لا تسئلوا أهل الكتاب عن شئ : ۷۳۶۲]

حمید بن عبد الرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ مدینہ میں قریش کی ایک جماعت سے گفتگو فرما رہے تھے، انھوں نے کعب الاحبار کا ذکر کیا اور فرمایا کہ جتنے لوگ اہل کتاب سے احادیث نقل کرتے ہیں ان سب میں کعب احبار بہت سچے تھے، لیکن اس کے باوجود کبھی کبھی ان کی بات بھی جھوٹ نکلتی تھی۔ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ : لا تسألوا أهل الكتاب عن شيء : ۷۳٦۱]

یعنی سابقہ آسمانی تعلیمات میں اس قدر تحریف و تبدیلی کر دی گئی ہے کہ کوشش کے باوجود سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنا مشکل ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ

مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجۡحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الۡـكٰفِرُوۡنَ ﴿۴۷﴾

’’اور اسی طرح ہم نے تیری طرف یہ کتاب نازل کی، پھر وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی، اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان (مشرکین) میں سے بھی کچھ وہ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر جو کافر ہیں۔‘‘

نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ جس طرح ہم نے گزشتہ آسمانی کتابیں اس زمانے کے انبیاء پر نازل کی تھیں، اسی طرح اس قرآن کو آپ پر نازل کیا ہے، تو اہلِ کتاب اور عربوں میں سے بھی بہت سے لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے اور ہماری آیتوں کا انکار ان تمام گروہوں میں سے صرف وہی لوگ کریں گے جو ہٹ دھرمی کے ساتھ اپنے کفر پر جمے رہیں گے۔

وَمَا كُنۡتَ تَـتۡلُوۡا مِنۡ قَبۡلِهٖ مِنۡ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيۡنِكَ اِذًا لَّارۡتَابَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿۴۸﴾

’’اور تو اس سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتا تھا، اس وقت باطل والے لوگ ضرور شک کرتے۔‘‘

یعنی اے محمد (ﷺ)! اس قرآن کے لانے سے پہلے آپ نے اپنی قوم میں عمر کا ایک حصہ گزارا ہے اور آپ نہ پڑھ سکتے تھے اور نہ لکھ سکتے تھے اور آپ کی قوم کا ہر فرد اور دیگر لوگ بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ آپ اُمّی ہیں، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے، آپ نے اپنے دستِ مبارک سے کبھی ایک سطر، بلکہ ایک حرف بھی نہیں لکھا۔ اگر آپ لکھنا پڑھنا جانتے ہوتے تو آپ کی رسالت کے منکرین کو ایک بہانا مل جاتا اور کہتے کہ محمد (ﷺ) کو کوئی پرانی کتاب مل گئی ہے، جس میں سے وہ گزشتہ قوموں کے واقعات لکھ کر لوگوں کو سنا دیتا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ علم ہونے کے باوجود کہ آپ ﷺ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے، انھوں نے یہ کہہ بھی دیا: ﴿ وَ قَالُوۡۤا اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ اكۡتَتَبَهَا فَهِىَ تُمۡلٰى عَلَيۡهِ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا ۝ قُلۡ اَنۡزَلَهُ الَّذِىۡ يَعۡلَمُ السِّرَّ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴾ [الفرقان: ۵، ۶] ’’اور انھوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، جو اس نے لکھوالی ہیں، تو وہ پہلے اور پچھلے پہر اس پر پڑھی جاتی ہیں۔ تو کہہ اسے اس نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین میں سب پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

بَلۡ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِىۡ صُدُوۡرِ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ ؕ وَمَا يَجۡحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۴۹﴾

’’بلکہ یہ تو واضح آیات ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جنھیں علم دیا گیا ہے اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر جو ظالم ہیں۔‘‘

بَلۡ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِىۡ صُدُوۡرِ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ: یعنی یہ قرآن تو روشن اور واضح آیات پر مشتمل ہے، جو اس بات

کی دلیل ہے کہ قرآن میں جو حکم دیا گیا، جس بات سے منع کیا گیا اور جو خبر دی گئی ہے وہ سب حق اور سچ ہے۔ پھر اس قرآن کو علماء حفظ کر لیتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حفظ، تلاوت اور تفسیر کو بہت آسان کر دیا ہے، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا گیا اور اسی کے مطابق لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی (یعنی قرآن مجید) ہے (جو سب معجزوں سے بڑا معجزہ ہے) اسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کیا ہے، اس لیے مجھے امید ہے کہ قیامت والے دن میرے ماننے والے دیگر نبیوں کے ماننے والوں سے زیادہ ہوں گے۔“ [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ : بعثت بجوامع الكلم : ۷۲۷٤۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ : ۱۵۲]

سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یقیناً میں نے آپ کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ میں آپ کی آزمائش کروں اور آپ کے ذریعے سے (لوگوں کی بھی) آزمائش کروں اور میں نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جسے پانی دھو نہیں سکے گا اور آپ اسے سوتے جاگتے پڑھیں گے۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها و، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة و أهل النار : ۲۸٦۵]

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ : یعنی ظالم لوگ ہی اس کتاب کی تکذیب کرتے ہیں، اس کی شان کو کم کرتے ہیں اور حق کو جاننے کے باوجود اس سے کنارہ کشی کرتے ہیں، جیسا کہ اگلی آیت میں فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کی نازل کردہ صحیح آیتیں ہیں جو حفاظِ قرآن کے سینوں میں ہر دور میں محفوظ رہیں گی اور ان کا انکار حد سے تجاوز کرنے والے ہی کریں گے۔

وَ قَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾

”اور انھوں نے کہا اس پر اس کے رب کی طرف سے کسی قسم کی نشانیاں کیوں نہیں اتاری گئیں، کہہ دے نشانیاں تو سب اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو صرف ایک کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔“

مشرکین مکہ اپنے کفر و شرک پر اصرار کرتے ہوئے کہتے تھے کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دعویٔ نبوت میں صادق ہیں تو گزشتہ نبیوں کی طرح اس کے رب نے اسے بھی کچھ مادی نشانیاں کیوں نہیں دیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان کو جواب دیا کہ معجزات کا مالک تو اللہ ہے، وہ اپنی مرضی سے جب اور جسے چاہتا ہے دیتا ہے، کوئی دوسرا اس پر قادر نہیں ہے۔ میرا کام تو صرف لوگوں کے سامنے صراحت و وضاحت کے ساتھ اللہ کا دین بیان کر دینا ہے۔

اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ ع

’’اور کیا انھیں یہ کافی نہیں ہوا کہ بے شک ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی جو ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔ بے شک اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے بڑی رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کی ہٹ دھرمیوں کا مزید جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ قرآن جو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے اور آپ انھیں پڑھ کر سناتے ہیں، کیا یہ علمی معجزہ ان کے ایمان لانے کے لیے کافی نہیں ہے؟ یقیناً کافی ہے اور آپ نے انھیں بارہا قرآن کی زبانی چیلنج بھی کیا کہ اگر وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ قرآن کسی انسان کا کلام ہے تو اس جیسا کلام لا کر دکھلائیں، یا کم از کم اس جیسی ایک ہی سورت پیش کر دیں، لیکن وہ ایسا نہیں کر سکے اور وہ یہ کر بھی کیسے سکتے تھے، اللہ کے کلام جیسا کلام کہاں سے لاتے! آخر میں فرمایا کہ یہ قرآن تو پوری دنیائے انسانیت کے لیے رحمت ہے اور اہل ایمان کے لیے اس میں بہت سی نصیحتیں ہیں۔

قرآن مجید کی اس معجزانہ خصوصیت کا تذکرہ حدیث میں یوں آیا ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا گیا اور اسی کے مطابق لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی (یعنی قرآن مجید) ہے (جو سب معجزوں سے بڑا معجزہ ہے) اسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کیا ہے، اس لیے مجھے امید ہے کہ قیامت والے دن میرے ماننے والے دیگر نبیوں کے ماننے والوں سے زیادہ ہوں گے۔‘‘ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب قول النبی ﷺ: بعثت بجوامع الکلم : ۷۲۷۴۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ : ۱۵۲]

سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یقیناً میں نے آپ کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ میں آپ کی آزمائش کروں اور آپ کے ذریعے سے (لوگوں کی بھی) آزمائش کروں اور میں نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جسے پانی دھو نہیں سکے گا اور آپ اسے سوتے جاگتے پڑھیں گے۔‘‘ [مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا و ، باب الصفات التی یعرف بھا فی الدنیا أھل الجنۃ و أھل النار : ۲۸۶۵]

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾

’’کہہ دے اللہ میرے درمیان اور تمھارے درمیان گواہ کافی ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ لوگ جو باطل پر ایمان لائے اور انھوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔‘‘

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارِ مکہ سے کہا کہ میرے اور تمھارے درمیان میری نبوت اور قرآن کریم کی صداقت سے متعلق جو باتیں ہوئی ہیں، قرآن کی زبان میں میں نے جو دلیلیں پیش کی ہیں اور تم لوگوں نے ڈھٹائی کے ساتھ جو ان کا

انکار کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ ان سب باتوں پر گواہ ہے، اس لیے کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی بات بھی اس سے مخفی نہیں ہے، تو جو لوگ جھوٹے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں اور اللہ کی وحدانیت والوہیت کا انکار کرتے ہیں، انھیں سمجھ لینا چاہیے کہ دنیا و آخرت میں ان سے بڑھ کر گھاٹا اٹھانے والا کوئی نہیں ہے۔

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ لَوْ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَ لَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَ يَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

’’اور وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔ وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں، حالانکہ بے شک جہنم یقیناً کافروں کو گھیرنے والی ہے۔ جس دن عذاب انھیں ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا اور (اللہ) فرمائے گا چکھو جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔‘‘

کفارِ مکہ انتہائے کبر وعناد میں نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ جس عذاب کا تم بار بار ذکر کرتے ہو، وہ ہم پر نازل کیوں نہیں ہو جاتا؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ [الأنفال : ۳۲] ’’اور جب انھوں نے کہا اے اللہ! اگر صرف یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔‘‘ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ ان کے اعمال واقوال تو اس لائق ہیں کہ انھیں فوراً صفحۂ ہستی ہی سے مٹا دیا جائے، لیکن ہماری سنت ہے کہ ہم ہر قوم کو ایک خاص وقت تک مہلت دیتے ہیں، جب وہ مہلت ختم ہو جاتی ہے تو ہمارا عذاب آ جاتا ہے۔ آگے فرمایا کہ اے میرے نبی! یہ کفار کتنے حقیقت ناآشنا ہیں کہ عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں، حالانکہ وہ تو انتہائی قریب ہونے کی وجہ سے جیسے انھیں ہر جانب سے اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ جب وہ دن آ جائے گا اور عذاب جہنم انھیں اوپر اور نیچے سے ڈھانپ لے گا تب ان سے کہا جائے گا، جیسا تم نے کیا تھا ویسا بھرو اور اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۴۱] ’’ان کے لیے جہنم ہی کا بچھونا اور ان کے اوپر کے لحاف ہوں گے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴾

[الزمر : ۱٦] ”ان کے لیے ان کے اوپر سے آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی سائبان ہوں گے۔ یہ ہے وہ جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس تم مجھ سے ڈرو۔“ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ اَفَسِحْرٌ هٰذَاۤ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْۤا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الطور : ۱۳ تا ۱٦] ”جس دن انھیں جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا، سخت دھکیلا جانا۔ یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے، یا تم نہیں دیکھ رہے؟ اس میں داخل ہو جاؤ، پھر صبر کرو یا صبر نہ کرو، تم پر برابر ہے، تمھیں صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔“

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝

”اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! بے شک میری زمین وسیع ہے، سو تم میری ہی عبادت کرو۔“

اس آیت میں ایسی جگہ سے جہاں اللہ کی عبادت کرنا مشکل ہو اور دین پر قائم رہنا دوبھر ہو رہا ہو، ہجرت کرنے کا حکم ہے۔ جس طرح مسلمانوں نے پہلے مکہ سے حبشہ کی طرف اور بعد میں مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ آیت کا مفہوم یہی ہے کہ اگر کسی جگہ شریعت کے مطابق زندگی گزارنا ممکن نہ ہو تو وہاں سے ہجرت کرنا ضروری ہے۔ جو شخص استطاعت ہوتے ہوئے ہجرت نہیں کرتا تو وہ بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ظَالِمِيْۤ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْۤا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۝ فَاُولٰٓىِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء : ۹۷ تا ۱۰۰] ”بے شک وہ لوگ جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، کہتے ہیں تم کس کام میں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم اس سرزمین میں نہایت کمزور تھے۔ وہ کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔ مگر وہ نہایت کمزور مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ کوئی راستہ پاتے ہیں۔ تو یہ لوگ، اللہ قریب ہے کہ انھیں معاف کر دے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے۔ اور وہ شخص جو اللہ کے راستے میں ہجرت کرے، وہ زمین میں پناہ کی بہت سی جگہ اور بڑی وسعت پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے، پھر اسے موت پا لے تو بے شک اس کا اجر اللہ پر ثابت ہو گیا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾

''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے، پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

دنیا کی زندگی چند روزہ ہے، پھر سب کو موت آنی ہے، پھر قیامت کے دن سب کو اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہو کر حساب کتاب دینا ہے۔ لہٰذا اس چند روزہ زندگی کے لیے دنیا کے عارضی فائدے کی خاطر کسی خاص مقام پر رہائش اختیار کر کے شریعتِ الٰہیہ پر عمل نہ کر سکنا اور اپنی آخرت کو بگاڑ لینا عاقبت نا اندیشی ہے۔

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ہم انھیں ضرور ہی جنت کے اونچے گھروں میں جگہ دیں گے، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں، یہ ان عمل کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے۔ جنھوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے ان نیک بندوں کا مقام بتایا ہے جو اس کی خاطر اپنے گھر بار اور خویش و اقارب کو چھوڑ کر ہجرت کر جاتے ہیں اور ہر حال میں اسی پر بھروسا کرتے ہیں کہ اہلِ جنت کے مکانات بلند ہوں گے، جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ یہ نہریں پانی، شہد، شراب اور دودھ کی ہوں گی، وہاں ان کو نہ اپنے زوال کا خطرہ، نہ موت کا اندیشہ اور نہ کسی اور جگہ پھر جانے کا خوف ہوگا۔

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَ اِيَّاكُمْ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾

''اور کتنے ہی چلنے والے (جاندار) ہیں جو اپنا رزق نہیں اٹھاتے، اللہ انھیں رزق دیتا ہے اور تمھیں بھی اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں مہاجرین کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ وہ جہاں بھی ہوں گے، ان کے لیے مقدر روزی پہنچتی رہے گی۔ روزی کا تعلق زمین سے نہیں بلکہ اللہ سے ہے، وہ ہر جان دار کو روزی پہنچاتا ہے، چاہے وہ کمزور ہو کہ اپنی روزی اپنے ساتھ اٹھانے کے قابل نہ ہو، یا طاقت ور ہو کہ اپنی روزی اپنے ساتھ اٹھا سکتا ہو، اللہ تعالیٰ ہر ایک کو روزی پہنچاتا ہے، چاہے وہ دنیا کے جس گوشے میں بھی رہتا ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [هود : ٦] ''اور زمین میں کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ ایک واضح کتاب

میں درج ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴾ [الطلاق : ۲، ۳] ''اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے، بے شک اللہ اپنے کام کو پورا کرنے والا ہے، یقیناً اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کیا ہے۔''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم اللہ پر توکل کرو، جیسا کہ اللہ پر توکل کرنے کا حق ہے تو تمھیں اس طرح رزق ملے گا جس طرح پرندوں کو ملتا ہے، جو صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کے آتے ہیں۔'' [ترمذی، کتاب الزهد، باب فی التوکل علی الله : ۲۳۴۴]

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۶۱

''اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں بہکائے جا رہے ہیں۔''

مشرکین کی حالت کا اظہار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ آپ جب ان سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے اور آفتاب و مہتاب کو انسانوں کے فائدے کے لیے کس نے اپنا تابع فرمان بنا رکھا ہے؟ تو وہ فوراً کہیں گے کہ یہ سب کام اللہ کے ہیں، تو پھر اس اعتراف حقیقت کے باوجود وہ دوسروں کو اللہ کا شریک کیوں بناتے ہیں جو ان کے نفع ونقصان کی قدرت نہیں رکھتے؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بہت سے مقامات پر مقام الوہیت کو توحید ربوبیت کے اعتراف کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے اور مشرکین بھی توحید ربوبیت کا اقرار کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین تلبیہ اس طرح پڑھا کرتے تھے: « لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ .... اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ، تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ » ''اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس کے جسے تو نے اپنا شریک بنا لیا ہو، تو ہی اس کا مالک ہے اور اس کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب التلبیة و صفتها و وقتها : ۱۱۸۵]

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۶۲

''اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے اور اس کے لیے تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

یہ مشرکین کے اعتراض کا جواب ہے جو وہ مسلمانوں پر کرتے تھے کہ اگر تم حق پر ہو تو پھر غریب اور کمزور کیوں ہو؟ اللہ نے فرمایا کہ رزق کی کشادگی اور کمی اللہ کے اختیار میں ہے، وہ اپنی حکمت و مشیت کے مطابق جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے زیادہ دیتا ہے، اس کا تعلق اس کی رضا مندی یا غضب سے نہیں ہے اور چونکہ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے، اس لیے روزی میں کمی بیشی کی حکمتوں کو صرف وہی جانتا ہے۔

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ ع ۶

’’اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کر دیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے، کہہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے، بلکہ ان کے اکثر نہیں سمجھتے۔‘‘

نبی کریم ﷺ سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ جب مشرکین سے پوچھیں گے کہ آسمانوں سے بارش کا پانی کس نے بھیجا ہے اور کون اس کے ذریعے سے مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے؟ تو وہ فوراً جواب دیں گے کہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے ہیں، تو اے میرے نبی! آپ اپنے رب کا شکر ادا کیجیے کہ وہ اپنی ہٹ دھرمی اور شدت عناد کے باوجود اعترافِ حق پر اپنے آپ کو مجبور پا رہے ہیں اور خود اپنی زبان سے اپنے خلاف گواہی دے رہے ہیں کہ اللہ کی عبادت میں غیروں کو شریک کرنا ان کی جانب سے اللہ پر بہتان ہے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں، اسی لیے تو ان کے قول و عمل میں تضاد پایا جاتا ہے۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ ؕ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾

’’اور دنیا کی یہ زندگی نہیں ہے مگر ایک دل لگی اور کھیل، اور بے شک آخری گھر، یقیناً وہی اصل زندگی ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔‘‘

یعنی مشرکین جو کچھ کر رہے ہیں سراسر دھوکا ہی دھوکا ہے، یہ دنیا کی زندگی ایک دن ختم ہو جائے گی اور ان کی ساری مشرکانہ رسمیں کالعدم ہو جائیں گی، یہ ان سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکیں گے اور نہ اپنے شرکا سے کسی قسم کی مدد حاصل کر سکیں گے۔ ان کا لوٹنا اللہ کی طرف ہے نہ کہ اپنے شرکا کی طرف، تو پھر یہ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ جس کی طرف لوٹنا ہے اور جس کو حساب کتاب دینا ہے اسی کی عبادت کریں، اسی کی نذر و نیاز کریں اور اسی کو خوش کریں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر مشرکین اس بات کو سمجھ لیتے تو دنیا کی اس حقیر زندگی کو آخرت کی لازوال اور بے پایاں نعمتوں اور خوشیوں

پر ترجیح نہ دیتے۔ اس حوالے سے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ستر (۷۰) اہل صفہ کو دیکھا، ان میں سے کسی کے پاس (جسم کے اوپر کا حصہ چھپانے کے لیے) چادر نہیں تھی، فقط تہ بند ہوتا، یا رات کو اوڑھنے والی چادر ہوتی، جسے یہ لوگ اپنی گردن سے باندھ لیتے۔ وہ چادر بھی کسی کی نصف پنڈلی تک پہنچتی اور کسی کے ٹخنوں تک، پس وہ اسے اپنے ہاتھ سے اکٹھا کر کے رکھتے کہ کہیں ان کی شرم گاہ نہ کھل جائے۔" [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب نوم الرجال فی المسجد : ٤٤٢]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دنیا کے اس مال و اسباب کا ذکر کیا جو لوگوں کو (پہلے کے مقابلے میں زیادہ) حاصل ہو گیا تھا اور پھر فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سارا دن (بھوک کی وجہ سے) بے قرار رہتے، تب آپ کو ردی کھجور بھی میسر نہ ہوتی تھی کہ جس سے آپ اپنا پیٹ بھر لیتے۔ [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للکافر : ۲۹۷۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میرے گھر میں کوئی چیز ایسی نہیں تھی جو کوئی جان دار کھا سکے، سوائے ان تھوڑے سے جو کے جو طاق میں رکھے ہوئے تھے، چنانچہ میں ایک مدت دراز تک اسی میں سے (لے لے کر) کھاتی رہی، (بالآخر ایک دن) میں نے انھیں ناپا تو وہ جلدی ختم ہو گئے۔ [بخاری، کتاب فرض الخمس، باب نفقة نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاته : ۳۰۹۷۔ مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر : ۲۹۷۳]

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اللہ کی رضا کی تلاش کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تو ہمارا اجر اللہ پر ثابت ہو گیا۔ پھر ہم میں سے بعض وہ ہیں جو فوت ہو گئے اور انھوں نے اپنے اجر میں سے کوئی حصہ (مال غنیمت وغیرہ کی صورت میں) نہیں کھایا۔ ان میں سے ایک مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی ہیں، جو غزوۂ احد میں شہید ہو گئے۔ انھوں نے اپنے پیچھے صرف ایک چادر چھوڑی تھی، تو جب ہم اس کے ساتھ ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پیر ننگے ہو جاتے اور جب پیر ڈھانپتے تو ان کا سر کھل جاتا۔ چنانچہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پیروں پر اذخر گھاس ڈال دیں اور بعض ہم میں سے وہ ہیں کہ ان کے پھل پک گئے ہیں اور وہ انھیں چن رہے ہیں (یعنی ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں)۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب من قتل من المسلمین یوم أحد : ٤٠٨٢۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب فی کفن المیت : ٩٤٠]

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ ۚۙ وَ لِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾

"پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے

ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔ تاکہ جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس کی ناشکری کریں اور تاکہ فائدہ اٹھا لیں۔ سو عنقریب وہ جان لیں گے۔''

مشرکین کے قول و عمل میں تضاد اور تناقص کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ وہ جب کشتی میں سوار ہو کر سمندر میں سفر کرتے ہیں اور کشتی بھنور میں پھنس جاتی ہے اور بچنے کی کوئی امید نظر نہیں آتی، تو فطرت کے تقاضے کے مطابق وہ صرف ایک اللہ کو پکارنے لگتے ہیں اور اپنے بتوں کو یکسر بھول جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس وقت موت کے منہ سے انھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا اور جب اللہ تعالیٰ ان کے حال پر رحم کرتے ہوئے انھیں ڈوبنے سے بچا لیتا ہے، تو پھر اپنے بتوں کے گن گانے لگتے ہیں اور اللہ کے احسانات کی ناشکری کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنی اس مشرکانہ چال اور اس عظیم احسان فراموشی کا انجامِ بد عنقریب دیکھ لیں گے۔ مشرکین کے اس غلط رویے کے سلسلہ میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٦٧ تا ٦٩] ''اور جب تمھیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے سوا تم جنھیں پکارتے ہو گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بہت ناشکرا ہے۔ تو کیا تم بے خوف ہو گئے کہ وہ تمھیں خشکی کے کنارے دھنسا دے، یا تم پر کوئی پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے، پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ۔ یا تم بے خوف ہو گئے کہ وہ تمھیں دوسری بار اس میں پھر لے جائے، پھر تم پر توڑ دینے والی آندھی بھیج دے، پس تمھیں غرق کر دے، اس کی وجہ سے جو تم نے کفر کیا، پھر تم اپنے لیے ہمارے خلاف اس کے بارے میں کوئی پیچھا کرنے والا نہ پاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴾ [لقمان : ٣٢] ''اور جب انھیں سائبانوں جیسی کوئی موج ڈھانپ لیتی ہے تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ دین کو اس کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو ان میں سے کچھ ہی سیدھی راہ پر قائم رہنے والے ہیں، اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتا مگر ہر وہ شخص جو نہایت عہد توڑنے والا، بے حد ناشکرا ہو۔''

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (فتح مکہ کے موقع پر) سوائے چار مردوں اور دو عورتوں کے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے لیے امن کا اعلان کر دیا اور فرمایا: ''فلاں لوگ چاہے کعبہ کے پردوں کے ساتھ بھی چمٹے ہوئے ہوں تب بھی ان کو قتل کر دو۔'' وہ لوگ عبد اللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ، عکرمہ بن ابی جہل اور عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح تھے۔ ان میں سے عبد اللہ بن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا، اسے قتل کرنے کو سعید بن حریث اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما

دوڑے، تو سعید رضی اللہ عنہ جیت گئے، وہ جوان تھے، سو انھوں نے ابن خطل کو قتل کر دیا۔ مقیس بن صبابہ کو مجاہدین نے بازار میں دیکھ لیا تو اسے وہیں قتل کر دیا۔ ابو جہل کا بیٹا عکرمہ بھاگ نکلا، وہ بحر احمر کے کنارے ایک کشتی پر سوار ہو کر علاقہ بدر ہونے لگا۔ کشتی جب سمندر میں گئی تو طوفان میں پھنس گئی، کشتی میں سوار لوگ کہنے لگے، اب صرف ایک اللہ کو پکارو، کیونکہ اس طوفان میں تمھارے مشکل کشا تمھارے کسی کام نہیں آ سکتے۔ یہ سن کر عکرمہ کہنے لگا، اگر سمندر میں ایک اللہ کے سوا کوئی دوسرا کشتی پار نہیں لگا سکتا تو اللہ کی قسم! زمین پر بھی اس اللہ کے سوا کوئی میری بگڑی نہیں بنا سکتا۔ اے اللہ! میں تجھ سے پختہ عہد کرتا ہوں کہ اگر اس طوفان سے تو مجھے سلامت نکال لے تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو جاؤں گا اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا، مجھے یقین ہے کہ میں انھیں درگزر کرنے والا اور کریم و شفیق پاؤں گا۔ کشتی بہ سلامت کنارے لگ گئی، عکرمہ واپس پلٹا اور اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاں چھپ گیا، پھر جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے لوگوں کو قبول اسلام کی بیعت کے لیے بلایا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اسے بھی لے آئے اور اس کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا کر دیا اور عرض کی، اے اللہ کے رسول! عبداللہ سے بھی بیعت لے لیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھایا اور عبداللہ کی طرف دیکھا، بیعت نہیں لی، پھر سر اٹھایا مگر اب بھی بیعت نہیں لی، تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا، اس کے بعد آپ نے بیعت لے لی، اس کے بعد (جب عبداللہ چلا گیا تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا: ”تم میں ایک بھی سمجھ دار آدمی نہ تھا جو آگے بڑھتا، جب دیکھا کہ میں نے اس کی بیعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے، تو اسے قتل کر دیتا؟“ صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہمیں معلوم نہ تھا کہ آپ کے دل میں کیا ہے؟ آپ ہمیں آنکھوں سے اشارہ کر دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کسی نبی کے شایان شان نہیں کہ اس کی آنکھ خائن ہو۔“ [نسائي، كتاب المحاربة، باب الحكم في المرتد : ٤٠٧٢۔ أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب قتل الأسير ولا يعرض عليه الإسلام : ٢٦٨٣۔ مستدرك حاكم : ٤٥/٣، ح : ٤٣٦٠۔ مسند أبي يعلى : ٣٢١/١، ٣٢٢، ح : ٧٥٣۔ مصنف ابن أبي شيبة : ٤٠٥/٧، ح : ٦٩٠٢]

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾

”اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے ایک حرم امن والا بنا دیا ہے، جب کہ لوگ ان کے گرد سے اچک لیے جاتے ہیں، تو کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں؟“

اللہ تعالیٰ اس احسان کا تذکرہ فرما رہا ہے جو اہلِ مکہ پر اس نے کیا کہ ہم نے مکہ معظمہ اور اس کے ارد گرد کے کچھ علاقے کو حرم بنا دیا ہے، جہاں وہ دیگر قبائل عرب کے مقابلہ میں بہت کم ہونے کے باوجود پُرسکون زندگی گزار رہے ہیں، ان کے خلاف قتل و غارت گری کا کوئی سوچتا بھی نہیں، جبکہ ان کے ارد گرد رہنے والے قبائل ایک دوسرے پر شب

خون مارتے ہیں، قتل کرتے ہیں، مال و اسباب لوٹ لیتے ہیں اور بہتوں کو قیدی بنا لیتے ہیں۔ وہ کب تک اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کی ناشکری اور بتوں کی پرستش کرتے رہیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے حرم کے امن و امان کی بنیاد پر کفارِ مکہ کو کئی جگہ اسلام کی دعوت دی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیْفِ ۝ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۝ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴾ [القریش : ۱ تا ٤] ”قریش کے دل میں محبت ڈالنے کی وجہ سے۔ ان کے دل میں سردی اور گرمی کے سفر کی محبت ڈالنے کی وجہ سے۔ تو ان پر لازم ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔ وہ جس نے انھیں بھوک سے (بچا کر) کھانا دیا اور خوف سے (بچا کر) امن دیا۔“ اور فرمایا: ﴿ اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجْبٰۤی اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ [القصص : ٥٧] ”اور کیا ہم نے انھیں ایک با امن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہر چیز کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں، ہماری طرف سے روزی کے لیے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَ لَهٗ كُلُّ شَیْءٍ ۫ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ وَ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴾ [النمل : ۹۱، ۹۲] ”مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت دی اور اسی کے لیے ہر چیز ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں۔ اور یہ کہ میں قرآن پڑھوں، پھر جو سیدھے راستے پر آ جائے تو وہ اپنے ہی لیے راستے پر آتا ہے اور جو گمراہ ہو تو کہہ دے کہ میں تو بس ڈرانے والوں میں سے ہوں۔“

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْكٰفِرِیْنَ ۝۶۸

”اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا حق کو جھٹلا دے جب وہ اس کے پاس آئے۔ کیا ان کافروں کے لیے جہنم میں کوئی رہنے کی جگہ نہیں ہے؟“

یعنی اس شخص سے بڑھ کر کسی کو سخت عذاب نہیں ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی نازل کی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف کوئی وحی نازل نہ کی ہو، یا جو یہ کہے کہ میں بھی اس طرح کی وحی نازل کر سکتا ہوں جس طرح کی وحی اللہ نے نازل کی ہے، اسی طرح وہ شخص بھی اس عذاب کا مستحق ہے جو حق بات آ جانے کے بعد اس کی تکذیب کرے، ان میں سے پہلا شخص بہتان باندھنے والا اور دوسرا تکذیب کرنے والا ہے۔ ایسے لوگ اللہ کے نزدیک کافر ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۶۹﴾ ع

’’اور وہ لوگ جنھوں نے ہمارے بارے میں پوری کوشش کی ہم ضرور ہی انھیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بلاشبہ اللہ یقیناً نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔‘‘

جولوگ اللہ کی خاطر دین کے دشمنوں سے جہاد کرتے ہیں، انھیں خوش خبری دی گئی ہے کہ اللہ انھیں اعمال صالحہ کی توفیق دیتا ہے، تاکہ ان کے ذریعے سے اس کی قربت حاصل کریں، دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص صراط مستقیم سے بھٹک کر کہیں دور جا پڑا ہے اسے صراط مستقیم پر واپس آنے کے لیے جدو جہد کرنا ہوگی۔ اس جدو جہد کے دوران میں اسے ایسے ذرائع، وسائل اور راستے تلاش کرنا ہوں گے جن کے ذریعے سے وہ صراط مستقیم پر پہنچ جائے اور جب وہ خلوص کے ساتھ کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے وہ وسائل اور راستے سمجھا دے گا جن کے ذریعے سے وہ صراط مستقیم پر پہنچ سکے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ كَثِیْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ ؕ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۙ﴿۱۵﴾ یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ یَهْدِیْهِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾ [المائدۃ : ۱۵، ۱۶] ’’اے اہل کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمھارے لیے ان میں سے بہت سی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے، جو تم کتاب میں سے چھپایا کرتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔ بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔ جس کے ساتھ اللہ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیچھے چلیں، سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے اور انھیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انھیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔‘‘

سورة الروم مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ ؕ وَ يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۵﴾

’’الٓمّٓ۔ رومی مغلوب ہو گئے۔ سب سے قریب زمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آئیں گے۔ چند سالوں میں، سب کام اللہ ہی کے اختیار میں ہے، پہلے بھی اور بعد میں بھی اور اس دن مومن خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے، وہ مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین کو یہ بات پسند تھی کہ فارس کے لوگ رومیوں پر غالب آ جائیں، اس لیے کہ مشرکین اور فارس کے لوگ دونوں بت پرست تھے اور مسلمانوں کو پسند تھا کہ روم کے لوگ فارسیوں پر غالب ہوں، اس لیے کہ رومی اہل کتاب تھے۔ تو اس کا ذکر انھوں نے ابو بکر سے کیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپ نے فرمایا: ’’وہ (یعنی رومی) عنقریب پھر غالب ہو جائیں گے۔‘‘ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا ذکر مشرکین سے کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے اور اپنے درمیان کوئی مدت ٹھہرا لو، اگر اس مدت میں ہم (یعنی فارسی) غالب ہوئے تو ہم کو اتنا اتنا دینا اور اگر تم (یعنی رومی) غالب ہوئے تو ہم اتنا اتنا تمھیں دیں گے۔ الغرض پانچ برس مدت ٹھہری اور ہوا یہ کہ اس مدت میں روم کے لوگ غالب نہ ہوئے، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ’’تم نے (اس طرح مدت) کیوں نہ ٹھہرائی کہ دس (سال) سے کم مدت میں ایسا ہو جائے گا۔‘‘ تو اس کے بعد رومی

غالب آ گئے۔[ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ الروم : ۳۱۹۳]

سیدنا نیار بن مکرم الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب سورۂ روم نازل ہوئی تو فارس کے لوگ روم کے لوگوں پر غالب تھے اور مسلمان فارس کے لوگوں پر رومیوں کا غلبہ چاہتے تھے، اس لیے کہ رومی اور مسلمان دونوں اہل کتاب تھے۔ اسی چیز کا ذکر ان آیات میں بھی ہے: ﴿ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الروم : ۴، ۵] ''اور اس دن مومن خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے، وہ مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔'' لیکن قریش کے لوگ فارس کا غلبہ چاہتے تھے، اس لیے کہ فارس کے لوگ اور وہ دونوں اہل کتاب نہیں تھے اور نہ قیامت پر ایمان رکھتے تھے۔ الغرض جب یہ آیات نازل ہوئیں تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ کے اطراف واکناف میں ان کی بلند آواز سے تلاوت کرتے تھے: ﴿ الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ﴾ [الروم : ۱ تا ۴] ''الٓمّٓ۔ رومی مغلوب ہو گئے۔ سب سے قریب زمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آئیں گے۔ چند سالوں میں۔'' تو قریش کے کچھ لوگوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارے اور تمھارے درمیان شرط ہے، تمھارے دوست کہتے ہیں کہ روم کے لوگ فارس کے لوگوں پر چند سالوں میں غالب آ جائیں گے تو کیا ہم تم سے اس بات پر شرط نہ لگا لیں؟ انھوں نے کہا، کیوں نہیں اور یہ شرط حرام ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ الغرض! ابو بکر رضی اللہ عنہ اور مشرکوں نے شرط لگا لی اور دونوں نے اپنی شرط کا مال کہیں رکھوا دیا۔ مشرکوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم ''بِضْعِ'' کو تین سال سے نو سال تک کی مدت میں سے کتنے سال تجویز کرتے ہو؟ تو ان دونوں کی درمیانی مدت ٹھہرا لو۔ الغرض! ان لوگوں نے آپس میں چھ سال کی مدت مقرر کر لی۔ پھر ہوا یہ کہ روم کے غالب ہونے سے پہلے چھ سال گزر گئے اور مشرکوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رکھوایا ہوا مال لے لیا۔ پھر جب ساتواں سال شروع ہوا تو روم کے لوگ فارس پر غالب آ گئے۔ اب مسلمانوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا، تم نے چھ سال کیوں مقرر کیے، اس لیے کہ اللہ نے تو ﴿ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ﴾ فرمایا ہے (یعنی رومی تین سے لے کر نو سال کے عرصہ میں غالب آئیں گے)، تو اس موقع پر بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔[ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ الروم: ۳۱۹۴]

وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝

''اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ وہ دنیا کی زندگی میں سے

ظاہر کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے، وہی غافل ہیں۔ اور کیا انھوں نے اپنے دلوں میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اسے پیدا نہیں کیا مگر حق اور ایک مقرر وقت کے ساتھ اور بے شک بہت سے لوگ یقیناً اپنے رب سے ملنے ہی کے منکر ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے تمام افعال اور فیصلے اس کے نزدیک معلوم حکمت و مصلحت کے مطابق انجام پاتے ہیں، لیکن اکثر و بیشتر لوگ اپنی جہالت و نادانی اور کائنات میں غور وفکر کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے اس حکمت و مصلحت کو سمجھ ہی نہیں پاتے، جبکہ دنیاوی مفادات کو سمجھنے اور انھیں حاصل کرنے میں بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ انھیں جب کوئی مادی فائدہ نظر آتا ہے تو کبھی نہیں چوکتے، لیکن فکرِ آخرت سے یکسر غافل ہوتے ہیں۔ انھیں یہ سوچنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی کہ قیامت بھی آئے گی اور اس دنیا میں انسان کو اس لیے بھیجا گیا ہے تاکہ اخروی زندگی کی کامیابی کے لیے کوشش کرے اور آخرت سے ان کی اس غفلت کا سبب بعث بعد الموت پر عدم ایمان ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ اپنی ذات میں کیوں نہیں غور کرتے کہ جس خالق و مالک نے انھیں پہلی بار پیدا کیا اور پھر ایک محدود زندگی کے بعد انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا، کیا وہ انھیں دوبارہ پیدا کر کے ان کی دنیا کی زندگی کے اعمال کا حساب لینے پر قادر نہیں ہوگا؟ اسی حقیقت کی مزید تاکید کے طور پر آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو معلوم مقصد کی خاطر پیدا کیا ہے اور ان کی بقا کی مدت محدود ہے، جب وہ مدت پوری ہو جائے گی تو یہ ساری چیزیں فنا ہو جائیں گی اور تمام جن وانس کو میدانِ محشر میں اللہ کے سامنے جمع ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا، لیکن ان میں سے اکثر و بیشتر اس حقیقت کے منکر ہیں۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۹ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۰ ع

''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔ وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے اور انھوں نے زمین کو پھاڑا اور اسے آباد کیا اس سے زیادہ جو انھوں نے اسے آباد کیا ہے اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔ پھر ان لوگوں کا انجام جنھوں نے برائی کی بہت برا ہی ہوا، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق اڑایا

کرتے تھے۔“

بعث بعد الموت کے منکرین سے کہا جا رہا ہے کہ وہ ان گزشتہ قوموں کے علاقوں میں جا کر عبرت کیوں نہیں حاصل کرتے، جنھیں اللہ نے ان کے کفر و سرکشی اور انکار آخرت کی وجہ سے ہلاک کر دیا تھا۔ وہ لوگ بڑے طاقتور تھے، انھوں نے زمین کو پھاڑ کر اس سے خوب فائدہ اٹھایا تھا، اس میں کاشت کی، اس سے قسم قسم کے معادن نکالے، بڑی بڑی عمارتیں بنائیں۔ مختلف قسم کی چیزیں ایجاد کیں اور دنیاوی زندگی سے خوب مستفید ہوئے، یہاں تک کہ اپنی شہوتوں کے غلام بن گئے۔ اپنے خالق کو یکسر بھول گئے اور آخرت ان کی آنکھوں سے اوجھل ہوگئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر رحم کرتے ہوئے ان کی ہدایت کے لیے رسولوں کو معجزات اور کھلی نشانیاں دے کر بھیجا، لیکن انھوں نے رسولوں کی تکذیب کی اور اپنے کفر و سرکشی پر جمے رہے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ ان کا یہ انجام بد ان کے برے اعمال کا نتیجہ تھا، انھوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا تھا، اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا۔ یہ سلوک ان کے ساتھ دنیا میں ہوا، آخرت میں ان کا انجام بدترین ہوگا کہ جہنم میں گھسیٹ کر ڈال دیے جائیں گے۔ اس لیے کہ دنیا میں وہ لوگ اللہ کی آیات کی تکذیب کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۱۰] ”اور ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیں گے، جیسے وہ اس پر پہلی بار ایمان نہیں لائے اور انھیں چھوڑ دیں گے، اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ﴾ [الصف : ۵] ”پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔“

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱

”اللہ خلق کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ بنائے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

یعنی وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام مخلوقات کا رب ہے، اسی نے انسان کو پہلی بار پیدا کیا ہے، وہ موت دینے کے بعد دوبارہ انھیں زندہ کرنے پر قادر ہے اور وہی انھیں دوبارہ زندہ کر کے حساب و جزا کے لیے جمع کرے گا۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۱۲ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآىِٕهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآىِٕهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝۱۳

”اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم ناامید ہو جائیں گے۔ اور ان کے لیے ان کے شریکوں میں سے کوئی سفارش کرنے والے نہیں ہوں گے اور وہ اپنے شریکوں سے منکر ہو جائیں گے۔“

جو لوگ دنیا میں اللہ، اس کے رسول اور اس کے دین کے سلسلے میں جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں، جب میدانِ محشر میں سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، تو اللہ کی رحمت سے یکسر ناامید ہو جائیں گے اور ایسے مبہوت ہو جائیں گے کہ ان کی زبانیں گنگ ہو جائیں گی اور جن معبودانِ باطلہ کی دنیا میں پرستش کرتے رہے تھے اور سمجھتے تھے کہ وہ اللہ کے نزدیک ان کے سفارشی بنیں گے وہ اس دن ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔ اس لیے ان کی ناامیدی اور بڑھ جائے گی اور اسی ہجوم یاس و نومیدی میں ان جھوٹے معبودوں کا انکار کریں گے، لیکن اس انکار کا انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ لِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

''اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن وہ الگ الگ ہو جائیں گے۔ پھر جو لوگ تو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے سو وہ عالی شان باغ میں خوش و خرم رکھے جائیں گے۔ اور رہ گئے وہ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو وہ عذاب میں حاضر رکھے جائیں گے۔''

مرحلۂ حساب سے گزرنے کے بعد مومن و کافر الگ الگ ہو جائیں گے۔ مومنوں کو جنت میں بھیج دیا جائے گا اور کافروں کو جہنم کے سپرد کر دیا جائے گا، پھر وہ کبھی جمع نہیں ہوں گے۔ اسی کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا کی زندگی میں ایمان لائے ہوں گے اور اعمال صالحہ کیے ہوں گے وہ جنت کے باغات میں شاداں و فرحاں ہوں گے اور جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہوگی اور اللہ کی آیتوں اور یوم آخرت کو جھٹلایا ہوگا انھیں ایسے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا جو نہ ہلکا ہوگا اور نہ کبھی ختم ہوگا۔ الغرض قیامت کے دن صالح مومن اور کافر ایک جگہ نہیں ہوں گے۔ مومن کے رہنے کی جگہ جنت ہوگی اور کافر کا ٹھکانا دوزخ ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴾ [الشوریٰ : ۷] ''اور اسی طرح ہم نے تیری طرف عربی قرآن وحی کیا، تاکہ تو بستیوں کے مرکز (مکہ) کو ڈرائے اور ان لوگوں کو بھی جو اس کے ارد گرد ہیں اور تو اکٹھا کرنے کے دن سے ڈرائے جس میں کوئی شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی آگ میں۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل فرمائے گا کہ فرشتے سفارش کر چکے، انبیاء بھی سفارش کر چکے اور مومن بھی سفارش کر چکے، اب ارحم الراحمین کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا، چنانچہ اللہ تعالیٰ

ایک مٹھی بھر کر جہنم سے ایسے لوگوں کو نکالیں گے جنھوں نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی ہوگی۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب معرفة طريق الرؤية : ۱۸۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں اور اہل جہنم کو جہنم میں داخل فرمائیں گے تو موت کو سینہ سے پکڑ کر لایا جائے گا اور ایک ایسی دیوار پر کھڑا کر دیا جائے گا جو اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان واقع ہوگی، پھر پکارا جائے گا، اے جنت والو! وہ گھبرائے ہوئے متوجہ ہوں گے۔ پھر پکارا جائے گا، اے جہنم والو! وہ خوشی سے متوجہ ہوں گے، وہ شفاعت کی امید کر رہے ہوں گے۔ پھر اہل جنت اور اہل جہنم سے پوچھا جائے گا، کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ دونوں فریق جواب دیں گے، ہاں! ہم اسے خوب پہچانتے ہیں، یہ موت ہے جسے (دنیا میں) ہم پر مسلط کیا گیا تھا۔ چنانچہ اسے (سب کے سامنے) دیوار پر لٹا دیا جائے گا، جو جنت اور جہنم کے درمیان ہوگی اور ذبح کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اعلان کیا جائے گا، اے جنت والو! تم ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو گے، اب موت نہیں ہے اور اے جہنم والو! تم ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہو گے، اب موت نہیں ہے۔“ [ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی خلود أهل الجنة و أهل النار : ۲۵۵۷]

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِيًّا وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

”پس اللہ کی تسبیح ہے، جب تم شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے ہو۔ اور اسی کے لیے سب تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور پچھلے پہر اور جب تم ظہر کے وقت میں داخل ہوتے ہو۔“

ان آیات کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ صبح و شام، دوپہر اور سہ پہر کے وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرنی چاہیے۔ یہ چار اوقات چار نمازوں کے اوقات بھی ہیں، یعنی مغرب، فجر، عصر اور ظہر۔ ان نمازوں کے ادا کرنے سے آیات زیر تفسیر میں اشارتاً جو احکام پائے جاتے ہیں ان کی تعمیل ہو جاتی ہے۔

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ ع ۵/۲

”وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔“

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ بے جان سے جان دار کو، جان دار سے بے جان کو اور زمین سے نباتات کو نکالتا ہے اسی طرح قیامت کے دن تمام انسانوں کو زمین سے نکالے گا۔ جن لوگوں کی سمجھ میں دوبارہ زندہ ہونا نہیں آتا انھیں ان

مثالوں پر غور کرنا چاہیے۔ جو اللہ یہ کام کر سکتا ہے وہ مردوں کو بھی دوبارہ پیدا کر سکتا ہے، وہی تمھیں تمھاری قبروں سے دوبارہ نکالنے پر یقیناً قادر ہے۔

یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ وَ كَذٰلِكَ تُخۡرَجُوۡنَ : جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الۡاَرۡضُ الۡمَیۡتَةُ ۚۖ اَحۡیَیۡنٰهَا وَ اَخۡرَجۡنَا مِنۡهَا حَبًّا فَمِنۡهُ یَاۡكُلُوۡنَ ۝ وَ جَعَلۡنَا فِیۡهَا جَنّٰتٍ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّ اَعۡنَابٍ وَّ فَجَّرۡنَا فِیۡهَا مِنَ الۡعُیُوۡنِ ﴾ [یٰس : ۳۳، ۳٤] ''اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے غلہ نکالا تو وہ اسی میں سے کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے کئی باغ بنائے اور ان میں کئی چشمے پھاڑ نکالے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ تَرَى الۡاَرۡضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡهَا الۡمَآءَ اهۡتَزَّتۡ وَ رَبَتۡ وَ اَنۡۢبَتَتۡ مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍۭ بَهِیۡجٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَقُّ وَ اَنَّهٗ یُحۡیِ الۡمَوۡتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۝ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیۡبَ فِیۡهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ یَبۡعَثُ مَنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ ﴾ [الحج : ٥ تا ٧] ''اور تو زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے اور ہر خوبصورت قسم میں سے اگاتی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور (اس لیے) کہ بے شک وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور (اس لیے) کہ بے شک وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور (اس لیے) کہ بے شک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور (اس لیے) کہ یقیناً اللہ ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔''

سیدنا ابو رزین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ مردوں کو کیسے زندہ کرے گا اور اس کی مخلوق میں اس بات کی کیا نشانی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تو کبھی ایسی وادی سے گزرا ہے جو قحط سالی کی وجہ سے بنجر بنا دی گئی ہو؟'' میں نے کہا کہ کیوں نہیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر (دوبارہ) تو اسی وادی سے گزرا ہو کہ وہ سرسبز لہلہا رہی ہو؟'' میں نے کہا کہ کیوں نہیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا اور یہی اس کی مخلوق میں اس کی نشانی ہے۔'' [مستدرك حاكم : ٤/ ٥٦٠، ح : ٨٦٨٢]

وَ مِنۡ اٰیٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ تَنۡتَشِرُوۡنَ ۝

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھیں حقیر مٹی سے پیدا کیا، پھر اچانک تم بشر ہو، جو پھیل رہے ہو۔''

انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر اس کے قادر ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے، یعنی آدم سے یا نطفہ سے جس کی اصل مٹی ہوتی ہے اور بظاہر مٹی اور انسان کی ذات و صفات کے درمیان کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی ہے۔ پھر وہ محض اللہ کی قدرت سے ناطق و متحرک انسان بن کر زمین میں پھیل گیا، اپنے وجود سے کرۂ ارضی کو بھر دیا، قلعے بنائے، شہروں کو آباد کیا، خشکی اور تری کے راستے طے کیے، مال و دولت کے حصول کے لیے قریہ قریہ، بستی بستی چھان ماری اور مختلف علوم و فنون ایجاد کیے۔ یہ ساری صلاحیتیں اور قدرتیں مٹی کے بنے جسم میں کس نے ودیعت

کیں؟ اس کا جواب یقیناً اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اللہ کی ذات ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

’’اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھی سے بیویاں پیدا کیں، تا کہ تم ان کی طرف (جا کر) آرام پاؤ اور اس نے تمھارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھ دی، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور کرتے ہیں۔‘‘

انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے اسی کی جنس سے اس کی بیوی کو پیدا کیا، تا کہ وہ اس کے قرب و اتصال سے سکون و راحت حاصل کرے۔ اس لیے کہ مجانست محبت و مؤانست کا باعث ہوتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی کا کرشمہ ہے کہ جن دو مرد و عورت میں کبھی ملاقات نہیں ہوئی ہوتی، کوئی رشتہ داری نہیں ہوتی، ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت موجزن ہو جاتی ہے اور رحمت و ہمدردی کے سوتے پھوٹ پڑتے ہیں اور وہ ایک دوسرے پر جان نثار کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ سب محض اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دو محبت کرنے والوں کے لیے نکاح جیسی (یعنی نکاح سے بہتر) کوئی چیز نہیں دیکھی گئی۔‘‘ [ابن ماجه، كتاب النكاح، باب ما جاء في فضل النكاح : ۱۸۴۷]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا کیا ہے، جسے اس نے تمام زمین سے جمع فرمایا تھا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کی اولاد اس مٹی کے لحاظ سے ہوئی ہے، کئی سرخ ہیں اور کئی سفید، کئی سیاہ ہیں اور کئی ان کے بین بین، کئی نرم خو ہیں اور کئی سخت طبیعت، کئی بری طبیعت کے مالک ہوتے ہیں اور کئی اچھی اور عمدہ طبیعت والے۔‘‘ [أبو داؤد، كتاب السنة، باب في القدر : ۴۶۹۳۔ ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة البقرة : ۲۹۵۵]

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾

’’اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا اور تمھاری زبانوں اور تمھارے رنگوں کا الگ الگ ہونا ہے۔ بے شک اس میں جاننے والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔‘‘

اس کے قادر مطلق اور وحدہ لا شریک لہ ہونے کی یہ بھی دلیل ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو اور ان میں پائی

جانے والی تمام عجیب و غریب مخلوقات کو پیدا کیا ہے، اس نے انسانوں کو ہزاروں قسم کی بولیاں اور زبانیں سکھائیں اور ہر زبان کو دوسری زبان سے ممیّز کیا کہ کبھی ایک زبان دوسری کے ساتھ خلط ملط نہیں ہوتی۔ اس کے قادر مطلق ہونے کی یہ بھی دلیل ہے کہ تمام بنی نوع انسان کی اصل ایک ہی ہونے کے باوجود قوموں کے رنگ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور ہر فرد اپنے چہرے مہرے میں دوسرے سے الگ ہوتا ہے۔ کوئی دو فرد و بشر بھی بالکل ایک جیسے نہیں ہوتے۔ یہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے کی اور اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ ذات برحق انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾

’’اور اس کی نشانیوں میں سے تمھارا دن اور رات میں سونا اور تمھارا اس کے فضل سے (حصہ) تلاش کرنا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے بعث بعد الموت پر قادر ہونے کی یہ بھی دلیل ہے کہ لوگ رات میں یا دن کے وقت آرام کرنے کے لیے سو جاتے ہیں اور پھر اٹھ بیٹھتے ہیں، تاکہ حصول رزق کے لیے کوشش کریں، آدمی کا سو جانا موت ہی کی ایک قسم ہے اور پھر اللہ کی قدرت و مشیت سے جاگ جانا موت کے بعد زندہ ہونے کے مترادف ہے۔ یقیناً اس میں غور و فکر کرنے والوں اور حق کی آواز پر کان دھرنے والوں کے لیے کئی نشانیاں ہیں، جو انھیں آخرت اور جزا و سزا پر ایمان لانے کی دعوت دیتی ہیں۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾

’’اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمھیں خوف اور طمع کے لیے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی اتارتا ہے، پھر زمین کو اس کے ساتھ اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔‘‘

اللہ کے بعث بعد الموت پر قادر ہونے کی یہ بھی نشانی ہے کہ جب اس کی قدرت و مشیت سے فضا میں بجلی چمکتی ہے تو زمین پر رہنے والے انسان ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ بجلی اپنے اندر کوئی ’’صاعقہ‘‘ نہ چھپائے ہوئے ہو جو گر کر ہمیں ہلاک کر دے اور امید بھی لگائے ہوتے ہیں کہ شاید یہ بارانِ رحمت کا پیش خیمہ ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم و کرم

کرتے ہوئے بارش بھیج دیتا ہے، تو مردہ زمین میں جان آ جاتی ہے، پودے لہلہا اٹھتے ہیں اور کھیتیاں آباد ہو جاتی ہیں۔
یہ ساری باتیں عقل وخرد والوں کو دعوتِ فکر ونظر دیتی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ [آل عمران : ۱۹۰، ۱۹۱] ”بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔“

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا : گویا بجلی واقعی ایسی چیز ہے جس سے ڈرا جائے۔ بجلی جب گرتی ہے تو جس چیز پر گرتی ہے اسے تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ بعض اوقات بجلی سے آنکھوں کی بینائی بھی زائل ہو جاتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴾ [النور : ۴۳] ”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ بادل کو چلاتا ہے، پھر اسے آپس میں ملاتا ہے، پھر اسے تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے اور وہ آسمان سے ان پہاڑوں میں سے جو اس میں ہیں، کچھ اولے اتارتا ہے، پھر انھیں جس کے پاس چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے اور انھیں جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو لے جائے۔“

وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝۲۵

”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمھیں زمین سے ایک ہی دفعہ پکارے گا تو اچانک تم نکل آؤ گے۔“

اللہ تعالیٰ کی قدرتِ مطلقہ کی یہ بھی دلیل ہے کہ اس نے جب سے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے، بغیر کسی ظاہری سہارے کے اللہ کے حکم سے دونوں اپنی اپنی جگہ قائم ہیں۔ قیامت تک نہ آسمان گر سکتا ہے اور نہ زمین نیچے جا سکتی ہے۔ پھر جب اللہ کے حکم سے اسرافیل صور پھونکیں گے تو تمام انسان بغیر کسی توقف کے پوری تیزی کے ساتھ اپنی قبروں اور زمین کے گوشے گوشے سے نکل کر میدانِ محشر کی طرف دوڑ پڑیں گے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴾ [فاطر : ٤١] ''بے شک اللہ ہی آسمانوں کو اور زمین کو تھامے رکھتا ہے، اس سے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹیں اور یقیناً اگر وہ ہٹ جائیں تو اس کے بعد کوئی ان دونوں کو نہیں تھامے گا، بے شک وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے۔''

ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۙ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾ [القمر : ٦ تا ٨] ''سو ان سے منہ پھیر لے۔ جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے یہ بڑا مشکل دن ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴾ [طٰہٰ : ١٠٨] ''اس دن وہ پکارنے والے کے پیچھے چلے آئیں گے، جس کے لیے کوئی کجی نہ ہوگی اور سب آوازیں رحمان کے لیے پست ہو جائیں گی، سو تو ایک نہایت آہستہ آواز کے سوا کچھ نہیں سنے گا۔''

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر صور میں پھونکا جائے گا اور جو جو اس کی آواز سنے گا وہ اپنی گردن ایک طرف جھکا دے گا اور دوسری طرف سے اونچی کر دے گا (یعنی گر پڑے گا) سب سے پہلے صور کی آواز وہ شخص سنے گا جو اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہوگا، وہ بے ہوش ہو جائے گا اور پھر دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا، جو شبنم کا کام دے گی اور اس سے لوگوں کے بدن تیار ہو جائیں گے، پھر دوسری بار صور میں پھونکا جائے گا تو لوگ فوراً اٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔'' [مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعة، باب فی خروج الدجال و مکثه فی الأرض ...... الخ : ٢٩٤٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا، جس سے لوگوں کے جسم اس طرح (زمین سے) اگ پڑیں گے جس طرح سبزی اگتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعة، باب ما بین النفختین : ٢٩٥٥]

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝۲۶ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۭ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲۷ ع

''اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اسی کا ہے، سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔ اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے،

پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوقات پائی جاتی ہیں سب اس کی مملوک ہیں، اسی نے انھیں پیدا کیا ہے اور وہی ان کا مالک ہے، وہ جس طرح چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے۔ سب کی گردنیں اس کے حکم کے لیے جھکی ہوتی ہیں اور سب اس کے لیے اپنی بندگی کے معترف ہیں۔ وہ جس کو چاہتا ہے بغیر کسی سابقہ نمونے کے لفظ ”کن“ کے ذریعے سے پیدا کرتا ہے اور اس کا وقت مقرر آ جانے کے بعد اسے دنیا سے اٹھا لے گا اور پھر قیامت کے دن اسے دوبارہ زندہ کرے گا۔ یہ کام اس کے لیے بہت ہی آسان ہے، کیونکہ دوبارہ پیدا کرنا پہلی بار سے آسان ہوتا ہے اور یہ بات انسانی عقل و فہم کو مد نظر رکھتے ہوئے کہی جا رہی ہے، ورنہ اللہ کی قدرت میں کوئی چیز کسی دوسری چیز سے زیادہ آسان نہیں ہے۔ اس کے کلمہ ”کن“ کے ذریعے سے ہر چیز بلا تاخیر وجود میں آ جاتی ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ و ارفع صفت و تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، کوئی مخلوق اپنی کسی صفت میں اس کی مانند نہیں ہو سکتی۔

<u>وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ</u> : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے ابن آدم جھٹلاتا ہے، حالانکہ اسے یہ نہیں چاہیے تھا اور وہ مجھے گالی دیتا ہے اور یہ بھی اسے لائق نہ تھا۔ اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ جس طرح اللہ نے مجھے پہلی بار پیدا کیا اس طرح وہ دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟ حالانکہ میرے لیے دوبارہ پیدا کرنا اس کے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل نہیں اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ کی اولاد ہے، حالانکہ میں احد اور صمد ہوں، میری نہ کوئی اولاد ہے، نہ ماں باپ اور نہ میرا کوئی ہمسر ہے۔“ [بخاري، كتاب التفسير، بابٌ : ٤٩٧٤]

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾

”اس نے تمھارے لیے خود تمھی میں سے ایک مثال بیان کی ہے، کیا تمھارے لیے ان (غلاموں) میں سے جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ ہیں، کوئی بھی اس رزق میں شریک ہیں جو ہم نے تمھیں دیا ہے کہ تم اس میں برابر ہو، ان سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح تم اپنے آپ سے ڈرتے ہو۔ اسی طرح ہم ان لوگوں کے لیے کھول کر آیات بیان کرتے

ہیں جو سمجھتے ہیں۔ بلکہ وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا وہ جانے بغیر اپنی خواہشوں کے پیچھے چل پڑے، پھر اسے کون راہ پر لائے جسے اللہ نے گمراہ کر دیا ہو اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی تردید کے لیے انسانوں کے حالات زندگی سے ماخوذ ایک مثال پیش کی ہے کہ جب تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تمھارے غلام اور نوکر چاکر، جو تمھارے ہی جیسے انسان ہیں، وہ تمھارے مال و دولت میں شریک اور تمھارے برابر ہو جائیں، تو پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ کے بندے، چاہے وہ فرشتے ہوں، پیغمبر ہوں، اولیاء و صلحاء ہوں، یا شجر و حجر کے بنائے ہوئے معبود، وہ اللہ کے ساتھ شریک ہو جائیں، جب کہ وہ بھی اللہ کے غلام اور اس کی مخلوق ہیں؟ یعنی جس طرح پہلی بات نہیں ہو سکتی، دوسری بھی نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ عقل و ہوش والوں کے لیے اپنی وحدانیت کے دلائل یونہی کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ وہ ان میں غور کر کے شرک سے تائب ہوں اور صرف ایک اللہ کی عبادت کریں۔ ان تمام کھلی نشانیوں کے باوجود جو لوگ ایمان نہیں لاتے تو اس کی وجہ اپنی خواہشات کی اتباع ہے اور جسے اللہ اس کے کرتوتوں کی وجہ سے گمراہ کر دے اسے کون ہدایت دے سکتا ہے اور اس سے اللہ کے عذاب کو کون ٹال سکتا ہے؟

هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ :

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین تلبیہ اس طرح پڑھا کرتے تھے: « لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ إِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ، تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ » "اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس کے جسے تو نے اپنا شریک بنا لیا ہو، تو ہی اس کا مالک ہے اور اس کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔" [مسلم، کتاب الحج، باب التلبیة و صفتها و وقتها : ۱۱۸۵]

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴾ [الزخرف : ۲۰] "اور انھوں نے کہا اگر رحمان چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔ انھیں اس کے بارے میں کچھ علم نہیں، وہ تو صرف اٹکلیں دوڑا رہے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ مَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴾ [یونس : ٦٦] "سن لو! بے شک اللہ ہی کے لیے ہے جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور جو لوگ اللہ کے غیر کو پکارتے ہیں وہ کسی بھی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں کر رہے۔ وہ پیروی نہیں کرتے مگر گمان کی اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔"

فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ : یعنی کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انھیں بچا سکے اور کوئی

نہیں جو اس کی گرفت سے انھیں چھڑا سکے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے ملیں گے تو آزر کے چہرے پر گرد و غبار اور سیاہی ہوگی۔ ابراہیم علیہ السلام اس سے فرمائیں گے، کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کریں؟ وہ کہے گا، آج میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے، یا رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جس دن لوگ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے، اس دن تو مجھے رسوا نہیں کرے گا، تو اس سے بڑھ کر رسوائی کیا ہوگی کہ میرا باپ رحمت سے دور (جہنم میں جا رہا) ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے۔ پھر فرمایا جائے گا، ابراہیم! آپ کے قدموں میں کیا ہے؟ وہ دیکھیں گے تو نجاست میں لتھڑا ہوا ایک بجو نظر آئے گا جسے ٹانگوں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿ واتخذ الله إبراهيم خليلاً ﴾ : ٣٣٥٠]

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾

''پس تو ایک طرف کا ہو کر اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا رکھ، اللہ کی اس فطرت کے مطابق، جس پر اس نے سب لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدائش کو کسی طرح بدلنا (جائز) نہیں، یہی سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

یعنی جب اتنے سارے دلائل و براہین کے ذریعے سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق و مالک اور قادر مطلق ہے اور اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں، تو اے میرے نبی! اور اے مسلمانو! تم سب تمام باطل ادیان سے رخ موڑ کر پورے طور پر دین اسلام پر قائم ہو جاؤ جس کی بنیاد توحید اور عمل صالح پر ہے اور جو اللہ کا وہ دین فطرت ہے جس پر اس نے تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو عقیدۂ توحید اور دین اسلام پر پیدا کرتا ہے، لیکن خارجی عوارض و موانع کے سبب بہت سے لوگ اس امر فطری سے برگشتہ ہو جاتے ہیں اور کفر و شرک کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا : ''حَنِيفًا'' سے مراد یہ ہے کہ چہرے کا رخ صرف دینِ اسلام کی طرف رہے۔ دین کے معاملہ میں اسلام کے علاوہ کسی اور ضابطہ یا کسی دوسرے کے وضع کردہ قوانین کی طرف ہرگز توجہ نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں کہ دینِ اسلام کے علاوہ اس کے بندے کسی ضابطہ، دستور یا قانون پر عمل کریں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ﴾ [آل عمران : ١٩] ''بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾ [آل عمران : ٨٥] ''اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں

سے ہوگا۔‘‘ اللہ تعالیٰ کو صرف دین اسلام پسند ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدة : ٣] ’’آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔‘‘ صرف دین اسلام ہی صراط مستقیم ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ۬ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [الأنعام : ١٦١] ’’کہہ دے بے شک مجھے تو میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر دی ہے، جو مضبوط دین ہے، ابراہیم کی ملت، جو ایک ہی طرف کا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔‘‘

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دس خصلتیں فطرت میں سے ہیں: ① مونچھیں کاٹنا۔ ② داڑھی کو چھوڑ دینا۔ ③ مسواک کرنا۔ ④ وضو کرتے وقت ناک میں پانی ڈالنا۔ ⑤ ناخن کاٹنا۔ ⑥ انگلیوں کے جوڑوں کا دھونا۔ ⑦ بغل کے بال نوچنا۔ ⑧ زیر ناف بال مونڈنا۔ ⑨ استنجا کرنا۔‘‘ راوی مصعب بن شیبہ کہتا ہے کہ دسویں چیز مجھے بھول گئی ہے، شاید کہ وہ کلی کرنا تھی۔ [مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة : ٢٦١]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہر بچہ فطرت (یعنی اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے، کیا تم نے ان میں سے کوئی کان یا ناک کٹا ہوا کوئی بچہ دیکھا ہے؟‘‘ اس کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم چاہو تو (تصدیق کے لیے) یہ آیت پڑھ لو: ﴿ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ﴾ [الروم : ٣٠] ’’اللہ کی اس فطرت کے مطابق، جس پر اس نے سب لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدائش کو کسی طرح بدلنا (جائز) نہیں، یہی سیدھا دین ہے۔‘‘ [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ لا تبديل لخلق الله ﴾ ...... الخ : ٤٧٧٥۔ مسلم، كتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة ...... الخ : ٢٦٥٨]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کی اولاد کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا کیا تو وہ خوب جانتا تھا کہ وہ کیا اعمال کرنے والے ہیں۔‘‘ [بخاری، كتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين : ١٣٨٣۔ مسلم، كتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة ...... الخ : ٢٦٦٠]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پہلے میں کہتا تھا کہ مسلمانوں کی اولاد مسلمانوں کے ساتھ اور مشرکوں کی اولاد مشرکوں کے ساتھ ہے، پھر فلاں شخص نے فلاں آدمی کے واسطے سے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (مشرکوں) کے بچوں کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے اس چیز کو جو وہ (بعد ازاں)

کرتے۔'' چنانچہ میں اس آدمی سے ملا اور اس نے مجھے یہ حدیث بیان کی تو میں نے اپنی بات کو چھوڑ دیا۔[مسند أحمد: ۷۳/۵، ح: ۲۰۷۲٤]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''پھر ہم ایک ایسے باغ میں آئے جو ہرا بھرا تھا، اس میں موسم بہار کے سب پھول تھے، اس باغ کے درمیان ایک بہت لمبا شخص کھڑا تھا، اتنا لمبا کہ میرے لیے اس کا سر دیکھنا دشوار تھا کہ وہ آسمان سے باتیں کرتا تھا اور اس کے ارگرد بہت سے بچے تھے کہ اتنے میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے...... تو ان دونوں (فرشتوں) نے کہا کہ وہ لمبا شخص جو باغ میں نظر آیا تھا وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے گرد جو بچے ہیں تو وہ تمام بچے ہیں جو (بچپن ہی میں) فطرت پر مر گئے۔'' اس پر بعض مسلمانوں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کیا مشرکین کے بچے بھی ان میں داخل ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! مشرکین کے بچے بھی (ان میں داخل ہیں)۔'' [بخاری، کتاب التعبیر، باب تعبیر الرؤیا بعد صلاۃ الصبح : ۷۰٤۷]

سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا: ''سنو! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جو اس نے مجھے آج سکھایا ہے اور اس سے تم ناواقف ہو، وہ میں تمھیں سکھا دوں۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ) جو مال میں نے اپنے بندوں کو دیا ہے، وہ ان کے لیے حلال ہے (یعنی جو شریعت میں حرام نہیں ہے وہ حلال ہے) اور میں نے اپنے سب بندوں کو یک طرفہ و خالص دین پر پیدا کیا ہے، پھر ان کے پاس شیطان آئے اور انھوں نے انھیں ان کے دین سے گمراہ کیا اور جو چیزیں میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں وہ ان پر حرام کیں اور انھیں حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شرک کریں، جس کی اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین والوں پر نگاہ ڈالی اور سوائے چند اہل کتاب کے لوگوں کے عرب و عجم سب کو ناپسند فرمایا، وہ فرماتا ہے، (اے محمد!) میں نے تجھے اس لیے بھیجا ہے، تاکہ میں تیری آزمائش کروں اور تیرے ساتھ (تیری امت کی) آزمائش کروں۔ میں نے تجھ پر ایک کتاب اتاری ہے، جسے پانی نہیں دھو سکتا، تم سوتے اور جاگتے اس کی قراءت کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں قریش کو جلا دوں (یعنی قتل کر دوں)، تو میں نے کہا، اے میرے رب! (اگر میں نے ایسا کیا تو) وہ میرا سر کچل دیں گے اور روٹی کی طرح اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا، انھیں نکال دے جیسے انھوں نے تجھے نکالا، تو ان کے خلاف جہاد کر، ہم تیری مدد کریں گے اور تو خرچ کر، عنقریب تیرے امور پر خرچ کیا جائے گا اور تو (جہاد کے لیے) لشکر بھیج تو ہم اس جیسے پانچ لشکر بھیجیں گے اور جو لوگ تیری اطاعت کرتے ہیں، انھیں ساتھ ملا کر ان لوگوں سے لڑ جو تیری نافرمانی کرتے ہیں۔'' [مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا : ۲۸٦۵]

مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ

وَ كَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾

''اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور شرک کرنے والوں سے نہ ہو جاؤ۔ ان لوگوں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی گروہ ہو گئے، ہر گروہ اسی پر جو ان کے پاس ہے، خوش ہیں۔''

مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ دین اسلام پر ان کی ثابت قدمی پورے اخلاص کے ساتھ ہو اور وہ ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع کریں، اس سے مغفرت طلب کرتے رہیں، اس سے ڈرتے رہیں اور اپنی نمازوں کی حفاظت کریں اور کسی حال میں بھی مشرکین میں سے نہ بنیں، جنھوں نے دین فطرت (دین اسلام) کو چھوڑ کر سیکڑوں باطل ادیان و مذاہب ایجاد کر لیے اور مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔ ہر گروہ یہ سوچ کر خوشی میں مگن رہنے لگا کہ اس کا دین سچا ہے، حالانکہ دین اسلام کے علاوہ کوئی بھی دین صحیح نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۹] ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر لیا اور کئی گروہ بن گئے، تو کسی چیز میں بھی ان سے نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔''

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ : سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کفر و شرک اور (مسلمان) بندے کے درمیان فرق نماز کا چھوڑ دینا ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان إطلاق اسم الکفر علی من ترك الصلوۃ : ۸۲]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے اور کافروں کے درمیان عہد نماز ہے، جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے کفر کیا۔'' [ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی ترك الصلوۃ : ۲٦۲۱]

عبد اللہ بن شقیق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نماز کے علاوہ اعمال میں سے کسی چیز کو چھوڑنا کفر نہیں سمجھتے تھے۔ [ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی ترك الصلوۃ : ۲٦۲۲]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب ﴿ فإن تابوا و أقاموا الصلوۃ وآتوا الزکوۃ فخلوا سبیلھم ﴾ : ۲۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس ...... الخ : ۲۲]

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ﴾ [آل عمران : ۱۰۳] ''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔'' اور فرمایا:

﴿ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ وَأُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾ [آل عمران: ۱۰۵] ''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام آ چکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً ۞ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهٖ ۗ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴾ [البقرة : ۲۱۳] ''لوگ ایک ہی امت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے، اور ان کے ہمراہ حق کے ساتھ کتاب اتاری، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اس میں اختلاف انھی لوگوں نے کیا جنھیں وہ دی گئی تھی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکیں، آپس کی ضد کی وجہ سے، پھر جو لوگ ایمان لائے اللہ نے انھیں اپنے حکم سے حق میں سے اس بات کی ہدایت دی جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴾ [یونس : ۱۹] ''اور نہیں تھے لوگ مگر ایک ہی امت، پھر وہ جدا جدا ہو گئے اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے طے ہو چکی تو ان کے درمیان اس بات کے بارے میں ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَإِنَّ هٰذِهٖٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ۞ فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۗ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴾ [المؤمنون: ۵۲، ۵۳] ''اور بے شک یہ تمھاری امت ہے، جو ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، سو مجھ سے ڈرو۔ پھر وہ اپنے معاملے میں آپس میں کئی گروہ ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ہر گروہ کے لوگ اسی پر خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهٖ ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۳] ''اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انبیاء علاتی بھائیوں (جو ایک باپ اور مختلف ماؤں کی اولاد ہوں) کی طرح ہیں کہ ان کی مائیں (یعنی شریعتیں) مختلف ہیں اور دین ایک ہے۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿ واذكر في الكتب مريم إذ انتبذت من أهلها ﴾ : ۳۴۴۳۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب فضائل عيسى عليه السلام : ۱۴۵/۲۳۶۵]

وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

’’اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے وہ اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتے ہیں، پھر جب وہ انھیں اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتا ہے تو اچانک ان میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتے ہیں۔ تاکہ جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہے اس کی ناشکری کریں، سو فائدہ اٹھا لو کہ جلد ہی جان لو گے۔‘‘

کفار مکہ اور دیگر اہل شرک کے سلوک و کردار میں عجیب تضاد پایا جاتا ہے کہ جب انھیں کوئی بیماری، کوئی پریشانی یا قحط سالی لاحق ہوتی ہے تو فوراً اللہ کے حضور رو رو کر دعائیں کرتے ہیں اور اپنے تمام باطل معبودوں کو بھول جاتے ہیں، اور جب اللہ ان کے حال پر رحم کرتے ہوئے تکلیف کو دور کر دیتا ہے، تو ان میں یک لخت حیرت انگیز تبدیلی رونما ہو جاتی ہے، وہ اللہ کو چھوڑ کر اپنے بتوں کو پکارنے لگتے ہیں، اللہ کے تمام احسانات و انعامات کو یکسر بھول جاتے ہیں اور اس کی ناشکری کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں دھمکی دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے خوب مزے اڑا لو، تمھیں اپنی ناشکری اور شرکیہ اعمال کا انجام قیامت کے دن معلوم ہو جائے گا کہ جب تم ننگے بدن اور ننگے پاؤں اللہ کے سامنے جواب دینے کے لیے کھڑے ہوں گے اور اس کے مقابلے میں تمھارا کوئی یار و مددگار نہیں ہوگا۔

وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ :

ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴾ [النحل : ۵۳، ۵۴] ’’اور تمھارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے، پھر جب تمھیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی طرف تم گڑگڑاتے ہو۔ پھر جب وہ تم سے اس تکلیف کو دور کر دیتا ہے تو اچانک تم میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک بنانے لگتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴾ [الزمر : ۸] ’’اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے، اس حال میں کہ اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے۔ پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس (مصیبت) کو بھول جاتا ہے، جس کی جانب وہ اس سے پہلے پکارا کرتا تھا اور اللہ کے لیے کئی شریک بنا لیتا ہے، تاکہ اس کے راستے سے گمراہ کر دے۔ کہہ دے اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے، یقیناً تو آگ والوں میں سے ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۶۵] ’’پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں،

پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔“

اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾

”یا ہم نے ان پر کوئی دلیل نازل کی ہے کہ وہ بول کر وہ چیزیں بتاتی ہے جنھیں وہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا کرتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ نے شرک کے جواز میں کوئی حکم نازل نہیں فرمایا، کفار بے دلیل ہی شرک کر رہے ہیں اور اسے جائز سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا کہ اپنے شرک کے جواز میں کوئی دلیل پیش کرو، لیکن وہ دلیل پیش کرنے سے عاجز رہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ٤] ”کہہ دے کیا تم نے دیکھا جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ لاؤ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب، یا علم کی کوئی نقل شدہ بات، اگر تم سچے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [يوسف : ٤٠] ”تم اس کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر چند ناموں کی، جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کے بارے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت مت کرو، یہی سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

وَ اِذَاۤ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾

”اور جب ہم لوگوں کو کوئی رحمت چکھاتے ہیں وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انھیں کوئی برائی پہنچتی ہے، اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو اچانک وہ ناامید ہو جاتے ہیں۔“

بالعموم بنی نوع انسان کا حال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اسے صحت و روزی اور دیگر نعمتوں سے نوازتا ہے، تو لوگوں کے سامنے فخر کرنے لگتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے اسے اپنی عقل و دانش کا نتیجہ بتانے لگتا ہے، لیکن جب اس کے کرتوتوں کی پاداش کی وجہ سے اس پر کوئی مصیبت آ پڑتی ہے، تو اللہ کی رحمت سے یک دم ناامید ہو جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴾ [الشورىٰ : ٤٨] ”اور بے شک ہم، جب ہم انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتے ہیں وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے

اور اگر انھیں اس کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی ہے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو بے شک انسان بہت ناشکرا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾ [الشوریٰ : ۳۰] ''اور جو بھی تمھیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سی چیزوں سے درگزر کر جاتا ہے۔''

اہل ایمان عام لوگوں سے مختلف ہوتے ہیں، انھیں جب پریشانی لاحق ہوتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور جب اللہ کی کوئی نعمت ملتی ہے تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، جیسا کہ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے، اس کا ہر کام اس کے لیے خیر (کا باعث) ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں، (وہ اس طرح) کہ اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے۔'' [مسلم، كتاب الزهد، باب المؤمن أمرہٗ كله خير : ۲۹۹۹]

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

''اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔''

رزق کا کشادہ کرنا یا تنگ کر دینا یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی میں یہ قدرت نہیں کہ کسی کے رزق میں فراخی کر دے، یا کسی کے رزق میں تنگی کر دے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی توحید کی زبردست نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی داتا نہیں اور نہ کسی کے پاس رزق کے خزانے ہیں کہ وہ ان میں سے کسی کو کچھ دے سکے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [الشوریٰ : ۱۲] ''اسی کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں ہیں، وہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ ! لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ » ''اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، یا اللہ! تیری عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور تیری روکی ہوئی چیز کوئی عطا کرنے والا نہیں اور کسی صاحب حیثیت کو اس کی حیثیت تیرے ہاں کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔'' [بخاري، كتاب الأذان، باب الذكر بعد الصلوة : ۸۴۴۔ مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلوة : ۵۹۳]

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾

’’پس قرابت والے کو اس کا حق دے اور مسکین کو اور مسافر کو۔ یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ کا چہرہ چاہتے ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔‘‘

جب وسائل رزق تمام تر اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں اور وہ جس پر چاہے اس کے دروازے کھول دیتا ہے تو اصحاب ثروت کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال میں سے وہ حق ادا کرتے رہیں جو ان کے مال میں ان کے مستحق رشتہ داروں، مساکین اور مسافروں کا رکھا گیا ہے۔ رشتہ دار کا حق اس لیے مقدم کیا کہ اس کی فضیلت زیادہ ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کر دی جائے اور اس کی عمر دراز کر دی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔‘‘ [بخاري، كتاب الأدب، باب من بسط له في الرزق لصلة الرحم : ۵۹۸۶۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها : ۲۵۵۷]

سیدنا سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مسکین پر صدقہ کرنے کا تو ایک ثواب ہے، یعنی صرف صدقے کا، جب کہ رشتہ دار پر صدقہ کرنے کا دوہرا ثواب ہے، صدقے کا بھی اور صلہ رحمی کا بھی۔‘‘ [ترمذی، كتاب الزكاة، باب ما جاء في الصدقة على ذي القرابة : ۶۵۸]

وَ مَاۤ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ مَاۤ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾

’’اور جو کوئی سودی قرض تم اس لیے دیتے ہو کہ لوگوں کے اموال میں بڑھ جائے تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا اور جو کچھ تم زکوٰۃ سے دیتے ہو، اللہ کے چہرے کا ارادہ کرتے ہو، تو وہی لوگ کئی گنا بڑھانے والے ہیں۔‘‘

وَمَاۤ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ : یعنی سود سے بظاہر اضافہ معلوم ہوتا ہے، لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس کی نحوست بالآخر دنیا و آخرت میں تباہی کا باعث ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور متعدد صحابہ و تابعین نے اس آیت میں ’’رِبًا‘‘ سے مراد سود (بیاج) نہیں بلکہ وہ ہدیہ اور تحفہ لیا ہے جو کوئی غریب آدمی کسی مال دار کو یا رعایا کا کوئی فرد بادشاہ یا حکمران کو اور ایک خادم اپنے مخدوم کو اس نیت سے دیتا ہے کہ وہ اس کے بدلے میں مجھے اس سے زیادہ دے گا۔ اسے ’’رِبًا‘‘ سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ دیتے وقت اس میں اضافے کی نیت ہوتی ہے۔ یہ اگرچہ مباح ہے، تاہم اللہ کے ہاں اس پر اجر نہیں ملے گا۔ ﴿ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ اس سے اسی اخروی اجر کی نفی ہے۔ اس سے نیوتا کی رقم اور سلامی کا عدم جواز بھی ثابت ہوتا ہے جو شادی بیاہ کے موقع پر رشتے دار ایک دوسرے کو دیتے ہیں، اس

کی ابتدا شاید تعاون کے جذبے ہی سے ہوئی لیکن اب یہ قرض کی صورت اختیار کر گئی ہے جس کی ادائیگی ضروری سمجھی جاتی ہے اور عام طور پر اسے اضافے کے ساتھ ہی لوٹایا جاتا ہے، یوں اس میں سود کی آمیزش بھی ہو جاتی ہے، اس لیے اس رواج اور طریقے کو بھی شرعاً ختم کرنا ضروری ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سود زیادہ بھی ہو تو اس کا انجام بالآخر قلت ہی ہے۔'' [مسند أحمد : ۳۹۵/۱، ح : ۳۷۵۳۔ ابن ماجه، كتاب التجارات، باب التغليظ في الربا : ۲۲۷۹۔ مستدرك حاكم : ۳۷/۲، ح : ۲۲٦۲]

سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیچنے والا اور خریدنے والا (سودا قائم رکھنے یا ختم کرنے کا) اس وقت تک اختیار رکھتے ہیں، جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں۔ اگر وہ سچ بولیں اور (سودے کی حقیقت کو) واضح کریں تو دونوں کو ان کے سودے میں برکت دی جاتی ہے اور اگر وہ (کوئی عیب وغیرہ) چھپا لیں (اور ایک دوسرے کو دھوکا دینے کی کوشش کریں) اور جھوٹ بولیں تو ان کے سودے کی برکت مٹ جاتی ہے۔'' [بخاری، كتاب البيوع، باب إذا كان البائع بالخيار : ۲۱۱٤۔ مسلم، كتاب البيوع، باب الصدق في البيع والبيان : ۱۵۳۲]

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ : یعنی جو مال اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے دیا جاتا ہے وہ اللہ کے ہاں کئی گنا ہو جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ۲٦۱] ''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [البقرة : ۲٦۵] ''اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے دلوں کو ثابت رکھتے ہوئے خرچ کرتے ہیں، اس باغ کی مثال جیسی ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو، جس پر ایک زوردار بارش برسے تو وہ اپنا پھل دو گنا دے، پس اگر اس پر زور کی بارش نہ برسے تو کچھ شبنم۔ اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو اسے خوب دیکھنے والا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ حلال کمائی ہی کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھر صدقہ دینے والے کے لیے اس کو پالتا ہے، جیسے تم میں سے کوئی اپنا بچھیرا پالتا ہے، یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔'' [بخاری، كتاب الزكوة، باب الصدقة من كسب طيب ...... الخ : ۱٤۱۰۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب و تربيتها : ۱۰۱٤]

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع

''اللہ وہ ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر تمھیں رزق دیا، پھر تمھیں موت دے گا، پھر تمھیں زندہ کرے گا، کیا تمھارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کرے؟ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے مشرک بندوں کو مخاطب کر کے زجر و توبیخ کے طور پر فرمایا کہ اللہ ہی نے تمھیں پیدا کیا ہے، تمھیں روزی دی ہے، وہی تمھیں ایک عمر مقرر گزار لینے کے بعد موت دے گا اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرے گا۔ تمھارے باطل معبودوں میں سے کوئی بھی ان باتوں کی قدرت نہیں رکھتا ہے، تو پھر تم ایک اللہ کے بجائے ان بتوں کی کیوں پرستش کرتے ہو؟ اللہ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے اور اس سے بہت ہی بالا و برتر ہے کہ جھوٹے معبود اس کے ساجھی بنائے جائیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ : یعنی اللہ ہی خالق ہے، دوسرا کوئی خالق نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾ [الزخرف : ۸۷] ''اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ انھیں کس نے پیدا کیا تو بلاشبہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں بہکائے جاتے ہیں۔'' کافروں کو بھی اعتراف تھا کہ ان کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے، لیکن پھر بھی وہ ان لوگوں کی پوجا کرتے تھے جنھوں نے ان کو تو کیا کسی بھی چیز کو پیدا نہیں کیا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ وَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَيٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۳] ''اور انھوں نے اس کے سوا کئی اور معبود بنا لیے، جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں اور اپنے لیے نہ کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے اور نہ کسی موت کے مالک ہیں اور نہ زندگی کے اور نہ اٹھائے جانے کے۔''

ثُمَّ رَزَقَكُمْ : کافروں کو بھی اعتراف تھا کہ رزق دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، لیکن پھر بھی وہ دوسروں کو اللہ کا شریک بناتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ [یونس : ۳۱] ''کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ''اللہ'' تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟'' اور فرمایا: ﴿ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَ اِيَّاكُمْ ۖ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾

[العنکبوت : ٦٠] ''اور کتنے ہی چلنے والے (جاندار) ہیں جو اپنا رزق نہیں اٹھاتے، اللہ انھیں رزق دیتا ہے اور تمھیں بھی اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

ثُمَّ يُمِيتُكُمْ :یعنی موت وزیست اللہ ہی کے اختیار میں ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ﴾ [آل عمران : ١٤٥] ''اور کسی جان کے لیے کبھی ممکن نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے، لکھے ہوئے کے مطابق جس کا وقت مقرر ہے۔''

ثُمَّ يُحْيِيكُمْ :ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴾ [ق : ٤٣] ''یقیناً ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾

''خشکی اور سمندر میں فساد ظاہر ہو گیا، اس کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا، تاکہ وہ انھیں اس کا کچھ مزہ چکھائے جو انھوں نے کیا ہے، تاکہ وہ باز آ جائیں۔''

برو بحر میں سب سے بڑا شر وفساد یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بنایا جائے، اس کی شریعت کو بالائے طاق رکھ کر زندگی گزاری جائے اور حلال وحرام کی تمیز ختم کر دی جائے، جس کے نتیجے میں لوگوں کی جان، مال اور عزت محفوظ نہیں رہتی اور ان کی شامتِ اعمال کے طور پر ان پر قحط سالی، مہنگائی، جنگ و جدل اور فتنہ وفساد کو مسلط کر دیتا ہے اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ شاید ان دنیاوی سزاؤں سے متاثر ہو کر لوگ اللہ کی طرف رجوع کریں اور اپنے گناہوں سے تائب ہوں۔

گویا جب حدود قائم کی جائیں تو بہت سے لوگ محرمات کے ارتکاب سے باز آ جاتے ہیں اور جب معاصی اور محرمات کو ترک کر دیا جائے تو یہ آسمانوں اور زمین سے برکتوں کے حصول کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں نازل ہوں گے اور وہ اس وقت ہماری شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلے فرمائیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور اسلام یا تلوار کے سوا کچھ قبول نہیں کریں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ اس زمانے میں دجال اور اس کے پیروکاروں کو ہلاک کر دے گا اور یاجوج ماجوج کو بھی ختم کر دے گا تو زمین سے کہا جائے گا کہ اب تو اپنے پھل اگا اور اپنی برکت کو لوٹا دے تو اس وقت اتنے بڑے بڑے انار ہوں گے کہ ایک انار کو لوگوں کی ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے کے ساتھ سایہ حاصل کریں گے اور ایک اونٹنی کا دودھ لوگوں کی ایک جماعت کے لیے کافی ہوگا۔ [مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال : ۲۹۳۷]

اور یہ سب شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تنفیذ کی برکت کے باعث ہوگا، جب بھی عدل وانصاف قائم کر دیا جائے تو خیر و برکت

کی کثرت ہو جاتی ہے، جیسا کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بدکار انسان سے (جب وہ مر جاتا ہے تو) بندے، شہر، درخت اور جانور سبھی راحت محسوس کرتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت : ۶۵۱۲۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی مستریح و مستراح منه : ۹۵۰]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا کہ دو آدمی آئے، ایک فقر و فاقہ کی شکایت لیے ہوئے تھا اور دوسرے کو راستوں کے غیر محفوظ ہونے کی شکایت تھی، تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جہاں تک راستوں کے غیر محفوظ ہونے کا تعلق ہے تو بہت جلد ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب ایک قافلہ کسی محافظ کے بغیر (حیرہ سے) مکہ کی طرف چلے گا (اور اسے راستے میں کوئی خطرہ نہیں ہوگا) اور رہا فقر و فاقہ تو قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک (مال و دولت کی اتنی فراوانی نہ ہو جائے) کہ ایک شخص اپنا صدقہ لے کر کسی (غریب) کو تلاش کرے گا لیکن کوئی اسے لینے والا نہیں ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقة قبل الرد : ۱۴۱۳]

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ۝۴۲

''کہہ دے زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، ان کے اکثر مشرک تھے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کفار مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ تم لوگ زمین میں گھوم کر ان قوموں کا انجام اپنی آنکھوں سے کیوں نہیں دیکھ لیتے جو تمھاری طرح مشرک تھے اور انھوں نے اپنے انبیاء کی دعوت توحید کا انکار کر دیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا تھا اور ان کی بستیوں کے کھنڈرات اب تک ان کی ذلت و رسوائی کی گواہی دے رہے ہیں۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ۝۴۳

''پس تو اپنا چہرہ سیدھے دین کی طرف سیدھا کر لے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے ٹلنے کی اللہ کی طرف سے کوئی صورت نہیں، اس دن وہ جدا جدا ہو جائیں گے۔''

کفر و شرک کی تباہ کاریاں بیان کرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو راہِ نجات، یعنی دین اسلام کی طرف بلایا گیا ہے کہ جس دین میں توحید کو مرکزی مقام حاصل ہے، کافر اگر اسے نہیں مانتے تو آپ ان کی پروا نہ کریں، بلکہ وہ خود اس پر ہر حال میں کاربند رہیں۔ قیامت سے پہلے ہر زمانہ میں ''دین قیم'' پر عمل کیا جائے۔ اس روزِ قیامت کے آنے سے پہلے جب فرصتِ عمل ختم ہو جائے گی اور لوگ دو جماعتوں میں بٹ جائیں گے، تو ایک جماعت جنت میں بھیج دی

جائے گی اور دوسری جہنم کے شعلوں کے حوالے کر دی جائے گی۔

فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ الۡقَيِّمِ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا ؕ فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا ؕ لَا تَبۡدِيۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ ۙ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴾ [الروم : ۳۰] ''پس تو ایک طرف کا ہو کر اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا رکھ، اللہ کی اس فطرت کے مطابق، جس پر اس نے سب لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدائش کو کسی طرح بدلنا (جائز) نہیں، یہی سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

مَنۡ كَفَرَ فَعَلَيۡهِ كُفۡرُهٗ ۚ وَمَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنۡفُسِهِمۡ يَمۡهَدُوۡنَ ۙ ﴿۴۴﴾

''جو کفر کرے سو اس کا کفر اسی پر ہے اور جو کوئی نیک عمل کرے سو وہ اپنے ہی لیے سامان تیار کر رہے ہیں۔''

کفر کرنے والے اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں، ان کی بداعمالیوں کی سزا انھی کو بھگتنا ہو گی، ان کی سزا کسی دوسرے پر نہیں ڈالی جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۵] ''اور جو گمراہ ہوا تو اسی پر گمراہ ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔'' نیک عمل کرنے والے بھی اپنے آرام و سکون کا بندوبست کر رہے ہیں، کسی دوسرے کو ان کے اعمال کا فائدہ نہیں پہنچے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَـنَّةَ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ نَقِيۡرًا ﴾ [النساء : ۱۲۴] ''اور جو شخص نیک کاموں میں سے (کوئی کام) کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کھجور کی گٹھلی کے نقطے کے برابر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

لِيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۴۵﴾

''تاکہ وہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، اپنے فضل سے جزا دے۔ بے شک وہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔''

یعنی محض نیکیاں دخول جنت کے لیے کافی نہیں ہوں گی، جب تک ان کے ساتھ اللہ کا فضل بھی شامل حال نہیں ہو گا۔ پس وہ اپنے فضل سے ایک ایک نیکی کا اجر دس سے سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ دے گا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا۔'' صحابہ نے عرض کی، کیا آپ کے اعمال بھی (آپ کو جنت میں نہیں لے جائیں گے)؟ فرمایا: ''ہاں! (میرے اعمال بھی مجھے جنت میں نہیں لے جائیں گے) الا یہ کہ اللہ اپنے فضل اور اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے۔'' [بخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت : ۵۶۷۳]

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّ لِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾

’’اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ ہواؤں کو خوش خبری دینے والیاں بنا کر بھیجتا ہے اور تا کہ تمھیں اپنی کچھ رحمت چکھائے اور تا کہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور تا کہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔‘‘

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی قدرت مطلقہ کی ایک دلیل ’’ہوا‘‘ ہے، جسے اللہ بارش بھیجنے سے پہلے بطور خوش خبری بھیجتا ہے اور آدمی کو امید بندھ جاتی ہے کہ اب جلد ہی بارش ہوگی۔ ہوا کو اس طرح چلانے پر صرف اللہ قادر ہے، تا کہ بارانِ رحمت نازل کر کے لوگوں کے لیے ان کی روزی مہیا کرے اور تا کہ سمندر میں کشتیاں اس کے حکم سے ایک جگہ سے دوسری جگہ سامان تجارت لے کر منتقل ہوتی رہیں، لوگ مختلف ممالک میں تجارتی سامانوں کی خرید و فروخت کے ذریعے سے اپنی روزی حاصل کریں اور اپنے رب کا شکر ادا کریں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۵۷، ۵۸] ’’اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے بھیجتا ہے، اس حال میں کہ خوش خبری دینے والی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل اٹھاتی ہیں تو ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف ہانکتے ہیں، پھر اس سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس کے ساتھ ہر قسم کے کچھ پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے، تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور جو شہر پاکیزہ ہے اس کی کھیتی اس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جو خراب ہے (اس کی کھیتی) ناقص کے سوا نہیں نکلتی۔ اس طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں جو شکر کرتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿۴۹﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۫ۖ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۴۸ تا ۵۰] ’’اور وہی ہے جس نے ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری کے لیے بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا۔ تا کہ ہم اس کے ذریعے ایک مردہ شہر کو زندہ کریں اور اسے اس (مخلوق) میں سے جو ہم نے پیدا کی ہے، بہت سے جانوروں اور انسانوں کو پینے کے لیے مہیا کریں۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے ان کے درمیان پھیر پھیر کر بیان کیا، تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں، مگر اکثر لوگوں نے ناشکری کرنے کے سوا کچھ نہیں مانا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴾ [الشوریٰ : ۳۲، ۳۳] ’’اور اسی کی نشانیوں سے سمندر میں چلنے والے جہاز ہیں، جو پہاڑوں جیسے ہیں۔ اگر وہ چاہے ہوا

کو ٹھہرا دے تو وہ اس کی سطح پر کھڑے رہ جائیں۔ بے شک اس میں ہر ایسے شخص کے لیے یقیناً کئی نشانیاں ہیں جو بہت صبر کرنے والا، بہت شکر کرنے والا ہے۔''

وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ رُسُلًا اِلٰی قَوۡمِهِمۡ فَجَآءُوۡهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَانۡتَقَمۡنَا مِنَ الَّذِیۡنَ اَجۡرَمُوۡا ؕ وَ كَانَ حَقًّا عَلَیۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۴۷﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے، پھر ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جنھوں نے جرم کیا اور مومنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہی تھا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دی ہے کہ ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے انبیاء و رسل کو اپنی پیغام رسانی کے لیے مبعوث کیا تھا اور ان کی تائید و تصدیق کے لیے انھیں آیات و معجزات بھی دیے تھے، تو جن قوموں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا ہم نے انھیں ہلاک کر دیا اور جو لوگ ایمان لے آئے انھیں بچا لیا، اس لیے کہ مسلمانوں کی تائید و نصرت ہم نے اپنے اوپر فرض کر لی ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیۡ یُرۡسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیۡرُ سَحَابًا فَیَبۡسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیۡفَ یَشَآءُ وَ یَجۡعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَی الۡوَدۡقَ یَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَاۤ اَصَابَ بِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمۡ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ﴿ۚ۴۸﴾ وَ اِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یُّنَزَّلَ عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ قَبۡلِهٖ لَمُبۡلِسِیۡنَ ﴿۴۹﴾ فَانۡظُرۡ اِلٰۤی اٰثٰرِ رَحۡمَتِ اللّٰهِ كَیۡفَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ۚ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۵۰﴾

''اللہ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں، پھر وہ اسے آسمان میں پھیلا دیتا ہے جیسے چاہتا ہے اور وہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ پس تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے، پھر جب وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے برسا دیتا ہے تو اچانک وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ حالانکہ بے شک وہ اس سے پہلے کہ ان پر برسائی جائے، اس سے پہلے یقیناً ناامید تھے۔ سو اللہ کی رحمت کے نشانات کی طرف دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، بے شک وہی یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

ان آیات میں بعث بعد الموت اور قیامت کے دن جزا و سزا کے عقیدے کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ہوا کو بھیجتا ہے جو بادل کو حرکت دیتی ہے اور وہ بادل اس کے حکم سے فضا میں اس کی حکمت و مصلحت کے مطابق پھیل

جاتا ہے۔ کہیں گہرا ہوتا ہے تو کہیں ہلکا، کہیں زیادہ ہوتا ہے تو کہیں کم۔ پھر اللہ تعالیٰ دوبارہ اس کے ٹکڑے بنا دیتا ہے، جن کے درمیان سے بارش کی بوندیں نکل نکل کر سطح زمین پر گرتی ہیں اور لوگ بارانِ رحمت پاکر خوشیاں منانے لگتے ہیں اور خشکی وقحط سالی کی وجہ سے انھیں جو حزن و ملال لاحق ہوتا ہے وہ دور ہو جاتا ہے۔ آخری آیت میں فرمایا کہ جس طرح وہ باران رحمت کے ذریعے سے زمین کو زندگی دیتا ہے اور اس میں سبزے لہلہانے لگتے ہیں، اسی طرح وہ قیامت کے دن لوگوں کو دوبارہ زندگی عطا کرے گا۔ اس لیے کہ وہ ذاتِ برحق ہر چیز پر قادر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۵۷] ”اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے بھیجتا ہے، اس حال میں کہ خوش خبری دینے والی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل اٹھاتی ہیں تو ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف ہانکتے ہیں، پھر اس سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس کے ساتھ ہر قسم کے کچھ پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“

وَ لَىِٕنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾

”اور یقیناً اگر ہم کوئی ہوا بھیجیں، پھر وہ اس (کھیتی) کو زرد پڑی ہوئی دیکھیں تو یقیناً اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔“

اگر اللہ تعالیٰ کبھی لہلہاتے کھیتوں پر بطور آزمائش تیز و تند گرم یا سرد ہوا بھیج دیتا ہے، جو انھیں نیست و نابود کر دیتی ہے، تو کافر انسان اللہ کی تمام سابقہ نعمتوں کو بھول جاتا ہے اور یک دم ناشکری پر اتر آتا ہے، کہنے لگتا ہے کہ ہم نے تو کبھی خوشی دیکھی ہی نہیں، ہم تو ہمیشہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہی میں رہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴾ [الواقعة : ۶۳ تا ۶۷] ”پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟ کیا تم اسے اگاتے ہو، یا ہم ہی اگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ضرور اسے ریزہ ریزہ کر دیں، پھر تم تعجب سے باتیں بناتے رہ جاؤ۔ کہ بے شک ہم تو تاوان ڈال دیے گئے ہیں۔ بلکہ ہم بے نصیب ہیں۔“

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾

”پس بے شک تو نہ مردوں کو سناتا ہے اور نہ بہروں کو پکار سناتا ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر لوٹ جائیں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بعث بعد الموت کے منکرین کفارِ مکہ کو مُردوں اور بہروں سے تشبیہ دی ہے اور نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ جس طرح مردے اور بہرے کسی کی پکار نہیں سنتے، اسی طرح یہ لوگ بھی آپ کی دعوت حق کو

قبول نہیں کریں گے اور آپ کی نصیحتوں کا انھیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اگر کوئی شخص رک کر پکارنے والے کی آواز سننا چاہے تو شاید وہ آواز اس کے دل پر اثر کر جائے، لیکن جو شخص اپنے کانوں کو بند کیے پیچھے مڑ کر بھاگتا ہی جائے تو اس سے کہاں امید کی جا سکتی ہے کہ پکارنے والے کی آواز اس پر اثر انداز ہوگی، جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَمۡ تَحۡسَبُ اَنَّ اَكۡثَرَهُمۡ يَسۡمَعُوۡنَ اَوۡ يَعۡقِلُوۡنَ ؕ اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا ﴾ [الفرقان : ٤٤] ''یا تو گمان کرتا ہے کہ واقعی ان کے اکثر سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں، وہ نہیں ہیں مگر چوپاؤں کی طرح، بلکہ وہ راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ مَا يَمۡلِكُوۡنَ مِنۡ قِطۡمِيۡرٍ ؕ اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡا دُعَآءَكُمۡ ۚ وَلَوۡ سَمِعُوۡا مَا اسۡتَجَابُوۡا لَكُمۡ ؕ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكۡفُرُوۡنَ بِشِرۡكِكُمۡ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثۡلُ خَبِيۡرٍ ﴾ [فاطر : ۱۳، ۱٤] ''اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے مقتولین کو تین دن یوں ہی پڑا رہنے دیا، پھر آپ ان کے پاس تشریف لائے اور انھیں پکار کر کہا: ''اے ابوجہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عقبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اللہ کے وعدے کو سچا نہیں پایا؟ یقیناً میں نے تو اپنے رب کے وعدے کو سچا پا لیا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ کیسے سنیں گے اور کیا جواب دیں گے، یہ تو مردہ ہو چکے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں جو کہہ رہا ہوں اسے تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے، البتہ یہ بات ہے کہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة و النار عليه ...... الخ : ۲۸۷٤]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنویں پر کھڑے ہو کر فرمایا: ''کیا جو کچھ تمھارے رب نے تم سے وعدہ کر رکھا تھا اسے تم نے سچا پا لیا؟'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں یہ اس وقت اسے سن رہے ہیں۔'' اس حدیث کا ذکر جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا: ''انھوں نے اب جان لیا ہوگا کہ جو کچھ میں نے ان سے کہا تھا وہ حق ہے۔'' پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿ اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ ﴾ [النمل : ۸۰] ''بے شک تو نہ مردوں کو سناتا ہے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سناتا ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں۔'' اور یہ آیت بھی تلاوت کی: ﴿ وَمَاۤ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِى الۡقُبُوۡرِ ﴾ [فاطر : ۲۲] ''اور تو ہرگز اسے سنانے والا نہیں جو قبروں میں ہے۔'' [بخاری، کتاب المغازي، باب قتل أبي جهل : ۳۹۸۰، ۳۹۸۱۔ مسلم، کتاب الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه : ۹۳۲]

قرآنی آیت صریح دلیل ہے کہ آپ ﷺ مُردوں کو نہیں سنا سکتے، یہی حق ہے، مقتولین بدر کو سنانا وقتی طور پر خصوصیات رسالت میں سے تھا، اس پر دوسرے مُردوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

۴ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾

''اور نہ تو کبھی اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لانے والا ہے۔ تو نہیں سناتا مگر انھی کو جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں، پھر وہ فرماں بردار ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اہل قریش کی مزید ایمانی ابتری بیان کرنے کے لیے ان کو اندھوں سے تشبیہ دی ہے کہ ان کے دل کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں اور گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں۔ انھیں آپ سیدھی راہ پر نہیں لا سکتے ہیں۔ آپ کی دعوت حق کو وہ لوگ قبول کریں گے، جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور حلقۂ بگوش اسلام ہو چکے ہیں، کیونکہ انھی کے دل و دماغ آپ کی آواز پر لبیک کہنے کے لیے تیار ہیں اور وہی ہماری نشانیوں میں غور وفکر سے کام لیتے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾

''اللہ وہ ہے جس نے تمھیں کمزوری سے پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد قوت بنائی، پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بنا دیا، وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا ہے، ہر چیز پر قادر ہے۔''

انسان اپنی زندگی کے جن مختلف مراحل سے گزرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر فرمایا ہے کہ انسان کی اصل تخلیق مٹی سے ہے، مٹی سے نطفہ، پھر لوتھڑا، پھر بوٹی بنا دی جاتی ہے، پھر ہڈیاں پیدا کر کے ان پر گوشت چڑھا دیا جاتا ہے، پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے، پھر جب وہ شکم مادر سے باہر آتا ہے تو انتہائی کمزور ونحیف اور کمزور قوتوں والا ہوتا ہے، پھر آہستہ آہستہ پروان چڑھ کر بچہ بن جاتا ہے، پھر نوخیز، پھر نوجوان بن جاتا ہے اور کمزوری کے بعد طاقت کے یہی معنی ہیں، پھر انسان کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے اور پھر بڑھاپے کی آخری حدوں کو چھونے لگتا ہے اور طاقت کے بعد کمزوری کے یہی معنی ہیں، کیونکہ بڑھاپے میں ہمت، حرکت اور گرفت کمزور ہو جاتی ہے، بال سفید ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور ظاہری و باطنی صفات میں تبدیلی رونما ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ آخر انسان کو ان مراحل سے کون گزارتا ہے؟ مشرکین کے شرکاء تو یہ کام نہیں کر سکتے، تو وہ اللہ کے شریک کیسے ہو سکتے ہیں؟ وہ تو ایک تنکا اور ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے، تو آخر وہ مشکل کشا کیسے بن گئے ہیں؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۰﴾ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا

خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [لقمان : ۱۰، ۱۱] ''اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تاکہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس میں ہر طرح کی عمدہ قسم اگائی۔ یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [الحج : ۷۳، ۷۴] ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔ انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق تھا۔ بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔''

وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ۬ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ۝۵۵

''اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے۔ اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے۔''

قیامت کے دن کفر و شرک اور گناہوں کا ارتکاب کرنے والے مجرم دنیا کی زندگی کا غلط اندازہ لگائیں گے اور قسمیں کھا کر کہیں گے کہ وہ دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے، یا یہ کہ وہ دنیا میں بس ایک شام رہے، یا ایک صبح، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴾ [النازعات : ٤٦] ''گویا وہ جس دن اسے دیکھیں گے وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے، مگر دن کا ایک پچھلا حصہ، یا اس کا پہلا حصہ۔''

جس طرح انھوں نے قیامت کے دن دنیا کی زندگی کا غلط اندازہ لگایا اسی طرح انھوں نے دنیا میں بھی غلط اندازے کی بنیاد ہی پر غلط فیصلے کیے تھے اور ان غلط فیصلوں کی بنیاد پر وہ بھٹکتے رہے تھے۔ انھوں نے دنیا میں باطل کو حق قرار دیا اور بے دلیل اس کو اللہ کی طرف منسوب کرتے رہے۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَ الْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ؗ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَ لٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۵۶

''اور وہ لوگ جنھیں علم اور ایمان دیا گیا کہیں گے کہ بلاشبہ یقیناً تم اللہ کی کتاب میں اٹھائے جانے کے دن تک ٹھہرے

رہے، سو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے اور لیکن تم نہیں جانتے تھے۔''

جو اہل ایمان علماء دنیا میں منکرین قیامت کو ایمان و عمل کی دعوت دیتے رہے تھے اور کوشش کرتے رہے تھے کہ وہ لوگ آخرت پر ایمان لے آئیں، وہ ان کی کذب بیانی سن کر کہیں گے کہ تمھیں تو لوح محفوظ میں ثابت شدہ اللہ کے علم کے مطابق قیامت کے دن تک کی مہلت دی گئی تھی۔ آج وہی قیامت کا دن اور احتساب کی گھڑی ہے۔ اللہ نے اپنے وعدے کے مطابق تمام بنی نوع انسان کو دوبارہ زندہ کر کے میدان محشر میں جمع کر دیا ہے جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٥٧﴾

''تو اس دن ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا تھا ان کا عذر کرنا فائدہ نہ دے گا اور نہ انھیں معافی مانگنے کا موقع دیا جائے گا۔''

فرمایا کہ اس دن مشرکین، منکرین ربوبیت اور منکرین رسالت محمدیہ کا یہ عذر قابل قبول نہیں ہوگا کہ وہ اپنے جرائم کا ارتکاب جہالت و نادانی کی وجہ سے کرتے رہے تھے اور نہ انھیں دوبارہ مہلت دی جائے گی کہ توبہ اور عمل صالح کے ذریعے سے گزشتہ گناہوں کی تلافی کر لیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾ [التحریم : ۷] ''اے لوگو جنھوں نے کفر کیا! آج بہانے مت بناؤ، تم صرف اسی کا بدلہ دیے جاؤ گے جو تم کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ ۖ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴾ [المؤمن : ۵۲] ''جس دن ظالموں کو ان کا عذر کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا اور انھی کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے بدترین گھر ہے۔''

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَلَئِن جِئْتَهُم بِآيَةٍ لَّيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ﴿٥٨﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر طرح کی مثال بیان کی ہے اور یقیناً اگر تو ان کے پاس کوئی نشانی لائے تو یقیناً وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ضرور ہی کہیں گے کہ تم نہیں ہو مگر جھوٹے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انسانوں کی راہنمائی کے لیے اس قرآن مجید میں بہت سی مثالیں بیان کی ہیں، جو توحید باری تعالیٰ، صداقت انبیاء اور بعث بعد الموت جیسی حقیقتوں کی پوری وضاحت کرتی ہیں، کوئی شک و شبہ نہیں چھوڑتیں، لیکن اہل کفر و شرک کو ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اگر آپ ان کے کہنے کے مطابق کوئی نشانی پیش بھی کر دیں گے تو عناد و سرکشی کی وجہ سے انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اور کہیں گے کہ یہ بھی کوئی جادو و دھوکا دہی ہے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ : قرآن مجید میں جو مثالیں اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ

سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴾ [البقرة : ۲۶۱] ''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُهَا فِى السَّمَآءِ ۙ۝ تُؤۡتِىۡۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيۡنٍۢ بِاِذۡنِ رَبِّهَا ؕ وَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ﴾ [إبراهيم : ۲۴، ۲۵] ''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے ایک پاکیزہ کلمہ کی مثال کیسے بیان فرمائی (کہ وہ) ایک پاکیزہ درخت کی طرح (ہے) جس کی جڑ مضبوط ہے اور جس کی چوٹی آسمان میں ہے۔ وہ اپنا پھل اپنے رب کے حکم سے ہر وقت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسۡتَمِعُوۡا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَنۡ يَّخۡلُقُوۡا ذُبَابًا وَّلَوِ اجۡتَمَعُوۡا لَهٗ ؕ وَاِنۡ يَّسۡلُبۡهُمُ الذُّبَابُ شَيۡـًٔا لَّا يَسۡتَنۡقِذُوۡهُ مِنۡهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالۡمَطۡلُوۡبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيۡزٌ ﴾ [الحج : ۷۳، ۷۴] ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔ انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق تھا۔ بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡلِيَآءَ كَمَثَلِ الۡعَنۡكَبُوۡتِ ۖۚ اِتَّخَذَتۡ بَيۡتًا ؕ وَاِنَّ اَوۡهَنَ الۡبُيُوۡتِ لَبَيۡتُ الۡعَنۡكَبُوۡتِ ۘ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ شَىۡءٍ ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝ وَتِلۡكَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعۡقِلُهَاۤ اِلَّا الۡعٰلِمُوۡنَ ﴾ [العنكبوت : ۴۱ تا ۴۳] ''ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کے سوا اور مددگار بنا رکھے ہیں مکڑی کی مثال جیسی ہے، جس نے ایک گھر بنایا، حالانکہ بے شک سب گھروں سے کمزور تو مکڑی کا گھر ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔ یقیناً اللہ جانتا ہے جسے وہ اس کے سوا پکارتے ہیں کوئی بھی چیز ہو اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور یہ مثالیں ہیں جو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں اور انھیں صرف جاننے والے ہی سمجھتے ہیں۔''

وَلَئِنۡ جِئۡتَهُمۡ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوۡلَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا مُبۡطِلُوۡنَ: کافر معجزہ کو کبھی معجزہ تسلیم نہیں کریں گے، بلکہ اسے کسی نہ کسی بہانے سے باطل قرار دیں گے۔ مثلاً جب انھوں نے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا معجزہ دیکھا تو اسے جادو قرار دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ ۝ وَاِنۡ يَّرَوۡا اٰيَةً يُّعۡرِضُوۡا وَيَقُوۡلُوۡا سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ ﴾ [القمر : ۱، ۲] ''قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (یہ)

ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔“

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾

”اسی طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے جو نہیں جانتے۔“

نصیحت کی باتیں انھی لوگوں پر اثر کرتی ہیں جو کچھ جانتے اور سمجھتے بوجھتے ہیں، لیکن ہٹ دھرمی کی وجہ سے جن لوگوں کی سمجھ بوجھ بیکار ہوگئی ہو وہ کچھ نہیں جانتے اور نہ جاننا چاہتے ہیں۔ ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث ان کے دلوں میں صلاحیت ہی نہیں رہتی کہ وہ سمجھ سکیں اور حق کو پہچان سکیں۔ ضد اور ہٹ دھرمی کے نتیجہ میں دل پر مہر لگ جاتی ہے اور پھر کچھ سمجھ میں نہیں آتا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو وہ سیاہ نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ اس کے سارے دل پر چھا جاتا ہے۔“ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ ویل للمطففین : ۳۳۳۴]

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع ۶

”پس صبر کر، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ لوگ تجھے ہرگز ہلکا نہ کر دیں جو یقین نہیں رکھتے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کافروں کی چالبازیوں سے ہوشیار کیا ہے اور فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ صبر و استقامت کے ساتھ اپنی ذمہ داری پوری کرتے رہیے اور یقین رکھیے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے، وہ اپنے رسولوں کو تنہا نہیں چھوڑتا، ان کی ضرور مدد کرتا ہے اور بالآخر دنیا میں عزت و غلبہ انھی کو حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴾ [الصافات : ۱۷۱، ۱۷۲] ”اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے طے ہو چکی۔ کہ بے شک وہ، یقیناً وہی ہیں جن کی مدد کی جائے گی۔“

آگے فرمایا کہ اے میرے نبی! مشرکین کا عناد، کفر پر اصرار اور آپ کے خلاف ان کی سازشیں کہیں آپ کو طیش، عدم صبر اور عدم بردباری میں مبتلا نہ کر دیں، جو آپ کے شایانِ شان نہیں۔

سورۃ لقمٰن مکیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾

''الٓمّٓ۔ یہ کمال حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔ نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہیں۔ وہ جو نماز قائم کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین بھی وہی رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے سراسر ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نیکو کاروں کے لیے ہدایت، شفا اور رحمت بنایا ہے اور نیکو کاروں سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے شریعت کی اتباع کرتے ہوئے نیک عمل کیے، انھوں نے فرض نمازوں کو ان کے اوقات کی پابندی کے ساتھ قائم کیا، سنن ونوافل کا اہتمام کیا، اپنے اوپر فرض زکوۃ کو اس کے مستحق لوگوں تک پہنچایا اور اعزہ واقارب سے صلہ رحمی کرتے ہوئے ان پر صدقہ وخیرات بھی کیا۔ انھوں نے یقین کیا کہ آخرت میں انھیں ان کے اعمال کا اچھا بدلہ ملے گا، اس لیے اس اچھے بدلے اور بہترین اجر وثواب کے حصول کے لیے انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کی اور انھوں نے نہ تو ریا کاری سے کام لیا اور نہ لوگوں سے کسی صلہ وستائش کی تمنا کی۔ الغرض، یہ لوگ بصیرت، واضح دلیل، جلی اور کشادہ راستے پر ہیں اور یہی دنیا وآخرت میں فلاح پانے والے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت اور دوزخ نے آپس میں جھگڑا کیا، دوزخ نے کہا، مجھ میں بڑے بڑے زور آور اور مغرور لوگ داخل ہوں گے۔ جنت نے کہا، مجھ میں ناتواں اور مسکین لوگ داخل ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے فرمایا، تو میرا عذاب ہے، میں جس کو چاہوں گا تجھ سے عذاب دوں گا اور جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے۔ میں جس پر چاہوں گا تجھ سے رحم کروں گا اور تم دونوں کو بھر دیا جائے گا۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ۲۸٤٦]

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

''اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو غافل کرنے والی بات خریدتا ہے، تاکہ جانے بغیر اللہ کے راستے سے گمراہ کرے اور اسے مذاق بنائے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ اور جب اس پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے، گویا اس نے وہ سنی ہی نہیں، گویا اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، سو اسے دردناک عذاب کی خوش خبری دے دے۔''

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ذکر ہوا ہے، جن کی زندگی اللہ کی یاد میں گزرتی ہے اور جو ہر قسم کی لغویات سے دور رہ کر فکر آخرت میں لگے رہتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾ [الزمر : ۲۳] ''اللہ نے سب سے اچھی بات نازل فرمائی، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے، (ایسی آیات) جو بار بار دہرائی جانے والی ہیں، اس سے ان لوگوں کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے، جس کے ساتھ وہ جسے چاہتا ہے راہ پر لے آتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔''

ان کے برعکس کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو فکر آخرت سے غافل، لہو و لعب، رقص و سرود اور دنیا کی لذتوں میں ڈوبے ہوتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں انھی کا ذکر آیا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ذکر الٰہی اور فکر آخرت کے بدلے کھیل کود، گانا بجانا، ہنسی مذاق، جھوٹے قصوں اور ہر اس امر منکر کو اپنا لیتے ہیں جو انھیں اور غیروں کو اللہ کی سیدھی راہ

سے ہٹا کر شیطان کی راہ پر ڈال دیتے ہیں اور وہ اپنے کیے کے انجام سے اور اس ذلت و عار اور عذاب نار سے بے خبر ہوتے ہیں جو موت کے بعد ان کا انتظار کر رہے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ قیامت کے دن ان کو رسوا کن عذاب دیا جائے گا۔

اگلی آیت میں ان لہو ولہب اور رقص و سرود کے دیوانوں کی ایک لازمی صفت یہ بتائی گئی ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے تو کبر و غرور کے مارے پیٹھ پھیر کر ایسا بھاگ پڑتے ہیں کہ جیسے انھوں نے کچھ سنا ہی نہیں، جیسے ان کے کانوں میں ڈاٹ پڑی ہے اور بہرے ہو گئے ہیں کہ کچھ سنتے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیجیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [النور : ۱۹] ”بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“ اور فرمایا: ﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۰ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۙ۰ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۰ وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۰ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّ لَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [الجاثية : ٦ تا ١٠] ”یہ اللہ کی آیات ہیں، ہم انھیں تجھ پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں، پھر اللہ اور اس کی آیات کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟ بڑی ہلاکت ہے ہر سخت جھوٹے، گناہ گار کے لیے۔ جو اللہ کی آیات سنتا ہے، جبکہ اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں، پھر وہ تکبر کرتے ہوئے اڑا رہتا ہے، گویا اس نے وہ نہیں سنیں، سو اسے دردناک عذاب کی بشارت دے دے۔ اور جب وہ ہماری آیات میں سے کوئی چیز معلوم کر لیتا ہے تو اسے مذاق بنا لیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ ان کے آگے جہنم ہے اور نہ وہ ان کے کچھ بھی کام آئے گا جو انھوں نے کمایا اور نہ وہ جو انھوں نے اللہ کے سوا حمایتی بنائے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“

سیدنا ابو عامر یا سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو زنا، ریشم، شراب اور موسیقی کو حلال کر لیں گے۔“ [بخاري، كتاب الأشربة، باب ما جاء فيمن يستحل الخمر و يسميه بغير اسمه : ٥٥٩٠]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرج مقام پر جا رہے تھے کہ اچانک سامنے سے ایک شاعر گزرا جو شعر پڑھ رہا تھا تو آپ نے فرمایا: ”اس شیطان کو پکڑ لو“ یا فرمایا: ”اس شیطان کو (اس کام سے) روکو، اگر کسی کا پیٹ پیپ سے بھرا ہوا ہو تو یہ بات اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ اس کا پیٹ (یعنی دماغ)

شعروں سے بھرا ہو۔‘‘ [مسلم، کتاب الشعر، باب فی إنشاد الأشعار ...... الخ : ۲۲۵۹]

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میری امت کے کچھ لوگ شراب کا نام بدل کر اسے پییں گے اور گانے والیاں ساز بجا کر گانے سنائیں گی، تو اللہ تعالیٰ انھیں (اس جرم کی وجہ سے) زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنزیر بنا دے گا۔‘‘ [ابن ماجه، کتاب الفتن، باب العقوبات : ۴۰۲۰۔ ابن حبان : ٦٧٥٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دوزخیوں کی دو قسمیں میں نے نہیں دیکھیں، ایک تو وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے، ان سے وہ لوگوں کو (اپنی دھاک بٹھانے کے لیے) ماریں گے اور دوسری قسم ان عورتوں کی جنھوں نے لباس تو پہنا ہو گا لیکن وہ ننگی ہوں گی (یعنی وہ لباس مختصر، باریک اور تنگ ہو گا)، وہ مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور (خود ان کی طرف) مائل ہوں گی۔ ان کے سر بخت نصر کے اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ایک طرف کو جھکے ہوئے ہوں گے، وہ نہ تو جنت میں جائیں گی اور نہ انھیں اس کی خوشبو نصیب ہو گی، حالانکہ اس کی خوشبو اتنے اتنے فاصلے تک مہکتی ہو گی۔‘‘ [مسلم، کتاب اللباس و الزینة، باب النساء الکاسیات العاریات المائلات الممیلات : ۲۱۲۸]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دو طرح کی آوازوں پر دنیا میں بھی (اللہ کی) لعنت ہے اور قیامت کے دن بھی ان پر پھٹکار ہو گی، (پہلی قسم کی آواز) خوشی کے وقت مزمار (یعنی بانسری اور دیگر آلات موسیقی) کی آواز اور (دوسری قسم کی آواز) مصیبت کے وقت بین کرنا۔‘‘ [کشف الأستار عن زوائد البزار : ۱/ ۳۷۷۔ السلسلة الصحیحة للألبانی : ۱/ ۷۹۰، ح : ۴۲۷]

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾

’’بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے نعمت کے باغات ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہنے والے۔ اللہ کا وعدہ ہے سچا اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

ان آیات میں نیکوکار اور سعادت مند لوگوں کے آخرت میں اچھے انجام کا ذکر ہے۔ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ ایمان لائے، اس کے پیغمبروں کی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کے تابع نیک عمل کیے۔ ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں، جن میں وہ کھانے پینے کی انواع و اقسام کی چیزوں، پہننے کی قیمتی پوشاکوں، عظیم الشان محلات، اعلیٰ سواریوں، خوبصورت عورتوں، فرحت بخش نظاروں، سننے کی پاکیزہ چیزوں اور مسرت و لذت بخش طرح طرح کی ایسی نعمتوں میں

ہوں گے جن کا کسی دل میں تصور بھی نہیں آ سکتا، پھر وہ نعمتوں کے ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ اور ابدالآباد مقیم رہیں گے، یہاں سے کبھی نقل مکانی نہیں کرنا چاہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے مومن بندوں سے سچے وعدے ہیں، جو ضرور پورے ہو کر رہیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی وعدہ وفا کرنے والا نہیں، پھر یہ اس کے لیے کوئی مشکل بھی نہیں، کیونکہ وہ زبردست غالب اور حکمت والا ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝۱۰ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۱

’’اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تاکہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس میں ہر طرح کی عمدہ قسم اگائی۔ یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے سہارے کے قائم کر رکھا ہے، زمین پر پہاڑوں کو گاڑ دیا ہے، تاکہ زمین ہلنے نہ پائے، ورنہ کوئی چیز اپنی جگہ قائم نہ رہتی اور اس پر رہنے والے انسانوں اور دیگر حیوانات کو سکون و قرار حاصل نہ ہوتا، ان کی زندگی دوبھر ہو جاتی۔ اس نے مختلف قسم کے جانور پیدا کر کے انھیں زمین کے تمام گوشوں میں پھیلا دیا ہے اور اس نے آسمان سے بارش بھیجی جو انسانوں اور جانوروں کی زندگی کے لیے ازبس ضروری ہے، اس کے ذریعے سے زمین میں قسم قسم کی غذائیں اور دوائیں پیدا کیں، جو انسانی زندگی کے لیے بہت ہی نافع ہیں۔ ان تمام چیزوں کا خالق صرف اللہ ہے، ان کاموں میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے، اس لیے صرف وہی عبادت کے لائق ہے، لیکن ظالم مشرکین ضلالت و گمراہی کی مہیب وادیوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ: یعنی جن بتوں اور شریکوں کی تم عبادت کرتے ہو اور جنھیں تم پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انھوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [فاطر : ۴۰] ’’کہہ دے کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا، جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو؟ مجھے دکھاؤ زمین میں سے انھوں نے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے، یا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی کسی دلیل پر قائم ہیں؟ بلکہ ظالم لوگ، ان کے بعض بعض کو دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں

دیتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ٤، ٥] ’’کہہ دے کیا تم نے دیکھا جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ لاؤ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب، یا علم کی کوئی نقل شدہ بات، اگر تم سچے ہو۔ اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔‘‘

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَ مَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۱۲

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لقمان کو دانائی عطا کی کہ اللہ کا شکر کر اور جو شکر کرے تو وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو یقیناً اللہ بہت بے پروا، بہت تعریفوں والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے لقمان کو حکمت و دانائی کی باتیں سکھائی تھیں، اسے حکم دیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے، جس نے اسے حکمت و دانائی عطا فرمائی ہے، کیونکہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدے کے لیے کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے، وہ تو بے نیاز ہے، اسے کسی کے شکر کی کوئی ضرورت نہیں۔ ضرورت صرف بندے کو ہے، اس لیے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ اسے اور نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ : حکمت سے مراد علم، فہم و فراست اور دانائی ہے، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’رشک جائز نہیں مگر دو شخصوں پر، ایک اس شخص پر جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور اس بات کی توفیق و ہمت بھی عطا کی ہو کہ وہ اسے (راہ) حق میں صرف کرے اور دوسرے اس شخص پر جسے اللہ نے علم و حکمت عطا کی ہو اور وہ اس کے ذریعے سے فیصلے (اور عمل) کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس کی تعلیم دیتا ہو۔‘‘ [بخاري، كتاب العلم، باب الاغتباط في العلم والحكمة : ٧٣]

اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَ مَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ : یعنی شکر کا فائدہ شکر کرنے والے ہی کو حاصل ہوگا اور جس نے ناشکری کی تو اس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، خواہ روئے زمین کے تمام کے تمام رہنے والے ناشکرے بن جائیں، کیونکہ وہ اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴾ [إبراهيم : ٧] ’’اور جب تمھارے رب نے صاف اعلان کر

دیا کہ بے شک اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور ہی تمھیں زیادہ دوں گا اور بے شک اگر تم ناشکری کرو گے تو بلاشبہ میرا عذاب یقیناً بہت سخت ہے۔‘‘

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! تم میرا نقصان نہیں کر سکتے اور نہ مجھے فائدہ پہنچا سکتے ہو، اگر تمھارے اگلے اور پچھلے اور تمھارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں بڑا پرہیز گار شخص ہو تو اس سے میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہیں ہوگا اور اگر تمھارے اگلے اور پچھلے اور تمھارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سب سے بڑا بدکار شخص ہو تو اس سے میری سلطنت کو کچھ نقصان نہیں ہوگا۔‘‘ [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۳﴾

’’اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا، جبکہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔‘‘

لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا، اے میرے بیٹے! کسی کو اللہ کا ساجھی نہ بنانا، کیونکہ شرک باللہ ظلم عظیم ہے۔ اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے کہ وہ جب تک زندہ رہے صرف اسی کی عبادت کرے۔ اس لیے اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا کہ بندہ اپنے خالق کی مرضی کی مخالفت کرتے ہوئے غیروں کے سامنے سجدہ کرے، ہاتھ پھیلائے، مرادیں مانگے اور اپنی جھولی پھیلائے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۸۲] ’’وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔‘‘ تو یہ اصحاب رسول پر بہت گراں گزری، انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم میں ایسا کون ہے جس نے کبھی اپنی جان پر ظلم نہ کیا ہو؟ تو آپ نے فرمایا: ’’ظلم سے مراد وہ نہیں جو تم نے سمجھ لیا ہے، بلکہ اس سے مراد وہ ظلم ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴾ [لقمان : ۱۳] ’’اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب صدق الإیمان و إخلاصه : ۱۲۴۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولم یلبسوا إیمانهم بظلم ﴾ : ۴۶۲۹]

وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ

النصف

اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾

’’اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انسان کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے، بالخصوص اپنی ماں کے ساتھ جس نے پوری مدتِ حمل اسے اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھا، کئی طرح کی کمزوریوں اور تکلیفوں کو برداشت کیا، مدتِ حمل پوری ہونے کے بعد زچگی اور پھر دو سال رضاعت کی مشکلات کو جھیلا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میری اطاعت و بندگی کرو اور زبان و دل سے میرا شکر ادا کرتے رہو اور ماں باپ کا بھی شکر ادا کرتے رہو۔ آخر میں فرمایا کہ تم سب کو میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے، اس لیے اگر تم میرا اور اپنے والدین کا شکر بجا لاؤ گے تو اچھا بدلہ پاؤ گے اور اگر نافرمانی اور سرکشی کی راہ اختیار کرو گے تو برا بدلہ پاؤ گے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ [بني إسرائيل : ۲۳] ’’اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تین بچوں کے سوا کسی نے گود میں کلام نہیں کیا، عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام اور بنی اسرائیل کے عابد و پرہیز گار شخص جریج رحمہ اللہ (کے قصے میں) کہ جس نے ایک عبادت خانہ بنا رکھا تھا۔ ایک دن اس کی ماں آئی اور وہ اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔ اس کی ماں نے آواز دی، اے جریج! اس نے کہا، یا اللہ! ایک طرف ماں ہے اور ایک طرف نماز۔ وہ نماز میں مصروف رہا، حتیٰ کہ اس کی ماں واپس چلی گئی۔ دوسرے دن پھر اس کی ماں آئی اور پکارا اے جریج! اس نے کہا، یا اللہ! ایک طرف ماں ہے اور ایک طرف نماز۔ آخر وہ نماز ہی میں مصروف رہا، حتیٰ کہ اس کی ماں واپس چلی گئی اور پھر تیسرے دن دوبارہ آئی اور آواز دی، اے جریج! اس نے کہا، اے میرے رب! ایک طرف ماں ہے اور ایک طرف نماز اور وہ پھر نماز پڑھتا رہا۔ (اب اس کی ماں کے منہ سے بددعا نکل گئی) وہ کہنے لگی، یا اللہ! اسے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک یہ کسی بدکار عورت کا منہ نہ دیکھ لے۔ بنی اسرائیل میں جریج اور اس کی عبادت کا چرچا ہونے لگا۔ ان میں ایک بدکار عورت تھی، جس کی خوبصورتی کی مثال دی جاتی تھی۔ وہ کہنے لگی، اگر تم چاہو تو میں اسے پھنساؤں؟ چنانچہ اس نے اپنے آپ کو جریج پر پیش کیا، لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ پھر وہ ایک چرواہے کے پاس گئی، جو اس کے عبادت خانے کے پاس ٹھہرا کرتا تھا اور اس نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا، چنانچہ چرواہے نے اس سے صحبت کی تو وہ حاملہ ہو گئی۔ پھر جب بچہ پیدا ہوا تو کہنے لگی، یہ جریج کا بچہ ہے۔

لوگ آئے، اسے عبادت خانے سے نکالا اور عبادت خانے کو گرا دیا اور جریج کی پٹائی کرنے لگے۔ جریج نے پوچھا، کوئی بات تو بتاؤ؟ وہ کہنے لگے، تو نے اس فاحشہ سے زنا کیا اور اب تو اس کے ہاں بچہ بھی پیدا ہو چکا ہے۔ جریج نے کہا، وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ بچہ لے آئے تو جریج نے کہا، ذرا ٹھہرو! میں نماز پڑھ لوں۔ پھر وہ نماز پڑھ کر بچے کے پاس آئے، اس کے پیٹ میں کچوکا دیا اور کہا، بچے! بتاؤ تمھارا باپ کون ہے؟ بچہ بول اٹھا فلاں چرواہا (میرا باپ) ہے۔ پھر تو لوگ جریج کے پاس آ کر اسے بوسے دینے لگے اور کہنے لگے کہ ہم تمھارے لیے سونے کا عبادت خانہ بنا دیتے ہیں۔ جریج نے کہا، نہیں بس پہلے جیسا ہی مٹی کا بنا دو۔ چنانچہ انھوں نے عبادت خانہ بنا دیا۔ تیسرا بچہ، بنی اسرائیل میں ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ ادھر سے ایک نہایت خوش وضع سوار گزرا، وہ عورت اس سوار کو دیکھ کر کہنے لگی، یا اللہ! میرے بچے کو اس سوار جیسا بنا دے۔ بچے نے ماں کی چھاتی چھوڑ کر کہا، یا اللہ! مجھے ایسا نہ بنانا۔ پھر وہ دودھ پینے لگا، پھر وہاں سے ایک لونڈی گزری (جسے لوگ مارتے جاتے تھے) وہ عورت کہنے لگی، یا اللہ! میرے بیٹے کو ایسا نہ بنانا۔ بچے نے چھاتی چھوڑ دی اور بول اٹھا، یا اللہ! مجھے ایسا ہی بنانا۔ اس نے اپنے بچے سے کہا کہ تو ایسا کیوں کہتا ہے؟ بچے نے کہا، وہ سوار تو ظالم لوگوں سے تعلق رکھتا ہے اور خود بھی ظالم ہے اور اس لونڈی کے متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے چوری کی اور زنا کیا ہے، حالانکہ اس نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا۔" [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تقديم بر الوالدين على التطوع بالصلوة و غيرها : ۸/ ۲۵۵۰۔ بخاری، کتاب أحادیث الأنبياء، باب قول الله تعالٰى : ﴿ واذكر في الكتاب مريم ...... الخ ﴾ : ۳٤۳٦]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی، میں آپ سے ہجرت اور جہاد کی بیعت کرتا ہوں اور اللہ سے اس کا اجر چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: "کیا تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟" اس نے کہا، دونوں زندہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: "تو اللہ سے اجر چاہتا ہے؟" اس نے کہا، ہاں! آپ نے فرمایا: "تو اپنے ماں باپ کے پاس لوٹ جا اور ان سے نیک سلوک کر۔" [مسلم، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدين و أيهما أحق به : ٦/ ۲٥٤۹]

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تم کو کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟" ہم نے عرض کی، کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: "اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا۔" اور اس وقت آپ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے کہ آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: "خبردار ہو جاؤ! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا۔ خبردار ہو جاؤ! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا۔" آپ برابر یہی فرماتے رہے، یہاں تک کہ میں سمجھا کہ اب آپ خاموش نہیں ہوں گے۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب عقوق الوالدين من الكبائر : ٥۹۷٦]

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ

کے پاس آیا، اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تیری ماں۔'' اس نے پوچھا، پھر کون؟ فرمایا: ''تیری ماں۔'' اس نے پوچھا: ''پھر کون؟'' فرمایا: ''تیری ماں۔'' اس نے پوچھا، پھر کون؟ فرمایا: ''تیرا باپ۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب من أحق بحسن الصحبة : ۵۹۷۱۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدین و أیهما أحق به : ۲۵۴۸]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو حرام کیا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب عقوق الوالدین من الکبائر : ۵۹۷۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، جس نے اپنے ماں باپ دونوں کو، یا ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب رغم من أدرك أبویه أو أحدهما عند الکبر ...... الخ : ۲۵۵۱]

وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّ اتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

''اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور دنیا میں اچھے طریقے سے ان کے ساتھ رہ اور اس شخص کے راستے پر چل جو میری طرف رجوع کرتا ہے، پھر میری ہی طرف تمھیں لوٹ کر آنا ہے، تو میں تمھیں بتاؤں گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تمھارے والدین تمھیں شرک پر مجبور کریں تو ان کی بات نہ مانو، لیکن جب تک دنیا میں تمھارا اور ان کا ساتھ رہے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور ان لوگوں کی راہ پر چلو جو میرے نیک اور مخلص بندے ہیں اور لوگوں کو میری عبادت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اللہ نے آگے فرمایا، پھر مرجانے کے بعد تمھیں میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے، اس وقت میں تمھیں تمھارے تمام اعمال کی خبر دوں گا اور ان کے مطابق اچھا یا برا بدلہ دوں گا۔

<u>وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا</u> : مصعب بن سعد اپنے باپ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ان کے بارے میں قرآن مجید کی کئی آیتیں نازل ہوئیں۔ وہ کہتے ہیں (ایک آیت اس وقت نازل ہوئی جب) ان کی ماں نے قسم کھائی کہ وہ ان سے اس وقت تک بات نہیں کرے گی، جب تک وہ اپنا دین (یعنی اسلام) نہ چھوڑ دیں اور اس عرصہ میں وہ نہ کچھ کھائے گی اور نہ پیے گی، پھر وہ

کہنے لگی، (اے سعد!) تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے ماں باپ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے اور میں تیری ماں ہوں اور میں تجھے اس بات کا حکم دیتی ہوں (کہ تو دین اسلام چھوڑ دے)۔ پھر تین دن تک وہ اس حالت میں رہی کہ نہ کچھ کھایا اور نہ پیا، یہاں تک کہ بھوک کی وجہ سے اس پر غشی طاری ہوگئی۔ آخر ان کا ایک بیٹا، جس کا نام عمارہ تھا، کھڑا ہوا اور اس نے اسے پانی پلایا۔ وہ (پانی پی کر) سعد کو بد دعا دینے لگی، تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۞ وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۖ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ [لقمان : ۱۴، ۱۵] ''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور دنیا میں اچھے طریقے سے ان کے ساتھ رہ۔'' [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن أبی وقاص رضی الله عنه : ۱۷۴۸، بعد الحدیث : ۲۴۱۲]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں، اطاعت صرف معروف میں ہے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب سریة عبد الله بن حذافة السهمی ...... الخ : ۴۳۴۰۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة ...... الخ : ۱۸۴۰]

يٰبُنَيَّ إِنَّهَآ إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمٰوٰتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ إِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾

''اے میرے چھوٹے بیٹے! بے شک کوئی چیز اگر رائی کے دانے کے وزن کی ہو، پس کسی چٹان میں ہو، یا آسمانوں میں، یا زمین میں تو اسے اللہ لے آئے گا، بلاشبہ اللہ بڑا باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

لقمان نے کہا، میرے بیٹے! اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی عمل خیر یا شر ہوگا اور وہ کسی چٹان کے اندر، یا آسمان یا زمین کے کسی مخفی گوشے میں ہوگا، تو اللہ تعالیٰ اسے بھی قیامت کے دن ظاہر کر دے گا، پھر اس کا حساب لے گا اور اس کے مطابق جزا یا سزا دے گا۔ اس لیے کہ اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ ہر دقیق و خفی اس کے لیے عیاں ہے اور وہ ہر ایک کی خبر رکھتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۖ وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ﴾ [الأنبیاء : ۴۷] ''اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو

ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [الزلزال : ۷، ۸] "تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔"

اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ : اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور بڑا باخبر ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، حتیٰ کہ اگر کوئی چیز پتھر کے اندر بھی ہو تو تب بھی وہ چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ کوئی شخص کتنا بھی چھپ کر کوئی عمل کرے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ۵۹] "اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔"

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۱۷

"اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کر اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور اس (مصیبت) پر صبر کر جو تجھے پہنچے، یقیناً یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔"

لقمان نے کہا، میرے بیٹے! نماز قائم کرو اور لوگوں کو اللہ کی بندگی اور بھلائی کا حکم دو، انھیں شرک و بدعت، برے قول و عمل اور ہر برائی سے روکو اور اس راہ میں تمھیں جو تکلیف بھی پہنچے اس پر صبر کرو۔ یہ سارے کام اللہ کی جانب سے حتمی اور واجب العمل ہیں۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(ہر) کام کا سر اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔" [ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی حرمة الصلوة : ۲۶۱۶]

وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ : یعنی اپنی طاقت و استطاعت کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے رہنا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ [التوبة : ۷۱] "اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔"

لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۚ﴿۱۸﴾

”اور لوگوں کے لیے اپنا رخسار نہ پھلا اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، بے شک اللہ کسی اکڑنے والے، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔“

اور اے میرے بیٹے! جب تم لوگوں سے بات کرو، یا وہ تم سے بات کریں، تو انھیں حقیر سمجھ کر اور تکبر کی وجہ سے ان سے منہ پھیر کر بات نہ کرو، بلکہ ان کے ساتھ نرمی، محبت اور خوش روئی کے ساتھ بات کرو اور زمین پر اکڑ کر نہ چلو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ متکبر اور دوسروں کے سامنے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی غرور ہوگا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“ ایک شخص نے کہا، ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، غرور و تکبر تو یہ ہے کہ انسان حق کو ٹھکرا دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانه : ۹۱]

سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عزت اللہ تعالیٰ کی ازار ہے اور کبریائی اس کی چادر ہے اور (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جو شخص ان صفتوں میں مجھ سے جھگڑے گا میں اس کو عذاب دوں گا۔“ [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الکبر : ۲۶۲۰]

سیدنا جابر بن سُلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کسی نیکی کو حقیر مت جاننا، اپنے بھائی سے بات کرو، تو کھلے چہرے سے بات کیا کرو، بلاشبہ یہ نیکی ہے اور اپنی چادر آدھی پنڈلی تک اونچی رکھا کرو اور اگر یہ نہ کر سکو تو ٹخنوں تک (تو ضرور اونچی) رکھو، (ٹخنوں سے نیچے) چادر لٹکانے سے بچنا، کیونکہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔“ [أبو داوٗد، کتاب اللباس، باب ما جاء فی إسبال الإزار : ۴۰۸۴]

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا : یعنی زمین میں چلتے ہوئے فخر، تکبر، غرور اور سرکشی کا مظاہرہ نہ کرنا، ورنہ اللہ تعالیٰ تمھیں ناپسند فرمائے گا، گویا چال میں تواضع اور انکسار ہونا چاہیے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا ﴾ [الفرقان : ٦٣] ”اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو بندہ اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سر بلند کر دیتا ہے۔“ [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب استحباب العفو و التواضع : ۲۵۸۸]

اتراتے ہوئے چلنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنا کپڑا غرور کی نیت سے لٹکایا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر بھی نہیں کرے گا۔'' [بخاری، كتاب اللباس، باب من جر إزاره من غير خيلاء : ٥٧٨٤۔ مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم جر الثوب خيلاء و بيان حدّه...... الخ : ٢٠٨٥]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تین قسم کے افراد سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا اور ان کی طرف نظر نہیں کرے گا اور ان کو گناہوں سے پاک بھی نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' یہ کلمات رسول اللہ ﷺ نے تین بار دہرائے۔ میں نے پوچھا، یہ لوگ نامراد ہو گئے اور انھوں نے نقصان اٹھایا، اے اللہ کے رسول! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ایک مسبل یعنی چادر، تہ بند، شلوار یا پینٹ وغیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا)، دوسرا احسان کر کے جتانے والا اور تیسرا جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال فروخت کرنے والا۔'' [أبو داوٗد، كتاب اللباس، باب ما جاء في إسبال الإزار : ٤٠٨٧]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو القاسم ﷺ نے فرمایا: ''مومن کی چادر نصف پنڈلی سے لے کر نیچے اس جگہ تک ہونی چاہیے، جو جگہ ٹخنوں سے اوپر ہے اور جو اس سے نیچے ہوگی وہ (حصہ) جہنم میں (جلایا) جائے گا۔'' [مسند أحمد : ٥٠٤/٢، ح : ١٠٥٦٦]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی غرور میں اپنی چادر لٹکا کر چلا جا رہا تھا کہ وہ زمین میں دھنسا دیا گیا، پس وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی رہے گا۔'' [بخاری، كتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء : ٥٧٨٩]

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۟ۧ ﴿۱۹﴾

''اور اپنی چال میں میانہ روی رکھ اور اپنی آواز کچھ نیچی رکھ، بے شک سب آوازوں سے بری یقیناً گدھوں کی آواز ہے۔''

لقمان نے اپنی نصیحت جاری رکھتے ہوئے کہا، اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو، یعنی بغیر ضرورت نہ اتنا تیز چلو کہ خفیف العقل اور ہلکے بن جاؤ اور نہ مریل چال چلو، اس سے مقصود ایک سیدھے سادھے معقول اور شریف آدمی کی ایسی چال ہے جس میں نہ کوئی اینٹھ ہو نہ اکڑ، نہ مریل پن اور نہ ریاکارانہ زہد و انکسار۔ نیز لقمان نے کہا، اپنی آواز پست رکھو، اس لیے کہ بغیر ضرورت آواز اونچی کرنے سے ہر سنجیدہ آدمی کو تکلیف ہوتی ہے۔ جس طرح گدھے کی اونچی آواز سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ اسے برا جانتے ہیں اور جب کسی برے و کرخت آدمی کی برائی بیان کرنا ہوتی ہے تو روز مرہ کے محاورے میں کہتے ہیں کہ فلاں گدھے کی طرح چیختا ہے۔ معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت چیخنا اچھے لوگوں کا شیوہ نہیں۔

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ : یعنی میانہ چال چلنا، نہ بہت سست اور نہ بہت تیز، بلکہ ان دونوں کے درمیان اعتدال والی

چال۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم سنو کہ اقامت ہو رہی ہے تو نماز کے لیے (آہستہ آہستہ) چلتے ہوئے آؤ، اطمینان اور وقار کو اپنے اوپر لازم کرو، جلد بازی نہ کرو، جتنی نماز مل جائے اسے پڑھ لو اور جو رہ جائے تو اسے (امام کے سلام پھیرنے کے بعد) پورا کرلو۔'' [بخاري، كتاب الأذان، باب لا يسعى إلى الصلوة وليأتها بالسكينة والوقار : ٦٣٦]

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ : یعنی چیخ یا چلا کر بات نہ کر، اس لیے کہ زیادہ اونچی آواز سے بات کرنا پسندیدہ ہوتا تو گدھے کی آواز سب سے اچھی سمجھی جاتی، لیکن ایسا نہیں ہے، بلکہ گدھوں کی آواز سب سے بدتر اور کریہہ ہے۔ بلند آواز کے ساتھ بات کرنے کو گدھوں کی آواز سے تشبیہ دینے کے معنی یہ ہیں کہ یہ حرام اور مذموم ہے۔ لہٰذا ہمیں اس بری مثال کا مصداق نہیں بننا چاہیے، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے لیے بری مثال نہیں (یعنی ہمیں بری مثال اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ سنو!) اپنا ہبہ واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الهبة، باب لا يحل لأحد أن يرجع في هبته و صدقته : ٢٦٢٢۔ مسلم، كتاب الهبات، باب تحريم الرجوع في الصدقة : ١٦٢٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو، اس لیے کہ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے اور جب گدھے کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرو، اس لیے کہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔'' [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب خير مال المسلم غنم : ٣٣٠٣۔ مسلم، كتاب الذكر و الدعاء، باب استحباب الدعاء عند صياح الديك : ٢٧٢٩]

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝۲۰

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے تمھاری خاطر مسخر کر دیا اور تم پر اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں پوری کر دیں، اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر کسی علم اور بغیر کسی ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے مشرکینِ مکہ! کیا رات دن تمھارے مشاہدے میں یہ بات نہیں آتی کہ تمھارے فائدے کے لیے اللہ نے ان تمام چیزوں کو مسخر کر دیا ہے جو آسمانوں میں ہیں، جیسے آفتاب و مہتاب، ستارے اور بارش وغیرہ اور جو چیزیں زمین میں ہیں، جیسے درخت، نہر، پہاڑ، سمندر، حیوانات اور معدنیات وغیرہ۔ اس نے اپنی نعمتوں کو تم پر تمام کر دیا ہے، چاہے وہ ظاہری ہوں، جیسے اچھی شکل و صورت اور مناسب اعضائے جسمانی اور چاہے وہ باطنی ہوں، جیسے عقل و

ادراک، علم و معرفت اور دیگر بے شمار نعمتیں جن کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن صد حیف کہ تم ان تمام دلائل و براہین کے باوجود اللہ کی وحدانیت اور اس کے بلا شریک معبود ہونے کے بارے میں بغیر کسی نقلی اور عقلی دلیل کے صرف کبر و عناد کی بنیاد پر جھگڑتے ہو۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴾ [یونس: ٥، ٦] ”وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ (سب کچھ) نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔ بے شک رات اور دن کے بدلنے میں اور ان چیزوں (میں) جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کی ہیں، یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [القصص: ٧٢، ٧٣] ”کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک دن کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھارے پاس کوئی رات لے آئے، جس میں تم آرام کرو؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے۔ اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا ہے، تاکہ اس میں آرام کرو اور تاکہ اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَ عَلٰمٰتٍ ؕ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴾ [النحل: ١٤ تا ١٦] ”اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا، تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی چیزیں نکالو، جنھیں تم پہنتے ہو۔ اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے، اس میں پانی کو چیرتی چلی جانے والی ہیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے کہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور نہریں اور راستے بنائے، تاکہ تم منزل تک پہنچ جاؤ۔ اور علامتیں (بنائیں) اور ستاروں کے ساتھ وہ راستہ معلوم کرتے ہیں۔“

وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس شخص کی طرف دیکھو جو (دنیا کے اعتبار سے) تم سے نیچے ہے اور اس شخص کی طرف نہ دیکھو جو (دنیاوی اعتبار سے) تم سے اوپر ہے، کیونکہ یہ زیادہ لائق ہے کہ تم اللہ کی اس نعمت کو حقیر نہ جانو جو تم پر ہے۔“ [مسلم، کتاب الزهد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للکافر: ٢٩٦٣/٩۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب لینظر إلی من هو أسفل منه ...... الخ: ٦٤٩٠]

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾

’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، اور کیا اگرچہ شیطان انھیں بھڑکتی آگ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو؟‘‘

جب ان مشرکین مکہ سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ پر جو دین و شریعت اور جو آسمانی کتاب نازل کی ہے اس کی پیروی کرو، تو وہ کہتے کہ ہم اپنے باپ دادا ہی کی راہ پر چلیں گے اور انھی کے بتوں کی پرستش کریں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ کیا وہ انھی آبا و اجداد کی پیروی کریں گے، اگرچہ شیطان انھیں اس شرک و بت پرستی کی طرف بلا رہا ہو، جو جہنم میں داخل ہونے کا سبب ہو اور جو آبا و اجداد کے ساتھ انھیں بھی وہیں پہنچا دے؟

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا : ارشاد فرمایا : ﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۷۰] ’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔‘‘

اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے بت ہی بعد میں عرب میں پوجے گئے، ’ود‘ دومۃ الجندل میں بنی کلب کا بت تھا، ’سواع‘ بنی ہذیل کا، ’یغوث‘ بنی مراد کا اور مراد کی شاخ بنی غطیف کا جو وادی جرف میں قوم سبا کے پاس رہتے تھے، ’یعوق‘ بنی ہمدان کا بت تھا اور ’نسر‘ حمیر کا بت تھا جو ذوالکلاع کی آل میں سے تھے۔ یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے بعض نیک آدمیوں کے نام ہیں، جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جہاں وہ حضرات بیٹھا کرتے تھے، وہاں ان کے بت بنا کر رکھ دو اور ان کے وہی نام رکھ دو جو ان بزرگوں کے تھے۔ سو انھوں نے ایسا ہی کیا، تاہم اس وقت ان بتوں کی پوجا نہیں ہوئی، لیکن بعد ازاں جب وہ لوگ فوت ہو گئے اور علم مٹ گیا تو تب ان کی پوجا ہونے لگی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ودًا ولا سواعًا ولا یغوث و یعوق ﴾ : ۴۹۲۰]

وَ مَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾

’’اور جو شخص اپنا چہرہ اللہ کے سپرد کر دے اور وہ نیکی کرنے والا ہو تو یقیناً اس نے مضبوط کڑے کو اچھی طرح پکڑ لیا اور

تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے رب کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو گیا اور کامل اخلاص کے ساتھ اس کے اوامر و نواہی کو بجا لایا، تو اس نے مضبوط ترین سہارے کو تھام لیا، اس آدمی کی مانند جو کسی اونچے پہاڑ پر چڑھنے کے لیے اس سے لٹکتے ہوئے مضبوط ترین سہارے کو تھام کر اس کی بلندی پر پہنچ جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۵۶] ”پھر جو کوئی باطل معبود کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا، جسے کسی صورت ٹوٹنا نہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (ایک خواب میں) دیکھا کہ گویا میں ایک باغ میں ہوں، اس باغ کے بیچ میں ایک ستون ہے اور ستون کی چوٹی پر ایک کڑا اگا ہوا ہے۔ مجھ سے کہا گیا، اس پر چڑھ جاؤ، میں نے کہا، میں نہیں چڑھ سکتا، پھر ایک خادم نے آ کر میرے کپڑے میرے پیچھے سے اٹھائے تو میں چڑھ گیا اور اوپر جا کر کڑا مضبوطی سے پکڑ لیا۔ میں اسے پکڑے ہوئے ہی تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ بعد ازاں میں نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، تو آپ نے فرمایا: ”باغ تو اسلام کا باغ ہے اور ستون اسلام کا ستون ہے اور کڑا عروۃ الوثقی (مضبوط کڑا) ہے، تم مضبوطی کے ساتھ اسلام کو پکڑے رہو گے، یہاں تک کہ تمھیں موت آ جائے۔“ [بخاری، کتاب التعبیر، باب التعلیق بالعروۃ والحلقۃ : ۷۰۱۴]

وَ مَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾

”اور جس نے کفر کیا تو اس کا کفر تجھے غم میں نہ ڈالے، ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے، پھر ہم انھیں بتائیں گے جو کچھ انھوں نے کیا۔ بے شک اللہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تسلی دی کہ وہ کافروں کے کفر اور اس کے نتیجے میں وہ جو سازشیں کر رہے ہیں ان سے رنجیدہ نہ ہوں، انجام کار ان کو ہمارے پاس ہی آنا ہے، پھر ہم انھیں ان کے اعمال کی سزا دیں گے، یہ ہم سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے، ان کے سارے اعمال ہمارے علم میں ہیں اور نہ صرف اعمال ہمارے علم میں ہیں بلکہ جو کچھ ان کے ارادے ہیں ان سے بھی ہم خوب واقف ہیں۔

نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾

”ہم انھیں تھوڑا سا سامان دیں گے، پھر انھیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم ان مشرکین کی گرفت میں عجلت نہیں کرتے، انھیں موت تک دنیا کی عارضی نعمتوں سے مستفید ہونے دیتے ہیں، پھر انھیں اس عذاب میں پہنچا دیں گے جو بڑا بھاری اور سخت ہوگا اور انسانوں کی قوت برداشت سے بالاتر ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾ [يونس : ٦٩، ٧٠] ''کہہ دے بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر ہم انھیں بہت سخت عذاب چکھائیں گے، اس کی وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔''

وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۵

''اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ دے سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! اگر آپ ان مشرکین سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ کہیں گے، اللہ نے، آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کا شکر ہے کہ تمھارے خلاف حجت قائم ہوگئی۔ جب تم اعتراف کرتے ہو کہ وہی خالق و رازق اور مالک کل ہے، تو پھر تم کس دلیل کی بنیاد پر اس کے سوا دوسرے جھوٹے معبودوں کی پرستش کرتے ہو؟ اللہ نے فرمایا، اکثر و بیشتر مشرکین کی عدم توفیق کا حال یہ ہے کہ ایسی کھلی حقیقت کو بھی نہیں سمجھ پاتے ہیں۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۲۶

''اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، بے شک اللہ ہی سب سے بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے۔''

اللہ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے، سب اس کے مملوک اور بندے ہیں، وہ ذات برحق سب سے بے نیاز ہے، اسے مشرکین یا غیر مشرکین کی عبادتوں کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے آپ غم نہ کیجیے اور وہ عبادت کریں یا نہ کریں، پروا نہ کیجیے۔

وَ لَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۲۷

''اور اگر واقعی ایسا ہو کہ زمین میں جو بھی درخت ہیں قلمیں ہوں اور سمندر اس کی سیاہی ہو، جس کے بعد سات سمندر اور

ہوں تو بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی، یقیناً اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

یعنی اگر زمین کے تمام درختوں کی قلمیں بنا لی جائیں اور سمندر کی سیاہی بنا لی جائے اور اس کے ساتھ اللہ کے ان کلمات کو لکھنا شروع کر دیا جائے جو اس کی عظمت، صفات اور جلالت پر دلالت کرتے ہیں تو قلمیں ٹوٹ جائیں گی، سمندروں کا پانی ختم ہو جائے گا، خواہ ان کے ساتھ مزید سات سمندروں کے پانی کو بھی سیاہی بنا لیا جائے، پھر بھی اللہ کا کلام ختم نہیں ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴾ [الکھف : ۱۰۹] ”کہہ دے اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی بن جائے تو یقیناً سمندر ختم ہو جائے گا اس سے پہلے کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں، اگرچہ ہم اس کے برابر اور سیاہی لے آئیں۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے: ((لَا أُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِكَ)) ”اے اللہ! میں تیری ثنا بیان نہیں کر سکتا، تیری ذات پاک اسی طرح ہے، جیسے تو نے خود اپنی حمد و ثنا بیان فرمائی ہے۔“ [مسلم، کتاب الصلٰوۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود : ۴۸۶]

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾

”نہیں ہے تمھارا پیدا کرنا اور نہ تمھارا اٹھانا مگر ایک جان کی طرح۔ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔“

اس آیت میں کفار کے عقیدہ کی تردید ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے تمام لوگوں کو پیدا کرنا نہ پہلی مرتبہ مشکل تھا اور نہ ان کو مارنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا مشکل ہے۔ اس کے نزدیک تمام لوگوں کا پیدا کرنا اتنا ہی آسان ہے جتنا ایک شخص کا پیدا کرنا اور تمام انسانوں کو مارنے کے بعد پیدا کرنا بھی اتنا ہی آسان ہے جتنا ایک شخص کا دوبارہ پیدا کرنا۔ اس کا صرف ”کن“ کہہ دینا ہی کافی ہے۔ وہ ”کن“ کہے گا تو سب لوگ پھر زندہ ہو جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [النحل : ۳۸ تا ۴۰] ”اور انھوں نے اپنی پکی قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی قسم کھائی کہ اللہ اسے نہیں اٹھائے گا جو مر جائے۔ کیوں نہیں! وعدہ ہے اس کے ذمے سچا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ تاکہ وہ ان کے لیے وہ چیز واضح کر دے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور تاکہ جن لوگوں نے کفر کیا جان لیں کہ یقیناً وہ جھوٹے تھے۔ ہمارا کہنا کسی چیز کو، جب ہم اس کا ارادہ کر لیں، اس کے سوا نہیں ہوتا کہ ہم اسے کہتے ہیں ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔“

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾ ع

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ اس سے جو تم کرتے ہو پورا باخبر ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور یہ کہ بے شک اس کے سوا وہ جس کو پکارتے ہیں وہی باطل ہے اور یہ کہ بے شک اللہ ہی بے حد بلند، بے حد بڑا ہے۔"

نبی کریم ﷺ اور ان کے واسطے سے دیگر لوگوں سے کہا جا رہا ہے کہ تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات اور دن کو ایک دوسرے میں داخل کرتا ہے، یعنی ایک کو دوسرے کے پیچھے لگا دیتا ہے اور دونوں میں حکمت و مصلحت کے مطابق کمی بیشی کرتا رہتا ہے؟ اور اس نے آفتاب و مہتاب کو اپنے حکم کا سخت پابند بنا رکھا ہے جس سے وہ دونوں ایک بال کے برابر بھی انحراف نہیں کر سکتے۔ دونوں اللہ کے ارادے اور فیصلے کے مطابق نکلتے اور ڈوبتے رہیں گے، یہاں تک کہ قیامت کا دن آ جائے گا۔ وہ ذات برحق بندوں کے تمام اعمال سے باخبر ہے، کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہے۔ جو اللہ ایسی عظیم قدرت اور بے پایاں علم والا ہے، یقیناً وہی معبود برحق ہے اور اس کے سوا جتنے معبودوں کی پرستش کی جاتی ہے وہ سب جھوٹے اور باطل ہیں، اسی کی ذات سب سے اعلیٰ و ارفع اور سب سے بڑی ہے۔ وہی خالق و مالک اور سب کا رب ہے اور تمام عبادتوں کا صرف وہی مستحق ہے۔

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى : سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب سورج غروب ہوا تو مجھ سے پوچھا: "کیا جانتے ہو کہ یہ کہاں جاتا ہے؟" میں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "یہ جا کر اللہ کے عرش کے نیچے سجدے میں گر پڑتا ہے اور اپنے رب سے (دوبارہ طلوع ہونے کی) اجازت چاہتا ہے تو اسے اجازت دے دی جاتی ہے اور وہ دن بھی قریب ہے کہ جب یہ سجدہ کرے گا، لیکن اس کا سجدہ قبول نہیں کیا جائے گا اور اجازت چاہے گا، مگر اجازت نہیں ملے گی، بلکہ اس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں واپس لوٹ جا، چنانچہ اس دن یہ مغرب ہی سے طلوع ہوگا۔" [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة الشمس و القمر : ۳۱۹۹۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الزمن الذی لا یقبل فیه الإیمان : ۱۵۹]

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ : ارشاد فرمایا: ﴿ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴾

[الرعد : ١٤] ’’برحق پکارنا صرف اسی کے لیے ہے اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی دعا کچھ بھی قبول نہیں کرتے، مگر اس شخص کی طرح جو اپنی دونوں ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلانے والا ہے، تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے، حالانکہ وہ اس تک ہرگز پہنچنے والا نہیں ہے اور نہیں ہے کافروں کا پکارنا مگر سراسر بے سود۔‘‘

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾

’’کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک کشتیاں سمندر میں اللہ کی نعمت سے چلتی ہیں، تاکہ وہ تمھیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے۔ بے شک اس میں ہر بڑے صابر، بڑے شاکر کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دیکھتے نہیں کہ سمندر میں کشتیاں محض اللہ کے فضل و کرم سے چلتی رہتی ہیں۔ آدمی جب ان جہازوں اور کشتیوں پر سوار ہو کر سمندر کے اتھاہ پانی میں پہنچتا ہے اور ان جہازوں کی حیثیت تنکے سے زیادہ نہیں ہوتی، وہاں موجوں اور تھپیڑوں سے سابقہ پڑتا ہے، تو اس وقت ملحد اور دہریہ قسم کا انسان بھی اپنے دل میں اس بات کا یقین کر لیتا ہے کہ صرف اللہ کی ذات ہے جو اس تنکے جیسے جہاز کو اس مہیب سمندر سے بحفاظت لوگوں کی منزل کی طرف لے جا رہی ہے۔ جہازوں کا اس طرح سمندر کی موجوں کو چیرتے ہوئے منزل کی طرف رواں دواں رہنا اور اللہ کے فضل و کرم سے بحفاظت تمام منزل مقصود تک پہنچ جانا، ان میں اللہ کے ان بندوں کے لیے بڑی عبرت انگیز نشانیاں ہیں جو دشوار اور مشکل گھڑیوں میں صبر کا دامن نہیں چھوڑتے اور نعمتیں پا کر اتراتے نہیں، بلکہ اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [النحل : ١٤] ’’اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا، تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی چیزیں نکالو، جنھیں تم پہنتے ہو۔ اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے، اس میں پانی کو چیرتی چلی جانے والی ہیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٦٦﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٦٦، ٦٧] ’’تمھارا رب وہی ہے جو تمھارے لیے سمندر میں کشتیاں چلاتا ہے، تاکہ تم اس کا کچھ نہ کچھ فضل تلاش کرو۔ یقیناً وہ ہمیشہ سے تم پر بے حد مہربان ہے۔ اور جب تمھیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے سوا تم جنھیں پکارتے ہو

گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بہت ناشکرا ہے۔‘‘

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ : یعنی یہ نشانیاں اس کے لیے ہیں جو مشکلات میں صبر کرے اور آسودگیوں اور خوش حالیوں میں شکر کرے۔ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مومن کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے، اس کا ہر معاملہ اس کے لیے خیر (کا باعث) ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں، (وہ اس طرح) کہ اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الزھد، باب المؤمن أمرہ کله خیر : ۲۹۹۹]

وَ اِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

’’اور جب انھیں سائبانوں جیسی کوئی موج ڈھانپ لیتی ہے تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ دین کو اس کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو ان میں سے کچھ ہی سیدھی راہ پر قائم رہنے والے ہیں، اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتا مگر ہر وہ شخص جو نہایت عہد توڑنے والا، بے حد ناشکرا ہو۔‘‘

مشرکین کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ جب وہ جہاز میں سوار ہو کر سفر کر رہے ہوتے ہیں اور عظیم پہاڑ جیسی موجیں انھیں ہر جانب سے گھیر لیتی ہیں، تو وہ اپنے تمام جھوٹے معبودوں کو بھول جاتے ہیں اور پورے اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارنے لگتے ہیں، تاکہ وہ انھیں اس مصیبت سے نجات دے اور جب اللہ ان کے حال پر رحم کرتے ہوئے بخیر و عافیت انھیں ساحل سمندر تک پہنچا دیتا ہے تو ان میں سے بعض لوگ سطح سمندر پر اللہ سے کیے گئے وعدے پر قائم رہتے ہیں اور اس کے ساتھ غیروں کو شریک نہیں بناتے اور بعض اپنے سابق کفر و شرک کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہماری نشانیوں کا انکار بدعہد اور ناشکرے لوگ ہی کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۶۷] ’’اور جب تمھیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے سوا تم جنھیں پکارتے ہو گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بہت ناشکرا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۶۵] ’’پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی

کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔‘‘

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمْ وَٱخْشَوْا۟ يَوْمًا لَّا يَجْزِى وَالِدٌ عَن وَلَدِهِۦ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِۦ شَيْـًٔا ۚ إِنَّ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقٌّ ۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلْغَرُورُ ﴿٣٣﴾

’’اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو کہ نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ایسا ہوگا جو اپنے باپ کے کسی کام آنے والا ہو۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچ ہے، تو کہیں دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دغا باز اللہ کے بارے میں تمھیں دھوکا نہ دے جائے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کے حال پر رحم کرتے ہوئے انھیں ایمان باللہ، صرف ایک اللہ کی عبادت اور صلاح و تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے کی نصیحت کی ہے اور اس دن کے عذاب سے ڈرایا ہے جب کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ نہ باپ کو بیٹے کی فکر ہوگی اور نہ بیٹے کو باپ کی۔ ہر شخص اپنی نجات کی فکر میں ایسا مشغول ہوگا اور ایسی دہشت طاری ہوگی کہ کوئی کسی کو نہ پوچھے گا۔ اس دن انسان کو صرف اس کا عمل صالح کام آئے گا۔ قیامت کے دن میں کوئی شبہ نہیں ہے، یہ اللہ کا وعدہ برحق ہے، وہ لامحالہ واقع ہو کر رہے گی۔ اس لیے دنیا کی زندگی کے دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے اور نہ شیطان کے نرغے میں پھنس کر فکر آخرت سے غافل ہونا چاہیے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمْ وَٱخْشَوْا۟ يَوْمًا لَّا يَجْزِى وَالِدٌ عَن وَلَدِهِۦ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِۦ شَيْـًٔا : یعنی جب قیامت آئے گی تو کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَٱتَّقُوا۟ يَوْمًا لَّا تَجْزِى نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَٰعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴾ [البقرة : ٤٨] ’’اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَإِذَا جَآءَتِ ٱلصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ ٱلْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِۦ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَٰحِبَتِهِۦ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ ٱمْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴾ [عبس : ٣٣ تا ٣٧] ’’پس جب کانوں کو بہرا کرنے والی (قیامت) آجائے گی۔ جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ (سے)۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا دے گی۔‘‘

إِنَّ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقٌّ ۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلْغَرُورُ : یعنی دنیا کی زندگی محض ایک فریب ہے، اس کے دھوکے میں نہیں آنا چاہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَوْلَٰدِ ۖ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ ٱلْكُفَّارَ نَبَاتُهُۥ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَىٰهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَٰمًا ۖ وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ

عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحدید : ۲۰] ”جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔“ شیطان بڑا دھوکے باز ہے، وہ طرح طرح سے دھوکا دے کر انسان کو گمراہ کرتا ہے، اس سے ہوشیار رہنا چاہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴾ [النساء : ۱۲۰، ۱۲۱] ”وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔ یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔“

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۳۴ ع ۴ ۱۴

”بے شک اللہ، اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔“

اس آیت میں ان پانچ چیزوں کا بیان ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ① قیامت کب آئے گی اس کا علم کسی کو نہیں۔ ② بارش کب برسے گی اس کا علم کسی کو نہیں۔ بعض لوگ بارش برسنے کی پیش گوئی کرتے ہیں وہ آثار و قرائن کے ذریعے سے محض اندازہ لگاتے ہیں، انھیں صحیح علم نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا اندازہ کبھی صحیح نکلتا ہے اور کبھی غلط۔ بعض لوگ سائنسی آلات کے ذریعے سے پانی برسنے کی پیش گوئی کرتے ہیں، تو انھیں بھی علم نہیں ہوتا، وہ بھی ہوا کے دباؤ سے محض اندازہ ہی لگاتے ہیں۔ ③ کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ نر یا مادہ۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے۔ جو لوگ بتاتے ہیں محض آثار و قرائن سے اندازہ لگاتے ہیں، انھیں صحیح علم نہیں ہوتا۔ آلے وغیرہ کے ذریعے سے ہونے والے ناقص اندازے کو علم نہیں کہا جا سکتا، علم تو کسی شے کے بارے میں یقینی طور پر جاننے کا نام ہے۔ پھر یہ اندازہ بھی صرف بچے کی جنس کے بارے میں ہوتا ہے کہ یہ لڑکا ہے یا لڑکی، لیکن رحم مادر میں موجود بچہ کامل ہے یا ناقص، خوبصورت ہے یا بدشکل، نیک بخت ہے یا بد بخت وغیرہ، ان باتوں کا

علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے، کسی کے لیے ان باتوں کا اندازہ لگانا بھی ممکن نہیں ہے۔ ④ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرنے والا ہے۔ ⑤ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا۔ اس چیز کا علم بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ : ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴾ [النازعات : ٤٢ تا ٤٤] ”وہ تجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہے؟ اس کے ذکر سے تو کس خیال میں ہے ؟ تیرے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٨٧] ”وہ تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں اس کا قیام کب ہوگا؟ کہہ دے اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر اس کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری واقع ہوئی ہے، تم پر اچانک ہی آئے گی۔ تجھ سے پوچھتے ہیں جیسے تو اس کے بارے میں خوب تحقیق کرنے والا ہے۔ کہہ دے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴾ [الأحزاب : ٦٣] ”لوگ تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں، تو کہہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تجھے کیا چیز معلوم کرواتی ہے، شاید قیامت قریب ہو۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”غیب کی کنجیاں پانچ ہیں، جنھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا، کوئی نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے (لڑکی یا لڑکا)، کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی۔“ [بخاري، كتاب الاستسقاء، باب لا يدري متى يجيء المطر إلا الله : ١٠٣٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک صاحب تشریف لائے، پوچھنے لگے: ”یا رسول اللہ! ایمان کیا چیز ہے؟“ آپ نے فرمایا: ”ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر اور اس کی ملاقات پر ایمان لے آئے اور یہ کہ تو آخرت کو اٹھائے جانے پر ایمان لے آئے۔“ اس نے پوچھا: ”اے اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟“ فرمایا: ”اسلام اللہ کی عبادت کرنا، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، نمازیں پڑھنا، زکوٰۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا ہے۔“ اس نے دریافت کیا: ”اے اللہ کے رسول! احسان کیا ہے؟“ فرمایا: ”احسان یہ ہے کہ تو اس طرح اللہ کی عبادت کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ نہ کر سکو، تو پھر یہ ذہن میں ضرور رہے کہ وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔“ اس نے پوچھا: ”اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟“ آپ نے فرمایا:

’’جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، لیکن میں اس کی نشانی بتلاتا ہوں، جب لونڈی اپنے سردار کو جنے گی اور ایک نشانی یہ کہ جب ننگے پیروں اور ننگے بدنوں والے لوگوں کے سردار بن جائیں گے۔ (سنو!) قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے جنھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔‘‘ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ [لقمان : ٣٤] ’’بے شک اللہ، اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔‘‘ وہ شخص واپس چلا گیا، تو آپ نے فرمایا: ’’جاؤ اور اسے میرے پاس واپس بلا لاؤ۔‘‘ لوگوں نے تلاش کیا، تاکہ اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لائیں۔ لیکن وہ کہیں بھی نظر نہ آئے، تو آپ نے فرمایا: ’’یہ جبریل علیہ السلام تھے جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔‘‘ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله تعالٰى : ﴿ إن الله عنده علم الساعة ﴾ : ٤٧٧٧]

وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا : یعنی وہ نہیں جانتا کہ اچھا کام کرے گا یا برا، شاید اسے کل کوئی تکلیف پہنچ جائے، انسان کو اس کا قطعاً کوئی علم نہیں ہے۔ سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے خالد بن ذکوان سے کہا، میری شادی کے وقت نبی ﷺ تشریف لائے اور میرے بچھونے پر اس طرح بیٹھ گئے، جس طرح تم اس وقت میرے پاس بیٹھے ہو۔ پھر ہماری چند بچیاں اس وقت دف بجانا شروع ہوئیں، وہ ہمارے ان بزرگوں کا ذکر کر رہی تھیں جو بدر کی لڑائی میں شہید کر دیے گئے تھے۔ تو اسی اثنا میں ایک لڑکی یہ گانے لگی، ہم میں ایک نبی ہیں جو جانتے ہیں کہ کل کیا ہوگا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اس کو چھوڑ دو اور وہی گاؤ جو (پہلے) گا رہی تھیں۔‘‘ [بخاري، كتاب النكاح، باب ضرب الدف في النكاح والوليمة : ٥١٤٧]

وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ : یعنی کوئی انسان نہیں جانتا کہ اسے کہاں موت آئے گی، زمین میں اس کی قبر کہاں بنے گی، کسی میدانی علاقے میں یا پہاڑی علاقے میں۔ سیدنا مطر بن عکامس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ’’جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کی موت کا کسی دوسری زمین میں فیصلہ کرتے ہیں تو اس زمین کی طرف اس کی کوئی ضرورت مقرر فرما دیتے ہیں۔‘‘ [ترمذي، كتاب القدر، باب ما جاء أن النفس تموت حيث لا كتب لها : ٢١٤٦۔ مسند أحمد : ٥/ ٢٢٧، ح : ٢٢٠٤٣]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’قیامت کے دن زمین اللہ تعالیٰ سے کہے گی کہ اے میرے رب! یہ ہیں تیری امانتیں جو تو نے مجھے سونپ رکھی تھیں۔‘‘ [ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له : ٤٢٦٣]

سورۃ السجدۃ مکیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورۂ سجدہ اور سورۂ دھر کی تلاوت کیا کرتے تھے۔[بخاری، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی صلاة الفجر یوم الجمعة : ۸۹۱۔ مسلم، کتاب الجمعة، باب ما یقرأ فی یوم الجمعة : ۸۸۰]

الٓمّٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲

”الٓمّٓ۔ اس کتاب کا نازل کرنا جس میں کوئی شک نہیں، جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔“

یعنی یہ کتاب جس کی تلاوت کی جا رہی ہے، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے، یہ کسی انسان کا کلام نہیں جسے جھوٹ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، نہ یہ جادو ہے، نہ کہانت اور نہ اگلے وقتوں کی کہانیاں ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ﴾[الفرقان : ۱] ”بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔“

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳

”یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے خود گھڑ لیا ہے۔ بلکہ وہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے، تاکہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ راہ پائیں۔“

کفار کہتے تھے کہ قرآن مجید کو رسول اللہ ﷺ نے خود بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے، یہ سراسر ان کی افترا پردازی ہے۔ یہ تو آپ کے رب کا برحق کلام ہے، جسے اس نے آپ پر بذریعہ وحی نازل کیا ہے، تاکہ آپ اس کے ذریعے سے ان مشرکینِ عرب کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں آیا تھا، تاکہ وہ اللہ پر ایمان لے آئیں، اس کی وحدانیت کا اقرار کریں اور دین حق کو قبول کر کے جہنم کی آگ سے نجات حاصل کریں اور جنت کے حق دار بنیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ يٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ [یٰس : ۱ تا ٦] ”یٰسٓ۔ اس حکمت سے بھرے ہوئے قرآن کی قسم! بلاشبہ تو یقیناً بھیجے ہوئے لوگوں میں سے ہے۔ سیدھی راہ پر ہے۔ یہ سب پر غالب، نہایت مہربان کا نازل کیا ہوا ہے۔ تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے، تو وہ بے خبر ہیں۔“ قرآن مجید کے نزول اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ اتمام حجت ہو جائے اور لوگ لاعلمی کا عذر پیش نہ کر سکیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۭ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْۗءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ۭ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۵ تا ۱۵۸] ”اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، بڑی برکت والی، پس اس کی پیروی کرو اور بچ جاؤ، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ تم کہو کہ کتاب تو صرف ان دو گروہوں پر اتاری گئی جو ہم سے پہلے تھے اور بے شک ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے یقیناً بے خبر تھے۔ یا یہ کہو کہ اگر واقعی ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت والے ہوتے۔ پس بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی، پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے کنارا کرے۔ عنقریب ہم ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے کنارا کرتے ہیں، برے عذاب کی جزا دیں گے، اس کے بدلے جو وہ کنارا کرتے تھے۔ وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا تیرا رب آئے، یا تیرے رب کی کوئی نشانی آئے، جس دن تیرے رب کی کوئی نشانی آئے گی کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی۔ کہہ دے انتظار کرو، بے شک ہم (بھی) منتظر ہیں۔“ کفار کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ

نے قرآن مجید کو خود بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر اس کا جواب دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [یونس : ۳۷ تا ۳۹] ”اور یہ قرآن ہرگز ایسا نہیں کہ اللہ کے غیر سے گھڑ لیا جائے اور لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور رب العالمین کی طرف سے کتاب کی تفصیل ہے، جس میں کوئی شک نہیں۔ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟ کہہ دے تو تم اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ بلکہ انھوں نے اس چیز کو جھٹلا دیا جس کے علم کا انھوں نے احاطہ نہیں کیا، حالانکہ اس کی اصل حقیقت ابھی ان کے پاس نہیں آئی تھی۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے۔ سو دیکھ ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔“

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۴

”اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی ہر چیز کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، اس کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔“

فرمایا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان کی تمام مخلوقات کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے، صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ ﴿ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ اس کا معنی و مفہوم بیان کرنے میں سلف صالحین کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر اس طرح مستوی ہے جس طرح اس کے مقام اعلیٰ کے لائق ہے، نہ اس کا انکار کیا جا سکتا ہے، نہ اسے مخلوق کی صفت کے ساتھ تشبیہ دی جا سکتی ہے اور نہ اس کی کیفیت بیان کی جا سکتی ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرا ہاتھ تھام کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مٹی (یعنی زمین) کو ہفتے کے دن پیدا کیا اور اس میں پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا، درختوں کو سوموار کے دن بنایا، بری و ناپسندیدہ چیزوں (یعنی ظلمت و تاریکی وغیرہ) کو منگل کے دن پیدا کیا، بدھ کے دن نور کو پیدا فرمایا، جمعرات کے دن زمین میں جانور پھیلائے اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد بنایا، مخلوقات میں سب سے آخر میں اور جمعہ کے دن کی آخری گھڑیوں میں جو عصر اور رات کے درمیان ہیں۔“ [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب ابتداء الخلق و خلق آدم عليه السلام : ۲۷۸۹]

﴿مَا لَكُم مِّن دُونِهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ﴾ : یعنی اگر وہ کسی کو رسوا کرنا چاہے تو کوئی اسے عزت نہیں دے سکتا اور اگر وہ کسی کو ہلاک و برباد کرنا چاہے تو کوئی اسے بچا نہیں سکتا اور اس کے سوا ان کا کوئی سفارشی نہیں ہے کہ اگر وہ ان سے ان کے شرک و معاصی کا انتقام لینا چاہے تو اس کے حضور سفارش کر کے اس کے غضب سے انھیں بچا لے۔ جب اللہ کے سوا کوئی خالق ارض و سما نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی یار و مددگار اور سفارشی ہے، تو پھر انسانوں کی سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ اس ذاتِ برحق کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَأَنذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ [الأنعام : ٥١] ”اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرا جو خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رب کی طرف (لے جا کر) اکٹھے کیے جائیں گے، ان کے لیے اس کے سوا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا، تاکہ وہ بچ جائیں۔“ اور فرمایا: ﴿مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِن بَعْدِ إِذْنِهِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ﴾ [یونس : ۳] ”کوئی سفارش کرنے والا نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد، وہی اللہ تمھارا رب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ [الطلاق : ١٢] ”اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی ان کی مانند۔ ان کے درمیان حکم نازل ہوتا ہے، تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ نے یقیناً ہر چیز کو علم سے گھیر رکھا ہے۔“

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝٥ ذَٰلِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝٦

”وہ آسمان سے زمین تک (ہر) معاملے کی تدبیر کرتا ہے، پھر وہ (معاملہ) اس کی طرف ایسے دن میں اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ہزار سال ہے، اس (حساب) سے جو تم شمار کرتے ہو۔ وہی غائب اور حاضر کو جاننے والا، سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات سے متعلق تمام احکام و اوامر آسمان سے، جہاں عرش اور لوح محفوظ ہے، زمین کی طرف صادر فرمائے ہیں اور فرشتے انھیں نافذ کرتے ہیں۔ زندگی اور موت، صحت و بیماری، بخشش و محرومی، مال داری و محتاجی، جنگ و صلح اور عزت و ذلت اور مخلوقات سے متعلق تمام فیصلے اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر سے کرتا ہے، کوئی شے اسے عاجز نہیں کرتی۔ بندوں کے اعمال آسمانِ دنیا کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور زمین اور اس کے درمیان کی مسافت پانچ سو سال کی ہے اور آسمان کی موٹائی کی مسافت پانچ سو سال کی ہوتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فرشتہ نزول کے وقت پانچ سو سال کی مسافت طے کرتا ہے اور چڑھنے کے وقت بھی پانچ سو سال کی مسافت طے کرتا ہے، لیکن یہ طویل مسافت وہ چشم زدن

میں طے کر لیتا ہے۔ ان تمام امور کا منتظم وہی اللہ ہے۔ وہ اپنے بندوں کے اعمال سے آگاہ ہے۔ وہ ذات پاک غالب ہے اور اس نے ہر چیز کو مغلوب و مقہور کر رکھا ہے۔ گردنیں اس کے آگے جھکی ہوئی ہیں اور وہ اپنے مومن بندوں کے ساتھ بہت مہربان ہے۔

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴾ [الطلاق : ۱۲] ”اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی ان کی مانند۔ ان کے درمیان حکم نازل ہوتا ہے، تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ نے یقیناً ہر چیز کو علم سے گھیر رکھا ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمان اور زمین کے بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھیں اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰی صلی اللہ علیہما وسلم : ۲٦٥٣]

الَّذِيْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۸﴾ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾

”جس نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اور انسان کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی ایک روح پھونکی اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے جتنی چیزوں کو پیدا کیا ہے، ان کی تخلیق نہایت درجہ موزوں اور حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے۔ اس نے آدم کا ڈھانچہ پہلے مٹی سے تیار کیا ہے اور اس کی نسل کی تخلیق ایک حقیر نطفہ کے ذریعے سے رکھی، پھر ایک مکمل انسان کی شکل دے کر اس میں روح ڈال دی اور وہ ایک زندہ انسان بن گیا۔ اس نے اپنی کمال قدرت کے ذریعے سے حقیر نطفہ سے بنے انھی جسموں میں سننے اور دیکھنے کی صلاحیت پیدا کی اور ان میں دھڑکتے ہوئے دل رکھ دیے، جن کے ذریعے سے انسان سوچتا اور سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ محیر العقول صناعی کہ گوشت کا ایک ٹکڑا سنتا ہے، دوسرا دیکھتا ہے اور تیسرا سب سے اہم یعنی دل، سوچتا ہے، سمجھتا ہے، فیصلے کرتا ہے اور انسان کو قوت ارادی دیتا ہے۔ یہ ساری نعمتیں تقاضا کرتی ہیں کہ بندہ ہر وقت اپنے خالق کا شکر ادا کرتا رہے، لیکن وہ بالعموم ناشکرا ہی ہوتا ہے۔ بہتوں کو ان باتوں پر غور کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔

﴿ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴾ : یعنی اس نے ابوالبشر آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴾ [الحجر : ۲۸] ''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا بے شک میں ایک بشر ایک بجنے والی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں، جو بدبودار، سیاہ کیچڑ سے ہوگی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴾ [المؤمنون : ۱۲] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو حقیر مٹی کے ایک خلاصے سے پیدا کیا۔''

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا کیا جو اس نے ساری زمین سے اکٹھی کی تھی۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ البقرۃ : ۲۹۵۵]

﴿ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴾ : یعنی آدم کو مٹی سے پیدا کرنے کے بعد پھر ان کی نسل کو نطفہ سے پیدا کیا، ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۙ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۳، ۱۴] ''پھر ہم نے اسے ایک قطرہ بنا کر ایک محفوظ ٹھکانے میں رکھا۔ پھر ہم نے اس قطرے کو ایک جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو ایک بوٹی بنایا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو کچھ گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ﴾ [الحج : ۵] ''اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں کسی شک میں ہو تو بے شک ہم نے تمھیں حقیر مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، پھر کچھ جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کی ایک بوٹی سے، جس کی پوری شکل بنائی ہوئی ہے اور جس کی پوری شکل نہیں بنائی ہوئی، تاکہ ہم تمھارے لیے واضح کریں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر ہم تمھیں ایک بچے کی صورت میں نکالتے ہیں، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کی پیدائش (بطور نطفہ) اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک پوری کی جاتی ہے، پھر چالیس دن تک وہ غلیظ اور جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن تک گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر اللہ ایک فرشتے کو اس کے پاس چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے۔ تو وہ فرشتہ اس کے عمل، اس کی مدت زندگی، اس کی روزی اور یہ کہ وہ نیک ہوگا یا بدبخت، یہ سب چیزیں لکھ لیتا ہے، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق ادم و ذریته : ۳۳۳۲۔ مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی فی بطن أمه ...... الخ : ۲۶۴۳]

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ :جب بچے میں روح پھونکی جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اسے سماعت، بصارت اور سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴾ [الدھر : ۲] ”بلاشبہ ہم نے انسان کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا، ہم اسے آزماتے ہیں، سو ہم نے اسے خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنا دیا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [النحل : ۷۸] ”اور اللہ نے تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور اس نے تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیے، تاکہ تم شکر کرو۔“

وَقَالُوٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِى الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِىْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾

”اور انھوں نے کہا کیا جب ہم زمین میں گم ہو گئے، کیا واقعی ہم ضرور نئی پیدائش میں ہوں گے؟ بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات سے منکر ہیں۔“

مشرکین مکہ جو بعث بعد الموت کے منکر تھے، حیرت و استعجاب کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے پوچھتے تھے کہ جب ہم گل سڑ کر مٹی میں مل جائیں گے اور ہمارا وجود ناپید ہو جائے گا، تو ہم نئے سرے سے دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ منکرین بعث بعد الموت درحقیقت قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے کا انکار کر رہے ہیں اور کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ کفار مکہ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار ہی نہیں کرتے تھے، بلکہ اس کا مذاق بھی اڑاتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ﴾ [یٰس : ۷۷ تا ۷۹] ”اور کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے ایک قطرے سے پیدا کیا تو اچانک وہ کھلا جھگڑنے والا ہے۔ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۴۹ تا ۵۱] ”اور انھوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں۔ کہہ دے تم کسی قسم کے پتھر بن جاؤ، یا لوہا۔ یا کوئی ایسی مخلوق جو تمھارے سینوں میں بڑی

(معلوم) ہو۔ تو عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ کہہ دے وہی جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا، تو ضرور وہ تیری طرف اپنے سر تعجب سے ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہو گا؟ کہہ امید ہے کہ وہ قریب ہو۔" اور فرمایا: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [حٰم السجدة : ۳۹] "اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ بے شک تو زمین کو دبی ہوئی (بنجر) دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور پھولتی ہے۔ بے شک وہ جس نے اسے زندہ کیا، یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، یقیناً وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔"

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عاص بن وائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آیا اور اسے ریزہ ریزہ کرنا شروع کر دیا، پھر کہنے لگا کہ اے محمد! کیا اللہ تعالیٰ اس (ہڈی) کے فنا ہو جانے کے بعد اسے زندہ کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں! اللہ اسے زندہ کرے گا اور (سن!) اللہ تجھے فوت کرے گا، پھر تجھے زندہ کر کے جہنم کی آگ میں پھینک دے گا۔" [مستدرك حاكم : ۲/ ۴۲۹، ح : ۳۶۰۶]

ع ۱۱ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿11﴾

"کہہ دے تمھیں موت کا فرشتہ قبض کرے گا، جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی ان منکرین قیامت سے کہا کہ جس ملک الموت کے ذمے تمھاری روحوں کو قبض کرنے کا کام لگایا گیا ہے، جب تمھاری موت کی مقرر گھڑی آ جائے گی تو وہ تمھاری روحوں کو قبض کر لے گا اور تم دنیا سے رخصت ہو جاؤ گے، پھر جب قیامت آئے گی تو اللہ تعالیٰ تم سب کو زندہ کرے گا اور میدانِ محشر میں حساب و جزا کے لیے لا کھڑا کرے گا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا): "جب مومن کی روح نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں۔" (حدیث کے راوی) حماد کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روح کی خوشبو اور مشک کا ذکر کیا اور آپ نے فرمایا: "آسمان والے فرشتے (اس روح کی خوشبو پا کر) کہتے ہیں، کوئی پاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، اللہ تجھ پر رحمت کرے اور اس جسم پر بھی جسے تو نے آباد کر رکھا تھا۔ پھر فرشتے اپنے رب کے حضور اس روح کو لے جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسے قیامت قائم ہونے تک (اس کی معین جگہ یعنی علیین میں) پہنچا دو اور جب کافر کی روح نکلتی ہے۔" حدیث کے راوی نے کافر کی روح کے نکلنے کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روح کی بدبو اور اس پر (فرشتوں کی) لعنت کا ذکر کیا اور آپ نے فرمایا: "(جب اسے اوپر لے جایا جاتا ہے تو) آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کوئی ناپاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آ رہی ہے، پھر (اللہ تعالیٰ کی طرف

سے) حکم ہوتا ہے کہ اسے قیامت قائم ہونے تک (اس کی معین جگہ یعنی سجین میں) لے جاؤ۔‘‘ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کی روح کی بدبو کا ذکر فرمایا تو (نفرت سے) اپنی چادر کا دامن اس طرح اپنی ناک پر رکھ لیا۔

[مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة ...... الخ : ۲۸۷۲]

وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝۱۲

’’اور کاش! تو دیکھے جب مجرم لوگ اپنے رب کے پاس اپنے سر جھکائے ہوں گے اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا، پس ہمیں واپس بھیج، ہم نیک عمل کریں گے، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔‘‘

جب منکرین قیامت اپنے آپ کو میدانِ محشر میں امر واقع کے روبرو پائیں گے، تو انتہائی ذلت و رسوائی کے سبب اپنے رب کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے اور عرقِ ندامت میں ڈوبے جائیں گے کہ دنیا میں انکارِ آخرت، شرک باللہ اور دیگر معاصی کا ارتکاب نہ کرتے تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ پھر کہیں گے کہ اے ہمارے رب! جن حقائق کو ہم دنیا میں جھٹلاتے تھے اب ہم نے انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور جن باتوں کا ہم وہاں انکار کرتے تھے، اب ہم نے انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور کانوں سے سن لیا ہے، اب کوئی بات ہم سے پوشیدہ نہیں رہی، ہمیں ساری باتوں کا یقین ہو گیا ہے، اس لیے تو ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دے، تا کہ ہم عمل صالح کر کے اپنی آخرت سنوار لیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲۷ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝۲۸ وَقَالُوْۤا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝۲۹ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۲۷ تا ۳۰]

’’اور کاش! تو دیکھے جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش! ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ ان کے لیے ظاہر ہو گیا جو وہ اس سے پہلے چھپاتے تھے اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے تو ضرور پھر وہی کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ اور انھوں نے کہا نہیں ہے یہ (زندگی) مگر ہماری دنیا کی زندگی اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں۔ اور کاش! تو دیکھے جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے، وہ فرمائے گا کیا یہ حق نہیں؟ کہیں گے کیوں نہیں! ہمارے رب کی قسم! فرمائے گا پھر چکھو عذاب اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔‘‘

وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَ لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝۱۳

’’اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے اور لیکن میری طرف سے بات پکی ہو چکی کہ یقیناً میں جہنم کو جنوں اور انسانوں، سب سے ضرور بھروں گا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ان کی التجا کا جواب یہ دیا کہ ہم نے تو دنیا میں خیر و شر کے دونوں راستے بتا کر انسانوں کو اختیار دے دیا تھا کہ جو چاہے جنت کی راہ اختیار کرے اور جو چاہے جہنم کی راہ، تو تم نے اپنی مرضی سے جہنم کی راہ اختیار کر لی۔ اب تمام حقائق کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر ایسا ایمان میرے نزدیک قابل قبول ہوتا تو میں اپنی مرضی سے تمام انسانوں کو راہِ راست پر لا کھڑا کر دیتا۔ میرے نزدیک اعتبار اسی ایمان کا ہے جسے بندہ اپنی مرضی سے دنیا میں اختیار کرتا ہے۔ جو جن و انس دنیا میں اپنے اختیار سے ایمان نہیں لائیں گے ان سے میں جہنم کو ضرور بھر دوں گا۔

وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ : یعنی جنوں اور انسانوں کی دونوں جماعتوں سے کچھ لوگ جہنم رسید ہوں گے اور جہنم میں جانے سے انھیں کوئی بچا نہیں سکے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۶ تا ۱۸]

’’اس نے کہا پھر اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور ہی ان کے لیے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا۔ پھر میں ہر صورت ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی دائیں طرفوں سے اور ان کی بائیں طرفوں سے آؤں گا اور تو ان کے اکثر کو شکر کرنے والے نہیں پائے گا۔ فرمایا اس سے نکل جا، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا، بے شک ان میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا میں ضرور ہی جہنم کو تم سب سے بھروں گا۔‘‘

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

’’سو چکھو، اس وجہ سے کہ تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا، بے شک ہم نے تمھیں بھلا دیا اور ہمیشگی کا عذاب چکھو، اس کی وجہ سے جو تم کیا کرتے تھے۔‘‘

پھر اللہ تعالیٰ ان منکرین قیامت سے مخاطب ہو گا اور بطور زجر و توبیخ کہے گا کہ تم دنیا میں قیامت کے دن کو فراموش کر بیٹھے تھے، میرا نبی جب اس دن کی تمھیں یاد دلاتا تھا تو اس کا مذاق اڑاتے تھے، تو چکھو اس انکار و استہزا کا مزہ، اب ہم بھی تمھیں جہنم میں ڈال کر ہمیشہ کے لیے بھول جاتے ہیں۔ اب اپنے کیے کے بدلے جہنم کا دائمی عذاب جھیلتے رہو۔

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ : یعنی اس عذاب کا مزہ چکھو، کیونکہ تم نے اس دن کو بھلا رکھا تھا، سو آج ہم تم سے اس طرح کا معاملہ کریں گے، جیسے کسی بھول جانے والے کا معاملہ ہوتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾ [الجاثیۃ : ۳٤] ''اور کہہ دیا جائے گا کہ آج ہم تمھیں بھلا دیں گے جیسے تم نے اپنے اس دن کے ملنے کو بھلا دیا اور تمھارا ٹھکانا آگ ہے اور تمھارے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴾ [طٰہٰ : ۱۲٤ تا ۱۲٦] ''اور جس نے میری نصیحت سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ گزران ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھنے والا تھا۔ وہ فرمائے گا اسی طرح تیرے پاس ہماری آیات آئیں تو تو انھیں بھول گیا اور اسی طرح آج تو بھلایا جائے گا۔''

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ : یعنی اپنے کفر و تکذیب کے سبب اب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کے عذاب کے مزے چکھو، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ۝ جَزَآءً وِّفَاقًا ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۝ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ۝ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ۝ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴾ [النبا : ۲٤ تا ۳۰] ''نہ اس میں کوئی ٹھنڈ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔ پورا پورا بدلہ دینے کے لیے۔ بلاشبہ وہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے۔ اور انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، بری طرح جھٹلانا۔ اور ہر چیز، ہم نے اسے لکھ کر محفوظ کر رکھا ہے۔ پس چکھو کہ ہم تمھیں عذاب کے سوا ہرگز کسی چیز میں زیادہ نہیں کریں گے۔''

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۱۵ السجدۃ

السجدۃ ۱۵

''ہماری آیات پر تو وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب انھیں ان کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہماری آیتوں پر حقیقی طور پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں جنھیں قرآن کریم کی تلاوت کر کے جب نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اپنے دل کی طہارت اور فطرت کی پاکیزگی کی وجہ سے ان نصیحتوں کو فوراً قبول کر لیتے ہیں اور قرآن کریم کا ان پر ایسا اثر پڑتا ہے کہ نعمتِ اسلام پر شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ میں گر جاتے ہیں، اپنے رب کی پاکی اور اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور اہل مکہ کی طرح اس کی عبادت سے قطعاً منہ نہیں موڑتے، بلکہ زندگی بھر اطاعت و بندگی کے

جذبے اور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ اس کی عبادت کرتے رہتے ہیں۔ اس آیت پر سجدہ ہے، اسے پڑھنے اور سننے والوں کو یہاں سجدہ کرنا چاہیے، تاکہ وہ بھی ان صفات میں شامل ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی بیان فرمائی ہیں۔

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا : یعنی جب اللہ کی آیات کے ذریعے سے ان کو نصیحت کی جائے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴾ [الفرقان : ۷۳] ”اور وہ کہ جب انھیں ان کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جائے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔“

وَسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ : یعنی وہ آیات ربانی سن کر اللہ کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدے میں یہ دعا پڑھتے تھے: « سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ » ”اے ہمارے پروردگار! اے اللہ! تو (ہر عیب سے) پاک ہے، اپنی تعریف کے ساتھ، اے اللہ! مجھے بخش دے۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب الدعاء فی الرکوع : ۷۹۴۔ مسلم، کتاب الصلوۃ، باب ما یقال فی الرکوع و السجود ؟ : ۴۸۴]

وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ : یعنی آیات کی اتباع و اطاعت سے تکبر نہیں کرتے، جیسا کہ جاہل، کافر اور فاجر لوگ کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ [المؤمن : ۶۰] ”بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔“

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۫ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾

”ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔“

مخلص مومنوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ راتوں کو اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھنے کے عادی ہوتے ہیں، اسی لیے جب اس کا وقت آتا ہے تو ان کے پہلوؤں کو بستروں سے دشمنی ہو جاتی ہے، وہ فوراً اٹھ بیٹھتے ہیں اور وضو کر کے نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں اور سجدے میں جا کر اپنے رب سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اے رب العالمین! ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لے اور جنت میں داخل کر دے۔ ان مخلصین کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ اللہ انھیں جو روزی دیتا ہے اس میں سے بھلائی کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ : یعنی وہ رات کو نیند ترک کر کے قیام کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾ [الذاریات : ۱۷، ۱۸] ”وہ رات کے بہت تھوڑے حصے میں سوتے تھے۔ اور رات کی آخری گھڑیوں میں وہ بخشش مانگتے تھے۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ دو قسم کے آدمیوں سے بہت خوش ہوتا ہے، ایک تو وہ جو رات کو نماز پڑھنے کے لیے اپنے بیوی بچوں کے درمیان سے نرم و گرم بستر چھوڑ کر اٹھتا ہے۔ ہمارا رب فرماتا ہے، اے میرے فرشتو! میرے بندے کو دیکھو جو میرے پاس موجود نعمتوں کی رغبت کرتے ہوئے اور میرے عذابات سے ڈرتے ہوئے، اپنے بیوی بچوں کے درمیان سے نرم و گرم بستر چھوڑ کر نماز کے لیے اٹھا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو ایک غزوے میں ہے، اس کے ساتھی بھاگ نکلتے ہیں، لیکن یہ شخص یہ سوچ کر کہ بھاگنے کی کیا سزا ہے اور آگے بڑھنے میں کیا نعمتیں ہیں، میدان کی طرف لوٹتا ہے اور میرے پاس موجود نعمتوں کی رغبت کرتے ہوئے اور میرے عذابات سے ڈرتے ہوئے اپنا خون بہا دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فخر سے اپنے فرشتوں سے کہتا ہے کہ میرے بندے کی طرف دیکھو، وہ میرے پاس موجود نعمتوں کی رغبت کرتے ہوئے اور میرے عذابات سے ڈرتے ہوئے واپس پلٹا اور اپنا خون بہا دیا۔'' [مسند أحمد : ۱/ ۴۱۶، ح : ۳۹۴۸۔ أبو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الرجل يشرى نفسه : ۲۵۳۶۔ مستدرك حاكم : ۲/ ۱۱۲، ح : ۲۵۳۱]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا، ایک دن جب ہم چل رہے تھے، تو میں آپ کے قریب ہو گیا۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں پہنچا دے اور جہنم سے دور کر دے؟ تو آپ نے فرمایا: ''تو نے بہت بڑا سوال کیا لیکن اللہ جس پر آسان کر دے اس پر بہت آسان ہے۔ (وہ عمل یہ ہے کہ) تم اللہ کی عبادت کرتے رہو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نمازوں کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔'' پھر فرمایا: ''کیا میں تجھے بھلائیوں کے دروازے نہ بتلاؤں؟ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ (کی آگ) کو بجھا دیتا ہے، جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور آدمی کا رات کے دوران میں نماز (تہجد) پڑھنا۔'' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدة : ۱۶، ۱۷] ''ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' پھر فرمایا: ''کیا اب میں تجھے اس امر (یعنی دین) کا سر، اس کے ستون اور اس کے کوہان کی بلندی کے بارے میں نہ بتاؤں؟'' میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں، تو آپ نے فرمایا: ''اس تمام امر کا سر تو اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی اللہ کی راہ کا جہاد ہے۔'' پھر فرمایا: ''کیا اب میں تجھے وہ چیز نہ بتاؤں جس پر ان سب کا مدار ہے؟'' میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں، آپ نے اپنی زبان کو پکڑا، پھر فرمایا: ''اسے روک کر رکھ۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے نبی! کیا

ہم اپنی بات چیت پر بھی پکڑے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: ''اے معاذ! تیری ماں تجھے گم پائے! لوگوں کو (جہنم کی) آگ میں چہروں کے بل گھسیٹنے والی چیز ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی فصلوں کے سوا اور کیا ہے؟'' [ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی حرمة الصلوة : ۲٦١٦۔ ابن ماجه، کتاب الفتن، باب کف اللسان فی الفتنة : ۳۹۷۳۔ مسند أحمد : ۲۳۱/۵، ح : ۲۲۰۷۷]

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا : یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اور اجر وثواب کی امید پر وہ اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۵۷] ''وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں، وہ (خود) اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، جو ان میں سے زیادہ قریب ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ ڈرا جاتا ہے۔''

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑰

''پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

مذکورہ صفات رکھنے والے مومنوں کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ ان کے رب نے ان کے لیے روزِ قیامت جو نعمتیں چھپا رکھی ہیں، جنھیں اس دن پا کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، ان نعمتوں کا اس دنیا میں وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ انسانی خیالات وتصورات سے بالاتر یہ نعمتیں انھیں ان نیک اعمال کی وجہ سے ملیں گی جو وہ دنیا کی زندگی میں کرتے رہے تھے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے (جنت میں) وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، جن کو کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل میں ان کا خیال گزرا۔'' پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدة : ۱۷] ''پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ فلا تعلم نفس ما أخفی لهم من قرة أعین ﴾ : ٤۷۷۹۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب صفة الجنة : ۲۸۲٤]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے رب کی طرف سے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ جو کوئی ہم میں سے (جہاد میں) مارا جائے گا، وہ جنت میں ایسی نعمتوں میں پہنچ جائے گا جن نعمتوں کے مثل اس نے کبھی کوئی نعمت نہیں دیکھی ہوگی۔ [بخاری، کتاب الجزیة والموادعة، باب الجزیة والموادعة مع أهل الذمة والحرب : ۳۱۵۹]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی، اے باری تعالیٰ! ادنیٰ جنتی کا درجہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ادنیٰ جنتی وہ شخص ہے جو تمام جنتیوں کے جنت میں چلے جانے کے بعد آئے گا، اس سے کہا جائے گا، جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ کہے گا، اے اللہ! کہاں جاؤں، ہر ایک نے تو اپنی اپنی جگہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اپنی چیزیں سنبھال لی ہیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ کیا تو اس پر خوش ہے کہ تیرے لیے اتنا ہو جتنا دنیا کے کسی بہت بڑے بادشاہ کے پاس تھا؟ وہ کہے گا، اے میرے رب! میں اس پر خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تجھے یہ سب کچھ دیا جاتا ہے اور اتنا اور، اتنا اور، اتنا اور، اتنا اور، اتنا اور۔ پانچویں بار یہ کہے گا، (بس بس) اے میرے رب! میں راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ سب ہم نے تجھے دیا اور اس کا دس گنا اور بھی دیا اور جس چیز کو بھی تیرا دل چاہے اور جس سے تیری آنکھیں ٹھنڈی رہیں (وہ بھی تو لے لے)۔ یہ کہے گا، میرے پروردگار! میں راضی ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، پھر اے اللہ! اعلیٰ درجے کے جنتی کی کیفیت کیا ہے؟ فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جن کو میں نے خود چنا اور ان کی بزرگی وعزت کو میں نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور اس پر اپنی مہر لگا دی ہے، پھر نہ تو وہ کسی کے دیکھنے میں آئی، نہ کسی کے سننے میں اور نہ کسی کے خیال میں۔'' اور اس چیز کی تصدیق یہ آیت کرتی ہے: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [السجدة : ۱۷] [مسلم، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ۱۸۹]

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ⓲

''تو کیا وہ شخص جو مومن ہو وہ اس کی طرح ہے جو نافرمان ہو؟ برابر نہیں ہوتے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل وکرم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ روزِ قیامت فیصلہ فرماتے ہوئے اس شخص کو جو اس کی آیات پر ایمان رکھتا اور اس کے رسولوں کی اتباع کرتا تھا، اس کے برابر قرار نہیں دے گا جو فاسق، یعنی اپنے رب کی اطاعت سے خارج اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو جھٹلاتا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ [الجاثية : ۲۱] ''یا وہ لوگ جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، انھوں نے گمان کر لیا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے؟ ان کا جینا اور ان کا مرنا برابر ہوگا؟ برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾ [ص : ۲۸] ''کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، زمین میں فساد کرنے والوں کی طرح کر دیں گے؟ یا کیا ہم پرہیز گاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟'' اور فرمایا: ﴿لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ [الحشر : ۲۰] ''آگ والے اور جنت والے برابر نہیں ہیں، جو جنت والے ہیں، وہی اصل کامیاب ہیں۔''

اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ؗ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾

’’لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، مہمانی اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جہنم سے سب سے آخر میں نکلنے والے آدمی کو میں پہچانتا ہوں، وہ شخص کولہوں کے بل گھسٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا، اسے کہا جائے گا کہ جا! جنت میں داخل ہو جا۔ وہ جنت میں جائے گا تو دیکھے گا کہ سب لوگوں نے اپنی اپنی جگہ قبضہ جما رکھا ہے (اور اس کے لیے کوئی جگہ باقی نہیں)۔ بہر حال اس سے پوچھا جائے گا، تمھیں وہ وقت یاد ہے جب تم جہنم میں تھے؟ عرض کرے گا، ہاں! یاد ہے۔ چنانچہ اسے کہا جائے گا، خواہش کرو (کتنی جگہ تمھیں جنت میں چاہیے؟) وہ خواہش کرے گا، پھر اسے کہا جائے گا، تیرے لیے تیری خواہش کے مطابق جنت میں جگہ ہے اور دس دنیاؤں کے برابر مزید بھی تمھارے لیے جگہ ہے۔ وہ شخص عرض کرے گا (یا اللہ!) تو بادشاہ ہو کر میرے ساتھ مذاق کرتا ہے؟‘‘ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا (یہ ارشاد فرمانے کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ کے دانت مبارک نظر آنے لگے۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب آخر أهل النار خروجًا : ۱۸٦/۳۰۹]

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَ قِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾

’’اور رہے وہ لوگ جنھوں نے نافرمانی کی تو ان کا ٹھکانا آگ ہی ہے، جب کبھی چاہیں گے کہ اس سے نکلیں اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا آگ کا وہ عذاب چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔‘‘

یعنی جو لوگ اس دنیا میں فسق و معصیت کی زندگی اختیار کریں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہو گا۔ جب بھی شدتِ غم اور انتہائے کرم والم کی وجہ سے وہ اس سے نکل کر بھاگنا چاہیں گے، جہنم کے فرشتے انھیں مار مار کر دوبارہ اس میں لوٹا دیں گے اور ان کی ذلت و رسوائی بڑھانے کے لیے ان سے کہیں گے کہ اب چکھو اس عذابِ نار کا مزہ جس کی تم دنیا میں تکذیب کرتے رہے تھے۔

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ : یعنی جنھوں نے اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت ترک کر دی تو ان کا ٹھکانا جہنم ہے، جب چاہیں گے کہ اس میں سے نکل جائیں تو اسی میں لوٹا دیے جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴾ [الحج : ۲۲] ’’جب کبھی ارادہ کریں گے کہ سخت گھٹن کی

وجہ سے اس سے نکلیں، اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور چکھو جلنے کا عذاب۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تمھاری یہ (دنیا کی) آگ جسے ابن آدم جلاتا ہے، جہنم کی آگ کی گرمی کا سترواں حصہ ہے۔‘‘ صحابہ نے عرض کی، واللہ! یا رسول اللہ! (انسانوں کو جلانے کے لیے تو) یہی دنیا کی آگ کافی تھی؟ آپ نے فرمایا: ’’لیکن وہ تو دنیا کی آگ سے انہتر (۶۹) درجے زیادہ گرم ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، باب جھنم أعاذنا اللہ منھا : ۲۸۴۳]

وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾

’’اور یقیناً ہم انھیں قریب ترین عذاب کا کچھ حصہ سب سے بڑے عذاب سے پہلے ضرور چکھائیں گے، تاکہ وہ پلٹ آئیں۔‘‘

کفار مکہ کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ ہم انھیں عذاب آخرت کا وقت آنے سے پہلے، یعنی قبل اس کے کہ موت انھیں کفر کی حالت ہی میں دبوچ لے، مختلف دنیاوی تکلیفوں میں مبتلا کریں گے، قید و بند، قتل اور قحط سالی کی مصیبتوں سے دوچار کریں گے، شاید کہ ہوش کے ناخن لیں، شرک اور دیگر گناہوں سے تائب ہو کر اپنے اعمال کی اصلاح کریں اور بتوں کو چھوڑ کر ایک اللہ پر ایمان لے آئیں۔

دنیا کی زندگی میں مصائب اور چھوٹے چھوٹے عذاب اس لیے بھیجے جاتے ہیں، تاکہ مجرم اپنی سرکشی سے باز آجائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۴۲، ۴۳] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر انھیں تنگ دستی اور تکلیف کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ عاجزی کریں۔ پھر انھوں نے کیوں عاجزی نہ کی، جب ان پر ہمارا عذاب آیا اور لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو کچھ وہ کرتے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۹۴] ’’اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس کے رہنے والوں کو تنگی اور تکلیف کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ گڑگڑائیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [القلم : ۳۳] ’’اسی طرح (ہوتا) ہے عذاب اور یقیناً آخرت کا عذاب کہیں بڑا ہے، کاش! وہ جانتے ہوتے۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ (قحط) اس لیے پڑا تھا کہ قریش جب رسول اللہ ﷺ کی دعوت قبول کرنے کے بجائے شرک پر جمے رہے تو آپ ﷺ نے ان کے لیے ایسے قحط کی بد دعا کی جیسا قحط یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں پڑا تھا۔ چنانچہ قحط کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگ ہڈیاں تک کھانے لگے۔ لوگ آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تو انھیں بھوک و فاقہ کی شدت کی وجہ سے دھویں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ یغشی الناس ھذا عذاب ألیم ﴾ : ۴۸۲۱]

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾

''اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی گئی، پھر اس نے ان سے منہ پھیر لیا۔ یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔''

جس آدمی کو قرآن کریم کی آیتیں پڑھ کر نصیحت کی جائے، جنت کی بشارت دی جائے اور جہنم سے ڈرایا جائے، لیکن وہ کبر و عناد کی وجہ سے ایمان لانے کے بجائے ان آیتوں سے منہ موڑے، وہ اللہ کی نگاہ میں بہت بڑا ظالم و مجرم ہے اور جو شخص قرآنِ کریم کی دعوت توحید پہنچنے کے باوجود اپنے کفر و شرک پر اڑا رہے گا، اللہ تعالیٰ ایسے مجرموں سے ضرور انتقام لے گا، انھیں عذاب میں مبتلا کرے گا اور اپنے مومن و متقی بندوں کو ان پر غلبہ عطا کرے گا۔

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآىِٕهٖ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾ وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ۫ وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، پس تو اس کی ملاقات سے شک میں نہ ہو اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا۔ اور ہم نے ان میں سے کئی پیشوا بنائے، جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے، جب انھوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیات پر یقین کیا کرتے تھے۔''

یعنی اے میرے نبی! اگر ہم نے آپ کو قرآن کریم جیسی عظیم ترین کتاب دی ہے، تو اس میں اہل مکہ کے لیے حیرت و استعجاب کی کیا بات ہے؟ ہم نے اس سے پہلے اپنے بندے اور رسول موسیٰ علیہ السلام کو بھی تو ایک عظیم کتاب دی تھی، جس کا علم کفارِ مکہ کو ہے۔ اس کتاب کو ہم نے بنی اسرائیل کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنایا تھا اور ان میں سے ایسے علماء پیدا کیے جو ہمارے دین کی طرف لوگوں کی راہنمائی کرتے تھے، اس راہ میں انھیں جو تکلیف پہنچتی تھی اس پر صبر کرتے تھے اور ہماری کتاب کی صداقت و حقانیت پر پورا یقین رکھتے تھے، نہ ان کے صبر و استقامت میں فرق آتا تھا اور نہ وہ ہماری آیتوں میں شک و شبہ کرتے تھے۔

فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآىِٕهٖ: امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد شب معراج کی ملاقات ہے، پھر انھوں نے ابو العالیہ ریاحی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ مجھ سے تمھارے نبی کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''معراج کی رات میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، وہ گندمی رنگ، طویل القامت اور گھنگریالے بالوں والے شخص تھے، گویا ان کا تعلق شنوءہ کے لوگوں سے ہے اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، وہ درمیانے قد، سرخ و سفید رنگت اور سیدھے بالوں والے تھے اور میں نے جہنم کے داروغے اور دجال کو بھی دیکھا، من جملہ ان آیات

کے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھائی تھیں، (سورۂ سجدہ میں اسی کا ذکر ہے): ﴿ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآىِٕهٖ ﴾ ’’پس تو اس کی ملاقات سے شک میں نہ ہو۔‘‘ [بخاري، کتاب بدء الخلق، بابٌ : إذا قال أحدكم آمين والملائكة ...... الخ : ۳۲۳۹۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ ...... الخ : ۱٦٥]

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴾ [الجاثية : ۱٦، ۱۷] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دی اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور انھیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔ اور انھیں (دین کے) معاملے میں واضح احکام عطا کیے، پھر انھوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس میں ضد کی وجہ سے، بے شک تیرا رب ان کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔‘‘

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۲۵

’’بے شک تیرا رب ہی قیامت کے دن ان کے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔‘‘

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انبیائے کرام اور ان کی امتوں کے درمیان، اور مومنوں اور کافروں کے درمیان اپنا فیصلہ صادر فرمائے گا، تب کافروں کو پتا چل جائے گا کہ دنیا میں حق پر کون تھا اور باطل پر کون اور اب کس کا کیا انجام ہو گا؟ چنانچہ اہل حق جنت میں داخل کر دیے جائیں گے اور اہل باطل جہنم میں دھکیل دیے جائیں گے۔

اہل کتاب میں ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے شدید اختلاف تھا، دلائل کی موجودگی میں بھی وہ اپنے اختلاف پر جمے رہے، نتیجہ یہ نکلا کہ وہ مختلف فرقوں میں بٹ گئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴾ [البينة : ٤] ’’اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی، جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی دلیل آ گئی۔‘‘

سیدنا معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’خبردار ہو جاؤ! تم سے پہلے اہل کتاب بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور یہ ملت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو گی۔ بہتر (۷۲) آگ میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا اور یہی ’’الجماعۃ‘‘ ہو گا۔‘‘ [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب شرح السنة : ٤٥٩٧]

اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾

”اور کیا اس بات نے ان کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں، جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں، تو کیا یہ نہیں سنتے؟“

کفار مکہ کو دعوت فکر ونظر دی جا رہی ہے کہ ہم ان سے پہلے بہت سی کافر ومشرک قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں، یہ لوگ شام کا سفر کرتے ہوئے مدائنِ صالح، علاقۂ مدین اور بحیرۂ لوط کے قریب سے گزرتے ہیں اور ان کے باقی ماندہ آثار کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کرتے ہیں، تو ان نشانیوں پر نگاہِ عبرت کیوں نہیں ڈالتے؟ وہ کھنڈرات انھیں ان قوموں کی بربادی کے جو واقعات سناتے ہیں، ان پر کان کیوں نہیں دھرتے؟ تاکہ عبرت حاصل کریں اور کفر وشرک سے تائب ہو کر قرآن کریم اور رسول اکرم ﷺ پر ایمان لے آئیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾ [الحج: ۴۵، ۴۶] ”سو کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے اس حال میں ہلاک کیا کہ وہ ظالم تھیں، پس وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور کتنے ہی بے کار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں اور چونا گچ محل۔ پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن کے ساتھ وہ سمجھیں، یا کان ہوں جن کے ساتھ وہ سنیں۔ پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔“

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَ اَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

”اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم پانی کو چٹیل زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں، پھر اس کے ذریعے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے ان کے چوپائے کھاتے ہیں اور وہ خود بھی، تو کیا یہ نہیں دیکھتے؟“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم آسمان سے بارش نازل کرتے ہیں اور اسے قحط زدہ زمین تک پہنچاتے ہیں، جو پانی کے بغیر مردہ ہو چکی ہوتی ہے، پھر اس کے ذریعے سے مختلف قسم کے پودے اگاتے ہیں، جن میں سے بعض کو تو ان کے جانور کھاتے ہیں اور بعض پودوں کے دانے وہ خود کھا کر زندہ رہتے ہیں۔ تو کفار مکہ عقل کے ناخن کیوں نہیں لیتے؟ کیوں نہیں سوچتے کہ جس اللہ نے اپنے کمالِ قدرت سے بارش برسائی، پھر اس نے پودے اگائے اور ان میں سے بعض کو انسانوں کے اور بعض کو ان کے جانوروں کے استعمال کے قابل بنایا، وہی معبود حقیقی ہے، اسی کے سامنے سر جھکانا چاہیے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

قَدِيْرٌ ﴾ [الروم : ٥٠] ”سو اللہ کی رحمت کے نشانات کی طرف دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، بے شک وہی یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٥٧] ”اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے بھیجتا ہے، اس حال میں کہ خوش خبری دینے والی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل اٹھاتی ہیں تو ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف ہانکتے ہیں، پھر اس سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس کے ساتھ ہر قسم کے کچھ پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِيْمَانُهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾

”اور وہ کہتے ہیں یہ فیصلہ کب ہوگا، اگر تم سچے ہو؟ کہہ دے فیصلے کے دن ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا نہ ان کا ایمان لانا نفع دے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کا عذاب ان پر جلد واقع ہو جائے اور وہ جلد اللہ کے غضب و عقاب میں مبتلا ہو جائیں۔ یہ اس لیے کہ دراصل وہ عذابِ الٰہی کے منکر تھے اور ازراہ تکذیب و مخالفت کہتے تھے کہ اے محمد! آپ ہمارے خلاف کب فتح پائیں گے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب دیا کہ اس کی آمد میں کوئی شبہ نہیں، اس لیے تم اس سے پہلے ایمان لے آؤ، کیونکہ جب وہ دن آ جائے گا تو پھر کسی کافر کا ایمان اس کے کام نہیں آئے گا اور اسے مہلت نہیں دی جائے گی کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اسلام میں داخل ہو جائے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ : کفار کے اس سوال کا اللہ تعالیٰ نے بار بار ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴾ [النازعات : ٤٢ تا ٤٥] ”وہ تجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہے؟ اس کے ذکر سے تو کس خیال میں ہے؟ تیرے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔ تو تو صرف اسے ڈرانے والا ہے جو اس سے ڈرتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓي اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴾ [بنی إسرائيل : ٤٩ تا ٥١] ”اور انھوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں۔ کہہ دے تم کسی قسم کے پتھر بن جاؤ، یا لوہا۔

یا کوئی ایسی مخلوق جو تمھارے سینوں میں بڑی (معلوم) ہو۔ تو عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ کہہ دے وہی جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا، تو ضرور وہ تیری طرف اپنے سر تعجب سے ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہو گا؟ کہہ امید ہے کہ وہ قریب ہو۔‘‘

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ : یہاں فتح کا لفظ فیصلہ کے معنی میں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِيْ وَ مَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الشعراء : ۱۱۸] ’’پس تو میرے درمیان اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے، کھلا فیصلہ اور مجھے اور میرے ساتھ جو ایمان والے ہیں، انھیں بچا لے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَ هُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴾ [سبا : ۲۶] ’’کہہ ہم سب کو ہمارا رب جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور وہی خوب فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

۳ ع ۸ ۱۶ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ انْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

’’پس تو ان سے منہ پھیر لے اور انتظار کر، یقیناً وہ (بھی) انتظار کرنے والے ہیں۔‘‘

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ کفارِ مکہ کی احمقانہ باتوں اور ان کی کذب بیانیوں کا جواب نہ دیجیے، بلکہ پورے انہماک کے ساتھ دعوت و تبلیغ کے کام میں لگے رہیے اور اللہ کے فیصلے کا انتظار کیجیے۔ وہ یقیناً آپ کو فتح و نصرت دے گا اور آپ کے دشمنوں کو رسوا کرے گا۔ کفارِ مکہ بھی آپ کے بارے میں بری خبر سننے کا انتظار کر رہے ہیں، تا کہ ان کے زعم باطل کے مطابق انھیں آپ سے خلاصی مل جائے، لیکن اللہ کے فیصلے پر کس کا فیصلہ غالب آ سکتا ہے؟

سورة الاحزاب مدنية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۱﴾

''اے نبی! اللہ سے ڈر اور کافروں اور منافقوں کا کہنا مت مان۔ یقیناً اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''نبی'' کے لفظ کے ساتھ پکارا ہے، اس میں آپ کے لیے تعظیم اور آپ کی نبوت کا اعتراف و اثبات ہے۔ آپ کو اور آپ کے پیروکار مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ تقویٰ کی راہ اختیار کریں، اللہ کی بندگی کریں اور گناہوں سے دور رہیں۔ اللہ کے اوامر و نواہی کو بجا لائیں اور کافروں اور منافقوں کی بات مان کر دعوت توحید سے انحراف نہ کریں، اس لیے کہ وہ لوگ اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ ان کی تو خواہش ہوتی ہے کہ مسلمان اسلام سے برگشتہ ہو جائیں اور اپنا مشن چھوڑ کر انھی کی طرح مشرک و منافق بن جائیں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بڑا ہی علم و حکمت والا ہے، اس لیے اے نبی! اس کے اوامر کی اتباع اور اس کے نواہی سے اجتناب ہی میں ہر بھلائی ہے۔

آیت میں اگرچہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے لیکن دراصل اس خطاب میں تمام مومنین شامل ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٤٩] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان لوگوں کا کہنا مانو گے جنھوں نے کفر کیا تو وہ تمھیں تمھاری ایڑیوں سے پھیر دیں گے، پھر تم خسارہ اٹھانے والے ہو کر پلٹو گے۔''

وَّ اتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴿۲﴾ وَّ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ

كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۞

’’اور اس کی پیروی کر جو تیرے رب کی جانب سے تیری طرف وحی کی جاتی ہے۔ یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ پورا باخبر ہے۔ اور اللہ پر بھروسا کر اور اللہ وکیل کی حیثیت سے کافی ہے۔‘‘

اللہ پر بھروسا رکھنے کی نصیحت جو ان آیات میں ہے اس پر عمل کرنے والے مسلمانوں کا دنیوی نتیجہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عباسیہ تک کی خلافت ہے اور ایسے لوگوں کا آخرت کا نتیجہ اس حدیث سے واضح ہے جسے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میرے سامنے پیغمبروں کی امتیں لائی گئیں۔ میں نے دیکھا کہ کوئی پیغمبر تو ایسا تھا کہ اس کی امت کے لوگ دس سے بھی کم تھے اور کسی پیغمبر کے ساتھ ایک یا دو آدمی ہی تھے اور بعض کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ اتنے میں ایک بڑی امت آئی، میں سمجھا کہ یہ میری امت ہے، مگر مجھے بتایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہیں، آپ آسمان کے کنارے کی طرف دیکھیں۔ میں نے دیکھا کہ ادھر ایک اور بہت بڑا گروہ ہے، پھر مجھ سے کہا گیا کہ اب آپ دوسرے کنارے کی طرف دیکھیں۔ میں نے دیکھا تو یہاں بھی ایک بہت بڑا گروہ تھا۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ تمھاری امت ہے اور ان لوگوں میں سے ستر ہزار آدمی ایسے ہیں کہ جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے۔‘‘ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان لوگوں کے بارے میں اختلاف ہوا تو وضاحت کرتے ہوئے) آپ نے فرمایا: ’’یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کرتے ہیں اور نہ دم کرواتے ہیں اور نہ بدشگونی لیتے ہیں، بلکہ (ہر آن) اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔‘‘

[مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب ولا عذاب : ۲۲۰]

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَ مَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۞

’’اللہ نے کسی آدمی کے لیے اس کے سینے میں دو دل نہیں بنائے اور نہ اس نے تمھاری ان بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو، تمھاری مائیں بنایا ہے اور نہ تمھارے منہ بولے بیٹوں کو تمھارے بیٹے بنایا ہے، یہ تمھارا اپنے مونہوں سے کہنا ہے اور اللہ سچ کہتا ہے اور وہی (سیدھا) راستہ دکھاتا ہے۔‘‘

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کی حکمت اس بات کی متقاضی ہوئی کہ ایک انسان کے جسم میں دو دل نہ پیدا کیے جائیں، اس لیے کہ اگر دونوں ایک ہی بات کو چاہیں گے تو ایک بے کار ہوگا اور اگر دونوں دو مخالف باتوں کا حکم دیں گے تو ایک ہی انسان بیک وقت دو مخالف چیزوں کا چاہنے والا ہوگا، جو ہر شر و فساد کا باعث ہوگا، اسی طرح اس کی حکمت اس بات کی متقاضی ہوئی کہ ایک ہی عورت ایک ہی مرد کی ماں اور بیوی نہ ہو اور ایک ہی آدمی کسی دوسرے آدمی کا حقیقی اور منہ بولا بیٹا

نہ ہو۔ یہ مثال زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کی گئی تھی، جنھیں لوگ ''زید بن محمد'' کہا کرتے تھے اور عربوں کے قدیم رواج کے مطابق منہ بولا بیٹا وارث بنتا تھا، اس کی بیوی سے طلاق وغیرہ کے بعد شادی کرنا حرام سمجھا جاتا تھا۔ اسی غلط رواج کو ختم کرنے اور اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا، یہ آیت نازل ہوئی، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے، زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر پکارتے تھے (کیونکہ وہ آپ کے متبنّٰی تھے) یہاں تک کہ قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا: ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [الأحزاب : ٥] ''انھیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہ اللہ کے ہاں زیادہ انصاف کی بات ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ أدعوهم لآبآئهم هو أقسط عند الله ﴾ : ٤٧٨٢۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل زيد بن حارثة و ابنه أسامة رضی الله عنهما : ٢٤٢٥]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ (اے اللہ کے رسول! ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کا غلام) سالم حد بلوغت کو پہنچ گیا ہے اور مردوں کی باتیں سمجھنے لگا ہے اور وہ ہمارے گھر میں (ہمارے ساتھ ہی) ہے اور میرا خیال ہے کہ (میرے خاوند) ابو حذیفہ (رضی اللہ عنہ) دل میں کچھ ناپسندیدگی محسوس کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سالم کو دودھ پلا دو، تاکہ تم اس پر حرام ہو جاؤ اور جو کراہت ابو حذیفہ کے دل میں ہے وہ جاتی رہے گی۔'' تو وہ کہتی ہیں کہ میں نے انھیں دودھ پلایا تو ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے اشکالات بھی رفع ہو گئے۔ [مسلم، کتاب الرضاع، باب رضاعة الكبير : ١٤٥٣/٢٧۔ أبو داؤد، کتاب النكاح، باب من حرم به : ٢٠٦١]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو کوئی اپنے اصل باپ کے سوا اور کسی کو اپنا باپ بنائے اور وہ جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہو جائے گی۔'' [بخاری، کتاب الفرائض، باب من ادعی إلی غیر أبیه : ٦٧٦٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنے باپوں سے بے رغبتی نہ کرو، جو شخص اپنے باپ سے بے رغبتی کرے گا تو اس کا ایسا کرنا کفر (ناشکری) ہے۔'' [بخاری، کتاب الفرائض، باب من ادعی إلی غیر أبیه : ٦٧٦٨]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے دوسرے شخص کو جان بوجھ کر اپنا باپ بنایا اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور جو شخص اپنے آپ کو دوسری قوم کا فرد ظاہر کرے، حالانکہ اس کا نسب ان سے نہیں ملتا تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔'' [بخاری، کتاب المناقب، بابٌ : ٣٥٠٨]

سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ (بہت) بڑا بہتان ہے کہ آدمی اپنے باپ کے سوا اور کسی کو اپنا باپ ظاہر کرے۔'' [بخاری، کتاب المناقب، بابٌ : ٣٥٠٩]

یاد رہے! کسی دوسرے کے بچے کو عزت اور پیار سے بیٹا کہنے کی اس آیت میں ممانعت نہیں ہے، اس کی دلیل وہ حدیث

ہے جسے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکارا، تو فرمایا: ''اے میرے بیٹے!'' [مسلم، کتاب الآداب، باب جواز قوله لغیر ابنه : یا بُنَيَّ و استحبابه للملاطفة : ۲۱۵۱۔ أبوداوٗد، کتاب الأدب، باب فی الرجل یقول لابن غیره : یا بُنَيَّ : ٤٩٦٤]

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ ؕ وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَاۤ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَ لٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

''انھیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہ اللہ کے ہاں زیادہ انصاف کی بات ہے، پھر اگر تم ان کے باپ نہ جانو تو وہ دین میں تمھارے بھائی اور تمھارے دوست ہیں اور تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جس میں تم نے خطا کی اور لیکن جو تمھارے دلوں نے ارادے سے کیا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

زمانۂ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھا جاتا تھا اور اسے منہ بولے باپ کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ اس آیت کریمہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اس رواج کی تردید کر دی اور حکم دیا کہ ہر ایک کو اس کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کیا جائے۔ اللہ کے نزدیک عدل و انصاف کا یہی تقاضا ہے، اگر کسی شخص کے باپ کا علم نہ ہو تو اسے بھائی یا دوست جیسے الفاظ کے ساتھ پکارا جائے۔ اگر کوئی شخص کسی کو غلطی سے اس کے غیر باپ کی طرف منسوب کر دے تو وہ اللہ کے نزدیک قابل مؤاخذہ نہیں ہے، مؤاخذہ اس پر ہو گا کہ کوئی شخص جان بوجھ کر کسی کو اس کے غیر باپ کی طرف منسوب کرے۔

فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ : یعنی اگر لے پالکوں کے نسب معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمھارے بھائی اور دوست ہیں، جیسا کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرۂ قضا کے سال مکہ سے روانہ ہونے لگے تو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی چچا چچا کہتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آئی اور اس بچی کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اپنے چچا کی بیٹی کو لے لو، انھوں نے اس کو اپنے ساتھ سوار کر لیا، پھر اسی بچی (کا کفیل بننے) کے بارے میں سیدنا علی، سیدنا زید اور سیدنا جعفر رضی اللہ عنہم نے جھگڑا کیا (اور ہر ایک نے اپنے کفیل بننے کی دلیل دی) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس بچی کا میں زیادہ حق دار ہوں کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے اور سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ (یعنی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا) میری بیوی ہے۔ یہ دلائل سننے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچی کا فیصلہ اس کی خالہ کے حق میں کر دیا اور فرمایا: ''خالہ ماں کے درجے میں ہوتی ہے۔'' سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''شکل و صورت اور اخلاق میں تم میرے مشابہ ہو۔''

اور سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم ہمارے بھائی اور دوست ہو۔'' [بخاری، کتاب الصلح، باب کیف یکتب : هذا ما صالح فلان بن فلان و فلان بن فلان ...... الخ : ۲۶۹۹۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب صلح الحديبية : ۱۷۸۳]

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ : یعنی پوری کوشش کے باوجود اگر کوئی غلطی سے کسی کو غیر حقیقی باپ کی طرف منسوب کر دے تو اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی غلطیوں کو معاف کر دیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری راہنمائی فرمائی کہ جب کوئی غلطی یا بھول چوک ہو جائے تو اس طرح دعا کر لیا کرو: ﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ﴾ [البقرة : ۲۸۶] ''اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں۔''

اسی دعا کے متعلق سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ ایسے کہتا ہے: ﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ﴾ [البقرة : ۲۸۶] ''اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں۔'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یقیناً میں نے ایسے کر دیا (یعنی معاف کر دیا)۔'' [مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان تجاوز الله تعالىٰ عن حديث النفس ...... الخ : ۱۲۶]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری خاطر میری امت کو غلطی، بھول اور وہ کام معاف کر دیے ہیں جن پر انھیں مجبور کیا گیا ہو۔'' [ابن ماجه، کتاب الطلاق، باب طلاق المكره و الناسي : ۲۰۴۳]

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب حاکم کوئی فیصلہ اپنے اجتہاد سے کرے اور فیصلہ صحیح ہو تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور اگر کسی فیصلے کے اجتہاد میں خطا کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ : ۷۳۵۲۔ مسلم، کتاب الأقضية، باب بيان أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ : ۱۷۱۶]

وَلَكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ : یعنی گناہ اسے ہوگا جو باطل بات کو قصد و ارادہ سے کرے، جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب کو نازل فرمایا، آپ پر وحی نازل کی گئی، اس میں آیت رجم بھی تھی (جس کے مطابق) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (شادی شدہ زانی کو) رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم یہ آیت بھی پڑھا کرتے تھے کہ اپنے باپوں سے اعراض نہ کرو، کیونکہ یہ کفر ہے کہ تم اپنے باپوں سے اپنی نسبت کو توڑ لو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میری تعریف میں اس طرح مبالغہ آرائی سے کام نہ لینا جس طرح عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں غلو سے کام لیا گیا، پس میں بندہ ہوں، لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔'' [مسند أحمد : ۱/ ۴۷، ح : ۳۳۳۔ بخاری، کتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالىٰ : ﴿ واذكر في الكتاب مريم ﴾ : ۳۴۴۵]

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار باتیں میری امت میں امور جاہلیت میں سے ہیں جن کو یہ لوگ نہیں چھوڑیں گے: ① حسب پر فخر کرنا۔ ② نسب پر طعن کرنا۔ ③ ستاروں کے ذریعے سے

بارش طلب کرنا۔ ④ اور نوحہ کرنا۔'' [مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحۃ : ۹۳٤]

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۞

''یہ نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں ان کا بعض، بعض پر دوسرے ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کوئی نیکی کرو۔ یہ (حکم) کتاب میں ہمیشہ سے لکھا ہوا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کی عظمت اور امہات المومنین کی قدر و منزلت بیان کی گئی ہے۔ مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ تمام دینی اور دنیاوی امور میں آپ ﷺ کو اپنی ذات پر مقدم رکھیں۔ اپنے آپ سے زیادہ ان سے محبت کریں۔ آپ کا حکم ان کی ذات پر ان کے اپنے حکموں سے زیادہ نافذ العمل ہو۔ آپ کے حقوق کو اپنے حقوق پر ترجیح دیں۔ اپنی ذات سے زیادہ آپ سے محبت کریں اور ان کی خاطر اپنی جانیں فدا کر دیں۔ ان کے ہر حکم کو بجا لائیں، کیونکہ دنیا و آخرت کی تمام نیک بختیوں کا یہی واحد سرچشمہ ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کسی ایسے شخص کا جنازہ آتا جو مقروض ہوتا تو آپ پوچھتے: ''کیا اس شخص نے قرض ادا کرنے کے لیے کچھ مال چھوڑا ہے؟'' اگر لوگ کہتے، ہاں، اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے مال چھوڑا ہے تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھتے، ورنہ مسلمانوں سے کہہ دیتے کہ تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھ لو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتوحات سے نوازا تو آپ نے فرمایا: ''میں مسلمانوں کا ان سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہوں، سو جو کوئی مومن فوت ہو جائے اور قرض دار مرے تو اس کا قرض مجھ پر ہے اور اگر مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔'' [بخاری، کتاب الکفالۃ، باب الدین : ۲۲۹۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں ہر مومن کا دنیا اور آخرت (دونوں) میں سب سے زیادہ خیر خواہ ہوں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ﴾ [الأحزاب : ٦] ''یہ نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے'' تو جو کوئی مومن فوت ہو جائے اور مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کو ملے گا، خواہ وہ کوئی ہوں اور جو کوئی قرض یا بچے چھوڑ جائے تو وارث میرے پاس آئے، میں اس کا ولی ہوں۔''
[بخاری، کتاب الاستقراض، باب الصلوۃ علی من ترک دینًا : ۲۳۹۹]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں

اسے اس کے والدین سے، اس کی اولاد سے اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔" [بخاری، کتاب الإیمان، باب حب الرسول ﷺ من الإیمان : ۱۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب محبة رسول الله ﷺ أکثر من الأهل والولد...... الخ : ۴۴/۷۰]

سیدنا عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ مجھے تمام جہاں سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میری اپنی جان کے، آپ نے فرمایا: "نہیں، عمر! اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب تک کہ میں تیرے لیے تیری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔" یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم! آپ اب مجھے میری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اے عمر! اب ٹھیک ہے۔" [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ؟ : ۶۶۳۲]

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ : یعنی آپ کی بیویاں تمام مسلمانوں کے لیے ماں کا مقام رکھتی ہیں، ان کے لیے ان سے شادی کرنا حرام ہے۔ امہات المومنین کا احترام واجب ہے، لیکن ان کے ساتھ خلوت اور انھیں نظر اٹھا کر دیکھنا جائز نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴾ [الأحزاب : ۵۳] "اور جب تم ان سے کوئی سامان مانگو تو ان سے پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمھارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور تمھارا کبھی بھی حق نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ اس کے بعد کبھی اس کی بیویوں سے نکاح کرو۔ بے شک یہ بات ہمیشہ سے اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔" اور فرمایا: ﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴾ [الأحزاب : ۳۲] "اے نبی کی بیویو! تم عورتوں میں سے کسی ایک جیسی نہیں ہو، اگر تقویٰ اختیار کرو تو بات کرنے میں نرمی نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے طمع کر بیٹھے اور وہ بات کہو جو اچھی ہو۔"

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ : یعنی اہل قرابت ایک دوسرے کی میراث کے مہاجرین اور دیگر مومنین سے زیادہ حق دار ہیں۔ ابتدائے اسلام میں لوگ ہجرت، آپس کے بھائی چارہ اور معاہدوں کی بنیاد پر ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور وراثت صرف قرابت داروں کے ساتھ مختص ہوگئی اور غیر قرابت داروں کے لیے صدقہ، ہدیہ اور وصیت جیسی صورتیں باقی رہ گئیں، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت: ﴿ وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ ﴾، ﴿ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ ﴾ [النساء : ۳۳] اس سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس کے نازل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو ذوی الارحام کے علاوہ انصار و مہاجرین بھی ایک دوسرے کے وارث قرار پاتے تھے، اس بھائی چارے کی وجہ سے جو نبی ﷺ نے ان میں

کرا دیا تھا۔ اس کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ﴾ [النساء : ۳۳] تو اس آیت نے ﴿ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ ﴾ کو منسوخ کر دیا (یعنی بھائی چارے والی وراثت کو منسوخ کر دیا)۔ [بخاری، کتاب الفرائض، باب ذوی الأرحام : ٦٧٤٧]

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۙ۝۷

”اور جب ہم نے تمام نبیوں سے ان کا پختہ عہد لیا اور تجھ سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے بھی اور ہم نے ان سے بہت پختہ عہد لیا۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے پانچوں اولوالعزم اور دیگر تمام انبیائے کرام سے بھی یہ پختہ عہد و پیمان لیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کریں گے، اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچائیں گے اور اس کے آخری پیغمبر کی نصرت و حمایت کریں گے اور ان کے ساتھ تعاون کریں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۸۱، ۸۲] ”اور جب اللہ نے سب نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ میں کتاب و حکمت میں سے جو کچھ تمھیں دوں، پھر تمھارے پاس کوئی رسول آئے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمھارے پاس ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری عہد قبول کیا؟ انھوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو گواہ رہو اور تمھارے ساتھ میں بھی گواہوں سے ہوں۔ پھر جو اس کے بعد پھر جائے تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔“

اس عہد و پیمان کی مزید تصریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰۤى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ﴾ [الشوریٰ : ۱۳] ”اس نے تمھارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا جس کا تاکیدی حکم اس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے تیری طرف کی اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا، یہ کہ اس دین کو قائم رکھو اور اس میں جدا جدا نہ ہو جاؤ۔“

لِيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۸ ع

”تاکہ وہ سچوں سے ان کے سچ کے بارے میں سوال کرے اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔“

یعنی قیامت کے دن ان صادق القول والعمل انبیاء سے ان کی امتوں کے سامنے پوچھا جائے گا کہ کیا انھوں نے

اللہ کا پیغام اپنی امتوں کو پہنچا دیا تھا، تو وہ کہیں گے کہ ہاں، اے ہمارے رب! ہم نے تیرا پیغام انھیں پہنچا دیا تھا، تو اللہ انھیں اور ان کے پیروکار مومنوں کو اچھا بدلہ دے گا۔ اس سوال سے مقصود اہل کفر و شرک کو میدانِ محشر میں سب کے سامنے ملزم قرار دینا ہوگا۔ ورنہ اللہ تو خوب جانتا ہے کہ ان رسولوں نے پوری امانت داری کے ساتھ پیغام رسانی کا کام انجام دیا تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں فرمایا کہ اس نے کافروں کے لیے بڑا ہی دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے، جس میں وہ انھیں ہمیشہ کے لیے ڈال دے گا۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(روزِ قیامت) نوح علیہ السلام اور ان کی امت حاضر ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تو نے (میرا پیغام اپنی امت کو) پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے، ہاں، یا رب! اللہ تعالیٰ ان کی امت سے فرمائے گا، کیا انھوں نے تم لوگوں کو (میرا پیغام) پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے، نہیں، ہمارے پاس تو کوئی نبی نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائے گا، تیرا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریں گے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت۔ تب ہم (مسلمان) گواہی دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ عزوجل: ﴿ ولقد أرسلنا نوحًا إلی قومہ ﴾ : ۳۳۳۹]

اگلی آیت سے غزوۂ احزاب کا ذکر شروع ہو رہا ہے، لہٰذا ہم غزوۂ احزاب کا مختصر حال صحیح احادیث کی روشنی میں درج کر دیتے ہیں، تاکہ متعلقہ آیات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ احد کے دن اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (غزوہ میں شرکت کے لیے) پیش کیا اور اس وقت میری عمر چودہ برس تھی، لیکن آپ نے اجازت نہیں دی، پھر میں غزوۂ خندق میں پیش ہوا، اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی، چنانچہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الأحزاب : ۴۰۹۷]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات مدینہ والوں پر ایک آواز سن کر خوف طاری ہوگیا۔ سب لوگ اس آواز کی طرف نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو آواز کی جانب سے واپس پلٹتے ہوئے ملے اور آپ سب سے پہلے آواز کی سمت گئے تھے۔ آپ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے، گردن میں تلوار لٹک رہی تھی اور آپ فرما رہے تھے: ''گھبراؤ نہیں، کوئی خطرہ نہیں ہے۔'' [مسلم، کتاب الفضائل، باب شجاعتہ صلی اللہ علیہ وسلم : ۲۳۰۷]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات (مدینہ سے باہر گشت کرتے ہوئے) بیداری میں گزاری۔ مدینہ پہنچنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی نیک مرد ایسا ہوتا جو رات بھر ہمارا پہرا دیتا!'' ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ہم نے ہتھیاروں کی جھنکار سنی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' (آنے والے نے) کہا، میں ہوں سعد بن ابی وقاص، آپ کا پہرا دینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔ [بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الحراسۃ فی الغزو فی سبیل اللہ : ۲۸۸۵]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف تشریف لائے، اس وقت مہاجرین اور انصار صبح سویرے ہی سردی میں خندق کھود رہے تھے۔ ان کے پاس غلام بھی نہیں تھے کہ ان کے بجائے وہ اس کام کو انجام دیتے۔ بہر حال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مجاہدوں کی مشقت اور بھوک کو ملاحظہ کیا تو فرمایا: « اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَه، فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَه » ''اے اللہ! زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے۔ سو تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔'' مجاہدین یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے جواب میں یوں کہا: « نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا، عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدَا » ''ہم وہ ہیں جنھوں نے جہاد پر اس وقت تک محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے، جب تک کہ ہمارے جسموں میں جان باقی ہے۔'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جوابی طور پر یوں دعا دی: « اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَهْ ، فَبَارِكْ فِي الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ » ''اے اللہ! جو خیر ہے، وہ آخرت ہی کی خیر ہے، تو انصار اور مہاجرین میں برکت فرما دے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق و ھی الأحزاب : ۴۰۹۹، ۴۱۰۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صورتحال یہ تھی کہ ایک مٹھی بھر جو کا آٹا (جو ایک مجاہد کے حصے میں آتا) وہ ایسے روغن میں ڈال کر پکایا جاتا تھا، جس میں سے بو آتی تھی۔ یہی کھانا مجاہدین کے سامنے رکھا جاتا تھا۔ وہ بھوکے ہوتے تھے، کھاتے تو ان کے حلق میں اٹک اٹک جاتا تھا اور بو الگ ستاتی تھی۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق و ھی الأحزاب : ۴۱۰۰]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خندق کھود رہے تھے اور اس کے اندر سے مٹی اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ آپ کے پیٹ پر اس قدر مٹی پڑ گئی تھی کہ جلد نظر نہیں آتی تھی۔ آپ کے (سینے سے پیٹ تک) گھنے بالوں (کی ایک لکیر) تھی۔ میں نے خود سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مٹی ڈھوتے ہوئے سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے جنگی اشعار پڑھ رہے تھے: « اَللّٰهُمَّ لَوْ لَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا، وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا، فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا، وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا، اِنَّ الْاُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا وَاِنْ اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا » ''اے اللہ! اگر تو (کرم) نہ کرتا تو ہمیں سیدھا راستہ نہ ملتا، ہم صدقہ کرتے، نہ نماز پڑھتے۔ پس ہم پر تو اپنی طرف سے سکینت نازل فرما اور اگر ہمارا آمنا سامنا ہو جائے تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔ یہ لوگ ہمارے اوپر ظلم سے چڑھ آئے ہیں، جب یہ ہمیں آزمائش سے دوچار کرنے کا پروگرام بناتے ہیں تو ہم انکاری ہو کر ڈٹ جاتے ہیں۔'' راوی نے بیان کیا کہ آخری کلمات پڑھتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بلند ہو جاتی۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الأحزاب : ۴۱۰۶]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم خندق کے دن زمین کھود رہے تھے کہ ایک بہت سخت چٹان نکل آئی (وہ اتنی

سخت تھی کہ کسی سے نہ ٹوٹی) لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے جا کر عرض کی کہ ایک چٹان (ایسی) نکل آئی ہے (کہ کسی طرح نہیں ٹوٹتی) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں خود آ کر اسے دیکھتا ہوں۔“ پھر آپ اس حالت میں روانہ ہوئے کہ آپ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا، تین روز سے کسی نے بھی کھانا نہیں کھایا تھا، ایسے عالم میں رسول اللہ ﷺ نے وہاں پہنچ کر جو کدال ماری تو کدال مارتے ہی وہ چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی۔[بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الأحزاب : ۴۱۰۱]

یزید بن شریک تیمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص بولا، اگر میں رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ مبارک میں ہوتا تو جہاد کرتا اور لڑنے میں بھرپور کوشش کرتا۔ یہ سن کر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، تو ایسا کرتا؟ حالانکہ میں اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ خندق کی سخت سرد رات میں دیکھ رہا ہوں، جب بہت تیز ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: ”کیا کوئی شخص ہے جو جا کر کافروں کی خبر لائے؟ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے میرے ساتھ کر دے گا۔“ یہ سن کر ہم میں سے کسی نے جواب نہ دیا، آپ ﷺ نے تین بار یہی فرمایا، لیکن ہم میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا، پھر آپ نے فرمایا: ”حذیفہ! کھڑے ہو جاؤ اور دشمن کی خبر لاؤ۔“ اب تو مجھے جانا ہی تھا، کیونکہ آپ نے میرا نام لے کر مجھے جانے کا کہا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا: ”جاؤ اور کافروں سے متعلق معلومات لے کر آؤ اور انھیں مجھ پر نہ اکسانا (یعنی کوئی ایسا کام نہ کرنا جس کی وجہ سے انھیں غصہ آ جائے)۔“ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں آپ کے پاس سے چلا تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں حمام میں چل رہا ہوں، یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ ابوسفیان آگ سے اپنی کمر سینک رہا تھا۔ میں نے تیر کو کمان پر چڑھایا اور ابوسفیان کو مارنے کا ارادہ کیا تو مجھے آپ کا حکم یاد آ گیا کہ آپ نے فرمایا تھا: ”انھیں میرے خلاف نہ بھڑکانا۔“ اگر میں تیر پھینک دیتا تو وہ سیدھا ابوسفیان کو لگتا۔ میں ریکی مکمل کرنے کے بعد پلٹا تو مجھے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے میں حمام میں چل رہا ہوں۔ پھر جب میں آپ کے پاس آیا اور میں نے آپ کو سب کچھ بتا دیا اور اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو اس وقت مجھے سردی محسوس ہوئی۔ پھر آپ نے مجھے اپنا ایک زائد کمبل اوڑھا دیا، جسے اوڑھ کر آپ نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ میں اس کو اوڑھ کر صبح تک سویا رہا، پھر جب صبح ہوئی تو آپ نے مجھ سے فرمایا: ”بہت زیادہ سونے والے! اب اٹھ جا۔“ [مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب غزوة الأحزاب : ۱۷۸۸]

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے دو یا تین مرتبہ اپنے والد (زبیر رضی اللہ عنہ) کو ہتھیار زیب تن کیے ہوئے بنو قریظہ کی بستی میں آتے جاتے دیکھا۔ تو آپ سے سوال کیا (جس کے جواب میں) انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کون ہے جو ہمارے پاس بنو قریظہ کی خبر لائے؟“ اس پر میں ان کی طرف گیا اور جب میں واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ

نے (فرطِ مسرت میں) اپنے والدین کا ایک ساتھ ذکر کر کے فرمایا: ”تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔“ [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب مناقب الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ : ۳۷۲۰۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل طلحة و الزبیر رضی اللہ تعالی عنھما : 2416]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خندق میں فرمایا: ” (لوگو! بنی قریظہ کے یہودیوں کی) کون جا کر خبر لاتا ہے؟“ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میں لاتا ہوں۔ آپ نے پھر فرمایا: ” (بنی قریظہ کی) خبر کون لاتا ہے؟“ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں لاتا ہوں۔ آپ نے پھر فرمایا: ” (بنی قریظہ کی) خبر کون لاتا ہے؟“ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں لاتا ہوں۔ (اس وقت) آپ نے فرمایا: ”ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق وھی الأحزاب : ۴۱۱۳]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور کفار قریش کو برا بھلا کہتے ہوئے کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! میں تو نماز بھی نہیں پڑھ سکا، حتیٰ کہ سورج غروب ہونے کو پہنچ گیا۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! نماز تو میں بھی ادا نہیں کر سکا۔“ چنانچہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وادی بطحان میں گئے، وہاں آپ نے اور ہم نے وضو کیا، پھر سورج غروب ہونے کے بعد پہلے عصر اور بعد میں مغرب کی نماز پڑھی۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق : ۴۱۱۲۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب الدلیل لمن قال الصلوة الوسطی ھی صلوة العصر : ۶۳۱]

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اتحادیوں کے خلاف رسول اللہ ﷺ نے یوں دعا کی: « اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ ! سَرِيْعَ الْحِسَابِ ! اهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَ زَلْزِلْهُمْ » ”اے اللہ! اے کتاب نازل فرمانے والے! جلد حساب لینے والے! اتحادیوں کو شکست سے دو چار کر۔ اے اللہ! ان کو ہزیمت دے، انھیں جھنجھوڑ کر رکھ دے۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق وھی الأحزاب : ۴۱۱۵]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے موقع پر ہم نے عرض کی، یا رسول اللہ! کیا کوئی ایسی دعا ہے جسے ہم پڑھیں، کیونکہ لوگوں کے کلیجے حلق کو آ گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں، پڑھو: « اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَ آمِنْ رَوْعَاتِنَا » ”یا اللہ! ہمارے عیوب ڈھانپ لے اور ہمیں گھبراہٹ سے امن دے۔“ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پھر ہوا کے ذریعے سے دشمنوں کے منہ پھیر دیے اور اسی ہوا کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو شکست دے دی۔ [مسند أحمد : ۳/۳، ح : ۱۱۰۰۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری مدد بادِ مشرق سے کی گئی اور عاد قوم کے لوگوں کو تند و تیز طوفانی ہوا سے تباہ و برباد کر دیا گیا۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق : ۴۱۰۵]

سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اتحادی لشکر چلے گئے تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اب ہم ان سے جنگ کریں گے، وہ ہم پر فوج کشی نہیں کر سکیں گے، بلکہ ہم ان پر فوج کشی کیا کریں گے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق : ۴۱۱۰]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، اَعَزَّ جُنْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَ غَلَبَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ، فَلَا شَيْءَ بَعْدَهٗ » ''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس نے اپنے لشکر کو فتح سے نوازا۔ اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد فرمائی۔ اکیلے نے اتحادیوں کو بھگا ڈالا۔ اللہ کے بعد کوئی شے مقابلے پر ٹھہر نہیں سکتی۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق : ۴۱۱۴]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۹

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ پر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم پر کئی لشکر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر جنھیں تم نے نہیں دیکھا اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ اسے خوب دیکھنے والا تھا۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی نعمت اور اپنے فضل و کرم کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ان کے ان دشمنوں کو دور ہٹا کر انھیں شکست فاش دی جو مختلف جماعتوں کی صورت میں ان پر حملہ آور ہوئے تھے۔ انھی کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔

اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا : ''جُنُوْدٌ'' سے مراد کفارِ مکہ اور قبائل عرب پر مشتمل وہ لشکر ہے جو مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہوا تھا۔ ''رِيْحًا'' سے مراد وہ تیز ہوا ہے، جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے لشکرِ کفار کے خیمے اکھاڑ دیے اور ان کی ہانڈیاں الٹ دی تھیں، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری مدد بادِ صبا کے ساتھ کی گئی ہے اور عاد کو دبور (مغربی ہوا) کے ذریعے سے ہلاک کر دیا گیا تھا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قوله : ﴿ وهو الذی یرسل الریاح بشرًا بین یدی رحمته ﴾ : ۳۲۰۵۔ مسلم، کتاب صلاة الاستسقاء، باب فی ریح الصبا و الدبور : ۹۰۰]

جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا : اس ''جنود'' سے مراد وہ فرشتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے اس دن بھیجا تھا، جنھوں نے ان کے خیمے اکھاڑ پھینکے، ان کی آگ بجھا دی، انھیں تتر بتر کر دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔

یزید بن شریک تیمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص بولا، اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں ہوتا تو جہاد کرتا اور لڑنے میں بھرپور کوشش کرتا۔ یہ سن کر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، تو ایسا کرتا؟ حالانکہ میں اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ خندق کی سخت سرد رات میں

دیکھ رہا ہوں، جب بہت تیز ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: ''کیا کوئی شخص ہے جو جا کر کافروں کی خبر لائے؟ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے میرے ساتھ کر دے گا۔'' یہ سن کر ہم میں سے کسی نے جواب نہ دیا، آپ ﷺ نے تین بار یہی فرمایا، لیکن ہم میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا، پھر آپ نے فرمایا: ''حذیفہ! کھڑے ہو جاؤ اور دشمن کی خبر لاؤ۔'' اب تو مجھے جانا ہی تھا، کیونکہ آپ نے میرا نام لے کر مجھے جانے کا کہا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''جاؤ اور کافروں سے متعلق معلومات لے کر آؤ اور انھیں مجھ پر نہ اکسانا (یعنی کوئی ایسا کام نہ کرنا جس کی وجہ سے انھیں غصہ آ جائے)۔'' سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں آپ کے پاس سے چلا تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں حمام میں چل رہا ہوں، یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ ابوسفیان آگ سے اپنی کمر سینک رہا تھا۔ میں نے تیر کو کمان پر چڑھایا اور ابوسفیان کو مارنے کا ارادہ کیا تو مجھے آپ کا حکم یاد آ گیا کہ آپ نے فرمایا تھا: ''انھیں میرے خلاف نہ بھڑکانا۔'' اگر میں تیر پھینک دیتا تو وہ سیدھا ابوسفیان کو لگتا۔ میں ریکی مکمل کرنے کے بعد پلٹا تو مجھے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے میں حمام میں چل رہا ہوں۔ پھر جب میں آپ کے پاس آیا اور میں نے آپ کو سب کچھ بتا دیا اور اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو اس وقت مجھے سردی محسوس ہوئی۔ پھر آپ نے مجھے اپنا ایک زائد کمبل اوڑھا دیا، جسے اوڑھ کر آپ نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ میں اس کو اوڑھ کر صبح تک سویا رہا، پھر جب صبح ہوئی تو آپ نے مجھ سے فرمایا: ''بہت زیادہ سونے والے! اب اٹھ جا۔'' [مسلم، کتاب الجهاد و السیر، باب غزوة الأحزاب : ۱۷۸۸]

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾

''جب وہ تم پر تمھارے اوپر سے اور تمھارے نیچے سے آ گئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کے بارے میں گمان کرتے تھے، کئی طرح کے گمان۔ اس موقع پر ایمان والے آزمائے گئے اور ہلائے گئے، سخت ہلایا جانا۔''

﴿ مِنْ فَوْقِكُمْ ﴾ سے مراد وادی کا بالائی علاقہ ہے، یعنی مدینے کا مشرقی حصہ، اس طرف سے عیینہ بن حصن کی قیادت میں قبیلہ غطفان، عوف بن مالک کی قیادت میں قبیلہ ہوازن اور طلیحہ بن خویلد اسدی کی قیادت میں نجد کے قبائل آئے۔ اور ان کے ساتھ بنی نضیر کے یہود مل گئے۔ ﴿ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ﴾ سے مراد وادی کا نشیبی علاقہ ہے، یعنی مدینے کا مغربی علاقہ، اس طرف سے ابوسفیان بن حرب کی قیادت میں کفار مکہ اور کچھ دوسرے لوگ آئے اور خندق کی سمت سے بنو قریظہ کے یہودی تھے جن کے ساتھ حیی بن اخطب یہودی اور عامر بن طفیل وغیرہ تھے۔ ہر چہار جانب سے دشمنوں کو آتا دیکھ کر مسلمانوں کی آنکھیں پتھرا گئیں کہ ہر طرف دشمن ہی دشمن نظر آ رہے ہیں اور مارے خوف و دہشت کے ان کے دل باہر نکل جانے کے لیے ان کے گلوں تک پہنچ گئے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے اوہام و

خیالات ان کے دلوں میں پرورش پانے لگے کہ معلوم نہیں کہ وہ ہماری مدد کرے گا، یا ہمارے گناہوں کے سبب ہمیں ذلیل ورسوا کرے گا، الغرض، مومنین شدید ترین آزمائش میں پڑ گئے۔ دشمن کا خوف، جنگ کی صعوبتیں، بھوک پیاس اور ہر چہار جانب سے دشمن کے محاصرے کی وجہ سے جاں بلب ہو گئے اور شدید خوف و ہراس اور اضطراب و پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا تا کہ مومن ومنافق کا فرق واضح ہو جائے۔

وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾

”اور جب منافق لوگ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے، کہتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے محض دھوکا دینے کے لیے وعدہ کیا تھا۔“

منافقین سے مراد عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی ہیں اور ﴿ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں شک وشبہ کی بیماری تھی، جنھیں ایمان کی کمزوری کی وجہ سے ان شدید حالات میں مخلص مسلمانوں کے خلاف اپنے دل کے پھپھولے پھوڑنے کا موقع مل گیا تھا۔ ان تمام لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جس فتح ونصرت کا وعدہ کیا تھا وہ محض ایک دل بہلانے والی بات تھی۔

وَ اِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ يَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾

”اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب والو! تمھارے لیے ٹھہرنے کی کوئی صورت نہیں، پس لوٹ چلو، اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگتا تھا، کہتے تھے ہمارے گھر تو غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ کسی طرح غیر محفوظ نہیں، وہ بھاگنے کے سوا کچھ چاہتے ہی نہیں۔“

منافقین کی ایک جماعت نے مسلمانوں کے عزم وثبات کو کمزور کرنے کے لیے کہا کہ خندق اور سلع پہاڑی کی درمیانی جگہ میں رہ کر تم لوگ اپنے بال بچوں کی حفاظت نہیں کر سکتے ہو، اس لیے تم لوگ مدینہ لوٹ جاؤ۔ کچھ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ کہہ کر اپنے گھروں کو واپسی کی اجازت چاہی کہ ان کے مکانات بالکل غیر محفوظ ہیں اور ڈر ہے کہ دشمن حملہ کر کے ہمارے بچوں کو ہلاک کر دیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی اور کہا کہ ان کے اجازت مانگنے کی اصل وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کے مکانات غیر محفوظ ہیں، بلکہ وہ کسی بہانے میدانِ جنگ سے بھاگنا چاہتے ہیں۔ اس آیت میں یثرب سے مراد مدینہ منورہ ہے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خواب میں مجھے تمھارا دارِ ہجرت دکھایا گیا۔ میں نے ایک کھاری نمکین زمین دیکھی ہے، جہاں کھجور کے باغات ہیں اور وہ دو پتھریلے

میدانوں کے درمیان ہے۔" [بخاری، كتاب الكفالة، باب جوار أبي بكر في عهد رسول اللہ ﷺ و عقده : ۲۲۹۷]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جو کھجوروں والی ہے، اس خواب کے بعد میرا وہ خیال جاتا رہا کہ ہجرت کی جگہ یمامہ یا ہجر ہو گی، اب پتا چلا کہ وہ تو یثرب (یعنی مدینہ) ہے۔" [بخاری، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام : ۳۶۲۲]

وَ لَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُىِٕلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَ مَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾

"اور اگر اس (شہر) میں ان پر اس کے کناروں سے داخل ہوا جاتا، پھر ان سے فتنہ برپا کرنے کا سوال کیا جاتا تو یقیناً وہ اسے (عمل میں) لے آتے اور اس میں دیر نہ کرتے مگر تھوڑی۔"

منافقین کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ اگر شہر مدینہ کے چاروں طرف سے دشمن ان پر حملہ کر دے، لوٹ مار شروع کر دے اور منافقین سے کہے کہ تم لوگ اسلام کا انکار کر کے دوبارہ کفر و شرک کو قبول کر لو، تو وہ لوگ ذرا بھی توقف سے کام نہیں لیں گے، بلکہ فوراً اپنے کفر کا اعلان کر دیں گے۔

وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾

"حالانکہ بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے انھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ کا عہد ہمیشہ پوچھا جانے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھوں نے تو اللہ سے عہد و پیمان کر رکھا تھا کہ وہ دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔ ان سے مراد بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے لوگ ہیں، جو غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اور مسلمانوں کو وہاں جو فتح و نصرت حاصل ہوئی تھی، اسے سن کر کہتے تھے کہ اگر آئندہ کوئی جنگ ہوئی تو ہم ضرور شریک ہوں گے، لیکن غزوۂ احزاب میں ان کا بھرم کھل گیا کہ ان کی باتوں کا صداقت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾

"کہہ دے تمھیں بھاگنا ہرگز نفع نہیں دے گا اگر تم مرنے یا قتل ہونے سے بھاگو اور اس وقت تمھیں فائدہ نہیں دیا جائے گا مگر بہت کم۔"

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی ان کے نفاق اور ان کی بزدلی کا جواب دیا کہ اگر تمھاری قسمت میں قتل لکھا ہو گا

اور تمھاری موت کا وقت آ چکا ہو گا تو راہِ فرار اختیار کرنے سے تم بچ نہیں جاؤ گے، اور اگر تمھاری عمر کا کچھ حصہ باقی ہو گا تو وہ جلد ہی گزر جائے گا اور تم دنیا کی لذتوں سے بہت تھوڑا ہی فائدہ اٹھا سکو گے، پھر بالآخر موت تمھیں آ دبوچے گی۔

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَ لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

''کہہ دے وہ کون ہے جو تمھیں اللہ سے بچائے گا، اگر وہ تم سے کسی برائی کا ارادہ کرے، یا تم پر کسی مہربانی کا ارادہ کرے اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔''

اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے نبی کی زبانی یہ بھی کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمھیں شکست دینا چاہے، یا تمھیں ہلاک کرنا چاہے، یا کسی اور عذاب میں مبتلا کرنا چاہے، تو اس کے سوا تمھیں کون بچا سکے گا؟ یا اگر وہ تم پر رحم کرتے ہوئے تمھیں فتح و کامیابی اور عافیت و صحت سے نوازنا چاہے، تو اسے کون منع کر سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا بندوں کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔ ان کے لیے اس کی جناب کے سوا کوئی دوسری جائے پناہ نہیں ہے۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَ لَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۱۸﴾

''یقیناً اللہ تم میں سے رکاوٹیں ڈالنے والوں کو جانتا ہے اور اپنے بھائیوں سے یہ کہنے والوں کو بھی کہ ہماری طرف آ جاؤ اور وہ لڑائی میں نہیں آتے مگر بہت کم۔''

منافقین میں سے کچھ لوگ خفیہ طور پر مسلمانوں سے ملتے اور ایسی باتیں کرتے جن سے جنگ کرنے سے ان کی ہمت پست ہو۔ کہتے کہ محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کی ابوسفیان اور اس کے لشکر کے سامنے کیا حیثیت ہے؟ مسلمان ان کی ایک جھڑپ بھی برداشت نہیں کر سکتے، اس لیے ان کے ساتھ اپنی جان جوکھم میں نہ ڈالو اور ہمارے پاس آ کر سایہ دار درختوں اور پھلوں کے مزے اڑاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ موت کے ڈر سے جنگ کے قریب کم ہی پھٹکتے ہیں۔

اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾

''تمھارے بارے میں سخت بخیل ہیں، پس جب خوف آ پہنچے تو تو انھیں دیکھے گا کہ تیری طرف ایسے دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی ہیں جس پر موت کی غشی طاری کی جا رہی ہو، پھر جب خوف جاتا رہے تو تمھیں تیز زبانوں کے ساتھ تکلیف دیں گے، اس حال میں کہ مال کے سخت حریص ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیے اور یہ ہمیشہ سے اللہ پر بہت آسان ہے۔''

منافقین مسلمانوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں نہایت بخیل ہیں، وہ جہاد میں اپنا مال خرچ نہیں کرتے ہیں اور جب جنگ کی وجہ سے انھیں موت کا خوف ہوتا ہے تو غایت درجہ بزدلی کی وجہ سے ان کی آنکھیں دائیں بائیں گھومنے لگتی ہیں، جیسے اس آدمی کی کیفیت ہوتی ہے جس پر موت طاری ہو اور جب جنگ کا خطرہ ٹل جاتا ہے تو مسلمانوں کی عیب جوئی اور مذمت کے لیے اپنی زبانیں دراز کرتے ہیں اور انھیں تکلیف پہنچاتے ہیں۔ یہ لوگ بھلائی کے کاموں میں بڑے ہی بخیل ہیں اور اپنے ایمان میں غیر مخلص اور منافق ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو رائگاں اور بے سود بنا دیا اور ایسا کرنا اس کے لیے بڑا ہی آسان ہے۔

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآىِٕكُمْ ؕ وَ لَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْۤا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾ ع ۱۸

''وہ لشکروں کو سمجھتے ہیں کہ نہیں گئے اور اگر لشکر آجائیں تو وہ پسند کریں گے کاش! واقعی وہ بدویوں میں باہر نکلے ہوئے ہوتے، تمھاری خبریں پوچھتے رہتے اور اگر وہ تم میں موجود ہوتے تو نہ لڑتے مگر بہت کم۔''

منافقین خوف اور بزدلی کی وجہ سے لشکر کفار کے واپس چلے جانے کے بعد بھی یہی سمجھتے ہیں کہ ابھی وہ لوگ آس پاس ہی موجود ہیں اور ممکن ہے دوبارہ واپس آ جائیں۔ اگر واقعی دشمن واپس آ جائے تو ان کی تمنا ہوگی کہ کاش! وہ لوگ بادیہ نشینوں کے پاس چلے گئے ہوتے، تاکہ جنگ میں شریک ہونے کی نوبت نہ آتی اور وہیں سے آنے جانے والوں سے مسلمانوں کے بارے میں دریافت کرتے کہ لشکر کفار سے مڈبھیڑ میں ان کا انجام کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ مدینہ سے چلے بھی جاتے تو مسلمانوں کا کچھ نہ بگڑتا، اس لیے کہ اگر یہ لوگ ہوتے بھی تو صرف دکھلاوے کے لیے شریک ہوتے اور کوئی مفید کام انجام نہ دیتے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾

''بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے، اس کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کی امید رکھتا ہو

اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہو۔‘‘

نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی نیک صفات اور اچھے اخلاق و کردار میں مومنوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ آپ مشکل گھڑیوں میں ہمیشہ ثابت قدم رہے، دکھ اور مصیبت پر صبر کیا اور کسی حال میں بھی آپ کے پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی۔ مکی زندگی میں کفارِ مکہ نے آپ پر مصیبتوں کے پہاڑ ڈھائے، آپ اور مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا، لیکن آپ ایمان و عزیمت کے ساتھ سب کچھ جھیل گئے۔ آپ کے یہ اوصاف ان مومنوں کے لیے مشعل راہ ہیں جو رضائے الٰہی اور ثوابِ آخرت کی امید لگائے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے وقت بزدلی نہیں دکھاتے اور اللہ کو خوب یاد کرتے رہتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اپنے اقوال، افعال، احوال اور ہر اعتبار سے اسوۂ حسنہ ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر اس شخص کو جو قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اسے رسول اللہ ﷺ کی سنت و سیرت کی پیروی کرنی چاہیے۔ قیامت پر ایمان رکھنے کا تقاضا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی جائے۔ جو شخص قیامت پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی پیروی نہ کرے تو قیامت پر ایمان لایعنی ہے۔ قرآن مجید میں سنت کی پیروی پر بہت زور دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَـبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَيُّھَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَۨا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُـحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۵۶ تا ۱۵۸] ’’اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، سو میں اسے ان لوگوں کے لیے ضرور لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور (ان کے لیے) جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انھیں نیکی کا حکم دیتا اور انھیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان سے ان کا بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ سو وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اسے قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اسی کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے

اور مارتا ہے، پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ، جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تا کہ تم ہدایت پاؤ۔‘‘

رسول اللہ ﷺ نے بھی اتباع سنت پر بہت زور دیا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک کام کیا اور اس کی اجازت بھی دی، لیکن بعض لوگوں نے اس سے پرہیز کیا۔ یہ خبر نبی اکرم ﷺ کو پہنچی، تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا: ’’لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ میں ایک کام کرتا ہوں اور وہ اس سے پرہیز کرتے ہیں؟ اللہ کی قسم! میں ان سب سے زیادہ اللہ سے واقف ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔‘‘ [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما يكره من التعمق ...... الخ : ۷۳۰۱۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب علمه ﷺ بالله تعالىٰ و شدة خشيته : ۲۳۵٦]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک کام کو چھوڑ دیتے تھے، حالانکہ آپ کو اس کا کرنا پسند ہوتا تھا، اس اندیشہ سے (اس کام کو چھوڑ دیتے تھے) کہ لوگ بھی اس کام کو کریں گے تو کہیں وہ ان پر فرض نہ ہو جائے۔ [بخاري، كتاب التهجد، باب تحريض النبي ﷺ على قيام الليل و النوافل من غير إيجاب : ۱۱۲۸]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات مسجد میں نفل نماز پڑھی۔ لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر دوسری رات بھی آپ نے نماز پڑھی اور مقتدی بہت ہو گئے، پھر تیسری یا چوتھی رات کو بھی لوگ جمع ہوئے، لیکن آپ باہر نہیں نکلے۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: ’’میں نے تمھارا جمع ہونا دیکھا تھا اور مجھے تمھارے پاس آنے سے کسی چیز نے نہیں روکا مگر اس بات نے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں تم پر (یہ نماز) فرض نہ ہو جائے۔‘‘
[بخاري، كتاب التهجد، باب تحريض النبي ﷺ على قيام الليل و النوافل من غير إيجاب : ۱۱۲۹]

وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۫ وَ مَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾

’’اور جب مومنوں نے لشکروں کو دیکھا تو انھوں نے کہا یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا، اور اس چیز نے ان کو ایمان اور فرماں برداری ہی میں زیادہ کیا۔‘‘

غزوۂ احزاب کے موقع پر یہود و منافقین کی حالت بیان کرنے کے بعد اب مخلص مومنین کی کیفیت بیان کی جا رہی ہے کہ جب انھوں نے لشکر کفار کو ہر طرف سے آتا دیکھا، تو کہنے لگے کہ ہمارے رب نے تو ہمیں اس کی خبر پہلے سے دے رکھی ہے کہ جب ہم ہر طرف سے گھیر لیے جائیں گے اور ہمارا اضطراب اور ہماری پریشانی انتہا کو پہنچ جائے گی، اس وقت ہم اپنے رب سے مدد مانگیں گے اور اس کے سامنے گریہ وزاری کریں گے تو اس کی مدد آئے گی اور ہمیں فتح و نصرت حاصل ہو گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ

قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴾ [البقرة : ۲۱۴] ’’یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک تم پر ان لوگوں جیسی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے، انھیں تنگدستی اور تکلیف پہنچی اور وہ سخت ہلائے گئے، یہاں تک کہ رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، کہہ اٹھے اللہ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔‘‘

اللہ اور اس کے رسول کی خبر کی صداقت ظاہر ہو کر رہی کہ دشمن کی فوج تتر بتر ہوگئی اور بغیر جنگ کے مسلمانوں کو فتح و نصرت حاصل ہوئی۔ اس موقع پر مسلمانوں کو جو بھی پریشانیاں لاحق ہوئیں اور منافقوں کا جو گھناؤنا کردار سامنے آیا، ان ساری باتوں سے مومنوں کے ایمان میں اضافہ ہوا اور انھوں نے اللہ کی تقدیر کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور صبر و تحمل کے ساتھ اسے برداشت کیا۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ڮ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝۲۳ۙ

’’مومنوں میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنھوں نے وہ بات سچ کہی جس پر انھوں نے اللہ سے عہد کیا، پھر ان میں سے کوئی تو وہ ہے جو اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وہ ہے جو انتظار کر رہا ہے اور انھوں نے نہیں بدلا، کچھ بھی بدلنا۔‘‘

ان مومنین مخلصین نے اللہ تعالیٰ سے جس صبر و ثابت قدمی کا وعدہ کیا تھا، اس میں سچے ثابت ہوئے، انھوں نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد کیا، عمل صالح کیا اور گناہوں سے بچتے رہے۔ ان سے مراد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنھوں نے نذر مانی تھی کہ اگر انھیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کا موقع ملا تو ثابت قدم رہیں گے اور راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ چنانچہ ان میں سے بعض تو جنگ میں کام آ گئے، جیسے حمزہ، مصعب بن عمیر اور انس بن نضر رضی اللہ عنہم اور اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی اور جو بچ گئے، جیسے عثمان بن عفان، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم وہ اللہ کی فتح و نصرت اور اس کی راہ میں شہادت کا انتظار کرتے رہے۔ انھوں نے اپنے رب سے جو عہد و پیمان کیا تھا اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور نہ منافقوں کی طرح نقض عہد کیا۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نے قرآن لکھنا شروع کیا تو سورۂ احزاب کی ایک آیت مجھے نہیں ملتی تھی، حالانکہ سورۂ احزاب میں وہ آیت میں نے خود رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنی تھی۔ آخر سیدنا خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس سے یہ آیت ملی۔ یہ وہ صحابی ہیں جن کی اکیلے کی گواہی کو رسول اللہ ﷺ نے دو گواہوں کے برابر قرار دیا تھا۔ وہ آیت یہ ہے: ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ڮ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴾ [الأحزاب : ۲۳] [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ فمنهم من قضى

نحبه و منهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا ﴾ : ٤٧٨٤]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا، جن کے نام پر میرا نام رکھا گیا ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہو سکے، تو یہ امر ان پر بہت شاق گزرا۔ انھوں نے کہا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی لڑائی سے غائب رہا، اب اگر اللہ تعالیٰ دوسری کسی لڑائی میں مجھے آپ کے ساتھ شریک کرے گا تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ وہ اس کے سوا کچھ اور کہنے سے ڈرے۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احد کی لڑائی میں شریک ہوئے تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آئے۔ انس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، اے ابو عمرو! کہاں جا رہے ہو؟ پھر کہنے لگے، مجھے تو احد کی طرف سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ پھر وہ لڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (لڑائی کے بعد دیکھا) تو ان کے بدن پر اسی (۸۰) سے زائد تلوار، نیزے اور تیر کے زخم تھے۔ ان کی بہن یعنی میری پھوپھی ربیع بنت نضر رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے اپنے بھائی کو نہیں پہچانا، مگر ان کی انگلیوں کی پوریں دیکھ کر (کیونکہ سارا بدن زخموں سے چور تھا) اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴾ [الأحزاب : ٢٣] ”مومنوں میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنھوں نے وہ بات سچ کر دکھائی جس پر انھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا، پھر ان میں سے کوئی تو وہ ہے جو اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وہ ہے جو انتظار کر رہا ہے اور انھوں نے نہیں بدلا، کچھ بھی بدلنا۔“ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ سمجھتے تھے کہ یہ آیت ان کے اور ان کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ [مسلم، كتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ١٩٠٣]

سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا: ”یہ ان میں سے ہے جنھوں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔“ [ابن ماجه، كتاب السنة، باب فضل طلحة بن عبيد الله رضي الله عنه : ١٢٦۔ ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة الأحزاب : ٣٢٠٢]

سیدنا قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا وہ ہاتھ دیکھا، جس سے احد کے دن انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا تھا کہ وہ شل تھا۔ [بخاری، كتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باب ذكر طلحة بن عبيد الله : ٣٧٢٤]

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾

”تا کہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا بدلہ دے اور منافقوں کو عذاب دے اگر چاہے، یا ان کی توبہ قبول فرمائے۔ بلاشبہ اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ وہ سچوں کو ان کی سچائی کا اچھا بدلہ دے اور جنھوں نے نفاق کی راہ

اختیار کی اور توبہ کر کے اپنی حالت کی اصلاح نہیں کی، اگر چاہے تو انھیں عذاب دے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ ﴾ [آل عمران: ۱۷۹] ”اللہ کبھی ایسا نہیں کہ ایمان والوں کو اس حال پر چھوڑ دے جس پر تم ہو، یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ تمھیں غیب پر مطلع کرے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قسم اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو البتہ اللہ تعالیٰ تمھیں فنا کر دے گا اور ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے اور پھر اس سے بخشش مانگیں گے، تو اللہ تعالیٰ انھیں بخش دے بخشے گا۔“ [مسلم، کتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة : ۲۷٤۹]

وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝۲۵

”اور اللہ نے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، ان کے غصے سمیت لوٹا دیا، انھوں نے کوئی بھلائی حاصل نہ کی اور اللہ مومنوں کو لڑائی سے کافی ہو گیا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد قوت والا، سب پر غالب ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے والے کافروں اور مشرکوں کی جماعتوں کو مدینہ سے بھگا دیا اور ان پر زناٹے کی آندھی اور آسمانی لشکروں کو بھیج کر انھیں خائب و خاسر کر دیا اور وہ اپنے غیظ و غضب سمیت واپس جا رہے تھے۔ اس لیے کہ ان کی جنگی تیاریاں اور تمام قبائل عرب کے ساتھ مدینہ پر دھاوا بول دینے کی زبردست سازش دھری کی دھری رہ گئی، نہ مدینے پر حملہ کر سکے اور نہ کوئی مال غنیمت انھیں ہاتھ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام جنگی چالوں کو ناکام بنا دیا اور مسلمانوں کو جنگ کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔

<u>وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ</u> : اللہ تعالیٰ مومنین کے لیے کافی ہو گیا، اس میں فرشتوں کی مدد اور آندھی کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ۹] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ پر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم پر کئی لشکر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر جنھیں تم نے نہیں دیکھا اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ اسے خوب دیکھنے والا تھا۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، اَعَزَّ جُنْدَهُ وَ نَصَرَ عَبْدَهُ وَ غَلَبَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ » ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس

نے اپنے لشکر کو عزت دی اور اپنے بندے (محمد ﷺ) کی مدد کی اور کافروں کی فوجوں پر وہ اکیلا غالب آیا، اس کی سی ہستی کسی کی نہیں۔" [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق : ٤١١٤]

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احزاب کے موقع پر مشرکین کے بارے میں یہ بددعا کی تھی: « اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيْعَ الْحِسَابِ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ ! اهْزِمْهُمْ وَ زَلْزِلْهُمْ » "اے اللہ! کتاب کو نازل فرمانے والے، جلد حساب لینے والے، اے اللہ! جماعتوں کو شکست دے، اے اللہ! انھیں شکست دے دے اور ان کے پاؤں ڈگمگا دے۔" [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب الدعاء على المشركين بالهزيمة والزلزلة : ٢٩٣٣۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب استحباب الدعاء بالنصر عند لقاء العدو : ١٧٤٢]

سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احزاب کے موقع پر فرمایا تھا: "اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے، وہ ہم پر حملہ آور نہیں ہوں گے۔" [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق وهی الأحزاب : ٤١١٠]

آگے آنے والی آیات یہودیوں کے قبیلہ بنو قریظہ کے متعلق ہیں، قبل اس کے کہ ہم ان آیات کی تفسیر بیان کریں، ہم ان آیات کے سلسلہ میں بطور تمہید صحیح احادیث کی روشنی میں مندرجہ ذیل حالات تحریر کر رہے ہیں، تاکہ ان آیات کا مضمون آسانی سے سمجھ میں آ سکے۔ مدینہ منورہ میں یہودیوں کے تین بڑے قبیلے آباد تھے، بنو نضیر، بنو قینقاع اور بنو قریظہ۔ یہودیوں کی بدعہدی کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر، بنو قینقاع اور یہودیوں کے دوسرے قبیلوں کو مدینہ سے جلا وطن کر دیا تھا، لیکن بنو قریظہ کو از راہ کرم جلا وطن نہیں کیا تھا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ کے یہودی رسول اللہ ﷺ سے لڑے، تو آپ ﷺ نے بنی نضیر کے یہودیوں کو نکال دیا اور بنو قریظہ کے یہودیوں کو رہنے دیا، آپ نے ان پر احسان کیا۔ [مسلم، كتاب الجهاد، باب إجلاء اليهود من الحجاز : ١٧٦٦]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ سے تمام یہودیوں کو نکال دیا، بنو قینقاع کو، جو سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی قوم تھی، انھیں نکال دیا اور بنو حارثہ کے یہودیوں کو اور ہر اس یہودی کو جو مدینہ میں تھا، مدینہ سے نکال باہر کیا۔ [مسلم، كتاب الجهاد، باب إجلاء اليهود من الحجاز : ١٧٦٦]

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کو غزوۂ احزاب میں (کم سن ہونے کی وجہ سے) عورتوں کے ساتھ ٹھہرا دیا گیا، پھر میں نے دیکھا کہ (میرے والد) زبیر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہیں اور دو بار یا تین بار بنو قریظہ کے محلّہ سے ہو کر آئے۔ جب میں لوٹ کر آیا تو میں نے کہا، ابا جان! میں نے دیکھا تھا کہ آپ بار بار آتے جاتے تھے (یہ کیا معاملہ تھا)؟ انھوں نے کہا، بیٹا! تم نے مجھے دیکھا تھا؟ میں نے کہا، جی ہاں، انھوں نے کہا، ہوا یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کوئی ہے جو بنو قریظہ کے محلّہ میں جائے اور ان کی خبر لائے؟" تو میں گیا، جب

لوٹ کر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ماں باپ دونوں کا ایک ساتھ ذکر کر کے فرمایا: ''تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔'' [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب الزبير بن العوام رضی الله عنه : ۳۷۲۰۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل طلحة و الزبير رضي الله تعالى عنهما : ۲۴۱۶]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ جب غزوۂ خندق سے لوٹے تو آپ نے ہتھیار اتار دیے اور غسل فرمایا، تو جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ''آپ نے ہتھیار اتار ڈالے؟ ہم فرشتوں نے تو واللہ! ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے، ان کی طرف چلیے!'' آپ نے پوچھا: ''کن کی طرف؟'' انھوں نے کہا: ''بنو قریظہ کی طرف۔'' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ان سے لڑنے کے لیے نکلے۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي ﷺ من الأحزاب ...... الخ : ۴۱۱۷]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے غزوۂ خندق (کی فتح) کے دن فرمایا: ''تم میں سے ہر شخص عصر کی نماز بنو قریظہ کے محلّہ میں پہنچ کر پڑھے۔'' تو بعض لوگوں کو عصر کی نماز کا وقت راستہ میں آ گیا تو ان میں سے بعض نے کہا، ہم تو جب تک بنو قریظہ کے محلّہ میں نہ پہنچ جائیں عصر کی نماز نہیں پڑھیں گے۔ بعض لوگوں نے کہا، ہم نماز پڑھ لیتے ہیں، آپ کا یہ مقصد نہیں تھا (کہ ہر حال میں نماز بنو قریظہ کے محلّہ ہی میں پہنچ کر پڑھی جائے) پھر جب اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا تو آپ نے کسی پر ناراضی کا اظہار نہیں کیا۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي ﷺ من الأحزاب ...... الخ : ۴۱۱۹]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، گویا میں (اس وقت) اس گرد کو دیکھ رہا ہوں، جو بنی غنم کی گلیوں میں اڑ رہی تھی، وہ جبریل علیہ السلام کی سواری کی تھی۔ دراصل یہ اس وقت کا ذکر ہے، جب رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ سے لڑنے کے لیے جا رہے تھے۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي ﷺ من الأحزاب ...... الخ : ۴۱۱۸]

وَ اَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾ وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾ ع ۳

''اور اس نے ان اہل کتاب کو، جنھوں نے ان کی مدد کی تھی، ان کے قلعوں سے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے اور دوسرے گروہ کو قید کرتے تھے۔ اور تمھیں ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث بنا دیا اور اس زمین کا بھی جس پر تم نے قدم نہیں رکھا تھا اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

غزوۂ احزاب کے موقع پر یہود بنو قریظہ نے خیانت کی، نقض عہد کیا اور کفار عرب کے ساتھ مل گئے۔ انھی کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ چونکہ انھوں نے بدعہدی کر کے کفار عرب کی تائید کی تھی، اس لیے مسلمانوں نے غزوۂ احزاب کے

بعد ان کا محاصرہ کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈالا کہ وہ اپنے قلعوں کے دروازے کھول کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ گئے اور ہتھیار ڈال دیے۔ آپ نے ان کے بالغ مردوں کو قتل کروا دیا، عورتیں اور بچے لونڈی اور غلام بنا لیے گئے اور ان کے اموال بطور مالِ غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیے گئے۔ مسلمان کھیتوں، باغات، مکانات، قلعوں، مویشی، ہتھیار، درہم و دینار اور دیگر منقولہ جائدادوں کے مالک بن گئے اور کچھ ہی دنوں بعد یہود خیبر کی زمینوں کے بھی مالک بن گئے۔

وَاَنۡزَلَ الَّذِيۡنَ ظَاهَرُوۡهُمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ مِنۡ صَيَاصِيۡهِمۡ : یعنی اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ کے یہودیوں کو، جنھوں نے قریش و غطفان کے لشکروں سے تعاون کیا اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کرنے میں ان کی مدد کی تھی، انھیں ان کے قلعوں سے اتار دیا۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو قریظہ کے یہودی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر راضی ہو کر قلعہ سے اتر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے سعد رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ جب مسجد کے قریب پہنچے تو آپ نے انصار سے فرمایا: ”اٹھو! اپنے سردار (کے استقبال) کے لیے۔“ پھر سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”بنو قریظہ کے یہودی تمھارے فیصلے پر راضی ہو کر اترے ہیں۔“ انھوں نے کہا، یا رسول اللہ! جو ان میں سے لڑائی کے قابل ہیں، وہ قتل کر دیے جائیں، جبکہ عورتیں اور بچے قیدی بنا لیے جائیں۔ آپ نے فرمایا: ”تو نے وہی فیصلہ کیا جس کا اللہ نے حکم دیا۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الأحزاب ...... الخ : ٤١٢١]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ غزوۂ خندق میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بازو کی ایک رگ میں تیر لگ گیا، تو آپ نے مسجد ہی میں ان کے لیے خیمہ لگا دیا، تاکہ قریب سے عیادت کر سکیں۔ مسجد میں بنو غفار کا خیمہ بھی تھا، جب (سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا) خون بہہ کر ان کے خیمہ کی طرف آنے لگا تو وہ ڈر گئے، کہنے لگے، اے خیمہ والو! یہ کیا ہے جو تمھاری طرف سے بہہ کر ہمارے پاس آ رہا ہے؟ دیکھا تو سعد رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ آخر اسی زخم سے وہ چل بسے۔ [بخاری، کتاب الصلوة، باب الخیمة فی المسجد للمرضی وغیرهم : ٤٦٣]

وَقَذَفَ فِيۡ قُلُوۡبِهِمُ الرُّعۡبَ : ”رعب“ سے مراد خوف ہے، کیونکہ ان لوگوں نے مشرکین کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کے لیے تعاون و امداد دی تھی اور انھوں نے مسلمانوں کو خوف میں مبتلا کر دیا اور انھیں قتل کرنے کا ارادہ کیا، تاکہ دنیا میں انھیں غلبہ حاصل ہو جائے، مگر صورت حال اس کے برعکس ہو گئی، ان کی سب تدبیریں الٹی ہو گئیں، انھوں نے دنیا میں معزز ہونے کا پروگرام بنایا تھا مگر ذلیل و رسوا ہو گئے۔ انھوں نے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا ارادہ کیا تھا، مگر خود مٹ گئے۔

فَرِيۡقًا تَقۡتُلُوۡنَ وَتَاۡسِرُوۡنَ فَرِيۡقًا : جن کو قتل کیا گیا وہ جنگجو تھے اور جنھیں قیدی بنایا گیا وہ چھوٹے بچے اور عورتیں تھیں،

سیدنا عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بنو قریظہ کے قیدیوں میں سے تھا، چنانچہ مسلمانوں نے دیکھنا شروع کیا، یعنی جس جس کے (زیر ناف) بال اگ آئے تھے اسے قتل کر دیا گیا اور جس کے نہیں اُگے تھے، اسے قتل نہ کیا گیا۔ چنانچہ میں ان میں سے تھا جن کے بال نہیں اُگے تھے۔ [أبو داؤد، کتاب الحدود، باب في الغلام يصيب الحد : ٤٤٠٤۔ ترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء في النزول على الحكم : ١٥٨٤]

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ سامان دے دوں اور تمھیں رخصت کر دوں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“

فتوحات کے نتیجہ میں جب مسلمانوں کی حالت پہلے کی نسبت کچھ بہتر ہو گئی تو انصار و مہاجرین کی عورتوں کو دیکھ کر ازواج مطہرات نے بھی نان و نفقہ میں اضافے کا مطالبہ کر دیا، تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیویوں کو اختیار دے دیں کہ اگر وہ اس دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہیں تو آپ انھیں دنیا کا ساز و سامان دے کر رخصت کر دیں، یعنی طلاق دے دیں اور اگر وہ اللہ، اس کے رسول اور آخرت کو پسند کریں اور اسی تنگ حالی میں آپ کے پاس رہ کر صبر کریں، تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ انھیں بے حد اجر و ثواب سے سرفراز فرمائے گا۔ اس اختیار کے بعد ازواج مطہرات نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو اپنے لیے پسند فرمایا تو اس کے بعد اللہ نے بھی انھیں دنیا کی بھلائی اور آخرت کی سعادت دونوں سے سرفراز فرما دیا تھا۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ انھوں نے دیکھا کہ لوگ آپ کے دروازے پر جمع ہیں اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب اجازت ملی تو وہ اندر گئے۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت مانگی، ان کو بھی اجازت دے دی گئی۔ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے گرد آپ کی بیویاں غمگین اور خاموش بیٹھی ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں کہا کہ میں کوئی ایسی بات کہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جائیں۔ انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کاش! آپ دیکھتے خارجہ کی بیٹی کو (یعنی میری بیوی کو) کہ اگر وہ مجھ سے خرچ مانگتی تو میں اس کا گلا گھونٹ دیتا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے، آپ نے فرمایا: ”یہ سب میرے گرد بیٹھی ہوئی ہیں، جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، یہ مجھ سے خرچ مانگ

رہی ہیں۔'' تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گلا گھونٹنے لگے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا گلا گھونٹنے لگے۔ وہ دونوں کہہ رہے تھے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ چیز مانگ رہی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے، وہ کہنے لگیں، اللہ کی قسم! ہم کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی چیز نہیں مانگیں گی، جو آپ کے پاس نہ ہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی بیویوں سے ناراض ہو کر) ان سے ایک مہینا یا انتیس دن تک علیحدہ رہے۔ [مسلم، کتاب الطلاق، باب بیان أن تخییره امرأته لا یکون طلاقًا إلا بالنیة : ۱٤۷۸]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے گوشہ نشینی اختیار کی تو میں مسجد میں داخل ہوا۔ لوگوں کو دیکھا کہ وہ کنکریاں الٹ پلٹ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ یہ اس زمانے کی بات ہے کہ ازواج مطہرات کو پردے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دل میں سوچا کہ میں ضرور آج کا حال معلوم کروں گا۔ لہٰذا میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، میں نے ان سے کہا، اے ابو بکر کی بیٹی! تمھارا یہ حال ہو گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے لگی ہو۔ انھوں نے کہا کہ مجھ کو تم سے اور تم کو مجھ سے کیا مطلب اے خطاب کے بیٹے! تم اپنی زنبیل (یعنی اپنی بیٹی) کی خبر لو۔ کہتے ہیں کہ میں حفصہ کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا، اے حفصہ! نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے لگیں؟ اللہ کی قسم! تم جانتی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو نہیں چاہتے اور اگر میں نہ ہوتا تو اب تک تم کو طلاق دے چکے ہوتے۔ اس پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ میں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا، وہ اپنے سٹور میں اپنے بالا خانے میں تشریف فرما ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں (حفصہ کے حجرے سے) باہر نکلا اور منبر کے پاس آیا تو دیکھا کہ اس کے گرد لوگ بیٹھے ہیں، ان میں سے کچھ رو رہے ہیں۔ میں تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھا رہا، پھر مجھ پر رنج کا غلبہ ہوا تو میں اٹھ کر اس بالا خانے کے پاس آیا جس میں آپ فروکش تھے۔ میں نے اس کالے غلام سے کہا جو وہاں بیٹھا تھا کہ عمر کے لیے اجازت مانگ۔ اس نے اندر جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی پھر باہر نکلا تو کہنے لگا، میں نے آپ سے تمھارا ذکر کیا لیکن آپ خاموش رہے۔ چنانچہ میں لوٹ آیا اور منبر کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پھر مجھ پر رنج کا غلبہ ہوا اور میں بالا خانے کے پاس گیا اور اس سے وہی کہا جو پہلے کہا تھا، لیکن پھر ویسا ہی معاملہ ہوا۔ چنانچہ میں پھر ان لوگوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا جو منبر کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر مجھ سے رہا نہ گیا، رنج نے غلبہ کیا، اس غلام کے پاس آیا اور میں نے کہا، عمر کے لیے اجازت مانگ! لیکن اب کے پھر وہی ہوا۔ آخر میں پیٹھ موڑ کر (مسجد کی طرف) چلا۔ اس وقت غلام نے مجھے پکارا اور کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو اجازت دے دی ہے۔ یہ سن کر میں آپ کے پاس گیا۔ آپ کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور اس پر کوئی بچھونا وغیرہ نہیں تھا۔ چٹائی کے نشان آپ کے پہلو پر پڑ گئے تھے۔ آپ اس وقت ایک ایسے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، میں نے کھڑے ہی

کھڑے آپ کو سلام کیا اور پوچھا، کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی؟ آپ نے میری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: ''نہیں۔'' پھر میں نے آپ کا غم ہلکا کرنے کی کوشش کی اور کھڑے ہی کھڑے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ دیکھیے! ہم قریش کے لوگ عورتوں پر غالب تھے، پھر ہم ایسے لوگوں کے پاس آئے جن کی عورتیں ان پر غالب ہیں۔ یہ سن کر آپ مسکرائے۔ پھر میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کاش! آپ ملاحظہ فرماتے کہ میں حفصہ کے پاس گیا اور میں نے کہا تو اپنی ہمجولی سے دھوکا نہ کھانا، وہ تجھ سے زیادہ خوبصورت ہے اور رسول اللہ ﷺ تجھ سے زیادہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ ان کی مراد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھی۔ یہ سن کر آپ پھر مسکرائے۔ جب میں نے دیکھا کہ آپ پھر مسکرائے تو میں بیٹھ گیا اور آپ کے گھر میں چاروں طرف دیکھنے لگا، اللہ کی قسم! سوائے تین کھالوں کے اور کوئی چیز نظر نہ آئی، میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ آپ کی امت کو فارغ البالی عطا فرمائے، ایران اور روم کے لوگ مال دار ہیں، اللہ نے ان کو دولت دے رکھی ہے، حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ اس وقت آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''خطاب کے بیٹے! کیا ابھی تم کو شک ہے؟ ان لوگوں کو تو ان کی نعمتیں دنیا کی زندگی ہی میں جلد دے دی گئی ہیں۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے لیے استغفار کیجیے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، پھر میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! جب میں مسجد میں داخل ہوا تو مسلمان کنکریاں الٹ پلٹ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی تو کیا میں اتروں اور ان کو خبر دے دوں کہ آپ نے ان کو طلاق نہیں دی؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، اگر تم چاہو۔'' میں آپ سے باتیں کرتا رہا، یہاں تک کہ آپ کے چہرۂ مبارک سے غصہ چلا گیا اور آپ ہنسے، یوں کہ آپ کے دانت دکھائی دیے۔ آپ کی ہنسی تمام لوگوں کی ہنسی سے زیادہ خوبصورت ہوتی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نیچے اترے اور میں بھی اترا، میں اس کھجور کے تنے کو پکڑتا ہوا اتر رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ اس طرح (بے تکلف) اتر رہے تھے جیسے زمین پر چل رہے ہوں۔ آپ نے تنے کو چھوا تک نہیں۔ پھر میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ بالا خانے میں انتیس دن رہے؟ آپ نے فرمایا: ''مہینا انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔'' صحیح بخاری میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انتیس دن کے بعد آپ پہلے میرے پاس آئے، میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ ایک مہینا تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے اور ابھی تو انتیس ہی راتیں گزری ہیں، میں ان کو گنتی رہی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ مہینا انتیس دن کا ہے۔'' اور وہ مہینا انتیس دن ہی کا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، پھر اللہ تعالیٰ نے اختیار کی آیت نازل کی تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے مجھی سے پوچھا، آپ نے فرمایا: ''اے عائشہ! میں تم سے ایک بات کہتا ہوں، اس کے جواب میں تم جلدی نہ کرنا، اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، میں خوب جانتی تھی کہ میرے والدین رسول اللہ ﷺ سے جدا ہونے کی کبھی رائے نہیں دیں گے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [الأحزاب : ۲۸، ۲۹] ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ سامان دے دوں اور تمھیں رخصت کردوں، اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی، کیا میں اس سلسلہ میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی؟ میں تو اللہ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کی طلب گار ہوں۔ اس کے بعد آپ نے اپنی دوسری بیویوں کو بھی اختیار دیا تو انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔[مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الإیلاء و اعتزال النساء و تخییرھن و قوله تعالٰی : ﴿ و إن تظاهرا عليه ﴾ : ۱۴۷۹۔ بخاری، کتاب المظالم، باب الغرفة و العلية المشرفة وغير المشرفة فی السطوح و غيرها : ۲۴۶۸]

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

''اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کھلی بے حیائی (عمل میں) لائے گی اس کے لیے عذاب دوگنا بڑھایا جائے گا اور یہ بات اللہ پر ہمیشہ سے آسان ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی بیویوں کو، جنھوں نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو پسند کر لیا تھا اور جس کی وجہ سے وہ بدستور رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہی رہیں، انھیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ دیگر تمام عورتوں کی نسبت ان کے لیے یہ حکم خاص ہے کہ ان میں سے جو کوئی صریح ناشائستہ حرکت کرے گی اس کو دوگنی سزا دی جائے گی۔ اس لیے کہ بلند مرتبت لوگوں کی معمولی غلطیاں بھی بڑی شمار ہوتی ہیں، سو ان کی سزا بھی دوگنی ہوتی ہے۔

وَ مَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝۳۱

”اورتم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی اسے ہم اس کا اجر دوبار دیں گے اور ہم نے اس کے لیے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین سے فرمایا کہ جس طرح تمھارے لیے گناہ کا وبال دوگنا ہوگا، اسی طرح اگر تم نیک، صالح اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والیاں بن جاؤ گی تو تمھیں اجر بھی دوہرا دیا جائے گا، ایک تو اطاعت و تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے پر اور دوسرا نبی ﷺ کو خوش رکھنے اور ان کے ساتھ حسن اخلاق اور اچھے برتاؤ پر اور یہ بھی خوش خبری دی ہے کہ دوہرے اجر کے علاوہ اللہ تعالیٰ انھیں جنت میں عمدہ ترین روزی بھی دے گا۔ تو ساری امہات المومنین نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو پسند کیا تھا۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۳۲

”اے نبی کی بیویو! تم عورتوں میں سے کسی ایک جیسی نہیں ہو، اگر تقویٰ اختیار کرو تو بات کرنے میں نرمی نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے طمع کر بیٹھے اور وہ بات کہو جو اچھی ہو۔“

امہات المومنین کی مزید فضیلت بیان کرنے کے لیے اور انھیں اس بات کا احساس دلانے کے لیے کہ ان سے کوئی ایسا قول و فعل سرزد نہ ہو جس سے نبی ﷺ کی عزت پر آنچ آئے اور دنیا والوں کو آپ کے گھرانے کے خلاف چہ میگوئیاں کرنے کا موقع ملے، اللہ تعالیٰ نے انھیں مخاطب کر کے فرمایا کہ اے میرے نبی کی بیویو! تم دنیا کی عام عورتوں سے مختلف ہو، تم بہت ہی معزز خواتین ہو، تمھارا مقام بڑا ہی اونچا ہے۔ تم خاتم النبیین کی بیویاں ہو، تمھیں اپنی قدر و منزلت کا پاس رکھنا چاہیے۔ تم اپنے مقام کی حفاظت اس صورت میں کر سکتی ہو کہ صلاح و تقویٰ کو اپنی زندگی کا شعار بنا لو۔ اس لیے اجنبی لوگوں سے باتیں کرتے وقت ایسا اسلوب اور انداز نہ اختیار کرو کہ جن کے دلوں میں فسق و فجور کی بیماری ہو، وہ تمھارے بارے میں غلط شبہ کرنے لگیں، صرف ضرورت کے مطابق بات کرو اور ایسا لہجہ اختیار کرو جو ہر شک و شبہ سے بالا ہو۔ یہ خطاب اگرچہ امہات المومنین کو ہے، لیکن یہ حکم ہر مسلمان عورت کے لیے عام ہے۔

وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ

وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾

''اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔''

فرمایا اپنے گھروں میں رہا کرو، صرف ضرورت ہی سے باہر نکلا کرو اور جب نکلو تو ایام جاہلیت کی عورتوں کی طرح بن ٹھن کر بے پردہ نہ نکلا کرو۔ ''تبرج'' یہ ہے کہ عورت مٹکتی ہوئی اور زینت کا اظہار کرتی ہوئی چلے جس سے مرد اس کی طرف متوجہ ہوں، پھر یہ کہ وہ ایسا باریک، مختصر اور عریاں لباس پہنے جس سے اس کا جسم نظر آئے، گردن، ہار اور بالیاں وغیرہ لوگوں کو دکھائی دیں، نیز فرمایا کہ تم سب نماز قائم کرو، یعنی رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے مطابق پورے خشوع وخضوع کے ساتھ، صحیح اوقات میں پانچوں نمازیں ادا کرو، پھر فرمایا، اگر اللہ مال دے تو زکوٰۃ دو اور اللہ و رسول ﷺ کے تمام اوامر ونواہی کی پابندی کرو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ کیا کہ تمھیں جن اچھی باتوں کی نصیحت کی گئی ہے اور جن برائیوں سے روکا گیا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ تمھیں ایسے گناہ اور گندگی سے دور رکھا جائے، جو نبی کے گھرانے کے شایان شان نہیں ہے اور تمھیں ہر اس قول وفعل سے مکمل طور پر پاک کر دیا جائے جس سے روح کی بالیدگی متاثر ہوتی ہے۔

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ: یعنی اپنے گھروں ہی میں رہو اور ضرورت کے بغیر گھروں سے باہر نہ نکلو، ضرورتوں میں سے مسجد میں نماز ادا کرنا بھی ہے، بشرطیکہ اس کی شرائط کو پورا کیا جائے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں (میں جانے) سے منع نہ کرو، لیکن انھیں چاہیے کہ وہ (عام حالت میں) زیب وزینت کے بغیر نکلیں۔'' ایک روایت میں ہے: ''مگر ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں۔ (یعنی عورت کے لیے مسجد کی نسبت گھر میں نماز ادا کرنا بہتر ہے)۔'' [أبو داوٗد، کتاب الصلوة، باب ما جاء فی خروج النساء : ٥٦٥، ٥٦٧]

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى: یعنی جس طرح پہلے زمانۂ جاہلیت میں عورتیں اپنے محاسن اور بناؤ سنگھار کو ظاہر کرتی تھیں تم اپنے محاسن اور بناؤ سنگھار کو ظاہر نہ کرو۔ اسلام کے بعد زمانۂ جاہلیت والے کام کرنا بہت برا عمل ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک (مسلمانوں میں سے) سب سے زیادہ ناپسندیدہ وقابل نفرت لوگ تین طرح کے ہیں، ایک وہ جو حرم کی بے حرمتی کرے اور وہاں بے دینی پھیلائے، دوسرا وہ جو اسلام میں داخل ہونے کے بعد جاہلیت کی رسموں پر چلنا چاہے اور تیسرا وہ جو کسی آدمی کا ناحق خون کرنے کے لیے اس کے پیچھے لگے۔'' [بخاری، کتاب الدیات، باب من طلب دم امرئ بغیر حق : ٦٨٨٢]

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ : یہ آیت کریمہ نص ہے کہ ازواج مطہرات بھی نبی ﷺ کے اہل بیت میں شامل ہیں، کیونکہ ازواج مطہرات ہی اس آیت کے نزول کا سبب ہیں، پھر بیویاں اہل بیت میں شامل ہوتی ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ایک اہل بیت کے بارے میں ہے: ﴿ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴾ [هود : ۷۳] ''انھوں نے کہا کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو! بے شک وہ بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے۔''

صحیح احادیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل ہیں، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب نبی ﷺ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ولیمہ میں روٹی اور گوشت کھلایا گیا۔ مجھے لوگوں کو دعوت دینے کے لیے بھیجا گیا۔ ہوا یہ کہ کچھ لوگ آتے اور کھا کر چلے جاتے، پھر دوسرے لوگ آتے اور وہ بھی کھانا کھا کر چلے جاتے تھے۔ میں نے سب کو دعوت دی اور کوئی باقی نہ رہا۔ آخر میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اب تو کوئی باقی نہیں رہا کہ جس کو میں دعوت دوں۔ آپ نے فرمایا: ''اچھا اب کھانا اٹھا لو۔'' (تو سب لوگ چلے گئے صرف) تین شخص گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ (گھر سے) نکل کر عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گئے اور فرمایا: ''اے اہل بیت! السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا، وعلیک السلام و رحمۃ اللہ اور پوچھا، آپ نے اپنی اہل بیت (یعنی بیوی) کو کیسا پایا؟ اللہ آپ کو برکت دے۔ اسی طرح آپ نے اپنی سب بیویوں کے حجروں کا دورہ کیا اور سب کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح سلام کیا اور سب نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح آپ کو جواب دیا۔ [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ لا تدخلوا بيوت النبي ...... الخ ﴾ : ٤٧٩٣]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جب تہمت لگائی گئی تو ان ایام میں ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے مسلمانو! ایک ایسے شخص کے بارے میں کون میری مدد کرتا ہے جس کی اذیت رسانی اب میرے اہل بیت (یعنی میرے گھر والوں) تک پہنچ گئی ہے؟'' [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ لولا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات...... الخ ﴾ : ٤٧٥٠]

اگرچہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ''اہل بیت'' سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بھی اہل بیت میں شمار کیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، ایک دن صبح کے وقت نبی کریم ﷺ باہر تشریف لے گئے۔ آپ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے، جس پر سیاہ بالوں سے کجاووں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اتنے میں سیدنا حسن (رضی اللہ عنہ) آئے، تو آپ نے ان کو چادر کے اندر کر لیا، پھر سیدنا حسین (رضی اللہ عنہ) آئے اور سیدنا حسن (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ وہ بھی چادر میں داخل ہو گئے۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں، تو

آپ نے ان کو بھی (چادر کے) اندر کر لیا۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان کو بھی اندر کر لیا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ۳۳] ''اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمھیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔'' [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أهل بيت النبي ﷺ : ۲٤۲٤]

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ خُم نامی ایک چشمے پر خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے، جو مکہ اور مدینہ کے درمیان تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، وعظ و نصیحت کی، پھر فرمایا: ''لوگو! خبر دار رہو، میں بشر ہوں، ممکن ہے کہ عنقریب میرے پاس میرے رب کا قاصد پیغام لے کر آ جائے اور میں لبیک کہہ دوں، (سنو!) میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ان میں سے پہلی چیز تو اللہ کی کتاب ہے، اس میں ہدایت اور نور ہے، پس اللہ کی کتاب لے لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔'' پھر آپ ﷺ نے کتاب اللہ کے بارے میں ترغیب اور شوق دلایا، پھر کہا: ''اور (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں، اپنے اہل بیت کے بارے میں میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں، اپنے اہل بیت کے بارے میں میں تمھیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔'' تو حصین نے پوچھا، زید! آپ ﷺ کے اہل بیت سے کون مراد ہیں؟ کیا آپ ﷺ کی بیویاں اہل بیت میں سے نہیں؟ انھوں نے جواب دیا، آپ کی بیویاں بھی اہل بیت میں سے ہیں، لیکن آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد (بھی) صدقہ حرام ہے۔ زید نے پوچھا، وہ کون لوگ ہیں (جن پر آپ کے بعد بھی صدقہ حرام ہے)؟ انھوں نے جواب دیا، وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم ہیں، انھوں نے پوچھا کہ کیا ان سب لوگوں پر صدقہ حرام ہے؟ زید نے جواب دیا، ہاں! [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه : ۲٤۰۸]

وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ؒ ﴿۳۴﴾ ع

''اور تمھارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دانائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یاد کرو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

اس آیت میں امہات المومنین کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کے گھروں میں قرآن کریم کی جن آیات کی تلاوت اور نبی کریم ﷺ کی جن سنتوں کا ذکر ہوتا رہتا ہے، جو خیر و برکت کا ذریعہ اور آداب و اخلاق عالیہ کا سرچشمہ ہیں، ان میں غور و فکر کرو اور ان سے نصیحت حاصل کرو، یا مفہوم یہ ہے کہ اس نعمت کو تم سب یاد کرتی رہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں نبی کے گھر میں جگہ دی ہے، جہاں قرآن و سنت کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ الْخٰشِعِیْنَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِیْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآىِٕمِیْنَ وَ الصّٰٓىِٕمٰتِ وَ الْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝۳۵﴾

''بے شک مسلم مرد اور مسلم عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان کے لیے اللہ نے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور عورتوں سے دنیا میں گناہوں کی مغفرت اور آخرت میں اجر عظیم یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور ان صفات کا ذکر کیا ہے جو ان کی زندگی کا لازمہ ہوتی ہیں۔ وہ لوگ، مرد یا عورتیں، اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوتے ہیں۔ ایمان کے تمام ارکان پر دل سے یقین رکھتے ہیں۔ اللہ کی عبادت و بندگی پر دوام برتتے ہیں۔ اپنے قول و عمل میں سچے ہوتے ہیں، یعنی ریا کاری سے دور رہتے ہیں۔ حادثات و مصائب اور اللہ کی بندگی میں جو تکلیف ہوتی ہے اس پر صبر کرتے ہیں۔ ان کے دل اور ان کے اعضا و جوارح اللہ کے جلال اور اس کی کبریائی کے لیے ہمیشہ جھکے ہوتے ہیں۔ فقیروں اور محتاجوں پر خرچ کرتے ہیں کہ جن کے پاس روزی کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا۔ فرض اور نفل روزے رکھتے ہیں جو تقویٰ کا باعث ہوتے ہیں اور ان کے دلوں میں بھوکوں اور پیاسوں کے لیے جذبۂ رحمت کو جگاتے ہیں۔ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، یعنی نہ ننگے ہوتے ہیں اور نہ زنا کا ارتکاب کرتے ہیں اور اپنے اللہ کو شب و روز اپنے دلوں میں اور اپنی زبانوں سے خوب یاد کرتے ہیں۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کیا بات ہے کہ قرآن میں ہمارا ذکر نہیں کیا جاتا جس طرح مردوں کا کیا جاتا ہے؟ تو مجھے اس دن آپ کی کسی چیز نے خوف زدہ نہیں کیا، سوائے آپ کی ندا کے جو آپ نے منبر پر کی۔ میں اپنے سر میں کنگھی کر رہی تھی، میں نے اپنے بال لپیٹے، پھر میں اپنے گھر کے حجروں میں سے ایک حجرے میں گئی اور میں نے لکڑی کے پاس اپنے کان لگا دیے۔ آپ منبر پر فرما رہے تھے: ''اے لوگو! اللہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ﴾ آخر آیت تک: ﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا

عَظِيمًا ﴾ [الأحزاب : ٣٥] [مسند أحمد : ٣٠٥/٦، ح : ٢٦٦٥٩]

وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ : ”قنوت“ کے معنی سکون کے ساتھ اطاعت کرنے کے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ﴾ [الزمر : ٩] ”(کیا یہ بہتر ہے) یا وہ شخص جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے عبادت کرنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے؟“ اور فرمایا: ﴿ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴾ [آل عمران : ٤٣] ”اے مریم! اپنے رب کی فرماں بردار بن اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔“

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ: سچ بولنا ایمان کی علامت ہے اور جھوٹ بولنا نفاق کی نشانی ہے۔ جس شخص نے سچ بولا وہ نجات پا گیا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سچ نیکی کی طرف راہ نمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک آدمی سچ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں بہت سچا لکھ دیا جاتا ہے اور یقیناً جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی آگ کی طرف لے جاتی ہے اور ایک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔“ [بخاري، كتاب الأدب، باب قول الله تعالٰى : ﴿ يأيها الذين آمنوا اتقوا الله و كونوا مع الصادقين ﴾ : ٦٠٩٤۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب قبح الكذب و حسن الصدق و فضله : ٢٦٠٧]

وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ : ”خشوع“ کے معنی سکون، طمانیت، تحمل، وقار اور تواضع کے ہیں اور اس کا سبب اللہ کا خوف اور اس کی نگہبانی کا تصور ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: ”احسان کیا ہے؟“ تو آپ نے فرمایا: ”اللہ کی عبادت اس طرح (خشوع وخضوع سے) کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو یہ تو سمجھو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔“ [بخاري، كتاب الإيمان، باب سؤال جبريل النبي ﷺ عن الإيمان …… الخ : ٥٠۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الإيمان والإسلام …… الخ : ٨]

وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ : صدقہ ان محتاج اور کمزور لوگوں کے ساتھ احسان ہے جو کما نہیں سکتے اور جن کے لیے کوئی کمانے والا بھی نہ ہو، تو غنی لوگ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا کی خاطر اپنے زائد مال انھیں بطور صدقہ دے دیتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنا سایہ نصیب کرے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔“ اور ان میں ایک وہ بھی ہے جو صدقہ دیتا ہے، لیکن اس طرح پوشیدہ طور پر کہ دائیں ہاتھ کے خرچ کی بائیں ہاتھ تک کو خبر نہیں ہوتی۔ [بخاري، كتاب الأذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلوة و فضل المساجد : ٦٦٠۔ مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة : ١٠٣١]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ خطاؤں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔'' [ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی حرمة الصلوة : ٢٦١٦۔ ابن ماجه، کتاب الفتن، باب كف اللسان فی الفتنة : ٣٩٧٣]

وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ : روزہ شہوت توڑنے میں سب سے زیادہ معاون ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے نوجوانو! تم میں سے جسے طاقت ہو وہ نکاح کر لے، کیونکہ اس سے نگاہیں نیچی رہیں گی اور پاک دامنی حاصل ہو جائے گی اور جسے نکاح کی طاقت نہ ہو تو وہ روزے رکھے، کیونکہ وہ اس کی شہوت کو کم کر دیتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الصوم، باب الصوم لمن خاف علی نفسه العزبة : ١٩٠٥۔ مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه إلیه : ١٤٠٠]

وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ : یعنی وہ حرام اور گناہ کے کاموں سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور صرف مباح صورت ہی کو اختیار کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴾ [المعارج : ٢٩ تا ٣١] ''اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں پر، یا جس کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں، تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں۔ پھر جو اس کے علاوہ کوئی راستہ ڈھونڈے تو وہی حد سے گزرنے والے ہیں۔''

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے راستے میں چل رہے تھے کہ آپ جُمدان پہاڑ پر تشریف لے آئے اور فرمایا: ''تم چلتے رہو، یہ جُمدان ہے، ''مفرد لوگ'' سبقت لے گئے۔'' صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ ''مفرد لوگ'' کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الحث علی ذکر اللہ تعالٰی : ٢٦٧٦]

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ ٣٦

''اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔''

یعنی کسی بھی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کا حکم صادر ہو جائے تو کسی مومن مرد یا مومن عورت کے لیے یہ اختیار باقی نہیں رہتا کہ وہ اس کی مخالفت کرے اور اپنی یا کسی اور کی رائے پر عمل کرے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ

﴿ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ [النساء : ٦٥] ”پس نہیں! تیرے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تجھے اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تو فیصلہ کرے اور تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔“

وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا : ارشاد فرمایا: ﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النور : ٦٣] ”سو لازم ہے کہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آ پہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آ پہنچے۔“

وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۳۷

”اور جب تو اس شخص سے جس پر اللہ نے انعام کیا اور جس پر تو نے انعام کیا کہہ رہا تھا کہ اپنی بیوی اپنے پاس روکے رکھ اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپاتا تھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا، حالانکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ تو اس سے ڈرے، پھر جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے تجھ سے اس کا نکاح کر دیا، تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ ہو، جب وہ ان سے حاجت پوری کر چکیں اور اللہ کا حکم ہمیشہ سے (پورا) کیا ہوا ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے درمیان طلاق کا واقعہ بیان کیا ہے اور خبر دی ہے کہ طلاق کے بعد خود اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دی۔ فرمایا کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جنھیں اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اپنے نبی کے ساتھ جیسی نعمتوں سے نوازا اور جن پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی احسان کیا کہ انھیں آزاد کر دیا، ان سے محبت کی اور اپنی پھوپھی زاد سے ان کی شادی کر دی۔ آپ ان سے کہتے تھے کہ تم اپنی بیوی کو طلاق مت دو اور اس کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ دراصل مزاجوں میں فرق کی وجہ سے میاں بیوی کے تعلقات خوشگوار نہ بن سکے اور اسی بنا پر ان کی آپس میں ان بن رہتی تھی، جس کا تذکرہ زید رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے رہتے تھے اور طلاق کا عندیہ بھی ظاہر کرتے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں طلاق دینے سے روکتے اور نباہ کرنے کی تلقین فرماتے تھے،

حالانکہ آپ بذریعہ وحی اس بات سے خوب واقف تھے کہ طلاق ہو گی اور اللہ کے حکم کے مطابق آپ ﷺ کی شادی زینب رضی اللہ عنہا سے ہو گی، لیکن لوگوں کے اس طعنے کے ڈر سے کہ محمد (ﷺ) نے اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے شادی کر لی ہے، آپ زید کو طلاق دینے سے روکتے تھے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کے طعنوں سے ڈرتے ہیں، حالانکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔ مزید وضاحت کے لیے اللہ نے فرمایا کہ جب زید رضی اللہ عنہ نے زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کر کے اپنی ضرورت و حاجت پوری کر لی، تو ہم نے بغیر ولی و گواہان اور بغیر مہر کے آپ کی شادی اس سے کر دی، تاکہ ہمیشہ کے لیے یہ بات واضح ہو جائے کہ منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے ان کے شوہروں کی موت یا طلاق دے دینے کے بعد شادی کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے اور اللہ کے فیصلے کو بہر حال انجام پانا ہی تھا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت: ﴿ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ ﴾ [الأحزاب : ۳۷] زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی۔ [بخاري، کتاب التفسير، باب قوله : ﴿ و تخفى فى نفسك ما الله مبديه ...... الخ ﴾ : ٤٧٨٧]

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا : یعنی جب زید (رضی اللہ عنہ) نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی اور انھوں نے اس سے جدائی اختیار کر لی تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا۔ اس نکاح کا ولی خود اللہ تعالیٰ تھا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان سے میرا ذکر کرو۔ پھر جب زید رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو اس وقت وہ اپنے آٹے میں خمیر ملا رہی تھیں۔ زید رضی اللہ عنہ نے کہا، جب میں نے ان کو دیکھا تو میرے دل پر ان کی عظمت اس قدر چھا گئی کہ میں ان کی طرف نظر بھر کر دیکھ نہ سکا۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا ذکر کیا تھا۔ غرض میں نے اپنی پیٹھ موڑی اور اپنا منہ پھیر لیا اور کہا، اے زینب! رسول اللہ ﷺ نے آپ کو پیغام بھیجا ہے اور وہ آپ کو یاد کرتے ہیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا، میں اس وقت تک کوئی کام نہیں کرتی جب تک اپنے رب سے مشورہ نہ کر لوں (یعنی استخارہ نہ کر لوں) پھر اسی وقت وہ اپنی جائے نماز پر کھڑی ہو گئیں، ادھر قرآن نازل ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں اجازت کے بغیر تشریف لے آئے۔ [مسلم، کتاب النکاح، باب زواج زينب بنت جحش ...... الخ : ١٤٢٨]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی دوسری ازواج پر فخر کیا کرتی تھیں، وہ فرمایا کرتی تھیں، تمھاری شادی تو تمھارے گھر والوں نے کی اور میری شادی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے کی۔ [بخاري، کتاب التوحيد، باب ﴿ و كان عرشه على الماء ﴾ ...... الخ : ٧٤٢٠]

لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ : سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، کیا روزہ دار بوسہ لے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ام سلمہ سے پوچھو!“ ام سلمہ نے کہا، رسول اللہ ﷺ ایسا کرتے ہیں۔

عمر بن ابی سلمہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو تو اگلے پچھلے ایسے تمام کاموں سے جن کا انجام برا ہو، محفوظ کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم ! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور خوف رکھنے والا ہوں۔'' [مسلم، كتاب الصيام، باب بيان أن القبلة في الصوم ليست محرمة ...... الخ : ۱۱۰۸]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان میں مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے روزہ رکھا ہوا تھا اور لوگ بھی روزے سے تھے، یہاں تک کہ جب آپ کراع غنیم پہنچے تو آپ نے پانی کا پیالہ منگوایا۔ آپ نے اس کو بلند کیا، اتنا کہ سب لوگوں نے اسے دیکھ لیا، پھر آپ نے پانی پی لیا۔ بعد ازاں آپ سے عرض کی گئی کہ بعض لوگ ابھی روزے سے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ نافرمان ہیں، وہ نافرمان ہیں۔'' [مسلم، كتاب الصيام، باب جواز الصوم و الفطر في شهر رمضان للمسافر : ۱۱۱٤]

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۟ۙ﴿۳۸﴾ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَ لَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾

''نبی پر اس کام میں کبھی کوئی تنگی نہیں جو اللہ نے اس کے لیے فرض کر دیا۔ یہی اللہ کا طریقہ ہے ان لوگوں میں جو پہلے گزرے اور اللہ کا حکم ہمیشہ سے اندازے کے مطابق ہے، جو طے کیا ہوا ہے۔ وہ لوگ جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید اطمینان دلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے اپنے نبی کے لیے جس شادی کو حلال کر دیا ہے اور جسے اس نے انسانوں کے لیے آسمانی شریعت بنا دیا ہے، اس میں آپ کے لیے نہ کوئی قباحت ہے اور نہ کوئی گناہ کا کام ہے۔ تمام گزشتہ انبیاء کے سلسلے میں بھی اللہ کی یہی سنت رہی ہے کہ ان کے لیے ان کے رب کی جانب سے جو چیز مباح بنا دی گئی، اسے کر گزرنے میں شرعی اور اخلاقی طور پر کوئی حرج نہیں تھا۔ انھوں نے شادیاں کیں، لونڈیاں رکھیں اور مباح و حلال چیزیں کھائیں اور ان کا عمل ان کی امتوں کے لیے نقش راہ بنا۔

ان انبیائے کرام کی صفت یہ تھی کہ انھوں نے اللہ کے احکام اور اوامر و نواہی کو اپنی امتوں تک پہنچایا اور ہر حال میں اپنے رب سے ڈرتے رہے، اس کے سوا کسی سے نہ ڈرے اور نفاذِ شریعت کی راہ میں لوگوں کی باتوں اور ان کے ظالمانہ طعن و تشنیع کی پروا نہیں کی۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں کے اعمال کو خوب اچھی طرح ریکارڈ میں لا رہا ہے۔ ان پر ان کا محاسبہ کرے گا اور ان کا انھیں بدلہ دے گا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾

ع ۵

''محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں اور لیکن وہ اللہ کا رسول اور تمام نبیوں کا ختم کرنے والا ہے اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

منافقین اور بعض دیگر کمزور ایمان والے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی سے متعلق چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے بیٹے زید کی مطلقہ سے شادی کر لی ہے۔ اسی قول قبیح کی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تردید کی ہے کہ یہ بات قابل التفات اس وقت ہوتی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم زید کے حقیقی باپ ہوتے، لیکن آپ صحابہ میں سے کسی بھی مرد کے حقیقی باپ نہیں ہیں۔ آپ تو اللہ کے رسول ہیں، دنیا والوں کو اس کا پیغام پہنچاتے ہیں اور نبوت کا سلسلہ آپ پر ختم ہو گیا ہے۔ اس لیے آپ کا لایا ہوا دین قیامت تک انسانوں کے لیے کافی اور وافی ہے۔

یہ آیت کریمہ نص ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے بارے میں بہت سی متواتر احادیث ثابت ہیں، جو حضرات صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہیں۔ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں تیس (۳۰) جھوٹے ہوں گے اور ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' [ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعة حتی یخرج کذابون : ۲۲۱۹]

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے؟ مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ تبوک وھی غزوۃ العسرۃ : ۴۴۱۶۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ : ۲۴۰۴]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رسالت اور نبوت ختم ہو گئیں، لہٰذا میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔'' یہ بات لوگوں پر گراں گزری، تو آپ نے فرمایا: ''لیکن مبشرات باقی ہیں۔'' لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ! مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''مسلمان کا (سچا) خواب اور یہ نبوت کے اجزا میں سے ایک جز ہے۔'' [ترمذی، کتاب الرؤیا، باب ذھبت النبوۃ و بقیت المبشرات : ۲۲۷۲]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا، سوائے مبشرات کے۔'' لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مبشرات کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نیک خواب۔'' [بخاری، کتاب التعبیر، باب المبشرات : ۶۹۹۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک گھر بنایا اور اسے ہر لحاظ سے بڑا خوبصورت بنایا، مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ اب لوگ اس گھر کو چاروں طرف سے گھوم کر دیکھتے ہیں اور (اس کی خوبصورتی پر) تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو (سنو!) میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔“ [بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین ﷺ : ٣٥٣٥۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین : ٢٢٨٦/٢٢]

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کئی نام ہم سے بیان کرتے تھے، آپ نے فرمایا: ”میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور احمد، مُقفّی (آخر میں آنے والا)، حاشر، نبی التوبہ اور نبی الرحمہ ہوں۔“ [مسلم، کتاب الفضائل، باب فی أسمائه ﷺ : ٢٣٥٥]

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میرے پانچ نام ہیں، میں محمد ہوں، احمد ہوں اور میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے سے کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں کہ (قیامت کے دن) تمام انسانوں کا حشر میرے بعد ہوگا اور میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔“ [بخاری، کتاب المناقب، باب ما جاء فی أسماء رسول اللہ ﷺ : ٣٥٣٢۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فی أسمائه ﷺ : ٢٣٥٤]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کو یاد کرو، بہت یاد کرنا۔“

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا میں تمھیں ایک ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمھارے اعمال میں سب سے بہتر، تمھارے مالک (یعنی اللہ تعالیٰ) کو سب سے زیادہ پسند، تمھارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا، تمھارے لیے سونا اور چاندی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے سے بہتر اور اس بات سے بھی بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن کا مقابلہ کرو اور تم ان کی گردنیں کاٹو اور وہ تمھاری گردنیں کاٹیں؟“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! وہ عمل کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(وہ عمل) اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔“ [ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب فضل الذکر : ٣٧٩٠۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب منه : ٣٣٧٧]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور وہاں اللہ کا ذکر نہ کریں تو وہ مجلس قیامت کے دن ان پر حسرت و افسوس کا باعث بنے گی۔“ [مسند أحمد : ٢٢٤/٢، ح : ٧١١٢]

وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۴۲﴾

”اور اس کی تسبیح کرو، پہلے پہر اور پچھلے پہر۔“

”بُكْرَةً“ کے معنی صبح اور ”أَصِيلًا“ کے معنی شام کے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴾ [الروم : ۱۷، ۱۸] ”پس اللہ کی تسبیح ہے، جب تم شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے ہو۔ اور اسی کے لیے سب تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور پچھلے پہر اور جب ظہر کے وقت میں داخل ہوتے ہو۔“

وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا : یہ ذکر کا شوق اور رغبت پیدا کی جا رہی ہے کہ تم اس کا ذکر کیا کرو، وہ تمھیں یاد کیا کرے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴾ [البقرة : ۱۵۱، ۱۵۲] ”جس طرح ہم نے تم میں ایک رسول تمھی سے بھیجا ہے، جو تم پر ہماری آیات پڑھتا اور تمھیں پاک کرتا اور تمھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور تمھیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ سو تم مجھے یاد کرو، میں تمھیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری مت کرو۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے کسی محفل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے محفل میں یاد کرتا ہوں، جو اس کی محفل سے بہتر ہوتی ہے۔“ [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالٰى : ﴿ و يحذركم الله نفسه ﴾ ...... الخ : ۷٤۰۵۔ مسلم، كتاب الذكر و الدعاء، باب الحث على ذكر الله تعالٰى : ۲٦۷۵]

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝۴۳

”وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے، تاکہ وہ تمھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائے اور وہ ایمان والوں پر ہمیشہ سے نہایت مہربان ہے۔“

اس آیت کریمہ میں ذکر الٰہی پر مداومت کی بہت زیادہ رغبت دلائی گئی ہے کہ اللہ تمھیں یاد کرتا ہے، اس لیے تم لوگ بھی اسے یاد کرتے رہو۔ یہاں ”اللہ کی صلاۃ“ سے مراد اس کی رحمت و مہربانی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں پر رحم کرتے ہوئے انھیں بھلائی کی طرف بلاتا ہے، اپنے آپ کو خوب یاد کرنے کی نصیحت کرتا ہے اور نمازوں اور دیگر نیکیوں پر مداومت کی دعوت دیتا ہے، ”فرشتوں کی صلاۃ“ سے مراد یہ ہے کہ وہ مومنوں کے لیے اللہ کے حضور دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ انھیں کفر و معاصی اور شبہات و اخلاق سیئہ کی ظلمتوں سے نکال کر ایمان و اتباع سنت

اور اخلاق حسنہ کے نور سے بہرہ ور کرے، اس لیے کہ وہ مومنوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔

فرشتوں کی ''صلاۃ'' کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگوں کے لیے دعا اور استغفار کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [المؤمن : ۷ تا ۹] ''وہ (فرشتے) جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اس کے ارد گرد ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، تو ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستے پر چلے اور انھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے رب! اور انھیں ہمیشہ رہائش والی ان جنتوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کو بھی جو ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے لائق ہیں۔ بلاشبہ تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور انھیں برائیوں سے بچا اور تو جسے اس دن برائیوں سے بچا لے تو یقیناً تو نے اس پر مہربانی فرمائی اور یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔''

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا : یعنی دنیا و آخرت میں مومنوں کو اپنی رحمت و شفقت سے نوازے گا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے، ان قیدیوں میں ایک عورت بھی تھی جس کی چھاتیاں دودھ سے بھری ہوئی تھیں اور وہ (اپنے بچے کی تلاش میں ادھر ادھر) بھاگ رہی تھی۔ جب اس نے قیدیوں میں اپنے بچے کو ڈھونڈ لیا تو اس کو پکڑا، اپنے سینے سے لگایا اور اسے دودھ پلانے لگی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: ''تمھارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی؟'' ہم نے جواب دیا، نہیں! جب تک اسے قدرت ہوگی یہ اپنے بچے کو آگ میں نہیں پھینک سکتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے جتنی مہربان یہ عورت اپنے بیٹے پر ہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الولد و تقبیله و معانقته : ۵۹۹۹۔ مسند أحمد : ۱۰۴/۳، ح : ۱۲۰۲۴]

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۖۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ۝

''ان کی دعا، جس دن وہ اس سے ملیں گے، سلام ہوگی اور اس نے ان کے لیے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے۔''

یعنی جس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں سلام کہے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴾ [یٰس : ۵۸] ''سلام ہو۔ اس رب کی طرف سے کہا جائے گا جو بے حد مہربان ہے۔''

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دی ہے کہ اس نے اپنے مومن بندوں کے لیے جنت جیسی عظیم نعمت تیار کر رکھی ہے، جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل نے اس کا تصور کیا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾

”اے نبی! بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کے اذن سے اور روشنی کرنے والا چراغ۔“

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کی وہ صفات بیان کی گئی ہیں جو آپ کی پیغام رسانی کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاہد بنا کر مبعوث کیا ہے، جو لوگ آپ کی تصدیق کریں گے اور آپ پر ایمان لائیں گے، قیامت کے دن آپ ان کے لیے خیر کی گواہی دیں گے اور جو لوگ آپ کی تکذیب کریں گے اور آپ پر ایمان نہیں لائیں گے، ان کے خلاف آپ کفر و معصیت کی گواہی دیں گے۔ آپ ﷺ مومنوں کو اللہ کی رحمت اور اجر عظیم کی بشارت دینے والے اور کافروں اور گناہ گاروں کو جہنم سے ڈرانے والے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی وحی کے مطابق لوگوں کو اس کے دین، اس کی بندگی اور اس کی وحدانیت کے اقرار کی دعوت دینے والے ہیں۔ آپ سیدھی راہ کی طرف لوگوں کی راہنمائی کے لیے اللہ کا روشن چراغ ہیں۔

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا: آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی، یعنی اس بات کی گواہی دینے والے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور روز قیامت لوگوں کے اعمال کی بھی گواہی دینے والے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ [النساء : ٤١] ”پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ لائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ [البقرة : ١٤٣] ”اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے۔“

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قرآن میں (رسول اللہ ﷺ کے بارے میں) ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا﴾ (اور ایسی ہی آپ ﷺ کی بعض صفات تورات میں بھی بیان کی گئی ہیں) تورات میں ہے، اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوش خبری دینے والا اور ان پڑھوں (عربوں) کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ (اس کے

علاوہ یہ صفات بھی ہیں کہ) وہ بدخو اور فحش کلام نہیں ہیں، نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہیں۔ وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے، بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرے گا، جب تک کہ ان کے ذریعے سے کج قوم (عرب) کو سیدھا نہ کر لے، یعنی جب تک وہ قوم ''لا الٰہ الا اللہ'' کا اقرار نہ کر لے، تو اس کلمۂ توحید کے ذریعے سے وہ اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے۔[بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ إنا أرسلنك شاهدًا و مبشرًا و نذيرًا ﴾ : ٤٨٣٨]

وَدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ : یعنی اللہ کے حکم سے اللہ کی مخلوق کو اپنے رب کی عبادت کی دعوت دینے والے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴾ [النحل : ١٢٥] ''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا اور ان سے اس طریقے کے ساتھ بحث کر جو سب سے اچھا ہے۔ بے شک تیرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے گمراہ ہوا اور وہی ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَ اسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ؕ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴾ [الشورىٰ : ١٥] ''سو تو اسی کی طرف پھر دعوت دے اور مضبوطی سے قائم رہ، جیسے تجھے حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی مت کر اور کہہ دے کہ اللہ نے جو بھی کتاب نازل فرمائی میں اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا رب اور تمھارا رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ ہمیں آپس میں جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ دَعْ اَذٰىهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾

''اور ایمان والوں کو خوشخبری دے کہ بے شک ان کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔ اور کافروں اور منافقوں کا کہنا مت مان اور ان کی ایذا رسانی کی پروا نہ کر اور اللہ پر بھروسا کر اور وکیل کی حیثیت سے اللہ کافی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ جو لوگ مجھ پر ایمان لے آئیں اور عمل صالح کریں، آپ انھیں میری طرف سے گناہوں کی مغفرت اور جنت کی بشارت دے دیں اور کافروں اور منافقوں کی باتوں میں آ کر دین کی تبلیغ میں سستی نہ کریں، حق کی آواز بلند کرنے اور لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے میں کوتاہی نہ کریں اور ان کی ایذا رسانی پر عفو و درگزر سے کام لیں اور اپنے تمام امور میں اللہ پر بھروسا کریں، اس لیے کہ وہ بحیثیت وکیل و کارساز ان کے لیے کافی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ
فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انھیں طلاق دے دو، اس سے پہلے کہ انھیں ہاتھ لگاؤ تو تمھارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں، جسے تم شمار کرو، سو انھیں سامان دو اور انھیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا۔“

اس آیت میں ایسی عورت کی عدت کا حکم بیان کیا جا رہا ہے جسے نکاح کے بعد بغیر مباشرت کے طلاق دے دی جائے۔ ایسی عورت پر عدت گزارنا واجب نہیں ہے۔ اس لیے کہ عورت عدت اس لیے گزارتی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کے رحم میں کوئی بچہ ہے یا نہیں اور مذکور بالا صورت میں یقینی طور پر عورت کا رحم بچہ کے وجود سے پاک ہے۔ اب اگر اس کا مہر مقرر کر دیا گیا تھا تو اسے نصف مہر ملے گا اور کچھ مال بطور دلجوئی دے دینا مستحب ہے اور اگر اس کا مہر مقرر نہیں ہوا تھا تو شوہر کی مالی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے کچھ مال دے دیا جائے گا اور بغیر اذیت پہنچائے اسے اس کے گھر والوں کے پاس جانے دیا جائے گا۔

اس آیت کا حکم اس وقت ہے جب کوئی مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اگر مہر مقرر کر دیا گیا ہو تو پھر نصف مہر دینا ہو گا۔ مندرجہ ذیل آیات میں اس کی تصریح موجود ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَاَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۳۶، ۲۳۷] ”تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو، جب تک تم نے انھیں ہاتھ نہ لگایا ہو، یا ان کے لیے کوئی مہر مقرر نہ کیا ہو اور انھیں سامان دو، وسعت والے پر اس کی طاقت کے مطابق اور تنگی والے پر اس کی طاقت کے مطابق ہے، سامان معروف طریقے کے مطابق دینا ہے، نیکی کرنے والوں پر یہ حق ہے۔ اور اگر تم انھیں اس سے پہلے طلاق دے دو کہ انھیں ہاتھ لگاؤ، اس حال میں کہ تم ان کے لیے کوئی مہر مقرر کر چکے ہو تو تم نے جو مہر مقرر کیا ہے اس کا نصف (لازم) ہے، مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں، یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور یہ (بات) کہ تم معاف کر دو تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور آپس میں احسان کرنا نہ بھولو، بے شک اللہ اس کو جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔“

وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا: اچھے طریقے سے چھوڑنا سے مراد یہ ہے کہ ان کو روک کر بلاوجہ انھیں تکلیف نہ دی جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَلَا

تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۫ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ۲۳۱] ”اور جب تم عورتوں کو طلاق دو، پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انھیں اچھے طریقے سے رکھ لو، یا انھیں اچھے طریقے سے چھوڑ دو اور انھیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکے رکھو، تاکہ ان پر زیادتی کرو اور جو ایسا کرے سو بلاشبہ اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور اللہ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ اور اپنے آپ پر اللہ کی نعمت یاد کرو اور اس کو بھی جو اس نے کتاب وحکمت میں سے تم پر نازل کیا ہے، وہ تمھیں اس کے ساتھ نصیحت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

سیدنا سہل بن سعد اور سیدنا ابو اسید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیمہ بنت شراحیل سے نکاح کیا، پھر جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تو انھوں نے اسے ناپسند کیا، تو آپ نے ابو اسید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کا سامان تیار کر دیں اور انھیں رازقیہ کے دو کپڑے بھی دے دیں۔“ [بخاری، کتاب الطلاق، باب من طلق و هل يواجه الرجل امرأته بالطلاق ؟ : ۵۲۵۶، ۵۲۵۷]

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾

”اے نبی! بے شک ہم نے تیرے لیے تیری بیویاں حلال کر دیں جن کا تو نے مہر دیا ہے اور وہ عورتیں جن کا مالک تیرا دایاں ہاتھ بنا ہے، اس (غنیمت) میں سے جو اللہ تجھ پر لوٹا کر لایا ہے اور تیرے چچا کی بیٹیاں اور تیری پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں، جنھوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے اور کوئی بھی مومن عورت اگر وہ اپنا آپ نبی کو ہبہ کر دے، اگر نبی چاہے کہ اسے نکاح میں لے لے۔ یہ خاص تیرے لیے ہے، مومنوں کے لیے نہیں۔ بے شک ہم نے جان لیا جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور ان عورتوں کے بارے میں فرض کیا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں، تاکہ تجھ پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اے میرے نبی! جن عورتوں کو آپ نے مہر دیا ہے وہ آپ کے لیے

حلال ہیں، چاہے تعداد میں وہ کتنی ہی ہوں اور اسی طرح وہ عورتیں بھی آپ کے لیے حلال ہیں جو مال غنیمت کے طور پر آپ کے حصہ میں آئی ہوں۔ سیدہ صفیہ اور جویریہ رضی اللہ عنہما آپ کے حصہ میں آئی تھیں، آپ نے انھیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا تھا اور ریحانہ اور ماریہ قبطیہ ام ابراہیم رضی اللہ عنہ بھی آپ کے حصہ میں آئی تھیں۔ ان کے علاوہ وہ عورتیں بھی آپ کے لیے حلال ہیں جو آپ کی ملکیت ہوں یا جن عورتوں نے اپنا نفس آپ کے لیے ہبہ کر دیا ہو، تو یہ میمونہ بنت الحارث، زینب بنت خزیمہ ام المساکین، ام شریک بنت جابر اور خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہن ہیں۔ آیت میں مال غنیمت کے طور پر حاصل شدہ عورت کی قید محض فضیلت بیان کرنے کے لیے ہے، یعنی ایسی عورتیں آپ کے لیے ان عورتوں سے افضل ہیں جو خریدی گئی ہوں اور آپ کے لیے ان چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد عورتوں سے شادی جائز تھی جو ہجرت کر کے مدینہ آ گئی تھیں۔ ﴿ خَالِصَةً لَّكَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴾ میں اس بات کی صراحت کر دی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر ولی اور نکاح کے کسی عورت سے شادی کرے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے مومنوں پر نکاح سے متعلق جو شرائط عائد کی ہیں، ان کی پابندی لازم ہے اور جو باتیں اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں، وہ عام مسلمانوں کے لیے مثال نہیں بن سکتی ہیں۔ آیت کے آخر میں آپ سے کہا گیا ہے کہ مذکورہ تمام عورتیں آپ کے لیے اس لیے حلال کی گئی ہیں تاکہ آپ نکاح کے معاملہ میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں۔

<u>وَامۡرَاَةً مُّؤۡمِنَةً اِنۡ وَّهَبَتۡ نَفۡسَهَا لِلنَّبِيِّ</u> : سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میں اپنا نفس (آپ کے لیے) ہبہ کرتی ہوں۔ پھر وہ دیر تک کھڑی رہی تو ایک صحابی نے کہا، یا رسول اللہ! اگر آپ اس سے نکاح کا ارادہ نہیں رکھتے تو اسے میرے نکاح میں دے دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمھارے پاس مہر دینے کے لیے کوئی چیز ہے؟'' اس نے جواب دیا کہ میرے پاس میرے تہ بند کے سوا اور کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ اگر تم اسے دے دو گے تو خود تہ بند کے بغیر رہ جاؤ گے، سو کچھ اور تلاش کرو۔'' اس نے کہا، میں اور کچھ نہیں پاتا۔ آپ نے فرمایا: ''تلاش تو کرو، اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے۔'' انھوں نے ہر چند کوشش کی، لیکن کچھ بھی نہ پایا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا قرآن کی کچھ سورتیں تمھیں یاد ہیں؟'' اس نے کہا، ہاں! فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''بس تو انھی سورتوں پر میں نے اسے تمھارے نکاح میں دیا۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب السلطان ولی : ۵۱۳۵]

تُرۡجِيۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُـٔۡوِيۡۤ اِلَيۡكَ مَنۡ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابۡتَغَيۡتَ مِمَّنۡ عَزَلۡتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكَ ؕ ذٰلِكَ اَدۡنٰۤى اَنۡ تَقَرَّ اَعۡيُنُهُنَّ وَلَا يَحۡزَنَّ وَيَرۡضَيۡنَ بِمَاۤ اٰتَيۡتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ

يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ۝

’’ان میں سے جسے تو چاہے مؤخر کر دے اور جسے چاہے اپنے پاس جگہ دے دے اور تو جسے بھی طلب کر لے، ان عورتوں میں سے جنھیں تو نے الگ کر دیا ہو تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کریں اور وہ سب کی سب اس پر راضی ہوں جو تو انھیں دے اور اللہ جانتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، بڑے حلم والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بیویوں کے رکھنے، چھوڑنے اور ان کے درمیان باری کی تقسیم کے سلسلہ میں پورا اختیار دے دیا تھا اور یہ سب کچھ آپ ﷺ کے لیے اللہ کی انتہائی محبت کی دلیل تھی۔ آپ کو اجازت دے دی گئی تھی کہ اپنی بیویوں میں سے جس سے چاہیں بغیر طلاق کے علیحدگی اختیار کر لیں اور جس کے پاس چاہیں رات گزاریں اور مباشرت کریں۔ ان احکامات کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب آپ کی بیویوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ اختیارات آپ کو اللہ نے دیے ہیں تو سب مطمئن ہو جائیں گی اور جنھیں آپ نے چھوڑ رکھا ہے وہ غمگین نہیں ہوں گی اور آپ کی مرضی اور خواہش پر راضی ہو جائیں گی۔

اس کے بعد اللہ نے مومنوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ وہ تمھارے دلوں کی پوشیدہ باتوں کو بھی جانتا ہے، تم اپنی بعض بیویوں کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہو اور بعض کی طرف کم اور اس نے بطور اعزاز و اکرام اپنے رسول کو وہ اختیار دے دیا ہے، جس کی تفصیل ابھی بیان ہوئی ہے۔

تُرْجِيْ مَنْ تَشَاۗءُ مِنْهُنَّ وَتُـــْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاۗءُ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں ان عورتوں پر غیرت کیا کرتی تھی جو اپنا نفس رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیتی تھیں اور مجھے بڑا تعجب معلوم ہوتا تھا کہ عورتیں (خود ہی) اپنا نفس ہبہ کرتی ہیں؟ جب یہ آیت اتری : ﴿ تُرْجِيْ مَنْ تَشَاۗءُ مِنْهُنَّ وَتُـــْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ﴾ ’’ان میں سے جسے تو چاہے مؤخر کر دے اور جسے چاہے اپنے پاس جگہ دے دے اور تو جسے بھی طلب کر لے، ان عورتوں میں سے جنھیں تو نے الگ کر دیا ہو تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔‘‘ تو میں نے کہا (اے اللہ کے رسول!) اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش کو بہت جلد پورا فرما دیتا ہے۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ ترجي من تشاء منهن ...... الخ ﴾ : ٤٧٨٨۔ مسلم، كتاب الرضاع، باب جواز هبتها نوبتها لضرتها : ١٤٦٤]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس آیت کے نازل ہو چکنے کے بعد بھی اللہ کے نبی ہم سے اجازت لیا کرتے تھے۔ جب مجھ سے دریافت فرماتے تو میں کہتی، یا رسول اللہ! اگر یہ اجازت آپ مجھ سے لے رہے ہیں تو میں تو اپنی باری کسی دوسری پر ایثار نہیں کر سکتی۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ ترجي من تشاء منهن ﴾ : ٤٧٨٩۔ مسلم، كتاب الطلاق، باب بيان أن تخيير امرأته لا يكون طلاقًا إلا بالنية : ١٤٧٦]

وَ مَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر جانا چاہتے تو اپنی عورتوں میں قرعہ ڈالتے، جس عورت کا نام قرعہ میں نکلتا اس کو ساتھ لے جاتے اور ہر عورت کے پاس باری باری ایک دن رات رہتے، سوائے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے کہ اس نے اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہبہ کر دی تھی، تاکہ اس کام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوں۔ [بخاری، کتاب الهبة، باب هبة المرأة لغیر زوجها : ۲۵۹۳]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری سخت ہو گئی تو آپ نے دوسری بیویوں سے بیماری میں میرے گھر رہنے کی اجازت چاہی تو انھوں نے اجازت دے دی۔ [بخاری، کتاب الهبة، باب هبة الرجل لامرأته والمرأة لزوجها : ۲۵۸۸]

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ : یعنی دل میں جو بعض کی طرف زیادہ میلان ہے اور جسے ختم کرنا ممکن نہیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: ''یا اللہ! یہ میری تقسیم ہے، جو میرے اختیار میں ہے، لیکن جس چیز پر تیرا اختیار ہے، میں اس پر اختیار نہیں رکھتا، اس میں مجھے ملامت نہ کرنا۔'' [أبو داؤد، کتاب النکاح، باب فی القسم بین النساء : ۲۱۳۴۔ مسند أحمد : ۱۴۴/۶، ح : ۲۵۱٦٤]

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَ لَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ۟ (۵۲)

ع ۲

''تیرے لیے اس کے بعد عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ تو ان کے بدلے کوئی اور بیویاں کر لے، اگرچہ ان کا حسن تجھے اچھا لگے مگر جس کا مالک تیرا دایاں ہاتھ بنے اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے۔''

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت محکم ہے اور آپ کو نو بیویوں کے علاوہ عورتوں سے شادی کرنے سے روک دیا گیا ہے، جبکہ بعض کہتے ہیں کہ اس آیت کا حکم پچھلی آیت کے ذریعے سے منسوخ ہو گیا اور آپ کے لیے دوسری عورتوں سے شادی کرنا مباح ہو گیا، لیکن آپ نے امہات المومنین کا دل رکھنے کے لیے کسی اور سے شادی نہیں کی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اور عورتیں بھی حلال کر دی تھیں۔ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ الأحزاب : ۳۲۱٦۔ مسند أحمد : ۴۱/۶، ح : ۲۴۱۹۲۔ ابن حبان : ٦۲٦٦]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَ اللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا

فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ؕ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾

اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کے گھروں میں مت داخل ہو مگر یہ کہ تمھیں کھانے کی طرف اجازت دی جائے، اس حال میں کہ اس کے پکنے کا انتظار کرنے والے نہ ہو اور لیکن جب تمھیں بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ، پھر جب کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور نہ (بیٹھے رہو) اس حال میں کہ بات میں دل لگانے والے ہو۔ بے شک یہ بات ہمیشہ سے نبی کو تکلیف دیتی ہے، تو وہ تم سے شرم کرتا ہے اور اللہ حق سے شرم نہیں کرتا اور جب تم ان سے کوئی سامان مانگو تو ان سے پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمھارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور تمھارا کبھی بھی حق نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ اس کے بعد کبھی اس کی بیویوں سے نکاح کرو۔ بے شک یہ بات ہمیشہ سے اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو، یا اسے چھپاؤ تو بے شک اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا بہت ہی بلند مقام ہے، اس آیت کریمہ میں اللہ نے عام مومنوں کو ان امہات المومنین کا ادب و احترام سکھایا ہے اور ایسی باتوں سے منع فرمایا ہے جو آپ اور امہات المومنین کے لیے ذہنی اذیت کا باعث ہوں۔ یہ آیت ''آیت حجاب'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس آیت میں دعوت کے آداب بھی بتلا دیے گئے کہ ایک تو اس وقت جاؤ جب کھانا تیار ہو چکا ہو، وقت سے پہلے ہی جا کر دھرنا مار کر نہ بیٹھ جاؤ۔ دوسرا، کھانا کھاتے ہی اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ، وہاں بیٹھے ہوئے باتیں مت کرتے رہو۔ اس لیے کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گھر والوں کو تکلیف ہوتی ہے اور آپ اپنے کمال اخلاق کی وجہ سے اپنی زبان سے نہیں کہہ پاتے ہیں، لیکن اللہ حق بات کرنے سے نہیں شرماتا ہے۔

یہ آیت حجاب ہے، یہ آیت بھی ان آیات کریمہ میں سے ہے جو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق نازل ہوئی تھیں، جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے رب عزوجل کی تین باتوں میں موافقت کی، میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کاش! آپ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرما دیا: ﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ﴾ [البقرۃ : ۱۲۵] ''اور تم ابراہیم کی جائے قیام کو نماز کی جگہ بناؤ۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کاش! آپ اپنی بیویوں کو پردے کا حکم دے دیں، کیونکہ ان سے اچھے اور برے ہر قسم کے لوگ (مسائل پوچھنے کے لیے) بات کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب کو نازل فرما دیا اور میں نے ازواج مطہرات سے کہا،

جب وہ نبی کریم ﷺ پر غیرت کی وجہ سے (یعنی کچھ مالی مطالبات لے کر) اکٹھی ہوئیں: ﴿ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ ﴾ [التحریم : ۵] ''اس کا رب قریب ہے، اگر وہ تمھیں طلاق دے دے کہ تمھارے بدلے اسے تم سے بہتر بیویاں دے دے'' تو یہ الفاظ بھی آیت میں اسی طرح نازل ہو گئے۔ [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب ما جاء فی القبلة ...... الخ : ۴۰۲۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ : ۲۳۹۹]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو (ولیمہ میں) گوشت اور روٹی کھلائی گئی۔ مجھے لوگوں کو دعوت دینے کے لیے بھیجا گیا۔ لوگ آتے اور کھا کر چلے جاتے، پھر دوسرے لوگ آتے اور کھا کر چلے جاتے۔ میں نے سب کو دعوت دی، تا آنکہ کوئی شخص بھی باقی نہ رہا۔ آخر میں میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اب تو کوئی باقی نہیں رہا جسے میں دعوت دوں، تو آپ نے فرمایا: ''اچھا، اب کھانا (یعنی دسترخوان) اٹھا دو۔'' (سب لوگ کھانا کھا کر جا چکے تھے لیکن) تین شخص گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ گھر سے نکل کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں گئے اور فرمایا: ''اے اہل بیت! اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ''۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا، وَ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ اور پوچھا، آپ نے اپنی اہل بیت (یعنی بیوی) کو کیسا پایا؟ اللہ آپ کو برکت دے۔ اسی طرح آپ نے اپنی سب بیویوں کے حجروں کا دورہ کیا اور سب کو عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح سلام کیا۔ سب نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح آپ کو جواب دیا۔ چنانچہ جب آپ لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ وہ تینوں آدمی اب تک بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ نبی ﷺ کے مزاج میں بڑی شرم تھی۔ آپ (دوبارہ) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف چلے گئے۔ مجھے یاد نہیں کہ اس کے بعد میں نے یا کسی اور نے آپ کو جا کر بتایا کہ اب وہ تینوں آدمی چلے گئے ہیں۔ چنانچہ آپ لوٹے اور اس حالت میں کہ دروازے کی دہلیز میں آپ کا ایک پیر اندر تھا اور ایک باہر اور آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ لٹکا دیا اور اس وقت پردہ کی آیت نازل ہوئی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ لا تدخلوا بیوت النبی...... الخ ﴾ : ۴۷۹۳]

وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ : اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ادب سکھایا گیا ہے کہ امہات المومنین سے اگر کوئی چیز مانگنی ہو تو بے دھڑک ان کے سامنے نہ چلے جائیں۔ ان کے ساتھ ادب واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ دروازے کی اوٹ سے اور پردے کے پیچھے سے کوئی چیز مانگی جائے۔ اس کا فائدہ یہ بتایا کہ اس سے تمھارے اور امہات المومنین کے دلوں کی پاکی محفوظ رہے گی اور شیطان کو ذہن میں برے خیالات پیدا کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ غیر محرم کے ساتھ خلوت نشینی کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم (غیر محرم) عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔'' تو ایک انصاری آدمی نے پوچھا،

شوہر کے قریبی رشتہ دار (یعنی دیور اور جیٹھ) کی بابت فرمائیے؟ آپ نے فرمایا: ''دیور اور جیٹھ تو موت ہے۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل بامرأۃ ...... الخ : ۵۲۳۲۔ مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الخلوۃ بالأجنبیۃ : ۲۱۷۲]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجاہدین کی عورتوں کی عزت پیچھے رہ جانے والوں پر ایسے ہی حرام ہے جیسے ان کی اپنی ماؤں کی عزت، پیچھے رہ جانے والوں میں سے جو شخص مجاہدین میں سے کسی کے گھر والوں کا جانشین (نگران) بنے اور پھر ان کی خیانت کرے تو قیامت والے دن وہ مجاہد کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور (اس مجاہد کو اختیار دیا جائے گا تو) وہ اس کی نیکیوں میں سے جتنی نیکیاں چاہے گا لے لے گا، تمھارا کیا خیال ہے؟'' [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب حرمۃ نساء المجاھدین و إثم من خانھم فیھن : ۱۸۹۷]

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امہات المومنین سے شادی کو تمام مسلمانوں کے لیے حرام کر دیا۔ آیت کے آخر میں اللہ نے فرمایا کہ کسی کا ایسا کرنا ناقابل معافی جرم ہے، اس لیے کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام پامال ہو جائے گا۔ اگلی آیت میں بطور دھمکی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم چاہے کسی بات کو ظاہر کرو، یا اپنے دلوں میں چھپائے رکھو، اسے سب کچھ معلوم ہے اور وہ ان تمام ظاہر و مخفی گناہوں کی سزا تمھیں ضرور دے گا۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْۤ اٰبَآىِٕهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآىِٕهِنَّ وَ لَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَ لَا نِسَآىِٕهِنَّ وَ لَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَ اتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

''ان (عورتوں) پر کوئی گناہ نہیں اپنے باپوں (کے سامنے آنے) میں اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے اور نہ ان (کے سامنے آنے) میں جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں اور (اے عورتو!) اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح شاہد ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اجنبی مردوں سے پردے کا حکم دے دیا تو اب ان قریبی رشتہ داروں کا ذکر ہو رہا ہے جن سے پردہ ضروری نہیں، جن سے بغیر پردہ کیے بات کرنا جائز ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ﴾ [النور : ۳۱] ''اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں کے لیے، یا

اپنے باپوں، یا اپنے خاوندوں کے باپوں، یا اپنے بیٹوں، یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں، یا اپنے بھائیوں، یا اپنے بھتیجوں، یا اپنے بھانجوں، یا اپنی عورتوں (کے لیے)، یا (ان کے لیے) جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں، یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہیں، یا ان لڑکوں کے لیے جو عورتوں کی پردے کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پردے کا حکم اترنے کے بعد ابوالقُعیس کے بھائی افلح نے (جو میرے رضاعی چچا تھے) مجھ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ میں نے جواب دیا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر اجازت نہیں دے سکتی۔ کیونکہ افلح کے بھائی ابوالقُعیس نے تو مجھے دودھ نہیں پلایا تھا، بلکہ اس کی بیوی نے پلایا تھا۔ جب آپ تشریف لائے تو میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! ابوالقُعیس کے بھائی افلح نے مجھ سے اندر آنے کی اجازت مانگی تھی تو میں نے اسے کہا کہ جب تک آپ سے پوچھ نہ لوں اجازت نہیں دے سکتی۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے اپنے چچا کو اجازت کیوں نہ دی؟'' میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! مجھے دودھ مرد نے تو نہیں پلایا، وہ تو ابوالقُعیس کی بیوی نے پلایا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''تیرا ہاتھ خاک آلود ہو، اسے اندر آنے کی اجازت دو، وہ تمھارا چچا ہے۔'' عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسی لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ جتنے رشتے خون کی وجہ سے حرام سمجھتے ہو دودھ کی وجہ سے بھی انھیں حرام جانو۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ إن تبدوا شيئًا أو تخفوه فإن الله كان ...... الخ ﴾ : ٤٧٩٦]

مذکورہ بالا احکام بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین کو نصیحت کی کہ وہ ہر حال میں اللہ سے ڈرتی رہیں، ان کے لیے جو حدیں مقرر کی گئی ہیں ان سے تجاوز نہ کریں، غیروں کے سامنے اپنی زینت کا اظہار نہ کریں، پردہ کرنا نہ چھوڑ دیں کہ غیر محرم مردوں کی نگاہیں ان پر پڑیں اور اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اور دیگر تمام انسانوں کے اعمال و حرکات کو دیکھ رہا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن ہلاکت و بربادی ان کا انجام بن جائے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس پر صلوٰۃ بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا۔''

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مرتبہ و منزلت کا بیان ہے جو آسمانوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا و تعریف کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتیں بھیجتا ہے اور فرشتے بھی آپ کی بلندیٔ درجات کی دعا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ بھی آپ پر صلاۃ و سلام بھیجیں، تاکہ آپ کی تعریف میں دونوں عالم برابر ہو جائیں۔

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر درود کس طرح بھیجیں؟ کیونکہ سلام بھیجنے کا طریقہ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھلا دیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس طرح کہا کرو: « اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ، وَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ، وَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ » ''اے اللہ! تو محمد (ﷺ) اور آل محمد پر رحمتیں نازل فرما، جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمتیں نازل فرمائی تھیں، یقیناً تو تعریف کیا گیا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! تو محمد (ﷺ) اور آل محمد کے لیے برکتیں نازل فرما، جس طرح تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم کے لیے برکتیں نازل فرمائی تھیں، یقیناً تو تعریف کیا گیا اور بزرگی والا ہے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، بابٌ : ۳۳۷۰]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مؤذن کی آواز سنو تو تم بھی وہی کہو جو وہ کہتا ہے، پھر مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ جو کوئی مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے، اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الصلٰوۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن ...... الخ : ۳۸٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس مجلس میں نہ اللہ کا ذکر کیا جائے اور نہ نبی ﷺ پر درود پڑھا جائے تو وہ مجلس اہل مجلس کے لیے باعث حسرت ہوگی۔ اگر اللہ چاہے گا تو ان کو سزا دے گا اور چاہے گا تو معاف کر دے گا۔'' [ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی القوم یجلسون ولا یذکرون اللہ : ۳۳۸۰]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم (پہلے) جب نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو اس طرح کہا کرتے تھے، اللہ کے بندوں کی طرف سے اللہ پر سلام، فلاں پر سلام، فلاں پر سلام، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ نہ کہا کرو کہ اللہ پر سلام، اللہ تو خود سلام ہے، بلکہ یہ کہا کرو: « اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ » جب تم یہ کہو گے تو آسمان اور زمین میں جہاں کوئی اللہ کا نیک بندہ ہوگا اس کو تمھارا سلام پہنچ جائے گا۔ (پھر یہ کہا کرو) « اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ » ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب ما یتخیر من الدعاء بعد التشهد : ۸۳۵]

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۵۷﴾

''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی اور ان کے

لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا۔“

اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے سے مراد اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا اور غصہ دلانا ہے، مثلاً جب کوئی شخص زمانے کو برا کہتا ہے تو وہ اللہ کو اذیت پہنچاتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، زمانے کو برا کہہ کر ابن آدم مجھے ایذا دیتا ہے، زمانہ تو میں ہوں۔ رات اور دن کو میں بدلتا ہوں۔“ [مسلم، کتاب الألفاظ من الأدب، باب النهی عن سب الدهر : ۲۲٤٦]

شرک سے بھی اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بری بات سن کر صبر کرنے والا اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی نہیں ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس کی اولاد ہے، اس کے باوجود وہ ان کو عافیت دیتا ہے اور رزق دیتا ہے۔“ [بخاری، کتاب الأدب، باب الصبر فی الأذی ...... الخ : ٦٠٩٩]

رسول اللہ ﷺ کو روحانی اور جسمانی دونوں قسم کی تکلیفیں پہنچائی جا سکتی تھیں اور وہ پہنچائی گئیں۔ قرآن مجید اور کتب احادیث اس کے شاہد ہیں۔ الغرض اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا اور رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچانا بہت بڑا گناہ اور موجب لعنت ہے۔

وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ ع

”اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں، بغیر کسی گناہ کے جو انھوں نے کمایا ہو تو یقیناً انھوں نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔“

یعنی جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کی طرف ایسی بات منسوب کریں جس سے وہ بری ہوں، جسے انھوں نے نہ کیا ہو تو گویا کہ انھوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے اوپر لاد لیا۔ تہمت لگانا بہت بڑا گناہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الممتحنة : ۱۲] ”اے نبی! جب تیرے پاس مومن عورتیں آئیں، تجھ سے بیعت کرتی ہوں کہ وہ نہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان لائیں گی جو اپنے ہاتھوں اور اپنے پاؤں کے درمیان گھڑ رہی ہوں اور نہ کسی نیک کام میں تیری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لے اور ان کے لیے اللہ سے بخشش کی دعا کر۔ یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت

رحم والا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سات تباہ کرنے والے گناہوں سے بچو۔“ لوگوں نے عرض کی کہ وہ گناہ کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، جس جان کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھا جانا، لڑائی کے موقع پر (کفار کے مقابلہ سے) بھاگنا اور مومن و پاک دامن غافل عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔“ [بخاري، كتاب الحدود، باب رمي المحصنات : ٦٨٥٧۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الكبائر وأكبرها : ٨٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ غیبت کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تیرا اپنے بھائی کا ایسے انداز میں ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔“ پوچھا گیا کہ جو بات میں کہہ رہا ہوں اگر وہ میرے بھائی میں (فی الواقع) ہو (تو بھی وہ غیبت ہوگی)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر اس میں وہ بات موجود ہو اور تم کہو، تب ہی تو غیبت ہے۔ اگر تم کوئی ایسی بات کہو جو اس میں نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔“ [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الغيبة : ٢٥٨٩۔ أبو داوٗد، كتاب الأدب، باب في الغيبة : ٤٨٧٤۔ ترمذي، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في الغيبة : ١٩٣٤]

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾

”اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی چادروں کا کچھ حصہ اپنے آپ پر لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو انھیں تکلیف نہ پہنچائی جائے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

عہد نبوی میں مسلمان عورتیں رات کو قضائے حاجت کے لیے نکلتیں تو بعض منافق انھیں لونڈیاں سمجھ کر، یا اس بہانے سے ان پر آوازیں کستے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور انھیں حکم دیا کہ جب وہ نکلا کریں تو لمبی چادر سے اپنے آپ کو اوپر سے نیچے تک ڈھانپ لیں، تاکہ ایذا پہنچانے والے اور شرارت پسند نوجوان جان جائیں کہ یہ شریف گھرانوں کی آزاد عورتیں ہیں، لونڈیاں نہیں، تو پھر اپنی شرارتوں سے باز رہیں گے۔

سیدنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ مومن عورتیں اپنی چادروں میں سے کچھ حصہ اپنے (چہروں کے) اوپر لٹکا لیا کریں تو انصار کی عورتیں جب باہر نکلتیں تو ایسے لگتا کہ ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوں، ان سیاہ چادروں کی وجہ سے جو وہ اپنے سروں پر لینے لگی تھیں۔ [أبو داوٗد، كتاب اللباس، باب في قول الله تعالى : ﴿ يدنين عليهن من جلابيبهن ﴾ : ٤١٠١]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی واپس جاتی تھیں، حالانکہ وہ اندھیرے کی وجہ سے (بھی) پہچانی نہیں جاتی تھیں۔[بخاري، كتاب الأذان، باب انتظار الناس قيام الإمام العالم : ٨٦٧]

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ بعض حضرات چہرے کو پردہ کے حکم سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ ﴿ يُدۡنِينَ عَلَيۡهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ ﴾ کا مطلب چادر لٹکا کر گھونگھٹ نکالنا نہیں، بلکہ اس سے مراد چادر کو اپنے جسم کے اردگرد اچھی طرح لپیٹ لینا ہے۔ اس توجیہ کی تہ میں جو کچھ ہے وہ سب کو معلوم ہے، ہم صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہ توجیہ کئی لحاظ سے غلط ہے، سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ وَقُل لِّلۡمُؤۡمِنَٰتِ يَغۡضُضۡنَ مِنۡ أَبۡصَٰرِهِنَّ وَيَحۡفَظۡنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبۡدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَاۖ وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّۖ وَلَا يُبۡدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوۡ ءَابَآئِهِنَّ أَوۡ ءَابَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوۡ أَبۡنَآئِهِنَّ أَوۡ أَبۡنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوۡ إِخۡوَٰنِهِنَّ أَوۡ بَنِيٓ إِخۡوَٰنِهِنَّ أَوۡ بَنِيٓ أَخَوَٰتِهِنَّ أَوۡ نِسَآئِهِنَّ أَوۡ مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُهُنَّ أَوِ ٱلتَّٰبِعِينَ غَيۡرِ أُوْلِي ٱلۡإِرۡبَةِ مِنَ ٱلرِّجَالِ أَوِ ٱلطِّفۡلِ ٱلَّذِينَ لَمۡ يَظۡهَرُواْ عَلَىٰ عَوۡرَٰتِ ٱلنِّسَآءِۖ وَلَا يَضۡرِبۡنَ بِأَرۡجُلِهِنَّ لِيُعۡلَمَ مَا يُخۡفِينَ مِن زِينَتِهِنَّۚ وَتُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ ﴾ [النور : ۳۱] ”اور مومن عورتوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں کے لیے، یا اپنے باپوں، یا اپنے خاوندوں کے باپوں، یا اپنے بیٹوں، یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں، یا اپنے بھائیوں، یا اپنے بھتیجوں، یا اپنے بھانجوں، یا اپنی عورتوں (کے لیے)، یا (ان کے لیے) جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں، یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہیں، یا ان لڑکوں کے لیے جو عورتوں کی پردے کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے اور اپنے پاؤں (زمین پر) نہ ماریں، تاکہ ان کی وہ زینت معلوم ہو جو وہ چھپاتی ہیں اور تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“

اس آیت کریمہ میں مومن مردوں کی طرح مومن عورتوں کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اجنبی اور غیر محرم مردوں کو نہ دیکھیں، اگر کبھی اچانک کسی غیر محرم مرد پر نظر پڑ جائے تو فوراً اپنی نظر نیچی کر لیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، نہ بدکاری کریں، نہ اپنے شوہروں کے علاوہ کسی کے سامنے اپنی شرم گاہ کھولیں اور نہ اپنی زینت کسی کے سامنے ظاہر کریں، البتہ جو چیزیں خود ہی ظاہر ہیں، یا انھیں کبھی مجبوراً ظاہر کرنا پڑتا ہے، جیسے برقع اور اوڑھنی کا ظاہری حصہ، راستہ دیکھنے کے لیے دونوں آنکھیں اور ان کا سرمہ، کوئی چیز پکڑنے کے لیے دونوں ہاتھ اور ان میں موجود انگوٹھی، تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

بعض علماء نے ﴿اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد یہ لی ہے کہ حجاب سے چہرہ اور ہاتھ مستثنیٰ ہیں، یعنی عورتوں کو غیر محرم سے بھی چہرہ اور ہاتھ چھپانے کی ضرورت نہیں، مفسر قرآن مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ نے سورۂ نور کی تفسیر کرتے ہوئے اس توجیہ کو درج ذیل وجوہ کی بنا پر غلط قرار دیا ہے:

① اس آیت میں احکام حجاب کی رخصتوں کا ذکر ہے، نہ کہ احکام حجاب کی پابندیوں کا۔ یعنی ذکر تو یہ چل رہا ہے کہ فلاں فلاں ابدی محرم رشتہ داروں سے بھی حجاب کی ضرورت نہیں، اپنی جیسی عورتوں سے بھی، لونڈیوں سے بھی، غلام اور نابالغ بچوں سے بھی اظہار زینت اور حجاب پر کوئی پابندی نہیں۔ اب دیکھیے اس آیت میں کہیں عام لوگوں یا غیر محرموں کا ذکر آیا ہے کہ ان سے بھی اظہار زینت پر کوئی پابندی نہیں؟ لہٰذا اگر ان حضرات کے بقول ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہی لے لیے جائیں تو بھی چنداں فرق نہیں پڑتا، کیونکہ اس آیت میں مذکور اشخاص کے سامنے ہاتھ اور چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہی کا تو ذکر ہے۔

② اس بات کے باوجود بھی یہ توجیہ غلط ہے، کیونکہ ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں "ھا" کی ضمیر "زِيْنَتَهُنَّ" کی طرف راجع ہے، جو قریب ہی مذکور ہے، نہ کہ اعضائے بدن کی طرف جن کا یہاں ذکر موجود ہی نہیں۔ اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس زینت سے ازخود ظاہر ہو جائے۔ گویا اللہ تعالیٰ عورتوں کو تکلیف مالا یطاق نہیں دینا چاہتے، یعنی اگر جلباب یا بڑی چادر یا برقع کسی وقت ہوا سے اٹھ جائے، غفلت یا کسی دوسرے اتفاق کی بنا پر عورت کا زیور یا زینت یا اس کا کچھ حصہ ظاہر ہو جائے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

③ پیچھے واقعۂ افک میں ایک طویل حدیث، جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، گزر چکی ہے، اس میں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے صفوان بن معطل سلمی کو جب بیدار ہو کر اپنے پاس کھڑا دیکھا تو اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ کیونکہ اس سے پہلے (سورۂ احزاب میں) پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا، پھر بعد میں کیا یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا؟

④ تمام بدن میں چہرہ ہی ایسا عضو ہے جس میں دلکشی کا سب سے زیادہ سامان ہوتا ہے۔ پھر اگر اسے ہی پردہ سے مستثنیٰ قرار دے دیا جائے تو باقی احکام حجاب کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے؟

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ
بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۶۰ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا
تَقْتِيْلًا ۝۶۱ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝۶۲ الربع

"یقیناً اگر یہ منافق لوگ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑانے والے لوگ باز نہ

آئے تو ہم تجھے ضرور ہی ان پر مسلط کر دیں گے، پھر وہ اس میں تیرے پڑوس میں نہیں رہیں گے مگر کم۔ اس حال میں کہ لعنت کیے ہوئے ہوں گے، جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے، بری طرح ٹکڑے کیا جانا۔ اللہ کے طریقے کی طرح ان لوگوں میں جو پہلے گزرے اور تو اللہ کے طریقے میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔"

منافقین کی ایذا رسانیوں اور ان کی ریشہ دوانیوں سے نبی کریم ﷺ اور مسلمان پریشان تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں دھمکی دی کہ اگر وہ اپنی خبیث حرکتوں سے باز نہ آئے تو وہ اپنے رسول ﷺ اور مسلمانوں کو ان پر مسلط کر دے گا، جس کے نتیجہ میں وہ لوگ مدینہ سے نکال دیے جائیں گے۔ آگے فرمایا کہ وہ لوگ اللہ کی رحمت سے دور کر دیے گئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی نگاہوں میں مبغوض بنا دیے گئے ہیں، اللہ کی ان پر مار ہو۔ آخری آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے کہ خوف و ہراس پھیلانے والوں کو گرفتار کیا جاتا تھا اور انھیں قتل کر دیا جاتا تھا۔ یہ سزا کوئی نئی نہیں ہے، بلکہ پہلی امتوں میں ہمیشہ یہی سزا دی جاتی رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سزا میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور اب بھی یہی سزا نافذ رہے گی۔

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۝

"لوگ تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں، تو کہہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تجھے کیا چیز معلوم کرواتی ہے، شاید قیامت قریب ہو۔"

مشرکین مکہ بطور استہزا اور یہود مدینہ بطور امتحان رسول اللہ ﷺ سے یہ پوچھتے تھے کہ قیامت کب آئے گی؟ تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی ان کا جواب دیا کہ اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اس کی خبر اس نے نہ کسی نبی کو دی ہے اور نہ کسی فرشتے کو اور ان سے بطور دھمکی کہا کہ تمھیں کیا معلوم کہ اس کا وقت قریب آ گیا ہو اور تم اپنے انجام کو پہنچنے ہی والے ہو۔

قیامت کے واقع ہونے کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴾ [النازعات : ۴۲ تا ۴۴] "وہ تجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہے؟ اس کے ذکر سے تو کس خیال میں ہے؟ تیرے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔"

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا

نَصِيرًا ﴿۶۵﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَٰلَيْتَنَآ أَطَعْنَا ٱللَّهَ وَأَطَعْنَا ٱلرَّسُولَا ﴿۶۶﴾

''بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی اور ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کی ہے۔اس میں ہمیشہ رہنے والے ہمیشہ، نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے، کہیں گے اے کاش کہ ہم نے اللہ کا کہنا مانا ہوتا اور ہم نے رسول کا کہنا مانا ہوتا۔''

ان آیات میں ان کافروں کا انجام بتایا گیا ہے جو قیامت اور نبی کریم ﷺ کی نبوت کی تکذیب کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اور ان کے لیے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے، جس میں داخل ہونے کے بعد اس سے کبھی نہیں نکلیں گے۔ وہ وہاں اپنا کوئی یار و مددگار نہیں پائیں گے، جو اس مشکل ترین گھڑی میں ان کے کام آئے گا، یعنی جب ان کے چہرے جہنم کی آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے، جیسے گوشت کو آگ پر بھوننے کے لیے الٹ پلٹ کیا جاتا ہے، تو اس وقت بلک بلک کر روئیں گے اور مارے حسرت و یاس کے کہیں گے کہ اے کاش! ہم نے دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کی بات مانی ہوتی تو آج ہمارا یہ حال نہ ہوتا۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کی، اے اللہ کے نبی! کافر اپنے منہ کے بل کیسے چلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ''وہ ذات جس نے اسے دنیا میں دو پاؤں پر چلایا تھا کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ قیامت کے روز اسے منہ کے بل چلا دے؟'' قتادہ رحمہ اللہ نے (حدیث بیان کر کے) کہا، کیوں نہیں، ہمارے رب کی عزت کی قسم! (وہ ذات ضرور اس بات پر قادر ہے)۔[بخاري، كتاب الرقاق، باب الحشر : ٦٥٢٣]

يَقُولُونَ يَٰلَيْتَنَآ أَطَعْنَا ٱللَّهَ وَأَطَعْنَا ٱلرَّسُولَا : قیامت کے دن کافر پچھتائیں گے، اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے پر نادم ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ﴾ [الحجر : ٢] ''کسی وقت چاہیں گے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، کاش! وہ مسلم ہوتے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَاۗءَنِيْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴾ [الفرقان : ٢٦ تا ٢٩] ''اس دن حقیقی بادشاہی رحمان کی ہوگی اور کافروں پر وہ بہت مشکل دن ہوگا۔ اور جس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا، کہے گا اے کاش! میں رسول کے ساتھ کچھ راستہ اختیار کرتا۔ ہائے میری بربادی! کاش کہ میں فلاں کو دلی دوست نہ بناتا۔ بے شک اس نے تو مجھے نصیحت سے گمراہ کر دیا، اس کے بعد کہ میرے پاس آئی اور شیطان ہمیشہ انسان کو چھوڑ جانے والا ہے۔''

وَ قَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾

ع ۸/۵

''اور کہیں گے اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تو انھوں نے ہمیں اصل راہ سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے رب! انھیں دوگنا عذاب دے اور ان پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت۔''

اس دن کافر کہیں گے کہ اے ہمارے رب! کفر و شرک میں جو ہمارے سردار تھے، ہم نے ان کی باتوں میں آ کر ان کی تقلید اور پیروی کی، تو انھوں نے ہمیں گمراہ کر دیا، اس لیے تو آج انھیں دوگنا عذاب دے، ان پر بہت بڑی لعنت بھیج دے اور انھیں شدید ترین اور رسوا کن عذاب میں مبتلا کر دے۔

یہ آیت ردِ تقلید کی بہت بڑی دلیل ہے، ان لوگوں کے لیے تازیانۂ عبرت ہے جو قرآن و سنت کو چھوڑ کر لوگوں کی تقلید کرتے ہیں اور گمراہی کو راہِ راست سمجھتے ہیں۔ کافروں کی اس بددعا کا ذکر قرآن میں کئی جگہ ملتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴾ [صٓ : ٦١] ''وہ کہیں گے اے ہمارے رب! جو اس کو ہمارے آگے لایا ہے پس تو اسے آگ میں دگنا عذاب زیادہ کر۔'' اور فرمایا: ﴿ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِي النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٣٨، ٣٩] ''فرمائے گا ان جماعتوں کے ہمراہ جو جنوں اور انسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکی ہیں، آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی اپنے ساتھ والی کو لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جس وقت سب ایک دوسرے سے آ ملیں گے تو ان کی پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا، تو انھیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔ اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمھاری ہم پر کوئی برتری تو نہ ہوئی، تو عذاب چکھو اس کے بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ نے اسے اس سے پاک ثابت کر دیا جو انھوں نے کہا تھا اور وہ اللہ کے ہاں بہت مرتبے والا تھا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے کہا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کی طرح نہ ہو جائیں جنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کی عیب جوئی کر کے انھیں تکلیف پہنچائی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا کہ وہ لوگ ان پر جو عیب لگا رہے تھے، اس سے وہ بالکل پاک تھے۔ یعنی اے مسلمانو! تم بھی اپنے رسول کو ایذا نہ پہنچاؤ، جیسا کہ بعض منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی شادی، طلاق اور پھر زینب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی باتوں کے ذریعے سے ایذا پہنچائی تھی۔

بنی اسرائیل کی جانب سے موسیٰ علیہ السلام کی ایذا رسانی کا واقعہ روایت کرتے ہوئے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”موسیٰ علیہ السلام بڑے شرمیلے اور ستر پوشی کرنے والے آدمی تھے۔ اللہ سے شرم و حیا کی وجہ سے ان کے جسم کا کوئی بھی (قابل ستر) حصہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بنی اسرائیل کے بعض لوگوں نے ان کو ستایا، وہ کہنے لگے، موسیٰ علیہ السلام جو اس قدر اپنا جسم چھپاتے ہیں تو ضرور ان میں کوئی عیب ہے، یا تو برص ہے یا فتق ہے یا پھر کوئی اور بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ موسیٰ علیہ السلام کی بے عیبی لوگوں پر ظاہر ہو جائے تو ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام (غسل کے لیے) الگ ہوئے۔ انھوں نے اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھ کر نہانا شروع کیا، جب نہا چکے اور پتھر پر سے کپڑے لینے لگے تو پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ پڑا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی لی اور پتھر کے پیچھے یہ کہتے ہوئے بھاگے، اے پتھر! میرے کپڑے، اے پتھر! میرے کپڑے، وہ پتھر بنی اسرائیل کی ایک مجلس میں جا کر رک گیا اور بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو برہنہ دیکھ لیا۔ انھوں نے دیکھا کہ اللہ نے جو مخلوق پیدا کی ہے اس میں وہ بہترین جسم والے ہیں۔ الغرض! اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس عیب سے جو وہ ان کی طرف منسوب کرتے تھے، بری کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے لے کر پہنے اور پتھر کو عصا سے مارنا شروع کیا۔ اللہ کی قسم! پتھر میں ان کی مار سے نشان پڑ گئے، تین یا چار یا پانچ۔ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان میں اسی طرف اشارہ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ نے اسے اس سے پاک ثابت کر دیا جو انھوں نے کہا تھا اور وہ اللہ کے ہاں بہت مرتبے والا تھا۔“ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب : ۳۴۰۴۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسٰى عليه السلام : ۳۳۹، بعد حديث : ۲۳۷۱]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کیا تو انصار کا ایک شخص کہنے لگا، اللہ کی قسم! اس تقسیم سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا مندی نہیں ہے۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ سے اس بات کا ذکر کیا، تو غصے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم کرے، یقیناً ان کو اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی، لیکن انھوں نے صبر کیا۔“ [بخاري، كتاب الأدب، باب من أخبر صاحبه بما يقال فيه : ۶۰۵۹۔ مسلم، كتاب الزكاة، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم على الإسلام : ۱۰۶۲]

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ ﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور بالکل سیدھی بات کہو۔ وہ تمھارے لیے تمھارے اعمال درست کر دے گا اور تمھارے لیے تمھارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کرلی، بہت بڑی کامیابی۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دو باتوں کی نصیحت کی ہے، پہلی بات یہ ہے کہ وہ اس کے عذاب وعقاب سے ڈریں، فرائض کو ادا کریں اور محرمات سے اجتناب کریں اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ ہر حال میں صحیح اور سچی بات کہیں، جس میں جھوٹ نہ ہو، کوئی اینچ پیچ اور ہیرا پھیری بھی نہ ہو۔ راست بازی سے بعض دفعہ اپنی ذات کو، اپنے اقرباء کو اور اپنے دوست واحباب کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے، یہ سب کچھ برداشت کرو لیکن راست بازی کا دامن نہ چھوڑو۔ ان دونوں کارہائے خیر کا ثمر یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے نیک اعمال قبول فرمائے گا اور ان کے گناہ معاف کر دے گا۔ آخر میں انھیں خوشخبری دی کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اوامر کو بجالائے گا اور نواہی سے گریز کرے گا وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کرے گا، اسے ہر خوف سے نجات ملے گی، اس کی ہر نیک تمنا پوری ہوگی، وہ جہنم سے بچا لیا جائے گا اور جنت اس کی ابدی منزل ہوگی۔

وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا: زبان سے اکثر ایسی بات نکل جاتی ہے جس سے فتنہ وفساد کے دروازے کھل جاتے ہیں، سننے والے کو اشتعال پیدا ہو جاتا ہے اور وہ جھگڑنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ بعض باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور ایسی بات کہہ کر انسان اپنی اخروی تباہی کو خود دعوت دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۵۳] ”اور میرے بندوں سے کہہ دے وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو، بے شک شیطان ان کے درمیان جھگڑا ڈالتا ہے۔ بے شک شیطان ہمیشہ سے انسان کا کھلا دشمن ہے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بندہ کبھی ایسی بات منہ سے نکالتا ہے، جس میں اللہ کی رضامندی ہوتی ہے، وہ اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتا (اسے معمولی سمجھتا ہے) لیکن اس کی وجہ سے اللہ اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور کبھی بندہ اللہ کو ناراض کرنے والی بات منہ سے نکال دیتا ہے اور وہ اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا، لیکن اس کی وجہ سے وہ دوزخ میں جا گرتا ہے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان : ۶۴۷۸]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: ”کیا میں تمھیں اس چیز کی خبر نہ دوں جو

تمام معاملات کے لیے استحکام کا سبب ہے؟'' میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ! کیوں نہیں (ضرور خبر دیجیے)؟ آپ نے اپنی زبان کو پکڑا اور پھر فرمایا: ''اس کو روکو۔'' میں نے کہا، اے اللہ کے نبی ! کیا جو باتیں ہم کرتے ہیں، ان کا بھی ہم سے مؤاخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''اے معاذ ! تیری ماں تجھے گم پائے (یعنی تجھ پر افسوس)! کیا لوگوں کو ان کے چہروں یا ان کے نتھنوں کے بل دوزخ میں الٹا ڈالنے والی سوائے زبان کی کھیتیوں کے کوئی اور چیز بھی ہے؟'' [ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی حرمة الصلوة : ۲۶۱۶]

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا : اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی میں آخرت کی کامیابی ہے اور یہ کامیابی جنت میں داخل ہونا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ [النساء : ۱۳، ۱۴] ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے وہ اسے آگ میں داخل کرے گا، ہمیشہ اس میں رہنے والا ہے اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ۝۷۲

''بے شک ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا، بلاشبہ وہ ہمیشہ سے بہت ظالم، بہت جاہل ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دین متین اور اس کے احکام کی عظمت و اہمیت بیان کی ہے کہ اس عظیم امانت کو اس نے آسمانوں اور زمین پر پیش کیا کہ وہ اس بارِ گراں کو قبول کریں، لیکن وہ اس بارِ گراں کو اٹھانے سے ڈر گئے اور انھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انسان سے کہا کہ وہ اس امانت کو اٹھا لے، تو اس نے اسے قبول کر لیا، یوں اس نے اپنے اوپر بڑا ظلم کیا کہ اس نے ایک بھاری ذمہ داری قبول تو کر لی، لیکن یہ بڑا نادان واقع ہوا ہے کہ اس کے انجام سے بے خبر ہے۔

امانت سے متعلق وہ حدیث بھی ہے جسے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو حدیثیں سنی ہیں۔ ایک کو میں نے اپنی آنکھوں سے وقوع پذیر ہوتے دیکھ لیا ہے اور دوسری کے ظہور کا مجھے انتظار ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتری، پھر لوگوں نے قرآن کو سیکھا اور حدیث

کا علم حاصل کیا (یعنی ان کے ذریعے سے امانت کی مضبوطی ہوتی ہے)۔ پھر آپ نے امانت کے اٹھ جانے کی بابت فرمایا: ''آدمی سوئے گا تو اس کے دل سے امانت اٹھالی جائے گی اور اس کا ہلکا سا نشان باقی رہ جائے گا، پھر ایک دفعہ اور سوئے گا تو اب اس کا نشان ایک چھالے کی طرح رہ جائے گا، جیسے تو کوئی انگارا اپنے پاؤں پر لڑھکائے تو ایک چھالا پھول پڑتا ہے، اب وہ ابھرا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے اندر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ حال یہ ہو جائے گا کہ صبح اٹھ کر لوگ لین دین اور خرید وفروخت کریں گے، لیکن ایک بھی ایماندار نہیں ہوگا، یہاں تک کہ مشہور ہو جائے گا کہ فلاں قبیلے میں کوئی ایماندار ہے اور یہاں تک کہا جائے گا کہ یہ شخص کیسا عقلمند، کس قدر زیرک و دانا اور فراست والا ہے، حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔'' سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، دیکھو! اس سے پہلے تو میں ہر ایک سے ادھار کر لیا کرتا تھا، کیونکہ اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا اسلام اسے بے ایمانی سے روک دے گا اور اگر یہودی یا نصرانی ہے تو اس کا مددگار اسے بے ایمانی سے روک دے گا، لیکن اب تو میں صرف فلاں فلاں ہی سے معاملہ کروں گا۔ [بخاری، كتاب الرقاق، باب رفع الأمانة : ٦٤٩٧۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب رفع الأمانة والإيمان ...... الخ : ١٤٣]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ہم میں سے نہیں جو امانت کی قسم کھائے۔'' [أبو داؤد، كتاب الأيمان والنذرو، باب كراهية الحلف بالإمانة : ٣٢٥٣۔ مسند أحمد : ٥/٣٥٢، ح : ٢٣٠٤٤]

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ وَ يَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾ ع ۹

''تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور (تاکہ) اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ قبول کرے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

گزشتہ آیت میں بیان کردہ بارِ گراں کی خطرناکیوں کی خبر دی گئی ہے، جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو تھا کہ ان میں سے بعض لوگ ایسے ہوں گے جو اس امانت سے عہدہ برآ نہیں ہوں گے۔ یا تو اپنے ایمان و اسلام میں مخلص نہیں ہوں گے، یا کفر و شرک کی راہ اختیار کریں گے، تو اللہ انھیں عہد شکنی کی وجہ سے عذاب دے گا۔ جبکہ جو لوگ اپنے ایمان میں مخلص ہوں گے، اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہوگا اور وہ توبہ کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔

سورة سبا مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ①

''سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے اور آخرت میں بھی سب تعریف اسی کے لیے ہے اور وہی کمال حکمت والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔''

'' اَلْحَمْدُ '' سے مراد وہ تمام تعریفیں ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہو سکتی ہیں، ان سب کا حق دار صرف اللہ ہے جو آسمانوں اور زمین اور ان میں پائی جانے والی ہر چیز کا مالک ہے۔ وہ ان میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، وہ تمام نعمتیں جو رب العالمین نے اپنے بندوں کو دی ہیں، وہ سب اسی کی پیدا کردہ ہیں۔ اس لیے آسمانوں اور زمین میں پائی جانے والی مخلوقات کے وجود پر اللہ کی تعریف بیان کرنا، گویا اس کی ان نعمتوں پر تعریف بیان کرنا ہے جو اس نے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں۔

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ : یعنی اہل جنت جب اپنے رب کے فضل و کرم سے جنت میں بھیج دیے جائیں گے تو تبھی اس کے گن گائیں گے اور اس کی حمد و ثنا بیان کریں گے، کہیں گے: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ ﴾ [الزمر : ۷٤]
''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا۔'' ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ﴾ [الأعراف : ٤٣]
''سب تعریف اللہ کی ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی۔'' ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ﴾ [فاطر : ٣٤]

"سب تعریف اس اللہ کی ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔"

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا يَعْرُجُ فِيهَا ۖ وَ هُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ②

"وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہی نہایت رحم والا، بے حد بخشنے والا ہے۔"

زمین میں داخل ہونے والی چیزیں بہت سی ہو سکتی ہیں، مثلاً پانی، بیج، مردے وغیرہ اور زمین سے نکلنے والی چیزیں بھی بہت سی ہو سکتی ہیں، مثلاً نباتات، معدنیات، دفینے وغیرہ۔ اسی طرح آسمان سے نازل ہونے والی چیزیں بھی بہت سی ہو سکتی ہیں، مثلاً فرشتے، پانی، بجلی وغیرہ اور آسمان میں چڑھنے والی چیزیں بھی بہت سی ہو سکتی ہیں، مثلاً فرشتے، دعائیں، اعمال صالحہ وغیرہ۔

الغرض اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر چیز ہے، اس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اسے لوگوں کی نیکیوں کا بھی علم ہے اور لوگوں کی برائیوں کا بھی علم ہے۔ انسان کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اسے ہمارے گناہوں کا علم نہیں، اسے علم ہوتا ہے لیکن وہ فوری سزا نہیں دیتا، بلکہ ڈھیل دیتا ہے اور بہت سے گناہوں کو تو وہ ویسے ہی معاف کر دیتا ہے۔ یہ اس کا رحم و کرم ہے، کیونکہ وہ رحیم بھی ہے اور غفور بھی۔

وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا : آسمان سے نازل ہونے والی بارش اور رزق کو اور آسمان پر چڑھنے والے اعمال صالحہ اور اس کے علاوہ کو بھی وہ خوب جانتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمھارے پاس رات اور دن کو باری باری فرشتے آتے جاتے ہیں اور وہ صبح اور عصر کی نماز میں اکٹھے ہو جاتے ہیں، پھر وہ فرشتے جو تمھارے پاس رات گزارتے ہیں، وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ خوب جانتا ہے، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ تو وہ کہتے ہیں، ہم انھیں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑ کر آئے ہیں اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے، تب بھی وہ نماز میں مصروف تھے۔" [بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر : ٥٥٥۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاتی الصبح والعصر : ٦٣٢]

وَ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ۖ قُلْ بَلَىٰ وَ رَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْأَرْضِ وَ لَا أَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ۙ ③

”اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ کہہ دے کیوں نہیں، قسم ہے میرے رب کی! وہ تم پر ضرور ہی آئے گی، (اس رب کی قسم ہے) جو سب چھپی چیزیں جاننے والا ہے! اس سے ذرہ برابر چیز نہ آسمانوں میں چھپی رہتی ہے اور نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی کوئی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔“

مشرکین مکہ آخرت کا انکار کرتے تھے، کہتے تھے کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہے، تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی ان کے اس باطل عقیدہ کی تردید کی ہے کہ یہ تمھاری خام خیالی ہے۔ اس رب کی قسم جو تمام غیبی امور کو جاننے والا ہے! قیامت آ کر رہے گی، اس علام الغیوب سے آسمانوں اور زمین کے درمیان ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی چیز مخفی نہیں ہے، ہر چیز اور ہر بات اس کے علم میں ہے اور لوح محفوظ میں درج ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے، اسے ہر بات کی خبر ہے، اسے علم ہے کہ قیامت قائم ہوگی۔ اس نے خبر دی ہے کہ قیامت قائم ہوگی، لہٰذا ضرور قائم ہوگی، اس لیے کہ نہ اس کا علم غلط ہو سکتا ہے اور نہ اس کی خبر غلط ہو سکتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۵۹، ۶۰] ”اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔ اور وہی ہے جو تمھیں رات کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کمایا، پھر وہ تمھیں اس میں اٹھا دیتا ہے، تاکہ مقرر مدت پوری کی جائے، پھر اسی کی طرف تمھارا لوٹنا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ [الحج : ۶، ۷] ”یہ اس لیے ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور (اس لیے) کہ بے شک وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور (اس لیے) کہ بے شک وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور (اس لیے) کہ بے شک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور (اس لیے) کہ یقیناً اللہ ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔“

اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ : یعنی وہ لوح محفوظ میں موجود اور درج ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: ”اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیروں کو آسمانوں اور زمین کے بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھا اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰی صلی اللہ علیھما وسلم : ۲۶۵۳]

کفار مکہ بعث بعد الموت اور قیامت کے دن جزا وسزا کا انکار مختلف انداز میں کرتے تھے۔ ایک انداز یہ بھی تھا کہ وہ خاتم النبیین ﷺ کا مذاق اڑانے کے لیے بھی یہ موضوع چھیڑتے تھے اور اپنے ہی جیسے دیگر کافروں سے کہتے تھے کہ کیا ہم تمھیں ایک ایسا آدمی دکھائیں جو اپنے مجنونانہ افکار و خیالات میں اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ کہتا پھرتا ہے کہ جب ہم لوگ مر کر مٹی میں مل جائیں گے، تو اللہ ہمیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ مزید تبصرہ کرتے ہوئے کہتے کہ وہ اللہ پر افترا پردازی کر رہا ہے کہ مجھے اللہ نے یہ بات بذریعہ وحی بتائی ہے، یا پھر اسے جنون لاحق ہو گیا ہے جس کے زیر اثر اس طرح کی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی یہ بات اس قابل ہی نہیں کہ اس کے صدق و کذب سے متعلق بات کی جائے۔ بس انھیں جان لینا چاہیے کہ قیامت کے دن انھیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔

بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَ الضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ : یعنی وہ اپنی گمراہی میں بہت دور جا چکے ہیں، جہاں سے ان کے راہ راست کی طرف لوٹ کر آنے کی اب کوئی توقع نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴾ [الشوریٰ : ۱۸] ”اسے وہ لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ لوگ جو ایمان لائے، وہ اس سے ڈرنے والے ہیں اور جانتے ہیں کہ بے شک وہ حق ہے۔ سنو! بے شک وہ لوگ جو قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں یقیناً وہ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ۣاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴾ [إبراهيم : ۱۸] ”ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، ان کے اعمال اس راکھ کی طرح ہیں جس پر آندھی والے دن میں ہوا بہت سخت چلی۔ وہ اس میں سے کسی چیز پر قدرت نہ پائیں گے جو انھوں نے کمایا، یہی بہت دور کی گمراہی ہے۔“

اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۹ ع

”تو کیا انھوں نے اس کی طرف نہیں دیکھا جو آسمان و زمین میں سے ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، اگر ہم چاہیں انھیں زمین میں دھنسا دیں، یا ان پر آسمان سے کچھ ٹکڑے گرا دیں۔ یقیناً اس میں ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے ضرور ایک نشانی ہے۔“

اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ : فرمایا کہ آخرت کا یہ انکار زمین و آسمان کی

پیدائش میں غور و فکر نہ کرنے کا نتیجہ ہے، ورنہ جو ذات آسمان جیسی چیز، جس کی بلندی اور وسعت ناقابل بیان ہے اور زمین جیسی چیز، جس کا طول و عرض بھی ناقابل فہم ہے، انھیں پیدا کر سکتا ہے، اس کے لیے اپنی ہی پیدا کردہ چیز کا دوبارہ پیدا کر دینا اور اسے دوبارہ اسی حالت میں لے آنا جس میں وہ پہلے تھی، کیوں کر ناممکن ہے؟

اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ : یعنی جس قادر مطلق نے ایسے مہیب آسمان و زمین پیدا کیے ہیں جو انسانوں کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ منکرین قیامت پر جلد ہی کوئی عذاب نازل کر دے۔ چاہے تو قارون کی طرح انھیں زمین میں دھنسا دے، یا آسمان کے ٹکڑے گرا کر انھیں ہلاک کر دے، جس طرح اس نے اصحاب الایکہ کو ہلاک کیا تھا۔

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ عزوجل ظالم کو مہلت دیتا ہے (اس کی باگ ڈھیلی کرتا ہے، تاکہ وہ خوب نافرمانی کر لے اور عذاب کا مستحق ہو جائے) پھر جب پکڑتا ہے تو اس کو نہیں چھوڑتا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿ و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨٣]

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَ الطَّيْرَ ۚ وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝۱۰ لا اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۱۱

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑا فضل عطا کیا، اے پہاڑو! اس کے ساتھ تسبیح کو دہراؤ اور پرندے بھی اور ہم نے اس کے لیے لوہے کو نرم کر دیا۔ یہ کہ کشادہ زرہیں بنا اور کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے خاص فضل سے نوازا تھا، انھیں نبوت، زبور اور بادشاہت دی تھی۔ ان نعمتوں میں سے ایک حسن صوت کی نعمت تھی۔ جب وہ اللہ کی تسبیح پڑھتے تو پہاڑ بھی تسبیح خوانی میں مصروف ہو جاتے، اڑتے پرندے ٹھہر جاتے اور زمزمہ خواں ہو جاتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَ الطَّيْرَ ؕ وَ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ٧٩] ''اور ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا، جو تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو بھی اور ہم ہی کرنے والے تھے۔''

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ (یعنی مجھ) سے فرمایا: ''اگر تم مجھے دیکھتے جب میں کل رات تمھاری قراءت سن رہا تھا (تو بہت خوش ہوتے)، بے شک تمھیں آل داؤد (علیہ السلام) کی آوازوں میں سے ایک آواز دی گئی ہے۔'' [مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن : ٧٩٣/٢٣٦]

’’پھر جب ہم نے اس پر موت کا فیصلہ کیا تو انھیں اس کی موت کا پتا نہیں دیا مگر زمین کے کیڑے (دیمک) نے جو اس کی لاٹھی کھاتا رہا، پھر جب وہ گرا تو جنوں کی حقیقت کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلیل کرنے والے عذاب میں نہ رہتے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی موت کا ذکر کیا ہے۔ جب سلیمان علیہ السلام کو خبر دی گئی کہ اب ان کی موت کا وقت آ چکا ہے، اس وقت آپ نے جنوں کو بیت المقدس کی تعمیر پر لگایا ہوا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی موت کی خبر کو جنوں سے چھپا دیا، تاکہ لوگ جان لیں کہ ’’جن‘‘ غیب کی کوئی بات نہیں جانتے۔ چنانچہ سلیمان علیہ السلام ایک لاٹھی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور اسی حال میں ان کی موت آ گئی، لیکن جن کام کرتے رہے اور انھیں ایک مدت تک اس کی خبر نہ ہوئی۔ جب اللہ نے چاہا تو دیمک نے ان کی لاٹھی کو نیچے سے کھا لیا اور سلیمان کا جسم زمین پر گر گیا۔ تب جنوں کو ان کی موت کی خبر ہوئی اور کہنے لگے کہ اگر انھیں غیب کا علم ہوتا تو ایک مدت سے عذاب میں نہ رہتے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ۝۱۵

’’بلاشبہ یقیناً سبا کے لیے ان کے رہنے کی جگہ میں ایک نشانی تھی۔ دو باغ دائیں اور بائیں (جانب) سے۔ اپنے رب کے دیے سے کھاؤ اور اس کا شکر کرو، پاکیزہ شہر ہے اور بے حد بخشنے والا رب ہے۔‘‘

گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ کے کچھ شکر گزار بندوں اور شکر کی بدولت ان پر اللہ کے جو احسانات ہوئے ان کا ذکر ہوا، اسی ضمن میں اب ایک ایسی قوم کا ذکر ہو رہا ہے جس پر اللہ نے بڑے احسانات کیے تھے، لیکن انھوں نے کفرانِ نعمت کی راہ اختیار کر لی تو اللہ نے وہ نعمتیں ان سے چھین لیں اور انھیں فقر و فاقہ میں مبتلا کر دیا۔

سبا وہی قوم تھی جس کی ملکہ سبا مشہور ہے، جو سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں مسلمان ہو گئی تھی۔ جن کا علاقہ اب ’’مارب‘‘ کے نام سے جانا جاتا ہے اور صنعاء سے تین رات کی مسافت پر واقع ہے۔ ایک زمانہ تھا جب تہذیب و تمدن کے لحاظ سے اسی قوم کا طوطی بولتا تھا اور روم اور یونان کی تہذیبیں ان کے سامنے ہیچ تھیں۔ ان لوگوں کا آب پاشی کا نظام نہایت عمدہ تھا۔ اس علاقہ کے دو طرف پہاڑی سلسلے تھے۔ جگہ جگہ ان لوگوں نے بارش کا پانی روکنے اور ذخیرہ رکھنے کے لیے بند بنا رکھے تھے۔ ان کے علاقہ کے دونوں طرف پہاڑوں کے دامن میں باغات تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں گونا گوں نعمتوں سے نوازا اور کہا کہ تم لوگ اپنے رب کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو، نیک عمل کرو اور گناہوں سے بچو۔ اتنا اچھا، خوبصورت اور پاک وصاف شہر عطا کرنے والا اور گناہوں کی مغفرت کرنے والا رب تم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہر دم اپنے رب کا شکر ادا کرتے رہو۔

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ
وَّ اَثْلٍ وَّ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَ هَلْ نُجٰزِيْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

’’پھر انھوں نے منہ موڑ لیا تو ہم نے ان پر بند کا سیلاب بھیجا اور ہم نے انھیں ان کے دو باغوں کے بدلے دو اور باغ دیے جو بدمزہ پھلوں اور جھاؤ کے درختوں اور کچھ تھوڑی سی بیریوں والے تھے۔ یہ ہم نے انھیں اس کا بدلہ دیا جو انھوں نے ناشکری کی اور ہم یہ بدلہ نہیں دیتے مگر اسی کو جو بہت ناشکرا ہو۔‘‘

یعنی پھر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار نعمتوں پر شکر کے بجائے ناشکری کی، اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کی پوجا شروع کر دی، جیسا کہ ہدہد نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی تھی: ﴿ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ [النمل : ۲۲ تا ۲۴] ’’اور میں تیرے پاس سبا سے ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ بے شک میں نے ایک عورت کو پایا کہ ان پر حکومت کر رہی ہے اور اسے ہر چیز میں سے حصہ دیا گیا ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال مزین کر دیے ہیں، پس انھیں اصل راستے سے روک دیا ہے، پس وہ ہدایت نہیں پاتے۔‘‘

لہٰذا اللہ نے ان سے ایسا انتقام لیا کہ وہ مضبوط بند جو دو پہاڑوں کے درمیان بنا ہوا تھا، جو بارش کے پانی کو روکے ہوئے تھا، پانی ضرورت کے مطابق اس بند میں بنے ہوئے سوراخوں سے نکل کر باغات تک پہنچتا تھا، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ بند ٹوٹ گیا اور پانی کی شدید موجوں سے ان کے مکانات غرقاب ہو گئے، آب پاشی کا نظام درہم برہم ہو گیا اور وہ لوگ وہاں سے جان بچا کر دوسری جگہ چلے جانے پر مجبور ہو گئے۔ جہاں یا تو ایسے درخت تھے جن کے پھل کڑوے اور ناقابل خوردنی تھے، یا بغیر پھلوں والے جنگلی درخت تھے اور کچھ بیری کے درخت تھے جو کسی کام کے نہیں تھے۔ اگلی آیت میں اللہ نے فرمایا کہ ان کی ناشکری کا ہم نے انھیں ایسا بدلہ دیا، یہ اللہ کا نظام ہے کہ جو اس کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ اس سے اپنی نعمتیں چھین لیتا ہے اور اسے زحمتوں اور مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

<u>ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِيْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ</u> : سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے آپ پر حرام کیا ہے اور تم پر بھی حرام کیا ہے، سو تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم مت کیا کرو۔‘‘ [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

کی اولاد کو ہر صورت جڑ سے اکھاڑ دوں گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾ [الحجر : ۳۹، ۴۰] ’’اس نے کہا اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں ضرور ہی ان کے لیے زمین میں مزین کروں گا اور ہر صورت میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ مگر ان میں سے تیرے وہ بندے جو خالص کیے ہوئے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآىِٕلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۶، ۱۷] ’’اس نے کہا پھر اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور ہی ان کے لیے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا۔ پھر میں ہر صورت ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی دائیں طرفوں سے اور ان کی بائیں طرفوں سے آؤں گا اور تو ان کے اکثر کو شکر کرنے والے نہیں پائے گا۔‘‘

وَ مَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَ رَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾ ع ۲ / ۸

’’اور اس کا ان پر کوئی غلبہ نہ تھا مگر تاکہ ہم جان لیں کون ہے جو آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس سے (الگ) جو اس کے بارے میں شک میں ہے اور تیرا رب ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے۔‘‘

ابلیس کے پاس کوئی ایسی طاقت نہیں کہ وہ زبردستی لوگوں کو اللہ کی راہ سے ہٹا کر اپنی راہ پر ڈال دے۔ وہ صرف یہی اختیار رکھتا ہے کہ انسان کے دل میں وسوسہ ڈال سکے، گناہ کو اس کی نگاہ میں خوبصورت بنا کر پیش کرے اور اللہ کی نافرمانی کی طرف بلائے۔ یہ اجازت اسے اس لیے ملی ہوئی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون آخرت پر ایمان لا کر اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق اپنی زندگی گزارتا ہے اور کون اس کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا ہو کر معصیت و سرکشی کی راہ اختیار کرتا ہے؟ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کا رب ہر چیز اور ہر بات سے باخبر ہے۔ وہ اپنے بندوں کے اچھے اور برے اعمال کو گن رہا ہے، تاکہ قیامت کے دن ان کا حساب لے اور انھیں ان کا بدلہ دے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾

’’کہہ دے پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔‘‘

یعنی ان کفار مکہ سے کہیے کہ میرا پروردگار وہ ہے جو کائنات کی ہر چیز کا خالق ہے، جو اس کا شکر ادا کرتا ہے اسے وہ نعمتوں سے نوازتا ہے اور جو ناشکری کرے تو اللہ انھیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔ اب تم بتاؤ کہ جن معبودوں کو تم پکارتے ہو، ان میں سے کوئی ایسا کام کر سکتا ہے؟ اگر تمھیں کچھ شک ہے تو انھیں پکار کر دیکھ لو کہ کیا وہ آڑے وقت میں کسی کے کام آ سکتے ہیں؟ یقیناً جواب نفی میں ہوگا۔ اس لیے کہ وہ پتھر کے بے جان صنم ہیں، آسمانوں اور زمین میں پائی جانے والی چیزوں میں سے ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں ہیں، نہ ان کی تخلیق و ملکیت میں وہ اللہ کے کسی بھی حیثیت سے شریک ہیں اور نہ کارہائے کائنات کے چلانے میں اللہ کو ان کی مدد کی ضرورت ہے۔

لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴾ [فاطر : ۱۳] ”وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۰﴾ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [لقمان : ۱۰، ۱۱] ”اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تاکہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس میں ہر طرح کی عمدہ قسم اگائی۔ یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔“

وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾

”اور نہ سفارش اس کے ہاں نفع دیتی ہے مگر جس کے لیے وہ اجازت دے، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں تمھارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں حق (فرمایا) اور وہی سب سے بلند، بہت بڑا ہے۔“

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ : یعنی اللہ کی عظمت، جلالت اور کبریائی کی وجہ سے کسی کو بھی اس کی اجازت کے بغیر کسی چیز کے بارے میں سفارش کی جرأت نہیں ہوگی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ [البقرۃ : ۲۵۵] ”کون ہے وہ جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَئِذٍ

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی کفار کی زجر وتوبیخ کے لیے فرمایا کہ تمھیں آسمانوں سے بارش برسا کر اور زمین سے پودے اگا کر کون روزی دیتا ہے؟ ظاہر ہے کہ ان کے پاس اس کے سوا اور کیا جواب ہے کہ وہ اللہ ہے جو سب کا روزی رساں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ کافروں کو خبر دے دیں کہ وہ گمراہی پر ہیں، لیکن ایک ایسے اسلوب میں جس میں ان کے لیے دعوت فکر ونظر بھی ہو، کہا کہ یقیناً ہم دونوں جماعتوں میں سے ایک راہ حق پر ہے اور دوسری جماعت گمراہ ہے۔ ایک جماعت ان لوگوں کی ہے جو صرف اللہ کو خالق و رازق مانتے ہیں اور اسی کی عبادت کرتے ہیں اور دوسری جماعت ان لوگوں کی ہے جو پتھر کے بنے بتوں کی پوجا کرتے ہیں، جن میں کوئی قدرت نہیں ہے۔ ہر عقل وخرد والا یہی کہے گا کہ راہِ حق پر وہ لوگ ہیں جو اس ذات برحق کی عبادت کرتے ہیں جو پیدا کرتا ہے، روزی دیتا ہے اور نفع ونقصان کا مالک ہے اور گمراہ وہ ہیں جو بے جان بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔

قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَ لَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

”کہہ دے نہ تم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا جو ہم نے جرم کیا اور نہ ہم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا جو تم کرتے ہو۔“

اس آیت کریمہ میں مشرکین سے اظہار براءت کیا جا رہا ہے، یعنی نہ تمھارا ہم سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہمارا تم سے کوئی تعلق۔ ہم تو تمھیں اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں کہ اس کی توحید کو اختیار کرو اور صرف اور صرف اس کی عبادت کرو۔ اگر تم ہماری اس دعوت کو قبول کر لو گے تو پھر تم ہمارے اور ہم تمھارے اور اگر تم اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کرو گے تو ہم تم سے بری اور تم ہم سے بے زار، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَ لَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّاۤ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [یونس : ٤١] ”اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دے میرے لیے میرا عمل ہے اور تمھارے لیے تمھارا عمل، تم اس سے بری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اس سے بری ہوں جو تم کر رہے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَ لِيَ دِيْنِ ﴾ [الکافرون : ١ تا ٦] ”کہہ دے اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں اس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی عبادت تم نے کی۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ تمھارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین ہے۔“

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَ هُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾

”کہہ ہم سب کو ہمارا رب جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور وہی خوب فیصلہ کرنے والا،

سب کچھ جاننے والا ہے۔“

یعنی قیامت کے دن وہ تمام مخلوقات کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، اگر عمل اچھا ہوا تو اچھی جزا عطا فرمائے گا اور اگر عمل برا ہوا تو بری جزا دے گا۔ اس دن تم جان لو گے کہ عزت، نصرت اور ابدی سعادت کن لوگوں کو حاصل ہے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿١٤﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿١٥﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴾ [الروم : ١٤ تا ١٦] ”اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن وہ الگ الگ ہو جائیں گے۔ پھر جو لوگ تو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے سو وہ عالی شان باغ میں خوش و خرم رکھے جائیں گے۔ اور رہ گئے وہ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو وہ عذاب میں حاضر رکھے جائیں گے۔“

قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٧﴾

”کہہ دے مجھے وہ لوگ دکھاؤ جنھیں تم نے شریک بنا کر اس کے ساتھ ملایا ہے۔ ہرگز نہیں، بلکہ وہی اللہ سب پر غالب، بڑی حکمت والا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں معبودانِ مشرکین کے جھوٹے اور باطل ہونے کی ایک دلیل پیش کی گئی ہے۔ آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ ان سے پوچھیں کہ جنھیں تم اللہ کا شریک بناتے ہو، ذرا دکھاؤ تو سہی کہ ان میں کون سی خوبی پائی جاتی ہے، جس کی بنیاد پر تم نے انھیں اللہ کا شریک ٹھہرایا ہے؟ پھر اللہ نے خود ہی جواب دیا کہ وہ اپنے جھوٹے معبودوں میں کوئی بھی ایسی صفت ثابت نہیں کر سکتے ہیں وہ کوئی بھی ایسا معبود نہیں دکھا سکتے ہیں، جو اللہ کے سوا انھیں نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہو۔ وہ تو صرف اللہ کی تنہا ذات ہے جو بڑی عزت والی، ہر چیز پر غالب اور اپنے تمام اعمال میں حکیم و دانا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾

”اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ قیامت تک کے لیے تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اب ہر زمانے کے لوگوں پر آپ کی پیروی فرض ہے اور تمام لوگوں کے لیے آپ کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنا لازمی ہے۔ اب نہ کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ کوئی نئی شریعت آئے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٥٨] ”کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی

طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اس کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ، جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ﴾ [الفرقان : ۱] ''بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار آیا اور اس نے اونٹ کو مسجد (کے صحن) میں بٹھا کر باندھ دیا، پھر لوگوں سے پوچھنے لگا کہ تم میں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت لوگوں میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ہم نے کہا، یہی سفید رنگ کے جو آدمی تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ آپ سے کہنے لگا، اے عبدالمطلب کے بیٹے! آپ نے اس سے فرمایا: ''کہو، میں سن رہا ہوں۔'' وہ کہنے لگا، میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، لیکن قدرے سختی سے پوچھوں گا تو آپ اپنے دل میں برا نہ مانیے گا۔ آپ نے فرمایا: ''جو تمھارا جی چاہے پوچھیے۔'' اس نے کہا کہ میں آپ کو آپ کے رب اور اگلے لوگوں کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف (رسول بنا کر) بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم، ہاں!'' اس نے کہا، میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ رات اور دن میں پانچ نمازیں پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم، ہاں!'' پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ پورے سال میں ایک ماہ کے روزے رکھیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم، ہاں!'' پھر اس نے کہا، میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ہم میں سے جو مال دار لوگ ہیں ان سے زکوٰۃ لے کر ہمارے محتاجوں میں تقسیم کر دیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم، ہاں!'' وہ شخص کہنے لگا، جو شریعت آپ لائے ہیں میں اس پر ایمان لایا، مجھے میری قوم کے لوگوں نے بھیجا ہے، جو یہاں نہیں آئے، میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے اور میں بنو سعد بن بکر کے خاندان سے ہوں۔ [بخاري، كتاب العلم، باب ما جاء في العلم : ٦٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے چھ باتوں کی وجہ سے دیگر نبیوں پر فضیلت دی گئی ہے، پہلی یہ کہ مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں (یعنی ایسا کلام دیا گیا جس میں الفاظ کم اور معانی بہت ہیں)، دوسری یہ کہ مجھے رعب سے مدد دی گئی ہے، تیسری یہ کہ غنیمت کے مال میرے لیے حلال کر دیے گئے ہیں، چوتھی یہ کہ میرے لیے ساری زمین پاک کرنے والی اور مسجد بنا دی گئی ہے، پانچویں یہ کہ مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور چھٹی یہ کہ مجھے خاتم النبیین بنا کر بھیجا گیا ہے۔'' [مسلم، كتاب الصلاة، باب المساجد و مواضع الصلوة : ٥٢٣]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے ہر سیاہ و سرخ (یعنی جن و انس یا عرب و عجم) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔“ [مسند أحمد : ۵/۱۴۵، ح : ۲۱۳۵۷]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی کو خطوط لکھے اور ہر جابر حکمران کو خط لکھا۔ [مسلم، کتاب الجهاد، باب كتب النبي ﷺ إلى ملوك الكفار و يدعوهم إلى الإسلام : ۱۷۷۴]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مجھے بتلایا کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صلح کا معاہدہ (حدیبیہ) ہو گیا۔ پھر صلح کے دنوں میں تجارت کی غرض سے میں شام چلا گیا۔ اس دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خط ہرقل کے پاس پہنچا۔ یہ خط دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ لے کر گئے تھے۔ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے یہ خط بصریٰ کے گورنر کے حوالے کیا، پھر بصریٰ کے گورنر نے اسے ہرقل کے پاس پہنچا دیا۔ [بخاري، كتاب الجهاد، باب دعاء النبي ﷺ إلى الإسلام والنبوة : ۲۹۴۰، ۲۹۴۱]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کی طرف جو خط لکھا اس کا مضمون یہ تھا: ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے شاہ روم ہرقل کے نام! ہدایت کے پیروکار پر سلام ہو! اما بعد! میں تمھیں اسلام کے کلمہ کی طرف بلاتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ، سلامتی پا جاؤ گے، (جب مسلمان ہو جاؤ گے) تو اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرے اجر سے نوازیں گے۔ اس کے باوجود اگر آپ نے اعراض کیا تو آپ کی رعایا کے اسلام قبول نہ کرنے کا گناہ بھی آپ کی گردن پر ہوگا، اور یہ آیت لکھوائی: ﴿ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۶۴] ”اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان برابر ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ بے شک ہم فرماں بردار ہیں۔“ [بخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي : ۷]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ کو خط لکھا اور عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ آپ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اسے بحرین کے گورنر کے حوالے کر دیں، تو بحرین کے گورنر نے اسے کسریٰ (شاہِ ایران) کے پاس پہنچا دیا۔ تو جب اس نے خط پڑھا تو اسے پھاڑ دیا۔ (امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ) میرا خیال ہے کہ سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (مجوسیوں) کے لیے بددعا کی: ((اَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ)) ”(اے اللہ!) وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو (کر تباہ ہو) جائیں۔“ [بخاري، كتاب المغازي، باب كتاب النبي ﷺ إلى كسرىٰ و قيصر : ۴۴۲۴]

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ :ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [یوسف : ۱۰۳] ''اور اکثر لوگ، خواہ تو حرص کرے، ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ [الأنعام : ۱۱٦] ''اور اگر تو ان لوگوں میں سے اکثر کا کہنا مانے جو زمین میں ہیں تو وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔''

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّ لَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾

''اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا، اگر تم سچے ہو؟ کہہ تمھارے لیے ایک دن کا طے شدہ وعدہ ہے، جس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے رہو گے اور نہ آگے بڑھو گے۔''

کفار مکہ جو قیامت اور اس دن کی جزا و سزا کے منکر تھے، نبی ﷺ اور مسلمانوں سے استہزا آمیز انداز میں پوچھتے تھے کہ وہ عذاب کب آئے گا جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا، آپ کہہ دیجیے کہ وہ دن اللہ کے علم میں مقرر ہے، جب وہ آ جائے گا تو تمھارے چاہنے کے باوجود نہ ایک لحہ پیچھے ہوگا، تاکہ تم اپنے کفر و شرک سے توبہ کر لو اور نہ کسی کے کہنے سے ایک لحہ آگے ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ ﴾ [ہود : ۱۰٤، ۱۰۵] ''اور ہم اسے مؤخر نہیں کر رہے، مگر ایک گنے ہوئے وقت کے لیے۔ جس دن وہ (وقت) آئے گا، کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا بات نہیں کرے گا، پھر ان میں سے کوئی بدبخت ہوگا اور کوئی خوش قسمت۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴾ [النحل : ٦۱] ''اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑے تو اس کے اوپر کوئی چلنے والا نہ چھوڑے اور لیکن وہ انھیں ایک مقرر وقت تک ڈھیل دیتا ہے، پھر جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔''

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ لَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ۨالْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْ لَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ

نَجۡعَلَ لَهٗۤ اَنۡدَادًا ؕ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ ؕ وَ جَعَلۡنَا الۡاَغۡلٰلَ فِیۡۤ اَعۡنَاقِ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا ؕ هَلۡ یُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۳۳﴾

''اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا ہم ہرگز نہ اس قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ اس پر جو اس سے پہلے ہے، اور کاش! تو دیکھے جب یہ ظالم اپنے رب کے پاس کھڑے کیے ہوئے ہوں گے، ان میں سے ایک دوسرے کی بات رد کر رہا ہوگا، جو لوگ کمزور سمجھے گئے تھے ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہہ رہے ہوں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لانے والے ہوتے۔ وہ لوگ جو بڑے بنے تھے، ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے گئے، کہیں گے کیا ہم نے تمھیں ہدایت سے روکا تھا، اس کے بعد کہ وہ تمھارے پاس آئی؟ بلکہ تم مجرم تھے۔ اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے، ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہیں گے بلکہ (تمھاری) رات اور دن کی چالبازی نے (ہمیں روکا) جب تم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لیے شریک ٹھہرائیں۔ اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب عذاب دیکھیں گے اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں جنھوں نے کفر کیا، طوق ڈال دیں گے۔ انھیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی کا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

نبی کریم ﷺ کفارِ مکہ سے توحید و رسالت اور آخرت کی بات کرتے ہوئے کبھی کہتے کہ قرآن کریم کی طرح تورات و انجیل نے بھی ان عقائد پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے، تو وہ کبر و عناد میں آ کر کہتے کہ ہم نہ قرآن کو آسمانی کتاب سمجھتے ہیں اور نہ ان کتابوں کو جو اس سے پہلے نازل ہوئی تھیں۔ آگے میدانِ محشر میں اور اس کے بعد کے مواقع پر کفار کا کیا حال ہوگا، اسے بیان کر کے انھیں اسی دنیا میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے، شاید کہ وہ ایمان لے آئیں۔ نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ کافروں کی بے کسی کا کیسا منظر ہوگا جب وہ رب العالمین کے سامنے ذلیل و خوار بن کر کھڑے ہوں گے اور اپنا تاریک انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ کر جب کچھ نہ بن پڑے گا تو آپس میں جھگڑیں گے۔ دنیاوی مقام و مرتبہ کے اعتبار سے کمزور کفار، جنھوں نے دنیا میں کفر کے سرغنوں کی پیروی کی تھی اور ایمان نہیں لائے تھے، وہ ان سرغنوں سے کہیں گے کہ اگر تم نے ہمیں ایمان لانے سے نہ روکا ہوتا تو ہم نے اسلام قبول کر لیا ہوتا اور آج ہمارا یہ حال نہ ہوتا۔ تو وہ سردارانِ کفر ان کے دعوے کا انکار کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم نے تمھیں اتباعِ حق سے کبھی نہیں روکا تھا، تم لوگ خود ہی اہل جرم و فساد تھے، اسی لیے جب ہم نے تمھیں اپنی پیروی کے لیے پکارا تو تم نے فوراً ہماری دعوت قبول کر لی اور اپنی خواہش کی اتباع کرتے ہوئے رسولوں کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔ یہ سن کر پیروی کرنے والے کفار کہیں گے کہ بات وہی صحیح ہے جو ہم نے کہی ہے، تم لوگ تو رات دن اللہ اور اس کے رسول کے خلاف سازشیں کرتے رہے اور اپنی سرداری اور چودھراہٹ کا رعب ڈال کر ہمیں حکم دیتے رہے کہ اللہ کے دین کا انکار کر دیں اور جھوٹے معبودوں کو اس کا شریک بنائیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چھوٹے اور بڑے کافروں کی مذکورہ بالا تکرار کے بعد ان کے لیے تیار کردہ جہنم کا عذاب جب ان کے سامنے پیش کر دیا جائے گا تو یاس وحسرت سے ان کے دل بھر جائیں گے، لیکن دشمنوں کی ہنسی کے ڈر سے ایک دوسرے سے اپنا اندرونی حال بیان نہیں کریں گے، پھر گردنوں میں زنجیریں ڈال کر انھیں ان کے ہاتھوں سمیت باندھ دیا جائے گا اور یہ سب کچھ ان کے اپنے کیے کا انجام ہوگا۔ الغرض سردار اور ان کی اتباع کرنے والے تمام لوگ اپنے اعمال پر نادم اور پشیمان ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [یونس : ٥٤] ”اور اگر فی الواقع ہر شخص کے لیے جس نے ظلم کیا ہے، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے تو وہ اسے ضرور فدیے میں دے دے اور وہ پشیمانی کو چھپائیں گے، جب عذاب کو دیکھیں گے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔“ کافر پہلے تو یہی کوشش کریں گے کہ اپنی ندامت کو چھپائیں لیکن بعد میں اپنی ندامت کے اظہار کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ نہیں ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [الزمر : ٥٥ تا ٥٩] ”اور اس سب سے اچھی بات کی پیروی کرو جو تمھارے رب کی جانب سے تمھاری طرف نازل کی گئی ہے، اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تم سوچتے بھی نہ ہو۔ (ایسا نہ ہو) کہ کوئی شخص کہے ہائے افسوس! اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کی جناب میں کی اور بے شک میں تو مذاق کرنے والوں سے تھا۔ یا کہے کہ اگر واقعی اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں ضرور پرہیزگاروں میں سے ہوتا۔ یا کہے جب وہ عذاب دیکھے کاش! واقعی میرے لیے ایک بار لوٹنا ہو تو میں نیک عمل کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں۔ کیوں نہیں، بے شک تیرے پاس میری آیات آئیں تو تو نے انھیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو انکار کرنے والوں میں سے تھا۔“

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝

”اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر اس کے خوشحال لوگوں نے کہا بے شک ہم اس چیز کے جو دے کر تم بھیجے گئے ہو، منکر ہیں۔ اور انھوں نے کہا ہم اموال و اولاد میں زیادہ ہیں اور ہم ہرگز عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ سابقہ انبیاء کے اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھیں کہ ہم نے

جس نبی کو بھی کسی بستی والوں کی طرف ہدایت کے لیے بھیجا تو ان کے سرداروں، عیش پرستوں اور فاسق و فاجر لیڈروں نے اس سے کہا کہ تم جس ایمان باللہ اور وحدانیت باری تعالیٰ کی بات کرتے ہو، ہم ان باتوں کا سراسر انکار کرتے ہیں اور اگر تھوڑی دیر کے لیے ہم مان بھی لیں کہ قیامت آئے گی اور کچھ لوگ عذاب دیے جائیں گے۔ تو ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہوں گے، اس لیے کہ جب اللہ نے ہمیں یہاں مال و اولاد سے نواز رکھا ہے، تو آخرت میں بھی وہ ہمیں عذاب نہیں دے گا۔ اگر ہم اللہ کی نگاہ میں اچھے نہ ہوتے تو وہ ہمیں یہاں اپنی نعمتوں سے نہ نوازتا اور ایمان کا دعویٰ کرنے والے اگر اس کی نگاہ میں برے نہ ہوتے تو انھیں یہاں اپنی نعمتوں سے محروم نہ رکھتا، لیکن ان کا یہ خام خیال ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۵۵، ۵۶] ”کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال اور بیٹوں میں سے جن چیزوں کے ساتھ ان کی مدد کر رہے ہیں۔ ہم انھیں بھلائیاں دینے میں جلدی کر رہے ہیں، بلکہ وہ نہیں سمجھتے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [التوبة : ۵۵] ”سو تجھے نہ ان کے اموال بھلے معلوم ہوں اور نہ ان کی اولاد، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔“

انبیاء کی دعوت ماننے والے مال و دولت والوں کی نسبت ہمیشہ کمزور لوگ زیادہ رہے ہیں، جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا: ﴿ اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴾ [الشعراء : ۱۱۱] ”کیا ہم تجھ پر ایمان لے آئیں، حالانکہ تیرے پیچھے وہ لوگ لگے ہیں جو سب سے ذلیل ہیں۔“ اور قوم صالح کے متکبر امراء نے کہا: ﴿ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۷۵، ۷۶] ”اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے، ان لوگوں سے کہا جو کمزور گنے جاتے تھے، ان میں سے انھیں (کہا) جو ایمان لے آئے تھے، کیا تم جانتے ہو کہ واقعی صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے؟ انھوں نے کہا بے شک ہم جو کچھ دے کر اسے بھیجا گیا ہے اس پر ایمان لانے والے ہیں۔ وہ لوگ جو بڑے بنے ہوئے تھے، انھوں نے کہا بے شک ہم جس پر تم ایمان لائے ہو، اس کے منکر ہیں۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہِ روم ہرقل کے نام خط لکھا تو اس وقت ابوسفیان بھی وہاں موجود تھا، ہرقل نے ابوسفیان کو بلا کر ان سے کئی سوال پوچھے، ان میں سے ایک سوال اس نے یہ پوچھا کہ کیا اس رسول کے پیروکار قوم کے امیر و طاقت ور لوگ ہیں یا غریب و کمزور؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ غریب

وکمزور لوگ اس کے پیروکار ہیں۔ اس پر ہرقل نے کہا، دراصل یہی غریب و کمزور لوگ ہی رسولوں کے پیروکار ہوتے ہیں۔ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی : ۷]

ع قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾

”کہہ دے بے شک میرا رب رزق فراخ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

اس آیت میں کفار کے مذکورہ مغالطے اور شبہے کا ازالہ کیا جا رہا ہے کہ رزق کی کشادگی اور تنگی اللہ کی رضا اور عدم رضا کی مظہر نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق اللہ کی حکمت و مشیت سے ہے۔ اس لیے وہ مال اسے بھی دیتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے اور اسے بھی جسے ناپسند کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے غنی بناتا ہے، جسے چاہتا ہے فقیر رکھتا ہے۔

وَ مَآ اَمْوَالُكُمْ وَ لَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَ هُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

”اور نہ تمھارے مال ایسے ہیں اور نہ تمھاری اولاد جو تمھیں ہمارے ہاں قرب میں نزدیک کر دیں، مگر جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے دوگنا بدلہ ہے، اس کے عوض جو انھوں نے عمل کیا اور وہ بالا خانوں میں بے خوف ہوں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمھارے اموال اور تمھاری اولاد اللہ سے قربت کا سبب نہیں بن سکتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک تو صرف ایمان اور عمل صالح کی قدر و قیمت ہے۔ ایمان لانے کے بعد جو شخص جس قدر فرائض و واجبات کی پابندی کرے گا اور نوافل اور دیگر کارہائے خیر کا اہتمام کرے گا، اسی قدر وہ اپنے رب کے قریب ہوتا جائے گا۔ انھیں ان کے اعمال صالحہ کا دوگنا، دس گنا اور اس سے بھی زیادہ اجر ملے گا اور وہ قیامت والے دن موت اور ہر شر سے مامون جنت کے بلند و بالا گھروں میں رہیں گے۔ اس آیت کا مضمون دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا، ارشاد فرمایا: ﴿ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۵۵، ۵۶] ”کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال اور بیٹوں میں سے جن چیزوں کے ساتھ ان کی مدد کر رہے ہیں۔ ہم انھیں بھلائیاں دینے میں جلدی کر رہے ہیں، بلکہ وہ نہیں سمجھتے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [التوبة : ۵۵] ”سو تجھے نہ ان کے اموال بھلے معلوم ہوں اور نہ ان کی اولاد، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ

کافر ہوں۔“

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى : یعنی اگر ہم نے تمھیں اولاد اور مال دیا ہے تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ ہمیں تم سے محبت اور خصوصی تعلق ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تمھاری شکلیں اور تمھارے مال نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تمھارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔“ [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم ظلم المسلم ...... الخ : ۲۵٦٤/۳٤]

اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کسی مومن پر ایک نیکی کے معاملہ میں بھی ظلم نہیں کرے گا۔ وہ اسے اس (نیکی) کا بدلہ دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بھی دے گا، جبکہ کافر کو اس کی ان تمام نیکیوں کا بدلہ جو اس نے اللہ کے لیے کی ہوں گی، دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے، پھر جب وہ آخرت میں پہنچتا ہے تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوتی کہ جس کا بدلہ اسے دیا جائے۔“ [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة : ۲۸۰۸]

وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ : یعنی وہ جنت کے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ مکانات میں ہر ڈر، خوف، ایذا اور شر سے محفوظ ہو کر سکونت پذیر ہوں گے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جنتی لوگ اپنے سے اوپر بالا خانوں میں رہنے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح وہ اس ستارے کو دیکھتے ہیں جو آسمان کے کنارے پر مشرق یا مغرب میں صبح کے وقت باقی رہ جاتا ہے، کیونکہ ان میں سے بعض بعض سے افضل ہوگا۔“ صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ محل (یعنی بالا خانے) تو انبیاء کے ہوں گے، جنھیں ان کے سوا اور کوئی بھی نہ پا سکے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ محل ان لوگوں کے لیے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انھوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔“ [بخاری، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۵٦۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب ترائي أهل الجنة أهل الغرف ...... الخ : ۲۸۳۱]

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

”اور جو لوگ ہماری آیات کے بارے میں کوشش کرتے ہیں، اس حال میں کہ نیچا دکھانے والے ہیں، وہی لوگ عذاب میں حاضر کیے جانے والے ہیں۔“

آخرت میں مومنوں کا حال بیان کرنے کے بعد اب کافروں کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ جو لوگ ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور ان کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے، ان کے لیے جہنم کا عذاب تیار کیا گیا ہے، جس سے وہ چھٹکارا نہیں پا سکیں گے۔

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۳۹

''کہہ دے بے شک میرا رب رزق فراخ کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے اور اس کے لیے تنگ کر دیتا ہے اور تم جو بھی چیز خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ اور دیتا ہے اور وہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔''

یعنی اپنی حکمت و مصلحت سے جسے چاہتا ہے مال کثیر عطا فرما دیتا ہے اور جس کے رزق کو چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور اس سلسلے میں اس کی حکمت و مصلحت کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ لہٰذا کسی کی روزی میں تنگی نہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ کا مبغوض بندہ ہے اور نہ روزی میں وسعت اللہ کا محبوب بندہ ہونے کی دلیل ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے بندے اس کی راہ میں اور مباح کاموں میں چاہے جتنا بھی خرچ کریں گے اللہ انھیں دنیا میں اتنا پھر دے دے گا اور آخرت میں اس کام کا اچھا اجر عطا کرے گا۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے، ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا اور پھر اسے حق کی راہ میں خرچ کرنے کی ہمت و توفیق بھی دی اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے علم و حکمت سے نوازا اور وہ اس کے ساتھ ہی فیصلہ کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم و الحکمة : ۷۳۔ مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب فضل من یقوم بالقرآن و یعلمه : ۸۱۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر روز جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے (آسمان سے) اترتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور دے اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کے مال کو تباہ کر دے۔'' [بخاری، کتاب الزکاة، باب قول الله تعالٰی : ﴿ فأما من أعطى واتقى ...... الخ ﴾ : ۱٤٤۲۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب فی المنفق والممسك : ۱۰۱۰]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک (دنیا و آخرت میں) وہ شخص کامیاب ہو گیا جو اسلام لایا اور اسے ضرورت کے مطابق رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اسے دیا اس پر اسے قانع کر دیا۔'' [مسلم، کتاب الزکوة، باب فی الکفاف والقناعة : ۱۰۵٤]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو پہاڑوں کے درمیان موجود بکریوں کا سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بکریاں اسے دے دیں۔ وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور جا کر کہنے لگا، اے میری قوم! اسلام قبول کر لو، اس لیے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس شخص کی طرح عطا کرتے ہیں جسے فقر کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا کہ ایک آدمی صرف دنیا حاصل کرنے کی غرض سے اسلام قبول کرتا، لیکن تھوڑا ہی عرصہ گزرتا کہ اسلام اسے دنیا میں

موجودتمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہو جاتا۔[مسلم، کتاب الفضائل، باب فی سخائه ﷺ : ۲۳۱۲/۵۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور عفو و درگزر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں اضافہ ہی فرماتا ہے اور جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو ضرور اونچا کرتا ہے۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب استحباب العفو و التواضع : ۲۵۸۸]

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اَهٰۤؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾

''اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا، پھر فرشتوں سے کہے گا کیا یہ لوگ تمھاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے تو پاک ہے، تو ہمارا دوست ہے نہ کہ وہ، بلکہ وہ جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے، ان کے اکثر انھی پر ایمان رکھنے والے تھے۔''

فرمایا کہ آپ اس دن کو یاد کیجیے جب اللہ تعالیٰ تمام جنوں اور انسانوں کو میدانِ محشر میں اکٹھا کرے گا، پھر کافروں پر اتمام حجت کے لیے فرشتوں سے مخاطب ہو کر پوچھے گا کہ اے فرشتو! کیا تم میری طرح معبود ہو اور کیا یہ لوگ تمھاری عبادت کیا کرتے تھے؟ تو فرشتے فوراً اس سے اپنی براءت کا اظہار کر دیں گے اور اللہ کی پاکی بیان کرتے ہوئے کہیں گے کہ تو ہی ہمارا مولیٰ ہے، ہم تیرے بندے ہیں اور تیری عبادت کرتے ہیں، ہم نے انھیں کبھی نہیں کہا کہ وہ ہماری عبادت کریں، یہ لوگ درحقیقت ابلیس اور دیگر شیاطین کی عبادت کرتے تھے اور ان میں سے اکثر لوگ انھی کی بات مانتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَ اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ﴾ [النساء : ۱۱۷، ۱۱۸] ''وہ اس کے سوا نہیں پکارتے مگر مؤنثوں کو اور نہیں پکارتے مگر سرکش شیطان کو۔ جس پر اللہ نے لعنت کی۔''

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ؕ وَ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾

''سو آج تمھارا کوئی کسی کے لیے نہ نفع کا مالک ہے اور نہ نقصان کا اور ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے ظلم کیا چکھو اس آگ کا عذاب جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔''

اس وقت اللہ کے حضور فرشتے بھی موجود ہوں گے، مشرکین بھی اور شیاطین بھی۔ یہ سب اللہ کے سامنے محکوم و بے بس ہوں گے، فرشتے بھی مشرکوں سے بے زار ہوں گے اور شیاطین بھی اور مشرک فرشتوں کے جواب کی وجہ سے ان سے بھی

بے زار ہوں گے اور شیطانوں سے بھی، جنھوں نے انھیں شرک کی راہ پر ڈالا تھا۔ گویا ہر ایک کو دوسرے سے بے زاری بھی ہوگی اور ہر ایک بے بس بھی ہوگا، تو اس صورت میں کوئی دوسرے کو کیا فائدہ پہنچا سکے گا اور کیوں فائدہ پہنچائے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ مشرکین سے کہے گا کہ اب چکھو جہنم کا وہ عذاب جسے تم دنیا میں جھٹلاتے رہے تھے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾

”اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں یہ نہیں ہے مگر ایک آدمی، جو چاہتا ہے کہ تمھیں اس سے روک دے جس کی عبادت تمھارے باپ دادا کرتے تھے اور کہتے ہیں یہ نہیں ہے مگر ایک گھڑا ہوا جھوٹ۔ اور ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا، حق کے بارے میں کہا، جب وہ ان کے پاس آیا، یہ نہیں ہے مگر کھلا جادو۔“

اسلام کی دعوت کی راہ میں روڑے اٹکانے کے لیے مشرکین مکہ مختلف ہتھکنڈے استعمال کیا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ پر جب قرآن کریم نازل ہوتا اور آپ تازہ بہ تازہ اہل قریش کے سامنے اس کی تلاوت کرتے، تاکہ ان کھلی آیتوں کو سن کر وہ اللہ پر ایمان لے آئیں تو ان پر اس کا الٹا اثر پڑتا اور آپس میں ایک دوسرے کو کہتے کہ یہ آدمی تمھیں تمھارے آبا و اجداد کے دین سے روکنا چاہتا ہے، یعنی تم لوگ اپنے باپ دادا کے دین پر ڈٹے رہو، اس لیے کہ یہ دین صحیح ہے اور محمد (ﷺ) جس دین کی طرف تمھیں بلا رہے ہیں وہ باطل ہے۔ قرآن کریم کے بارے میں کہتے کہ یہ ایک جھوٹا کلام ہے، جسے اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جب نبی کریم ﷺ کی دعوت الی التوحید سے متعلق مؤثر بات سنتے اور دیکھتے کہ لوگ اس کا اثر قبول کر رہے ہیں اور اسلام میں داخل ہوتے جا رہے ہیں، تو کہتے کہ لوگو! اس کی بات کا اثر نہ لو، یہ تو کھلم کھلا جادو ہے اور محمد (ﷺ) بہت بڑا جادوگر ہے۔

وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿۴۴﴾

”حالانکہ ہم نے نہ انھیں کوئی کتابیں دیں جنھیں وہ پڑھتے ہوں اور نہ ان کی طرف تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا بھیجا۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے عربوں پر قرآن مجید کے علاوہ کوئی اور کتاب نازل نہیں فرمائی اور نہ محمد ﷺ سے پہلے ان کی طرف کسی نبی کو مبعوث فرمایا، اگرچہ وہ اس کی خواہش ضرور رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آ جائے، یا ہم پر کوئی کتاب نازل کر دی جائے تو ہم دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ ہدایت یافتہ ثابت ہوں گے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان فرما کر اپنے نبی کو ان کی طرف مبعوث فرما دیا تو انھوں نے اس کی تکذیب کی، اس کا انکار کیا اور اس

سے معاندانہ سلوک کیا۔

وَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ مَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾

ع ۵ ۱۱

اور ان لوگوں نے (بھی) جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے اور یہ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے انھیں دیا تھا، پس انھوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو میرا عذاب کیسا تھا؟''

مشرکین مکہ کو اللہ تعالیٰ نے دھمکی دی ہے کہ ان کی طرح ان سے پہلے کی بہت سی قوموں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا اور ہم نے کفارِ مکہ کے مقابلے میں انھیں بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا، ان کے پاس تو ان قوموں کا دسواں حصہ بھی اسباب زندگی نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ٢٦] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انھیں ان چیزوں میں قدرت دی جن میں ہم نے تمھیں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تو نہ ان کے کان ان کے کسی کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل، کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انھیں اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ ﴾ [المؤمن : ٨٢] ''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ (تعداد میں) ان سے زیادہ تھے اور قوت میں اور زمین میں یادگاروں کے اعتبار سے ان سے بڑھ کر تھے۔''

یہ سب چیزیں ان سے اللہ کے عذاب کو نہ ٹال سکیں، انبیائے کرام کی تکذیب کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں تباہ و برباد کر دیا، تو اہل مکہ بھی ہوش میں آ جائیں اور اپنی حالت بدلیں، ایمان لے آئیں اور ہمارے قرآن اور رسول کی تکذیب سے باز آ جائیں، ورنہ ہمیں ان سے بھی انتقام لینے میں دیر نہیں لگے گی۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾

''کہہ دے میں تو تمھیں ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے دو دو اور ایک ایک کر کے کھڑے ہو جاؤ، پھر خوب غور کرو کہ تمھارے ساتھی میں جنون کی کون سی چیز ہے۔ وہ تو ایک شدید عذاب سے پہلے محض تمھیں ڈرانے والا

ہی ہے۔“

مشرکین مکہ کی تمام سرکشی اور اللہ اور اس کے رسول کی صریح تکذیب کے باوجود اللہ نے انھیں گزشتہ قوموں کی طرح ہلاک نہیں کیا، بلکہ انھیں بار بار ایمان و عمل صالح کی دعوت دی اور رسول کریم ﷺ کی زبانی انھیں نصیحت کی کہ تم جو کہتے ہو کہ محمد (ﷺ) مجنون ہیں، تو تم لوگ کبھی ایک ساتھ سر جوڑ کر اور کبھی تنہا تنہا ہی ہر قسم کے تعصب اور خواہش نفس سے بالاتر ہو کر اور نہایت اخلاص کے ساتھ اس موضوع پر غور کر کے تو دیکھو کہ جس آدمی نے تم میں چالیس سال گزارے اور اس عرصہ میں کبھی کوئی جھوٹ نہیں بولا، اسی کردار کی بنا پر تم نے اسے صادق و امین کے القاب دیے، تو کیا ایسا شخص مجنون ہو سکتا ہے؟ کیا ایسا آدمی جھوٹا ہو سکتا ہے اور وہ بغیر سوچے سمجھے کوئی ایسا دعویٰ کر سکتا ہے جو اس کی ذلت و رسوائی کا سبب بنے اور جو اسے ہلاکت و بربادی کے دہانے تک پہنچا دے؟

إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ : امام بخاری رحمہ اللہ اسی آیت کی تفسیر میں وہ روایت لائے ہیں جسے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک دن صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور (عرب کے دستور کے مطابق) بآواز بلند ”یا صَبَاحَاہُ“ پکارا (جو اس بات کی علامت تھی کہ کوئی شخص کسی اہم بات کے لیے بلا رہا ہے۔ عادت کے مطابق اسے سنتے ہی) قریش کے لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے، تو آپ نے فرمایا: ”اگر میں تمھیں خبر دوں کہ عجب نہیں کہ دشمن تم پر صبح کے وقت یا شام کے وقت حملہ کر دے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟“ سب نے (بیک زبان) جواب دیا کہ کیوں نہیں، ہم نے آپ کو کبھی جھوٹا نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا: ”(سنو!) میں تمھیں اس شدید عذاب سے ڈرا رہا ہوں جو تمھارے آگے ہے۔“ یہ سن کر ابولہب (ملعون) نے کہا کہ تو ہلاک ہو جائے، کیا اسی کے لیے تو نے ہم سب کو جمع کیا تھا؟ اس پر سورۂ لہب نازل ہوئی، ارشاد فرمایا: ﴿ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ﴾ [اللهب : ۱ تا ۵] ”ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے اور وہ (خود) ہلاک ہو گیا۔ نہ اس کے کام اس کا مال آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا۔ عنقریب وہ شعلے والی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی بیوی (بھی آگ میں داخل ہوگی) جو ایندھن اٹھانے والی ہے۔ اس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی رسی ہوگی۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ إن هو إلا نذير لكم بين يدي عذاب شديد ﴾ : ۴۸۰۱۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله : ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ۲۰۸]

قُلْ مَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
شَهِيدٌ ۝۴۷ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝۴۸ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ
الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ۝۴۹ قُلْ إِن ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي ۖ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا

يُوحِيٓ إِلَيَّ رَبِّيٓ ۚ إِنَّهُۥ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ۞

”کہہ میں نے تم سے جو بھی اجرت مانگی ہے تو وہ تمھاری ہوئی۔ میری اجرت تو اللہ ہی پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ کہہ بے شک میرا رب (دل میں) حق ڈالتا ہے، سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔ کہہ دے حق آ گیا اور باطل نہ پہلی دفعہ کچھ کرتا ہے اور نہ دوبارہ کرتا ہے۔ کہہ دے اگر میں گمراہ ہوا تو اپنی جان ہی پر گمراہ ہوں گا اور اگر میں نے ہدایت پائی تو اسی کی وجہ سے جو میرا رب میری طرف وحی بھیجتا ہے، یقیناً وہ سب کچھ سننے والا، قریب ہے۔“

داعی الی اللہ کے بارے میں جب لوگوں کو شبہ ہو جاتا ہے کہ اس کا مقصد دنیا کمانا ہے تو اس کی بات اپنا اثر کھو دیتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے کہا کہ آپ مشرکین مکہ کے سامنے اس بات کی صراحت کر دیجیے کہ مجھے تم سے کسی دنیاوی مفاد کا لالچ نہیں ہے، میں اپنی دعوت میں نہایت مخلص ہوں اور اپنے اجر و ثواب کی امید اللہ سے رکھتا ہوں، جو میری سچائی اور اخلاص سے خوب واقف ہے۔

اے میرے نبی! آپ یہ بھی کہہ دیجیے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنی نبوت کے لیے چن لیتا ہے اور اس پر اپنی وحی نازل کرتا ہے اور چونکہ وہ غیب کی باتوں کو خوب جانتا ہے، اس لیے وہی بہتر علم رکھتا ہے کہ کون رسالت و وحی کا بارگراں اٹھانے کا اہل ہے۔

آپ یہ بھی کہہ دیجیے کہ اسلام آ چکا، دعوتِ توحید ظاہر ہو گئی اور باطل نے دم توڑ دیا اور ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا۔ مشرکین آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ محمد (ﷺ) اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر گمراہ ہو گیا، تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر میں اپنے نفس کا غلام بن کر گمراہ ہو گیا ہوں، تو اس گمراہی کا وبال مجھی پر پڑے گا اور اگر میں نے اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت کو قبول کر لیا ہے اور راہِ راست پر گامزن ہو گیا ہوں، تو مجھ پر یہ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے مجھے اس کی توفیق بخشی، وہ بڑا سننے والا اور بہت ہی قریب ہے۔

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۖ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۞ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ [صٓ : ۸۶، ۸۷] ”کہہ دے میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں سے ہوں۔ نہیں ہے یہ مگر ایک نصیحت تمام جہانوں کے لیے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴾ [الطور : ۴۰] ”یا تو ان سے کوئی اجرت مانگتا ہے؟ پس وہ تاوان سے بوجھل کیے جانے والے ہیں۔“

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَ مَا يُعِيْدُ : یعنی اللہ کی طرف سے حق اور عظیم شریعت آ چکی ہے اور باطل چلا گیا اور نیست و نابود ہو گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَ لَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۱۸] ”بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، پس اچانک

وہ مٹنے والا ہوتا ہے اور تمھارے لیے اس کی وجہ سے بربادی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔" اور فرمایا: ﴿ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۱] "اور کہہ دے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔"

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس دن مکہ تشریف لے گئے (یعنی جب مکہ فتح ہوا) تو وہاں کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی جس سے آپ ہر بت کو ضرب لگاتے جاتے تھے اور ساتھ یہ آیات تلاوت کرتے جاتے: ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۱] "حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔" اور یہ آیت: ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴾ [سبا : ۴۹] "حق آ گیا اور باطل نہ پہلی دفعہ کچھ کرتا ہے اور نہ دوبارہ کرتا ہے۔" [مسلم، کتاب الجہاد، باب إزالة الأصنام من حول الکعبة : ۱۷۸۱]

قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ : یعنی ساری کی ساری خیر اللہ کے پاس سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس وحی اور واضح حق کو نازل فرمایا ہے اس میں ہدایت بھی ہے، واضح بیان بھی اور رشد و بھلائی بھی، تو اس کے باوجود جو گمراہ ہوتا ہے وہ از خود گمراہی کو اختیار کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۴۶] "جس نے نیک عمل کیا سو اپنے لیے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہوگی اور تیرا رب اپنے بندوں پر ہرگز کوئی ظلم کرنے والا نہیں۔"

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب اس عورت کی بابت مسئلہ پوچھا گیا جس کا حق مہر مقرر نہیں کیا گیا تھا اور اس کا خاوند فوت ہو گیا تھا، تو انھوں نے فرمایا کہ میں اس مسئلہ میں اپنی رائے سے جواب دیتا ہوں، اگر درست ہو تو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہو تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے، اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔ [مستدرك حاکم : ۱۸۰/۲، ح : ۲۷۳۷۔ أبو داؤد، کتاب النکاح، باب فیمن تزوج ولم یسم لها صداقًا حتی مات : ۲۱۱۶۔ مسند أحمد : ۴۴۷/۱، ح : ۴۲۷۵۔ ابن حبان : ۴۱۰۱۔ السنن الکبریٰ للبیهقی : ۲۴۵/۷، ح : ۱۴۴۱۶]

اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ : یعنی وہ اپنے بندوں کی باتوں کو سننے والا اور دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرنے والا ہے۔

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (ایک سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب ہم کسی وادی پر (یعنی اونچی جگہ) چڑھتے تو "لا الٰہ الا اللہ" اور "اللہ اکبر" کہتے اور ہماری آوازیں بہت بلند ہو جاتی تھیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو، (آواز کو اتنا بلند نہ کرو) تم اس کو نہیں پکار رہے جو بہرا ہو یا غائب ہو، وہ تو تمھارے ساتھ

ہے، وہ سننے والا ہے اور وہ تمھارے قریب بھی ہے۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب ما يكره من رفع الصوت في التكبير : ۲۹۹۲۔ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذكر : ۲۷۰۴]

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَ اُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾ وَّ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَ اَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ وَّ قَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ يَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾

''اور کاش! تو دیکھے جب وہ گھبرا جائیں گے، پھر بچ نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور وہ قریب جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے۔ اور وہ کہیں گے ہم اس پر ایمان لے آئے، اور ان کے لیے دور جگہ سے (ایمان کو) حاصل کرنا کیسے ممکن ہے۔ حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے اس سے انکار کر چکے ہیں اور وہ بہت دور جگہ سے بن دیکھے (نشانے پر) پھینکتے رہے ہیں۔''

قیامت کے دن حساب کتاب اور جزا و سزا کے فیصلے کے وقت مشرکین کے دل و دماغ پر خوف و دہشت چھائی ہوگی، وہ کہیں بھاگ کر نہ جا سکیں گے، عذاب نار سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی، انھیں بہت ہی قریب سے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اس وقت وہ کہیں گے کہ ہم محمد ﷺ (یا قرآن) پر ایمان لے آئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴾ [السجدة : ۱۲] ''اور کاش! تو دیکھے جب مجرم لوگ اپنے رب کے پاس اپنے سر جھکائے ہوں گے اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا، پس ہمیں واپس بھیج، ہم نیک عمل کریں گے، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔''

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب وہ ایمان کو کہاں پا سکیں گے، وہ تو اس سے بہت دور، بہت دور جا چکے ہوں گے، وہ تو میدانِ محشر میں ہوں گے اور ایمان لانے کی جگہ تو دنیا تھی، وہاں وہ اس سے غافل تھے۔ اب جبکہ وہ نعمت ان سے بہت دور ہو چکی ہے، اس کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہیں، تو اب وہ اسے ہرگز نہیں پا سکیں گے۔

آخری آیت میں فرمایا کہ دنیا میں ان مشرکین نے نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کر دیا تھا اور محض وہم و گمان کی بنیاد پر انھیں جادوگر، شاعر اور مجنون کہا تھا، نیز موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کر دیا تھا۔

وَ حِيْلَ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾ ع ۱۲

''اور ان کے درمیان اور ان چیزوں کے درمیان جن کی وہ خواہش کریں گے، رکاوٹ ڈال دی جائے گی، جیسا کہ اس سے پہلے ان جیسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا۔ یقیناً وہ ایسے شک میں پڑے ہوئے تھے جو بے چین رکھنے والا تھا۔''

میدان محشر کا ایمان مشرکین کے کسی کام نہیں آئے گا، انھیں گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، جیسا کہ ان سے پہلے انھی جیسے کافروں کا انجام ہو چکا ہوگا، یعنی ان کا بھی میدانِ محشر کا ایمان قبول نہیں کیا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔ مشرکین مکہ کا یہ انجام اس لیے ہوگا کہ وہ دنیا کی زندگی میں توحید باری تعالیٰ، نبی کریم ﷺ کی صداقت اور بعث بعد الموت کے بارے میں ہمیشہ شک ہی میں مبتلا رہے، ایمان کے قریب بھی نہیں پھٹکے اور کفر و شرک کی حالت ہی میں ان کی موت آ گئی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمن : ۸۴، ۸۵] ”پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔“

سورة فاطر مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیْۤ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ①

''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے جو دو دو اور تین تین اور چار چار پروں والے ہیں، وہ (مخلوق کی) بناوٹ میں جو چاہتا ہے اضافہ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

"اَلْحَمْدُ" سے مراد وہ تمام تعریفیں ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہو سکتی ہیں، ان سب کا حق دار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بغیر سابق مثال کے پیدا کیا ہے اور جس نے فرشتوں کو انبیاء کے پاس وحی دے کر بھیجا، اپنے بعض دوسرے بندوں کے پاس انھیں الہام اور نیک خوابوں کے ذریعے سے اپنا پیغام رساں بنا کر بھیجا اور انھیں دیگر کارہائے بے شمار کی ذمہ داری سونپی۔ ان فرشتوں میں سے کسی کے دو، کسی کے تین اور کسی کے چار پر ہوتے ہیں، کسی کے اس سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنی حکمت کے مطابق جس چیز کو جتنی تعداد میں چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اس لیے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا : فرشتے انبیاء کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام لاتے ہیں، اسی معنی میں انھیں رسول یعنی پیغامبر کہا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ ﴾ [الشوریٰ : ٥١] ''اور کسی بشر کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی

کے ذریعے، یا پردے کے پیچھے سے، یا یہ کہ وہ کوئی رسول بھیجے، پھر اپنے حکم کے ساتھ وحی کرے جو چاہے، بے شک وہ بے حد بلند، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اے اللہ کے رسول! آپ پر وحی کیسے آتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ’’کبھی تو اس طرح آتی ہے جیسے گھنٹی کی جھنکار اور وحی کی یہ کیفیت مجھ پر بڑی شاق گزرتی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میرے دل و دماغ پر (اس فرشتے کے ذریعے سے) نازل شدہ وحی محفوظ ہو جاتی ہے اور کبھی فرشتہ آدمی کی صورت میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے بات کرتا ہے تو جو کچھ وہ کہتا ہے میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔‘‘ [بخاري، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ ...... الخ : ۲۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب عرق النبي ﷺ في البرد : ۲۳۳۳/۸۷]

أُولِيٓ أَجۡنِحَةٖ مَّثۡنَىٰ وَثُلَٰثَ وَرُبَٰعَ : سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو (ان کی اصلی صورت میں) دیکھا تھا، ان کے چھ سو پر تھے۔ [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم آمين ...... الخ : ۳۲۳۲]

مَا يَفۡتَحِ ٱللَّهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحۡمَةٖ فَلَا مُمۡسِكَ لَهَاۖ وَمَا يُمۡسِكۡ فَلَا مُرۡسِلَ لَهُۥ مِنۢ بَعۡدِهِۦۚ وَهُوَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ ۝٢

’’جو کچھ اللہ لوگوں کے لیے رحمت میں سے کھول دے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جو بند کر دے تو اس کے بعد اسے کوئی کھولنے والا نہیں اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ جو چاہے صرف وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے وہ نہیں ہو سکتا، وہ جو عطا فرمائے، اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے روک لے، اسے کوئی دینے والا نہیں۔ وہ صاحب عزت اور ہر چیز پر غالب ہے اور تمام امور میں حکمت و مصلحت کے مطابق تصرف کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَإِن يَمۡسَسۡكَ ٱللَّهُ بِضُرّٖ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَۖ وَإِن يُرِدۡكَ بِخَيۡرٖ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهِۦ ﴾ [یونس : ۱۰۷] ’’اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کر لے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں۔‘‘

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد کہتے تھے: « لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ » ’’اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ! تیری عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور تیری روکی ہوئی چیز کو کوئی عطا کرنے والا نہیں اور دولت مند کو (اس کی) دولت

تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب الذکر بعد الصلوۃ : ۸٤٤۔ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ : ۵۹۳]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو یہ دعا پڑھتے: ((رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَ مِلْءَ الْأَرْضِ وَ مِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ، وَ كُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ، اَللّٰهُمَّ ! لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ)) ”اے ہمارے رب! ہر قسم کی تعریف صرف تیرے لیے ہے، آسمانوں اور زمین اور ہر اس چیز کے بھرنے کے برابر جو تو چاہے اور بندے نے جو تعریف اور بزرگی بیان کی وہ تیرے ہی لائق ہے اور ہم سب تیرے ہی بندے ہیں۔ اے اللہ ! کوئی روکنے والا نہیں اس چیز کو جو تو نے دی اور کوئی دینے والا نہیں اس چیز کو جو تو نے روک دی اور کسی دولت مند کو دولت مندی تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔“ [مسلم، کتاب الصلوۃ، باب ما یقول إذا رفع رأسه من الرکوع : ٤٧٧]

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۞

”اے لوگو! اللہ کی نعمت یاد کرو جو تم پر ہے، کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے، جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟“

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو حکم دیا ہے کہ ان کے لیے اللہ کی نعمتوں کا جو فیضان عام ہے، اسے یاد کریں اور اس کا شکر ادا کرتے رہیں، تاکہ وہ نعمتیں باقی رہیں اور مزید نعمتوں کا تسلسل باقی رہے۔ ان نعمتوں کو یاد کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب بندہ یہ سمجھے گا کہ ان نعمتوں کا پیدا کرنے والا اور انھیں اس حد تک بھیجنے والا صرف اللہ ہے تو لامحالہ ایک سلیم الفطرت آدمی کے ذہن میں یہ بات آئے گی کہ عبادت کا حق دار بھی وہی تنہا ہے اور اس سے بڑھ کر ناشکری کیا ہو سکتی ہے کہ کھلائے وہ مالک کل اور بندہ گائے کسی اور کا۔ اسی لیے آیت کے آخر میں کہا گیا کہ جب اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں ہے، تو لوگ اس کی وحدانیت سے کیوں روگردانی کرتے ہیں؟

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ : اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [النحل : ۱۸] ”اور اگر تم اللہ کی نعمت شمار کرو تو اسے شمار نہ کر پاؤ گے۔ بے شک اللہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔“

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ : کافروں کو یہ بات تسلیم تھی کہ خالق اور رازق کوئی نہیں

سوائے اللہ تعالیٰ کے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ﴾ [الزمر : ۳۸] ''اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ [یونس : ۳۱] ''کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ''اللہ'' تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟''

وَ اِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

''اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسول جھٹلائے گئے اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔''

اس میں نبی ﷺ کے لیے تسلی ہے کہ آپ کو جھٹلا کر یہ کہاں جائیں گے؟ بالآخر تمام معاملات کا فیصلہ تو ہمیں ہی کرنا ہے۔ جس طرح پچھلی امتوں نے اپنے انبیاء کو جھٹلایا، تو انھیں سوائے بربادی کے کچھ نہیں ملا، اس لیے یہ بھی اگر باز نہ آئے تو ان کو بھی ہلاک کرنا ہمارے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝

''اے لوگو! یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے تو کہیں دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دھوکے باز تمھیں اللہ کے بارے میں دھوکا نہ دے جائے۔''

یعنی دنیا کے مال و دولت، اس کے عیش و آرام، اس کی دل کشی اور دل فریبی میں محو اور مستغرق ہو کر اپنے انجام کو بھول نہ جانا۔ اللہ کے ہاں ہر نعمت سے متعلق قیامت والے دن باز پرس ہونے والی ہے کہ اس کا شکر ادا کیا تھا یا ناشکری کی تھی۔ لہٰذا اس دھوکے میں نہ رہنا کہ زندگی بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ تمھارے تمام تر اعمال ریکارڈ ہو رہے ہیں اور ان کے نتائج تمھیں دوسری زندگی میں بھگتنا ہوں گے۔ اس وقت کف افسوس ملتے ہوئے یہ نہ کہنا کہ اے کاش! ہم نے اس زندگی کی کامیابی کے لیے عمل صالح کیا ہوتا اور ایسا بھی نہ ہو کہ شیطان انھیں یہ کہہ کر بہکا دے کہ اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے اور اس کا فضل و کرم بڑا عام ہے، اس لیے یہاں خوب عیش کر لو، آخر وقت توبہ کر لینا تو وہ غفور رحیم تمھیں ضرور معاف کر دے گا۔

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا : دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ کھینچتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ٦٤] ''اور دنیا کی یہ زندگی نہیں

ہے مگر ایک دل لگی اور کھیل، اور بے شک آخری گھر، یقیناً وہی اصل زندگی ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔" اور فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحديد : ٢٠] "جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔"

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ۭ ۶

"بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے تو اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے گروہ والوں کو صرف اس لیے بلاتا ہے کہ وہ بھڑکتی آگ والوں سے ہو جائیں۔"

لہٰذا اے لوگو! تم شیطان کے فریب میں نہ آ جانا، اس کی ایک بھی بات نہ ماننا، وہ پہلے دن سے تمھارا دشمن ہے، لہٰذا تم اسے دشمن ہی سمجھو گے تو اسی میں تمھاری عافیت ہے، وہ کبھی تمھارا دوست نہیں بن سکتا۔ وہ شرکیہ عقائد و بدعات خواہ کسی خوبصورت انداز ہی میں پیش کرے اور تم اسے کارِ ثواب اور اس میں فلاح دارین ہی سمجھنے لگو، حقیقت میں وہ تمھارے ساتھ دشمنی کر رہا ہوتا ہے۔ اس کا تو اولین مقصد ہی یہ ہے کہ وہ اکیلا دوزخ میں نہ جائے، بلکہ جنوں اور انسانوں کی ایک کثیر تعداد کو اپنا ساتھی بنا کر اپنے ہمراہ دوزخ میں لے جائے۔

اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ : شیطان کے گروہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے اور اللہ کو بھول بیٹھے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٢٧] "بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کے دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔" اور فرمایا: ﴿ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ [المجادلة : ١٩] "شیطان ان پر غالب آ گیا، سو اس نے انھیں اللہ کی یاد بھلا دی، یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ سن لو! یقیناً شیطان کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔"

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ڛ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ۧ ۷

ع ۱۲

''وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کیے ان کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نافرمان اور فرماں بردار بندوں کا انجام بتایا ہے کہ کافروں کو آخرت میں سخت عذاب دیا جائے گا اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور عمل صالح کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرما دے گا اور انھیں جنت اور اس کی بیش بہا نعمتیں عطا کرے گا۔

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖؗ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ⑧

''تو کیا وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا تو اس نے اسے اچھا سمجھا (اس شخص کی طرح ہے جو ایسا نہیں؟) پس بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے، سو تیری جان ان پر حسرتوں کی وجہ سے نہ جاتی رہے۔ بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی کے حاصل کرنے کے لیے جو ضابطے بنا دیے ہیں، بس ان پر چل کر ہی آدمی ہدایت یا گمراہی حاصل کرتا ہے۔ وہ ضابطے یہ ہیں کہ جو شخص خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے کی تلاش میں بھرپور کوشش کرتا ہے وہ ہدایت پا جاتا ہے اور جو شخص حق پوشی اور ہٹ دھرمی اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا راستہ معلوم ہوتے ہوئے بھی محض ضد اور ہٹ دھرمی سے غلط راستہ اختیار کرتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے اور گمراہ ہی رہتا ہے۔ ضد، ہٹ دھرمی اور حق پوشی آدمی کی تباہی کا سبب ہے۔ شیطان ایسے آدمی کا دوست بن جاتا ہے اور اسے اس کے برے اعمال مزین کر کے دکھاتا ہے۔ جب یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے تو آدمی اپنے برے عمل نہیں چھوڑ سکتا، گمراہی ہی میں مبتلا رہتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٣٧] ''اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیے اپنی اولاد کو مار ڈالنا ان کے شریکوں نے خوش نما بنا دیا، تاکہ وہ انھیں ہلاک کریں اور تاکہ وہ ان پر ان کا دین خلط ملط کریں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس چھوڑ انھیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النحل : ٦٣] ''اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوشنما بنا دیے۔ سو وہی آج ان کا دوست ہے اور انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ : رسول اللہ ﷺ کافروں کی خیر خواہی اور انھیں

دوزخ سے بچانے کے سلسلہ میں کافی متفکر رہتے تھے، گویا آپ کافروں کی فکر میں گھلے جا رہے تھے، آپ کی ہر وقت کوشش یہ ہوتی تھی کہ کافر ایمان قبول کر لیں اور عذاب سے بچ جائیں، تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اس خیر خواہی کا ذکر کر کے بار بار آپ کو تسلی دی اور اتنی زیادہ فکر کرنے سے روکا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ [الكهف : ٦] ''پس شاید تو اپنی جان ان کے پیچھے غم سے ہلاک کر لینے والا ہے، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔'' اور فرمایا: ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ [الشعراء : ٣] ''شاید تو اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا ہے، اس لیے کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔''

وَ اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ۝۹

''اور اللہ ہی ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا، پھر وہ بادل کو ابھارتی ہیں، پھر ہم اسے ایک مردہ شہر کی طرف ہانک کر لے جاتے ہیں، پھر ہم اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتے ہیں، اسی طرح اٹھایا جانا ہے۔''

قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونا یقینی ہے، کفار کو یقین نہیں آتا تھا، وہ بار بار اعتراض کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بار بار ان کے اشکالات کا جواب دیتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پھر قیامت کے دن زندہ ہونے کی ایک دلیل دی ہے، فرمایا کہ جس طرح مردہ زمین بارش سے زندہ یعنی سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے، اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ جو اللہ مردہ زمین کو زندہ کر سکتا ہے وہ مردہ انسان کو بھی زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اس میں آخر تعجب کی کون سی بات ہے؟ اللہ تعالیٰ نے بار بار بارش سے مردہ زمین کے زندہ ہونے کا ذکر فرما کر بار بار انسان کے دوبارہ پیدا ہونے پر استدلال کیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [الروم : ٥٠] ''سو اللہ کی رحمت کے نشانات کی طرف دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، بے شک وہی یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ [الحج : ٥ تا ٧] ''اور تو زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے اور ہر خوبصورت قسم میں سے اگاتی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور (اس لیے) کہ بے شک وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور (اس لیے) کہ بے شک وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور (اس لیے) کہ بے شک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور (اس لیے) کہ یقیناً اللہ ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابن آدم تمام کا تمام گل سڑ جاتا ہے، لیکن اس کی ریڑھ کی ہڈی نہیں سڑتی، اسی سے اسے پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے دوبارہ ترکیب دیا جائے گا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و نفخ فی الصور ...... الخ ﴾ : ٤٨١٤۔ مسلم، کتاب الفتن، باب ما بین النفختین : ٢٩٥٥/١٤٢]

ابورزین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا اور اس کی مخلوق میں اس بات کی کیا دلیل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابورزین! کیا تم کبھی اپنی بستی کے آس پاس کی زمین کے پاس سے اس حالت میں نہیں گزرے کہ وہ خشک بنجر پڑی ہوتی ہے، پھر دوبارہ تم گزرتے ہو تو دیکھتے ہو کہ وہ سرسبز ہوتی ہے اور لہرا رہی ہوتی ہے؟'' سیدنا ابورزین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''بس اسی طرح اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرے گا۔'' [مسند أحمد : ١٢،١١/٤، ح : ١٦٢٠٠۔ مسند أبي داوٗد الطیالسی : ٣٩٥٧]

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ مَكْرُ اُولٰٓىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝۱۰

''جو شخص عزت چاہتا ہو سو عزت سب اللہ ہی کے لیے ہے۔ اسی کی طرف ہر پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اسے بلند کرتا ہے اور جو لوگ برائیوں کی خفیہ تدبیر کرتے ہیں ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے اور ان لوگوں کی خفیہ تدبیر ہی برباد ہوگی۔''

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا : دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں عزت طلبی کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی میں لگا رہے۔ اس لیے کہ دنیا و آخرت کا وہی مالک ہے، ہر طرح کی عزت و آبرو اسی کے اختیار میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ؗ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [آل عمران : ٢٦] ''کہہ دے اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں ہر بھلائی ہے، بے شک تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [یونس : ٦٥] ''اور تجھے ان کی بات غمگین نہ کرے، بے شک عزت سب اللہ کے لیے ہے، وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ۝ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴾ [النساء : ١٣٨، ١٣٩] ''منافقوں کو خوش خبری دے

دے کہ بے شک ان کے لیے ایک دردناک عذاب ہے۔ وہ جو کافروں کو مومنوں کے سوا دوست بناتے ہیں، کیا وہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ تو بے شک عزت سب اللہ کے لیے ہے۔"

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ : "الْكَلِمُ الطَّيِّبُ" سے مراد ہر وہ قول وعمل ہے جو ذکر الٰہی کے ضمن میں آتا ہے۔ بندہ جب اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو فرشتے ان کلمات ذکر کو لے کر اللہ تعالیٰ تک پہنچاتے ہیں۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم لوگ اللہ کی عظمت کا جو ذکر کرتے ہو، یعنی تسبیح « سُبْحَانَ اللّٰهِ »، تہلیل « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ » اور تحمید « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ » کے الفاظ کہتے ہو، وہ عرش کے اردگرد چکر لگاتے ہیں۔ ان کی ایسی بھنبھناہٹ ہوتی ہے جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔ وہ اپنے کہنے والے کا (اللہ کے دربار میں) ذکر کرتے ہیں، کیا تم نہیں چاہتے کہ (اللہ کے دربار میں) تمھارا ذکر ہوتا رہے؟" [ابن ماجه، كتاب الأدب، باب فضل التسبيح : ٣٨٠٩۔ مسند أحمد : ٢٦٨/٤، ح : ١٨٣٩٢]

وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ : اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرک اور دیگر معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں، یا ان سے مراد وہ کفار مکہ ہیں جنھوں نے دار الندوہ میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو سخت عذاب کی دھمکی دی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴾ [الأحزاب : ٥٧] "بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا۔"

وَمَكْرُ اُولٰٓىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ : یعنی ان کی سازشیں ناکام ہو کر رہیں گی اور ریاکار کی ریاکاری لوگوں کے سامنے ظاہر ہو کر رہے گی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ [الرعد : ٤٢] "اور بلاشبہ ان لوگوں نے تدبیریں کیں جو ان سے پہلے تھے، سو اصل تدبیر تو سب اللہ ہی کی ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ ہر شخص کر رہا ہے اور عنقریب کفار جان لیں گے کہ اس گھر کا اچھا انجام کس کے لیے ہے۔"

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑪

"اور اللہ ہی نے تمھیں تھوڑی سی مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، پھر اس نے تمھیں جوڑے بنا دیا اور کوئی مادہ نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے اور نہ کسی عمر پانے والے کی عمر بڑھائی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر ایک کتاب میں (درج) ہے۔ بلاشبہ یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بعث بعد الموت کی ایک دوسری دلیل پیش کی ہے، فرمایا کہ اس نے تمھیں پہلی بار تمھارے باپ آدم کی صورت میں مٹی سے پیدا کیا، پھر تمھیں تمھارے باپ دادا کے نطفوں سے پیدا کیا اور تمھاری نسلوں کو تمھارے نطفوں سے پیدا کیا، پھر اس نے اپنے لطف و کرم سے تم میں سے بعض کو مذکر اور بعض کو مؤنث بنایا۔ ہر عورت کا حاملہ ہونا اور بچہ جننا، سب کچھ اس کے علم میں ہوتا ہے۔ کسی انسان کی عمر لمبی ہوتی ہے اور کسی کی مختصر، یہ ساری باتیں لوح محفوظ میں ازل سے مکتوب ہیں اور یہ تمام افعال اللہ کے لیے بہت آسان ہیں۔ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور اس کی قدرت سے کوئی چیز خارج نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا : آدمی کی ابتدا مٹی سے ہوئی، اس سے مراد آدم علیہ السلام کی پیدائش ہے۔ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [آل عمران : ٥٩] ''بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے کہ اسے تھوڑی سی مٹی سے بنایا، پھر اسے فرمایا ہو جا، سو وہ ہو جاتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴾ [الروم : ٢٠] ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھیں حقیر مٹی سے پیدا کیا، پھر اچانک تم بشر ہو، جو پھیل رہے ہو۔'' مٹی سے ابتدا کرنے کے بعد پھر انسان کی پیدائش کو اللہ تعالیٰ نے نطفہ سے جاری کیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴾ [السجدة : ٨] ''پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کے جوڑے بنائے، یعنی یہ مرد و عورت پیدا کیے، جن سے نسل انسانی چل رہی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ [النساء : ١] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔''

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ﴾ [الرعد : ٨] ''اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ اٹھائے ہوئے ہے اور جو کچھ رحم کم کرتے ہیں اور جو زیادہ کرتے ہیں اور ہر چیز اس کے ہاں ایک اندازے سے ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ [لقمان : ٣٤] ''بے شک اللہ، اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں

مرے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔"

﴿ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ﴾ : لوح محفوظ میں لکھا ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز اور ہر کام کا علم پہلے سے ہوتا ہے، کوئی کام اور کوئی چیز کسی حال میں اور کسی وقت بھی اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۵۹، ۶۰] "اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔ اور وہی ہے جو تمھیں رات کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کمایا، پھر وہ تمھیں اس میں اٹھا دیتا ہے، تاکہ مقرر مدت پوری کی جائے، پھر اسی کی طرف تمھارا لوٹنا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔"

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص یہ چاہے کہ اس کی روزی میں کشادگی ہو، یا اس کی عمر بڑھا دی جائے تو اسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔" [بخاری، کتاب البیوع، باب من أحب البسط في الرزق : ۲۰۶۷۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم و تحریم قطیعتها : ۲۵۵۷]

وَ مَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَ مِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۱۲

"اور دو سمندر برابر نہیں ہوتے، یہ میٹھا پیاس بجھانے والا ہے، جس کا پانی آسانی سے گلے سے اترنے والا ہے اور یہ نمکین ہے کڑوا اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور زینت کا سامان نکالتے ہو جو تم پہنتے ہو اور تو اس میں کشتیوں کو دیکھتا ہے پانی کو چیرتی ہوئی چلنے والی ہیں، تاکہ تم اس کے فضل میں سے (حصہ) تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت وصناعی کی ایک مثال پیش کی ہے کہ اس نے دو قسم کے سمندر پیدا کیے ہیں، دیکھنے میں دونوں کا پانی بالکل ایک جیسا ہے، لیکن ایک کا پانی میٹھا اور مزیدار ہے، حلق سے نیچے آسانی کے ساتھ اتر جاتا ہے اور دوسرے کا پانی نمکین اور کھارا ہے۔ دونوں قسم کے سمندروں میں اللہ تعالیٰ نے ایسی مچھلیاں پیدا کی ہیں جو بہت لذیذ ہوتی ہیں، پھر کھارے پانی والے سمندر میں لؤلؤ اور مرجان پیدا ہوتے ہیں، جنھیں عورتیں زینت کے لیے بطور زیور استعمال کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سمندروں کا پانی ایسا بنایا ہے کہ ان میں کشتیاں نہیں ڈوبتیں، یہ سہولت

تمام تیرتی ہوئی ایک ملک سے دوسرے ملک تک چلی جاتی ہیں۔ یہ کشتیاں انسانوں کے لیے تلاش رزق کا سبب اور ذریعہ بنتی ہیں۔ یہ نعمتیں اللہ نے اس لیے دی ہیں تا کہ اس کے بندے ان سے مستفید ہوں اور اس کا شکر ادا کریں۔

وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٦٤] ”بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں اور ان کشتیوں میں جو سمندر میں وہ چیزیں لے کر چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر کیا ہوا ہے، ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [الجاثية : ١٢] ”اللہ وہ ہے جس نے تمھاری خاطر سمندر کو مسخر کر دیا، تا کہ جہاز اس میں اس کے حکم سے چلیں اور تا کہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔“

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾ ع

”وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کے مظاہر قدرت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ کبھی وہ رات کو چھوٹا اور دن کو بڑا بنا دیتا ہے اور کبھی دن کو چھوٹا اور رات کو بڑا بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آفتاب و مہتاب کو بندوں

کے مصالح و منافع کی خاطر ایک خاص نظام کا پابند بنا رکھا ہے، جس سے وہ دونوں تا قیامت سرمو انحراف نہیں کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام جہان والوں کے لیے اعلان کر دیا کہ وہی قادرِ مطلق، سب کا رب اور مالک کل ہے اور مشرکین اس کے سوا جن معبودوں کو پکارتے ہیں وہ تو ایک تنکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔ وہ اگر انھیں پکاریں گے تو ان کی پکار کا جواب نہیں دیں گے، اس لیے کہ وہ بے جان ہیں۔ اگر بفرضِ محال سن بھی لیں تو تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے ہیں، کیونکہ وہ ایک ذرہ کے برابر بھی قدرت نہیں رکھتے ہیں۔ قیامت کے دن تو وہ اپنے معبود ہونے اور اس بات کا بھی قطعی طور پر انکار کر دیں گے کہ مشرکین ان کی پوجا کرتے تھے، یا وہ ان کی عبادت پر راضی تھے۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ : یعنی وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی آسمانوں اور زمین کی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴾ [سبا : ۲۲] ”کہہ دے پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔“

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ : یعنی وہ تمھاری حاجت کو پورا نہیں کر سکتے، وہ بالکل بے بس اور لاچار ہیں۔ نہ ان کے پاس کچھ ہے کہ وہ تمھیں دے سکیں اور نہ وہ تمھاری التجا سن سکتے ہیں کہ تمھاری فریاد رسی کر سکیں، بلکہ اگر بالفرض محال وہ سن بھی لیں تب بھی تمھاری مراد کو پورا نہیں کر سکتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۹۷] ”اور جنھیں تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ خود اپنی مدد کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴾ [الرعد : ۱۴] ”برحق پکارنا صرف اسی کے لیے ہے اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی دعا کچھ بھی قبول نہیں کرتے، مگر اس شخص کی طرح جو اپنی دونوں ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلانے والا ہے، تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے، حالانکہ وہ اس تک ہرگز پہنچنے والا نہیں اور نہیں ہے کافروں کا پکارنا مگر سراسر بے سود۔“

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ : یعنی تم سے براءت کا اظہار کر دیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۙ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴾ [مریم : ۸۱، ۸۲] ”اور انھوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے، تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا، عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مد مقابل ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ

تَزْعُمُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۡ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴾ [القصص : ٦٢، ٦٣] ''اور جس دن وہ انھیں آواز دے گا، پس کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جو تم گمان کرتے تھے؟ وہ لوگ کہیں گے جن پر بات ثابت ہو چکی، اے ہمارے رب! یہ ہیں وہ لوگ جنھیں ہم نے گمراہ کیا، ہم نے انھیں اسی طرح گمراہ کیا جیسے ہم گمراہ ہوئے، ہم تیرے سامنے بری ہونے کا اعلان کرتے ہیں، یہ ہماری تو عبادت نہیں کرتے تھے۔''

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۱۵ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝۱۶ وَ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝۱۷

''اے لوگو! تم ہی اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ ہی سب سے بے پروا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔''

ان آیات سے ثابت ہوا کہ انسانوں میں کوئی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کا محتاج نہ ہو اور وہ تو سب سے بے نیاز اور تمام تعریفوں کا حقیقی مستحق ہے۔ اس کی بے نیازی اور قادر مطلق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ چاہے تو تمھیں اس دنیا سے فنا کر دے اور تمھاری جگہ کسی اور مخلوق کو لے آئے اور یہ کام اس کے لیے نہایت آسان ہے۔

وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ مَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝۱۸

''اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی (جان) اپنے بوجھ کی طرف بلائے گی تو اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جائے گا، خواہ وہ قرابت دار ہو، تو تو صرف ان لوگوں کو ڈراتا ہے جو دیکھے بغیر اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو پاک ہوتا ہے تو وہ صرف اپنے لیے پاک ہوتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ضابطہ یہ ہے کہ جو کرے گا، وہی بھرے گا، یہ ناممکن ہے کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی۔ دوسرا یہ کہ ہر آدمی سے صرف اسی کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کا یہی تقاضا ہے۔ گناہوں کے بوجھ تلے دبا ہوا آدمی اس دن تمنا کرے گا کہ کاش! کوئی اس کے گناہ بانٹ لیتا، لیکن کوئی اس کی مدد کے لیے آگے نہیں بڑھے گا، چاہے وہ اس کا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

آیت کے دوسرے حصے میں نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ کی نصیحتوں سے وہی لوگ فائدہ اٹھائیں گے جو اپنے رب کے ان دیکھے عذاب سے ڈرتے ہیں، نمازیں قائم کرتے ہیں اور کوئی چیز انھیں اس سے غافل نہیں کرتی ہے۔ نیز فرمایا کہ جو شخص شرک و معاصی سے تائب ہو کر ایمان و عمل کی راہ اختیار کرے گا، اس کا اچھا بدلہ اسے ہی ملے گا اور سب کو اللہ کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى : یعنی قیامت کے دن کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾ [الأنعام : ۱۶۴] ”اور کوئی جان کمائی نہیں کرتی مگر اپنے آپ پر اور نہ کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسری کا بوجھ اٹھائے گی۔“ اور فرمایا: ﴿ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۵] ”جس نے ہدایت پائی تو وہ اپنی ہی جان کے لیے ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہوا تو اسی پر گمراہ ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھاتی اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔“

وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى : یعنی اگر چہ اس کا قریبی رشتہ دار ہو، خواہ وہ اس کا باپ یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اس وقت ہر ایک پر نفسا نفسی کی کیفیت طاری ہوگی، ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴾ [عبس : ۳۳ تا ۳۷] ”پس جب کانوں کو بہرا کرنے والی (قیامت) آجائے گی۔ جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ (سے)۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہوگی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا دے گی۔“

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴾ [یٰس : ۱۰، ۱۱] ”اور ان پر برابر ہے، خواہ تو انھیں ڈرائے، یا انھیں نہ ڈرائے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ تو تو صرف اسی کو ڈراتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے۔ سو اسے بڑی بخشش اور باعزت اجر کی خوش خبری دے۔“

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝

اِنۡ اَنۡتَ اِلَّا نَذِیۡرٌ ﴿۲۳﴾

’’اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں۔ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی۔ اور نہ سایہ اور نہ دھوپ۔ اور نہ زندے برابر ہیں اور نہ مردے۔ بے شک اللہ سنا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تو ہرگز اسے سنانے والا نہیں جو قبروں میں ہے۔ تو تو محض ایک ڈرانے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح یہ مختلف اور متضاد اشیا برابر نہیں ہو سکتیں، مثلاً نابینا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے، بلکہ دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے اور جس طرح اندھیرا اور روشنی، سایہ اور دھوپ برابر نہیں ہو سکتے، اسی طرح زندے اور مردے بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ مثال اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے لیے بیان فرمائی ہے کہ مومن اس طرح ہے جیسے زندہ انسان اور کافر اس طرح ہیں جیسے مردہ انسان، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَ مَنۡ کَانَ مَیۡتًا فَاَحۡیَیۡنٰہُ وَ جَعَلۡنَا لَہٗ نُوۡرًا یَّمۡشِیۡ بِہٖ فِی النَّاسِ کَمَنۡ مَّثَلُہٗ فِی الظُّلُمٰتِ لَیۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡہَا ﴾ [الأنعام : ۱۲۲] ’’اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا، پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ایسی روشنی بنا دی جس کی مدد سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، اس شخص کی طرح ہے جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں ہے، ان سے کسی صورت نکلنے والا نہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ الۡفَرِیۡقَیۡنِ کَالۡاَعۡمٰی وَ الۡاَصَمِّ وَ الۡبَصِیۡرِ وَ السَّمِیۡعِ ؕ ہَلۡ یَسۡتَوِیٰنِ مَثَلًا ﴾ [ھود : ۲۴] ’’دونوں گروہوں کی مثال اندھے اور بہرے اور دیکھنے والے اور سننے والے کی طرح ہے، کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں۔‘‘

آگے فرمایا کہ وہ جسے چاہتا ہے اپنی آیتوں کو سمجھنے اور ان سے نصیحت حاصل کرنے کی توفیق دیتا ہے اور جس طرح قبروں میں مدفون مردے سننے کی صلاحیت نہیں رکھتے اسی طرح وہ مردہ دل لوگ جو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور فہم قرآن کی نعمت سے محروم ہوتے ہیں، وہ کسی دلیل و حجت اور کسی نصیحت سے مستفید نہیں ہوتے ہیں۔ کفر پر اصرار کرنے والوں کو مردوں سے تشبیہ دے کر ان کے ایمان سے قطعی طور پر ناامیدی کا اظہار کیا ہے۔ آخری آیت میں فرمایا کہ آپ کی ذمہ داری تو تبلیغ رسالت ہے، اگر کوئی قبول کرے گا تو اپنے لیے اور اگر کوئی کفر و شرک پر اصرار کرے گا تو اس کا وبال اسی کی جان پر پڑے گا۔

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ بِالۡحَقِّ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ؕ وَ اِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ ﴿۲۴﴾ وَ اِنۡ یُّکَذِّبُوۡکَ فَقَدۡ کَذَّبَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۚ جَآءَتۡہُمۡ رُسُلُہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ وَ بِالزُّبُرِ وَ بِالۡکِتٰبِ الۡمُنِیۡرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذۡتُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَکَیۡفَ کَانَ نَکِیۡرِ ﴿۲۶﴾ ع ۱۵

’’بے شک ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت نہیں مگر اس میں ایک ڈرانے والا گزرا ہے۔ اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو بلاشبہ ان لوگوں نے (بھی) جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، ان کے پاس ان

کے رسول واضح دلیلوں کے ساتھ اور صحیفوں کے ساتھ اور روشنی کرنے والی کتاب کے ساتھ آئے۔ پھر میں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جنھوں نے کفر کیا، تو میرا عذاب کیسا تھا؟''

یہ نبی کریم ﷺ کی رسالت کا اعلان ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو منبع ہدایت بنایا اور دین حق دے کر بھیجا ہے، تاکہ آپ مومنوں کو جنت کی خوشخبری دیں اور کافروں اور نافرمانوں کو جہنم سے ڈرائیں۔ نیز آپ کو اور مومنوں کو خبر دی گئی ہے کہ آپ ﷺ پہلے نبی نہیں ہیں جسے اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ نے گزشتہ امتوں میں سے ہر امت کے پاس اپنا رسول بھیجا جس نے انھیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا، پھر کفار مکہ آپ کے نبی ہونے پر کیوں حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہیں؟

اگلی آیت میں نبی کریم ﷺ کی تسلی کے لیے کہا گیا کہ اگر کفار مکہ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں اور آپ کی دعوت کو قبول نہیں کر رہے ہیں تو آپ فکر مند نہ ہوں اور نہ ہمت ہاریے، یہ تو پہلے سے ہوتا آ رہا ہے کہ جب بھی کسی نبی کو کسی قوم کے پاس معجزات اور حق بیان کرنے والی آسمانی کتاب دے کر بھیجا گیا، تو اس کی قوم نے اس کی تکذیب کی، انجام کار اللہ نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا اور اس کی گرفت بڑی ہی سخت ہوتی ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ : یعنی انسانوں کی جتنی بھی امتیں گزری ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سب میں اپنے پیغمبر بھیجے ہیں اور اس طرح ان سب کے عذر دور کر دیے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴾ [الرعد : ۷] ''تو تو صرف ایک ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کے لیے ایک راستہ بتانے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ﴾ [النحل : ۳٦] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو، پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی ثابت ہوگئی۔''

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ۭ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۭ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ کئی پھل نکالے، جن کے

رنگ مختلف ہیں اور پہاڑوں میں سے کچھ سفید اور سرخ قطعے ہیں، جن کے رنگ مختلف ہیں اور کچھ سخت کالے سیاہ ہیں۔ اور کچھ لوگوں اور جانوروں اور چوپاؤں میں سے بھی ہیں جن کے رنگ اسی طرح مختلف ہیں، اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف جاننے والے ہی ڈرتے ہیں، بے شک اللہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنی کمالِ قدرت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ ایک ہی چیز سے مختلف اور متنوع قسم کی اشیاء کو پیدا فرماتا ہے اور وہ چیز پانی ہے جسے وہ آسمان سے نازل فرماتا ہے۔ وہ اس کے ساتھ پیلے، سرخ، سبز اور دیگر مختلف رنگوں کے پھل پیدا فرماتا ہے، جن کا ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک ہی پانی سے پیدا ہونے والے ان پھلوں کے رنگ، ذائقے، اور خوشبوئیں ایک دوسرے سے کس قدر مختلف ہیں، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ فِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾ [الرعد : ٤] ’’اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے مختلف ٹکڑے ہیں اور انگوروں کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت کئی تنوں والے اور ایک تنے والے، جنھیں ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ان میں سے بعض کو پھل میں بعض پر فوقیت دیتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔‘‘

پھر یہ تنوع صرف پھولوں، پھلوں اور سبزیوں ہی میں نہیں ہے، بلکہ جمادات کی طرف دیکھو تو وہاں بھی اللہ کی قدرت کارفرما نظر آئے گی، کہیں خشک، مٹیالے اور سیاہ پہاڑ ہیں اور کہیں پہاڑوں پر بلند و بالا درخت اور سبزہ اگ کے نہایت خوش نما منظر پیش کر رہا ہے۔ کہیں نمک کا پہاڑ ہے اور کہیں سنگِ مرمر کا پہاڑ ہے۔ پھر ایک ہی پہاڑ میں کہیں سیاہ دھاریاں دور تک چلی گئی ہیں اور کہیں سپید ہیں اور کہیں سرخ۔ انسانوں، چوپایوں اور جانوروں کے بھی مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ ایمان و کفر، نیکی و بدی اور رنگوں کا یہ اختلاف اللہ کی قدرت کے مظاہر ہیں، جن میں غور و فکر وہی لوگ کرتے ہیں جنھیں اللہ علم جیسی بیش بہا دولت سے نوازتا ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے آخر میں فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی اس سے حقیقی معنوں میں ڈرتے ہیں۔ اہل مکہ تو جاہل و نادان ہیں، اسی لیے نہ اللہ سے ڈرتے ہیں اور نہ اس کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں، حالانکہ اللہ ہر چیز پر غالب ہے، وہ کسی وقت بھی انھیں ہلاک کرنے پر قادر ہے اور وہ توبہ کرنے والوں کے گناہوں کو معاف کرتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۝۲۹

’’بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس میں سے انھوں نے

پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا، وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کبھی برباد نہ ہوگی۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کے بارے میں فرمایا ہے جو اس کی کتاب کی تلاوت کرتے، اس پر ایمان رکھتے اور اس کے مطابق عمل کرتے ہوئے نماز قائم کرتے اور رات اور دن میں خفیہ اور اعلانیہ طور پر اللہ کے دیے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں۔ ایسے لوگ قیامت کے دن اللہ سے ایسے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہیں جس کا حصول یقینی ہے۔

یَرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ : اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ایک قسم کی تجارت کی ہے، اس تجارت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ اَلتَّآىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآىِٕحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [التوبة : ۱۱۱، ۱۱۲] ”بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں، اس کے بدلے کہ یقیناً ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اس کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوب خوش ہو جاؤ جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ (وہ مومن) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ان مومنوں کو خوش خبری دے دے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [الصف : ۱۰ تا ۱۲] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمھاری ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچا لے؟ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمھیں تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور تمھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور رہنے کی پاکیزہ جگہوں میں، جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝۳۰

”تاکہ وہ انھیں ان کے اجر پورے پورے دے اور اپنے فضل سے انھیں زیادہ بھی دے، بلاشبہ وہ بے حد بخشنے والا،

نہایت قدر دان ہے۔“

یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انھیں نہ صرف ان کا پورا پورا اجر دے گا، بلکہ اپنے فضل و کرم سے اتنا زیادہ دے گا جس کا انھوں نے پہلے سے تصور بھی نہیں کیا ہوگا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن و تائب بندوں کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور ان کے نیک اعمال کا بہت ہی اچھی بدلہ دیتا ہے۔

لِیُوَفِّیَهُمۡ اُجُوۡرَهُمۡ وَ یَزِیۡدَهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ : یعنی ان کے عمل کا انھیں نہ صرف پورا پورا بدلہ دے گا، بلکہ اس قدر زیادہ دے گا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک شخص نے ایک کتا دیکھا جو پیاس کے مارے گیلی مٹی چاٹ رہا تھا، تو اس نے اپنا موزہ اتارا اور اس میں پانی بھر بھر کر اسے پلانا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ سیر ہوگیا۔ اللہ نے اس کے اس کام کی قدر کی اور اس کو جنت عطا فرمائی۔“ [بخاری، کتاب الوضوء، باب إذا شرب الكلب في إناء أحدكم فليغسله سبعًا : ۱۷۳]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک مرتبہ ایک شخص کہیں جا رہا تھا کہ اس نے راستہ میں کانٹوں والی ایک ٹہنی دیکھی جسے اس نے راستہ سے ہٹا دیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس (کے اس کام) کی قدر کی اور اسے بخش دیا۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب فضل التهجير إلى الظهر : ٦٥٢]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اہل جنت کو پکارے گا، فرمائے گا کہ اے جنت والو! وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہم تیری خدمت میں بار بار حاضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم راضی ہو؟ وہ عرض کریں گے، ہم کیوں نہ راضی ہوں؟ یقیناً تو نے ہمیں ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو اپنی ساری مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ ارشاد ہوگا، اب ان سب نعمتوں سے بڑھ کر ایک اور نعمت سے تم کو سرفراز کرتا ہوں۔ وہ عرض کریں گے، اے اللہ! اب ان نعمتوں سے بڑھ کر کون سی نعمت ہوگی؟ ارشاد ہوگا، میں اپنی رضا مندی تم پر نازل کرتا ہوں، اب میں کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٤٩۔ مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة : ٧١٤٥]

وَ الَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ مِنَ الۡکِتٰبِ هُوَ الۡحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیۡرٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۳۱﴾

”اور وہ جو ہم نے تیری طرف کتاب میں سے وحی کی ہے وہی حق ہے، اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے۔ بے شک اللہ اپنے بندوں کی یقیناً پوری خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں قرآن کریم کی عظمت و حقانیت کو بیان کیا گیا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے

رسول ﷺ پر نازل کیا ہے، یہ کسی انسان کی گھڑی ہوئی کتاب نہیں ہے، یہ وہ کتاب برحق ہے جو گزشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، یعنی اس کا پیغام بھی وہی ہے جو تورات وانجیل وغیرہ کا تھا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے۔ چونکہ اللہ اپنے بندوں کے حالات سے خوب واقف ہے، اس لیے اس کے علم میں یہ بات تھی کہ انسانوں کی ہدایت و راہنمائی کے لیے ایک ایسی کتاب کی ضرورت ہے، جو رہتی دنیا تک ان کے لیے شمع ہدایت بن کر باقی رہے۔ چنانچہ اس نے اپنے آخری رسول پر قرآن حکیم نازل کیا ہے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ
وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا
يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ۚ وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ
الَّذِيْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ﴿۳۴﴾ الَّذِيْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ
لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾

”پھر ہم نے اس کتاب کے وارث اپنے وہ بندے بنائے جنھیں ہم نے چن لیا، پھر ان میں سے کوئی اپنے آپ پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں سے کوئی میانہ رو ہے اور ان میں سے کوئی نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، اللہ کے حکم سے۔ یہی بہت بڑا فضل ہے۔ ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے، ان میں انھیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس ان میں ریشم ہوگا۔ اور وہ کہیں گے سب تعریف اس اللہ کی ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا، بے شک ہمارا رب یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے۔ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر میں اتارا، نہ ہمیں اس میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکاوٹ پہنچتی ہے۔“

فرمایا کہ اللہ نے اس کتاب کا وارث امت محمدیہ کو بنایا ہے، جنھوں نے ہر دور میں اسے پڑھا، سمجھا اور سمجھانے کی کوشش کی، لیکن عمل کے اعتبار سے یہ وارثانِ قرآن تین طبقوں میں بٹ گئے۔ ایک طبقہ نے اس پر عمل کرنے میں کوتاہی کی اور بعض کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا، دوسرے طبقہ نے واجبات ادا کیے، محرمات سے اجتناب کیا، لیکن بعض مکروہات کا ارتکاب کیا اور بعض مستحبات کی ادائیگی میں سستی کی اور تیسرے طبقے والے وہ ہیں جو دین کے معاملہ میں پہلے دونوں طبقوں سے سبقت کرنے والے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا فضل و کرم فرمائے گا اور سب کو جنت میں داخل کر دے گا، جس میں انھیں پہننے کے لیے سونے اور موتی کے زیورات اور ریشمی لباس ملیں گے۔ تب سب مل کر اپنے رب کا شکر ادا کریں گے، جس نے ان کے دل سے ہمیشہ کے لیے حزن و ملال دور کر دیا، کہیں گے کہ ہمارا رب بڑا

معاف کرنے والا اور نیک اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دینے والا ہے۔ اسی لیے تو اس نے گناہ گاروں کو معاف کر دیا اور تھوڑی نیکی کرنے والوں کی نیکیوں کو بھی قبول کر لیا اور سب کو جنت میں داخل کر دیا۔ نیز کہیں گے کہ ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں ہمیشہ باقی رہنے والی جنت میں داخل کر دیا، جہاں ہمیں کبھی تھکن اور پریشانی لاحق نہیں ہو گی۔

یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا، جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔“ [مسلم، کتاب الطهارة، باب تبلیغ الحلیة حیث یبلغ الوضوء : ۲۵۰]

وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ : سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص یہاں دنیا میں حریر و ریشم پہنے گا اسے آخرت میں نہیں پہنایا جائے گا۔“ [بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر للرجال و قدر ما یجوز منه : ۵۸۳۴۔ مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم لبس الحریر و غیر ذلك للرجال : ۲۰۶۹/۱۱]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ ریشم کافروں کے لیے دنیا میں ہے اور تم مومنوں کے لیے آخرت میں ہے۔“ [بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر للرجال : ۵۸۳۱۔ مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم استعمال إناء الذهب والفضة علی الرجال : ۲۰۶۷]

الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ : یعنی وہ کہیں گے کہ سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے فضل و کرم اور اپنی رحمت سے ہمیں یہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا، ورنہ ہمارے اعمال ایسے نہ تھے کہ ہم اس مقام کو حاصل کر سکتے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کسی شخص کا عمل اسے جنت میں داخل نہیں کر سکے گا۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا آپ کا بھی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں، میرا بھی نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل اور رحمت میں ڈھانپ لے۔“ [بخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت : ۵۶۷۳۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب لن یدخل أحد الجنة بعمله بل برحمة الله تعالی : ۲۸۱۶/۷۲]

وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا یُقْضٰى عَلَیْهِمْ فَیَمُوْتُوْا وَ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۚ﴿۳۶﴾

”اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ان سے اس کا کچھ عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ایسے ہی ہر ناشکرے کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔“

یہاں کفار اور منکرین قیامت کا انجام بیان کیا گیا ہے، فرمایا جو لوگ اللہ، اس کی آیات اور یوم آخرت کا انکار کریں گے، وہ جہنم کی آگ میں ڈال دیے جائیں گے، جہاں انھیں نہ موت آئے گی، تاکہ غم و الم سے چھٹکارا مل جائے اور

نہ ایک لمحہ کے لیے ان سے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نافرمانوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ مِّنْ وَّرَآىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴾ [إبراهيم : ١٥ تا ١٧] ”اور انھوں نے فیصلہ مانگا اور ہر سرکش، سخت عناد رکھنے والا نامراد ہوا۔ اس کے پیچھے جہنم ہے اور اسے اس پانی سے پلایا جائے گا جو پیپ ہے۔ وہ اسے بمشکل گھونٹ گھونٹ پیے گا اور قریب نہ ہو گا کہ اسے حلق سے اتارے اور اس کے پاس موت ہر جگہ سے آئے گی، حالانکہ وہ کسی صورت مرنے والا نہیں اور اس کے پیچھے ایک بہت سخت عذاب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓىِٕكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴾ [البقرة: ١٦١، ١٦٢] ”بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ کی اور فرشتوں اور لوگوں کی، سب کی لعنت ہے۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں، نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔“ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴾ [الأعلى : ١٣] ”پھر وہ نہ اس میں مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴾ [الزخرف : ٧٧] ”اور وہ پکاریں گے اے مالک! تیرا رب ہمارا کام تمام ہی کر دے۔ وہ کہے گا بے شک تم (یہیں) ٹھہرنے والے ہو۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ تمھاری آگ جسے ابن آدم روشن کرتا ہے، یہ جہنم کی گرمی کا سترواں حصہ ہے۔“ لوگوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! (جلانے کے لیے) یہی آگ کافی تھی، آپ نے فرمایا: ”وہ تو اس سے انہتر (۶۹) گنا زیادہ گرم ہے اور ہر حصہ میں اتنی ہی گرمی ہے۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ٢٨٤٣]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو ابدی جہنمی ہیں انھیں وہاں نہ موت آئے گی اور نہ (اچھائی کی) زندگی ملے گی۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب إثبات الشفاعة و إخراج الموحدين من النار : ١٨٥]

وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝ ۳۷ ع ۱۶

”اور وہ اس میں چلائیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال لے، ہم نیک عمل کریں گے، اس کے خلاف جو ہم کیا کرتے تھے۔ اور کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی کہ اس میں جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا حاصل کر لیتا اور تمھارے پاس خاص

ڈرانے والا بھی آیا۔ پس چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔“

اس آیت میں جہنمیوں کے درد و الم اور شدتِ عذاب کا حال یوں بیان کیا گیا ہے کہ جب ان سے کچھ بھی نہ بن پڑے گا تو دھاڑیں مار مار کر روئیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال کر دنیا میں دوبارہ پہنچا دے، تاکہ ہم عمل صالح کریں، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا ہم نے تمھیں اتنی لمبی عمر نہیں دی تھی کہ تم میں سے جو چاہتا غور و فکر سے کام لیتا اور راہِ راست کو اختیار کرتا؟ کیا تمھارے پاس ہمارے پیغامبر نہیں آئے تھے اور انھوں نے تمھیں ہمارے عذاب سے ڈرایا نہیں تھا؟ لیکن تم لوگوں نے شرک اور گناہوں پر اصرار کیا، تو اب چکھو اپنے کیے کا انجام، آج ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ : ارشاد فرمایا: ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُم مَّا كَانُوا يُخْفُونَ مِن قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ﴾ [الأنعام : ٢٧، ٢٨] ”اور کاش! تو دیکھے جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش! ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ ان کے لیے ظاہر ہو گیا جو وہ اس سے پہلے چھپاتے تھے اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے تو ضرور پھر وہی کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔“

أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے لیے عذر کا کوئی موقع باقی نہیں رکھا جس کو ساٹھ برس تک (دنیا میں) مہلت دی۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستين سنة فقد أعذر الله إليه في العمر ...... الخ : ٦٤١٩]

جب ساٹھ سال وہ عمر ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے عذروں کو ختم اور ان کے بہانوں کو دور کر دیتا ہے تو شاید یہی وجہ ہے کہ اس امت کے اکثر لوگوں کی عمر ساٹھ سال ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہوں گی اور اس سے تجاوز کرنے والے لوگ بہت کم ہوں گے۔“ [ترمذی، کتاب الدعوات، باب أعمار أمتي بين الستين إلى السبعين : ٣٥٥٠۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الأمل والأجل : ٤٢٣٦]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ساٹھ سال کی عمر سوچنے سمجھنے اور نصیحت حاصل کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے، اگر کوئی شخص اتنی عمر پانے کے بعد بھی صحیح راستے پر نہیں آتا تو وہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے کم عمری کا عذر پیش نہیں کر سکتا۔

إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝٣٨

”بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں جاننے والا ہے، بے شک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، وہ دلوں کے بھیدوں اور ضمیروں کے اندرونی رازوں سے آگاہ ہے۔ ہر انسان کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ٥٩] ''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٥] ''کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔''

یہاں یہ بات بیان کرنے سے مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تم دوبارہ دنیا میں جانے کی آرزو کر رہے ہو کہ اب نافرمانی کی جگہ اطاعت اور شرک کی جگہ توحید اختیار کرو گے، لیکن ہمیں علم ہے کہ تم ایسا نہیں کرو گے۔ تمھیں اگر دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے تو تم وہی کچھ کرو گے جو پہلے کرتے رہے ہو، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ ﴾ [الأنعام : ٢٨] ''اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے تو ضرور پھر وہی کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا۔''

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾

''وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں جانشین بنایا، پھر جس نے کفر کیا تو اس کا کفر اسی پر ہے اور کافروں کو ان کا کفران کے رب کے ہاں ناراضی کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتا اور کافروں کو ان کا کفر خسارے کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتا۔''

اللہ تعالیٰ نے قیامت تک اس دنیا کو آباد رکھنے کے لیے ابن آدم کے وجود کا تسلسل قائم کر دیا ہے کہ باپ کے بعد بیٹے اور بیٹوں کے بعد پوتے ہوتے رہتے ہیں اور اس کی پیدا کردہ نعمتوں کے یکے بعد دیگرے وارث بنتے رہتے ہیں۔ یہ باتیں ابن آدم کو موقع فراہم کرتی ہیں کہ وہ غور وفکر کرے اور سوچے کہ کرۂ ارض پر کسی کو دوام حاصل نہیں ہے اور کامیاب وہی ہوگا جو توحید باری تعالیٰ پر ایمان لائے گا اور اطاعت و بندگی کی راہ اختیار کرے گا، جو کوئی کفر کرے گا اسے اس کا بدلہ مل کر رہے گا۔ کفر ایسی بری بلا ہے جو انسان کو اللہ کی رحمت سے ہمیشہ کے لیے دور کر دیتی ہے اور دنیا میں اس کے بغض شدید اور آخرت میں ہلاکت و بربادی کا سبب بنتی ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ

لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿٤٠﴾

”کہہ دے کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا، جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو؟ مجھے دکھاؤ زمین میں سے انھوں نے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے، یا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی کسی دلیل پر قائم ہیں؟ بلکہ ظالم لوگ، ان کے بعض بعض کو دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتے۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا، آپ ان مشرکین سے پوچھیے کہ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، کیا وہ زمین کے پیدا کرنے میں اللہ کے شریک رہے ہیں، یا آسمان کے پیدا کرنے میں کہ وہ تمھاری نظر میں عبادت کے مستحق بن گئے ہیں؟ یا اللہ کی طرف سے کوئی نوشتہ تمھارے پاس ہے، جس میں لکھا ہے کہ اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بنانا جائز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، حقیقت یہ ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے، بلکہ یہ ظالم لوگ اپنے آپ کو ایک دوسرے سے یہ کہہ کر دھوکا دیتے ہیں کہ ہمارے یہ معبود اللہ کے نزدیک سفارشی بنیں گے اور ہمیں اس سے قریب کریں گے، اس لیے بغیر دلیل و برہان ان کی عبادت کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ٤] ”کہہ دے کیا تم نے دیکھا جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ لاؤ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب، یا علم کی کوئی نقل شدہ بات، اگر تم سچے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [لقمان : ١٠، ١١] ”اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تاکہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس میں ہر طرح کی عمدہ قسم اگائی۔ یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔“

بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا : سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ عزوجل ظالم کو مہلت دیتا ہے (اس کی باگ ڈھیلی کرتا ہے، تاکہ وہ خوب نافرمانی کرے اور عذاب کا مستحق ہو جائے) پھر جب پکڑتا ہے تو اس کو نہیں چھوڑتا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨٣]

إِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَ لَئِنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

”بے شک اللہ ہی آسمانوں کو اور زمین کو تھامے رکھتا ہے، اس سے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹیں اور یقیناً اگر وہ ہٹ جائیں تو اس کے بعد کوئی ان دونوں کو نہیں تھامے گا، بے شک وہ ہمیشہ سے نہایت بردبار، بے حد بخشنے والا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت کی دلیل پیش کی ہے کہ صرف اس کی ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو ان کی جگہ قائم رکھا ہوا ہے، ان کے اندر ایسی قوت پیدا کر دی ہے کہ سارے آسمان اپنی اپنی جگہ بغیر کسی مرئی سہارے کے قائم ہیں اور زمین بھی اپنی جگہ ثابت ہے، اس میں حرکت پیدا نہیں ہوتی، ورنہ آسمان انسانوں کے سروں پر گر کر انھیں تباہ کر دیتا اور زمین ہل کر تمام مخلوقات کو تہ و بالا کر دیتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ يُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحج : ٦٥] ”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے تمھاری خاطر مسخر کر دیا ہے جو کچھ زمین میں ہے اور ان کشتیوں کو بھی جو سمندر میں اس کے حکم سے چلتی ہیں اور وہ آسمان کو تھامے رکھتا ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے اذن سے۔ بے شک اللہ یقیناً لوگوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا : یعنی اللہ تعالیٰ کافروں کے شرک کو برداشت کرتا رہتا ہے، فوراً عذاب نہیں بھیجتا، تاکہ مہلت کے زمانہ میں وہ ایمان لے آئیں، جیسا کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اذیت پہنچانے والی بات سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں، لوگ اس کے لیے بیٹا بناتے ہیں اور وہ پھر بھی انھیں عافیت سے رکھتا ہے اور رزق دیتا ہے۔“ [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ إن الله هو الرزاق ذو القوة المتين ﴾ : ٧٣٧٨۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب في الكفار : ٢٨٠٤]

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ﴿۴۲﴾ ۙ اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَ مَكْرَ السَّيِّئِ ؕ وَ لَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾

”اور انھوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی قسم کھائی کہ واقعی اگر کوئی ڈرانے والا ان کے پاس آیا تو ضرور بالضرور وہ امتوں میں سے کسی بھی امت سے زیادہ ہدایت پانے والے ہوں گے، پھر جب ان کے پاس ایک ڈرانے

والا آیا تو اس نے ان کو دور بھاگنے کے سوا کچھ زیادہ نہیں کیا۔ زمین میں تکبر کی وجہ سے اور بری تدبیر کی وجہ سے اور بری تدبیر اپنے کرنے والے کے سوا کسی کو نہیں گھیرتی۔ اب یہ پہلے لوگوں سے ہونے والے طریقے کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ پس تو نہ کبھی اللہ کے طریقے کو بدل دینے کی کوئی صورت پائے گا اور نہ کبھی اللہ کے طریقے کو پھیر دینے کی کوئی صورت پائے گا۔‘‘

نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے کفار مکہ جب یہود و نصاریٰ کی بگڑی ہوئی اخلاقی حالت کو دیکھتے تھے تو بڑھ چڑھ کر باتیں کرتے اور قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس بھی کوئی پیغمبر آیا ہوتا جو ہماری راہنمائی کرتا تو ہم یقیناً ہر لحاظ سے تم سے بہتر ہوتے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنا نبی مبعوث فرما دیا اور انھیں یہ معلوم ہوا کہ اب انھیں اپنی اپنی سرداریوں اور چودھراہٹوں سے دستبردار ہو کر اس نبی کا مطیع فرمان بن کر رہنا پڑے گا تو اکڑ گئے اور قسمیں کھا کھا کر جو دعوے کیا کرتے تھے ان سے پھر گئے۔ کافروں کے اس قول کا ذکر دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یوں کیا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ۙ۝ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ۝ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الصافات : ۱٦۷ تا ۱۷۰] ’’اور بے شک وہ (کافر) تو کہا کرتے تھے۔ اگر واقعی ہمارے پاس پہلے لوگوں کی کوئی نصیحت ہوتی۔ تو ہم ضرور اللہ کے چنے ہوئے بندے ہوتے۔ تو انھوں نے اس کا انکار کر دیا، سو جلد ہی جان لیں گے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے کافروں کے پاس رسول بھیج کر ان کے عذر کو ختم کر دیا، اب وہ قیامت کے دن ایمان نہ لانے کا کوئی عذر پیش نہیں کر سکیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۙ۝ اَنْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَ اِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۙ۝ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ صَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۵ تا ۱۵۷] ’’اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، بڑی برکت والی، پس اس کی پیروی کرو اور بچ جاؤ، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ تم کہو کہ کتاب تو صرف ان دو گروہوں پر اتاری گئی جو ہم سے پہلے تھے اور بے شک ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے یقیناً بے خبر تھے۔ یا یہ کہو کہ اگر واقعی ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت والے ہوتے۔ پس بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی، پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے کنارا کرے۔ عنقریب ہم ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے کنارا کرتے ہیں، برے عذاب کی جزا دیں گے، اس کے بدلے جو وہ کنارا کرتے تھے۔‘‘

یعنی جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے تو انھوں نے ان سے شدید نفرت و عداوت کی، کبر و غرور کی وجہ سے ان پر

ایمان نہیں لائے، بلکہ لوگوں کو اللہ کے دین سے برگشتہ کرنے کے لیے نوع بہ نوع سازشیں کیں۔ وہ نادان اس حقیقت سے نابلد تھے کہ سازش بالآخر سازش کرنے والے ہی کے گلے کا پھندا بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کے کردار سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اس انتظار میں ہیں کہ اللہ انھیں بھی گزشتہ قوموں کی طرح ہلاک کر دے۔ اگر انھوں نے اپنی حالت نہیں بدلی تو یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ کا قانون کبھی نہیں بدلتا اور نہ ایسا ہوتا ہے کہ عذاب کا مستحق کوئی ہو اور نازل کسی اور پر ہو جائے۔ اس لیے اہل مکہ کے لیے اسی میں خیر ہے کہ عذاب کا وقت آنے سے پہلے توبہ کر لیں اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں۔

اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ : جو لوگ اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں وہ گویا اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، وہ اللہ کے انتقام اور عذاب کو دعوت دیتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ ۖ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴾ [إبراهيم : ٤٦، ٤٧] ”اور بے شک انھوں نے تدبیر کی، اپنی تدبیر اور اللہ ہی کے پاس ان کی تدبیر ہے اور ان کی تدبیر ہرگز ایسی نہ تھی کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ پس تو ہرگز گمان نہ کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے۔ یقیناً اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے۔“

فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا : یعنی جن حالات میں گزشتہ امتوں پر عذاب آتا رہا ہے، ان حالات میں ان پر بھی آکر رہے گا اور یہ اس کو ٹال نہیں سکیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ ۚ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَالٍ ﴾ [الرعد : ١١] ”اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کر لے تو اسے ہٹانے کی کوئی صورت نہیں اور اس کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہیں۔“

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ﴿٤٤﴾

”اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، حالانکہ وہ قوت میں ان سے زیادہ سخت تھے اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں کوئی چیز اسے بے بس کر دے، بے شک وہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد (ﷺ)! ان تکذیب کرنے والوں سے کہہ دو جن کے پاس آپ پیغام الٰہی لے کر آئے ہیں کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ پیغمبروں کی تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں کس

طرح تباہ و برباد کیا؟ اسی طرح کا عذاب ان کافروں کو بھی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تکذیب کرنے والوں پر ایسا عذاب نازل کیا کہ ان کے مکان خالی ہو گئے، کمالِ قوت اور ساز و سامان کی کثرت کی صورت میں جو نعمتیں ان کو دی گئی تھیں، وہ ان سے محروم کر دیے گئے، اموال و اولاد کی کثرت ان کے کچھ کام نہ آئی اور نہ ان سے اللہ کے عذاب کو ٹال سکی، کیونکہ اللہ تعالیٰ جب آسمانوں اور زمین میں کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرما لیتا ہے تو اسے کوئی چیز اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے سے روک نہیں سکتی۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْۤاٰۤى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [الروم: ۹، ۱۰] ”اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔ وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے اور انھوں نے زمین کو پھاڑا اور اسے آباد کیا اس سے زیادہ جو انھوں نے اسے آباد کیا ہے اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔ پھر ان لوگوں کا انجام جنھوں نے برائی کی بہت برا ہی ہوا، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔“

وَ لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۝۴۵

”اور اگر اللہ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑے جو انھوں نے کمایا تو اس کی پشت پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑے اور لیکن وہ انھیں ایک مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب ان کا مقرر وقت آ جائے تو بے شک اللہ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔“

فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہر گناہ پر دنیا ہی میں اس کا مؤاخذہ کرتا اور اس پر عذاب نازل کر دیتا تو کرۂ ارض پر کوئی ذی روح باقی نہ رہتا۔ اس نے انسانوں اور جنوں کے حساب کتاب کے لیے قیامت کا دن مقرر کر رکھا ہے۔ جب وہ وقت آ جائے گا تو وہ سب کو اکٹھا کرے گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا و سزا دے گا۔ وہ خوب واقف ہے کہ کون اس دن عذاب کا مستحق ہو گا اور کون اعزاز و اکرام کا؟

سورۃ یٰسٓ مکیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

یٰسٓ ﴿۱﴾ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴﴾ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۵﴾

''یٰسٓ۔ اس حکمت سے بھرے ہوئے قرآن کی قسم! بلاشبہ تو یقیناً بھیجے ہوئے لوگوں میں سے ہے۔ سیدھی راہ پر ہے۔ یہ سب پر غالب، نہایت مہربان کا نازل کیا ہوا ہے۔''

وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ : قرآن مجید کو حکمت والا کہا گیا ہے، اس لیے کہ اس میں حکمت کی باتیں بیان کی گئی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴾ [آل عمران : ۵۸] ''یہ ہے جسے ہم آیات اور پر حکمت نصیحت میں سے تجھ پر پڑھتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۹] ''یہ اس میں سے ہیں جو تیرے رب نے حکمت میں سے تیری طرف وحی کی۔''

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ : مشرکین نبی ﷺ کی رسالت میں شک کرتے تھے، اس لیے آپ کی رسالت کا انکار کرتے اور کہتے تھے: ﴿ لَسْتَ مُرْسَلًا ﴾ [الرعد : ۴۳] ''تو کسی طرح رسول نہیں ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں قرآن حکیم کی قسم کھا کر کہا کہ آپ ﷺ یقیناً اس کے پیغمبروں میں سے ہیں۔ اس میں آپ کے شرف و فضل کا اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی رسول کی رسالت کے لیے قسم نہیں کھائی، یہ بھی آپ ﷺ کے امتیازات اور خصائص میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی رسالت کے اثبات کے لیے قسم کھائی۔

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ : یعنی یہ راستہ، طریقہ اور دین جسے آپ لائے ہیں اللہ رب العالمین نے اپنے مومن بندوں کے لیے نازل فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴾ [الشورىٰ : ۵۲، ۵۳] ”بلاشبہ تو یقیناً سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ اس اللہ کے راستے کی طرف کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے، سن لو! تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہودی اکہتر یا بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور نصاریٰ بھی اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔“ [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب شرح السنة : ۴۵۹۶۔ ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی افتراق ھذہ الأمة : ۲۶۴۰]

ابو عامر ہوزنی کا بیان ہے کہ سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما ہم میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور کہا، خبردار! یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: ”خبردار! تم سے پہلے اہل کتاب بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوئے اور یہ ملت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ بہتر (۷۲) آگ میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور یہی ”الجماعة“ ہوگا۔“ [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب شرح السنة : ۴۵۹۷۔ مسند أحمد : ۴/۱۰۲، ح : ۱۶۹۴۰]

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝

”تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے، تو وہ بے خبر ہیں۔“

یعنی یہ قرآن آپ پر اس لیے نازل کیا گیا ہے، تاکہ آپ اس کے ذریعے سے مشرکین مکہ کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں، جن کے پاس ایک طویل مدت سے، یعنی اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد سے کوئی نبی نہیں بھیجا گیا ہے۔ اسی لیے وہ لوگ خالق و مخلوق کے حقوق کو بھول گئے ہیں اور کفر و فساد اور انکار آخرت جیسی برائیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اسی حقیقت کو دوسری جگہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴾ [السجدة : ۳] ”یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے خود گھڑ لیا ہے۔ بلکہ وہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے، تاکہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ راہ پائیں۔“

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

”بے شک ان کے اکثر پر بات ثابت ہو چکی، سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے مطابق لوح محفوظ میں یہ بات لکھ دی ہے کہ اکثر و بیشتر کفارِ مکہ ایمان نہیں لائیں

گے، جیسے ابوجہل، عتبہ، شیبہ وغیرہ۔ ''بات ثابت ہو چکی'' سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ لَاَمۡلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنۡكَ وَمِمَّنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴾ [صٓ : ۸۵] ''کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے بھر دوں گا، جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے۔''

تو گویا اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا ہے کہ جو بات میں نے ابلیس کو اس کے پیروکاروں کے بارے میں کہی تھی وہ بات ان کافروں کے حق میں بحیثیت پیروکارانِ ابلیس ثابت ہو گئی ہے کہ یہ لوگ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

اِنَّا جَعَلۡنَا فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ اَغۡلٰلًا فَهِىَ اِلَى الۡاَذۡقَانِ فَهُمۡ مُّقۡمَحُوۡنَ ۝۸

''بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں کئی طوق ڈال دیے ہیں، پس وہ ٹھوڑیوں تک ہیں، سو ان کے سر اوپر کو اٹھا دیے ہوئے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ بد بخت لوگ، جن کے مقدر میں بدبختی لکھ دی گئی ہے، ان کا ہدایت کی طرف پہنچنا ایسے ہے جیسے وہ شخص ہو جس کی گردن میں طوق ڈال دیا گیا ہو اور اس کے دونوں ہاتھوں کو اس کی گردن سے اس کی ٹھوڑی کے نیچے باندھ دیا گیا ہو اور وہ سر کو اوپر اٹھائے تو اس کا سر اوپر کو اٹھا رہ جائے، نہ نیچے کی طرف دیکھ پائے اور نہ ادھر ادھر دیکھ سکے۔ تو جس طرح ایسے لوگ نیچے کی طرف دیکھ کر کبھی راہ راست پر نہیں چل سکتے ہیں، اسی طرح مشرکین مکہ بھی اللہ کی ہدایت سے لاکھوں کوس دور ہیں، وہ کبھی حق کی طرف مائل نہیں ہو سکتے ہیں۔

وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ سَدًّا وَّمِنۡ خَلۡفِهِمۡ سَدًّا فَاَغۡشَيۡنٰهُمۡ فَهُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ ۝۹

''اور ہم نے ان کے آگے سے ایک دیوار کر دی اور ان کے پیچھے سے ایک دیوار، پھر ہم نے انھیں ڈھانپ دیا تو وہ نہیں دیکھتے۔''

کفارِ مکہ کی دوسری مثال ان لوگوں کی ہے جن کے آگے اور پیچھے رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہوں اور وہ کچھ بھی نہ دیکھ پاتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کے ایمان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں، اس لیے وہ کفر کی دلدل سے نکل کر دائرۂ ایمان میں کبھی داخل نہیں ہو سکیں گے۔

وَسَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝۱۰ اِنَّمَا تُنۡذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكۡرَ وَخَشِىَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَيۡبِ‌ ۚ فَبَشِّرۡهُ بِمَغۡفِرَةٍ وَّاَجۡرٍ كَرِيۡمٍ ۝۱۱

''اور ان پر برابر ہے، خواہ تو انھیں ڈرائے، یا انھیں نہ ڈرائے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ تو تو صرف اسی کو ڈراتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے۔ سو اسے بڑی بخشش اور باعزت اجر کی خوش خبری دے۔''

اکابر مجرمینِ مکہ کے بارے میں آپ ﷺ کو خبر دی گئی ہے کہ آپ چاہیں انھیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، یہ ایمان لانے

والے نہیں ہیں، جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَ لَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴾ [یونس : ۹۶، ۹۷] ”بے شک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ خواہ ان کے پاس ہر نشانی آ جائے، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔“

آگے فرمایا کہ اپنی دعوت و تبلیغ کا رخ ان کی طرف پھیر دیجیے جن کے بارے میں امید ہو کہ وہ دعوت حق کو قبول کر لیں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں، اس کی آیات میں غور و فکر کرتے ہیں، ان پر عمل کرتے ہیں اور دنیا کی زندگی میں اللہ کو بغیر دیکھے اس سے ڈرتے ہیں اور جب تنہائی میں ہوتے ہیں، انھیں کوئی نہیں دیکھ رہا ہوتا، تب بھی اس سے ڈرتے ہوئے گناہ سے بچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ آپ ایسے لوگوں کو گناہوں سے مغفرت اور اجر کریم یعنی جنت کی بشارت دے دیجیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ مَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴾ [فاطر : ۱۸] ”تو تو صرف ان لوگوں کو ڈراتا ہے جو دیکھے بغیر اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو پاک ہوتا ہے تو وہ صرف اپنے لیے پاک ہوتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾ [الملك : ۱۲] ”یقیناً جو لوگ اپنے رب سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور بڑا اجر ہے۔“

وَ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔“ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة ویل للمطففین : ۳۳۳٤]

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ ؕ وَ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْۤ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ع ۲ ۱۸

”بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ہم لکھ رہے ہیں جو عمل انھوں نے آگے بھیجے اور ان کے چھوڑے ہوئے نشان بھی اور جو بھی چیز ہے ہم نے اسے ایک واضح کتاب میں ضبط کر رکھا ہے۔“

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى : بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مُردوں کو زندہ کرے گا، اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو ان کفار کے دلوں کو زندہ فرما دے جو ضلالت و گمراہی کے باعث مردہ ہو چکے ہیں اور انھیں حق کی ہدایت عطا فرما دے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دلوں کی سختی ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ [الحدید : ۱۷] ”جان لو کہ بے شک اللہ زمین کو اس کی موت

کے بعد زندہ کرتا ہے، بلاشبہ ہم نے تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، تاکہ تم سمجھو۔'' اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ [الحج : ٦، ٧] ''یہ اس لیے ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور (اس لیے) کہ بے شک وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور (اس لیے) کہ بے شک وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور (اس لیے) کہ بے شک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور (اس لیے) کہ یقیناً اللہ ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔''

وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ : یعنی ہم ان کے ان اعمال کو بھی لکھ لیتے ہیں جو انھوں نے خود سرانجام دیے اور ان کے ان نشانات کو بھی جو انھوں نے اپنے بعد پیچھے چھوڑے، ہم انھیں ان کا بدلہ دیں گے، اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھا بدلہ اور اگر برے ہوئے تو برا بدلہ، جیسا کہ سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اسلام میں کوئی اچھی بات (یعنی کتاب و سنت کی بات) جاری کرے تو اس کے لیے اپنے عمل کا ثواب بھی ہے اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے (اس کی دیکھا دیکھی) ان کا بھی ثواب ہے اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی اور جو شخص اسلام میں کوئی بری بات (یعنی بدعت وغیرہ) جاری کرے تو اس کے لیے اپنے عمل کا بھی گناہ ہے اور ان لوگوں کا بھی جو اس کے بعد (اس کی دیکھا دیکھی) اس پر عمل کریں گے اور ان گناہ کرنے والوں کے گناہ میں بھی کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔'' [مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ ...... الخ : ١٠١٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ہدایت کی طرف بلائے تو اسے بھی ہدایت پر چلنے والوں کے اجر کے برابر اجر ملے گا اور اس سے ان لوگوں کا اجر کچھ کم نہیں ہوگا اور جو شخص گمراہی کی طرف بلائے تو اسے بھی گمراہی پر چلنے والوں کے گناہ کے برابر گناہ ہوگا اور اس سے ان گناہ کرنے والوں کا گناہ کچھ کم نہیں ہوگا۔'' [مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنۃ حسنۃ : ٢٦٧٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے: ① صدقہ جاریہ۔ ② وہ علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔ ③ اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔'' [مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاتہ : ١٦٣١]

صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ یہاں ''آثار'' سے مراد نماز کے لیے مساجد کی طرف جانے والوں کے قدموں کے آثار ہیں، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کے آس پاس کچھ مکانات خالی ہوئے تو قبیلہ بنو سلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ (اپنے محلے سے اٹھ کر یہیں) مسجد کے قریب کے مکانات میں آ بسیں۔ جب اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو (کیا یہ ٹھیک ہے)؟'' انھوں نے جواب دیا، ہاں، اے اللہ کے رسول! ہم نے اس کام کا ارادہ کیا

ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے بنوسلمہ! اپنے مکانات ہی میں رہو، تمھارے قدموں کے نشانات (جو تم مسجد کی طرف چل کر آتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں) لکھے جاتے ہیں، اپنے مکانات ہی میں رہو، تمھارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔“ [مسلم، کتاب المساجد، باب فضل کثرۃ الخطا إلی المساجد : ٦٦٥]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں ایک شخص فوت ہوا، اس کی جائے پیدائش بھی مدینہ ہی تھی، نبی ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھایا اور فرمایا: ”کاش! یہ اپنی جائے پیدائش کے علاوہ کسی اور جگہ فوت ہوتا۔“ ایک آدمی نے عرض کی، کیوں، اے اللہ کے رسول!؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی جب اپنی جائے پیدائش کے علاوہ کسی اور جگہ فوت ہوتا ہے تو اسے جائے پیدائش سے لے کر مقام وفات تک پیمائش کر کے (اس کے برابر جگہ) جنت میں دی جاتی ہے۔“ [مسند أحمد : ۱۷۷/۲، ح : ٦٦٦٥۔ ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ما جاء فیمن مات غریبًا : ١٦١٤]

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ إِمَامٍ مُّبِيْنٍ : یعنی تمام کائنات کو کتاب مسطور اور لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے۔ ”اِمَامٍ مُّبِيْنٍ“ سے یہاں ”ام الکتاب“ مراد ہے، یعنی آدمی کا ہر عمل اس کے صحیفۂ اعمال میں درج کر لیا جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [الکھف : ٤٩] ”اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔“

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: ”اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمانوں اور زمین کے بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دیں اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰی صلی اللہ علیہما وسلم : ٢٦٥٣]

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾

”اور ان کے لیے بستی والوں کو بطور مثال بیان کر، جب اس میں بھیجے ہوئے آئے۔ جب ہم نے ان کی طرف دو (پیغمبر) بھیجے تو انھوں نے ان دونوں کو جھٹلا دیا، پھر ہم نے تیسرے کے ساتھ تقویت دی تو انھوں نے کہا بے شک ہم

تمھاری طرف بھیجے ہوئے ہیں۔ انھوں نے کہا تم ہمارے جیسے بشر ہی تو ہو اور رحمان نے کوئی چیز نازل نہیں کی، تم تو محض جھوٹ ہی کہہ رہے ہو۔ انھوں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ یقیناً ہم تمھاری طرف ضرور بھیجے ہوئے ہیں۔ اور ہم پر صاف پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں۔''

نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ وہ کفارِ مکہ کو ایک بستی والے کا قصہ سنا دیں، جہاں کے رہنے والوں نے کفر و شرک پر اسی طرح اصرار کیا تھا، جس طرح یہ لوگ کر رہے ہیں اور اللہ کے رسولوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا تھا، جیسا کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ کر رہے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں چیخ کے ذریعے سے ہلاک کر دیا، تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ان قریشیوں کا انجام بھی اسی بستی والوں جیسا ہو۔

اس بستی کے رہنے والے کفر و شرک میں مبتلا تھے اور دیگر گناہوں کا ارتکاب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے پہلے دو نبی بھیجے، جن کی انھوں نے تکذیب کی، تو ان کی تائید کے لیے تیسرا نبی بھیجا، ان تینوں نے اہل قریہ کو یقین دلانا چاہا کہ وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں، تو لوگوں نے ان کی بھی تکذیب کر دی اور کہا کہ تم نبی کیسے ہو سکتے ہو؟ تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو اور اللہ نے کسی انسان کو نبی بنا کر اس پر آسمان سے کبھی کچھ نہیں اتارا ہے، یہ تمھاری افترا پردازی ہے۔ جب ان کا انکار بڑھا تو رسولوں نے اپنی بات میں مزید زور پیدا کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا رب خوب جانتا ہے کہ ہم بلاشبہ تمھاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ہماری ذمہ داری اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ہم اللہ کا پیغام پوری صراحت و وضاحت کے ساتھ لوگوں تک پہنچا دیں۔

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَ لَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَىِٕنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

''انھوں نے کہا بے شک ہم نے تمھیں منحوس پایا ہے، یقیناً اگر تم باز نہ آئے تو ہم ضرور ہی تمھیں سنگسار کر دیں گے اور تمھیں ہماری طرف سے ضرور ہی دردناک عذاب پہنچے گا۔ انھوں نے کہا تمھاری نحوست تمھارے ساتھ ہے۔ کیا اگر تمھیں نصیحت کی جائے، بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔''

کافروں نے رسولوں کی یہ بات سن کر کہا کہ ہم تو تمھاری آمد کو اپنے لیے بدشگونی سمجھ رہے ہیں۔ جب سے تم لوگوں نے اس شہر میں قدم رکھا ہے بارش رک گئی ہے۔ وہ رسول لگ بھگ انھیں دس سال تک اللہ کے دین کی طرف بلاتے رہے، لیکن حق کی طرف مائل ہونے کے بجائے، ان کا کبر و غرور بڑھتا گیا۔ ایک دن بستی والوں نے رسولوں سے کہا کہ اگر تم اپنی دعوت سے باز نہ آئے اور اپنی تحریک بند نہ کی تو ہم لوگ تمھیں سنگسار کر دیں گے اور تمھیں بہت ہی سخت سزا دیں گے۔ رسولوں نے کہا کہ تمھاری شامت اور پکڑ تمھارے کفر اور رسولوں کو جھٹلانے کی وجہ سے ہے، بارش کا

رک جانا اور قحط سالی تمھارے گناہوں کی وجہ سے ہے، کیا تم لوگ صرف اس لیے ہمارے وجود سے بدشگونی لے رہے ہو کہ ہم نے تمھیں اللہ کی طرف بلایا ہے اور اس کی وحدانیت کی دعوت دی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ کفر و معاصی میں حد سے گزر گئے ہو۔

قَالُوْۤا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ :اسلام نے بدشگونی اور نحوست کا عقیدہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ بدشگونی کوئی چیز نہیں، جس کام کا ارادہ کیا ہے اسے کرے، بدشگونی کی وجہ سے اس سے باز نہیں آنا چاہیے، کیونکہ بدشگونی تو شرک ہے۔ اس سلسلہ میں احادیث رسول بہترین راہنمائی کرتی ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بدشگونی کوئی چیز نہیں۔'' [بخاری، کتاب الطب، باب الطیرۃ : ٥٧٥٤۔ مسلم، کتاب السلام، باب لا عدوی ولا طیرۃ ...... الخ : ۱۰۲/ ۲۲۲۰]

سیدنا معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بدشگونی محض ایک وہم ہے جو تمھارے دل میں گزرتا ہے، یہ وہم تمھیں کسی کام سے نہ روکے۔'' [مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکھانۃ و إتیان الکھان : ٥٣٧، بعد حدیث : ۲۲۲۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی بیماری متعدی نہیں، بدشگونی کوئی چیز نہیں، الو کی نحوست کوئی چیز نہیں اور صفر کی نحوست کوئی چیز نہیں (بلکہ یہ محض وہم ہیں)۔'' [مسلم، کتاب السلام، باب لا عدوی ولا طیرۃ ...... الخ : ۲۲۲۰]

قَالُوْا طَآىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ : یعنی تمھاری نحوست تمھی پر لوٹائی گئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی قوم کے بارے میں فرمایا: ﴿ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓىِٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [الأعراف : ۱۳۱] ''تو جب ان پر خوش حالی آتی تو کہتے یہ تو ہمارے ہی لیے ہے اور اگر انھیں کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور اس کے ساتھ والوں کے ساتھ نحوست پکڑتے۔ سن لو! ان کی نحوست تو اللہ ہی کے پاس ہے۔'' قوم صالح نے کہا تھا: ﴿ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَ بِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓىِٕرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [النمل : ٤٧] ''انھوں نے کہا ہم نے تیرے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو تیرے ہمراہ ہیں، بدشگونی پکڑی ہے۔ کہا تمھاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴾ [النساء : ۷۸] ''اور اگر انھیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انھیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے۔ کہہ دے سب اللہ کی طرف سے ہے، پھر ان لوگوں کو کیا ہے کہ قریب نہیں ہیں کہ کوئی بات سمجھیں۔''

وَ جَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ

لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

''اور شہر کے سب سے دور کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا اے میری قوم! ان رسولوں کی پیروی کرو۔ ان کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتے اور وہ سیدھی راہ پائے ہوئے ہیں۔''

اس بستی کے ایک کنارے پر ایک مرد صالح رہتا تھا جس کا نام حبیب بن موسیٰ نجار تھا، جب اس نے سنا کہ بستی والے اللہ کے رسولوں کے خلاف قتل کی سازش کر رہے ہیں تو وہ رسولوں اور بستی والوں کے لیے خیر خواہی کرتے ہوئے بستی میں آیا اور کہا کہ تم لوگ اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں کے پیروکار بن جاؤ، جو اپنی دعوت توحید پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتے ہیں اور وہ بڑے ہی ہدایت یافتہ، بااخلاق اور باکمال لوگ ہیں۔

وَ مَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَ اَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ
الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا يُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾
اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾

''اور مجھے کیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ کیا میں اس کے سوا ایسے معبود بنالوں کہ اگر رحمان میرے بارے میں کسی نقصان کا ارادہ کرے تو ان کی سفارش میرے کسی کام نہ آئے گی اور نہ وہ مجھے بچائیں گے۔ یقیناً میں تو اس وقت ضرور کھلی گمراہی میں ہوں گا۔ بے شک میں تمھارے رب پر ایمان لایا ہوں، سو مجھ سے سنو۔''

پھر اس مردِ مومن نے دعوت کے لیے بڑا حکیمانہ اسلوب اختیار کیا کہ جو بات لوگوں سے کہنی تھی اس کا مخاطب اپنے آپ کو بناتے ہوئے کہا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ میں اس ذاتِ برحق کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے، یعنی کیا وجہ ہے کہ تم لوگ اس اللہ کی وحدانیت کے قائل نہیں ہوتے ہو جو تمھارا خالق ہے اور مرنے کے بعد جس کے پاس تمھیں لوٹ کر جانا ہے۔ کیا یہ بات کسی طرح عقل میں نہیں آتی ہے کہ میں اس خالق و مالک کو چھوڑ کر ایسے بے جان بتوں کی پرستش کروں کہ اگر اللہ مجھے کسی تکلیف میں مبتلا کر دے، تو وہ میرے کسی کام نہیں آئیں گے، وہ نہ اللہ کے پاس سفارشی بن سکتے ہیں اور نہ خود اس تکلیف کو دور کر سکتے ہیں، یعنی یہ کتنی بڑی حماقت آمیز بات ہو گی کہ جن بتوں کو میں اپنے ہاتھوں سے تراشوں، انھی کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤں، اگر میں ایسا کروں گا تو میں واضح گمراہی میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ لوگو! سن لو کہ میں تمھارے رب پر ایمان لے آیا جو ہم سب کا خالق و رازق اور مالک کل ہے، یعنی گواہ رہو کہ میں رب العالمین پر ایمان رکھتا ہوں اور بتوں کا انکار کرتا ہوں۔

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَ جَعَلَنِيْ مِنَ
الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾

''اسے کہا گیا جنت میں داخل ہو جا۔ اس نے کہا اے کاش! میری قوم جان لے۔ اس بات کو کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے معزز لوگوں میں سے بنا دیا۔''

رسولوں کی دعوت پر تو یہ لوگ محض دھمکیاں ہی دے رہے تھے، مگر جب اس مردِ حق گو نے ناصحانہ انداز میں ان کے معبودوں کی سب خامیاں ان پر واضح کر دیں تو اسے انھوں نے اپنی اور اپنے معبودوں کی توہین اور ان کی شان میں گستاخی سمجھ کر اسے فوراً قتل کر دیا، تو قتل ہونے کے ساتھ ہی فرشتوں نے اسے یہ خوشخبری دے دی کہ جنت تمھاری منتظر

ہے، اس میں داخل ہو جاؤ۔ جب اس نے جنت اور اس کی نعمتوں کا مشاہدہ کیا تو کہا اے کاش! میری قوم ایمان باللہ اور عقیدۂ توحید سمجھ جاتی اور اسے اپنا لیتی، جس کے سبب اللہ نے میرے تمام گناہوں کو معاف کر دیا ہے اور مجھے جنت میں شہداء اور صالحین کا مقام دے کر معزز و مکرم بنایا ہے، تا کہ وہ بھی اس راہ پر چل کر جنت میں اعلیٰ مقام حاصل کر لیتے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم بقیع غرقد میں ایک جنازہ کے ساتھ تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس ایک چھڑی تھی۔ آپ سر جھکائے چھڑی سے زمین پر لکیریں لگانے لگے، پھر فرمانے لگے: ''تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے اور کوئی بھی جان ایسی نہیں ہے کہ جس کا ٹھکانا اللہ نے جنت یا جہنم میں نہ لکھ دیا ہو اور یہ نہ لکھ دیا ہو کہ وہ نیک بخت ہے یا بد بخت ہے۔'' ایک شخص بولا، یا رسول اللہ! پھر ہم اپنے لکھے ہی پر کیوں نہ بھروسا کر لیں اور عمل چھوڑ دیں؟ (یعنی تقدیر کے روبرو عمل کرنا بے فائدہ ہے کہ ہوگا تو وہی جو قسمت میں ہے) آپ نے فرمایا: ''جو نیک بختوں میں سے ہے وہ نیکیوں والے کاموں کی طرف چلے گا اور جو بد بختوں میں سے ہے وہ بد بختوں والے کاموں کی طرف چلے گا۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن أمہ ...... الخ : ۲٦٤٧]

وَ مَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ مَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾

''اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اتارنے والے تھے۔ وہ نہیں تھی مگر ایک ہی چیخ، پس اچانک وہ بجھے ہوئے تھے۔''

مرد صالح کے قتل کیے جانے کے بعد اس کافر و ظالم قوم کا ہلاک کیا جانا اللہ کے نزدیک ثابت ہو گیا تھا، جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کوئی فوج نہیں اتاری اور نہ اس کی ضرورت تھی، وہ تو ایک چیخ تھی جس کے اثر سے آناً فاناً سبھی ہلاک ہو گئے اور اپنے تمام گناہوں کے ساتھ اچک لیے گئے، تا کہ قیامت کے دن ان کا بوجھ لیے میدانِ محشر میں اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں اور ان کا بدلہ چکھیں۔

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾

''ہائے افسوس بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا رہا مگر وہ اس کے ساتھ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔''

اللہ کے رسولوں اور اس کے دین کی طرف بلانے والوں کا جو لوگ اس دنیا میں مذاق اڑاتے ہیں اور ان کی ایذا رسانی کے درپے رہتے ہیں، انھیں قیامت کے دن اس وقت سخت ندامت اٹھانا پڑے گی جب اللہ تعالیٰ ان کے ان اعمال مجرمانہ پر ان سے باز پرس کرے گا۔ اس وقت انھیں جس ہلاکت و بربادی کا سامنا ہوگا، اسے دیکھ کر ان کی حالت

ایسی ہوگی کہ آسمان و زمین کے تمام رہنے والے بھی اس پر اظہار حسرت کریں تو کم ہوگا۔

اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَ اِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾ ع

’’کیا انھوں نے نہیں دیکھا، ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے کہ بے شک وہ ان کی طرف پلٹ کر نہیں آتے۔ اور نہیں ہیں وہ سب مگر اکٹھے ہمارے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں۔‘‘

کفارِ مکہ اور دیگر کافروں کے حال پر اظہارِ حیرت ہے کہ ان سے پہلے جو کافر قومیں تھیں، اللہ نے کفر و شرک کی وجہ سے انھیں ہلاک کر دیا اور ان میں سے کوئی بھی پھر دوبارہ دنیا میں نہیں پائی گئی، تو کیا یہ امر عبرت حاصل کرنے کے لیے کافی نہیں ہے، کیا اہل مکہ کو اس سے سبق نہیں لینا چاہیے؟ اگلی آیت میں فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے تمام بندے اس کے سامنے حاضر کیے جائیں گے اور انھیں ان کے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ﴾ [ھود : ۱۱۱] ’’اور بے شک ان سب کو جب (وقت آئے گا) تو تیرا رب انھیں ان کے اعمال یقیناً پورے پورے دے گا۔‘‘

وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ۚۖ اَحْیَیْنٰهَا وَ اَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ جَعَلْنَا فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَ مَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

’’اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے غلہ نکالا تو وہ اسی میں سے کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے کئی باغ بنائے اور ان میں کئی چشمے پھاڑ نکالے۔ تاکہ وہ اس کے پھل سے کھائیں، حالانکہ اسے ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، تو کیا وہ شکر نہیں کرتے۔‘‘

یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت تامہ اور مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر ایک نشانی یہ ہے کہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے زمین مردہ ہو جاتی ہے، اس میں کوئی پودہ نہیں اگتا، پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیج کر اسے زندہ کرتا ہے، اس میں دانے اگاتا ہے، جنھیں لوگ کھاتے ہیں، اس میں کھجوروں اور انگوروں کے مختلف باغات پیدا کرتا ہے اور جو پانی زمین میں چلا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اسے دوبارہ چشموں کی صورت میں زمین پر بہاتا ہے۔ آدمی ان تمام نعمتوں سے مستفید ہوتا ہے، پھلوں اور دانوں کو کھاتا ہے اور ان پھلوں میں سے کسی کا رس نکالتا ہے، تو کسی کو خشک کر لیتا ہے، یعنی مختلف طریقوں سے انھیں استعمال کرتا ہے، یہ گوناگوں نعمتیں کیا بندوں سے تقاضا نہیں کرتی ہیں کہ وہ اپنے خالق و مالک کا

شکر یہ ادا کریں اور کیا یہ ساری باتیں اس بات کی دلیل نہیں ہیں کہ باری تعالیٰ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے؟

سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾

''پاک ہے وہ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کیے ان چیزوں سے جنھیں زمین اگاتی ہے اور خود ان سے اور ان چیزوں سے جنھیں وہ نہیں جانتے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس عاجزی اور عیب سے اپنی پاکی بیان کی کہ وہ انسانوں کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ تو قادر مطلق ہے جس نے تمام نباتات اور انسان کو جوڑا جوڑا یعنی مذکر و مؤنث پیدا کیا ہے اور آسمانوں اور زمین میں پائی جانے والی بہت سی دیگر چیزوں کو بھی جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے، جن کی ہمیں خبر نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الذاریات : ۴۹] ''اور ہر چیز سے ہم نے دو قسمیں بنائیں، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔'' انسان کے بارے میں فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ [النساء : ۱] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔''

وَ اٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۙ﴿۳۷﴾

''اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے، ہم اس پر سے دن کو کھینچ اتارتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی عظیم الشان قدرت کی یہ بھی نشانیاں ہیں کہ اس نے رات اور دن کو پیدا فرمایا، ان میں سے ایک کو تاریک اور دوسرے کو منور بنایا، پھر دونوں کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا کہ رات آتی ہے تو دن چلا جاتا ہے اور دن چلا جاتا ہے تو رات آ جاتی ہے۔ کیا کوئی دوسرا یہ کام کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [القصص : ۷۱ تا ۷۳] ''کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک رات کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھارے پاس کوئی روشنی لے آئے؟ تو کیا تم نہیں سنتے۔ کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک

دن کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھارے پاس کوئی رات لے آئے، جس میں تم آرام کرو؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے۔ اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا ہے، تاکہ اس میں آرام کرو اور تاکہ اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔"

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب ادھر سے رات آ گئی اور دن ادھر سے چلا گیا اور سورج غروب ہو گیا تو روزے دار نے روزہ افطار کر لیا۔" [بخاری، کتاب الصوم، باب متی یحل فطر الصائم ؟ : ۱۹۵۴۔ مسلم، کتاب الصیام، باب بیان وقت انقضاء الصوم و خروج النهار : ۱۱۰۰]

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾

"اور سورج اپنے ایک ٹھکانے کے لیے چل رہا ہے، یہ اس سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔"

اس کے ایک معنی یہ ہیں کہ سورج اپنے اس مدار پر چلتا رہتا ہے، جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کر دیا ہے، اسی سے اپنے چلنے کا آغاز کرتا ہے اور وہیں ختم کرتا ہے، اس مدار سے ذرا ادھر ادھر نہیں ہوتا کہ کسی دوسرے سیارے سے جا ٹکرائے۔ اس کے دوسرے معنی ہیں "اپنے ٹھکانے کے لیے" اور اس کا یہ مقامِ قرار عرش کے نیچے ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے سورج غروب ہونے کے وقت پوچھا: "کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟" میں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "وہ عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے اور پھر (مشرق سے نکلنے کی) اجازت مانگتا ہے، چنانچہ اس کو اجازت دے دی جاتی ہے اور وہ زمانہ قریب ہے کہ جب وہ سجدہ تو کرے گا، لیکن اس کا سجدہ قبول نہیں ہوگا اور بعد ازاں جب وہ مشرق سے نکلنے کی اجازت مانگے گا تو اس کو اجازت نہیں دی جائے گی، بلکہ حکم ہوگا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا۔ چنانچہ وہ مغرب سے طلوع ہوگا اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ "اور سورج اپنے ایک ٹھکانے کے لیے چل رہا ہے، یہ اس سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔" [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة الشمس و القمر : ۳۱۹۹]

تیسرا مفہوم یہ ہے کہ سورج کا یہ چلنا قیامت کے دن تک ہے، قیامت والے دن اس کی حرکت ختم ہو جائے گی، جیسا کہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: "یہ چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے ٹھہرنے کی جگہ آتا ہے اور وہاں سجدے میں گر پڑتا ہے۔ پھر اسی حال میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کو حکم ہوتا ہے کہ اٹھ جا اور جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا۔ سو وہ لوٹ جاتا ہے اور یوں اپنے نکلنے کی جگہ سے نکلتا ہے، پھر چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اپنے ٹھہرنے کی جگہ عرش کے نیچے آتا ہے اور سجدہ کرتا ہے۔ پھر اسی حال میں رہتا ہے

یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے، اٹھ جا اور جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا۔ چنانچہ وہ (حسب معمول) اپنے نکلنے کی جگہ سے نکلتا ہے، اسی طرح بار بار ہوتا رہتا ہے، ہر بار اس سے یہی کہا جاتا ہے، اٹھ جا اور جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا اور وہ (حسب معمول) اپنے نکلنے کی جگہ (یعنی مشرق) سے نکلتا رہتا ہے۔ یوں وہ چلتا رہتا ہے اور لوگوں کو اس کی چال میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا، یہاں تک کہ (ایک دن ایسا آئے گا کہ) وہ عرش کے نیچے اپنے ٹھہرنے کی جگہ آئے گا تو اس سے کہا جائے گا اٹھ جا اور مغرب کی طرف سے طلوع ہو۔ چنانچہ وہ مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ یہ کب ہوگا؟ یہ اس وقت ہوگا جب: ﴿ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ﴾ [الأنعام : ۱۵۸] "کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی۔" [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الزمن الذى لا يقبل فيه الإيمان : ۱۵۹]

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝۳۹

"اور چاند، ہم نے اس کی منزلیں مقرر کر دیں، یہاں تک کہ وہ دوبارہ پرانی (کھجور کی) ٹیڑھی ڈنڈی کی طرح ہو جاتا ہے۔"

یعنی چاند کو ہم نے بنایا، وہ بھی ہماری توحید اور قدرت کی ایک نشانی ہے۔ وہ ایک اور انداز سے چلتا ہے، جس کے مطابق وہ اپنی مقررہ اٹھائیس منازل میں پوری پابندی اور ترتیب و انتظام کے ساتھ گھومتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے دن، ہفتہ، مہینا اور سال کا حساب معلوم ہوتا رہتا ہے۔ ابتدا میں چاند پتلا ہوتا ہے، پھر آہستہ آہستہ بڑا ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ چودھویں تاریخ کو کامل ہو جاتا ہے، اس کے بعد پھر چھوٹا ہونا شروع ہوتا ہے، یہاں تک کہ مہینے کے آخر میں کھجور کی پتلی سوکھی اور زرد شاخ کی مانند ہو جاتا ہے۔ جو ذات برحق مہتاب کی اس حیرت انگیز گردش پر قادر ہے، وہ یقیناً تمام انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار کر دوبارہ زندہ کرنے اور ان کے اعمال کا انھیں حساب چکانے پر بھی قادر ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴾ [يونس : ۵، ٦] "وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ (سب کچھ) نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔ بے شک رات اور دن کے بدلنے میں اور ان چیزوں (میں) جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کی ہیں، یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔"

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝۴۰

’’نہ سورج، اس کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔‘‘

یعنی تمام اجرامِ فلکی اپنے اپنے مدار پر گھوم رہے ہیں، کوئی اپنے مدار کو چھوڑ کر کسی اور جگہ نہیں جا سکتا، لہٰذا نہ کوئی کسی دوسرے سے ٹکرا سکتا ہے اور نہ سبقت کر سکتا ہے۔ یہ اللہ کی کاری گری ہے اور اس میں اس کی توحید اور قدرت کی زبردست نشانی ہے۔ کاش! مشرکین ان چیزوں پر غور کرتے اور شرک سے توبہ کر لیتے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٥٤] ’’بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔‘‘

وَ اٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝۴۱

’’اور ایک نشانی ان کے لیے یہ ہے کہ بے شک ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے لیے اس کی قدرت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے دریا اور سمندر کو ان کے لیے مسخر کر دیا ہے، تاکہ وہ ان کی کشتیوں کو اٹھا سکیں۔ ان میں سے ایک کشتی نوح علیہ السلام کی تھی جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو بچا لیا تھا اور ان کے سوا آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی اور روئے زمین پر باقی نہیں بچا تھا۔

وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ۝۴۲

’’اور ہم نے ان کے لیے اس جیسی کئی اور چیزیں بنائیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔‘‘

بہت سے مفسرین کا خیال ہے کہ اس سے مراد اونٹ ہے، جس کے ذریعے سے لوگ خشکی کا راستہ طے کرتے ہیں، قدیم زمانے میں عرب کے لوگ اونٹ کو خشکی کا سفینہ کہتے تھے۔ بہر حال اس میں اونٹ اور ہر وہ چیز شامل ہے جو سواری کا کام دیتی ہے۔

وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ۝۴۳ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝۴۴

’’اور اگر ہم چاہیں تو انھیں غرق کر دیں، پھر نہ کوئی ان کی فریاد سننے والا ہو اور نہ وہ بچائے جائیں۔ مگر ہماری طرف سے

رحمت اور ایک وقت تک فائدہ پہنچانے کی وجہ سے۔''

اللہ تعالیٰ نے بندوں پر غایت درجہ احسان کا ذکر فرمایا ہے کہ اگر وہ چاہتا تو انھیں اور ان کی کشتیوں کو موجوں کے حوالے کر دیتا اور چیخ پکار کی بھی مہلت نہ دیتا، لیکن از راہِ لطف و کرم وہ انھیں نہیں ڈبوتا اور سلامتی کے ساتھ ساحل تک پہنچاتا رہتا ہے، تاکہ وہ اپنی باقی عمر خشکی پر گزار کر دنیا سے رخصت ہوں۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَ مَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ مَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے بچو اس (عذاب) سے جو تمھارے سامنے ہے اور جو تمھارے پیچھے ہے، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اور ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ پھیرنے والے ہوتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی سرکشی و ضلالت، اپنے سابقہ گناہوں سے نہ ڈرنے اور قیامت کے دن پیش آنے والے واقعات کے بارے میں فکر مند نہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ جن آفات و بلیات کے درمیان گھرے ہوئے ہو اور جو مصائب و آلام مستقبل میں تم پر آنے والے ہیں، ان سے ڈرتے ہوئے ایمان لے آؤ، تو وہ لوگ منہ پھیر کر چل دیتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ مشرکین کا ہمیشہ سے یہ وتیرہ رہا ہے کہ جب بھی ان کے رب کی طرف سے رسولوں کی صداقت کی دلیل آئی تو انھوں نے اس کی تکذیب کر دی اور ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس میں سے خرچ کرو جو تمھیں اللہ نے دیا ہے تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان سے کہتے ہیں جو ایمان لائے، کیا ہم اسے کھلائیں جسے اگر اللہ چاہتا تو کھلا دیتا۔ نہیں ہو تم مگر واضح گمراہی میں۔''

اس آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کافروں کو صرف توحید اور اسلام ہی کی دعوت نہیں دیتے تھے بلکہ ان کو اس بات کی ترغیب بھی دیتے تھے کہ وہ اپنے مال کو غربا پر بھی خرچ کریں، ان کی مصیبت میں ان کی غم گساری کریں، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کریں، تو وہ کہتے، کیا ہم انھیں کھلائیں جنھیں اللہ چاہتا تو کھلاتا، یہ تو صریح گمراہی ہے کہ ہم سے اللہ کی مرضی کے خلاف کرنے کو کہا جاتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ روم کے بادشاہ ہرقل نے جب ابوسفیان سے پوچھا تھا کہ وہ نبی تمھیں کس بات کا حکم دیتے ہیں، تو ابوسفیان نے کہا، وہ ہمیں نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے، رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک

کرنے اور پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں۔ [مسلم، کتاب الجهاد، باب كتب النبی ﷺ إلی هرقل ...... الخ : ۱۷۷۳]

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾

''اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا، اگر تم سچے ہو؟''

یعنی کفار مکہ مسلمانوں کا مذاق اڑانے کے لیے یہ بھی کہا کرتے تھے کہ تم لوگ جو قیامت اور جنت و جہنم کی بات کیا کرتے ہو اور ہمیں دھمکیاں دیتے ہو تو وہ قیامت کب واقع ہوگی؟ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۸۷] ''وہ تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں اس کا قیام کب ہوگا؟ کہہ دے اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر اس کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری واقع ہوئی ہے، تم پر اچانک ہی آئے گی۔ تجھ سے پوچھتے ہیں جیسے تو اس کے بارے میں خوب تحقیق کرنے والا ہے۔ کہہ دے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَ هُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّ لَاۤ اِلٰۤى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۲/۱۸

''وہ انتظار نہیں کر رہے مگر ایک ہی چیخ کا، جو انھیں پکڑ لے گی جب کہ وہ جھگڑ رہے ہوں گے۔ پھر وہ نہ کسی وصیت کی طاقت رکھیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آئیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس استہزا کا جواب یہ دیا کہ وہ تو ایک چیخ ہوگی جو انھیں اچانک پکڑے گی، جب کہ وہ اپنی عادت کے مطابق خرید و فروخت میں لگے ہوں گے اور ایک دوسرے کے ساتھ کاروباری معاملات طے کرنے کے لیے لڑ رہے ہوں گے۔ اس چیخ سے مراد پہلا صور ہے جسے زمین پر رہنے والا ہر آدمی سنے گا اور جو جہاں ہوگا اس کے زیر اثر وہیں مر جائے گا۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ لوگوں کو اتنی بھی مہلت نہیں ملے گی کہ کسی کو کوئی وصیت کر سکیں، یا اپنے بال بچوں کے پاس جا کر ان کا حال معلوم کر سکیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت (اتنی اچانک) قائم ہو جائے گی کہ کوئی شخص اونٹنی (کا دودھ) دوہ رہا ہوگا (اور بعد ازاں دودھ کا) برتن اس کے منہ تک نہ پہنچا ہوگا کہ قیامت آ جائے گی۔ اسی طرح دو آدمی کپڑے کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے اور وہ ابھی خرید و فروخت کر ہی رہے ہوں گے کہ قیامت آ جائے گی اور کوئی شخص اپنا حوض درست کر کے لوٹا نہیں ہوگا کہ قیامت آ جائے گی۔''

[مسلم، كتاب الفتن، باب قرب الساعة : ۲۹۵۴]

وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝۵۱ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۵۲

”اور صور میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے۔ کہیں گے ہائے ہماری بربادی! کس نے ہمیں ہماری سونے کی جگہ سے اٹھا دیا؟ یہ وہ ہے جو رحمان نے وعدہ کیا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔“

جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سارے لوگ دوبارہ زندہ ہو کر میدانِ محشر کی طرف دوڑ پڑیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴾ [القمر : ٦ تا ٨] ”سو ان سے منہ پھیر لے۔ جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف گردن اٹھا کر دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے یہ بڑا مشکل دن ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴾ [المعارج : ٤٣] ”جس دن وہ قبروں سے تیز دوڑتے ہوئے نکلیں گے، جیسے وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے سوال کیا، یا رسول اللہ! صور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”یہ ایک سینگ ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔“ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة الزمر : ۳۲۴٤]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صور پھونکا جائے گا اور جو جو اسے سنے گا اپنی گردن ایک طرف جھکا لے گا اور دوسری طرف سے اٹھا لے گا (یعنی بے ہوش ہو کر گر پڑے گا) سب سے پہلے صور کی آواز سننے والا وہ آدمی ہو گا جو اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہو گا، وہ آواز سنتے ہی گر پڑے گا اور دیگر لوگ بھی (جیسے جیسے آواز سنیں گے) گرتے جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا، جو شبنم کا کام دے گی، اس سے لوگوں کے بدن تیار ہو جائیں گے۔ پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ فوراً اٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔“ [مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعة، باب فی خروج الدجال و مکثه فی الأرض...... الخ : ۲۹٤٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صور کی دونوں پھونکوں کی درمیانی مدت چالیس کی ہو گی۔“ لوگوں نے کہا، اے ابو ہریرہ! کیا چالیس دن کی مدت ہو گی؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نہیں جانتا۔ لوگوں نے پوچھا، تو کیا چالیس ماہ کی مدت ہو گی؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پھر کہا، میں نہیں جانتا۔ لوگوں نے پھر پوچھا، پھر کیا چالیس سال کی مدت ہو گی؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے جانتا۔ فرمایا: ”پھر (اتنی مدت کے بعد) اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا، جس سے لوگوں کے جسم اس طرح (زمین سے) اگ پڑیں گے، جس طرح سبزی اگتی ہے۔“ [مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعة، باب ما بین نفختین : ۲۹۵۵]

اور جو لوگ دنیا میں قیامت اور بعث بعد الموت پر یقین نہیں رکھتے تھے، جب اپنے آپ کو دوبارہ زندہ پائیں گے اور جس عذاب کی تکذیب کرتے تھے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو شدتِ ہول سے خبط الحواس ہو جائیں گے اور مارے دہشت کے کہیں گے کہ ہائے ہماری بدنصیبی! ہمیں ہماری قبروں سے کس نے نکالا ہے کہ جہنم جیسا خطرناک اور ہیبت ناک عذاب ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ تو ان سے مومنین یا فرشتے کہیں گے کہ یہ تو وہی دن ہے جس کا اللہ نے تم سے وعدہ کیا تھا اور جس کی خبر تمھیں اس کے سچے رسولوں نے دی تھی اور جسے تم جھٹلاتے تھے۔

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾

”نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ، تو اچانک وہ سب ہمارے پاس حاضر کیے ہوئے ہوں گے۔ پس آج کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور نہ تمھیں اس کے سوا کوئی بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔“

یہ وہی دوسرا صور ہوگا جس کا ذکر گزشتہ آیات میں ہوا ہے اور مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنا اور انھیں میدانِ محشر کی طرف ہانک کر لے جانا بہت ہی آسان ہے، پہلی چیخ کے ذریعے سے تمام زندہ لوگ موت کے گھاٹ اتار دیے جائیں گے اور دوسری چیخ کے ذریعے سے دوبارہ زندہ ہو کر میدانِ محشر کی طرف دوڑ پڑیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴾ [النازعات : ۱۳، ۱۴] ”پس وہ تو صرف ایک ہی ڈانٹ ہوگی۔ پس یک لخت وہ زمین کے اوپر موجود ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ﴾ [النحل : ۷۷] ”اور قیامت کا معاملہ نہیں ہے مگر آنکھ جھپکنے کی طرح، یا وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ۵۲] ”جس دن وہ تمھیں بلائے گا تو تم اس کی تعریف کرتے ہوئے چلے آؤ گے اور سمجھو گے کہ تم نہیں رہے مگر تھوڑا۔“

آگے فرمایا، کافروں نے دنیا میں جس کفر و شرک اور ظلم و معاصی کا ارتکاب کیا ہوگا انھیں اس کا پورا پورا بدلہ چکا دیا جائے گا، ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا : سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۷]

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾

”بے شک جنت کے رہنے والے آج ایک شغل میں خوش ہیں۔ وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔ ان کے لیے اس میں بہت پھل ہے اور ان کے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو وہ طلب کریں گے۔ سلام ہو۔ اس رب کی طرف سے کہا جائے گا جو بے حد مہربان ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس دن اہل جنت اللہ کی دی ہوئی بیش بہا نعمتوں سے مستفید ہونے میں اس طرح مشغول ہوں گے کہ وہ کافروں اور ان کے انجام بد سے بالکل غافل ہو جائیں گے، چاہے وہ ان کے عزیز و اقارب ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ درختوں کے سائے میں گاؤ تکیوں پر ٹیک لگائے آرام کریں گے۔ وہاں انھیں انواع و اقسام کے پھل اور ہر وہ نعمت ملے گی جس کی وہ لوگ خواہش کریں گے اور بے حد رحم کرنے والے رب کی طرف سے انھیں سلام کا پیغام پہنچے گا، یعنی اللہ تعالیٰ ان کی تعظیم و تکریم کے لیے انھیں سلام کرے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝ وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴾ [الدھر : ۱۱ تا ۱۴] ”پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیا اور انھیں انوکھی تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔ اور انھیں ان کے صبر کرنے کے عوض جنت اور ریشم کا بدلہ عطا فرمایا۔ وہ اس میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اس میں سخت دھوپ دیکھیں گے اور نہ سخت سردی۔ اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کے خوشے تابع کر دیے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْۤ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ۳۱، ۳۲] ”اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تمھارے دل چاہیں گے اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تم مانگو گے۔ یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔“

سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(قیامت کے روز) ایک پکارنے والا (فرشتہ جنتی لوگوں کو) پکار کر کہے گا، تم لوگ ہمیشہ صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے، ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی موت نہیں آئے گی، ہمیشہ جوان رہو گے کبھی تم پر بڑھاپا نہیں آئے گا اور ہمیشہ مزے کرو گے کبھی رنجیدہ نہیں ہو گے۔“ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب في دوام نعیم أهل الجنة ...... الخ : ۲۸۳۷]

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝

”اور الگ ہو جاؤ آج اے مجرمو!“

اللہ تعالیٰ جب اہل جنت کے لیے جنت کا اور اہل جہنم کے لیے جہنم کا حکم دے دے گا تو کافروں سے کہے گا کہ اے وہ لوگو جنھوں نے کفر و شرک اور گناہوں کے سبب اپنے آپ پر ظلم کیا تھا! تم لوگ اہل جنت سے الگ ہو کر کھڑے ہو

جاؤ، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ﴾ [یونس : ۲۸] ''اور جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے جنھوں نے شریک بنائے تھے، کہیں گے اپنی جگہ ٹھہرے رہو، تم اور تمھارے شریک بھی، پھر ہم ان کے درمیان علیحدگی کر دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَىِٕذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴾ [الروم : ٤٣] ''پس تو اپنا چہرہ سیدھے دین کی طرف سیدھا کر لے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے ٹلنے کی اللہ کی طرف سے کوئی صورت نہیں، اس دن وہ جدا جدا ہو جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴾ [الصافات : ۲۲، ۲۳] ''اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو اور جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ اللہ کے سوا، پھر انھیں جہنم کی راہ کی طرف لے چلو۔''

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۶۰ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝۶۱ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۲ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۶۳ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۶۴

''کیا میں نے تمھیں تاکید نہ کی تھی اے اولاد آدم! کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔ اور یہ کہ میری عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا۔ تو کیا تم نہیں سمجھتے تھے۔ یہ ہے وہ جہنم جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ آج اس میں داخل ہو جاؤ، اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔''

پھر اللہ تعالیٰ ان سے بطور زجر و توبیخ کہے گا کہ کیا میں نے اپنے رسولوں کی زبانی تمھیں یہ نصیحت نہیں کی تھی کہ تم لوگ شیطان کی عبادت نہ کرو، اس لیے کہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے، صرف میری عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے، یہی وہ دین اسلام ہے جو اپنے ماننے والوں کو جنت تک پہنچاتا ہے۔ اگلی آیت میں شیطان کی انسانوں سے عداوت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اس مردود نے تو بے شمار لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے، اس لیے وہ تمھارا دوست کیسے بن سکتا ہے؟ کیا اتنی سی بات بھی تمھارے دل و دماغ میں نہیں آتی؟ آگے فرمایا کہ اے اہل کفر و شرک! اب اپنے انجام کو بھگتو اور اس جہنم میں داخل ہو جاؤ جس کی تم زندگی بھر تکذیب کرتے رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو پہلے ہی ہوشیار کر دیا تھا کہ شیطان تمھارا دشمن ہے، اس کا کہنا نہ ماننا، ورنہ دوزخ میں جاؤ گے۔ جس وعدے کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے، اس وعدے کا ذکر صراحت کے ساتھ درج ذیل آیات میں ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [الحجر : ٤٢، ٤٣] ''بے شک میرے بندے، تیرا ان پر کوئی غلبہ نہیں، مگر جو گمراہوں میں سے تیرے

پیچھے چلے۔ اور بلاشبہ جہنم ضرور ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔" اور فرمایا: ﴿ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُورًا ﴾ [بني إسرائيل : ٦٣] "فرمایا جا، پھر ان میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا تو بے شک جہنم تمھاری جزا ہے، پوری جزا۔"

اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ إِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ أَفَسِحْرٌ هٰذَا أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴾ [الطور : ١٣ تا ١٥] "جس دن انھیں جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا، سخت دھکیلا جانا۔ یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے، یا تم نہیں دیکھ رہے؟"

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾

"آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے جو وہ کمایا کرتے تھے۔"

یہ کفار و منافقین کا قیامت کے دن حال ہوگا جب وہ دنیا میں کیے ہوئے اپنے جرائم کا انکار کر دیں گے اور قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ انھوں نے تو یہ جرائم نہیں کیے تھے، تو اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا اور ان کے اعمال کے بارے میں ان کے اعضا بول کر گواہی دیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيْهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [النور : ٢٤] "جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: "کیا دوپہر کے وقت، جب بادل بھی نہ ہوں، تمھیں سورج دیکھنے میں کوئی دقت ہوتی ہے؟" صحابہ نے عرض کی، نہیں، آپ نے فرمایا: "کیا چودھویں رات کو، جب کوئی بادل بھی نہ ہو، تمھیں چاند دیکھنے میں کوئی دقت ہوتی ہے؟" صحابہ نے کہا، نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تمھیں اپنے رب کے دیکھنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی، بعینہٖ جس طرح کہ سورج اور چاند کو دیکھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ پھر اللہ تعالیٰ بندے سے ملاقات کرے گا اور فرمائے گا، اے بندے! کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی تھی؟ کیا میں نے تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ کیا میں نے تجھے تیری شریک حیات نہیں دی تھی اور گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرا تابع نہیں کیا تھا اور تجھے چھوڑا کہ تو اپنی قوم کا سردار تھا اور ٹیکس وصول کرتا تھا؟ بندہ کہے گا، کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ بھلا تجھے یقین تھا کہ تو مجھ سے ملاقات کرے گا؟ بندہ کہے گا، نہیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اب ہم بھی تجھے بھلا دیں گے جیسے تو ہمیں بھول گیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ دوسرے بندے سے ملاقات کرے گا، فرمائے گا، اے بندے! کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی تھی؟ کیا تجھے

سردار نہیں بنایا تھا اور کیا تجھے تیری شریک حیات نہیں دی تھی اور گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرے تابع نہیں کر دیا تھا؟ کیا میں نے تجھے چھوڑ نہیں رکھا تھا کہ تو اپنی قوم کا سردار تھا اور تو ٹیکس وصول کرتا تھا؟ بندہ کہے گا، کیوں نہیں، اے میرے رب! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تجھے یقین تھا کہ تو مجھ سے ملاقات کرے گا؟ بندہ کہے گا، نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو اب میں بھی تجھے بھلا دوں گا جس طرح تو نے مجھے دنیا میں بھلا دیا تھا۔ پھر تیسرے بندے سے حساب لے گا، اس سے بھی اسی طرح سوال گا، بندہ کہے گا، اے میرے رب! میں تجھ پر، تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا تھا اور میں نماز پڑھتا، روزے رکھتا اور صدقہ و خیرات کرتا تھا، وہ اسی طرح اپنی تعریف کرے گا، جہاں تک اس سے ہو سکے گا۔ جواباً اللہ تعالیٰ فرمائے گا، دیکھ یہیں تیرا جھوٹ کھل جائے گا۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھر کہا جائے گا، ہم تجھ پر گواہ کھڑا کرتے ہیں۔ بندہ اپنے دل میں سوچے گا کہ کون مجھ پر گواہی دے گا، پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران کو، اس کے گوشت کو اور اس کی ہڈیوں کو حکم دیا جائے گا کہ گواہی دیں۔ چنانچہ اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں گواہی دیں گی۔ یہ اس لیے کیا جائے گا تا کہ اس کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔ دراصل یہ شخص منافق ہو گا اور اللہ اس پر غضب ناک ہو گا۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للکافر : ۲۹٦۸]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ آپ اچانک ہنسے، پھر آپ نے ہم سے پوچھا: ''جانتے ہو کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟'' ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: ''بندے کی اس گفتگو پر ہنسا ہوں۔ جو وہ اپنے رب سے (قیامت والے دن) کرے گا۔ بندہ کہے گا کہ باری تعالیٰ! کیا تو مجھے ظلم سے پناہ نہیں دے چکا؟ اللہ فرمائے گا، ہاں! تو یہ کہے گا کہ تب پھر میں سوائے اپنے کسی گواہ کی گواہی اپنے خلاف منظور نہیں کروں گا (میرا اپنا بدن تو میرا ہے، باقی سب میرے دشمن ہیں)۔ اللہ فرمائے گا، اچھا تیری ہی ذات کی گواہی تجھ پر آج کے دن کفایت کرتی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی۔ چنانچہ اس وقت اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اعضائے بدن سے فرمایا جائے گا، بولو! (تم خود گواہی دو کہ تم سے اس نے کیا کیا کام لیے؟) وہ اس کے سارے اعمال بتا دیں گے۔ پھر اسے بولنے کی اجازت دی جائے گی تو یہ اپنے اعضا سے کہے گا، تمھارا ستیاناس ہو! (اور تم مجھ سے) دور ہو جاؤ (تم ہی میرے دشمن بن بیٹھے،) میں تو (تمھارے ہی بچاؤ کی کوشش کر رہا تھا اور) تمھارے ہی فائدے کے لیے حجت بازی کر رہا تھا۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للکافر : ۲۹٦۹]

وَ لَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَ لَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ ع

''اور اگر ہم چاہیں تو یقیناً ان کی آنکھیں مٹا دیں، پھر وہ راستے کی طرف بڑھیں تو کیسے دیکھیں گے؟ اور اگر ہم چاہیں تو

یقیناً ان کی جگہ ہی پر ان کی صورتیں بدل دیں، پھر نہ وہ (آگے) چل سکیں اور نہ واپس آئیں۔"

اللہ تعالیٰ کی رحمت دنیا میں کافر و مومن سب کے لیے عام ہے، اسی لیے بار ہا بار کفر و شرک کے ارتکاب کے باوجود اللہ کافروں اور مشرکوں کو روزی دیتا ہے اور انھیں دنیا کی چند روزہ زندگی گزار لینے کا موقع دیتا ہے، اگر وہ کفر و شرک پر دنیا ہی میں ان کی گرفت کرتا تو ان کی آنکھیں چھین لیتا، پھر وہ اپنے جانے پہچانے راستوں پر بھی نہ چل پاتے اور ان کی صورتوں کو مسخ کر دیتا، نہ آگے جا پاتے اور نہ پیچھے لوٹ سکتے، لیکن اس نے رحمت کی وجہ سے ایسا نہیں کیا۔

وَ مَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾

"اور جسے ہم زیادہ عمر دیتے ہیں اسے بناوٹ میں الٹا کر دیتے ہیں، تو کیا یہ نہیں سمجھتے۔"

جس کی عمر جتنی لمبی ہوتی جاتی ہے، اس کی حالت دن بدن اتنی ہی دگرگوں ہوتی جاتی ہے، اس کا جسم گھلتا جاتا ہے اور ذہنی اور عقلی کیفیت بدلتی جاتی ہے، حتیٰ کہ وہ اس بچے کی مانند ہو جاتا ہے جو اپنی پیدائش کے وقت تمام بدنی اور عقلی قویٰ سے محروم ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴾ [الروم : ٥٤] "اللہ وہ ہے جس نے تمھیں کمزوری سے پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد قوت بنائی، پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بنا دیا، وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا ہے، ہر چیز پر قادر ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ﴾ [الحج : ٥] "اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو قبض کر لیا جاتا ہے اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، تاکہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔"

اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ : یعنی کیا یہ اپنی عقلوں سے کام لیتے ہوئے غور نہیں کرتے کہ جو قادر مطلق انسانوں کو پیدائش، بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے مراحل سے گزار کر موت کے گھاٹ اتارنے کی قدرت رکھتا ہے کیا وہ اس کی قدرت نہیں رکھتا کہ اسے دوبارہ زندہ کر سکے؟ عقل و فہم کا تو یہی تقاضا ہے کہ وہ اس پر قادر ہے۔

وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۶۹﴾

"اور ہم نے نہ اسے شعر سکھایا ہے اور نہ وہ اس کے لائق ہے۔ وہ تو سراسر نصیحت اور واضح قرآن کے سوا کچھ نہیں۔"

مشرکین کہا کرتے تھے کہ محمد (ﷺ) شاعر ہیں اور قرآن اس کی شاعری کا نتیجہ ہے، اس آیت کریمہ میں انھی باتوں کی تردید کی گئی ہے کہ نہ محمد (ﷺ) شاعر ہیں اور نہ قرآن ان کی جدت طبع کا نتیجہ ہے۔ منصب نبوت کو شاعری پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ شعراء تو جھوٹ بولتے ہیں اور مبالغہ اور خلاف واقعہ باتیں بیان کرتے ہیں، جبکہ قرآن کریم کتاب الٰہی ہے۔ جس سے مقصود یہ ہے کہ بندوں کو اس کے پیدا کرنے والے کی بندگی کی طرف بلایا جائے اور کفر و

سرکشی کے انجامِ بد سے انھیں ڈرایا جائے۔

کفار رسول اللہ ﷺ کو شاعر کہا کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ بَلْ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَاۤ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ٥] ''بلکہ انھوں نے کہا یہ خوابوں کی پریشان باتیں ہیں، بلکہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے، بلکہ یہ شاعر ہے، پس یہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائے جیسے پہلے (رسول) بھیجے گئے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ يَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴾ [الصافات : ٣٦] ''اور کہتے تھے کیا واقعی ہم یقیناً اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی خاطر چھوڑ دینے والے ہیں؟''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے سچی بات جو شاعر نے کہی ہے، وہ لبید کی بات ہے: « اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ » ''خبردار! اللہ کے سوا ہر چیز مٹ جانے والی ہے۔'' اور جب رسول اللہ ﷺ نے امیہ بن ابی صلت کے اشعار سنے تو فرمایا: ''قریب تھا کہ امیہ بن ابی صلت مسلمان ہو جاتا۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب ما يجوز من الشعر...... الخ : ٦١٤٧۔ مسلم، كتاب الشعر، باب في إنشاد الأشعار ...... الخ : ٢٢٥٦/٣]

سیدنا جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ چل رہے تھے کہ آپ ﷺ کو پتھر سے ٹھوکر لگی اور آپ گر پڑے، اس سے آپ کی انگلی سے خون بہنے لگا تو آپ ﷺ نے (ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کا) یہ شعر پڑھا: « هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ ، وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ » ''تو ایک خون آلود انگشت ناتواں ہے، جو بھی تجھے صدمہ پہنچا ہے وہ اللہ کی راہ میں ہے۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب ما يجوز من الشعر...... الخ : ٦١٤٦]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے کہا، اے ابو عمارہ! کیا غزوۂ حنین میں تم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے راہِ فرار اختیار کر گئے تھے؟ کہنے لگے، مگر اللہ کی قسم! میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نہیں بھاگے تھے۔ دراصل جلد باز لوگ میدان سے منہ پھیر گئے تھے، بات یہ تھی کہ ہوازن قبیلہ نے ان کا تیروں سے استقبال کیا اور رسول اللہ ﷺ اپنے خچر پر سوار تھے اور ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب اس کی لگام تھامے ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ یہ فرما رہے تھے، « اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ، اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ » ''میں سچا نبی ہوں جھوٹا نہیں، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔'' [بخاری، كتاب المغازي، باب قول الله تعالى : ﴿ و يوم حنين إذ أعجبتكم...... الخ ﴾ : ٤٣١٥۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة حنين : ١٧٧٦]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ خندق کے دن خندق سے مٹی منتقل کر رہے تھے اور آپ کا بطن اطہر گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا، آپ گھنے بالوں والے تھے اور آپ مٹی منتقل کرتے ہوئے سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے درج ذیل اشعار گنگنا رہے تھے:

اَللّٰھُمَّ لَوْ لَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا وَ ثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
وَ إِنَّ الْأُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا إِذَا أَرَادُوْا فِتْنَةً أَبَيْنَا

''اے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے، نہ ہم صدقہ دیتے نہ ہم نماز پڑھتے۔ اے اللہ! ہمارے اوپر سکون نازل فرما، اگر دشمن سے ہماری مڈبھیڑ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔ مشرکوں نے ہم پر بغاوت کر دی ہے، تاہم جب وہ ہمیں فتنہ میں مبتلا کرنا چاہیں گے تو ہم انکاری ہیں۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الأحزاب : ٤١٠٦۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوۃ الأحزاب وھی الخندق : ١٨٠٣]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، مہاجر و انصار مدینہ کے اردگرد خندق کھود رہے تھے اور مٹی منتقل کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: « نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا، عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا أَبَدًا » ''ہم ہی وہ ہیں جنھوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیعت کی ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں جہاد کرتے رہیں گے۔'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کا (پرجوش انداز میں) یوں جواب دیتے تھے: « اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَهْ، فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ » ''اے میرے اللہ! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، انصار و مہاجرین کو معاف کر دے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الأحزاب : ٤٠٩٩، ٤١٠٠۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوۃ الأحزاب وھی الخندق : ١٨٠٥/١٣٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جانا اس کے لیے شعروں سے پیٹ بھر لینے سے بہتر ہے۔'' [مسلم، کتاب الشعر، باب فی إنشاد الأشعار...... الخ : ٢٢٥٧]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ کئی بیان جادو ہوتے ہیں اور یقیناً کئی شعر حکمت ہوتے ہیں۔'' [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب ما جاء فی الشعر : ٥٠١١۔ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی إن من البیان سحرًا : ٢٠٢٨]

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّ يَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۝

''تاکہ اسے ڈرائے جو زندہ ہو اور انکار کرنے والوں پر بات ثابت ہو جائے۔''

یعنی قرآن مجید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لیے نازل کیا گیا ہے، تاکہ آپ ایمان و یقین کے ذریعے سے زندہ اور آباد دلوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں اور کافروں کے لیے ان کے کفر و سرکشی کی وجہ سے عذاب آخرت ثابت ہو جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّأَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴾ [یٰسٓ : ١١] ''تو تو صرف اسی کو ڈراتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے۔ سو اسے بڑی بخشش اور باعزت اجر کی خوش خبری دے۔'' اور فرمایا: ﴿ إِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَمَنْ تَزَكّٰى فَإِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ

﴿ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴾ [فاطر : ۱۸] ''تو تو صرف ان لوگوں کو ڈراتا ہے جو دیکھے بغیر اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو پاک ہوتا ہے تو وہ صرف اپنے لیے پاک ہوتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝۷۱ وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ۝۷۲ وَ لَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝۷۳

''اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان چیزوں میں سے جنھیں ہمارے ہاتھوں نے بنایا، ان کے لیے مویشی پیدا کیے، پھر وہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے انھیں ان کے تابع کر دیا تو ان میں سے کچھ ان کی سواری ہیں اور ان میں سے بعض کو وہ کھاتے ہیں۔ اور ان کے لیے ان میں کئی فائدے اور پینے کی چیزیں ہیں۔ تو کیا وہ شکر نہیں کرتے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر اپنے اس انعام کا ذکر فرمایا ہے کہ چوپایوں کو ہم نے پیدا کیا ہے، ہمارے سوا کوئی ان کی تخلیق پر قادر نہیں ہے اور پھر ہم نے انھیں بندوں کے لیے مسخر کر دیا ہے، جس طرح چاہتے ہیں بحیثیت مالک ان میں تصرف کرتے ہیں، بعض جانوروں کو سواری کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور بعض کا گوشت کھاتے ہیں۔ چمڑے، بال اور اون سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور بعض جانوروں کا دودھ بھی پیتے ہیں۔ ان تمام نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ بندے اپنے خالق و مالک کا شکر ادا کریں۔ اسی کی عبادت کریں اور اس کے سوا غیروں کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا نہ سمجھیں۔

وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝۷۴ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَ هُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ۝۷۵

''اور انھوں نے اللہ کے سوا کئی معبود بنا لیے، تاکہ ان کی مدد کی جائے۔ وہ ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے اور یہ ان کے لشکر ہیں، جو حاضر کیے ہوئے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس بات کی تردید کی ہے، جو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معبودانِ باطلہ کو اختیار کر رکھا ہے کہ وہ ان کی مدد کریں، ان کو رزق دیں اور انھیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ معبودانِ باطلہ ان کی مدد کی ذرہ برابر بھی قدرت نہیں رکھتے ہیں، بلکہ ان پجاریوں کو شیطان نے ان کی خدمت، دیکھ بھال اور عبادت کے لیے مقرر کر دیا ہے۔

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ۝۷۶

''پس ان کی بات تجھے غمزدہ نہ کرے، بے شک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ کی تسلی کے لیے کہا جا رہا ہے کہ مشرکین مکہ لوگوں کو آپ سے متنفر کرنے کے لیے آپ کے مختلف نام رکھتے ہیں۔ کبھی شاعر کہتے ہیں، تو کبھی جادوگر اور کبھی کاہن کہتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ اے محمد! تم اللہ کے رسول نہیں ہو، تو آپ کو ان کی ان استہزا آمیز باتوں سے غمگین نہیں ہونا چاہیے، ہم ان کے تمام خفیہ اور ظاہر کرتوتوں سے واقف ہیں، وہ ہم سے بچ کر کہاں جائیں گے۔ ہم ان کے کفر وشرک اور کبر وعناد کا بدلہ انھیں چکا کر رہیں گے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۳۳، ۳۴] ”بے شک ہم جانتے ہیں کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ یقیناً تجھے وہ بات غمگین کرتی ہے جو وہ کہتے ہیں، تو بے شک وہ تجھے نہیں جھٹلاتے اور لیکن وہ ظالم اللہ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسول جھٹلائے گئے تو انھوں نے اس پر صبر کیا کہ وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے، یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی اور کوئی اللہ کی باتوں کو بدلنے والا نہیں اور بلاشبہ یقیناً تیرے پاس ان رسولوں کی کچھ خبریں آئی ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴾ [الکھف : ٦] ”پس شاید تو اپنی جان ان کے پیچھے غم سے ہلاک کر لینے والا ہے، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔“

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ۝

”اور کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے ایک قطرے سے پیدا کیا تو اچانک وہ کھلا جھگڑنے والا ہے۔ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔“

نطفہ ایک ناچیز قطرہ ہوتا ہے، اس ناچیز قطرے سے اللہ تعالیٰ انسان کو پیدا کرتا ہے۔ کیا اس ناچیز قطرے سے انسان کی پیدائش تعجب خیز اور حیرت انگیز نہیں؟ تو جو اللہ ایک قطرے سے انسان کو پیدا کر سکتا ہے وہ اس کو مارنے کے بعد دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ ۝ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴾ [عبس : ۱۷ تا ۲۲] ”مارا جائے انسان! وہ کس

قدر ناشکرا ہے۔ اس نے اسے کس چیز سے پیدا کیا۔ ایک قطرے سے، اس نے اسے پیدا کیا، پس اس کا اندازہ مقرر کیا۔ پھر اس کے لیے راستہ آسان کر دیا۔ پھر اسے موت دی، پھر اسے قبر میں رکھوایا۔ پھر جب وہ چاہے گا اسے اٹھائے گا۔"

اور فرمایا: ﴿ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴾ [الدهر : ۱، ۲] "کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی ایسا وقت گزرا ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں تھا جس کا (کہیں) ذکر ہوا ہو؟ بلاشبہ ہم نے انسان کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا، ہم اسے آزماتے ہیں، سو ہم نے اسے خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنا دیا۔"

اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ : یعنی کیا بعث کا انکار کرنے والے نے اس سے استدلال نہیں کیا کہ جس نے اسے پہلی مرتبہ پیدا فرمایا وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے، جیسا کہ سیدنا بسر بن جحاش القرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی پر لعاب مبارک ڈالا، پھر اپنی سبابہ انگلی (اس کی طرف اشارے کے طور پر) رکھی اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! تو مجھے کیسے عاجز کر سکتا ہے؟ حالانکہ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے، پھر جب میں نے تجھے ٹھیک اور درست پیدا کیا تو تو فاخرانہ لباس پہن کر زمین میں اکڑ کر چلنے لگا اور تو نے مال جمع کرنا اور مسکینوں کو دینے سے روکنا شروع کر دیا اور بعد ازاں جب تیری جان حلق تک پہنچ جاتی ہے، تو کہتا ہے کہ اب میں اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہوں، بھلا اب صدقے کا وقت کہاں؟" [ابن ماجه، كتاب الوصايا، باب النهى عن الإمساك فى الحيوة والتبذير عند الموت : ۲۷۰۷۔ مسند أحمد : ۴/ ۲۱۰، ح : ۱۷۸۶۰]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عاص بن وائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آیا اور اسے ریزہ ریزہ کرنے لگا، پھر کہنے لگا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا اللہ اس ہڈی کو اس کے بوسیدہ ہونے کے بعد بھی زندہ کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں! اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا، (سن!) اللہ تعالیٰ تجھے موت دے گا، پھر تجھے زندہ کرے گا اور پھر تجھے جہنم کی آگ میں داخل کرے گا۔" تو اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [یٰس : ۷۷ تا ۸۳] سورت کے آخر تک۔ [مستدرك حاكم : ۲/ ۴۲۹، ح : ۳۶۰۶]

اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝۸۰

"وہ جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی، پھر یکایک تم اس سے آگ جلا لیتے ہو۔"

بعث بعد الموت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ درخت کو پانی سے پیدا کرتا ہے، جو بڑھ کر ہرا بھرا ہو جاتا ہے، پھر مرورِ زمانہ کے ساتھ سوکھی لکڑی بن جاتا ہے اور ایندھن کے کام آتا ہے، اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، وہ ہر چیز

پر قادر ہے۔ اسے کوئی اس کے کسی فعل و عمل سے نہیں روک سکتا ہے۔

﴿ اَوَلَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ ؕ بَلٰی ٭ وَ هُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۸۱﴾ ﴾

’’اور کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کر دے؟ کیوں نہیں اور وہی سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

بعث بعد الموت کی ایک تیسری دلیل آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہے، یعنی وہ ذات واحد جو عظیم آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر قادر ہے، وہ یقیناً کمزور اور چھوٹے جسم والے انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ ءَاَنۡتُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمۡکَهَا فَسَوّٰهَا ﴿۲۸﴾ وَ اَغۡطَشَ لَیۡلَهَا وَ اَخۡرَجَ ضُحٰهَا ﴿۲۹﴾ وَ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِکَ دَحٰهَا ﴿۳۰﴾ اَخۡرَجَ مِنۡهَا مَآءَهَا وَ مَرۡعٰهَا ﴿۳۱﴾ وَ الۡجِبَالَ اَرۡسٰهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّکُمۡ وَ لِاَنۡعَامِکُمۡ ﴾ [النازعات : ٢٧ تا ٣٣] ’’کیا پیدا کرنے میں تم زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اس نے اسے بنایا۔ اس کی چھت کو بلند کیا، پھر اسے برابر کیا۔ اور اس کی رات کو تاریک کر دیا اور اس کے دن کی روشنی کو ظاہر کر دیا۔ اور زمین، اس کے بعد اسے بچھا دیا۔ اس سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا۔ اور پہاڑ، اس نے انھیں گاڑ دیا۔ تمھاری اور تمھارے چوپاؤں کی زندگی کے سامان کے لیے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوۡۤا ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِیۡدًا ﴿۴۹﴾ قُلۡ کُوۡنُوۡا حِجَارَۃً اَوۡ حَدِیۡدًا ﴿۵۰﴾ اَوۡ خَلۡقًا مِّمَّا یَکۡبُرُ فِیۡ صُدُوۡرِکُمۡ ۚ فَسَیَقُوۡلُوۡنَ مَنۡ یُّعِیۡدُنَا ؕ قُلِ الَّذِیۡ فَطَرَکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ۚ فَسَیُنۡغِضُوۡنَ اِلَیۡکَ رُءُوۡسَهُمۡ وَ یَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی هُوَ ؕ قُلۡ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ قَرِیۡبًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٤٩ تا ٥١] ’’اور انھوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں۔ کہہ دے تم کسی قسم کے پتھر بن جاؤ، یا لوہا۔ یا کوئی ایسی مخلوق جو تمھارے سینوں میں بڑی (معلوم) ہو۔ تو عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ کہہ دے وہی جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا، تو ضرور وہ تیری طرف اپنے سر تعجب سے ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہوگا؟ کہہ امید ہے کہ وہ قریب ہو۔‘‘

﴿ اِنَّمَاۤ اَمۡرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡـًٔا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَهٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِهٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ اِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۳﴾ ﴾ ع ۵

’’اس کا حکم تو، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس کے سوا نہیں ہوتا کہ اسے کہتا ہے ’’ہو جا‘‘ تو وہ ہو جاتی ہے۔ سو پاک ہے وہ کہ اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی کامل بادشاہی ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔‘‘

یعنی اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ لفظ ''کُنْ'' سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، وہ ہر چیز کا مالک ہے اور جس چیز میں چاہتا ہے اپنی مرضی اور ارادے کے مطابق تصرف کرتا ہے، وہ ہر عیب و نقص سے پاک ہے اور ہر خوبی اور اچھائی سے متصف ہے، جب قیامت آئے گی تو سب کو دوبارہ زندہ ہو کر اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے، تا کہ وہ خالق کائنات ہر ایک کو اس کے کیے کا بدلہ دے۔

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلے زمانے کے ایک شخص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد دی تھی۔ جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا، باپ کی حیثیت سے میں نے اپنے آپ کو کیسا ثابت کیا؟ انھوں نے کہا، بہت اچھا۔ اس نے کہا، دیکھو! میں اللہ کی راہ میں کوئی نیکی ذخیرہ نہیں کر سکا، تو اس حالت میں اگر میں کہیں اللہ کے سامنے پہنچ گیا تو ضرور مجھے عذاب ہو گا۔ تم ایسا کرنا کہ جب میں مر جاؤں تو میری لاش کو جلا دینا، پھر جب میں جل کر کوئلہ ہو جاؤں تو خوب پیس کر باریک کر دینا اور جب کبھی تیز آندھی آئے تو میری راکھ ہوا میں اڑا دینا۔ چنانچہ اس نے اپنی اولاد سے قسم دے کر یہ عہد لیا (اور پھر وہ دنیا سے رخصت ہو گیا تو) اس کی اولاد نے اسی طرح کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''کُنْ'' اور (یہ کلمہ کہتے ہی) وہ شخص (زندہ ہو کر) کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا، اے میرے بندے! بتا تو نے یہ کام کیوں کیا تھا؟ اس نے عرض کی، اے اللہ! تیرے ڈر اور خوف کی وجہ سے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے خوف کا انعام یہ دیا کہ اس پر رحم فرمایا (اور اس کے گناہ معاف کر دیے)۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب الخوف من الله عزوجل : ٦٤٨١]

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ : سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کیا، آپ نے قیام میں سورۂ بقرہ کی تلاوت فرمائی۔ آپ جس کسی آیت رحمت سے گزرتے تو وہاں رکتے اور (اللہ کی رحمت کا) سوال کرتے اور جس کسی آیت عذاب سے گزرتے تو وہاں رکتے اور (اللہ کے عذاب سے) پناہ طلب کرتے، پھر آپ نے رکوع کیا، اس قدر لمبا جتنا کہ آپ کا قیام تھا، آپ اپنے رکوع میں یہ دعا پڑھتے تھے: ((سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ)) ''پاک ہے وہ ذات جو غلبہ و قوت، ملکیت، بڑائی اور عظمت والی ہے۔'' پھر آپ نے سجدہ کیا، اس قدر لمبا جتنا آپ کا قیام تھا اور آپ اپنے سجدے میں بھی وہی دعا پڑھتے رہے، پھر کھڑے ہوئے اور سورۂ آل عمران کی تلاوت فرمائی، پھر ایک سورت پڑھی، (بعد ازاں) ایک اور سورت پڑھی۔ [أبو داوٗد، كتاب الصلوة، باب ما يقول الرجل في ركوعه و سجوده : ٨٧٣۔ نسائي، كتاب التطبيق، باب نوع آخر من الذكر في الركوع : ١٠٥٠]

سورۃ الصّٰفّٰت مکیۃ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں (نماز میں) تخفیف کا حکم دیا کرتے تھے اور ہمیں نماز پڑھاتے ہوئے آپ صافات کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔[السنن الکبریٰ للنسائی : ٦/ ٤٤٠، ح : ١١٤٣٢۔ مسند أحمد : ٢/ ٢٦، ح : ٤٧٩٦]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

وَ الصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾

”قسم ہے ان (جماعتوں) کی جو صف باندھنے والی ہیں! خوب صف باندھنا۔“

اللہ تعالیٰ نے اس سورتِ کریمہ کی ابتدا فرشتوں کی قسم کھا کر اپنی ذات کے لیے اثباتِ وحدانیت کے ذریعے سے کی ہے، بہت سے صحابہ و تابعین کا خیال ہے کہ "الصّٰٓفّٰتِ" سے مراد وہ فرشتے ہیں جو آسمان میں اپنے رب کے سامنے صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں، جیسا کہ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ”کیا وجہ ہے کہ میں تمھیں اس طرح ہاتھ ہلاتے دیکھ رہا ہوں گویا وہ شریر گھوڑوں کی دمیں ہیں؟ تم لوگ نماز میں پرسکون رہا کرو۔“ ایک مرتبہ پھر آپ ہمارے پاس آئے اور ہمیں کئی حلقوں میں (بیٹھا ہوا) دیکھا تو فرمایا: ”کیا بات ہے کہ میں تمھیں علیحدہ علیحدہ دیکھتا ہوں؟“ پھر ایک مرتبہ آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا: ”تم اس طرح صف کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے حضور صف بناتے ہیں؟“ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! فرشتے اپنے رب کے حضور کس طرح صف بناتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”فرشتے (پہلے) اگلی صفیں پوری کرتے ہیں اور وہ صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔“[مسلم، کتاب الصلوۃ، باب الأمر بالسکون فی الصلوۃ ...... الخ : ٤٣٠]

المنزل السادس ٦

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہمیں لوگوں پر تین باتوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے: ① ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی مثل ہوتی ہیں۔ ② ہمارے لیے ساری زمین نماز کی جگہ بنا دی گئی ہے۔ ③ اور ہمارے لیے زمین کی مٹی پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دی گئی ہے، اس وقت جب ہمیں پانی نہ ملے۔“ [مسلم، کتاب الصلٰوۃ، باب المساجد و مواضع الصلوۃ : ۵۲۲]

فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴿۲﴾

”پھر ان کی جو ڈانٹنے والی ہیں! زبردست ڈانٹنا۔“

”فَالزّٰجِرٰتِ“ اس سے مراد یا تو وہ فرشتے ہیں جو اپنے گھوڑوں کو ڈانٹتے ہیں، یا ان فرشتوں کی قسم جو کافروں کی جان نکالتے وقت انھیں زجر و توبیخ کرتے ہیں، جیسے قریب الموت کافروں کو ڈانٹنے کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ١ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ١ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۹۳] ”اور کاش! تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، نکالو اپنی جانیں، آج تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس کے بدلے جو تم اللہ پر ناحق (باتیں) کہتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ١ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴾ [الأنفال : ۵۰] ”اور کاش! تو دیکھے جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنھوں نے کفر کیا، ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں۔ اور جلنے کا عذاب چکھو۔“

گھوڑے کو ڈانٹنے کا ذکر بھی ایک حدیث میں ملتا ہے، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (غزوۂ بدر میں) ایک مسلمان ایک کافر کا تعاقب کر رہا تھا، اس نے کافر کے اوپر سے کوڑے کی آواز سنی اور سوار کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے حیزوم! آگے بڑھ، یہ کہنا تھا کہ کافر زمین پر چت گر پڑا۔ مسلمان نے آگے بڑھ کر دیکھا تو اس کافر کی ناک زخمی تھی اور اس کا چہرہ پھٹ گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے کوڑا مارا گیا ہے اور اس کافر کا سارا بدن (کوڑے کے زہر کی وجہ سے) سبز ہو چکا تھا۔ وہ انصاری مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تو نے سچ کہا، یہ تیسرے آسمان سے آئی ہوئی مدد تھی۔“ [مسلم، کتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر و إباحة الغنائم : ۱۷۶۳]

فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۳﴾

”پھر ان کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والی ہیں!“

اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو خود بھی اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں اور انسانوں کی روحانی غذا یا ہدایت کا واسطہ بھی بنتے ہیں، پیغمبروں پر اللہ کا حکم لاتے ہیں اور نیک لوگوں کے دلوں میں القا و الہام کرتے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو اللہ کا ذکر کرنے والوں کی تلاش میں راستوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ جب وہ کسی ایسی جماعت کو پاتے ہیں جو اللہ کے ذکر میں مصروف ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے کو پکارتے ہوئے کہتے ہیں، ادھر آؤ! یہاں تمھاری مطلوبہ چیز موجود ہے۔ چنانچہ وہ اہل مجلس کو آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر الله عزوجل : ٦٤٠٨]

سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے بیٹھتے ہیں تو فرشتے انھیں گھیر لیتے ہیں، رحمت ان پر چھا جاتی ہے، سکینت ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان لوگوں (یعنی فرشتوں) میں فرماتے ہیں جو اس کے پاس ہیں۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن و علی الذکر : ٢٧٠٠]

إِنَّ إِلَٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿٤﴾ رَّبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿٥﴾

''کہ بے شک تمھارا معبود یقیناً ایک ہے۔ جو آسمانوں اور زمین کا اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کا رب اور تمام مشرقوں کا رب ہے۔''

فرشتوں کی قسم کھا کر انسانوں کے عرفِ عام کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان کے ذہنوں میں یہ بات بٹھانا چاہی ہے کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے، وہی ہر ایک کا پیدا کرنے والا اور سب کو روزی دینے والا ہے، وہی آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے اور وہی مشرق و مغرب کا رب ہے۔ آسمان اور زمین کا وجود اور جب سے دنیا قائم ہوئی ہے شمس و قمر کا مکمل نظم و نسق سے چلتے رہنا اور اس میں ذرہ برابر فرق نہ آنا، یہ اس بات کی واضح ترین دلیل ہے کہ ان کا پیدا کرنے والا موجود ہے اور وہ ایک ہے جو مالک کل ہے اور وہی اپنی مرضی کے مطابق ان میں تصرف کرتا ہے، کسی دوسرے کا کوئی دخل نہیں ہے۔

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ﴿٦﴾ وَحِفْظًا مِّن كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ﴿٧﴾ لَّا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ وَيُقْذَفُونَ مِن كُلِّ جَانِبٍ ﴿٨﴾ دُحُورًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ﴿٩﴾

''بے شک ہم نے ہی آسمان دنیا کو ایک انوکھی زینت کے ساتھ آراستہ کیا، جو ستارے ہیں۔ اور ہر سرکش شیطان سے خوب محفوظ کرنے کے لیے۔ وہ اوپر کی مجلس کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور ہر طرف سے ان پر (شہاب) پھینکے جاتے

ہیں۔ بھگانے کے لیے اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے علم وحکمت کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے آسمانِ دنیا کو ستاروں سے مزین کر دیا ہے۔ یہ ستارے مختلف الانواع اور متحرک ہیں، ان میں سے کچھ چھوٹے ہیں اور کچھ بڑے۔ یہ ستارے رات کے وقت دیکھنے میں روشن اور چمکدار نظر آتے ہیں اور آسمانِ دنیا کو زینت بخشتے ہیں اور تاریک راتوں میں دیکھنے میں بھلے نظر آتے ہیں۔ ان ستاروں کا ایک دوسرا مقصد یہ ہے کہ ان کے ذریعے سے شیاطین کو مار کر آسمان کی باتیں سننے سے انھیں دور رکھا جاتا ہے، تاکہ وہ غیب کی باتیں سن کر زمین پر رہنے والے کاہنوں کو نہ بتائیں۔ شیاطین جب بھی اس کی کوشش کرتے ہیں، فرشتے انھیں آسمان کی ہر جہت سے انگاروں کے ذریعے سے مارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ان شیاطین کو شدید دائمی عذاب دیا جائے گا۔

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ : یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمانِ دنیا کو ستاروں سے زینت بخشی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُومًا لِّلشَّيٰطِينِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ﴾ [الملك : ٥] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت بخشی اور ہم نے انھیں شیطانوں کو مارنے کے آلے بنایا اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ أَفَلَمْ يَنظُرُوا إِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِن فُرُوجٍ ﴾ [ق : ٦] ”تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے کیسے اسے بنایا اور اسے سجایا اور اس میں کوئی درزیں نہیں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوجًا وَزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِينَ ۝ وَحَفِظْنٰهَا مِن كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيمٍ ۝ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِينٌ ﴾ [الحجر : ١٦ تا ١٨] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمان میں کئی برج بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لیے مزین کر دیا ہے۔ اور ہم نے اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ کر دیا ہے۔ مگر جو سنی ہوئی بات چرا لے تو ایک روشن شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔“

إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ⑩

”مگر جو کوئی اچانک اچک کر لے جائے تو ایک چمکتا ہوا شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔“

یعنی ان شیاطین میں سے جو چوری سے کوئی بات جھپٹ لیتا ہے اور وہ اپنے سے نیچے والے شیطان کو وہ بات بتا دیتا ہے، بسا اوقات اسے بتانے سے پہلے ہی ایک جلتا ہوا انگارا اس کے پیچھے لگ جاتا ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ وہ جلتے ہوئے انگارے کے لگنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق نیچے والے شیطان کو بتانے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور یہ دوسرے شیطان وہ بات کاہن کو بتا دیتے ہیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے متعلق پوچھا، تو آپ نے فرمایا: ”وہ کچھ نہیں ہیں۔“ لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کبھی کبھی ان کی

بتائی ہوئی کوئی بات سچ بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ سچی بات وہ ہوتی ہے جو جن فرشتوں سے سن کر اڑا لیتا ہے، پھر وہ اس بات کو اپنے دوست (یعنی کاہن) کے کان میں اس طرح ڈال دیتا ہے، جس طرح ایک مرغ دوسرے مرغ کو دانے کے لیے بلاتا ہے۔ (یعنی جس طرح دوسرا کوئی ان مرغوں کی بات نہیں سمجھ پاتا ایسے ان شیطانوں کی بات کو بھی دوسرے لوگ نہیں سمجھ پاتے) پھر وہ کاہن اس ایک سچ میں سو سے زیادہ جھوٹ ملا دیتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب قول الرجل للشیء: لیس بشيء ...... الخ : ۶۲۱۳۔ مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکهانة وإتیان الکهان : ۲۲۲۸/۱۲۳]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی نے انھیں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ستارہ ٹوٹا اور زبردست روشنی ہوگئی۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''جاہلیت میں جب اس طرح کوئی ستارہ گرتا تو تم کیا کہتے تھے؟'' انھوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں (کہ حقیقت کیا ہے)، تاہم ہم یہ کہتے تھے کہ رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے، یا کوئی بڑا آدمی فوت ہوا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ستارے کے گرنے کا تعلق کسی کی موت یا پیدائش سے نہیں ہوتا، دراصل بات یہ ہے کہ جب ہمارا رب تبارک و تعالیٰ کسی امر کا آسمانوں میں فیصلہ کرتا ہے تو عرش کو اٹھانے والے فرشتے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ والے آسمان کے فرشتے (ان کی آواز سن کر) تسبیح کہتے ہیں، حتیٰ کہ یہ تسبیح آسمان دنیا کے فرشتوں تک پہنچ جاتی ہے، پھر وہ فرشتے جو عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کے پاس ہوتے ہیں، وہ حاملانِ عرش سے پوچھتے ہیں کہ تمھارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو وہ انھیں اس بات کی خبر دیتے ہیں جو رب نے فرمائی تھی۔ اس طرح ایک آسمان والے فرشتے (اپنے سے اوپر) دوسرے آسمان والوں سے دریافت کرتے جاتے ہیں، حتیٰ کہ یہ خبر آسمان دنیا تک پہنچ جاتی ہے اور (بعض دفعہ) اس خبر کو بعض جن چرا لیتے ہیں اور اپنے دوستوں (یعنی جادوگروں اور کاہنوں) کو بتا دیتے ہیں۔ انھیں ان ستاروں کے ذریعے سے مارا جاتا ہے۔ تو جو خبر یہ جن لاتے ہیں اگر اتنی ہی کہیں تو سچ ہے، لیکن وہ اس میں (سو) جھوٹ ملاتے ہیں اور اسے بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔'' [مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکهانة و إتیان الکهان : ۲۲۲۹]

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ⑪

''سو ان سے پوچھ کیا یہ پیدا کرنے کے اعتبار سے زیادہ مشکل ہیں، یا وہ جنھیں ہم نے پیدا کیا؟ بے شک ہم نے انھیں ایک چپکتے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ آپ مشرکین سے پوچھیے جو بعث بعد الموت کا انکار کرتے ہیں کہ جسمانی قوت و متانت میں وہ زیادہ ہیں یا آسمان و زمین اور پہاڑ؟ اس کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ واقعی کمزور اور ناتواں جسم

رکھتے ہیں اور آسمانوں اور زمین اور پہاڑ ان سے کہیں زیادہ قوی اور بڑے ہیں جنھیں اللہ نے پیدا کیا ہے اور یہ بات انھیں اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور کرتی ہے کہ اللہ کی قدرت سے کوئی چیز خارج نہیں ہے۔ اس لیے انسانوں کو زندہ کرنا بھی اس کے لیے بے حد آسان ہے۔ آیت کے آخر میں انسان کی کمزوری و ناتوانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ہم نے تو اسے چکنی اور کمزور مٹی سے پیدا کیا ہے۔ وہ اپنی اس حقیقت کو اور آسمان و زمین اور پہاڑوں کی قوت کو مدنظر رکھتے ہوئے کیوں نہیں ایمان لاتا، تاکہ جو اللہ ان مہیب آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کو پیدا کرنے پر قادر ہے، وہ یقیناً انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ۟ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۙ وَ اَغْطَشَ لَيْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۟ وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ؕ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا ۟ وَ الْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۙ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ﴾ [النازعات: ۲۷ تا ۳۳] ”کیا پیدا کرنے میں تم زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اس نے اسے بنایا۔ اس کی چھت کو بلند کیا، پھر اسے برابر کیا۔ اور اس کی رات کو تاریک کر دیا اور اس کے دن کی روشنی کو ظاہر کر دیا۔ اور زمین، اس کے بعد اسے بچھا دیا۔ اس سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا۔ اور پہاڑ، اس نے انھیں گاڑ دیا۔ تمھاری اور تمھارے چوپاؤں کی زندگی کے سامان کے لیے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الأحقاف: ۳۳] ”اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے؟ کیوں نہیں! یقیناً وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام زمین سے جمع شدہ مٹھی بھر خاک سے پیدا فرمایا۔ اسی لیے آدم علیہ السلام کی اولاد بھی مٹی کی طرح مختلف ہے، (رنگت کے اعتبار سے) کوئی ان میں سے سرخ، کوئی سفید، کوئی سیاہ اور کوئی درمیانی رنگت والا، (طبیعت کے اعتبار سے) کوئی نرم خو، کوئی سخت مزاج اور کوئی درمیانی طبیعت والا اور (عمل کے اعتبار سے) کوئی انتہائی خبیث، کوئی بہت اچھا اور کوئی درمیانے عمل والا۔“ [مسند أحمد: ۴/۴۰۶، ح: ۱۹۶۶۳]

بَلْ عَجِبْتَ وَ يَسْخَرُوْنَ ۪ ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۪ ﴿۱۳﴾ وَ اِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۪ ﴿۱۴﴾ وَ قَالُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۚۖ ﴿۱۵﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۙ ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَ اَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ۚ ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾

"بلکہ تو نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ اور جب انھیں نصیحت کی جائے وہ قبول نہیں کرتے۔ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو خوب مذاق اڑاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ صاف جادو کے سوا کچھ نہیں۔ کیا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو چکے تو کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟ کہہ دے ہاں! اور تم ذلیل ہو گے۔ سو وہ بس ایک ہی ڈانٹ ہوگی، تو یکایک وہ دیکھ رہے ہوں گے۔"

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ مشرکین مکہ کے انکار بعث بعد الموت پر آپ کو اس لیے تعجب ہو رہا ہے کہ دلائل و براہین کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے، لیکن دراصل ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، اسی لیے اتنی واضح ترین حقیقت کا انکار کر رہے ہیں اور آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں اور جب انھیں نصیحت کی جاتی ہے کہ عقیدہ بعث بعد الموت کا انکار نہ کریں تو ان پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا اور جب انھیں کائنات میں موجود کوئی ایسی نشانی دکھائی جاتی ہے جو اللہ کی اس قدرت پر دلالت کرتی ہے تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ محمد (ﷺ) کی ہر بات اور ہر عمل جادو کے قبیل سے ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے شق القمر کا معجزہ دکھایا تو اسے دیکھ کر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق نہیں کی، بلکہ اسے جادو بتایا اور بدستور اپنے کفر پر اڑے رہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴾ [القمر : ۱ تا ۳]
"قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (یہ) ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔ اور انھوں نے جھٹلا دیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام انجام کو پہنچنے والا ہے۔"

آگے فرمایا کہ وہ کہنے لگے کہ بھلا یہ بات بھی کوئی عقل سے لگتی ہے کہ جب ہم مر جائیں گے اور گل سڑ کر مٹی ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں رہ جائیں گی تو ہمیں اور ہمارے باپ دادا کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حیرت انگیز بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہاں تم یقیناً اٹھائے جاؤ گے اور اس وقت تمھیں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اور کوئی دلیل و حجت تمھارے کام نہیں آئے گی، وہ تو ایک چیخ ہوگی جو انسانوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے لیے حکم الٰہی سے تعبیر ہوگی، تو سارے انسان یک لخت زندہ ہو کر اپنے رب کے حضور کھڑے ہو جائیں گے اور قیامت کی ہولناکیوں کو دیکھنے لگیں گے۔

کافر دوبارہ زندہ ہونے کو ناممکن سمجھتے تھے اور اس کا مذاق اڑاتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [یٰس : ۷۸ تا ۸۲] "اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ

بوسیدہ ہوں گی؟ کہہ دے انھیں وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جاننے والا ہے۔ وہ جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی، پھر یکا یک تم اس سے آگ جلا لیتے ہو۔ اور کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کر دے؟ کیوں نہیں اور وہی سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کا حکم تو، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس کے سوا نہیں ہوتا کہ اسے کہتا ہے "ہو جا" تو وہ ہو جاتی ہے۔" دوبارہ زندہ ہونے پر کافروں کا اعتراض نقل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴾ [النازعات : ۱۰ تا ۱٤] "یہ لوگ کہتے ہیں کیا بے شک ہم یقیناً پہلی حالت میں لوٹائے جانے والے ہیں؟ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے۔ انھوں نے کہا یہ تو اس وقت خسارے والا لوٹنا ہوگا۔ پس وہ تو صرف ایک ہی ڈانٹ ہوگی۔ پس یک لخت وہ زمین کے اوپر موجود ہوں گے۔"

وَ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾

"اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! یہ تو جزا کا دن ہے۔ یہی فیصلے کا دن ہے، جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو اور جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ اللہ کے سوا، پھر انھیں جہنم کی راہ کی طرف لے چلو۔"

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کفار اپنے آپ کو ملامت کریں گے اور اعتراف کریں گے کہ انھوں نے دنیا میں اپنے اوپر خود ظلم کیا تھا اور جب قیامت کی ہولناکیوں کو دیکھیں گے تو بے حد ندامت کا اظہار کریں گے۔ اس دن انھیں اپنی ہلاکت و بربادی کا یقین ہو جائے گا اور سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، تب بعث بعد الموت کا اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے کہ یہی ہے بدلے کا وہ دن جس کا ہم دنیا میں انکار کرتے تھے اور فرشتے اور مومنین ان سے زجر و توبیخ کے طور پر کہیں گے کہ ہاں، یہی وہ دن ہے جس کی تم لوگ دنیا میں تکذیب کرتے تھے۔ اس دن اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہے گا کہ لے جاؤ ان ظالموں کو، ان جیسے تمام مجرموں کو اور ان تمام جھوٹے معبودوں کو، جن کی یہ لوگ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے، ان سب کو جہنم کی راہ پر ڈال دو، جس پر چل کر اس کھائی میں گر جائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾

﴿لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ﴾ [الأنبياء : ۹۸ تا ۱۰۰] ''بے شک تم اور جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں، تم اسی میں داخل ہونے والے ہو۔ اگر یہ معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور یہ سب اسی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے لیے اس میں گدھے جیسی آواز ہوگی اور وہ اس میں نہیں سنیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا﴾ [بنی إسرائیل : ۹۷] ''اور قیامت کے دن ہم انھیں ان کے چہروں کے بل اندھے اور گونگے اور بہرے اٹھائیں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے، جب کبھی بجھنے لگے گی ہم ان پر بھڑکانا زیادہ کر دیں گے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا، اے اللہ کے نبی! کافر کو قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل کس طرح چلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ''کیا جس اللہ نے اسے اس دنیا میں دو پاؤں پر چلایا ہے، وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ قیامت کے دن اسے اس کے چہرے کے بل چلا دے؟'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ الذین یحشرون علی وجوههم إلی جهنم ﴾ : ۴۷۶۰]

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾

''اور انھیں ٹھہراؤ، بے شک یہ سوال کیے جانے والے ہیں۔ کیا ہے تمھیں، تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ بلکہ آج وہ بالکل فرماں بردار ہیں۔ اور ان کے بعض بعض کی طرف متوجہ ہوں گے، ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ کہیں گے بے شک تم ہمارے پاس قَسم کی راہ سے آتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہے گا کہ ان مجرموں کو میدانِ محشر میں روک لو، تاکہ ان سے ان کے عقائد، اقوال اور اعمال کے متعلق پوچھا جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۱۹ تا ۲۳] ''اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، پھر ان کی الگ الگ قسمیں بنائی جائیں گی۔ یہاں تک کہ جونہی اس کے پاس پہنچیں گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور وہ اپنے چمڑوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی؟ وہ کہیں گے ہمیں اس اللہ نے بلوا دیا

جس نے ہر چیز کو بلوایا اور اسی نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا اور اسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔ اور تم اس سے پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمھارے خلاف تمھارے کان گواہی دیں گے اور نہ تمھاری آنکھیں اور نہ تمھارے چمڑے اور لیکن تم نے گمان کیا کہ بے شک اللہ بہت سے کام، جو تم کرتے ہو، نہیں جانتا۔ اور یہ تمھارا گمان تھا جو تم نے اپنے رب کے بارے میں کیا، اسی نے تمھیں ہلاک کر دیا، سو تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔"

الغرض اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے سوال و جواب ہوگا، ان سوالوں میں سے ایک سوال یہ بھی ہوگا کہ تم لوگ دنیا کی طرح یہاں بھی ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کر رہے ہو؟ ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہوگا، اس دن تو ذلت و رسوائی سے ان کی گردنیں جھکی ہوں گی، ان میں سے جو کمزور لوگ دنیا میں متکبر لوگوں کی پیروی کرتے رہے تھے، وہ ان متکبر لوگوں سے پوچھیں گے کہ تم لوگ دنیا میں ہمیں اپنی پیروی پر مجبور کرتے تھے، تو آج ہماری مدد کے لیے آگے کیوں نہیں بڑھتے ہو اور جہنم کا عذاب ہم سے ٹال کیوں نہیں دیتے ہو؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨالْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ [سبا : ۳۱] "اور کاش! تو دیکھے جب یہ ظالم اپنے رب کے پاس کھڑے کیے ہوئے ہوں گے، ان میں سے ایک دوسرے کی بات رد کر رہا ہوگا، جو لوگ کمزور سمجھے گئے تھے ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہہ رہے ہوں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لانے والے ہوتے۔" اور فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ﴾ [سبا : ۳۳] "اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے، ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہیں گے بلکہ (تمھاری) رات اور دن کی چالبازی نے (ہمیں روکا) جب تم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لیے شریک ٹھہرائیں۔"

قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝۲۹ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ۝۳۰
فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَاۤ ۖۗ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ۝۳۱ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ۝۳۲ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي
الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝۳۳ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝۳۴

"وہ کہیں گے بلکہ تم ایمان والے نہ تھے۔ اور ہمارا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا، بلکہ تم (خود) حد سے بڑھنے والے لوگ تھے۔ سو ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی۔ بے شک ہم یقیناً چکھنے والے ہیں۔ سو ہم نے تمھیں گمراہ کیا، بے شک ہم خود گمراہ تھے۔ پس بے شک وہ اس دن عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے۔ بے شک ہم مجرموں کے ساتھ ایسے ہی کیا کرتے ہیں۔"

شیاطین یا سردارانِ کفار جواب دیں گے کہ تم مومن کب تھے کہ ہم نے تمھیں کفر پر آمادہ کیا؟ تم نیک کب تھے کہ ہم نے تمھیں برائی کی راہ پر ڈال دیا اور اہل توحید کب تھے کہ ہم نے تمھیں شرک پر مجبور کیا؟ تم لوگ ہمارے زیر تسلط نہیں تھے کہ ہم تمھیں طاقت کے بل بوتے پر کفر سے نکال کر ایمان میں داخل کر دیتے، تم تو ظلم و شرک اور کفر و طغیان میں حد سے تجاوز کیے ہوئے تھے، اس لیے آج اللہ کا وعدہ ہم سب کے لیے ثابت ہو گیا: ﴿ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [صٓ : ۸۵] ”کہ ضرور بالضرور جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے بھر دوں گا، جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے۔“

اب ہم سب کو اس عذاب کا مزہ چکھنا ہے، جس کا وعدہ اللہ نے ہم سے کر رکھا تھا اور بالآخر اپنی مجرمانہ حرکتوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہاں! ہم نے تمھیں گمراہ کیا تھا، چونکہ ہم گمراہ تھے، اس لیے چاہا کہ تم بھی ہمارے جیسے ہو جاؤ، لیکن ہم نے تمھیں مجبور نہیں کیا تھا، بلکہ کفر و شرک کی راہوں کو تمھارے لیے خوشنما بنا دیا تھا، تو تم ان پر ہمارے ساتھ چل پڑے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے شیاطین و سردارانِ کفر اور ان کی پیروی کرنے والوں کے بارے میں خبر دی ہے کہ جس طرح دنیا میں یہ تمام لوگ ضلالت و گمراہی میں شریک تھے آج عذاب الٰہی کا مزہ چکھنے میں بھی شریک ہوں گے۔ کفر و شرک کرنے والے مجرمین کے ساتھ ہم ایسا ہی برتاؤ کیا کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَاۤ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴾ [حٰمٓ المؤمن : ۴۷، ۴۸] ”اور جب وہ آگ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور لوگ ان سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ بے شک ہم تمھارے ہی پیچھے چلنے والے تھے، تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ ہٹانے والے ہو؟ وہ لوگ کہیں گے جو بڑے بنے تھے بے شک ہم سب اس میں ہیں، بے شک اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِي النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۸، ۳۹] ”فرمائے گا ان جماعتوں کے ہمراہ جو جنوں اور انسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکی ہیں، آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جب بھی کوئی جماعت داخل ہو گی اپنے ساتھ والی کو لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جس وقت سب ایک دوسرے سے آملیں گے تو ان کی پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا، تو انھیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔ اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمھاری ہم پر کوئی برتری تو نہ

ہوئی، تو عذاب چکھو اس کے بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔“

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۟ۙ﴿۳۵﴾

”بے شک وہ ایسے لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو تکبر کرتے تھے۔“

یعنی جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی حقیقی الٰہ نہیں تو یہ تکبر کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کی توحید کو تسلیم نہیں کرتے تھے، حق بات کو قبول نہیں کرتے تھے۔ حق بات کو تسلیم نہ کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا اسی کا نام تو تکبر ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ شخص جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا، وہ جنت میں نہیں جائے گا، ایک شخص نے کہا، ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو (تو کیا یہ تکبر ہے)؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے (اس لیے یہ تکبر نہیں ہے)، تکبر تو یہ ہے کہ انسان حق کو ٹھکرا دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر و بيانه : ۹۱]

وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾

”اور کہتے تھے کیا واقعی ہم یقیناً اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی خاطر چھوڑ دینے والے ہیں؟ بلکہ وہ حق لے کر آیا ہے اور اس نے تمام رسولوں کی تصدیق کی ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہا گیا، شاعر کہا گیا، حالانکہ وہ نہ مجنون تھے اور نہ شاعر، ان کا لایا ہوا کلام نہ دیوانے کی بڑ ہے اور نہ شاعرانہ غلط بیانی، وہ تو سراسر حق، فصاحت و بلاغت اور حکمت کا گلدستہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۚ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الحآقة : ۴۰ تا ۴۳] ”بلاشبہ یہ (قرآن) یقیناً ایک معزز پیغام لانے والے کا قول ہے۔ اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں، تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔ اور نہ کسی کاہن کا قول ہے، تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔ (یہ) جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ؕ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ؕ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ؕ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۚ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴾ [الطور : ۲۹ تا ۳۴] ”پس نصیحت کر، کیوں کہ تو اپنے رب کی مہربانی سے ہرگز نہ کسی طرح کاہن ہے اور نہ کوئی دیوانہ۔ یا وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک شاعر ہے جس پر ہم زمانے کے حوادث کا انتظار کرتے ہیں؟ کہہ دے انتظار کرو، پس بے شک میں (بھی) تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے

ہوں۔ یا انھیں ان کی عقلیں اس بات کا حکم دیتی ہیں، یا وہ خود ہی حد سے گزرنے والے لوگ ہیں؟ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے یہ خود گھڑ لیا ہے؟ بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ پس وہ اس جیسی ایک ہی بات بنا کر لے آئیں، اگر سچے ہیں۔‘‘

اِنَّكُمْ لَذَآىِٕقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَ مَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾

’’بلاشبہ تم یقیناً دردناک عذاب چکھنے والے ہو۔ اور تمھیں صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔‘‘

میدانِ محشر میں اللہ تعالیٰ کفار و مشرکین سے کہے گا، جب ان کے بارے میں جہنم کا فیصلہ ہو جائے گا کہ اب تم جہنم کے دردناک عذاب میں ہمیشہ کے لیے مبتلا کر دیے جاؤ گے اور یہ انجام بد تمھارے برے اعمال ہی کا نتیجہ ہے۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَ هُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۴﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾

’’مگر اللہ کے خالص کیے ہوئے بندے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے مقرر رزق ہے۔ کئی قسم کے پھل اور وہ عزت بخشے گئے ہیں۔ نعمت کے باغوں میں۔ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان پر صاف بہتی ہوئی شراب کا جام پھرایا جائے گا۔ جو سفید ہوگی، پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ نہ اس میں کوئی دردِ سر ہوگا اور نہ وہ اس سے مدہوش کیے جائیں گے۔ اور ان کے پاس نگاہ نیچے رکھنے والی، موٹی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی۔ جیسے وہ چھپا کر رکھے ہوئے انڈے ہوں۔‘‘

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کو عذابِ نار سے مستثنیٰ قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾ [العصر : ۱ تا ۳] ’’زمانے کی قسم! کہ بے شک ہر انسان یقیناً گھاٹے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ [التين : ٤ تا ٦] ’’بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو سب سے اچھی بناوٹ میں پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اسے لوٹا کر نیچوں سے سب سے نیچا کر دیا۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے۔‘‘

آگے فرمایا کہ انھیں ان کا رب جنت میں داخل کر دے گا اور بے شمار نعمتوں سے نوازے گا۔ ان نعمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ انھیں بغیر انقطاع کے صبح و شام عمدہ اور پاکیزہ روزی ملتی رہے گی۔ اہل جنت کا کھانا پینا بھوک اور پیاس کی

وجہ سے نہیں، بلکہ محض لذت حاصل کرنے کے لیے ہوگا اور وہاں وہ بہت ہی باعزت زندگی گزاریں گے، وہ آمنے سامنے آرام کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے اور انھیں شراب کی جاری نہروں سے پیالے بھر بھر کر پیش کیے جائیں گے۔ ایسی شراب جس سے انھیں نہ کوئی بیماری لاحق ہوگی، نہ دردِ سر ہوگا اور نہ اس کے زیر اثر ان کی عقل ماری جائے گی۔ اہل جنت کی بیویاں موٹی آنکھوں والی اور بڑی خوبصورت ہوں گی، جیسے چھپا کر رکھے ہوئے انڈے ہوں۔ کہتے ہیں کہ شتر مرغ اپنے انڈوں کو اپنے پروں کے نیچے چھپا کر رکھتا ہے، جس کی وجہ سے وہ گرد و غبار سے محفوظ اور صاف ستھرے رہتے ہیں، پھر وہ زردی مائل سفید ہوتے ہیں، یعنی بہت خوش رنگ ہوتے ہیں۔ تو حوریں بھی انتہائی سفید، صاف ستھری اور خوش رنگ ہوں گی۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۝ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـــًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ مُتَّكِـــِٕيْنَ عَلٰي سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّــتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِی ٴٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ۝ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴾ [الطور: ۱۷ تا ۲۴] ”بے شک متقی لوگ باغوں اور بڑی نعمت میں ہیں۔ لطف اٹھانے والے اس سے جو ان کے رب نے انھیں دیا اور ان کے رب نے انھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا لیا۔ کھاؤ اور پیو خوب مزے سے، اس کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔ ایسے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جو قطاروں میں بچھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کا نکاح سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے کر دیا، جو بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد کسی بھی درجے کے ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان سے ان کے عمل میں کچھ کمی نہ کریں گے، ہر آدمی اس کے عوض جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔ اور ہم انھیں پھل اور گوشت زیادہ دیں گے اس میں سے جو وہ چاہیں گے۔ وہ اس میں ایک دوسرے سے شراب کا پیالہ چھینیں جھپٹیں گے، جس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ میں ڈالنا۔ اور ان پر چکر لگاتے رہیں گے انھی کے لڑکے، جیسے وہ چھپائے ہوئے موتی ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ عَلٰي سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝ مُّتَّكِـــِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ڏ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۝ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۝ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُـوِٴ الْمَكْنُوْنِ ۝ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۝ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴾ [الواقعة : ۱۰ تا ۲۶] ”اور جو پہل کرنے والے ہیں، وہی آگے بڑھنے والے ہیں۔ یہی لوگ قریب کیے ہوئے ہیں۔ نعمت کے باغوں میں۔ بہت بڑی جماعت پہلوں سے۔ اور تھوڑے سے پچھلوں سے ہوں گے۔ سونے اور جواہر سے بُنے ہوئے تختوں پر (آرام کر رہے ہوں گے)۔ ان

پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے بیٹھنے والے (ہوں گے)۔ان پر چکر لگا رہے ہوں گے وہ لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے۔ ایسے کوزے اور ٹونٹی والی صراحیاں اور لبالب بھرے ہوئے پیالے لے کر جو بہتی ہوئی شراب کے ہوں گے۔ وہ نہ اس سے دردسر میں مبتلا ہوں گے اور نہ بہکیں گے۔ اور ایسے پھل لے کر جنھیں وہ پسند کرتے ہیں۔ اور پرندوں کا گوشت لے کر جس کی وہ خواہش رکھتے ہیں۔ اور (ان کے لیے وہاں) سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتیں ہیں، جو فراخ آنکھوں والی ہیں۔ چھپا کر رکھے ہوئے موتیوں کی طرح۔ اس کے بدلے کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔ وہ اس میں نہ بے ہودہ گفتگو سنیں گے اور نہ گناہ میں ڈالنے والی بات۔ مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے۔''

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٥٠﴾ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ﴿٥١﴾ يَقُولُ أَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ﴿٥٢﴾ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَدِينُونَ ﴿٥٣﴾ قَالَ هَلْ أَنتُم مُّطَّلِعُونَ ﴿٥٤﴾ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿٥٥﴾ قَالَ تَاللَّهِ إِن كِدتَّ لَتُرْدِينِ ﴿٥٦﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿٥٧﴾ أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ ﴿٥٨﴾ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿٥٩﴾
إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦٠﴾ لِمِثْلِ هَٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ ﴿٦١﴾

''پھر ان کے بعض بعض کی طرف متوجہ ہوں گے، ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا بے شک میں، میرا ایک ساتھی تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ کیا واقعی تو بھی ماننے والوں میں سے ہے۔ کیا جب ہم مر گئے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا واقعی ہم ضرور جزا دیے جانے والے ہیں؟ کہے گا کیا تم جھانک کر دیکھنے والے ہو؟ پس وہ جھانکے گا تو اسے بھڑکتی آگ کے وسط میں دیکھے گا۔ کہے گا اللہ کی قسم! یقیناً تو قریب تھا کہ مجھے ہلاک ہی کر دے۔ اور اگر میرے رب کی نعمت نہ ہوتی تو یقیناً میں بھی ان میں ہوتا جو حاضر کیے گئے ہیں۔ تو کیا ہم کبھی مرنے والے نہیں ہیں۔ مگر ہماری پہلی موت اور نہ ہم کبھی عذاب دیے جانے والے ہیں۔ یقیناً یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔ اس جیسی (کامیابی) ہی کے لیے پس لازم ہے کہ عمل کرنے والے عمل کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے باہم احوال پوچھیں گے کہ وہ دنیا میں کس حال میں تھے اور کن شدائد و مشکلات کو برداشت کرتے تھے۔ جب وہ اپنے تختوں پر جلوہ افروز ہو کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھیں گے اور شراب کے دور چل رہے ہوں گے تو وہ آپس میں اسی طرح کی باتیں کریں گے۔ ادھر خدام ان کے پاس انواع و اقسام کے ایسے عمدہ و اعلیٰ کھانے اور مشروبات لا رہے ہوں گے جنھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا، نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا وہم و گمان گزرا ہوگا۔ اس وقت ان میں سے ایک

جنتی کہے گا کہ ایک مشرک میرے ساتھ دنیا میں کبھی کبھار بیٹھتا تھا، وہ آخرت کی تکذیب کرتے ہوئے کہتا تھا کہ کیا تم اس بات کو مانتے ہو کہ جب ہم مر کر گل سڑ جائیں گے اور مٹی میں مل جائیں گے تو ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ چکایا جائے گا ؟ تو آج ہمارے رب نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا ہے، ہمیں جنت میں داخل کر دیا ہے اور میرے اس ساتھی کو جہنم میں دھکیل دیا ہے۔ کیا تم لوگ اسے جہنم میں دیکھنا چاہتے ہو؟ پھر وہ جنتی جہنم میں جھانکے گا تو اس مشرک کو بیچ جہنم میں دیکھے گا اور اسے پکار کر کہے گا کہ اللہ کی قسم ! قریب تھا کہ تو مجھے بھی جہنم میں پہنچا دیتا، اگر مجھ پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو آج میں بھی تمھارے ساتھ جہنم کی کھائی میں نظر آتا۔ پھر وہ جنتی اپنے اہل جنت ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرحت و شادمانی کے عالم میں کہے گا کہ دوستو ! ہم نے دنیا میں جو موت کا مزہ چکھا تھا، اس کے بعد اب ہمیں یہاں جنت میں موت نہیں آئے گی، یہاں کی زندگی دائمی ہے اور اس کی نعمتیں لازوال ہیں۔ بے شک مردِ مومن کی یہی سب سے بڑی کامیابی ہے، جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا ہے۔ لوگوں کو اسی کے حصول کے لیے دنیا کی زندگی میں کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ : سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ میں تو موت کو لایا جائے گا اور اسے جنت اور دوزخ کے بیچ میں لا کر ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے جنت والو! اب موت نہیں اور اے دوزخ والو ! اب موت نہیں۔ جنت والوں کو یہ سن کر خوشی پر خوشی حاصل ہو گی اور دوزخ والوں کا رنج مزید زیادہ ہو گا۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء : ۴۳/ ۲۸۵۰]

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْۤ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾

”کیا مہمانی کے طور پر یہ بہتر ہے، یا زقوم کا درخت؟ بے شک ہم نے اسے ظالموں کے لیے ایک آزمائش بنایا ہے۔ بے شک وہ ایسا درخت ہے جو بھڑکتی ہوئی آگ کی تہ میں اگتا ہے۔ اس کے خوشے ایسے ہیں جیسے وہ شیطانوں کے سر ہوں۔ پس بے شک وہ یقیناً اس میں سے کھانے والے ہیں، پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہیں۔ پھر بلاشبہ ان کے لیے اس پر یقیناً سخت گرم پانی کی آمیزش ہے۔“

اہل جنت کی خوش بختیوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل جہنم کی بد بختیوں کا ذکر کیا ہے کہ اوپر اہل جنت کے لیے جن نعمتوں کا ذکر ہوا وہ بہترین ہیں، جبکہ ان کے لیے بدترین چیز کڑوے زقوم کا درخت ہے، جسے ہم نے ظالم کفار مکہ کی آزمائش کا سبب بنا دیا ہے، جو کہتے ہیں کہ بھلا یہ بھی عقل میں آنے والی بات ہے کہ کوئی ایسا بھی درخت ہے جو آگ میں پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہاں! زقوم ایسا درخت ہے جو جہنم کی تہ میں پیدا ہوتا ہے، جس کی شاخیں آگ میں لہلہاتی ہیں اور جس کے پھل شیطانوں کے سروں کی مانند بڑے اور قبیح المنظر ہوتے ہیں۔ جہنمی جب بھوک کی شدت سے تڑپیں گے تو اپنے آگے سوائے شجر زقوم کے کچھ بھی کھانے کے لیے نہ پائیں گے۔ ناچار اسی کو کھائیں گے اور اپنے پیٹ بھریں گے، پھر کھانے کے بعد جب انھیں پیاس لگے گی تو پینے کے لیے پیپ اور گندگی ملا ہوا شدید گرم پانی ملے گا، جو ان کی آنتوں کو کاٹ کر باہر نکال دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴾ [الدخان : ٤٣ تا ٤٦] ''بے شک زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح، پیٹوں میں کھولتا ہے۔ گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔'' اور فرمایا: ﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ﴾ [الغاشية : ١ تا ٧] ''کیا تیرے پاس ڈھانپ لینے والی کی خبر پہنچی؟ اس دن کئی چہرے ذلیل ہوں گے۔ محنت کرنے والے، تھک جانے والے۔ گرم آگ میں داخل ہوں گے۔ وہ ایک کھولتے ہوئے چشمے سے پلائے جائیں گے۔ ان کے لیے کوئی کھانا نہیں ہوگا مگر ضریع سے۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک سے کچھ فائدہ دے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ لَدَيْنَاۤ اَنْكَالًا وَّ جَحِيْمًا ۝ وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [المزمل : ١٢، ١٣] ''بلاشبہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ۔ اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا اور دردناک عذاب۔'' اور فرمایا: ﴿ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا ۝ اِلَّا حَمِيْمًا وَّ غَسَّاقًا ﴾ [النبا : ٢٤، ٢٥] ''نہ اس میں کوئی ٹھنڈ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تھوہر کا ایک قطرہ دنیا میں گرا دیا جائے تو ساری دنیا کے جانداروں کے اسباب زندگی (یعنی خور و نوش کی چیزیں) تباہ کر دے۔ پھر اس شخص کا کیا حال ہوگا کہ جس کی خوراک ہی تھوہر ہو۔'' [ترمذی، کتاب صفة جهنم، باب ما جاء في صفة شراب أهل النار : ٢٥٨٥]

ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ۝ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ۝ فَهُمْ عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ۝

''پھر بلاشبہ ان کی واپسی یقیناً اسی بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف ہوگی۔ بے شک انھوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا۔ تو وہ

انھی کے قدموں کے نشانوں پر دوڑائے چلے جاتے ہیں۔"

انھوں نے یہ سوچنے کی زحمت گوارا ہی نہ کی کہ جو کچھ ان کے آبا و اجداد کرتے آرہے ہیں، وہ درست ہے یا غلط، جس راہ پر انھیں چلتے دیکھا اسی پر دوڑنے لگے، کنواں کھائی کچھ نہ دیکھا اور اگر ان کے پاس رسول آئے تو انھیں بھی جھٹلا دیا اور انھی آبائی رسوم کی حمایت میں رسولوں کی مخالفت پر اتر آئے، حالانکہ اگر وہ سابقہ اقوام کی روش سے اور ان کے انجام سے کچھ سبق حاصل کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے۔ کفار کا ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے کہ وہ انبیاء کی لائی ہوئی شریعت کے مقابلہ میں اپنے آبا و اجداد کی پیروی کرتے رہے، گویا وہ آبا و اجداد کو معیارِ حق سمجھتے رہے، حالانکہ معیارِ حق تو اللہ کی لائی ہوئی شریعت ہوتی ہے، انھوں نے آبا و اجداد کی تقلید کی اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کو مسترد کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴾ [الزخرف : ٢٣، ٢٤] "اور اسی طرح ہم نے تجھ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر اس کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے پر پایا اور بے شک ہم انھی کے قدموں کے نشانوں کے پیچھے چلنے والے ہیں۔ اس نے کہا اور کیا اگر میں تمھارے پاس اس سے زیادہ سیدھا راستہ لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا؟ انھوں نے کہا بے شک ہم اس سے جو دے کر تم بھیجے گئے ہو، منکر ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُھُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَـيْــــًٔـا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٧٠] "اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔"

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ۙ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝ۙ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ع ٢

"اور بلاشبہ یقیناً ان سے پہلے اگلے لوگوں میں سے زیادہ تر گمراہ ہو گئے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ان میں کئی ڈرانے والے بھیجے۔ سو دیکھ ان ڈرائے جانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ مگر اللہ کے خالص کیے ہوئے بندے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرکین مکہ سے پہلے بھی بہت سی قومیں گمراہ ہوئیں اور ہم نے انھیں ان کے برے اعمال کے انجام بد سے ڈرانے کے لیے انبیاء و رسل بھیجے، تو جنھوں نے ان کی دعوت کو قبول نہ کیا انھیں ہلاک کر دیا اور اپنے ان نیک بندوں کو اس عذاب سے بچا لیا جو اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ ہماری عبادت کرتے رہے۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ وَجَعَلْنَا

ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾

’’اور بلاشبہ یقیناً نوح نے ہمیں پکارا تو یقیناً ہم اچھے قبول کرنے والے ہیں۔ اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دی۔ اور ہم نے اس کی اولاد ہی کو باقی رہنے والے بنا دیا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ ذکر فرمایا کہ پہلے اکثر لوگ راہِ نجات سے بھٹک گئے تھے اور اب اس نے اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے اور اس سلسلے میں سب سے پہلے نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی اور طویل مدت تک دعوت دینے کے باوجود ان میں سے بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے تھے۔ آپ ان میں ساڑھے نو سو سال تک رہے تھے، جب ان کی مخالفت طویل اور تکذیب بہت شدید ہو گئی، تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی، اس لیے کہ ہمارے علاوہ کوئی کسی پریشان حال کی پکار نہیں سن سکتا ہے اور انھیں اور ان کے خاندان والوں کو، ان کی بیوی اور بیٹے کنعان کے سوا طوفانِ عظیم سے بچا لیا اور ان کی نسلوں کو دنیا میں باقی رکھا۔ چنانچہ قومِ نوح کی ہلاکت کے بعد دوبارہ پوری دنیا نوح کے تین بیٹوں سام، حام اور یافث کی اولاد سے آباد ہوئی۔

نوح علیہ السلام کی دعا کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَ قَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّ ازْدُجِرَ ﴿۹﴾ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴾ [القمر : ۹، ۱۰] ’’ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو انھوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور انھوں نے کہا دیوانہ ہے اور جھڑک دیا گیا۔ تو اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک میں مغلوب ہوں، سو تو بدلہ لے۔‘‘ نوح علیہ السلام کی دعا کا ذکر کرتے ہوئے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ لَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴾ [نوح : ۲۶ تا ۲۸] ’’اور نوح نے کہا اے میرے رب! زمین پر ان کافروں میں سے کوئی رہنے والا نہ چھوڑ۔ بے شک تو اگر انھیں چھوڑے رکھے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور کسی نافرمان، سخت منکر کے سوا کسی کو نہیں جنیں گے۔ اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اس کو جو مومن بن کر میرے گھر میں داخل ہو اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو اور ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا۔‘‘

وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾

’’اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس کے لیے باقی رکھا۔ (یہ کہنا) کہ نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو۔ بے شک ہم

نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں سے تھا۔ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے نوح علیہ السلام کے بعد آنے والی قوموں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا کہ سب ان کا نام عزت و احترام سے لیتے ہیں اور ان کے لیے سلامتی و رحمت کی دعا کرتے ہیں، تو قیامت تک ان کا ذکر خیر سب قوموں میں باقی رہے گا، پھر فرمایا کہ ہم عمل صالح کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ نوح علیہ السلام کا عمل صالح یہ تھا کہ انھوں نے اللہ کا کلمہ بلند کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تک اللہ کے دین کی طرف بلاتے رہے۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام ہمارے سچے مومن بندوں میں سے تھے اور آخری آیت میں فرمایا کہ ان کے اور ان کے اہل ایمان رشتہ داروں اور پیروکاروں کے سوا باقی تمام کافروں کو ہم نے طوفان کی نذر کر دیا۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا (اور مختلف سوال کرنے لگا)، اس نے پوچھا: "یا رسول اللہ! احسان کسے کہتے ہیں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(احسان یہ ہے کہ) تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر تو یہ نہیں کر سکتا (یعنی یہ مقام حاصل نہیں کر سکتا) تو اتنا خیال ضرور رہے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔" [مسلم، کتاب الإیمان، باب الإیمان ما ھو؟ و بیان خصالہ : ۹]

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ: ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٦٤] "پھر انھوں نے اسے جھٹلا دیا تو ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو کشتی میں اس کے ساتھ تھے، بچا لیا اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ یقیناً وہ اندھے لوگ تھے۔"

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾

"اور بے شک اس کے گروہ میں سے یقیناً ابراہیم (بھی) ہے۔ جب وہ اپنے رب کے پاس بے روگ دل لے کر آیا۔ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ کیا اللہ کو چھوڑ کر گھڑے ہوئے معبودوں کو چاہتے ہو؟ تو جہانوں کے رب کے بارے میں تمھارا کیا گمان ہے؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام ایمان اور توحید کی طرف لوگوں کو بلانے میں نوح علیہ السلام کی راہ پر گامزن تھے، وہ بھی اپنے رب کی طرف ایسے دل کے ساتھ متوجہ ہوئے تھے جو شرک اور شک و شبہ کی آلائشوں سے یکسر پاک اور فطری طور پر توحید کی طرف مکمل طور پر مائل تھا، اسی لیے انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کی بت پرستی پر نکیر کی اور ان سے کہا کہ کیا

اللہ کے خلاف افترا پردازی کرتے ہوئے، اپنے لیے اس کے سوا دوسروں کو معبود بناتے ہو اور رب العالمین کی عبادت چھوڑ کر غیروں کی پرستش کرتے ہو؟ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ بات تمھارے وہم و گمان میں بھی نہ آتی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا عبادت کا مستحق ہوسکتا ہے۔

اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ : سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خبردار ہو جاؤ! جسم میں گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ (خوب) سن لو! وہ ٹکڑا دل ہے۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینه : ۵۲]

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰۤى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْۤا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

”پس اس نے ستاروں میں ایک نگاہ ڈالی۔ پھر کہا میں تو بیمار ہوں۔ تو وہ اس سے پیٹھ پھیر کر واپس چلے گئے۔ تو وہ چپکے سے ان کے معبودوں کی طرف گیا اور اس نے کہا کیا تم کھاتے نہیں؟ تمھیں کیا ہے کہ تم بولتے نہیں؟ پھر وہ دائیں ہاتھ سے مارتے ہوئے ان پر پل پڑا۔ تو وہ دوڑتے ہوئے اس کی طرف آئے۔ اس نے کہا کیا تم اس کی عبادت کرتے ہو جسے خود تراشتے ہو؟ حالانکہ اللہ ہی نے تمھیں پیدا کیا اور اسے بھی جو تم کرتے ہو۔“

وہ لوگ علم نجوم کے قائل تھے، اسی لیے ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی طرف دیکھ کر کہا کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ اگر میں تمھارے ساتھ میلے میں شریک ہوں گا تو بیمار پڑ جاؤں گا، تاکہ لوگ انھیں میلہ میں شرکت سے معذور سمجھیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، لوگوں نے انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور خود میلے میں شرکت کے لیے چلے گئے۔ ابراہیم علیہ السلام بتوں کے پاس پہنچے اور ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ اگر تم عبادت کے مستحق ہو تو تمھارے سامنے اتنے کھانے پڑے ہیں، انھیں کھاتے کیوں نہیں ہو؟ لیکن بتوں نے نہ کھانا کھایا اور نہ ان کی بات کا جواب دیا تو ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے، اے بتو! تم بولتے کیوں نہیں ہو؟ پھر اپنے دائیں ہاتھ میں موجود کلہاڑی سے انھیں مار مار کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ مشرکین جب شام کو واپس آئے اور اپنے معبودوں کا حالِ زار دیکھا تو فوراً ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے اور ان سے پوچھ گچھ کرنے لگے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دفاع میں کہا کہ یہ کیسی تمھاری کور مغزی ہے کہ جن بتوں کو تم اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو انھی کی پوجا کرتے ہو، حالانکہ تمھارا اور تمھارے معبودوں کا خالق اللہ ہے۔ اس لیے عبادت کا مستحق بھی صرف وہی ہے۔

فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ابراہیم علیہ السلام نے تین مواقع کے

سوا کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ ایک جب انھیں بتوں کی طرف بلایا گیا تو انھوں نے فرمایا: ﴿ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴾ [الصافات : ۸۹] ''میں بیمار ہوں'' اور دوسرا ان کا یہ قول: ﴿ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا ﴾ [الأنبياء : ٦٣] ''یہ کام ان کے بڑے (سردار بت) نے کیا ہے'' اور سارہ علیہا السلام کے بارے میں فرمایا: ''یہ میری بہن ہے۔'' (واقعہ اس طرح ہے کہ) ابراہیم علیہ السلام ایک شہر (مصر) میں داخل ہوئے، جہاں ایک ظالم بادشاہ (حکمران) تھا۔ اسے بتایا گیا کہ آج رات ابراہیم (علیہ السلام) ایک خاتون کے ساتھ آئے ہیں جو حسین ترین عورتوں میں سے ہے۔ بادشاہ نے بلا بھیجا اور کہا، تمھارے ساتھ یہ عورت کون ہے؟ انھوں نے فرمایا: ''میری بہن ہے۔'' اس نے کہا، اسے (میرے پاس) بھیج دو۔ آپ نے انھیں بھیج دیا اور فرمایا: ''میری بات کی تکذیب نہ کرنا، میں نے اسے بتایا ہے کہ تم میری بہن ہو اور حقیقت یہ ہے کہ زمین پر ہم دونوں کے سوا کوئی مومن موجود نہیں۔'' جب سارہ علیہا السلام بادشاہ کے پاس پہنچیں تو وہ آپ کی طرف بڑھا۔ آپ نے وضو کر کے نماز پڑھی اور (دعا کرتے ہوئے) کہا: ''یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور اپنے جسم کو اپنے خاوند کے سوا ہر ایک سے محفوظ رکھا ہے، اب اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کرنا۔'' بادشاہ کی سانس بند ہوگئی حتیٰ کہ وہ پاؤں مارنے لگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، سیدہ سارہ علیہا السلام نے فرمایا: ''یا اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے، اس نے اسے قتل کر دیا ہے۔'' تب وہ (اس عذاب سے) چھوٹ گیا۔ (اس کے بعد) وہ دوبارہ آپ کی طرف بڑھا۔ آپ نے پھر وضو کر کے نماز پڑھی اور کہا: ''یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور اپنے جسم کو اپنے خاوند کے سوا ہر ایک سے محفوظ رکھا ہے، تو اب اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کرنا۔'' بادشاہ کی سانس بند ہوگئی حتیٰ کہ وہ ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ سارہ علیہا السلام نے فرمایا: ''یا اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اس نے اسے قتل کر دیا ہے۔'' تب وہ چھوٹ گیا۔ تیسری یا چوتھی بار اس نے دربان سے کہا، تم نے میرے پاس کوئی شیطان (جن) بھیج دیا ہے، اسے واپس ابراہیم کے پاس پہنچا دو اور اسے ہاجرہ (علیہا السلام) دے دو! سارہ علیہا السلام واپس آ گئیں اور ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا: ''اللہ نے کافروں کی تدبیر کو ناکام بنا دیا اور خدمت کے لیے ایک لڑکی دے دی۔'' [مسند أحمد : ۲/ ٤٠٣، ٤٠٤، ح: ٩٢٦٣۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل إبراهيم الخليل عليه السلام : ٢٣٧١]

ان باتوں سے مراد وہ حقیقی جھوٹ نہیں جس کے بولنے والے کو مذموم قرار دیا جاتا ہے، حاشا و کلا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف کذبِ حقیقی کی نسبت کی جائے، بلکہ آپ کی نسبت کذب کا لفظ مجازی طور پر استعمال کیا گیا ہے اور یہ شرعی اور دینی مقصد کی خاطر کلام میں معاریض (توریہ) کے قبیل سے ہے اور یہ جائز ہے۔

قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾

''انھوں نے کہا اس کے لیے ایک عمارت بناؤ، پھر اسے بھڑکتی آگ میں پھینک دو۔ غرض انھوں نے اس کے ساتھ ایک

چال چلنے کا ارادہ کیا تو ہم نے انھی کو سب سے نیچا کر دیا۔‘‘

قوم ابراہیم کے پاس جب اپنے شرک و کفر کی تائید میں کوئی دلیل باقی نہ رہی اور ابراہیم علیہ السلام کی صریح اور واضح دلیل نے انھیں لاجواب کر دیا، تو انھوں نے ظلم و جبروت کی راہ اختیار کی، جو حق کی آواز کو دبانے کے لیے ظالموں اور جابروں کا ہمیشہ سے شیوہ رہا ہے۔ انھوں نے طے کیا کہ ایک بہت بڑی آگ جلا کر ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈال دیں، انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کے خلاف سازش کی اور ان کو نیچا دکھانا چاہا، لیکن اللہ نے انھیں ہی ذلیل و رسوا کیا، ان کی سازش یکسر ناکام رہی اور آگ ابراہیم علیہ السلام کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۙ۝ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ٦٩، ٧٠] ’’ہم نے کہا اے آگ! تو ابراہیم پر سراسر ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔ اور انھوں نے اس کے ساتھ ایک چال کا ارادہ کیا تو ہم نے انھی کو انتہائی خسارے والے کر دیا۔‘‘

وَ قَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝۹۹ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰۰ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝۱۰۱ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؗ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۰۲ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝۱۰۳ وَ نَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝۱۰۴ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۰۵ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝۱۰۶ وَ فَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝۱۰۷

’’اور اس نے کہا بے شک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ مجھے ضرور راستہ دکھائے گا۔ اے میرے رب! مجھے (لڑکا) عطا کر جو نیکوں سے ہو۔ تو ہم نے اسے ایک بہت بردبار لڑکے کی بشارت دی۔ پھر جب وہ اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا تو اس نے کہا اے میرے چھوٹے بیٹے! بلاشبہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ بے شک میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، تو دیکھ تو کیا خیال کرتا ہے؟ اس نے کہا اے میرے باپ! تجھے جو حکم دیا جا رہا ہے کر گزر، اگر اللہ نے چاہا تو تو ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔ تو جب دونوں نے حکم مان لیا اور اس نے اسے پیشانی کی ایک جانب پر گرا دیا۔ اور ہم نے اسے آواز دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے خواب سچا کر دکھایا، بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ بے شک یہی تو یقیناً کھلی آزمائش ہے۔ اور ہم نے اس کے فدیے میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دیا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کی قوم کے مقابلے میں فتح و نصرت سے نوازا اور وہ اپنی قوم سے مایوس ہو گئے کہ وہ اتنی عظیم الشان نشانیوں کو دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہیں لائی تو آپ نے ہجرت کا ارادہ کر لیا اور وہاں سے نکل کر شام کے علاقے حران میں پہنچ گئے اور جاتے ہوئے اپنے رب سے

اس امید کا اظہار کیا کہ وہ انھیں ان کے مقصد میں کامیاب کرے گا اور انھیں ایمان و توحید پر ثابت قدم رکھے گا۔ ابراہیم علیہ السلام نے شام کی مقدس سرزمین میں پہنچنے کے بعد دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے ایک نیک لڑکا عطا فرما جو غریب الدیاری میں میرے لیے انس و دل بستگی کا سامان بنے اور تیری اطاعت و بندگی میں میری مدد کرے۔ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو انھوں نے اللہ کے حکم سے ماں اور بیٹے کو مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیا، جہاں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے آب زمزم مہیا کر دیا اور قبیلۂ جرہم کو لا کر بسا دیا۔ اسماعیل علیہ السلام جب جوان ہوئے تو اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں بذریعہ وحی حکم دیا کہ وہ اپنے رب کی خوشنودی کے لیے اپنے چہیتے بیٹے کی قربانی دیں، انھوں نے اپنا خواب بیٹے سے بیان کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا تو بیٹے نے کہا، ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے اسے کر گزریے، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام بیٹے کو ساتھ لے کر منیٰ کی طرف چل پڑے اور جمرات کی جگہ پہنچ کر انھیں پیشانی کے بل لٹا دیا، اچانک دیکھتے کیا ہیں کہ وہاں ایک مینڈھا کھڑا ہے، ایک غیبی آواز آئی کہ آپ اپنے بیٹے کو چھوڑ دیجیے اور مینڈھے کو ذبح کیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آواز دی اور کہا کہ آپ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا اور کمالِ طاعت اور عظیم ترین صبر و ثبات کی دلیل پیش کر دی۔ اب آپ بیٹے کو ذبح نہ کیجیے، ہم احسان اور عمل کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہی وہ کھلی اور صریح آزمائش ہے جس کے ذریعے سے مخلص اور غیر مخلص کا امتیاز ہو جاتا ہے، چنانچہ جب وہ اس امتحان میں کامیاب ہو گئے تو اللہ نے ایک بڑا مینڈھا بھیج دیا، تاکہ وہ بیٹے کے بدلے اسے ذبح کریں، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج کا حکم دیا گیا تو مقامِ سعی پر شیطان ان کے سامنے آیا اور اس نے ان کے ساتھ دوڑ لگائی، لیکن ابراہیم علیہ السلام اس پر سبقت لے گئے۔ پھر جبریل علیہ السلام انھیں جمرہ عقبہ کے پاس لے گئے تو شیطان پھر ان کے سامنے آیا۔ انھوں نے اس کو سات کنکریاں ماریں تو وہ چلا گیا، پھر جمرہ وسطیٰ پر ان کے سامنے آیا تو انھوں نے اسے (اس موقع پر بھی) سات کنکریاں ماریں اور (اس مقام پر) انھوں نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔ تب اسماعیل علیہ السلام نے سفید قمیص پہن رکھی تھی، انھوں نے عرض کی: ”اے میرے باپ! میرے پاس اس قمیص کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں کہ جس میں آپ مجھے کفنا سکیں، اس لیے آپ اس کو اتار لیجیے، تاکہ آپ مجھے اس میں کفن دے سکیں۔“ بہرحال وہ قمیص اتارنے کا ارادہ ہی فرما رہے تھے کہ انھیں پیچھے سے آواز دی گئی: ﴿ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ﴾ [الصافات : ۱۰۴، ۱۰۵] ”کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے خواب سچا کر دکھایا۔“ ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تو وہاں ایک سفید رنگ کا سینگوں اور موٹی آنکھ والا مینڈھا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، یقیناً ہم نے اپنے آپ کو دیکھا کہ ہم اسی قسم کے مینڈھے خریدتے ہیں۔ [مسند أحمد : ۲۹۷/۱، ح : ۲۷۱۱]

وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۞ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۞ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۞ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۞

''اور پیچھے آنے والوں میں اس کے لیے یہ بات چھوڑ دی۔ کہ ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ بلاشبہ وہ ہمارے مومن بندوں سے تھا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے بعد آنے والی قوموں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا، یہودی، نصرانی اور مسلمان سبھی ان کا نام عزت واحترام سے لیتے ہیں، ان کے لیے سلامتی اور رحمت کی دعا کرتے ہیں اور قیامت تک ان کا ذکر جمیل تمام قوموں میں باقی رہے گا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ ہم عمل صالح کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں، ابراہیم علیہ السلام کا عمل صالح یہ تھا کہ توحید باری تعالیٰ کی طرف اپنی قوم کو بلانے کی پاداش میں انھیں آگ کی نذر کر دیا گیا، جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے انھیں نجات دی، اسی لیے آخر میں فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے صادق الایمان بندوں میں سے تھے۔

وَ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۞ وَ بٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَ عَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ۞ ع

''اور ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی، جو نبی ہوگا، صالح لوگوں سے (ہوگا)۔ اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت نازل کی اور ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی نیکی کرنے والا ہے اور کوئی اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والا ہے۔''

فرمایا کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق کی بشارت دی جو بڑے ہو کر صالح اور نبی ہوں گے اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق علیہما السلام پر اپنی برکتیں نازل کر دیں، یعنی ان کی اولاد میں کثرت ہوگی۔ ان میں انبیاء کا سلسلہ جاری رہے گا، ان میں کچھ لوگ بادشاہ ہوں گے، ہم انھیں ایسی نعمتیں دیں گے جو دوسروں کو نہیں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے آخر میں فرمایا کہ ابراہیم و اسحاق علیہما السلام کی اولاد میں کچھ تو مومنین و صالحین ہوں گے اور کچھ لوگ کفر و معاصی کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر کھلا ظلم کرنے والے ہوں گے۔

وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ۞ وَ نَجَّيْنٰهُمَا وَ قَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۞ وَ نَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۞ وَ اٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ۞ وَ هَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۞ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ۞ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ۞ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۞

إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٢﴾

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا۔ اور ہم نے ان دونوں کو اور دونوں کی قوم کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دی۔ اور ہم نے ان کی مدد کی تو وہی غالب ہوئے۔ اور ہم نے ان دونوں کو نہایت واضح کتاب دی۔ اور ہم نے ان دونوں کو سیدھے راستے پر چلایا۔ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان کے لیے یہ بات چھوڑی۔ کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔ بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ بے شک وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔‘‘

اقوامِ گزشتہ میں سے چوتھا واقعہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں نبوت و رسالت اور دیگر عظیم نعمتوں سے نوازا تھا، انھیں اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون اور فرعونیوں کے ظلم و استبداد اور ان کی غلامی سے نجات دی اور ان پر انھیں غلبہ عطا کیا، بایں طور کہ فرعون نے جب ایک بڑی فوج کے ساتھ ان کا پیچھا کیا، تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بچا لیا اور فرعون اور اس کی پوری فوج کو سمندر میں ڈبو دیا۔ موسیٰ و ہارون علیہما السلام اور ان کی قوم پر ایک بڑا احسان یہ تھا کہ اب تک جو لوگ فرعونیوں کے ظلم کی چکی میں پسے جا رہے تھے، انھیں اللہ تعالیٰ نے عزت و غلبہ دیا اور ظالم فرعونیوں کو سمندر کی نذر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام پر یہ احسان بھی کیا کہ انھیں تورات جیسی عظیم کتاب عطا کی، جس میں احکام و تشریعاتِ الٰہیہ کھول کر بیان کر دیے گئے تھے اور انھیں اپنی سیدھی راہ پر ڈال دیا، یعنی دین اسلام کا پیرو بنا دیا، جو تمام انبیاء کا دین رہا ہے اور ان دونوں کا ذکر خیر آنے والی قوموں میں باقی رکھا کہ یہودی و نصرانی اور مسلمان سبھی ان کا نام عزت و احترام سے لیتے ہیں اور ان کے لیے سلامتی و رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ ہم عمل صالح کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اور وہ دونوں ہمارے صادق الایمان بندوں میں سے تھے۔

وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ أَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ أَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ أَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿١٢٥﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٢٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى إِلْ يَاسِيْنَ ﴿١٣٠﴾ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣١﴾ إِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٢﴾

’’اور بلاشبہ الیاس یقیناً رسولوں میں سے تھا۔ جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں؟ کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور بنانے والوں میں سے سب سے بہتر کو چھوڑ دیتے ہو؟ اللہ کو، جو تمھارا رب ہے اور تمھارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔ تو انھوں نے اسے جھٹلا دیا، سو یقیناً وہ ضرور حاضر کیے جانے والے ہیں۔ مگر اللہ کے وہ بندے جو چنے ہوئے ہیں۔ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس کے لیے یہ بات چھوڑ دی۔ کہ سلام ہو الیاسین پر۔ بے شک ہم نیکی کرنے والوں

کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔“

پانچواں واقعہ الیاس علیہ السلام کا ہے، انھیں اللہ تعالیٰ نے شہر بعلبک اور اس کے گردونواح میں رہنے والے بنی اسرائیل کے لیے اس وقت نبی بنا کر بھیجا تھا جب ان میں بت پرستی پھیل گئی تھی، تو الیاس علیہ السلام نے ان سے کہا کہ کیا تم اللہ کے عذاب سے ڈرتے نہیں کہ اس کے بجائے بتوں کی عبادت کرتے ہو؟ کیا تم اس قدر گم گشتۂ راہ ہو گئے ہو کہ اپنے بڑے بت (بعل) کی پرستش کرتے ہو اور اللہ احسن الخالقین کو فراموش کر بیٹھے ہو، جو تمھارا اور تمھارے باپ دادا کا رب ہے؟

اہل بعلبک پر ان کی تقریر کا کوئی مثبت اثر نہیں ہوا، انھوں نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار نہیں کیا اور حالت کفر ہی میں مر گئے تو انجام کار جہنم ہی میں ڈال دیے گئے، سوائے ان چند نیک بندوں کے جنھوں نے ان کی ایمان کی دعوت کو قبول کر لیا تھا اور ان کی پیروی کی تھی، انھیں اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل کر دیا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ان کا ذکر خیر آنے والی قوموں میں باقی رکھا کہ ہر صاحب ایمان ان کا نام عزت و احترام سے لیتا ہے اور ان کے لیے اور ان کے پیروکاروں کے لیے سلامتی و رحمت کی دعا کرتا ہے اور فرمایا کہ ہم عمل صالح کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اور الیاس علیہ السلام ہمارے صادق الایمان بندوں میں سے تھے۔

وَ اِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٣﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٣٤﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٣٥﴾
ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٣٦﴾ وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَ بِالَّيْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٣٨﴾ ع

”اور بلاشبہ لوط یقیناً رسولوں میں سے تھا۔ جب ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات دی۔ سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا۔ اور بلاشبہ تم یقیناً صبح جاتے ہوئے ان پر سے گزرتے ہو۔ اور رات کو بھی۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟“

چھٹا واقعہ لوط علیہ السلام کا ہے، یہ بھی اللہ کے رسولوں میں سے ہیں۔ انھوں نے بھی اپنی قوم کو دعوت توحید دی اور انھیں ان کے بدترین عمل اغلام سے روکا، لیکن ان کی دعوت کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے تمام بدکاروں کو ہلاک کر دیا، ان کی بستیوں کو تہ و بالا کر دیا اور لوط علیہ السلام، ان پر ایمان لانے والوں اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا، سوائے ان کی بوڑھی بیوی کے جو کافروں کے ساتھ رہ گئی تھی، وہ بھی ان کے ساتھ ہلاک کر دی گئی۔ آگے فرمایا کہ ہم نے لوط اور ان کے مومن ساتھیوں کے سوا باقی سب کو ہلاک کر دیا، یعنی ان کی بستی کو الٹ دیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش کر دی۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ سے کہا کہ تم لوگ ان بستیوں کے پاس سے کبھی صبح کے وقت اور کبھی شام کے وقت گزرتے ہو اور عذاب الٰہی کے جو آثار اب تک باقی ہیں انھیں دیکھتے ہو، تو کیا یہ بات تمھاری سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر تم بھی اپنے کفر و

شرک پر مصر رہو گے تو تمھارا انجام بھی انھی جیسا ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ وَ اِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الحجر : ۷۳ تا ۷۷] ''پس انھیں چیخ نے روشنی ہوتے ہی پکڑ لیا۔ تو ہم نے اس کے اوپر کا حصہ اس کا نیچے کا حصہ کر دیا اور ان پر کھنگر کے پتھروں کی بارش برسائی۔ بے شک اس میں گہری نظر سے دیکھنے والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور بے شک وہ (بستی) یقیناً ایک دائمی (آباد) راستے پر ہے۔ بے شک اس میں ایمان والوں کے لیے یقیناً بڑی نشانی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۳۵] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے ان لوگوں کے لیے ایک کھلی نشانی چھوڑ دی جو عقل رکھتے ہیں۔''

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ عزوجل ظالم کو مہلت دیتا ہے اور (اس کی باگ ڈھیلی کر دیتا ہے، تاکہ وہ خوب نافرمانی کرے اور عذاب کا مستحق ہو جائے) پھر جب پکڑتا ہے تو اس کو چھوڑتا نہیں۔'' اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [ھود : ۱۰۲] ''اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿وكذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ...... الخ﴾ : ۴۶۸۶۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۸۳]

وَ اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۳۹ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝۱۴۰ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۝۱۴۱ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ۝۱۴۲ فَلَوْ لَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝۱۴۳ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝۱۴۴ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ سَقِيْمٌ ۝۱۴۵ وَ اَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۝۱۴۶ وَ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۝۱۴۷ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝۱۴۸

النصف

''اور بلاشبہ یونس یقیناً رسولوں میں سے تھا۔ جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ کر گیا۔ پھر وہ قرعہ میں شریک ہوا تو ہارنے والوں میں سے ہو گیا۔ پھر مچھلی نے اسے نگل لیا، اس حال میں کہ وہ مستحق ملامت تھا۔ پھر اگر یہ بات نہ ہوتی کہ بے شک وہ تسبیح کرنے والوں سے تھا۔ تو یقیناً اس کے پیٹ میں اس دن تک رہتا جس میں لوگ اٹھائے جائیں گے۔ پھر ہم نے اسے چٹیل میدان میں پھینک دیا، اس حال میں کہ وہ بیمار تھا۔ اور ہم نے اس پر ایک بیل دار پودا اگا دیا۔ اور اسے ایک لاکھ کی طرف بھیجا، بلکہ وہ زیادہ ہوں گے۔ پس وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انھیں ایک وقت تک فائدہ دیا۔''

ان آیات میں یونس علیہ السلام کا واقعہ بیان ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے انھیں عراق کے شہر نینویٰ والوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا تھا۔ یونس علیہ السلام نے انھیں ایمان کی دعوت دی، جب انھوں نے اسے قبول نہ کیا تو یونس علیہ السلام نے انھیں عذاب کی دھمکی دی اور جب عذاب آنے میں تاخیر ہوئی تو یونس علیہ السلام شہر سے نکل کر سمندر کی طرف چل دیے۔ جب بندرگاہ پہنچے تو ایک کشتی کہیں روانہ ہونے کے لیے تیار تھی، اس پر سوار ہو گئے، چونکہ اس کا وزن زیادہ تھا، اس لیے بیچ سمندر میں جا کر رک گئی۔ ناخدا کی رائے ہوئی کہ کشتی کا وزن کم کرنا ضروری ہے، ورنہ سارے لوگ ڈوب جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں یونس علیہ السلام ہی کا نام نکلا۔ چنانچہ لوگوں نے انھیں سمندر میں پھینک دیا اور انھیں ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا، اس لیے کہ وہ اپنے رب کی اجازت کے بغیر اپنی قوم کے پاس سے چلے آئے تھے۔ آگے فرمایا کہ یونس علیہ السلام چونکہ اس ابتلا و آزمائش سے قبل کثرت سے نماز پڑھتے تھے اور ہمیشہ تسبیح و تہلیل اور ذکر و عبادت میں مشغول رہتے تھے اور اس وقت بھی انھوں نے اپنے رب کو مدد کے لیے پکارا، تو اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [الأنبياء : ۸۷، ۸۸] ”تو اس نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقیناً میں ظلم کرنے والوں سے ہو گیا ہوں۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔“

اس ذکر و دعا کی برکت سے مچھلی نے اللہ کے حکم سے انھیں ساحل سمندر پر لا کر ڈال دیا، ورنہ قیامت تک مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتے۔ مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے یونس علیہ السلام بیمار ہو گئے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت و تندرستی کا یہ سامان کیا کہ وہاں فوراً بیل دار یقطین کا ایک پودا اگ آیا جس کے پتے ان پر سایہ فگن ہو گئے اور انھیں دھوپ اور مکھی سے بچانے لگے، یہاں تک کہ وہ بالکل تندرست ہو گئے اور اپنی قوم کے پاس واپس گئے تو دیکھا کہ وہ سب مسلمان ہو چکے ہیں اور ان کے جانے کے بعد انھوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی تھی، اس لیے اللہ نے ان سے عذاب کو ٹال دیا تھا۔ آخری آیات میں بتایا گیا کہ یونس علیہ السلام جس قوم کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے ان کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے زیادہ تھی۔ وہ لوگ جب اللہ پر ایمان لے آئے، اسلام کو بحیثیت دین قبول کر لیا اور یونس علیہ السلام کی دعوت پر ایمان لے آئے اور کفر و شرک سے تائب ہو گئے تو اللہ نے ان سے عذاب کو ٹال دیا اور انھیں ایک وقت مقرر تک دنیاوی نعمتوں سے مستفید ہونے کا موقع دے دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾ [یونس : ۹۸] ”سو کوئی ایسی بستی کیوں نہ ہوئی جو ایمان لائی ہو، پھر اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو، یونس کی قوم کے سوا، جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے

ان سے ذلت کا عذاب دنیا کی زندگی میں ہٹا دیا اور انھیں ایک وقت تک سامان دیا۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی بندے کے لیے یہ لائق نہیں کہ وہ مجھے یونس بن متّٰی (علیہ السلام) سے افضل قرار دے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول الله تعالٰی : ﴿ و إن یونس لمن المرسلین ﴾ ...... الخ : ۳٤۱۳۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فی ذکر یونس علیه السلام ...... الخ : ۲۳۷۷]

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَ لَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓىِٕكَةَ اِنَاثًا وَّ هُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾

''پس ان سے پوچھ کیا تیرے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے؟ یا ہم نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کیا، جب کہ وہ حاضر تھے۔ سن لو! بے شک وہ یقیناً اپنے جھوٹ ہی سے کہتے ہیں ۔ کہ اللہ نے اولاد جنی اور بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ کیا اس نے بیٹیوں کو بیٹوں پر ترجیح دی؟ کیا ہے تمھیں، تم کیسا فیصلہ کر رہے ہو؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ یا تمھارے پاس کوئی واضح دلیل ہے؟ تو لاؤ اپنی کتاب، اگر تم سچے ہو۔''

یہ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید فرمائی ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے تو بیٹیاں قرار دیں اور اپنے لیے پسندیدہ اولاد بیٹوں کو چاہا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَ لَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ [النحل : ۵۷ تا ۵۹] ''اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں، وہ پاک ہے اور اپنے لیے وہ جو وہ چاہتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ دن بھر کالا رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی۔ آیا اسے ذلت کے باوجود رکھ لے، یا اسے مٹی میں دبا دے۔ سن لو! برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے اسی باطل مزعومہ پر ان کی زجر و توبیخ کے لیے اپنے رسول سے کہا کہ ذرا ان سے پوچھیے تو سہی، کیا انھیں شرم نہیں آتی کہ اپنے لیے تو بیٹا ثابت کرتے ہیں، جسے اپنی عزت و شرف کا باعث سمجھتے ہیں اور اللہ کے لیے بیٹیاں ثابت کرتے ہیں، جنھیں اپنے لیے ذلت و رسوائی کا سبب مانتے ہیں۔ کیا جب ہم نے فرشتوں کو پیدا کیا تھا وہ موجود تھے اور ان کے علم میں یہ بات آ گئی تھی کہ فرشتے مؤنث ہیں؟ یقیناً ایسی کوئی بات نہیں ہے، وہ لوگ محض

افترا پردازی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے۔ ولادت تو ان جسموں کا خاصہ ہے جو نقص وفساد کو قبول کرتے ہیں اور اللہ تو ہر نقص وعیب سے پاک ہے، اس لیے ان کے جھوٹا ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اگلی آیات میں فرمایا کہ کیا اللہ نے بیٹوں کے بجائے اپنے لیے بیٹیاں چن لی ہیں؟ تمھاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے، تمھارا یہ فیصلہ کیسا ہے کہ باری تعالیٰ کے مقام اعلیٰ کی طرف ناقص کو منسوب کرتے ہو؟ کیا تمھیں یہ بات معلوم نہیں ہے کہ اس کی ذات بیوی اور اولاد سے یکسر منزہ ہے؟ کیا تمھارے پاس اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کوئی واضح دلیل ہے؟ عقلی طور پر تو یہ محال ہے، اس لیے تم لوگ اگر سچے ہو تو بتاؤ کہ کیا یہ بات تمھارے پاس کسی آسمانی کتاب میں ہے؟ یہ بات بھی صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ جو کتابِ الٰہی تمھاری ہدایت کے لیے نازل ہوئی ہے، یعنی قرآن مجید، اس کا تو تم انکار کر چکے ہو، معلوم ہوا کہ تمھاری بات اللہ کے خلاف محض افترا پردازی ہے۔

وَ جَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَ لَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝۱۵۸ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۱۵۹ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝۱۶۰

”اور انھوں نے اس کے درمیان اور جنوں کے درمیان رشتہ داری بنا دی، حالانکہ بلاشبہ یقیناً جن جان چکے ہیں کہ بے شک وہ ضرور حاضر کیے جانے والے ہیں۔ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ مگر اللہ کے وہ بندے جو چنے ہوئے ہیں۔“

یعنی کفارِ عرب اللہ اور جنوں کے درمیان رشتۂ ازدواج بتاتے ہیں، حالانکہ شیاطین الجن جانتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کا ٹھکانا جہنم ہو گا۔ اللہ کی ذات ولادت ونسب جیسے عیب ونقص سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے اپنے رب کی طرف اس قسم کے عیوب ونقائص کو منسوب نہیں کرتے ہیں۔

فَاِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۱۶۱ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ۝۱۶۲ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ۝۱۶۳

”پس بلاشبہ تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ تم اس کے خلاف بہکانے والے نہیں۔ مگر اس کو جو بھڑکتی آگ میں داخل ہونے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اور تمھارے معبودانِ باطلہ اللہ کے نیک بندوں کو گمراہ نہیں کر سکتے ہو، سوائے ان لوگوں کے جو تمھاری طرح گمراہ ہیں اور جن کی قسمت میں جہنمی ہونا لکھ دیا گیا ہے۔ ایسے لوگ وہی کام کریں گے جو انھیں جہنم میں پہنچا دے گا اور وہی لوگ تمھاری راہ پر چلیں گے، یعنی جو دوزخ میں لے جانے والے کام کر رہے ہیں وہی تمھارے بہکاوے میں آ سکتے ہیں۔ اللہ کے پسندیدہ بندے تمھارے بہکاوے میں نہیں آ سکتے،

جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ۝ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [الحجر : ۳۹ تا ۴۳] ''اس نے کہا اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں ضرور ہی ان کے لیے زمین میں مزین کروں گا اور ہر صورت میں ان سب کو گمراہ کردوں گا۔ مگر ان میں سے تیرے وہ بندے جو خالص کیے ہوئے ہیں۔ فرمایا یہ راستہ ہے جو مجھ تک سیدھا ہے۔ بے شک میرے بندے، تیرا ان پر کوئی غلبہ نہیں، مگر جو گمراہوں میں سے تیرے پیچھے چلے۔ اور بلاشبہ جہنم ضرور ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔''

وَ مَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۝۱۶۴ وَّ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ۝۱۶۵ وَ اِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۝۱۶۶

''اور ہم میں سے جو بھی ہے اس کی ایک مقرر جگہ ہے۔ اور بلاشبہ ہم، یقیناً ہم صف باندھنے والے ہیں۔ اور بلاشبہ ہم، یقیناً ہم تسبیح کرنے والے ہیں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی زبانی ان کی عبودیت کے اعتراف کو بیان کیا ہے اور اس سے مقصود ان لوگوں کی تردید ہے جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں اور معبود کہتے ہیں، حالانکہ وہ تو اللہ کی مخلوق اور اس کے خاص بندے ہیں، وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟

فرشتوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اطاعت و بندگی اور احکامِ الٰہی کی بجا آوری میں ہم میں سے ہر فرشتے کی ایک حد مقرر ہے، جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتا ہے اور ہم تمام فرشتے اللہ کے حضور صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور ہر وقت اس کی پاکی بیان کرتے ہیں، جیسا کہ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ اس طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جس طرح بارگاہِ الٰہی میں فرشتے صف بستہ رہتے ہیں؟'' [مسلم، كتاب الصلوة، باب الأمر بالسكون فى الصلوة ...... الخ : ۴۳۰]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آسمان پر چار انگلی کے برابر بھی جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں کوئی فرشتہ اللہ کے لیے (اس کے سامنے) اپنی پیشانی رکھے سربسجود نہ ہو۔'' [ترمذی، كتاب الزهد، باب ما جاء فى قول النبى ﷺ : لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلاً : ۲۳۱۲]

وَ اِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ۝۱۶۷ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۶۸ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝۱۶۹ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝۱۷۰

''اور بے شک وہ (کافر) تو کہا کرتے تھے۔ اگر واقعی ہمارے پاس پہلے لوگوں کی کوئی نصیحت ہوتی۔ تو ہم ضرور اللہ کے

چنے ہوئے بندے ہوتے۔ تو انھوں نے اس کا انکار کر دیا، سو جلد ہی جان لیں گے۔“

یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کے آنے سے پہلے یہ لوگ تمنا کیا کرتے تھے کہ اے کاش! ان کے پاس کوئی ایسا شخص ہوتا جو انھیں اللہ کا حکم یاد دلاتا، پہلے لوگوں کی باتیں بتاتا اور ان کے پاس اللہ کی کتاب لاتا، لیکن جب اللہ نے ان کے لیے قرآن کریم نازل فرما دیا جو اس کی عظیم تر کتاب ہے، تو انھوں نے اس پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ معلوم ہوا کہ ان کی بات محض جھوٹی تمنا تھی۔ اس لیے عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ قرآن کریم کی تکذیب کا انجام کیا ہوتا ہے۔ مشرکین عرب کی اس جھوٹی تمنا کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی دیگر آیات میں بھی بیان کیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ﴾ [فاطر : ٤٢] ”اور انھوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی قسم کھائی کہ واقعی اگر کوئی ڈرانے والا ان کے پاس آیا تو ضرور بالضرور وہ امتوں میں سے کسی بھی امت سے زیادہ ہدایت پانے والے ہوں گے۔ پھر جب ان کے پاس ایک ڈرانے والا آیا تو اس نے ان کو دور بھاگنے کے سوا کچھ زیادہ نہیں کیا۔“ اور فرمایا: ﴿ اَنْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۙ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ﴾ [الأنعام : ١٥٦، ١٥٧] ”ایسا نہ ہو کہ تم کہو کہ کتاب تو صرف ان دو گروہوں پر اتاری گئی جو ہم سے پہلے تھے اور بے شک ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے یقیناً بے خبر تھے۔ یا یہ کہو کہ اگر واقعی ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت والے ہوتے۔ پس بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی، پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے کنارا کرے۔“

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے طے ہو چکی۔ کہ بے شک وہ، یقیناً وہی ہیں جن کی مدد کی جائے گی۔ اور بے شک ہمارا لشکر، یقیناً وہی غالب آنے والا ہے۔“

قرآن کی تکذیب پر مشرکین کو دھمکی دینے کے بعد اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان دلایا جا رہا ہے کہ اللہ ان کی مدد ضرور کرے گا۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے جن بندوں کو انسانوں کی ہدایت کے لیے رسول بنا کر بھیجا، ان سے ہمارا وعدہ رہا ہے کہ ہم ضرور ان کی مدد کریں گے اور بالآخر غلبہ انھی کو حاصل ہوگا جو اللہ کی فوج بن کر اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے جہاد کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴾ [المؤمن : ٥١] ”بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی

زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [المجادلة : ۲۱] ’’اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور بالضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول، یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔‘‘

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّ اَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾

’’سو ایک وقت تک ان سے منہ موڑ لے۔ اور انھیں دیکھ، پس وہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے۔ تو کیا وہ ہمارا عذاب جلدی مانگتے ہیں؟ پھر جب وہ ان کے صحن میں اترے گا تو ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بری ہوگی۔‘‘

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ ابھی مشرکین سے اعراض کیجیے، ان کی باتوں کا جواب نہ دیجیے اور صبر سے کام لیجیے، یہاں تک کہ حالات آپ کے لیے سازگار ہو جائیں، یا ان کے بارے میں اللہ کا کوئی حکم آ جائے، یا اللہ انھیں کسی آزمائش میں مبتلا کر دے، یہ لوگ تمھاری تکذیب اور تمھارے ساتھ کفر کی وجہ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں، انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ان کرتوتوں کی وجہ سے سخت ناراض ہے اور وہ انھیں عنقریب سزا دے گا اور جب ان کے علاقے میں عذاب نازل ہوگا تو ان کی ہلاکت و تباہی و بربادی کا یہ بدترین دن ہوگا۔

فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ خیبر کی طرف روانہ ہوئے آپ وہاں رات کے وقت پہنچے (اور آپ کا معمول مبارک یہ تھا کہ) آپ جب کسی قوم کے پاس رات کو پہنچتے تو (صبح ہونے کا انتظار کرتے رہتے اور) جب تک صبح نہ ہو جاتی حملہ نہ کرتے ، بہر حال جب صبح ہوئی تو یہودی پھاوڑے اور ٹوکریاں لے کر نکلے۔ انھوں نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگے، محمد! اللہ کی قسم محمد! اپنے لشکر سمیت۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ اکبر! خیبر (آج) تباہ و برباد ہونے والا ہے۔ ہم لوگ جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو جو لوگ ڈرائے گئے ہوتے ہیں ان کی صبح (بہت) بری ہوتی ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الجهاد، باب دعاء النبی ﷺ إلى الإسلام : ۲۹٤٥۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة خيبر : ۱۳٦٥/۱۲۱، قبل الحديث : ۱۸۰۲]

وَ تَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّ اَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

’’اور ایک وقت تک ان سے منہ موڑ لے۔ اور دیکھ، پس وہ بھی جلدی دیکھ لیں گے۔‘‘

نبی کریم ﷺ سے دوبارہ کہا جا رہا ہے کہ آپ ابھی مشرکین سے اعراض ہی کیجیے اور کفر و سرکشی کا انجام انھیں بتا دیجیے اور اگر اب نہ سمجھے تو جب اللہ کی نصرت و تائید فتح و کامرانی بن کر آپ کو حاصل ہوگی، تب خود ہی سب کچھ ان کی

سمجھ میں آ جائے گا۔

سُبۡحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۸۲﴾

ع

"پاک ہے تیرا رب، عزت کا رب۔ ان باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ اور سلام ان پر جو بھیجے گئے۔ اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

ان آخری آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے ان باتوں سے اپنی پاکی اور نزاہت بیان کی ہے جن کے ساتھ مشرکین اللہ کو موصوف کرتے تھے اور اپنے رسولوں پر سلامتی بھیجی ہے، جنھیں اس نے اپنے بندوں کی راہنمائی کے لیے مبعوث کیا تھا۔ ان میں سے ایک آپ ﷺ بھی ہیں اور آخر میں تمام تعریفوں کو صرف اپنی ذات کے لیے ثابت کیا ہے، جو سارے جہان کا پالن ہار ہے، جو اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتا ہے۔

سُبۡحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ: ارشاد فرمایا: ﴿ اَمِ اتَّخَذُوۡۤا اٰلِہَۃً مِّنَ الۡاَرۡضِ ہُمۡ یُنۡشِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾ لَوۡ کَانَ فِیۡہِمَاۤ اٰلِہَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبۡحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ﴾ [الأنبیاء : ۲۱، ۲۲] "یا انھوں نے زمین سے کوئی معبود بنا لیے ہیں، جو زندہ کریں گے۔ اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور بگڑ جاتے۔ سو پاک ہے اللہ جو عرش کا رب ہے، ان چیزوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ اَمۡ لَہُمۡ اِلٰہٌ غَیۡرُ اللّٰہِ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ﴾ [الطور : ۴۳] "یا ان کا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ پاک ہے اللہ اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔"

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا، چند کلمات ایسے ہیں کہ جو کوئی انھیں اپنی مجلس سے اٹھتے ہوئے تین بار پڑھ لے تو یہ اس کے لیے (مجلس کے گناہوں کا) کفارہ بن جائیں گے اور جو کوئی انھیں اپنی اسی مجلس کے دوران میں پڑھ لے، وہ مجلس خواہ خیر کی ہو یا ذکر کی تو یہ اس کے لیے ایسے ہوں گے جیسے کسی تحریر کو مہر بند کر دیا گیا ہو (یعنی اس کے لیے اس کا اجر اور گناہوں کا کفارہ ہونا محفوظ ہو گا۔ وہ کلمات یہ ہیں): ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ)) "اے اللہ! تو پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ، (میں گواہی دیتا ہوں کہ) تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔" [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی کفارۃ المجلس : ۴۸۵۷۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول إذا قام من مجلسه : ۳۴۳۳]

سورۃ صٓ مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

صٓ وَ الۡقُرۡاٰنِ ذِی الذِّکۡرِ ؕ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ عِزَّۃٍ وَّ شِقَاقٍ ﴿۲﴾

”صٓ۔ اس نصیحت والے قرآن کی قسم! بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تکبر اور مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں۔“

”صٓ“ یہ حروف مقطعات میں سے ہے، اللہ ہی کو معلوم ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کریم کی قسم کھائی ہے جو تمام انسانوں کے لیے اپنے اندر بے شمار پند و نصیحت کی باتیں لیے ہوئے ہے اور بتایا کہ معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا مشرکین سمجھتے ہیں کہ محمد (ﷺ) جادوگر، شاعر اور جھوٹے ہیں، بلکہ ان کے کبر و غرور اور نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی گہری عداوت نے انھیں افترا پردازیوں پر ابھارا ہے، ورنہ انھیں خوب معلوم ہے کہ آپ نہ جادوگر ہیں، نہ شاعر، نہ آپ کو جنون لاحق ہے اور نہ جھوٹ بولنا آپ کی عادت ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابوطالب بیمار ہوئے تو قریش کے لوگ (ان کی عیادت کے لیے) آئے۔ نبی ﷺ بھی تشریف لائے۔ ابوطالب کے پاس ایک آدمی کے بیٹھنے کی گنجائش تھی، ابوجہل اپنی جگہ سے اس نیت سے اٹھا کہ آپ کو (وہاں بیٹھنے سے) روکے۔ لوگوں نے ابوطالب سے آپ کی شکایت کی۔ انھوں نے کہا، اے میرے بھتیجے! تم اپنی قوم سے کیا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا: ”میں ایک ایسا کلمہ چاہتا ہوں کہ اگر یہ اسے قبول کر لیں تو یہ عرب پر حکومت کریں اور عجم ان کو جزیہ دے۔“ ابوطالب نے کہا ایک ہی کلمہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(ہاں!) ایک ہی کلمہ۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”چچا! وہ (صرف ایک کلمہ یعنی) ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کہہ دیں۔“ انھوں نے کہا، صرف ایک الٰہ!؟ ہم نے تو پچھلے کسی بھی مذہب میں یہ بات نہیں سنی، یہ تو بناوٹی بات ہے۔ تو اس موقع پر ان کے بارے میں قرآن نازل ہوا:

﴿ صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِؕ۝ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّ شِقَاقٍ۝ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّ لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ۝ وَ عَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ٘ وَ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌۚۖ۝ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا١ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۝ وَ انْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَ اصْبِرُوْا عَلٰۤی اٰلِهَتِكُمْ١ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُۖۚ۝ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ١ۖۚ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌۖۚ ﴾ ”صٓ ۔ اس نصیحت والے قرآن کی قسم! بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تکبر اور مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں۔ ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا تو انھوں نے پکارا اور وہ بچ نکلنے کا وقت نہیں تھا۔ اور انھوں نے اس پر تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا اور کافروں نے کہا یہ ایک سخت جھوٹا جادوگر ہے۔ کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے۔ اور ان کے سرکردہ لوگ چل کھڑے ہوئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو، یقیناً یہ تو ایسی بات ہے جس کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ ہم نے یہ بات آخری ملت میں نہیں سنی، یہ تو محض بنائی ہوئی بات ہے۔“ [ترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة صٓ : ۳۲۳۲۔ مصنف ابن أبي شيبة : ۳۳۳/۷، ح : ۳۶۵۵۳۔ مسند أحمد : ۲۲۷/۱، ۲۲۸، ح : ۲۰۰۸]

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّ لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ۝۳ وَ عَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ٘ وَ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌۚۖ۝۴ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا١ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۝۵

”ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا تو انھوں نے پکارا اور وہ بچ نکلنے کا وقت نہیں تھا۔ اور انھوں نے اس پر تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا اور کافروں نے کہا یہ ایک سخت جھوٹا جادوگر ہے۔ کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے۔“

گزشتہ کافر و مشرک قوموں کا جو انجام ہوا، اسے بیان کر کے کفارِ مکہ کو دھمکی دی جا رہی ہے، اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اہلِ مکہ سے قبل بہت سی قوموں کو ان کے غرور و کبر اور کفر و شرک کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور جب عذاب آیا تو وہ لوگ فریاد رسی کے لیے چیخنے چلانے لگے، لیکن اس وقت کی چیخ پکار سے انھیں کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا؟ اس وقت نہ تو وہ لوگ بھاگ سکتے تھے اور نہ کوئی انھیں بچا سکتا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ۝ فَلَمَّاۤ اَحَسُّوْا بَاْسَنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَرْكُضُوْنَؕ۝ لَا تَرْكُضُوْا وَ ارْجِعُوْۤا اِلٰی مَاۤ اُتْرِفْتُمْ فِیْهِ وَ مَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ۝ قَالُوْا یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ۝ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰی جَعَلْنٰهُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ۝ ﴾ [الأنبياء : ۱۱ تا ۱۵] ”اور کتنی ہی بستیاں ہم نے توڑ کر رکھ دیں جو ظالم تھیں اور ان کے بعد اور لوگ نئے پیدا کر دیے۔ تو جب انھوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا اچانک وہ ان (بستیوں) سے بھاگ رہے تھے۔ بھاگو نہیں اور ان (جگہوں) کی طرف واپس آؤ جن میں تمھیں خوش حالی دی گئی تھی اور اپنے گھروں کی طرف، تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ انھوں نے کہا ہائے ہماری

بربادی! یقیناً ہم ظالم تھے۔تو ان کی پکار ہمیشہ یہی رہی، یہاں تک کہ ہم نے انھیں کٹے ہوئے، بجھے ہوئے بنا دیا۔''

ان واقعات سے کفار مکہ کو عبرت حاصل کرنی چاہیے تھی، لیکن ان سے انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا اور حیرت و استعجاب کرنے لگے کہ کیسے انھی کا ایک آدمی اللہ کا رسول ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے، آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بہت سے معبودوں کے بجائے صرف ایک معبود ہو؟ یہ تو بڑی عجیب و غریب بات ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴾ [ق : ۲] ''بلکہ انھوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک ڈرانے والا آیا، تو کافروں نے کہا یہ ایک عجیب چیز ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [یونس : ۲] ''کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی کہ ہم نے ان میں سے ایک آدمی کی طرف وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈرا اور جو لوگ ایمان لائے انھیں بشارت دے کہ یقیناً ان کے لیے ان کے رب کے ہاں سچا مرتبہ ہے۔ کافروں نے کہا بے شک یہ تو کھلا جادوگر ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ابو طالب بیمار ہوئے تو ان کے پاس قریش کا ایک گروہ آیا، جس میں ابوجہل بھی تھا، انھوں نے ابو طالب سے کہا کہ تمھارا بھتیجا ہمارے معبودوں کو گالی دیتا ہے، وہ (ان کے بارے میں) اس اس طرح کہتا ہے اور یہ یہ کام کرتا ہے، لہٰذا آپ انھیں اپنے ہاں بلائیں اور (اس سے) منع کریں۔ ابو طالب نے آپ کی طرف پیغام بھیجا۔ اس وقت ابو طالب کے پاس ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی، تو ابوجہل (ملعون) کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب ابو طالب کے پاس بیٹھیں گے تو ہوسکتا ہے کہ ابو طالب کا دل نرم ہو جائے تو وہ فوراً کود کر اس جگہ خود بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اندر داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ دروازے کے سوا اور کہیں جگہ نہیں ہے تو آپ وہیں بیٹھ گئے۔ ابو طالب نے کہا، بھتیجے! آپ کی قوم کے لوگ آپ کی شکایت کر رہے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کو گالی دیتے ہیں، آپ (ان کے معبودوں کے بارے میں) اس اس طرح کہتے ہیں اور (ان کے خلاف) یہ یہ کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چچا جان! میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ ایک کلمے کو اختیار کر لیں، جس کے قبول کرنے کی وجہ سے سارا عرب ان کے تابع ہو جائے گا اور عجم ان کو جزیہ دینے لگ جائے گا۔'' (وہ آپ کی بات اور آپ کے کلمے سے چونک اٹھے) انھوں نے کہا، وہ کلمہ کون سا ہے؟ آپ کے باپ کی قسم! ہم تو (ایسے) دس کلمے قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ابو طالب نے بھی پوچھا کہ ہاں بھتیجے! بتائیں، وہ کلمہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ کلمہ " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " ہے۔'' یہ سن کر وہ لوگ (نفرت کرتے ہوئے اور) اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: ﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴾ [ص : ۵] ''کیا اس نے تمام

معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے۔'' اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔[مسند أحمد : ۳۶۲/۱، ح : ۳۴۱۷۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ صٓ : ۳۲۳۲۔ السنن الکبریٰ للنسائی : ۴۴۲/۶، ح : ۱۱۴۳۶]

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۚ۶ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۖۚ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۚۖ۷ ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ ۚ بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ؕ۸

''اور ان کے سرکردہ لوگ چل کھڑے ہوئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو، یقیناً یہ تو ایسی بات ہے جس کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ہم نے یہ بات آخری ملت میں نہیں سنی، یہ تو محض بنائی ہوئی بات ہے۔کیا ہمارے درمیان میں سے اسی پر نصیحت نازل کی گئی ہے؟ بلکہ وہ میری نصیحت سے شک میں ہیں، بلکہ انھوں نے ابھی تک میرا عذاب نہیں چکھا۔''

یعنی جب رسول اللہ ﷺ نے کفارِ قریش سے کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کا مطالبہ کیا تو وہ ابو طالب کے پاس سے دامن جھاڑ کر اٹھ گئے اور واپس جاتے ہوئے ایک دوسرے کو بت پرستی پر جمے رہنے کی تاکید کرتے ہوئے کہنے لگے کہ لوگو! اپنے آبا و اجداد کے طریقے پر قائم رہو اور محمد (ﷺ) ہمارے اور ہمارے معبودوں کے بارے میں جو چاہے کہتا رہے، ہمیں ان باتوں کی پروا نہیں کرنی چاہیے اور اپنے معبودوں کی عبادت نہیں چھوڑنی چاہیے۔محمد (ﷺ) کی ساری کوششوں اور تدبیروں کا مقصد یہی تو ہے کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔جس توحید کی بات کی جا رہی ہے اور جس پر ایمان لانے کی ہمیں دعوت دی جا رہی ہے وہ تو نصاریٰ کے یہاں بھی موجود نہیں ہے۔اس لیے معلوم ہوا کہ یہ محمد کی افترا پردازی ہے، جس کی دلیل اس کے پاس اس کتاب کے سوا کوئی نہیں، جسے وہ قرآن کہتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ یہ اللہ کی وحی ہے۔یہ بات اس لیے بھی قابل حیرت ہے کہ ہمارے درمیان اس سے زیادہ مال دار اور صاحبِ حیثیت لوگ موجود ہیں، تو اس کے بجائے کسی اور کو نبوت کیوں نہیں دی گئی ہے؟ آخر میں اللہ نے فرمایا کہ کفارِ قریش کو میرے قرآن کے بارے میں شبہ ہے کہ یہ میری طرف سے نازل کردہ کتاب ہے یا نہیں، ان کا یہ شک اس لیے زائل نہیں ہو رہا ہے کہ انکارِ قرآن پر انھیں اب تک سزا نہیں ملی، اگر اس کی وجہ سے ان پر عذاب آ گیا ہوتا تو سارا شک وحسد از خود دور ہو گیا ہوتا۔ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۴۱ اِنْ كَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْهَا ؕ وَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴾ [الفرقان : ۴۱، ۴۲] ''اور جب وہ تجھے دیکھتے ہیں تو تجھے نہیں بناتے مگر مذاق، کیا یہی ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ بے شک یہ تو قریب تھا کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے گمراہ ہی کر دیتا، اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم ان پر جمے رہے۔اور عنقریب وہ جان لیں گے جب

عذاب دیکھیں گے، کون راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہے۔'' کافروں کا خیال تھا کہ نبوت کسی بڑے آدمی کو ملنی چاہیے تھی، وہ رسول اللہ ﷺ کو اس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ ان کو نبوت دی جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّ اِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴾ [الزخرف : ۳۰، ۳۱] ''اور جب ان کے پاس حق آیا تو انھوں نے کہا یہ جادو ہے اور بے شک ہم اس سے منکر ہیں۔ اور انھوں نے کہا یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟''

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝۹

''کیا انھی کے پاس تیرے رب کی رحمت کے خزانے ہیں، جو سب پر غالب ہے، بہت عطا کرنے والا ہے۔''

فرمایا کہ کیا کفارِ مکہ آپ کے رب کے خزانوں کے مالک ہیں (جن میں نبوت اور دوسری نعمتیں شامل ہیں) کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں؟ جب ایسی کوئی بات نہیں ہے، تو انھیں کہاں سے یہ حق حاصل ہو گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے نبوت پر فائز ہونے پر اعتراض کریں؟

اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۫ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۝۱۰ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝۱۱

''یا آسمانوں کی اور زمین کی اور ان کے درمیان کی چیزوں کی بادشاہی انھی کے پاس ہے تو وہ سیڑھیوں میں اوپر چڑھ جائیں۔ (یہ) ایک حقیر سا لشکر ہے، لشکروں میں سے، جو اس جگہ شکست کھانے والا ہے۔''

فرمایا کہ کیا کفارِ مکہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کے مالک ہیں؟ اگر ایسی بات ہے تو پھر منزل بہ منزل چڑھتے ہوئے ساتویں آسمان تک پہنچ جائیں اور نبی اکرم ﷺ پر نزول وحی کو روک دیں۔ آگے فرمایا کہ کفارِ مکہ کا حقیر لشکر عنقریب ہی بری طرح شکست کھائے گا اور ہمیشہ کے لیے ان کا زور ٹوٹ جائے گا، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴾ [القمر : ۴۴، ۴۵] ''یا وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت ہیں، جو بدلہ لے کر رہنے والے ہیں؟ عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے۔''

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احزاب کے دن لشکر کفار (احزاب) کے خلاف یوں بددعا کی: ((اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ ! سَرِيْعَ الْحِسَابِ ! اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَ زَلْزِلْهُمْ)) ''اے اللہ! کتاب نازل کرنے والے، جلد حساب لینے والے، اے اللہ! لشکروں کو شکست دے، اے اللہ!

انھیں شکست دے اور ان کے پاؤں ڈگمگا دے۔‘‘ [بخاري، كتاب الجهاد، باب الدعاء على المشركين بالهزيمة و الزلزلة : ۲۹۳۳]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، أَعَزَّ جُنْدَهُ، وَ نَصَرَ عَبْدَهُ وَ غَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ)) ’’اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس نے اپنے لشکر کو عزت دی اور اپنے بندے (محمد ﷺ) کی مدد کی اور کافروں کی فوجوں پر وہ اکیلا غالب آیا، اس کی سی ہستی کوئی نہیں۔‘‘ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب : ۴۱۱۴]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اَللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ)) ’’اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اپنا وعدہ اور اقرار پورا کر۔ یا اللہ! اگر تیری مرضی یہی ہے (کہ یہ کافر غالب ہوں) تو پھر زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔‘‘ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! بس کیجیے (دعا ہو چکی) چنانچہ اس وقت آپ یہ آیت پڑھتے ہوئے باہر نکلے: ﴿ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴾ [القمر : ۴۵] ’’عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے۔‘‘ [بخاري، كتاب المغازي، باب قول الله تعالى : ﴿ إذ تستغيثون ربكم فاستجاب لكم ...... الخ ﴾ : ۳۹۵۳]

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۙ﴿۱۲﴾ وَ ثَمُوْدُ وَ قَوْمُ لُوْطٍ وَّ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ﴿۱۳﴾ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ ع

’’ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا اور عاد نے اور میخوں والے فرعون نے۔ اور ثمود اور قوم لوط اور ایکہ والوں نے، یہی لوگ وہ لشکر ہیں۔ نہیں ہے (ان میں سے) کوئی مگر اس نے رسولوں کو جھٹلایا، تو میرا عذاب واقع ہو گیا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کی قوم سے پہلے نوح کی قوم اور قوم عاد اور جاہ و سطوت والے فرعون نے اللہ کے انبیاء کی تکذیب کی اور قومِ ثمود، قوم لوط اور ایکہ والوں نے بھی اپنے اپنے زمانے کے رسولوں کی تکذیب کی اور وہ قومیں کفارِ مکہ کے مقابلے میں تعداد، قوت اور مال و دولت میں بہت آگے تھیں، لیکن جب اللہ کا عذاب آ گیا، تو ان میں سے کوئی قوم بھی ہزار جتن کے باوجود اس سے بچ نہ سکی۔ قوم عاد سے مراد ہود علیہ السلام کی قوم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ نَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾ وَ تِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَ عَصَوْا رُسُلَهٗ وَ اتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾ وَ اُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴾ [هود : ۵۸ تا ۶۰] ’’اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے ہود کو

اور ان لوگوں کو جو اس کے ہمراہ ایمان لائے تھے، اپنی طرف سے عظیم رحمت کے ساتھ نجات دی اور انھیں ایک بہت سخت عذاب سے بچا لیا۔ اور یہ عاد تھے جنھوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر زبردست جابر، سخت عناد والے کے حکم کی پیروی کی۔ اور ان کے پیچھے اس دنیا میں لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی۔ سن لو! بے شک عاد نے اپنے رب سے کفر کیا۔ سن لو! عاد کے لیے ہلاکت ہے، جو ہود کی قوم تھی۔'' جنگل والوں سے مراد شعیب علیہ السلام کی قوم ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴾ [الشعراء : ۱۷۶ تا ۱۷۹] ''ایکہ والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے شعیب نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ بے شک میں تمھارے لیے ایک امانتدار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔''

وَ مَا يَنْظُرُ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝

''اور یہ لوگ کسی چیز کا انتظار نہیں کر رہے سوائے ایک سخت چیخ کے، جس میں کوئی وقفہ نہ ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ نے گزشتہ قوموں کی تباہی اور بربادی کا ذکر فرما کر اس آیت میں کفارِ مکہ کو تنبیہ کی اور فرمایا کہ کیا وہ یہی چاہتے ہیں کہ کوئی عذاب آئے اور انھیں تباہ و برباد کر دے اور اس سے پہلے وہ ماننے والے نہیں؟ تو یہ نہیں ہو سکتا، عذاب کا وقت مقرر ہے، عذاب وقت مقررہ سے پہلے نہیں آئے گا، پھر قیامت کا وقت بھی مقرر ہے، لہٰذا قیامت کے دن کا عذاب بھی اپنے وقت مقررہ پر آئے گا، کوئی عذاب بھی اپنے مقررہ وقت سے پہلے نہیں آ سکتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَوْ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ وَ لَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۵۳] ''اور وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴾ [فاطر : ۴۵] ''اور اگر اللہ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑے جو انھوں نے کمایا تو اس کی پشت پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑے اور لیکن وہ انھیں ایک مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب ان کا مقرر وقت آ جائے تو بے شک اللہ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔''

وَ قَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝

''اور انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں ہمارا حصہ یوم حساب سے پہلے جلدی دے دے۔''

کفارِ مکہ پر عذاب کی دھمکی کا الٹا ہی اثر ہوا، اللہ کے رسول ﷺ کا مذاق اڑاتے ہوئے اس حد تک آگے بڑھ

گئے کہ یہ دعا کرنے لگ گئے کہ اے ہمارے رب! حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارے حصے کا عذاب ہمیں جلدی دے دے۔ تو ان کی یہ تمنا بھی پوری نہیں ہوگی، قیامت کا وقت مقرر ہے، لہٰذا قیامت کا عذاب اپنے وقت مقرر ہی پر آئے گا۔

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ اذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾

''اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کر، جو قوت والا تھا، یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے تو صبر کرنے کا حکم دیا، پھر آپ کا غم غلط کرنے کے لیے آپ کی توجہ دوسری طرف پھیر دی، یعنی اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کا ذکر شروع کر دیا، داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تمام تکلیف دہ باتوں سے صرف نظر کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کی باتوں سے صدمہ ہوتا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۳۳] ''بے شک ہم جانتے ہیں کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ یقیناً تجھے وہ بات غمگین کرتی ہے جو وہ کہتے ہیں، تو بے شک وہ تجھے نہیں جھٹلاتے اور لیکن وہ ظالم اللہ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔''

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَ الطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾

''بے شک ہم نے پہاڑوں کو اس کے ہمراہ مسخر کر دیا، وہ دن کے پچھلے پہر اور سورج چڑھنے کے وقت تسبیح کرتے تھے۔ اور پرندوں کو بھی، جب کہ وہ اکٹھے کیے ہوتے، سب اس کے لیے رجوع کرنے والے تھے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا تھا جو طلوع آفتاب کے وقت اور دن کے آخری حصے میں ان کے ساتھ مل کر اللہ کی تسبیح کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَ الطَّيْرَ ﴾ [سبا : ۱۰] ''اے پہاڑو! اس کے ساتھ تسبیح کو دہراؤ اور پرندے بھی۔''

اسی طرح جب آپ تسبیح پڑھتے تو پرندے بھی آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے اور جب آپ دہراتے تو وہ بھی دہراتے تھے اور ہوا میں اڑتا ہوا کوئی پرندہ جب آپ کو ترنم سے زبور پڑھتے ہوئے سنتا تو وہ وہاں سے جا نہیں سکتا تھا، بلکہ ہوا ہی میں کھڑے ہو کر آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتا۔

وَ اذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ : داؤد علیہ السلام بڑی قوت والے تھے، عبادت میں بھی مضبوط تھے اور جنگ میں بھی مضبوط تھے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو نمازوں میں سب سے زیادہ پسند داؤد علیہ السلام کی نماز تھی اور روزوں میں بھی سب سے زیادہ پسند داؤد علیہ السلام کا روزہ تھا، آپ آدھی

رات سوتے اور تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ رات کا پھر سو جاتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے (اور دشمنانِ دین سے جہاد کرنے میں پیٹھ نہ دکھاتے اور ہر حال میں اپنے اللہ کی طرف رغبت اور رجوع رکھتے)۔" [بخاری، كتاب التهجد، باب من نام عند السحر : ۱۱۳۱۔ مسلم، كتاب الصيام، باب النهي عن صوم الدهر ...... الخ : ۱۸۹/ ۱۱۵۹]

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾

"اور ہم نے اس کی سلطنت مضبوط کر دی اور اسے حکمت اور فیصلہ کن گفتگو عطا فرمائی۔"

اس آیت میں بھی داؤد علیہ السلام کا ذکر خیر ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے فوجوں اور جنگی ساز و سامان کے ذریعے سے دشمنوں کے دلوں میں ان کا رعب و دبدبہ بٹھا دیا تھا اور میدانِ جنگ میں فتح و نصرت دے کر ان کی حکومت کی جڑوں کو مضبوط کر دیا تھا اور ہم نے انھیں نبوت اور بالغ نظری عطا کی تھی۔ اسی لیے ان کا کوئی قول و عمل حکمت سے خالی نہیں ہوتا تھا اور ہم نے لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں انھیں صائب الرائے بنایا تھا۔

وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ : سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حسد (یعنی رشک) صرف دو قسم کے لوگوں (کی عادتوں) پر جائز ہے، ایک اس شخص (کی عادت) پر جسے اللہ نے مال دیا ہو اور اس بات کی توفیق و ہمت بھی کہ اسے (راہ) حق میں صرف کرے اور دوسرے اس شخص (کی عادت) پر جسے اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت عنایت کی ہو اور وہ اس کے ذریعے سے فیصلے (اور عمل) کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس کی تعلیم دیتا ہو۔" [بخاری، كتاب العلم، باب الاغتباط في العلم و الحكمة ...... الخ : ۷۳]

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَاۤ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَاۤ اَخِيْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّ لِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ قَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَ ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ ﴿۲۴﴾ السجدة فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

"اور کیا تیرے پاس جھگڑنے والوں کی خبر آئی ہے، جب وہ دیوار پھاند کر عبادت خانے میں آ گئے۔ جب وہ داؤد کے

پاس اندر آئے تو وہ ان سے گھبرا گیا، انھوں نے کہا مت ڈر، دو جھگڑنے والے ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، سو تو ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور بے انصافی نہ کر اور ہماری سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر۔ بے شک یہ میرا بھائی ہے، اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے، تو اس نے کہا کہ یہ میرے سپرد کر دے اور اس نے بات کرنے میں مجھ پر بہت سختی کی۔ اس نے کہا بلاشبہ یقیناً اس نے تیری دنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کے مطالبے کے ساتھ تجھ پر ظلم کیا ہے اور بے شک بہت سے شریک یقیناً ان کا بعض بعض پر زیادتی کرتا ہے، مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور یہ لوگ بہت ہی کم ہیں۔ اور داؤد نے یقین کر لیا کہ بے شک ہم نے اس کی آزمائش ہی کی ہے تو اس نے اپنے رب سے بخشش مانگی اور رکوع کرتا ہوا نیچے گر گیا اور اس نے رجوع کیا۔ تو ہم نے اسے یہ بخش دیا اور بلاشبہ اس کے لیے ہمارے پاس یقیناً بڑا قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ایک دن داؤد علیہ السلام کے پاس دو آدمی دروازے سے داخل ہونے کے بجائے دیوار پر چڑھ کر اس محراب میں داخل ہو گئے جس میں وہ اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ وہ ان دونوں کو اچانک اپنے سامنے دیکھ کر گھبرا گئے، تو انھوں نے کہا، گھبرایئے نہیں، ہمارے درمیان جھگڑا ہے، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، ہم آپ کے پاس آئے ہیں، تاکہ آپ عدل و انصاف کے مطابق ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجیے، کسی پر زیادتی نہ کیجیے اور صحیح راستے کی طرف ہماری راہنمائی کیجیے۔ پھر وہ آدمی جو اپنے آپ کو مظلوم سمجھتا تھا، کہنے لگا کہ میرے اس مسلمان بھائی کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے، یہ کہتا ہے کہ تم مجھے اپنی دنبی دے دو، تاکہ اپنی دنبیوں کے ساتھ اسے ملا لوں اور اس نے بڑی سخت زبان استعمال کی ہے۔ داؤد علیہ السلام نے کہا کہ اس نے تمھاری دنبی مانگ کر تم پر زیادتی کی ہے، اس لیے کہ ننانوے دنبیوں کے ہوتے ہوئے تمھاری دنبی زبردستی لینے کی اسے ضرورت نہیں تھی۔ مزید کہا کہ بہت سے شرکاء اسی طرح اخوت و انصاف کا پاس نہیں رکھتے اور زیادتی کر بیٹھتے ہیں، حالانکہ اخوت و انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنے بھائی کو اپنے اوپر ترجیح دی جائے۔ البتہ جو لوگ ایمان و تقویٰ والے ہوتے ہیں وہ ایسی زیادتی نہیں کرتے اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ دونوں کے واپس چلے جانے کے بعد داؤد علیہ السلام کے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ قضیہ اللہ کی طرف سے ان کا امتحان تھا۔ اس لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کرنے لگے اور ان کے دل پر خشیت الٰہی کا ایسا غلبہ ہوا کہ سجدے میں گر کر رونے لگے اور پوری طرح اپنے رب کی طرف متوجہ ہو گئے، تو اللہ نے انھیں بخش دیا۔

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو ”سورۂ صٓ“ میں (مذکورہ آیت پر) سجدہ کرتے دیکھا ہے۔[بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ﴿و اذكر

عبدنا داوٗد ذا الأيد...... الخ ﴾ : ٣٤٢٢]
مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اس سورت (صٓ) میں سجدہ کرنے کی دلیل کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا، کیا تم نے (سورۃ الانعام: ۸۴ تا ۹۰ میں) یہ نہیں پڑھا: ﴿ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ ﴾، ﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ﴾ (یعنی یہی لوگ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں، سو آپ بھی ان کی ہدایت کی اتباع کریں) تو داؤد علیہ السلام بھی ان میں سے تھے جن کی اتباع کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا، چونکہ (اس سورت میں یہ ذکر ہے کہ) داؤد علیہ السلام نے سجدہ کیا تھا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سجدہ کیا تھا۔ [بخاري، كتاب التفسير، سورة صٓ : ٤٨٠٧]
سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں سورۂ صٓ لکھ رہا ہوں۔ تو میں جب آیت سجدہ تک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ قلم، دوات اور میرے آس پاس کی دیگر تمام چیزوں نے سجدہ کیا۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنا یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تلاوت کے وقت برابر سجدہ کرتے رہے۔ [مسند أحمد : ٧٨/٣، ح : ١١٧٤٧ ـ مستدرك حاكم : ٤٣٢/٢، ح : ٣٦٥٤]

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ : یعنی روزِ قیامت داؤد علیہ السلام کو قرب حاصل ہوگا، اللہ تعالیٰ انھیں اپنے تقرب سے سرفراز فرمائے گا، نیز انھیں عمدہ مقام، یعنی ان کی توبہ اور اپنی مملکت میں مکمل عدل کی وجہ سے انھیں جنت میں بلند و بالا درجات نصیب ہوں گے۔
سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یقیناً عادل لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے ممبروں پر ہوں گے، رحمٰن عزوجل کی دائیں جانب (اور ذہن نشین رہے کہ) اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ یہ عادل وہ ہیں جو اپنے فیصلوں میں، اپنے اہل و عیال میں اور جن کے وہ مالک ہوں ان میں عدل و انصاف کرتے ہیں۔“ [مسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل...... الخ : ١٨٢٧]

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۟ؒ ﴿۲۶﴾

”اے داؤد! بے شک ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، سو تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور خواہش کی پیروی نہ کر، ورنہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ یقیناً وہ لوگ جو اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے، اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔“
اس آیت کریمہ کا تعلق گزشتہ آیت سے ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے داؤد علیہ السلام سے کہا، اے داؤد! ہم نے

آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے، تاکہ آپ لوگوں کو بھلائی کا حکم دیں، برائی سے روکیں اور اپنے رب کی شریعت کو نافذ کریں، تو آپ لوگوں کے درمیان اس عدل کے ساتھ فیصلہ کیجیے جس کا اللہ کی شریعت تقاضا کرتی ہے اور اپنے نفس کی پیروی نہ کیجیے کہ مال و جاہ یا دوستی و رشتہ داری کی وجہ سے حق و عدل سے منحرف ہو جائیں۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ اس صراط مستقیم سے دور ہو جائیں گے، جس پر چل کر قومیں دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی حاصل کرتی ہیں اور جس سے انحراف حکم ومحکوم سب کی ہلاکت و بربادی کا سبب بنتا ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ جو لوگ اس دنیا میں اللہ کی راہ سے برگشتہ ہو جائیں گے، انھیں قیامت کے دن شدید عذاب دیا جائے گا، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کی ملاقات کو فراموش کر دیا تھا اور ایمان وتقویٰ کے بجائے کفر و سرکشی کی زندگی اختیار کر لی تھی۔

فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ: مقدمات کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بھی اسی قسم کی ہدایت دی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ﴾ [المائدۃ : ۴۸] ”اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ بھیجی، اس حال میں کہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں سے اس سے پہلے ہے اور اس پر محافظ ہے۔ پس ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر، اس سے ہٹ کر جو حق میں سے تیرے پاس آیا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ احْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۝ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ۴۹، ۵۰] ”اور یہ کہ ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر اور ان سے بچ کہ وہ تجھے کسی ایسے حکم سے بہکا دیں جو اللہ نے تیری طرف نازل کیا ہے، پھر اگر وہ پھر جائیں تو جان لے کہ اللہ یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے کچھ گناہوں کی سزا پہنچائے اور بے شک بہت سے لوگ یقیناً نافرمان ہیں۔ پھر کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے، ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔“

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۝۲۷ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۝۲۸

”اور ہم نے آسمان و زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو بے کار پیدا نہیں کیا۔ یہ ان لوگوں کا گمان ہے

جنھوں نے کفر کیا، سو ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا آگ کی صورت میں بڑی ہلاکت ہے۔ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، زمین میں فساد کرنے والوں کی طرح کر دیں گے؟ یا کیا ہم پرہیز گاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟''

فرمایا کہ ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کو بے مقصد پیدا نہیں کیا ہے، بلکہ اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ لوگ وحدانیت پر ایمان لائیں اور صرف ہماری عبادت کریں، لیکن کفارِ مکہ اور دیگر اہل کفر اس زعم باطل میں مبتلا ہیں کہ ان کی پیدائش میں کوئی حکمت و مصلحت نہیں ہے۔ یہ ان کی خام خیالی ہے، ان کافروں کا ٹھکانا جہنم کی وہ وادی ہے جس کا نام ''ویل'' ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الدخان : ۳۸ تا ٤٢] ''اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیلتے ہوئے نہیں بنایا۔ ہم نے ان دونوں کو حق ہی کے ساتھ پیدا کیا ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔ یقیناً فیصلے کا دن ان سب کا مقرر وقت ہے۔ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ مگر جس پر اللہ نے رحم کیا، بے شک وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کے جو عقل مند بندے ہیں وہ تو کائنات کی تخلیق کا مقصد سمجھتے ہیں اور اس مقصد کو ذہن میں رکھ کر ڈرتے رہتے ہیں اور اپنی نجات کے لیے دعائیں مانگتے رہتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴾ [آل عمران : ۱۹۰ تا ۱۹٤] ''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے رب! بلاشبہ تو جسے آگ میں ڈالے سو یقیناً تو نے اسے رسوا کر دیا اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔ اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک آواز دینے والے کو سنا، جو ایمان کے لیے آواز دے رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب! پس ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری

برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ فوت کر۔ اے ہمارے رب! اور ہمیں عطا فرما جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، بے شک تو وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔''

کیا یہ بات معقول ہو سکتی ہے کہ ہم اہل ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کو ان لوگوں جیسا بنا دیں جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، یا تقویٰ کی راہ اختیار کرنے والوں کو ان لوگوں جیسا بنا دیں جو ہمارے احکام کی مخالفت کرتے ہیں اور ہم سے دشمنی کرتے ہیں؟

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

''یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، بہت بابرکت ہے، تاکہ وہ اس کی آیات میں غور وفکر کریں اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔''

قرآن حکیم حکمتوں کا خزانہ ہے اور دنیاوی اور اخروی بھلائیوں کی طرف انسان کی صحیح راہنمائی کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ یہ قرآن ایک مبارک کتاب ہے، جسے ہم نے اپنے رسول پر اس لیے نازل کیا ہے، تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں، اس کے انوار سے اپنی عقلوں اور اپنے دلوں کو روشن کریں، اللہ پر ایمان لائیں اور عمل صالح کریں، تاکہ دین و دنیا کی سعادت حاصل کریں اور تاکہ عقل و ہوش والے اس میں موجود نصیحتوں سے مستفید ہوں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [الرعد : ۱۹] ''نصیحت تو عقلوں والے ہی قبول کرتے ہیں۔''

وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾

''اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا، اچھا بندہ تھا، بے شک وہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔''

داؤد علیہ السلام پر اللہ کا ایک انعام یہ بھی تھا کہ اس نے انھیں سلیمان علیہ السلام جیسا بیٹا عطا کیا، جو انھی کی طرح نبی ہوئے، اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے رب کے بہت اچھے بندے تھے، اس لیے کہ کثرت سے ذکرِ الٰہی اور طلبِ مغفرت میں مشغول رہتے تھے۔

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَ الْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾

''جب اس کے سامنے دن کے پچھلے پہر اصیل تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے۔ تو اس نے کہا بے شک میں نے اس مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد کی وجہ سے دوست رکھا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پردے میں چھپ گئے۔ انھیں میرے پاس

واپس لاؤ، پھر وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔‘‘

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ شام کے وقت عمدہ جنگی گھوڑوں کی ان کے سامنے نمائش کی گئی، تو انھوں نے کہا کہ میں نے ان گھوڑوں کو اپنے رب کی راہ میں جہاد کی خاطر پسند کیا ہے، جب وہ گھوڑے دوڑتے ہوئے آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تو انھوں نے حکم دیا کہ انھیں واپس لایا جائے اور جب سارے گھوڑے واپس آ گئے تو از راہ لطف و محبت ان کی پنڈلیوں اور گردنوں کو اپنے ہاتھ سے سہلانے لگے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر سیدنا سلیمان علیہ السلام کو جہاد سے بہت رغبت تھی اور جہاد کی خاطر گھوڑوں سے بہت محبت تھی، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک بار سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے یوں کہا کہ آج رات میں اپنی سو بیویوں یا (فرمایا) ننانویں بیویوں کے پاس ضرور گھوم کر آؤں گا (یعنی سب سے صحبت کروں گا) اور ہر ایک عورت ایک بیٹا پیدا کرے گی جو شہسوار بن کر اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ ان کے ایک رفیق نے کہا، ان شاء اللہ کہیے، تاہم سلیمان علیہ السلام نے ’’ان شاء اللہ‘‘ نہ کہا، تو ان عورتوں میں سے صرف ایک کو حمل ٹھہرا اور اس سے بھی ادھورا بیٹا پیدا ہوا۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر وہ ’’ان شاء اللہ‘‘ کہتے تو سب عورتوں کے بیٹے ہوتے جو شہسوار بن کر جہاد کرتے۔‘‘ [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب من طلب الولد للجهاد : ۲۸۱۹]

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ : یعنی جب سلیمان علیہ السلام کی مملکت و سلطنت میں ان کے سامنے اصیل اور تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے، سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کا تذکرہ ایک حدیث میں بھی ملتا ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک یا خیبر کے سفر سے واپس آئے تو میرے طاقچے کے آگے پردہ پڑا ہوا تھا کہ ناگاہ تیز ہوا کے جھونکے سے پردے کا کنارہ ہٹ گیا۔ وہاں سامنے میرے کھلونے اور گڑیاں نظر آئیں، آپ نے پوچھا: ’’عائشہ! یہ کیا ہے؟‘‘ میں نے کہا، یہ میری گڑیاں ہیں، آپ نے ان میں کپڑے کا گھوڑا بھی دیکھا جس کے دو پر تھے۔ آپ نے پوچھا: ’’میں ان کے درمیان یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟‘‘ میں نے کہا، یہ گھوڑا ہے، آپ نے پوچھا: ’’اور اس کے اوپر کیا ہے؟‘‘ میں نے کہا، اس کے دو پر ہیں۔ آپ نے کہا: ’’کیا گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں؟‘‘ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ کیا آپ نے سنا نہیں کہ سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے پر تھے۔ کہتی ہیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ میں نے آپ کی ڈاڑھیں دیکھیں۔ [أبو داوٗد، كتاب الأدب، باب اللعب بالبنات : ۴۹۳۲۔ ابن حبان : ۵۸۶۴]

فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ : اس آیت کے دوسرے معنی کے لحاظ سے تفسیر یہ ہے کہ آپ گھوڑوں کے مشاہدے میں اس قدر مشغول ہوئے کہ نماز عصر کا وقت ختم ہو گیا اور اس سلسلہ میں قطعی بات یہ

ہے کہ عمداً نہیں بلکہ بھول جانے کی وجہ سے آپ کی نماز رہ گئی، جیسا کہ خندق کے موقع پر نبی کریم ﷺ اس قدر مشغول ہو گئے تھے کہ آپ نماز عصر نہ پڑھ سکے، حتیٰ کہ آپ نے اسے غروبِ آفتاب کے بعد ادا فرمایا تھا اور یہ بات صحیحین میں کئی ایک سندوں سے ثابت ہے، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے دن سورج ڈوبنے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کفار قریش کو برا بھلا کہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! میں تو عصر کی نماز بھی ادا نہیں کر سکا، حتیٰ کہ سورج غروب ہونے والا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میں بھی اب تک ادا نہیں کر سکا۔'' چنانچہ ہم بطحان میں گئے، وہاں وضو کیا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز ادا کی اور پھر مغرب پڑھی۔ [بخاری، كتاب مواقيت الصلوة، باب من صلى بالناس جماعة بعد ذهاب الوقت : ٥٩٦ ـ مسلم، كتاب المساجد، باب الدليل لمن قال الصلوة الوسطى هي صلاة العصر : ٦٣١]

وَ لَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَ اَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ هَبْ لِيْ
مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً
حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَ الشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّ اٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا
عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ ع

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور اس کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا، پھر اس نے رجوع کیا۔ اس نے کہا اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو، یقیناً تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔ تو ہم نے اس کے لیے ہوا کو تابع کر دیا جو اس کے حکم سے نرم چلتی تھی، جہاں کا وہ ارادہ کرتا تھا۔ اور شیطانوں کو، جو ہر طرح کے ماہر معمار اور ماہر غوطہ خور تھے۔ اور کچھ اوروں کو بھی (تابع کر دیا) جو بیڑیوں میں اکٹھے جکڑے ہوئے تھے۔ یہ ہماری عطا ہے، سو احسان کر، یا روک رکھ، کسی حساب کے بغیر۔ اور بلاشبہ اس کے لیے ہمارے ہاں یقیناً بڑا قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔''

داؤد علیہ السلام کے بیٹے سلیمان علیہ السلام پر بھی اللہ تعالیٰ نے بڑے انعامات کیے تھے، اس آیت کریمہ میں انھی کا ذکر ہے، فرمایا کہ ہم نے سلیمان علیہ السلام کو بادشاہی دے کر اپنے لیے ان کی اطاعت و بندگی کو آزمایا اور ان کے تخت پر ایک دھڑ کو ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دھڑ کی حقیقت کو بیان نہیں کیا، جسے اس نے سلیمان علیہ السلام کے تخت پر ڈال دیا تھا، لہٰذا ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تخت پر ایک دھڑ کو ڈال کر ان کی آزمائش فرمائی تھی، لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ دھڑ کیا تھا۔ اس پر آپ کو معلوم ہوا کہ آپ تو آزمائش میں پڑ چکے ہیں، پھر اسی وقت اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے قصور

کی معافی طلب کی اور ساتھ ہی یہ دعا کی کہ مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے شایان شان نہ ہو۔ چنانچہ آپ کا یہ قصور بھی معاف کر دیا گیا اور دعا بھی قبول ہوگئی کہ ہواؤں اور جنوں کو آپ کے لیے مسخر کر دیا گیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾ [النمل : ۱۷] ''اور سلیمان کے لیے اس کے لشکر جمع کیے گئے، جو جنوں اور انسانوں اور پرندوں سے تھے، پھر وہ الگ الگ تقسیم کیے جاتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ﴾ [النمل : ۱۶] ''اور سلیمان داؤد کا وارث بنا اور اس نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہمیں ہر چیز میں سے حصہ دیا گیا ہے۔ بے شک یہ یقیناً یہی واضح فضل ہے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گزشتہ رات اچانک ایک سرکش جن میرے سامنے آیا'' یا ایسا ہی کوئی اور کلمہ آپ نے ارشاد فرمایا، پھر فرمایا: ''وہ میری نماز میں خلل ڈالنا چاہتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا۔ میں نے چاہا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون سے باندھ دوں، تاکہ صبح تم سب لوگ اسے دیکھ لو، لیکن پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ [صٓ : ۳۵] ''اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو، یقیناً تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔'' (تو اس دعا کے یاد آتے ہی میں نے اسے چھوڑ دیا) الغرض، اللہ تعالیٰ نے اسے نامراد کر کے لوٹا دیا۔'' [بخاري، كتاب الصلوة، باب الأسير و الغريم يربط في المسجد : ٤٦١۔ مسلم، كتاب المساجد، باب جواز لعن الشيطن في أثناء الصلوة والتعوذ منه ...... الخ : ٥٤١]

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو ہم نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''میں تجھ پر اللہ کی لعنت کے ساتھ لعنت کرتا ہوں۔'' آپ نے تین مرتبہ یہ الفاظ کہے۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، جیسے آپ کوئی چیز لے رہے ہوں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ کو نماز میں کوئی بات کرتے سنا ہے، حالانکہ اس سے قبل ہم نے آپ کو کبھی کوئی ایسی بات کرتے نہیں سنا اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ آپ نے اپنا ہاتھ بھی آگے بڑھایا۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کا دشمن ابلیس ایک دہکتا ہوا انگارا لے کر آیا تھا، تاکہ اسے میرے منہ میں دے دے۔ تو میں نے تین مرتبہ کہا کہ میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور پھر میں نے کہا کہ میں تجھ پر اللہ کی مکمل لعنت کے ساتھ لعنت کرتا ہوں، تو وہ تینوں مرتبہ پیچھے نہیں ہٹا۔ پھر میں نے اسے پکڑنے کا ارادہ کیا، اللہ کی قسم! اگر میرے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی، تو وہ صبح تک بندھا رہتا اور مدینہ کے بچے اس سے کھیلتے۔'' [مسلم، كتاب المساجد، باب جواز لعن الشيطان في أثناء الصلوٰة والتعوذ منه ...... الخ : ٥٤٢]

وَ اذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ؕ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

”اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کر، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک شیطان نے مجھے بڑا دکھ اور تکلیف پہنچائی ہے۔ اپنا پاؤں مار، یہ نہانے کا اور پینے کا ٹھنڈا پانی ہے۔ اور ہم نے اسے اس کے گھر والے عطا کر دیے اور ان کے ساتھ اتنے اور بھی، ہماری طرف سے رحمت کے لیے اور عقلوں والوں کی نصیحت کے لیے۔ اور اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا (جھاڑو) لے اور اسے مار دے اور قسم نہ توڑ، بے شک ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا، اچھا بندہ تھا۔ یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ داؤد اور سلیمان علیہما السلام کی طرح ہمارے بندے ایوب علیہ السلام کے حالات کو بھی یاد کیجیے، جنھیں ہم نے آزمائشوں میں ڈالا تو انھوں نے صبر سے کام لیا اور حرف شکایت اپنی زبان پر نہ لائے اور نہ ان کے دل میں شکوہ کا گزر ہوا۔ آپ کسی بیماری اور شدید تکلیف میں مبتلا ہو گئے اور کئی سال تک اسی حال میں رہے، جب تکلیف بہت زیادہ ہو گئی تو اپنے رب سے دعا کی اور کہا اے میرے رب! مجھے شیطان نے تکلیف اور عذاب الیم میں مبتلا کر دیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور بذریعہ وحی ان سے کہا کہ آپ زمین پر اپنا پاؤں ماریے، تو پانی کا ایک چشمہ نکل پڑے گا، اس پانی سے نہایئے اور اسے پی لیجیے، آپ کی بیماری دور ہو جائے گی۔ انھوں نے ایسا ہی کیا تو ان کی تکلیف بالکل ختم ہو گئی، جیسے کوئی تکلیف تھی ہی نہیں اور اللہ نے ان پر مزید رحم کرتے ہوئے انھیں ان کا کھویا ہوا خاندان، اولاد اور مال و دولت دوبارہ دے دیے، بلکہ ان کا دو گنا دیا۔ ان کی زندگی ارباب عقل و خرد کے لیے سبق آموز ہے کہ مصیبت کے وقت آدمی کو صبر سے کام لینا چاہیے اور انھوں نے اپنی بیوی کی کسی غلطی پر قسم کھائی تھی کہ اسے سو کوڑے ماریں گے۔ جب اچھے ہو گئے تو اللہ نے ان سے کہا کہ سو تنکوں کا ایک مٹھا لے کر اسے ایک بار مار دیجیے، تاکہ آپ کی قسم پوری ہو جائے۔ آخر میں اللہ نے ایوب علیہ السلام کے صبر کی تعریف کی اور کہا کہ وہ اپنے رب کے بڑے ہی اچھے بندے تھے اور ہر حال میں اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ : سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سب سے زیادہ سخت آزمائش انبیائے کرام (علیہم السلام) پر آتی ہے، پھر ان پر جو (ان کے بعد) زیادہ نیک لوگوں ہوں، پھر ان پر جو ان سے کم درجے کے ہوں۔“ [مستدرك حاكم : ١/ ٤٠، ٤١، ح : ١٢٠]

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایوب علیہ السلام بغیر تہ بند کے نہا رہے تھے کہ (آسمان سے) سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں۔ آپ نے جلدی جلدی انھیں اپنے کپڑے میں سمیٹنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے ایوب! کیا میں نے تمھیں غنی اور بے پروا نہیں کر رکھا، اس چیز سے جو تو دیکھ رہا ہے؟ آپ نے جواب دیا، ہاں، اے میرے رب! (بے شک تو نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے، میں ان چیزوں سے غنی اور بے نیاز تو ہوں) لیکن میں تیری رحمت سے ہرگز بے نیاز نہیں ہو سکتا۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿ و أيوب إذ نادىٰ ربه ...... الخ ﴾ : ۳۳۹۱]

وَ اذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَ الْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ وَ اذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾

''اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کر، جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔ بے شک ہم نے انھیں ایک خاص صفت کے ساتھ چن لیا، جو اصل گھر کی یاد ہے۔ اور بلاشبہ وہ ہمارے نزدیک یقیناً چنے ہوئے بہترین لوگوں سے تھے۔ اور اسماعیل، الیسع اور ذوالکفل کو یاد کر اور یہ سب بہترین لوگوں سے ہیں۔ یہ ایک نصیحت ہے اور بلاشبہ متقی لوگوں کے لیے یقیناً اچھا ٹھکانا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندگانِ مرسلین اور انبیائے عابدین کے فضائل کا ذکر کرتے ہوئے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ داؤد، سلیمان اور ایوب کی طرح ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے حالات کو بھی یاد کیجیے جو ہماری اطاعت و بندگی میں بڑی قوت کا مظاہرہ کرتے تھے، دین کی اچھی سمجھ رکھتے تھے اور اسرارِ شریعت سے خوب واقف تھے۔ چونکہ یہ سب ہر دم فکر آخرت میں لگے رہتے تھے، اس کی کامیابی کے لیے کوشاں رہتے تھے اور لوگوں کو اسی کی دعوت دیتے تھے اور دنیا اور اس کی لذتوں پر دھیان نہیں دیتے تھے، اس لیے ہم نے انھیں اپنی خالص اور حقیقی محبت کے لیے خاص کر لیا تھا اور یہ سب ہمارے نزدیک برگزیدہ اور اصحاب خیر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے ہمارے نبی! آپ اسماعیل، الیسع اور ذوالکفل کے حالات کو بھی یاد کیجیے، داؤد علیہ السلام سے ذوالکفل تک کے یہ تمام انبیاء بھی اللہ کے برگزیدہ تھے، ان کا ذکر جمیل دنیا میں ان کے لیے باعثِ شرف ہے اور آخرت میں اللہ اپنے تمام اہل تقویٰ بندوں کو بہت ہی عمدہ رہنے کی جگہ دے گا، جن میں یہ انبیاء بدرجہ اولیٰ شامل ہیں۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن بتوں کی موجودگی میں بیت اللہ

میں داخل ہونے سے انکار کر دیا، آپ نے ان سب کو نکالنے کا حکم دیا، چنانچہ انھیں باہر نکال دیا گیا۔ ان میں ایک ابراہیم علیہ السلام کی اور ایک اسماعیل علیہ السلام کی تصویر تھی۔ ان کے ہاتھوں میں فال کے تیر پکڑائے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ ان مشرکوں کو ہلاک کرے، اللہ کی قسم! ان مشرکوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے کبھی ان تیروں کے ذریعے سے قسمت معلوم کرنے کے لیے فال نہیں نکالی (اس کے باوجود ان لوگوں نے ان کے ہاتھوں میں فال کے تیر پکڑا دیے ہیں)۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب أین رکز النبی ﷺ الرایة یوم الفتح ؟ : ۴۲۸۸۔ مسند أحمد : ۳۳۴/۱، ح : ۳۰۹۲]

جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۝۵۰ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّ شَرَابٍ ۝۵۱ وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ۝۵۲ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝۵۳ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝۵۴

''ہمیشہ رہنے کے باغات، اس حال میں کہ ان کے لیے دروازے پورے کھلے ہوں گے۔ ان میں تکیے لگائے ہوئے ہوں گے، وہ ان میں بہت سے پھل اور مشروب منگوا رہے ہوں گے۔ اور ان کے پاس نگاہ نیچے رکھنے والی ہم عمر عورتیں ہوں گی۔ یہ ہے جس کا حساب کے دن کے لیے تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ بلاشبہ یقیناً یہ ہمارا رزق ہے، جس کے لیے کسی صورت ختم ہونا نہیں ہے۔''

اہل تقویٰ سے جس عمدہ رہائش کا وعدہ کیا گیا ہے، وہ ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہوں گی، جن کے دروازے جنتیوں کے انتظار میں ہر دم کھلے رہیں گے، اہل جنت ان جنتوں میں تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، جب چاہیں گے اپنی خواہش کے مطابق بہت سے پھل اور مشروبات طلب کر لیا کریں گے۔ اہل جنت کو ایسی بیویاں ملیں گی جو اپنے شوہروں کے سوا دوسروں کو نہیں دیکھیں گی اور وہ ان کی ہم عمر ہوں گی۔ آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اہل تقویٰ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور وہاں کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا کہ یہی وہ جنت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ یہ نعمت قیامت کے دن حساب کے بعد ملے گی اور یہی وہ روزی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [النحل : ۹۶] ''جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور یقیناً ہم ان لوگوں کو جنھوں نے صبر کیا، ضرور ان کا اجر بدلے میں دیں گے، ان بہترین اعمال کے مطابق جو وہ کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً غَيْرَ

مَجۡذُوۡذٍ ﴾[ھود : ۱۰۸] ''اور رہ گئے وہ جو خوش قسمت بنائے گئے تو وہ جنت میں ہوں گے، ہمیشہ اس میں رہنے والے، جب تک سارے آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جو تیرا رب چاہے۔ ایسا عطیہ جو قطع کیا جانے والا نہیں۔''

جَنّٰتِ عَدۡنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الۡاَبۡوَابُ : یعنی ایسے باغات جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہ جب آئیں گے تو ان کے لیے دروازے کھول دیے جائیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ اُدۡخُلُوۡهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوۡمُ الۡخُلُوۡدِ ﴾[قٓ : ۳٤] ''اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہی ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔''

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازے کا نام ریان ہے۔ اس میں سے کوئی داخل نہیں ہوگا سوائے روزہ داروں کے۔''[بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة أبواب الجنة : ۳۲۵۷]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ کے راستہ میں جوڑا خرچ کیا، اسے جنت کے (سب) دروازوں سے پکارا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے۔ جو نمازی ہوا، اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو مجاہد ہوا، اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ جو صدقہ دینے والوں سے ہوا تو اسے صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو روزے داروں میں سے ہوا تو اسے ''باب الریان'' سے پکارا جائے گا۔'' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی، آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، اگر کوئی ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازے سے بھی بلایا جائے تو کوئی حرج نہیں (بلکہ بڑی بات ہے، تاہم پھر بھی) کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہوگا کہ جسے جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ فرمایا : ''ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تو انھی میں سے ہوگا۔''[بخاري، كتاب الصوم، باب الريان للصائمين : ۱۸۹۷۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب فضل من ضم إلى الصدقة غيرها من أنواع البر : ۱۰۲۷]

وَعِنۡدَهُمۡ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ اَتۡرَابٌ : یعنی انھوں نے اپنے شوہروں کے علاوہ دیگر لوگوں سے نگاہیں نیچی رکھی ہوں گی، نیز وہ ہم عمر بھی ہوں گی، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ لِلۡمُتَّقِيۡنَ مَفَازًا ۙ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَ اَعۡنَابًا ۙ﴿۳۲﴾ وَّ كَوَاعِبَ اَتۡرَابًا ۙ﴿۳۳﴾ وَّ كَاۡسًا دِهَاقًا ﴾ [النبا: ۳۱ تا ۳٤] ''یقیناً پرہیز گاروں کے لیے ایک بڑی کامیابی ہے۔ باغات اور انگور اور ابھری چھاتیوں والی ہم عمر لڑکیاں۔ اور چھلکتے ہوئے پیالے۔'' اور فرمایا: ﴿ فِيۡهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ ۙ لَمۡ يَطۡمِثۡهُنَّ اِنۡسٌ قَبۡلَهُمۡ وَ لَا جَآنٌّ ۚ﴿۵۶﴾ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الۡيَاقُوۡتُ وَ الۡمَرۡجَانُ ﴾[الرحمٰن : ۵٦ تا ۵۸] ''ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں، جنھیں ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ کسی جن نے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کو جھٹلاؤ گے؟ گویا وہ (عورتیں) یاقوت اور مرجان ہیں۔''

هٰذَا ؕ وَ اِنَّ لِلطّٰغِيۡنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۙ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصۡلَوۡنَهَا ۚ فَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلۡيَذُوۡقُوۡهُ حَمِيۡمٌ

وَّ غَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّ اٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾

''یہ ہے (جزا) اور بلاشبہ سرکشوں کے لیے یقیناً بدترین ٹھکانا ہے۔ جہنم، وہ اس میں داخل ہوں گے، سو وہ برا بچھونا ہے۔ یہ ہے (سزا) سو وہ اسے چکھیں، کھولتا ہوا پانی اور پیپ۔ اور دوسری اس کی ہم شکل کئی قسمیں۔''

یعنی جو لوگ اللہ کے سرکش اور باغی بندے ہوں گے ان کا ٹھکانا بڑا ہی برا ہوگا، ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جس میں وہ لامحالہ داخل ہوں گے اور وہ ہر چہار جانب سے انھیں گھیر لے گی، انھیں پینے کے لیے انتہائی گرم پانی اور جہنمیوں کے جسموں کا لہو اور پیپ دی جائے گی اور کہا جائے گا کہ اب اللہ کے سرکش اور باغی بندے ان کا اور انھی جیسے نوع بہ نوع عذابوں، ذلتوں اور رسوائیوں کا مزہ چکھتے رہیں جو ان کے لیے تیار کی گئی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۲۱﴾ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿۲۲﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَاۤ اَحْقَابًا ﴿۲۳﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّ غَسَّاقًا ﴿۲۵﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴾ [النبا: ۲۱ تا ۲۶] ''یقیناً جہنم ہمیشہ سے ایک گھات کی جگہ ہے۔ سرکشوں کے لیے ٹھکانا ہے۔ وہ مدتوں اسی میں رہنے والے ہیں۔ نہ اس میں کوئی ٹھنڈ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔ پورا پورا بدلہ دینے کے لیے۔''

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿۶۱﴾

''یہ ایک گروہ ہے جو تمھارے ساتھ گھستا چلا آنے والا ہے، انھیں کوئی خوش آمدید نہیں، یقیناً یہ آگ میں داخل ہونے والے ہیں۔ وہ کہیں گے بلکہ تم ہو، تمھارے لیے کوئی خوش آمدید نہیں، تم ہی اسے ہمارے آگے لائے ہو۔ سو یہ برا ٹھکانا ہے۔ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! جو اس کو ہمارے آگے لایا ہے پس تو اسے آگ میں دگنا عذاب زیادہ کر۔''

یہ اہل دوزخ کے دوزخ میں داخل ہونے کے وقت کا ایک مکالمہ پیش کیا گیا ہے، پہلا گروہ تو بڑے لوگوں یعنی سرداروں اور پیشواؤں کا ہوگا، انھیں فرشتے جہنم کے کنارے لا کھڑا کریں گے، پھر ان کے بعد ان کے پیروکاروں کی عظیم جماعت کو لایا جائے گا، سردار حضرات اس عظیم جماعت کو دیکھتے ہی کہنے لگیں گے، یہ ایک اور جماعت جہنم میں داخل ہونے کے لیے آگے بڑھتی چلی آ رہی ہے، ان پر اللہ کی مار اور پھٹکار، یہ کہاں سے آ گئے؟ جب پچھلی جماعت پہلوں کی یہ بات سنے گی تو وہ کہیں گے کہ اللہ کی مار اور پھٹکار تمھی پر ہو، تمھی تو ہمارے پیشوا تھے اور ہمیں یہاں جہنم میں لانے کا سبب بنے ہو اور اب تمھی ہم پر لعنت اور پھٹکار کہہ رہے ہو، پھر یہ پیروی کرنے والا گروہ اپنے پیشواؤں سے توجہ ہٹا کر اپنے پروردگار سے درخواست کرے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہماری گمراہی کا اور ہمیں یہاں جہنم میں لانے کا باعث بنے ہیں، لہٰذا اے پروردگار! انھیں ہم سے دوگنا عذاب دے۔ اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے اور مقامات پر بھی بیان کیا ہے، جیسا کہ

ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِي النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۸، ۳۹] ”فرمائے گا ان جماعتوں کے ہمراہ جو جنوں اور انسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکی ہیں، آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی اپنے ساتھ والی کو لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جس وقت سب ایک دوسرے سے آملیں گے تو ان کی پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا، تو انھیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔ اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمھاری ہم پر کوئی برتری تو نہ ہوئی، تو عذاب چکھو اس کے بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ۶۷، ۶۸] ”اور کہیں گے اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تو انھوں نے ہمیں اصل راہ سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے رب! انھیں دوگنا عذاب دے اور ان پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت۔“ اور فرمایا: ﴿ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴾ [البقرة : ۱۶۶، ۱۶۷] ”جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی، ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنھوں نے پیروی کی اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات بالکل منقطع ہو جائیں گے۔ اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے کاش! ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہو تو ہم ان سے بالکل بے تعلق ہو جائیں، جیسے یہ ہم سے بالکل بے تعلق ہو گئے۔ اس طرح اللہ انھیں ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ کسی صورت آگ سے نکلنے والے نہیں۔“

وَ قَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ۝ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ۝ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ۝

”اور وہ کہیں گے ہمیں کیا ہے کہ ہم ان آدمیوں کو نہیں دیکھ رہے جنھیں ہم بدترین لوگوں میں شمار کرتے تھے۔ کیا ہم نے انھیں مذاق بنائے رکھا، یا ہماری آنکھیں ان سے پھر گئی ہیں۔ بلاشبہ یہ آگ والوں کا آپس میں جھگڑنا یقیناً حق ہے۔“

رؤسائے کفر جہنم میں ادھر ادھر دیکھیں گے تو بلال، عمار اور صہیب جیسے کمزور اور فقیر مسلمانوں کو نہیں پائیں گے،

جنھیں دنیا میں حقیر سمجھ کر ان کا مذاق اڑاتے تھے تو اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہیں گے کہ وہ لوگ یہاں کیوں نظر نہیں آرہے، جنھیں ہم ''برے لوگ'' کہا کرتے تھے اور جن کا ہم مذاق اڑایا کرتے تھے، یا جن پر حقارت کی وجہ سے ہماری نظریں نہیں ٹھہرتی تھیں؟ تو اس وقت انھیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ تو جنت کے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ درجات میں جلوہ افروز ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٤٤] ''اور جنت والے آگ والوں کو آواز دیں گے کہ ہم نے تو واقعی وہ وعدہ سچا پالیا ہے جو ہم سے ہمارے رب نے کیا تھا، تو کیا تم نے وہ وعدہ سچا پالیا جو تمھارے رب نے تم سے کیا تھا؟ وہ کہیں گے ہاں! پھر ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بات بالکل سچ ہے کہ اہل جہنم آپس میں جھگڑیں گے، ایک دوسرے کو الزام دیں گے، سردار اور ان کے پیروکار ایک دوسرے کا برا چاہیں گے۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنْذِرٌ ۖۗ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾

''کہہ دے میں تو صرف ایک ڈرانے والا ہوں اور کوئی معبود نہیں مگر اللہ، جو ایک ہے، بڑے دبدبے والا ہے۔ جو آسمانوں کا اور زمین کا رب ہے اور ان چیزوں کا جو ان دونوں کے درمیان ہیں، سب پر غالب، بہت بخشنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ مشرکین مکہ سے ایک ایسی بات کہیں جس میں ان کے لیے ان کے کفر و شرک پر دھمکی کے ساتھ توحید فی العبادۃ کی دعوت بھی ہو۔ چنانچہ فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ کفارِ مکہ سے کہہ دیجیے کہ میں اللہ کے عذاب سے ہر اس شخص کو ڈرانے والا ہوں جو کفر کی راہ اختیار کرے گا، اللہ کے بجائے شیطان کی راہ پر چلے گا اور ان سے آپ یہ بھی کہہ دیجیے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، جو اپنی ذات و صفات اور ربوبیت و عبادت میں تنہا اور لاشریک ہے اور اپنی تمام مخلوقات پر قادر و غالب ہے، آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا مالک ہے، ان میں بلاشرکتِ غیرے تصرف کرنے والا ہے، وہ جب نافرمانوں کو سزا دیتا ہے تو کوئی اسے مغلوب نہیں کر سکتا۔ وہ ہر اس شخص کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے جو صدقِ دل سے اس کے حضور توبہ کرتا ہے۔

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾

''کہہ دے وہ ایک بہت بڑی خبر ہے۔ جس سے تم منہ پھیرنے والے ہو۔''

یعنی اے رسول! کہہ دیجیے وہ یعنی قیامت کی خبر ایک بہت بڑی خبر ہے، پھر بھی تم اس سے منہ موڑ رہے ہو، جتنی ہولناک یہ خبر ہے، اتنی ہی بے پروائی سے تم اس سے روگردانی کر رہے ہو، جتنی توجہ کی مستحق یہ خبر ہے اتنی ہی غفلت تم اس سے برت رہے ہو۔

قیامت کی خبر یقیناً بڑی ہولناک خبر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ ۝ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۝ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴾ [النبا : ۱ تا ۵] ''کس چیز کے بارے میں وہ آپس میں سوال کر رہے ہیں؟ (کیا) اس بڑی خبر کے بارے میں؟ وہ کہ جس میں وہ اختلاف کرنے والے ہیں۔ ہرگز نہیں، عنقریب وہ جان لیں گے۔ پھر ہرگز نہیں، عنقریب وہ جان لیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ۝ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۖ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ﴾ [إبراهيم: ۴۲، ۴۳] ''اور تو اللہ کو ہرگز اس سے غافل گمان نہ کر جو ظالم لوگ کر رہے ہیں، وہ تو انھیں صرف اس دن کے لیے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی رہ جائیں گی۔ اس حال میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے، ان کی نگاہ ان کی طرف نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ﴾ [الحج : ۱، ۲] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔''

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز کے لیے آنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دیر لگا دی، یہاں تک کہ سورج طلوع ہونے کا وقت قریب آ گیا۔ پھر آپ بہت جلدی کرتے ہوئے آئے، تو نماز کے لیے اقامت کہی گئی اور آپ نے مختصر سی نماز پڑھائی۔ سلام پھیرنے کے بعد ہم سے فرمایا: ''ذرا دیر ٹھہرے رہو۔'' بعد ازاں ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''میں تمھیں اپنے دیر سے آنے کی وجہ بتاتا ہوں، رات کو میں تہجد کی نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے اونگھ آنے لگی، یہاں تک کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں اپنے رب عزوجل کے پاس ہوں، میں نے اپنے رب کو بہترین اور عمدہ ترین صورت میں دیکھا، مجھ سے اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا، اے محمد! جانتے ہو عالم بالا کے فرشتے اس وقت کس امر میں گفتگو اور سوال و جواب کر رہے ہیں؟ میں نے کہا، میرے رب! مجھے کیا خبر؟ اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھا، اے محمد! عالم بالا کے فرشتے اس وقت کس معاملہ میں بحث و مباحثہ کر رہے ہیں؟ میں نے کہا، اے میرے رب! میں نہیں

جانتا۔ تو میں نے دیکھا کہ میرے دونوں کندھوں کے درمیان اللہ عزوجل نے اپنا ہاتھ رکھا، یہاں تک کہ مجھے اپنے سینے میں انگلیوں کی ٹھنڈک محسوس ہوئی اور مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی اور میں جان گیا، تو اب پھر اللہ تعالیٰ نے پوچھا، اے محمد! عالم بالا کے فرشتوں میں کیا بات چیت ہو رہی ہے؟ میں نے کہا، گناہوں کے کفارے کے بارے میں۔ اللہ نے فرمایا، کفارے کیا کیا ہیں؟ میں نے کہا، جمعہ (و جماعت) کے لیے چل کر جانا، نماز کے بعد مسجدوں میں بیٹھے رہنا اور دل کے نہ چاہنے پر بھی کامل وضو کرنا۔ پھر مجھ سے میرے اللہ نے پوچھا، درجے کیا ہیں؟ میں نے کہا، کھانا کھلانا، نرم گفتگو کرنا اور رات کو جب لوگ سوئے پڑے ہوں، نماز پڑھنا۔ اب مجھ سے میرے رب نے فرمایا، مانگ کیا مانگتا ہے؟ میں نے کہا، اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں نیکیوں کا کرنا، برائیوں کا چھوڑنا، مسکینوں سے محبت رکھنا اور یہ کہ تو مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور یہ کہ جب تیرا ارادہ کسی قوم کی فتنے کے ساتھ آزمائش کا ہو تو اس فتنے میں مبتلا ہونے سے پہلے موت، تیری محبت اور تجھ سے محبت رکھنے والوں سے محبت اور ان کاموں کی چاہت جو تیری محبت سے قریب کرنے والے ہوں۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ سراسر حق ہے، اسے پڑھو پڑھاؤ اور سیکھو سکھاؤ۔'' [مسند أحمد : ۵/ ۲۴۳، ح : ۲۲۱۷۰۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ ص : ۳۲۳۵]

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۭ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰۤى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾ اِنْ يُّوْحٰۤى اِلَيَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾

''مجھے سب سے اونچی مجلس کے متعلق کبھی کچھ علم نہیں، جب وہ آپس میں جھگڑتے ہیں۔ میری طرف اس کے سوا وحی نہیں کی جاتی کہ میں تو صرف کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔''

یعنی اے رسول! آپ یہ بھی کہہ دیجیے کہ عالم بالا کے لوگ یعنی فرشتے جب کسی معاملے میں بحث کرتے ہیں تو مجھے ان کے بحث کرنے کی کوئی خبر نہیں ہوتی، میں الٰہ نہیں ہوں کہ مجھے علم غیب ہو، الٰہ تو بس اللہ تعالیٰ ہے اور وہی عالم الغیب ہے، وہی بتاتا ہے تو مجھے معلوم ہوتا ہے، وہ نہ بتائے تو مجھے علم نہیں ہوتا۔ آگے فرمایا، اے رسول! کہہ دیجیے کہ نہ میں الٰہ ہوں، نہ میں عالم الغیب ہوں کہ عالم بالا کی باتیں سن لوں، یا مجھے ان کا علم ہو جائے، مجھے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وحی کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے اور سنو! میرے پاس تو بس یہ وحی آتی ہے کہ میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں، یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے پیغامات بندوں تک پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ میں تو بس اس کے پیغامات پہنچاتا ہوں، لہٰذا اے لوگو! اللہ کے پیغامات پر ایمان لاؤ اور ان پر عمل کرو۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ يٰۤاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾
قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾
وَّ اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْۤ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ
الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ
الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ ؗ وَ الْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾

”جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ بے شک میں تھوڑی سی مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔تو جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح سے پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے گر جاؤ۔ پس تمام فرشتوں، سب کے سب نے سجدہ کیا۔ سوائے ابلیس کے، اس نے تکبر کیا اور کافروں سے ہو گیا۔ فرمایا اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کے لیے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا؟ کیا تو بڑا بن گیا، یا تھا ہی اونچے لوگوں میں سے؟ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا۔ فرمایا پھر اس سے نکل جا، کیونکہ بلاشبہ تو مردود ہے۔ اور بے شک تجھ پر جزا کے دن تک میری لعنت ہے۔ اس نے کہا اے میرے رب! پھر مجھے اس دن تک کے لیے مہلت دے جس میں یہ اٹھائے جائیں گے۔ فرمایا پس بے شک تو ان لوگوں سے ہے جنھیں مہلت دی گئی۔ مقرر وقت کے دن تک۔ کہا تو قسم ہے تیری عزت کی! کہ میں ضرور بالضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ مگر ان میں سے تیرے وہ بندے جو چنے ہوئے ہیں۔ فرمایا پھر حق یہ ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں۔ کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے بھر دوں گا، جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم سے پہلے فرشتوں کو بتایا کہ وہ مٹی سے ایک آدمی بنائے گا اور بنا لینے کے بعد انھیں حکم دیا کہ وہ آدم کی تکریم کے لیے اسے سجدہ کریں، تو ابلیس کے علاوہ تمام فرشتوں نے اللہ کے حکم کی بجا آوری میں آدم کو سجدہ کیا۔ ابلیس جنوں میں سے تھا، اس کی فطرت میں کبر و غرور تھا، اس نے سجدہ کرنے سے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ میں اس سے بہتر ہوں، میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور آدم مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ مٹی سے بہتر ہے۔ ابلیس کی یہ سوچ غلط تھی اور اس کا قیاس قیاسِ فاسد تھا، چنانچہ وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کر بیٹھا اور کفر کا مرتکب ہوا۔ اس لیے اللہ نے اسے اپنی جناب سے دور کر دیا، اسے رسوا کیا اور ہمیشہ کے لیے اپنی رحمت سے محروم کر دیا اور ذلیل و خوار بنا کر زمین پر بھیج دیا۔ ابلیس نے جب دیکھا کہ وہ ہمیشہ کے لیے راندۂ درگاہ ہو گیا ہے، تو آدم کے خلاف اس کے حقد و حسد کی آگ اور بھڑک اٹھی، اس نے اللہ سے قیامت کے دن تک زندہ رہنے کی مہلت مانگی، تا کہ آدم اور اس کی ذریت کو خوب گمراہ

کرے، اللہ نے اسے مہلت دے دی تو اس نے اللہ کی عزت کی قسم کھا کر ازراہِ غرور و سرکشی کہا کہ میں تیرے مخلص بندوں کے سوا سب کو گمراہ کروں گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٦٢] ''اس نے کہا کیا تو نے دیکھا، یہ شخص جسے تو نے مجھ پر عزت بخشی، یقیناً اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں بہت تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی اولاد کو ہر صورت جڑ سے اکھاڑ دوں گا۔''

اور جن تھوڑے لوگوں کو یہاں مستثنیٰ کیا گیا ہے ان کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٦٥] ''بے شک میرے بندے، تیرا ان پر کوئی غلبہ نہیں اور تیرا رب کافی کارساز ہے۔''

جب ابلیس نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ اے اللہ! میں تیرے مخلص بندوں کے سوا سب کو گمراہ کروں گا تو اللہ نے بھی اپنی ذات کی قسم کھا کر کہا کہ میں بھی جہنم کو تجھ سے اور ان تمام لوگوں سے بھر دوں گا جو تیری پیروی کریں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٦٣] ''فرمایا جا، پھر ان میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا تو بے شک جہنم تمھاری جزا ہے، پوری جزا۔'' اور فرمایا: ﴿ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [الأعراف : ١٨] ''فرمایا اس سے نکل جا، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا، بے شک ان میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا میں ضرور ہی جہنم کو تم سب سے بھروں گا۔''

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ : سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام زمین سے جمع شدہ مٹھی بھر خاک سے پیدا فرمایا۔ اسی لیے آدم علیہ السلام کی اولاد بھی مٹی کی طرح مختلف ہے، (رنگت کے اعتبار سے) کوئی ان میں سے سرخ، کوئی سفید، کوئی سیاہ اور کوئی درمیانی رنگت والا، (طبیعت کے اعتبار سے) کوئی نرم خو، کوئی سخت مزاج اور کوئی درمیانی طبیعت والا اور (عمل کے اعتبار سے) کوئی انتہائی خبیث، کوئی بہت اچھا اور کوئی درمیانے عمل والا۔'' [مسند أحمد : ٤٠٦/٤، ح : ١٩٦٦٣]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو جب تک چاہا، انھیں (بلا روح جسم کی حالت میں) پڑا رہنے دیا۔ ابلیس آپ کے اردگرد چکر لگاتا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ جسم کھوکھلا ہے تو اسے معلوم ہو گیا کہ یہ ایسی مخلوق ہے جو اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے گی۔'' [مسند أحمد : ١٥٢/٣، ح : ١٢٥٤٧۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب خلق الإنسان خلقا لا یتمالك : ٢٦١١]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا۔ جب پیدا کر چکے (اور روح پھونک دی) تو فرمایا، جا کر ان فرشتوں کی جماعت کو سلام کہیے اور سنیے کہ وہ تجھے کیا

جواب دیتے ہیں تو تیرا اور تیری اولاد کا یہی سلام (کا طریقہ) ہوگا۔ آدم علیہ السلام نے کہا: " اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ " فرشتوں نے کہا: " اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ " یعنی انھوں نے جواب میں " وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ " کا اضافہ کیا۔ تو جنت میں جو بھی داخل ہوگا، وہ آدم علیہ السلام کی صورت پر (یعنی ساٹھ ہاتھ قد کا) ہوگا۔ اس کے بعد اب تک مخلوق (کے قد کاٹھ) میں کمی ہوتی آئی ہے۔" [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم و ذریته : ۳۳۲۶۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب یدخل الجنة أقوام أفئدتهم مثل أفئدة الطیر : ۲۸۴۱]

قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ۸۶ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ۸۷

" کہہ دے میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں سے ہوں۔ نہیں ہے یہ مگر ایک نصیحت تمام جہانوں کے لیے۔"

یعنی میں بالکل بے لوث ہو کر تمھیں اللہ کا پیغام پہنچا رہا ہوں، اس کا نہ تم سے کوئی صلہ مانگتا ہوں اور نہ اس سے میری کوئی ذاتی غرض وابستہ ہے اور نہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اپنی بڑائی قائم کرنے کے لیے جھوٹے دعوے لے کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس بات پر شہادت میری سابقہ زندگی ہے، جسے تم خوب جانتے ہو۔

قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴾ [الفرقان : ۵۷] " کہہ دے میں تم سے اس پر کسی مزدوری کا سوال نہیں کرتا مگر جو چاہے کہ اپنے رب کی طرف کوئی راستہ اختیار کرے۔" اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾ [سبا : ۴۷] " کہہ میں نے تم سے جو بھی اجرت مانگی ہے تو وہ تمھاری ہوئی، میری اجرت تو اللہ ہی پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔"

وَمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ انھوں نے فرمایا، ہمیں تکلف اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ [بخاری، کتاب الاعتصام، باب ما یکره من کثرة السؤال و من تکلف ما لا یعنیه ...... الخ : ۷۲۹۳]

مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، تو آپ نے فرمایا، اے لوگو! جسے کسی بات کا علم ہو تو وہ اسے بیان کرے اور جسے کسی چیز کا علم نہ ہو تو وہ کہہ دے کہ (اسے) اللہ ہی بہتر جانتا ہے، اس لیے کہ جس چیز کی بابت علم نہ ہو، اس کے متعلق یہ کہنا ہی علم ہے کہ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے فرمایا: ﴿ قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴾ " کہہ دے میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں سے ہوں۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی : ﴿ وما أنا من المتكلفين ﴾ : ۴۸۰۹]

وَلَتَعۡلَمُنَّ نَبَاَہٗ بَعۡدَ حِیۡنٍ ﴿۸۸﴾ ع

''اور یقیناً تم اس کی خبر کچھ وقت کے بعد ضرور جان لو گے۔''

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک قسم کی تسلی ہے کہ آپ گھبرائیں نہیں، اگر یہ ایمان نہیں لائے تو عنقریب اسلام سر بلند ہو کے رہے گا اور اس کی دعوت کے مخالفوں کو مغلوب اور ذلیل وخوار ہونا پڑے گا، کافروں میں سے جو زندہ رہیں گے وہ تو اپنی آنکھوں سے یہ انجام دیکھ لیں گے اور جو مر گئے انھیں موت کے دروازے سے گزرتے ہی اس حقیقت کا پتا چل جائے گا کہ قرآن نے جو خبر دی تھی وہ ٹھوس حقیقت پر مبنی تھی۔

سورة الزمر مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝

"اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ بلاشبہ ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، پس اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ تو دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والا ہو۔"

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو خبر دی گئی ہے کہ یہ قرآن کریم اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے جو ہر چیز پر غالب اور اپنے تمام امور میں صاحب حکمت ہے۔ اس کے منزل من اللہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ یہ وہ کتاب برحق ہے جس میں توحید ونبوت، آخرت اور دیگر تمام اوامر ونواہی بیان کر دیے گئے ہیں۔ اس لیے اے میرے نبی! آپ صرف اللہ کی عبادت کیجیے جس کا کوئی شریک نہیں اور انسانوں کو بھی اس بات کی دعوت دیجیے اور انھیں بتا دیجیے کہ رب العالمین کا کوئی مدمقابل نہیں ہے، اس لیے اس کے سوا کسی اور کی عبادت جرمِ عظیم ہے۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ڛ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝

"خبردار! خالص دین صرف اللہ ہی کا حق ہے اور وہ لوگ جنھوں نے اس کے سوا اور حمایتی بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں)

ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔ یقیناً اللہ ان کے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو، بہت ناشکرا ہو۔“

یعنی اے لوگو! خبردار ہو جاؤ، اللہ ہی کے لیے ہے ایسا دین جس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ ہو، نہ اس میں کسی کی رائے ہو اور نہ کسی کا فتویٰ، دین میں جو کچھ ہو بس اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ۱۴۵، ۱۴۶] ”بے شک منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔ مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور اللہ کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین اللہ کے لیے خالص کر لیا تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ مومنوں کو جلد ہی بہت بڑا اجر دے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [الأنفال : ۳۹] ”اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ کے لیے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آ جائیں تو بے شک اللہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اسے خوب دیکھنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۸۵] ”اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہو گا۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھ سے پہلے جو بھی نبی آیا اس پر یہ حق تھا کہ خیر کی جتنی باتیں اسے معلوم ہوں وہ اپنی امت کو بتا دے اور شر کی جتنی باتیں اسے معلوم ہوں ان سے اپنی امت کو ڈرائے۔“ [مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب الوفاء ببیعة الخلیفة الأول فالأول : ۱۸۴۴]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمام کاموں میں سب سے برے کام (دین میں) نئے کام ہیں اور ہر نیا کام گمراہی ہے۔“ [مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلوٰة والخطبة : ۸۶۷]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی بات نکالی جو اس میں نہیں تھی تو اس نئی بات کو رد کر دیا جائے گا۔“ [بخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود : ۲۶۹۷۔ مسلم، کتاب الأقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة و رد محدثات الأمور : ۱۷۱۸]

یعنی جو لوگ اس کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہیں، وہ ان معبودوں کی عبادت کرتے ہیں اور اپنی ضلالت و گمراہی کی یہ دلیل دیتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں، تاکہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں اور ہماری

حاجت برآری کے لیے اس کے نزدیک ہمارے سفارشی بنیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اور مومنوں کے درمیان فیصلہ کر دے گا اور ہر ایک کو ان کے عمل کا بدلہ دے گا۔ مومنوں کو انعام و اکرام سے نوازے گا اور کافروں اور مشرکوں کو جہنم میں ڈال دے گا۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص یہ جھوٹا دعویٰ کرتا ہے، اللہ ایسے جھوٹے کافر کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا ہے۔

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④

''اگر اللہ چاہتا کہ (کسی کو) اولاد بنائے تو ان میں سے جنھیں وہ پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ضرور چن لیتا، وہ پاک ہے۔ وہ تو اللہ ہے، جو اکیلا ہے، بہت غلبے والا ہے۔''

اس آیت میں شرک باللہ کی مزید نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ سے اولاد کی نفی کی ہے کہ اس کی کوئی اولاد نہیں، نہ فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں اور نہ عزیر و عیسیٰ اس کے بیٹے ہیں۔ اگر بفرض محال اللہ کسی کو اپنی اولاد بنانا چاہتا تو وہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا اختیار کرتا، نہ کہ معاملہ جاہل مشرکوں اور گمراہ یہود و نصاریٰ کی مرضی پر چھوڑ دیتا کہ انھوں نے اپنی مرضی سے فرشتوں اور عزیر و عیسیٰ کو اللہ کی اولاد بنا دیا ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو اس کی اولاد قرار دینا محال اس لیے ہے کہ خالق و مخلوق میں کوئی مجانست نہیں پائی جاتی ہے، اس لیے اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ مخلوق اس کا بندہ ہو، اولاد نہیں۔ اس لیے آیت کے آخر میں فرمایا کہ باری تعالیٰ کی ذات ہر نقص و عیب سے پاک ہے اور وہ تنہا اللہ ہے، جس کے قہر و جبروت کے سامنے تمام مخلوقات کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۞ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [البقرة : ۱۱٦، ۱۱۷] ''اور انھوں نے کہا اللہ نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے، وہ پاک ہے، بلکہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اور جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے بس یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۞ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴾ [الأنعام : ۱۰۱، ۱۰۲] ''وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسے ہو گی، جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ یہی اللہ تمھارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ سو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔''

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَ يُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَ سَخَّرَ

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝

''اس نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو تابع کر رکھا ہے، ہر ایک ایک مقرر وقت کے لیے چل رہا ہے۔ سن لو! وہی سب پر غالب، نہایت بخشنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے، وہی رات اور دن کو تبدیل کرتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے لگے رہتے ہیں اور ذرا بھی نہیں تھکتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا﴾ [الأعراف : ٥٤] ''رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے۔''

اور اس نے آفتاب و مہتاب کو بھی ایک مخصوص نظام کا پابند بنا رکھا ہے، دونوں اپنے اپنے مدار میں قیامت تک چلتے رہیں گے اور اللہ کی مخلوقات ان کے فوائد سے مستفید ہوتی رہیں گی۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے میں بڑا زبردست ہے اور اپنی طرف رجوع کرنے والے بندوں کو معاف کرنے والا ہے۔

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۭ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝

''اس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا اور تمھارے لیے چوپاؤں میں سے آٹھ قسمیں (نر و مادہ) اتاریں۔ وہ تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں، تین اندھیروں میں، ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش میں پیدا کرتا ہے۔ یہی اللہ تمھارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کس طرح پھیرے جاتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت کی دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے تمام بنی نوع انسان کو صرف ایک آدم سے پیدا کیا ہے اور اس کی بیوی حوا کو اس کی بائیں پسلی سے پیدا کیا ہے اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ کو پیدا کیا اور ہر ایک کی مذکر و مؤنث دو قسمیں بنائیں اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ انسانوں کو ان کی ماؤں کے بطن میں مختلف مراحل سے گزارتا ہے، پہلے رحم مادر میں نطفہ قرار پاتا ہے، پھر منجمد خون کی شکل اختیار کرتا ہے، پھر گوشت کے لوتھڑے کی مانند ہو جاتا ہے، پھر انسان کی شکل و صورت اختیار کرتا ہے اور اس میں روح ڈال دی جاتی ہے۔ اس کی پرورش تین تاریکیوں کے نیچے ہوتی ہے، پیٹ کی تاریکی، رحم کی تاریکی اور اس جھلی کی تاریکی جو اس مخلوق پر چڑھی رہتی

ہے۔ وہ ذات برحق جس نے آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو اور تمھیں پیدا کیا ہے، وہی اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کا رب ہے، وہی مالک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور جب بات ایسی ہے تو پھر لوگ اس کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا : یعنی حوا علیہا السلام کو پیدا کر کے جوڑا بنایا، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ﴾ [النساء : ١] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔''

وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [الأنعام : ١٤٣، ١٤٤] ''آٹھ قسمیں، بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو۔ کہہ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ مجھے کسی علم کے ساتھ بتاؤ، اگر تم سچے ہو۔ اور اونٹوں میں سے دو اور گائیوں میں سے دو، کہہ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ یا تم اس وقت حاضر تھے جب اللہ نے تمھیں اس کی وصیت کی تھی؟ پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، تاکہ لوگوں کو کسی علم کے بغیر گمراہ کرے۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴾ [المؤمنون : ١٢ تا ١٤] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو حقیر مٹی کے ایک خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے ایک قطرہ بنا کر ایک محفوظ ٹھکانے میں رکھا۔ پھر ہم نے اس قطرے کو ایک جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو ایک بوٹی بنایا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو کچھ گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔''

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑦

’’اگر تم ناشکری کرو تو یقیناً اللہ تم سے بہت بے پروا ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے تمھارے لیے پسند کرے گا اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی، پھر تمھارا لوٹنا تمھارے رب ہی کی طرف ہے تو وہ تمھیں بتلائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ یقیناً وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ اپنے سوا تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: ﴿ اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ [إبراهيم : ۸] ’’اگر تم اور وہ لوگ جو زمین میں ہیں، سب کے سب کفر کرو تو بے شک اللہ یقیناً بڑا بے پروا، بے حد تعریف والا ہے۔‘‘

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! اگر تمھارے پہلے اور بعد والے، انسان اور جن سب کے سب اس آدمی کی طرح ہو جائیں جو تم میں سے بدترین شخص ہے، تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔‘‘ [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۷]

لیکن اللہ تعالیٰ اپنی غایت رحمت کی وجہ سے اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا، جو ان کی شقاوت و بدبختی کا سبب ہوتا ہے، وہ تو ان کے لیے یہ پسند کرتا ہے کہ قول و عمل کے ذریعے سے وہ اس کا شکر ادا کرتے رہیں، تاکہ وہ انھیں اس کا اچھا بدلہ دے اور جنت ان کا مقام بنے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، ہر شخص صرف اپنے عمل کا ذمہ دار ہوگا اور اسی کا اسے بدلہ دیا جائے گا اور مرنے کے بعد ہر شخص کو بہر حال اللہ کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے جو اسے ان تمام اعمال کی خبر دے گا جو وہ دنیا میں کرتا رہا تھا۔ اس سے کوئی بات مخفی نہیں ہے۔ وہ تو دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ آیت کے اس جزو میں بہت بڑی دھمکی ہے کہ دنیا میں اگر کسی کا کردار اچھا نہیں ہے تو اسے اس کی سزا بھگتنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ⑧

’’اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے، اس حال میں کہ اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے۔ پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس (مصیبت) کو بھول جاتا ہے، جس کی جانب

وہ اس سے پہلے پکارا کرتا تھا اور اللہ کے لیے کئی شریک بنا لیتا ہے، تاکہ اس کے راستے سے گمراہ کر دے۔ کہہ دے اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے، یقیناً تو آگ والوں میں سے ہے۔"

مشرک انسان کی فطرت یہ ہے کہ جب مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ کے سامنے گڑ گڑاتا ہے، صرف اسی سے لو لگاتا ہے اور تمام شرکاء کو بھول جاتا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے تو وہ اس تکلیف کو بھول جاتا ہے، گویا اسے کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہی نہیں تھی اور جب وہ تکلیف کو بھول جاتا ہے تو ظاہر ہے پھر یہ کیسے خیال باقی رہ سکتا ہے کہ اس تکلیف کو دور کرنے والا صرف اللہ ہے۔ مصیبت کے وقت وہ جس توحید پر قائم تھا، مصیبت کے دور ہو جانے کے بعد اس توحید پر قائم نہیں رہتا، بلکہ اللہ کے ساتھ شریک بنانے لگتا ہے اور پوری طرح شرک میں گرفتار ہو جاتا ہے، اپنے قول سے دوسروں کو شرک کی طرف مائل کر کے انھیں اللہ تعالیٰ کے راستہ سے بھٹکا دیتا ہے اور انھیں بھی اس شرک میں مبتلا کر دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآىِٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [یونس : ۱۲] "اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پہلو پر، یا بیٹھا ہوا، یا کھڑا ہوا ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اس سے اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو چل دیتا ہے جیسے اس نے ہمیں کسی تکلیف کی طرف، جو اسے پہنچی ہو، پکارا ہی نہیں۔ اسی طرح حد سے بڑھنے والوں کے لیے مزین بنا دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے۔"

قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ : اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی ایسے لوگوں سے کہا کہ تم اس دنیاوی زندگی سے کچھ دنوں کے لیے لطف اٹھا لو، مرنے کے بعد تمھارا ٹھکانا جہنم ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَاۤ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ٙ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الروم : ۳۳، ۳۴] "اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے وہ اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتے ہیں، پھر جب وہ انھیں اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتا ہے تو اچانک ان میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتے ہیں۔ تاکہ جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہے اس کی ناشکری کریں، سو فائدہ اٹھا لو کہ جلد ہی جان لوگے۔"

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآىِٕمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۹

"(کیا یہ بہتر ہے) یا وہ شخص جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے عبادت کرنے والا ہے،

آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے؟ کہہ دے کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے؟ نصیحت تو بس عقلوں والے ہی قبول کرتے ہیں۔“

مشرکین کی صفات بیان کرنے کے بعد اب مومنین کی صفات بیان کی گئی ہیں، کہا گیا ہے کہ وہ کافر بہتر ہے جو مصیبت ٹل جانے کے بعد غیر اللہ کو پکارنے لگتا ہے، یا وہ مومن جو خوشی اور غمی دونوں حالتوں میں راتوں کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہے، قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے، عذاب آخرت کو یاد کر کے سجدے میں اپنے رب کے سامنے گریہ وزاری کرتا ہے اور حصول جنت کی دعا کرتا ہے؟ یقیناً وہ مومن بہتر ہے جو ہر حال میں اپنے رب کو یاد کرتا رہتا ہے، خوشی ملتی ہے تو اس کا شکر ادا کرتا ہے اور غم ملتا ہے تو اسی سے نجات پانے کے لیے دعا کرتا ہے۔

آیت کے آخر میں نبی کریم ﷺ کی زبانی کہا گیا ہے کہ علم وجہل اور عالم و جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ اللہ کی توحید اور اس کے اوامر ونواہی کا علم حاصل کرتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں، وہ یقیناً ان نادانوں سے بہتر ہیں جو شرک وضلالت کی وادیوں میں بھٹکتے رہتے ہیں اور اس ربانی تعلیم سے وہی فائدہ اٹھاتے ہیں جو عقل سلیم سے کام لیتے ہیں۔

يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک نوجوان شخص کے پاس اس کے انتقال کے وقت گئے اور پوچھا: ”تو اپنے آپ کو کس حالت میں پاتا ہے؟“ اس نے کہا، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! یقیناً مجھے اللہ سے (خیر کی) امید ہے اور مجھے اپنے گناہوں کا خوف بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کے دل میں ایسے وقت میں یہ دونوں چیزیں جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کی امید پوری کرتا ہے اور اس کے خوف سے اسے نجات عطا فرما دیتا ہے۔“ [ترمذی، کتاب الجنائز، باب الرجاء باللّٰہ والخوف بالذنب عند الموت : ۹۸۳۔ ابن ماجه، کتاب الزھد، باب ذکر الموت والاستعداد له : ۴۲۶۱]

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ : ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ﴾ [فاطر : ۲۸] ”اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف جاننے والے ہی ڈرتے ہیں۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دو قسم کے آدمیوں پر رشک کیا جا سکتا ہے، ایک تو اس پر جسے اللہ نے دولت سے نوازا اور پھر اسے (یہ دولت) نیک کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دی، دوسرے اس شخص پر جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت دی اور وہ اس کے ذریعے سے فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کو حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔“ [بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم : ۷۳۔ مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل من یقوم ...... الخ : ۸۱۶]

سیدنا ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگوں کی امامت وہ کرائے جو ان میں سے قرآن کو زیادہ جانتا ہو، اگر قراءت میں سب برابر ہوں تو پھر مستحقِ امامت وہ ہے جو سنت کا علم سب سے زیادہ رکھنے

والا ہو، اگر سنت کے علم میں بھی سب برابر ہوں تو پھر وہ جس نے ہجرت سب سے پہلے کی ہو اور اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو پھر وہ امامت کرائے جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة ؟ : ٦٧٣]

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے وقت ہمارے کندھوں کو چھوتے اور فرماتے: ''برابر ہو جاؤ اور اختلاف نہ کرو، اس طرح تمھارے دل (آپس میں) مختلف ہو جائیں گے۔ میرے قریب تم میں سے وہ لوگ (کھڑے) ہوں جو سمجھ دار اور عقل مند ہوں، پھر وہ جو (عقل وفہم میں) ان سے قریب ہوں، پھر وہ جو ان سے قریب ہوں۔'' [مسلم، کتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف و إقامتها...... الخ : ٤٣٢]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد کے شہداء میں سے دو دو آدمیوں کو ایک ایک کفن میں اکٹھا دفن فرما رہے تھے۔ اس وقت آپ پوچھتے تھے: ''ان میں سے قرآن کس کو زیادہ یاد تھا؟'' جب آپ کو ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کر کے بتلایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لحد میں اسی کو آگے کرتے۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب من يقدم في اللحد : ١٣٤٧]

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑩

''کہہ دے اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! اپنے رب سے ڈرو، ان لوگوں کے لیے جنھوں نے اس دنیا میں نیکی کی، بڑی بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے، صرف صبر کرنے والوں ہی کو ان کا اجر کسی شمار کے بغیر دیا جائے گا۔''

اس آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی مومنوں کو ہر حال میں اپنے رب سے ڈرنے کی تعلیم دی گئی ہے، فرمایا کہ اے وہ لوگو! جنھوں نے اللہ کی وحدانیت کی تصدیق کی ہے، اپنے رب سے ڈرتے رہو، اس کی بندگی کرو، اس کی نافرمانی سے بچتے رہو اور اس کے ساتھ غیروں کو شریک نہ بناؤ۔ اس کے بعد اللہ نے تقویٰ کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ اس دنیا میں عمل صالح کریں گے، اللہ تعالیٰ آخرت میں انھیں جنت دے گا اور جن پر وطن کی زمین تنگ ہو جائے اور ان کے لیے اہل کفر کے ظلم و استبداد کی وجہ سے اللہ کی عبادت کرنا مشکل ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسی سرزمین سے ہجرت کر کے ایسی جگہ چلے جانے کا حکم دے دیا ہے جہاں وہ بآسانی اس کی عبادت کر سکیں۔ انبیاء و صالحین کی یہی سنت رہی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۭ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُھَاجِرُوْا فِيْھَا ۭ فَاُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىھُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿٩٧﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٩٨﴾ فَاُولٰۗىِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْھُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴾ [النساء : ٩٧ تا ٩٩] ''بے شک وہ لوگ جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم

کرنے والے ہوتے ہیں، کہتے ہیں تم کس کام میں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم اس سرزمین میں نہایت کمزور تھے۔ وہ کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔ مگر وہ نہایت کمزور مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ کوئی راستہ پاتے ہیں۔ تو یہ لوگ، اللہ قریب ہے کہ انھیں معاف کر دے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے۔''

اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی بغیر صبر کے ممکن نہیں، اس لیے آیت کے آخر میں صبر کی فضیلت اور اللہ کے نزدیک اس کے عظیم اجر و ثواب کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ ترک قوم و وطن کی اذیت برداشت کریں گے اور اللہ کی رضا کی خاطر کڑوے گھونٹ برداشت کریں گے، اللہ انھیں بے حساب اجر و ثواب عطا کرے گا، یعنی جنت دے گا، جس کی نعمتیں ان گنت اور کبھی نہ ختم ہونے والی ہوں گی۔

قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ﴿۱۱﴾ وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲﴾ قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۵﴾

''کہہ دے بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں، اس حال میں کہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والا ہوں۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ماننے والوں میں سے پہلا میں بنوں۔ کہہ دے بے شک میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں۔ کہہ دے میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں، اس حال میں کہ اسی کے لیے اپنے دین کو خالص کرنے والا ہوں۔ تو تم اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو۔ کہہ دے بے شک اصل خسارہ اٹھانے والے تو وہ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا۔ سن لو! یہی صریح خسارہ ہے۔''

نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ وہ مشرکین قریش کو یہ بتا دیں کہ مجھے تو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف اللہ کی عبادت کروں اور اس کے سوا کسی کی طرف التفات نہ کروں اور مجھے اس بات کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ اخلاص و عمل اور اطاعت و بندگی میں تمام مسلمانوں سے آگے رہوں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ

الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [الأنعام : ١٦١ تا ١٦٣] ”کہہ دے بے شک مجھے تو میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر دی ہے، جو مضبوط دین ہے، ابراہیم کی ملت، جو ایک ہی طرف کا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔ کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔“

آگے فرمایا کہ مجھے کفار قریش کو یہ بھی بتا دینے کا حکم دیا گیا ہے کہ اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور کافروں کی بات مان کر غیر اللہ کی عبادت کی تو ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن پکڑ نہ لیا جاؤں اور عذاب میں مبتلا نہ کر دیا جاؤں اور مجھے یہ بھی بتا دینے کا حکم دیا گیا ہے کہ میں صرف اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں، میری عبادت میں شرک کا شائبہ تک نہیں ہوتا ہے۔ اے مشرکین مکہ! اگر تم میری دعوت قبول نہیں کرتے ہو اور توحید کا انکار کرتے ہو تو اس کے سوا غیروں کے سامنے سر ٹیکتے رہو، تمھیں عنقریب اپنا انجام معلوم ہو جائے گا۔ مجھے یہ بھی بتا دینے کو کہا گیا ہے کہ اصل گھاٹا پانے والے وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن کفر و ضلالت کی وجہ سے خود بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے اور اپنے اہل و عیال کو گمراہ کرنے کی وجہ سے انھیں بھی اپنے ساتھ اس میں لے جائیں گے اور وہ جنت کی نعمتوں سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیے جائیں گے۔ درحقیقت یہی وہ خسارہ ہے، جس سے بڑھ کر اور کوئی خسارہ نہیں کہ گوشت اور ہڈی سے بنے انسانوں کو جہنم کا ایندھن بنا دیا جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ [التحريم : ٦] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر سخت دل، بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انھیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔“

بچوں کی اصلاح بڑوں پر فرض ہے، لیکن جب بڑے بجائے اصلاح کے بچوں کے بگاڑ کا سبب بن جائیں تو قیامت کے دن بچے خود بڑوں کی شکایت کریں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ٦٧، ٦٨] ”اور کہیں گے اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تو انھوں نے ہمیں اصل راہ سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے رب! انھیں دوگنا عذاب دے اور ان پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت۔“

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ

فَاتَّقُوۡنِ ﴿۱۶﴾

”ان کے لیے ان کے اوپر سے آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی سائبان ہوں گے۔ یہ ہے وہ جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس تم مجھ سے ڈرو۔“

اہل جہنم کے عذاب کی ہولناکی بیان کی جا رہی ہے کہ وہ لوگ اوپر اور نیچے سے آگ کے کئی طبقوں میں ڈھکے ہوں گے۔ اس عذاب سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور انھیں نصیحت کرتا ہے کہ اس سے ڈرتے رہیں اور کوئی ایسا عمل نہ کریں جو اس کی ناراضی اور عذابِ نار کا سبب بنے۔

لَهُمۡ مِّنۡ فَوۡقِهِمۡ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنۡ تَحۡتِهِمۡ ظُلَلٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ لَهُمۡ مِّنۡ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنۡ فَوۡقِهِمۡ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِی الظّٰلِمِیۡنَ ﴾ [الأعراف : ٤١] ”ان کے لیے جہنم ہی کا بچھونا اور ان کے اوپر کے لحاف ہوں گے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ یَوۡمَ یَغۡشٰهُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ فَوۡقِهِمۡ وَمِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِهِمۡ وَیَقُوۡلُ ذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴾ [العنکبوت : ٥٥] ”جس دن عذاب انھیں ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا اور (اللہ) فرمائے گا چکھو جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔“

وَالَّذِیۡنَ اجۡتَنَبُوا الطَّاغُوۡتَ اَنۡ یَّعۡبُدُوۡهَا وَاَنَابُوۡۤا اِلَی اللّٰهِ لَهُمُ الۡبُشۡرٰی ۚ فَبَشِّرۡ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِیۡنَ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَیَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمۡ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۸﴾

”اور وہ لوگ جنھوں نے طاغوت سے اجتناب کیا کہ اس کی عبادت کریں اور اللہ کی طرف رجوع کیا انھی کے لیے خوشخبری ہے، سو میرے بندوں کو بشارت دے دے۔ وہ جو کان لگا کر بات سنتے ہیں، پھر اس میں سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقلوں والے ہیں۔“

اس آیت میں نیک لوگوں کا انجام بیان کیا جا رہا ہے جو بتوں کی پرستش نہیں کرتے اور اپنے دل و دماغ اور تمام اعضا و جوارح کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور اس کے سوا عبادت کے معاملہ میں کسی کو پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے لیے جنت کی خوشخبری ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَهُمُ الۡبُشۡرٰی فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَةِ ﴾ [یونس : ٦٤] ”انھی کے لیے دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔“

اور یہ خوشخبری اسے دنیا سے رخصت ہوتے وقت قبر میں دی جاتی ہے اور میدان محشر میں بھی دی جائے گی اور جو خوشخبری بتوں سے اعراض کرنے والے مواحدین کو دی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے وہی خوشخبری ان لوگوں کو بھی دی ہے جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ پر عمل کرتے ہیں، ان لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی لوگ جادۂ حق پر گامزن ہیں اور یہی لوگ صاحب عقل سلیم ہیں۔

﴿ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ۚ﴾ (۱۹)

''تو کیا وہ شخص جس پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی، پھر کیا تو اسے بچا لے گا جو آگ میں ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ لکھ دیا ہو کہ وہ بدبخت ہے تو کیا تم اسے ضلالت و ہلاکت سے بچا سکتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کے بعد اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، کیونکہ جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴾ [الرعد : ۳٤] ''ان کے لیے ایک عذاب دنیا کی زندگی میں ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے اور انھیں اللہ سے کوئی بھی بچانے والا نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴾ [الرعد : ۱۱] ''اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کر لے تو اسے ہٹانے کی کوئی صورت نہیں اور اس کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہیں۔''

﴿ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴾ (۲۰)

''لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، ان کے لیے بالا خانے ہیں، جن کے اوپر خوب بنائے ہوئے بالا خانے ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں۔ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے سے ڈرنے والوں کی حالت بیان کی ہے کہ جنت میں ان کے لیے بلند و بالا اور عالی شان محل ہوں گے، جن کے کمرے بہت سی منزلوں پر مشتمل ہوں گے اور جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، یہ اللہ کا وعدہ ہے جو برحق ہے، اس کا وعدہ کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۙ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴾ [القمر : ٥٤، ٥٥] ''بے شک بچ کر چلنے والے باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ صدق کی مجلس میں، عظیم بادشاہ کے پاس، جو بے حد قدرت والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبة : ۷۲] ''اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے، اور پاکیزہ رہنے کی جگہوں کا جو ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گی اور اللہ کی طرف سے تھوڑی سی خوشنودی سب سے بڑی ہے، یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ

﴿ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴾ [الفرقان : ۷۵، ۷٦] ''ان لوگوں کو جزا میں بالاخانہ دیا جائے گا، اس لیے کہ انھوں نے صبر کیا اور اس میں ان کا استقبال زندگی کی دعا اور سلام کے ساتھ کیا جائے گا۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں۔ وہ ٹھہرنے اور رہنے کی اچھی جگہ ہے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں رہنے والے لوگ اپنے سے بلند گھر والوں کو اوپر اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم اس چمکتے ستارے کو دیکھتے ہو جو آسمان کے کنارے پر مشرق یا مغرب میں صبح کے وقت باقی رہ جاتا ہے۔ یہ فرق منازل ان کے آپس کے فرقِ مراتب کی وجہ سے ہوگا۔'' لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! یہ تو انبیاء کے مقام ہوں گے، جنھیں ان کے سوا اور کوئی نہیں پا سکے گا۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ ان لوگوں کے لیے ہوں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور انھوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة ...... الخ : ۳۲۵٦۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب ترائی أهل الجنة أهل الغرف ...... الخ : ۲۸۳۱]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایسے محل ہیں، جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے صاف دکھائی دیتا ہے۔'' ایک دیہاتی نے پوچھا، یا رسول اللہ! یہ کن کے لیے ہیں؟ فرمایا: ''ان کے لیے جو نرم گفتگو کریں، کھانا کھلائیں، روزوں پر مداومت کریں اور راتوں کو جب لوگ میٹھی نیند میں ہوں، یہ اللہ کے لیے (اس کے سامنے کھڑے ہو کر گڑگڑائیں اور) نماز پڑھیں۔'' [ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة غرف الجنة : ۲۵۲۷۔ مسند أحمد : ۱۵٦/۱، ح : ۱۳۴۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! جب ہم آپ کو دیکھتے ہیں (اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں)، اس وقت تو ہمارے دل نرم ہو جاتے ہیں اور ہم آخرت کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، لیکن جب ہم آپ کی مجلس سے الگ ہوتے ہیں تو دنیا ہمیں اچھی لگتی ہے اور ہم بال بچوں میں مصروف ہو جاتے ہیں (تو اس وقت ہماری وہ کیفیت نہیں رہتی)۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم ہر وقت اسی حالت میں رہتے جو حالت تمھاری میرے پاس ہوتی ہے تو فرشتے اپنے ہاتھوں سے تم سے مصافحہ کرتے اور تمھارے گھروں میں آ کر تمھاری زیارت کرتے۔ سنو! اگر تم گناہ ہی نہ کرتے تو اللہ ایسے لوگوں کو لاتا جو گناہ کریں، تاکہ اللہ تعالیٰ انھیں بخشے بھی۔'' ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! جنت کے بارے میں ہمیں بتائیں کہ اس کی بنیاد کس چیز کی ہے؟ فرمایا: ''ایک اینٹ سونے کی، ایک چاندی کی اور اس کا چونا خالص مشک ہے، اس کی کنکریاں لؤلؤ اور یاقوت ہیں، اس کی مٹی زعفران ہے، جو شخص اس میں داخل ہوگا اسے ایسی نعمتیں ملیں گی جو کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ وہ ہمیشہ اس میں رہے گا، کبھی موت نہیں آئے گی، اس کے کپڑے کبھی بوسیدہ نہیں ہوں گے اور اس کی جوانی کبھی ختم نہیں ہوگی۔ سنو! تین آدمیوں کی دعا کبھی رد نہیں

ہوتی، انصاف کرنے والے حکمران کی، افطار کرنے تک روزہ دار کی اور مظلوم کی دعا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے بادل کے اوپر اٹھائے گا، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میری عزت کی قسم! میں ضرور تیری مدد کروں گا، خواہ کچھ دیر بعد ہی کروں۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۳۰۴، ۳۰۵، ح : ۸۰۶۳۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب سبق المفردون : ۳۵۹۸۔ ابن ماجه، کتاب الصیام، باب فی الصائم لا ترد دعوته : ۱۷۵۲]

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ

ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ ع ۲/۱۶

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر اسے چشموں کی صورت زمین میں چلایا، پھر وہ اس کے ساتھ کھیتی نکالتا ہے، جس کے رنگ مختلف ہیں، پھر وہ پک کر تیار ہو جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے پیلی ہونے والی، پھر وہ اسے چورا بنا دیتا ہے، بے شک اس میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بڑی نصیحت ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ناپائیداری کو ایک تمثیل کے ذریعے سے سمجھایا کہ جس طرح کھیتی اگتی ہے، پھر لہلہانے لگتی ہے اور کسان اسے دیکھ کر خوش ہوتا ہے، اسی طرح انسان بھی اپنے بچپن، پھر اپنی جوانی وخوشحالی کو دیکھ دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے، پھر جس طرح کھیتی زرد پڑ جاتی ہے اور چورا چورا ہو جاتی ہے، اسی طرح انسان کی جوانی بھی بڑھاپے میں تبدیل ہو جاتی ہے اور بالآخر وہ بڑھاپا بھی باقی نہیں رہتا، موت آ جاتی ہے اور انسان مٹی میں مل کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ عقل مندوں کے لیے اس مثال میں ایک قسم کی عبرت ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنی جوانی اور خوشحالی میں مغرور اور سرکش نہ ہو جائے۔ اسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی یہ جوانی اور خوشحالی ہمیشہ نہیں رہے گی۔ ایک دن آئے گا کہ اس کی یہ جوانی ختم ہو جائے گی اور پھر جو زندگی اسے ملے گی وہ دائمی ہوگی۔ عقل مند وہی ہے جو اس دائمی زندگی کی فکر کرے اور کھیتی کے کمال و زوال کو دیکھ کر اپنے کمال و زوال پر غور کرے اور آخرت کی فکر کرے دنیا کی اس عارضی زندگی ہی کو سب کچھ نہ سمجھ بیٹھے اور اگر وہ ایسا کرتا ہے تو یہ اس کی نادانی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴾ [الکھف : ۴۵، ۴۶] ''اور ان کے لیے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کر، جیسے پانی، جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین کی نباتات خوب مل جل گئی، پھر وہ چورا بن گئی، جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب میں بہتر اور امید کی رو سے زیادہ اچھی ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ

الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ؕ وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحدید : ۲۰] ”جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔“

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾

”تو کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے (کسی سخت دل کافر جیسا ہو سکتا ہے؟) پس ان کے لیے ہلاکت ہے جن کے دل اللہ کی یاد کی طرف سے سخت ہیں، یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس کا سینہ قبولِ حق کے لیے کھول دیا جائے، وہ اس آدمی کی مانند کیسے ہوگا جس کے دل پر مہر لگا دی جائے اور اس کا سینہ اتنا تنگ ہو جائے کہ قبولِ حق کی اس میں گنجائش باقی نہ رہے؟ ایسے سخت دل اور کفر و شرک کی وادیوں میں بھٹکنے والوں کو دھمکی دی گئی ہے کہ ان کے لیے ہلاکت و بربادی ہے، ان کا حال اس مریض کا سا ہے جس کے لیے دوا باعثِ ہلاکت بن جائے۔ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے تمام روحانی بیماریوں کا علاج بتایا ہے، اسے جب مومن سنتا ہے تو اس کے دل پر اس کا بہت ہی اچھا اثر ہوتا ہے اور اسے نئی زندگی مل جاتی ہے، لیکن سخت دل کافروں اور مشرکوں پر اس کا اثر معکوس ہوتا ہے، یعنی ان کے دلوں کی سختی مزید بڑھتی جاتی ہے اور ان پر موت طاری ہو جاتی ہے، ایسے لوگوں کی ہدایت ممکن نہیں، کیونکہ وہ کھلی گمراہی میں پڑ چکے ہیں۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَ مَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۲۵] ”تو وہ شخص جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا کر دیتا ہے، گویا وہ مشکل سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، اسی طرح اللہ ان لوگوں پر گندگی ڈال دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔“

﴿فَوَيۡلٞ لِّلۡقَٰسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكۡرِ ٱللَّهِۚ أُوْلَٰٓئِكَ فِي ضَلَٰلٖ مُّبِينٍ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا يَسۡتَوِي ٱلۡأَعۡمَىٰ وَٱلۡبَصِيرُ ۝١٩ وَلَا ٱلظُّلُمَٰتُ وَلَا ٱلنُّورُ ۝٢٠ وَلَا ٱلظِّلُّ وَلَا ٱلۡحَرُورُ ۝٢١ وَمَا يَسۡتَوِي ٱلۡأَحۡيَآءُ وَلَا ٱلۡأَمۡوَٰتُۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُسۡمِعُ مَن يَشَآءُۖ وَمَآ أَنتَ بِمُسۡمِعٖ مَّن فِي ٱلۡقُبُورِ﴾ [فاطر : ۱۹ تا ۲۲] ''اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں۔ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی۔ اور نہ سایہ اور نہ دھوپ۔ اور نہ زندے برابر ہیں اور نہ مردے۔ بے شک اللہ سنا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تو ہرگز اسے سنانے والا نہیں جو قبروں میں ہے۔'' اور فرمایا: ﴿فَلَوۡلَآ إِذۡ جَآءَهُم بَأۡسُنَا تَضَرَّعُواْ وَلَٰكِن قَسَتۡ قُلُوبُهُمۡ وَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيۡطَٰنُ مَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ﴾ [الأنعام : ٤٣] ''پھر انھوں نے کیوں عاجزی نہ کی، جب ان پر ہمارا عذاب آیا اور لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو کچھ وہ کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿أَلَمۡ يَأۡنِ لِلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَن تَخۡشَعَ قُلُوبُهُمۡ لِذِكۡرِ ٱللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ ٱلۡحَقِّ وَلَا يَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ مِن قَبۡلُ فَطَالَ عَلَيۡهِمُ ٱلۡأَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوبُهُمۡۖ وَكَثِيرٞ مِّنۡهُمۡ فَٰسِقُونَ﴾ [الحدید : ١٦] ''کیا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لیے اور اس حق کے لیے جھک جائیں جو نازل ہوا ہے اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں ان سے پہلے کتاب دی گئی، پھر ان پر لمبی مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿فَبِمَا نَقۡضِهِم مِّيثَٰقَهُمۡ لَعَنَّٰهُمۡ وَجَعَلۡنَا قُلُوبَهُمۡ قَٰسِيَةٗۖ يُحَرِّفُونَ ٱلۡكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِۦ وَنَسُواْ حَظّٗا مِّمَّا ذُكِّرُواْ بِهِۦ﴾ [المائدۃ : ١٣] ''تو ان کے اپنے عہد کو توڑنے کی وجہ ہی سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا کہ وہ کلام کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور وہ اس میں سے ایک حصہ بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی۔''

ٱللَّهُ نَزَّلَ أَحۡسَنَ ٱلۡحَدِيثِ كِتَٰبٗا مُّتَشَٰبِهٗا مَّثَانِيَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُودُ ٱلَّذِينَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمۡ وَقُلُوبُهُمۡ إِلَىٰ ذِكۡرِ ٱللَّهِۚ ذَٰلِكَ هُدَى ٱللَّهِ يَهۡدِي بِهِۦ مَن يَشَآءُۚ وَمَن يُضۡلِلِ ٱللَّهُ فَمَا لَهُۥ مِنۡ هَادٍ ۝٢٣

''اللہ نے سب سے اچھی بات نازل فرمائی، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے، (ایسی آیات) جو بار بار دہرائی جانے والی ہیں، اس سے ان لوگوں کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے، جس کے ساتھ وہ جسے چاہتا ہے راہ پر لے آتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔''

اس آیت کریمہ میں قرآن کریم کو احسن الحدیث کہا گیا ہے اور اس کی بعض صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے سب سے اچھی ''حدیث'' نازل کی ہے، جس کی آیتیں حسن تعبیر اور صدق معانی میں ایک دوسرے کی مشابہ ہیں اور جن میں بیان کردہ اوامر ونواہی، وعدہ و وعید اور قصص و مواعظ مختلف انداز میں بار بار ذکر کیے گئے ہیں،

اللہ سے ڈرنے والے جب عذاب والی آیتیں سنتے ہیں تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب رحمت و مغفرت کی آیتیں سنتے ہیں تو ان کے دلوں کو سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے اور اللہ کی یاد میں لگ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صرف قرآن کریم ہی ذریعۂ ہدایت ہے، اللہ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اسے اس پر ایمان لانے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق دے دیتا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ جس کے لیے کفر و عناد اور کبر و سرکشی کی وجہ سے اللہ کی طرف سے گمراہی لکھ دی گئی ہو، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا ہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ : سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے۔“ [مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلوة و الخطبة : ٨٦٧]

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚۖ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الأنفال : ٢ تا ٤] ”(اصل) مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو انھیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا، خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں، انھی کے لیے ان کے رب کے پاس بہت سے درجے اور بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۙ اُولٰٓىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٥٧ تا ٦١] ”بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں کرتے۔ اور وہ کہ انھوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں کہ یقیناً وہ اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی ان کی طرف آگے نکلنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [المائدة : ٨٣، ٨٤] ”اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا ہے تو تو دیکھتا ہے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی ہوتی ہیں، اس وجہ سے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، سو ہمیں شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔ اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ (پر) اور

اس چیز پر ایمان نہ لائیں جو حق میں سے ہمارے پاس آئی ہے اور یہ طمع نہ رکھیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ داخل کرلے گا۔"

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲٦] "وہ اس کے ساتھ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور اس کے ساتھ بہتوں کو ہدایت دیتا ہے اور وہ اس کے ساتھ فاسقوں کے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔"

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ قِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾

"تو کیا وہ شخص جو قیامت کے دن اپنے چہرے کے ساتھ بدترین عذاب سے بچے گا (وہ جنتی جیسا ہو سکتا ہے؟) اور ظالموں سے کہا جائے گا چکھو جو تم کمایا کرتے تھے۔"

سخت دل کفار و مشرکین کا دنیا میں یہ حال بیان کیا گیا کہ وہ ضلالت کی وادیوں میں بھٹکتے رہتے ہیں اور آخرت میں ان کا حال یہ ہوگا کہ ان کے ہاتھ پیٹھ کی طرف یا گردن کے ساتھ باندھ دیے جائیں گے اور اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیے جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے ان کی شقاوت و بدنصیبی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا وہ لوگ ان کی مانند ہو سکتے ہیں جو جنت کے باغوں میں پرامن زندگی گزار رہے ہوں گے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [الملك : ۲۲] "تو کیا وہ شخص جو اپنے منہ کے بل الٹا ہو کر چلتا ہے، زیادہ ہدایت والا ہے، یا وہ جو سیدھا ہو کر درست راستے پر چلتا ہے؟" اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْۤ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ٤٠] "تو کیا وہ شخص جو آگ میں پھینکا جائے بہتر ہے، یا جو امن کی حالت میں قیامت کے دن آئے؟"

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا، اے اللہ کے نبی! کافر کو قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل کس طرح چلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: "کیا جس اللہ نے اسے اس دنیا میں دو پاؤں پر چلایا ہے وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ قیامت کے دن اسے اس کے چہرے کے بل چلا دے؟" [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ الذين يحشرون على وجوههم إلى جهنم ﴾ : ٤٧٦٠]

اور ظالم جہنمیوں سے زجر و توبیخ کے طور پر کہا جائے گا کہ اب اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھتے رہو۔

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

’’ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے تو ان پر وہاں سے عذاب آیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔ پس اللہ نے انھیں دنیا کی زندگی میں رسوائی چکھائی اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ بڑا ہے۔ کاش! وہ جانتے ہوتے۔‘‘

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفارِ قریش کی عبرت و موعظت کے لیے فرمایا کہ ان سے پہلی قوموں نے بھی اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی تو اللہ نے انھیں دنیا میں ذلیل و رسوا کیا۔ کسی کو زمین میں دھنسا دیا، کسی کی صورت مسخ کر دی، کسی پر پتھروں کی بارش برسا دی اور کسی کو قید و بند میں مبتلا کر دیا اور آخرت کا عذاب تو دنیا کے عذاب سے کہیں سخت ہو گا، جس سے بہر حال انھیں دو چار ہونا ہی پڑے گا۔ کاش! کفار اس بات کا یقین کر لیتے، رسولوں کی تکذیب نہ کرتے اور اپنے خالق و مالک پر ایمان لے آتے تو ہلاکت و بربادی ان کا انجام نہ ہوتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ اَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَ يَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَ السُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [النحل : ٢٦، ٢٧] ’’یقیناً ان لوگوں نے تدبیریں کیں جو ان سے پہلے تھے تو اللہ ان کی عمارت کو بنیادوں سے آیا۔ پس ان پر ان کے اوپر سے چھت گر پڑی اور ان پر وہاں سے عذاب آیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔ پھر قیامت کے دن وہ انھیں رسوا کرے گا اور کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم لڑتے جھگڑتے تھے؟ وہ لوگ جنھیں علم دیا گیا کہیں گے کہ بے شک رسوائی آج کے دن اور برائی کافروں پر ہے۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں پھینک دیے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا، یہاں تک کہ وہ جنت اور دوزخ کے درمیان میں لائی جائے گی اور پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک منادی کرنے والا آواز لگائے گا کہ اے اہل جنت! اب کبھی تمھیں موت نہیں آئے گی اور اے اہل جہنم! تمھیں بھی آج کے بعد موت نہیں آئے گی۔ (اس آواز سے) اہل جنت کو خوشی پر خوشی حاصل ہو گی اور اہل دوزخ کو رنج پر رنج ہو گا۔‘‘ [بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٤٨]

وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝۲۷ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝۲۸

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کی ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ واضح قرآن، جس میں کوئی کجی نہیں، تاکہ وہ بچ جائیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے قرآن کریم میں بہت سی مثالیں اور گزشتہ قوموں کے واقعات و

قصص بیان کیے ہیں، تا کہ وہ ان میں غور وفکر کر کے عبرت حاصل کریں اور اس قرآن کو عربی زبان میں نازل فرمایا، جو ہر تناقض واختلاف اور التباس سے پاک ہے۔ اس کی ہر بات واضح وصریح ہے، جسے سنتے ہی عربی زبان جاننے والے اس کی غرض وغایت سمجھ لیتے ہیں اور اللہ نے انسانوں پر یہ کرم اس لیے کیا تا کہ لوگ اس میں موجود اوامر ونواہی کی اتباع کر کے اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے بچاسکیں گے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾

”اللہ نے ایک آدمی کی مثال بیان کی جس میں ایک دوسرے سے جھگڑنے والے کئی شریک ہیں اور ایک اور آدمی کی جو سالم ایک ہی آدمی کا ہے، کیا دونوں مثال میں برابر ہیں؟ سب تعریف اللہ کے لیے ہے، بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔“

یہ آیت کریمہ قرآن میں مذکور بہت سی مثالوں میں سے ایک مثال ہے، تا کہ لوگ اس میں غور وفکر کر کے عبرت حاصل کریں۔ ایک غلام کے اگر کئی مختلف المزاج مالک ہوں تو غلام بڑی مصیبت میں ہوگا۔ وہ کس کس کو خوش رکھے، کس کس کی خدمت کرے اور کس کس کا حکم بجالائے۔ اگر کوئی ایک بات سے خوش ہوتا ہے تو دوسرا اسی بات سے ناراض ہوتا ہے۔ ایسے غلام کی زندگی تو بڑی مشکل میں پڑ جائے گی، برخلاف اس کے کہ اگر کسی غلام کا مالک ایک ہو تو اسے خوش رکھنا مشکل نہیں ہوگا، غلام اسے بآسانی خوش رکھ سکتا ہے۔ ان دو غلاموں کی مثال دے کر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو دعوت دی کہ ایک آقا کے ہو جاؤ تو آرام سے رہو گے اور اگر کئی آقاؤں کو مانو گے تو مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شرک وتوحید اور مشرک وموحد کا فرق واضح ہونے کے باوجود مشرکین اسے نہیں سمجھ پاتے ہیں اور شرک وضلالت کے بھنور میں ہچکولے کھاتے رہتے ہیں۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ ع ۱۷

”بے شک تو مرنے والا ہے اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر بے شک تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خبر دی ہے کہ آپ کو اور تمام انسانوں کو موت لاحق ہوگی۔ اس میں کفار مکہ کی تردید ہے جو نبی کریم ﷺ کی موت کی تمنا کرتے تھے، ان سے کہا جا رہا ہے کہ اگر محمد (ﷺ) فوت ہو جائیں گے تو تم لوگ بھی تو مر جاؤ گے، اس لیے کسی کی موت پر خوش ہونا اچھی بات نہیں اور یہ اس کے بعد والی آیت میں جو بات کہی گئی ہے اس کی تمہید بھی ہے، یعنی دنیا ختم ہو جائے گی، سارے لوگ مر جائیں گے اور قیامت کے دن

مومن و کافر اور ظالم و مظلوم سب لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے حقوق کے لیے ایک دوسرے سے جھگڑیں گے۔ سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴾ ”بے شک تو مرنے والا ہے اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر بے شک تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔“ تو زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا گناہوں کے ساتھ ساتھ ہمارے دنیا کے جھگڑوں کو بھی ہم پر لوٹا دیا جائے گا (یعنی ان کے بارے میں باز پرس ہو گی)؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں، (تمھارے ان جھگڑوں کو بھی) تم پر البتہ ضرور لوٹا دیا جائے گا، تاکہ ہر حق دار کو اس کا حق دلا دیا جائے۔“ زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اللہ کی قسم! یہ معاملہ تو بہت سخت ہو گا۔ [مسند أحمد : ۱/ ۱۶۷، ح : ۱٤۳۸۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ الزمر : ۳۲۳٦]

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ
جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَ الَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ
عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَ يَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

”پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور سچ کو جھٹلایا جب وہ اس کے پاس آیا، کیا ان کافروں کے لیے جہنم میں کوئی ٹھکانا نہیں؟ اور وہ شخص جو سچ لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ بچنے والے ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ کچھ ہے جو وہ چاہیں گے، یہی نیکی کرنے والوں کی جزا ہے۔ تاکہ اللہ ان سے وہ بدترین عمل دور کر دے جو انھوں نے کیے اور انھیں ان کا اجر ان بہترین اعمال کے مطابق دے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

یعنی جو لوگ اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہیں اور جو سچ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کی تکذیب کرتے ہیں، وہ بہت بڑے ظالم ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَ يَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [هود : ۱۸] ”اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر کوئی جھوٹ باندھے؟ یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے یہ ہیں وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا۔ سن لو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَ اللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۲۱ تا ۲۴] ”اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر کوئی جھوٹ باندھا، یا اس کی آیات کو جھٹلایا، بے شک حقیقت یہ ہے کہ ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔ اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے شریک بنائے کہاں ہیں تمھارے وہ شریک جنھیں تم گمان کرتے تھے۔ پھر ان کا فریب اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ کہیں گے اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے، ہم شریک بنانے والے نہ تھے۔ دیکھ انھوں نے کیسے اپنے آپ پر جھوٹ بولا اور ان سے گم ہو گیا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے۔“

پھر فرمایا کہ جو شخص سچ بیان کرے اور سچ کی تصدیق کرے وہ متقی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دے گا اور اسے اس کے نیک اعمال کا اچھا بدلہ دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ اَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴾ [محمد : ۲] ”اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر نازل کیا گیا اور وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اس نے ان سے

ان کی برائیاں دور کر دیں اور ان کا حال درست کر دیا۔‘‘ متقی لوگوں کے گناہوں کی معافی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ١ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾ [الأنفال : ۲۹] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمھارے لیے (حق و باطل میں) فرق کرنے کی بڑی قوت بنا دے گا اور تم سے تمھاری برائیاں دور کر دے گا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا١ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التغابن : ۹] ’’اور جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں ہمیشہ، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’عمرہ ان تمام گناہوں کا کفارہ ہے جو ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ کے درمیان سرزد ہوئے ہوں اور حج مبرور کا بدلہ تو جنت ہی ہے۔‘‘ [بخاري، کتاب العمرة، باب وجوب العمرة و فضلها : ۱۷۷۳]

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، اپنا دایاں ہاتھ آگے کیجیے، تاکہ میں آپ سے بیعت کروں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ آگے کیا، تو میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ آپ نے دریافت کیا: ’’عمرو! کیا ہوا؟‘‘ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! ایک شرط رکھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ’’تم کون سی شرط رکھنا چاہتے ہو؟‘‘ میں نے عرض کی، (گزشتہ) گناہوں کی مغفرت کی۔ تب آپ نے فرمایا: ’’کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام (میں داخل ہونا) گزشتہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے، ہجرت گزشتہ تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج بھی گزشتہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب کون الإسلام یهدم ما قبله...... الخ : ۱۲۱]

سچ بولنا اور ہر حال میں سچ پر قائم رہنا تقویٰ کی علامت ہے اور بہت سی احادیث میں اس کی فضیلت بیان ہوئی ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم ہمیشہ سچ بولا کرو، کیونکہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے اور ایک شخص ہمیشہ سچ بولتا اور سچ ہی کی تلاش میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ نہایت سچ بولنے والا آدمی ہے، اور تم جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم تک پہنچا دیتے ہیں اور ایک شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا اور جھوٹ ہی کا متلاشی رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب قبح الکذب و حسن الصدق و فضله : ۲۶۰۷/۱۰۵]

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا : ارشاد فرمایا: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ نَتَجَاوَزُ

عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ١٦] ''یہی وہ لوگ ہیں کہ ہم ان سے وہ سب سے اچھے عمل قبول کرتے ہیں جو انھوں نے کیے اور ان کی برائیوں سے درگزر کرتے ہیں، جنت والوں میں، سچے وعدے کے مطابق جو ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَ يُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝۳۶ وَ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝۳۷

''کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے اور وہ تجھے ان سے ڈراتے ہیں جو اس کے سوا ہیں اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر اسے کوئی راہ پر لانے والا نہیں ۔ اور جسے اللہ راہ پر لے آئے، پھر اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ سب پر غالب،انتقام لینے والا نہیں ہے؟''

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ کفارِ مکہ نبی کریم ﷺ کی موت کی تمنا کیا کرتے تھے اور انھوں نے اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لیے آپ کو قتل بھی کرنا چاہا۔ اسی پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اطمینان دلایا کہ آپ کا رب آپ کے لیے یقیناً کافی ہے۔ اس لیے کفار آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے اور ان کی سازشیں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ وہ لوگ اپنی جہالت و نادانی میں آپ کو اپنے بتوں سے ڈراتے ہیں، کہتے ہیں کہ وہ بت آپ کو قتل کروا دیں گے، یا جنون میں مبتلا کر دیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، جیسے کفارِ مکہ ہیں اور جسے اللہ ہدایت دے، جیسے آپ ہیں، اسے راہِ راست سے کوئی بھٹکا نہیں سکتا ہے۔ اللہ بڑا زبردست اور اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ اس لیے اگر کفارِ مکہ اس کے رسول کی ایذا رسانی سے باز نہ آئے تو وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے کر رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کفارِ مکہ میدانِ بدر میں جس طرح ذلیل و رسوا کیے گئے تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں اور بالآخر مکہ فتح ہوا اور مشرکین مکہ کی طاقت ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ : یعنی اللہ تعالیٰ اسے کافی ہے جو اس کی عبادت کرے اور اس کی ذاتِ پاک پر بھروسا رکھے۔ سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے نجات پالی جو اسلام کی ہدایت دے دیا گیا اور بقدرِ ضرورت روزی دیا گیا اور اسے اس پر قناعت بھی نصیب ہوئی۔'' [مستدرك حاكم : ١٢٢/٤، ح : ٧١٤٤۔ ترمذی، كتاب الزهد، باب ما جاء في الكفاف والصبر عليه : ٢٣٤٩۔ مسند أحمد : ١٩/٦، ح : ٢٣٤٠٠]

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۳۸

''اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ تو کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اسی پر بھروسا کرنے والے بھروسا کرتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں کفار مکہ کی جہالت و نادانی اور ان کی کم عقلی بیان کی گئی ہے کہ آپ جب ان سے پوچھیں گے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ تو فوراً جواب دیں گے کہ اللہ ہے، تو پھر وہ لوگ خالق ارض و سماوات کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہیں؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زبانی ان سے پوچھا کہ اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف دینا چاہے، تو تم لوگ جن بتوں کی پرستش کرتے ہو، کیا وہ میری اس تکلیف کو دور کر دیں گے؟ اور اگر وہ مجھے اپنے فضل و کرم سے نوازنا چاہے تو کیا وہ بت اسے روک دیں گے؟ جواب یقیناً نفی میں ہے۔ اس لیے کہ ان کے اندر نفع و نقصان پہنچانے کی طاقت نہیں ہے۔ اس لیے اے کفارِ قریش! میرا یہ اعلان سن لو کہ میرا اللہ میرے لیے کافی ہے، میں اسی پر بھروسا کروں گا اور اسی کی عبادت کروں گا، کیونکہ تمام بھروسا کرنے والے اسی پر بھروسا کرتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لڑکے! میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں، (وہ یہ کہ) تو اللہ کو یاد رکھ تو وہ تیری حفاظت کرے گا، تو اللہ کو یاد رکھ تو اسے ہر وقت اپنے پاس پائے گا۔ آسانی کے وقت رب کی نعمتوں کا شکر گزار رہ تو سختی کے وقت وہ تیرے کام آئے گا۔ جب تو کچھ مانگے تو اللہ ہی سے مانگ اور جب مدد طلب کرے تو اسی سے مدد طلب کر۔ یقین کر لے کہ اگر تمام دنیا مل کر تجھے کوئی ایسا فائدہ پہنچانا چاہے، جو اللہ نے تیرے مقدر میں نہ لکھا ہو تو وہ ہرگز نہیں پہنچا سکتے اور اگر سب جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں اور اللہ تجھے نقصان نہ پہنچانا چاہے تو وہ سب تجھے ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ صحیفے خشک ہو چکے اور قلمیں اٹھالی گئیں۔'' [ترمذي، كتاب صفة القيامة، باب حديث حنظلة ...... الخ : ٢٥١٦ـ مسند أحمد : ٣٠٧/١، ح : ٢٨٠٧]

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾

''کہہ دے اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو، بے شک میں بھی عمل کرنے والا ہوں، پھر تم جلد ہی جان لو گے۔ کہ کون ہے جس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا اور کس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب اترتا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کی زبانی کفارِ مکہ کو دھمکی دی گئی ہے کہ تم لوگ دعوت حق سے جس بغض و عداوت کا معاملہ کر رہے ہو، اسی پر باقی رہو، میں بھی ایمان و توحید اور اللہ کی اطاعت و بندگی پر قائم رہتا ہوں، تو تمھیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں رسوا کن عذاب کسے آلیتا ہے اور جہنم کا دائمی عذاب کس کا ٹھکانا ہو گا؟ چنانچہ ایسا ہی

ہوا کہ میدان بدر میں اللہ نے انھیں ذلیل و خوار کیا۔ اکثر و بیشتر متکبرین قریش مارے گئے اور ان کی لاشوں کو ایک کنویں کے اندر پھینک دیا گیا اور جو بچ گئے ان میں سے ستر (۷۰) کو پابند سلاسل کر کے مدینہ لے جایا گیا، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب دشمن پر غلبہ پاتے تو میدان جنگ میں تین دن تک قیام فرماتے۔ غزوۂ بدر کے خاتمہ کے تیسرے دن آپ کے حکم سے سواری پر کجاوہ باندھا گیا اور آپ روانہ ہوئے، آپ کے اصحاب بھی آپ کے ساتھ تھے۔ صحابہ نے سوچا کہ غالباً آپ کسی ضرورت کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔ آخر آپ ایک کنویں کے کنارے پر کھڑے ہو گئے اور کفار قریش کے مقتول سرداروں کے نام ان کے آبا و اجداد کے نام کے ساتھ پکارنے لگے: ''اے فلاں بن فلاں، اے فلاں بن فلاں (یعنی اے ابوجہل بن ہشام، اے امیہ بن خلف، اے عتبہ بن ربیعہ اور اے شیبہ بن ربیعہ!) کیا آج تمھیں یہ بات اچھی نہیں لگ رہی کہ تم نے (دنیا میں) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی؟ یقیناً ہم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پا لیا ہے، تو کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدے کو سچا پا لیا ہے؟'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ ان جسموں سے کیوں خطاب فرما رہے ہیں جن میں کوئی جان نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! میں جو کہہ رہا ہوں اسے تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو (البتہ بات یہ ہے کہ وہ جواب نہیں دے سکتے)۔'' (یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ وہ مردود آپ کی بات سن رہے تھے) پھر آپ کے حکم سے انھیں کھینچ کر بدر کے کنویں میں ڈال دیا گیا۔ [بخاری، كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل : ۳۹۷۶۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد...... الخ : ۲۸۷٤، ۲۸۷۳]

إِنَّآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ لِلنَّاسِ بِٱلْحَقِّ ۖ فَمَنِ ٱهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَآ أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ﴿٤١﴾ ع

''بلاشبہ ہم نے تجھ پر یہ کتاب لوگوں کے لیے حق کے ساتھ نازل کی ہے، پھر جو سیدھے راستے پر چلا سو اپنی جان کے لیے اور جو گمراہ ہوا تو اسی پر گمراہ ہو گا اور تو ہرگز ان پر کوئی ذمہ دار نہیں۔''

اہل قریش کے کفر پر اصرار کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں تسلی دی کہ ہم نے آپ کو کتابِ حق دے کر مبعوث کیا ہے اور آپ کی ذمہ داری تبلیغ و بیان کے بعد ختم ہو جاتی ہے، آپ کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے۔ جو شخص قرآن پر ایمان لائے گا اور ایمان و عمل کی زندگی اختیار کرے گا، اس کا فائدہ اسے ہی ملے گا کہ وہ جہنم سے نجات پا جائے گا اور جنت کا حق دار بنے گا اور جو گمراہ ہوگا تو اس کا انجامِ بد وہ خود ہی بھگتے گا، بایں طور کہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی لعنت و غضب کا مستحق بنے گا، جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی جان ایسی نہیں جس کا ٹھکانا اللہ نے جنت یا جہنم میں نہ لکھ دیا ہو اور یہ نہ لکھ دیا

ہو کہ وہ نیک بخت ہوگا یا بد بخت۔'' ایک شخص بولا، یا رسول اللہ! پھر ہم اپنے لکھے پر بھروسا کیوں نہ کر لیں اور عمل کو چھوڑ کیوں نہ دیں (یعنی تقدیر کے رو برو عمل کرنا بے فائدہ ہے، جو قسمت میں ہے وہ ضرور ہو گا)؟ آپ نے فرمایا: ''جو نیک بختوں میں سے ہے وہ نیکوں والے کاموں کی طرف چلے گا اور جو بد بختوں میں سے ہے وہ بد بختوں والے کاموں کی طرف چلے گا۔'' اور فرمایا: ''عمل کرو، ہر ایک کو آسانی دی گئی ہے، نیک لوگوں کے لیے نیک عمل کرنا آسان کیا جائے گا اور بدوں کے لیے بدوں کے سے اعمال کرنا آسان کیا جائے گا۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی فی بطن أمه ...... الخ : ۲٦٤٧]

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾

''اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان کو بھی جو نہیں مریں ان کی نیند میں، پھر اسے روک لیتا ہے جس پر اس نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسری کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو یہ خبر دی ہے کہ پوری کائنات میں وہی اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرتا ہے، وہی فرشتوں کے ذریعے سے انسانوں کی روحوں کو ان کے جسموں سے نکال لیتا ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے یہ دنیا چھوڑ جاتے ہیں۔ وہی انسانوں پر نیند طاری کرتا ہے، جس کے سبب ان کے ظاہری حواس کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر ان میں سے جسے اللہ دنیا سے اٹھا لینا چاہتا ہے، اسے واقعی موت دے دیتا ہے اور جس کی موت نہیں لکھی ہوتی اس کی روح لوٹ آتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٦٠، ٦١] ''اور وہی ہے جو تمھیں رات کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کمایا، پھر وہ تمھیں اس میں اٹھا دیتا ہے، تاکہ مقرر مدت پوری کی جائے، پھر اسی کی طرف تمھارا لوٹنا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تمھارے کسی ایک کو موت آتی ہے اسے ہمارے بھیجے ہوئے قبض کر لیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر سونے کے لیے جائے تو اپنے تہ بند کے اندرونی حصہ سے (یا کسی دوسرے کپڑے سے) اسے جھاڑے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کی بے خبری

میں کیا چیز اس بستر پر آ گئی ہے، پھر یہ دعا پڑھے: «بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَ بِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَ اِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ» ''اے میرے رب! تیرے ہی پاک نام کی برکت سے میں لیٹتا ہوں اور تیری ہی رحمت سے جاگوں گا۔ اگر تو میری روح کو روک لے تو اس پر رحم فرما اور اگر تو اسے بھیج دے تو اس کی ایسی حفاظت کرنا جیسی تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الدعوات، باب : ۶۳۲۰۔ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب الدعاء عند النوم : ۲۷۱۴]

موت وحیات اور روح کے قبض کیے جانے اور جسم میں اس کے دوبارہ لوٹ آنے میں ان لوگوں کے لیے بڑی بڑی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ حقائق اس بات کی قطعی دلیل ہیں کہ جو ذات باری تعالیٰ ان باتوں پر قادر ہے، وہ یقیناً قیامت کے دن لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے اور وہی اطاعت و بندگی کی تنہا مستحق ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾

''یا انھوں نے اللہ کے سوا کچھ سفارشی بنا لیے ہیں۔ کہہ دے کیا اگرچہ وہ کبھی نہ کسی چیز کے مالک ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں۔ کہہ دے شفاعت ساری کی ساری اللہ ہی کے اختیار میں ہے، آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

مشرکین کو ان نشانیوں سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا، انھوں نے توحید باری تعالیٰ سے برگشتہ ہو کر بتوں کو اللہ کی جناب میں اپنا سفارشی بنا لیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے نبی کی زبانی فرمایا کہ کیا یہ بت تمھارے سفارشی ہوں گے، اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں اور نہ ان کے پاس عقل ہے؟ کیونکہ وہ تو مٹی اور پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔ شفاعت کی تمام قسموں کا مالک تو وہ اللہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور اسی کے پاس سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا، اس لیے شفاعت کی اجازت اسی سے طلب کرو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ [البقرة : ۲۵۵] ''اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے، نہ اسے کچھ اونگھ پکڑتی ہے اور نہ کوئی نیند، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، کون ہے وہ جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۵۱] ''اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرا جو خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رب کی طرف (لے جا کر) اکٹھے کیے جائیں گے، ان کے لیے اس کے سوا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا، تاکہ وہ بچ جائیں۔''

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝۴۵

''اور جب اس اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب ان کا ذکر ہوتا ہے جو اس کے سوا ہیں تو اچانک وہ بہت خوش ہو جاتے ہیں۔''

شرک کا ایک بدترین نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ مشرکین کے سامنے جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے تو ان کے دل سخت تنگی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جس کا اثر ان کے چہروں پر ظاہر ہوتا ہے اور اس کے برعکس جب ان کے جھوٹے معبودوں کے نام لیے جاتے ہیں تو خوشی کے مارے ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔ ان کی بدنصیبی دیکھیے کہ دونوں ہی حالتوں میں وہ انتہا کو پہنچے ہوتے ہیں، جب صرف اللہ کا نام آتا ہے تو شدت غم سے ان کے چہروں کا رنگ بدل جاتا ہے اور جب جھوٹے معبودوں کا نام لیا جاتا ہے تو پھولے نہیں سماتے اور خوشی کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہوتے ہیں۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۴۶

''تو کہہ اے اللہ! آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! ہر چھپی اور کھلی کو جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔''

نبی کریم ﷺ کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ جب ان کے اور کافروں کے درمیان اختلاف شدید ہو جائے اور وہ تنگ دل ہونے لگیں، تو اپنے رب کی طرف تیزی سے لپکیں، دعا کریں اور خشوع و خضوع کے ساتھ کہیں کہ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! غائب و حاضر کو جاننے والے! تو ہی اپنے مومن و کافر بندوں کے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کرنے والا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں، تو حق کی طرف میری راہنمائی کر۔

سیدنا ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز کس دعا سے شروع فرمایا کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ اپنی رات کی نماز اس دعا سے شروع فرماتے: ((اَللّٰهُمَّ! رَبَّ جِبْرَائِيْلَ وَ مِيْكَائِيْلَ وَ اِسْرَافِيْلَ ! فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ، اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ)) ''اے اللہ! جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب! اے آسمانوں اور زمین کو بلانمونہ پیدا کرنے والے! اے حاضر و غائب کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے اختلاف کا فیصلہ کرے گا، جس

جس چیز میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے، تو مجھے اس معاملہ میں جس میں انھوں نے اختلاف کیا، اپنے حکم سے حق کی راہ دکھا، یقیناً جسے تو چاہتا ہے سیدھی راہ کی رہنمائی کرتا ہے۔" [مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب صلاۃ النبی ﷺ و دعائہ باللیل : ۷۷۰]

ابو راشد الحُبرانی نے سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کوئی حدیث سننے کی خواہش کی تو سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ایک کتاب نکال کر ان کے سامنے رکھ دی اور فرمایا، یہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے لکھوائی ہے۔ میں نے دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول ! میں صبح و شام کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: "یہ پڑھو: «اَللّٰهُمَّ ! فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَ مَلِيْكَهٗ أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَ شِرْكِهٖ وَ أَنْ أَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِيْ سُوْءًا أَوْ أَجُرَّهٗ إِلٰى مُسْلِمٍ» "اے اللہ ! آسمانوں اور زمین کے بنانے والے، غیب اور حاضر کے جاننے والے، تیرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، ہر چیز کے رب اور بادشاہ، میں تجھ سے اپنے نفس کی برائی، شیطان کی برائی اور اس کے شرک سے پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے نفس کے خلاف کوئی برا کام کروں، یا کسی مسلمان کا برا کروں۔" [مسند أحمد : ۱۹۶/۲، ح : ٦٨٦٣۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء علمه ﷺ أبا بکر : ۳۵۲۹]

وَ لَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ بَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

"اور اگر واقعی ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو تو قیامت کے دن برے عذاب سے (بچنے کے لیے) وہ ضرور اسے فدیے میں دے دیں، اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ کچھ سامنے آ جائے گا جس کا وہ گمان نہیں کیا کرتے تھے۔ اور ان کے لیے ان (اعمال) کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی جو انھوں نے کمائے اور انھیں وہ چیز گھیر لے گی جسے وہ مذاق کیا کرتے تھے۔"

اس آیت میں عذاب آخرت کی شدت اور ہولناکی بیان کی گئی ہے۔ شرک کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے جب قیامت کے دن عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، تو اس کی ہولناکی وسختی کا نظارہ کر کے تمنا کریں گے کہ اگر ان کے پاس زمین کے بھراؤ کے برابر دولت ہوتی اور اتنی دولت اور ہوتی اور وہ سب دے کر اس عذاب سے نجات مل جاتی تو وہ ایسا کرنے میں ذرا بھی تاخیر نہ کرتے، اس لیے کہ وہ ایسا خطرناک اور دردناک عذاب ہو گا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گا۔ وہ دنیا میں جن گناہوں کا ارتکاب کرتے تھے ان کا انجام بد ان کی آنکھوں کے سامنے ہو گا اور جس عذاب کا مذاق اڑاتے رہے تھے وہ انھیں ہر طرف سے گھیر لے گا۔

﴿ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ : ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۹۱] ”بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، سو ان کے کسی ایک سے زمین بھرنے کے برابر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، خواہ وہ اسے فدیے میں دے۔ یہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [یونس : ٥٤] ”اور اگر فی الواقع ہر شخص کے لیے جس نے ظلم کیا ہے، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے تو وہ اسے ضرور فدیے میں دے دے اور وہ پشیمانی کو چھپائیں گے، جب عذاب کو دیکھیں گے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [المائدة : ٣٦] ”بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، اگر واقعی ان کے پاس زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو، تاکہ وہ اس کے ساتھ قیامت کے دن کے عذاب سے فدیہ دے دیں تو ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا جسے جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ہوگا کہ اگر تیرے پاس ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، وہ سب کچھ ہوتو کیا تو (اپنے آپ کو اس عذاب سے چھڑانے کے لیے) وہ سب کچھ بطور فدیہ دے دے گا؟ وہ کہے گا کہ ہاں! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، مگر میں نے تو اس سے کہیں آسان بات چاہی تھی (کہ جس میں چنداں خرچ بھی نہیں تھا) اور تب تو ابھی آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا، وہ یہ کہ تم شرک نہ کرنا، میں تجھے جہنم میں داخل نہیں کروں گا، مگر تو نہ مانا اور تو نے شرک کا ارتکاب کر ڈالا۔“ [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب طلب الكافر الفداء بملء الأرض ذهبا : ٢٨٠٥]

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۹ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۵۰ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۵۱

”پھر جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو کہتا ہے یہ مجھے ایک علم کی بنیاد ہی پر دی گئی ہے۔ بلکہ وہ ایک آزمائش ہے اور لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ بلاشبہ

یہی بات ان لوگوں نے کہی جو ان سے پہلے تھے تو ان کے کام نہ آیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔ تو ان پر ان (اعمال) کے وبال آ پڑے جو انھوں نے کمائے اور وہ لوگ جنھوں نے ان میں سے ظلم کیا ان پر بھی جلد ہی ان اعمال کے وبال آ پڑیں گے جو انھوں نے کمائے اور وہ ہرگز عاجز کرنے والے نہیں ہیں۔‘‘

مشرک انسان کی قبیح صفت یہ ہے کہ جب اسے کوئی بیماری یا تکلیف لاحق ہوتی ہے، تو اپنے جھوٹے معبودوں سے منہ موڑ کر صرف ایک اللہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور خوب گڑگڑا کر اس مصیبت سے نجات کے لیے دعائیں کرتا ہے۔ لیکن جب اللہ بطور آزمائش اس کی دعا سن لیتا ہے، اسے اس مصیبت سے نجات دے دیتا ہے اور اپنی کسی نعمت سے اسے نواز دیتا ہے تو فوراً ہی طغیان و سرکشی پر تل جاتا ہے۔ لوگوں سے اپنی جھوٹی بڑائی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگتا ہے کہ اللہ کو معلوم تھا کہ میں اس نعمت کا حق دار ہوں، اس لیے تو یہ چیز مجھے دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی خام خیالی کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ نہیں، وہ تو اللہ کی طرف سے اس کے لیے آزمائش تھی کہ اس کے بعد بھی اطاعت و بندگی کی راہ اختیار کرتا ہے، یا احسان فراموشی کر کے پھر اپنے جھوٹے معبودوں کے سامنے سجدہ ریزی کرنے لگتا ہے، لیکن اکثر مشرکین اس حقیقت سے ناواقف ہی رہتے ہیں۔

اس بات کی دلیل کہ کفر و شرک کے باوجود اللہ کی نعمتیں ان کے لیے بطور آزمائش تھیں، یہ ہے کہ قارون اور دیگر نافرمانوں نے ان سے پہلے ایسی ہی بات کی تھی، تو اللہ نے فوراً ہی انھیں پکڑ لیا اور ان کی ساری دولت دھری کی دھری رہ گئی، یعنی ان کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ ان کے برے اعمال کا نتیجہ تھا۔ اسی طرح کفارِ قریش کو بھی ان کے برے اعمال کا بدلہ مل کر رہے گا اور وہ اللہ کو عاجز نہیں بنا سکیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قارون کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ اس کی قوم نے اس سے کہا تھا: ﴿ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ وَ ابْتَغِ فِيْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ اَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ اَوَ لَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا وَ لَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ [القصص : ۷۶ تا ۷۸] ’’مت پھول، بے شک اللہ پھولنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے اس میں آخرت کا گھر تلاش کر اور دنیا سے اپنا حصہ مت بھول اور احسان کر جیسے اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد مت ڈھونڈ، بے شک اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اس نے کہا مجھے تو یہ ایک علم کی بنا پر دیا گیا ہے، جو میرے پاس ہے۔ اور کیا اس نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ اس سے پہلے کئی نسلیں ہلاک کر چکا ہے جو اس سے زیادہ طاقتور اور زیادہ جماعت والی تھیں اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔‘‘ اس کے اس فخریہ کلمے کا وبال اس پر پڑا اور وہ مع اپنے مال و متاع کے زمین میں دھنسا دیا گیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ مَا

كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴾ [القصص : ۸۱] ''تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پھر نہ اس کے لیے کوئی جماعت تھی جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ اپنا بچاؤ کرنے والوں سے تھا۔''

بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ : سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بحرین سے جزیہ لانے کے لیے بھیجا۔ جب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین سے جزیے کا مال لے کر واپس آئے اور انصار نے ان کے آنے کی خبر سنی تو وہ اگلے دن صبح کی نماز میں شریک ہوئے اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں دیکھ کر مسکرا دیے اور فرمایا: ''میرا خیال ہے کہ تم نے ابوعبیدہ کی واپسی کی خبر سن لی ہے اور یہ بھی کہ وہ کچھ لے کر آئے ہیں؟'' انھوں نے جواب دیا کہ ہاں، اے اللہ کے رسول! تو آپ نے فرمایا: ''تو تم خوش ہو جاؤ اور خوشی کی امید رکھو، اللہ کی قسم! مجھے تمھاری محتاجی کا ڈر نہیں، بلکہ مجھے تو یہ ڈر ہے کہ تم پر سامانِ زیست کی یوں فراوانی ہو جائے گی جیسے اگلے لوگوں پر ہوئی تھی اور تم بھی اسی طرح دنیا کے پیچھے پڑ جاؤ گے جس طرح وہ پڑ گئے تھے، سو خدشہ ہے کہ کہیں یہ مال کی کشادگی تمھیں آخرت سے اسی طرح غافل نہ کر دے جس طرح اس نے پچھلے لوگوں کو کیا تھا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زهرة الدنیا و التنافس فیها : ٦٤٢٥۔ مسلم، کتاب الزهد، باب الدنیا سجن للمؤمن [illegible]ق : ۲۹٦۱]

اَوَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ [illegible]ق لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

''اور کیا انھوں نے نہیں جانا کہ [illegible] رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً [illegible] نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔''

یعنی رزق کی کشادگی اور تنگی میں [illegible] اللہ کی توحید کے دلائل ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات میں صرف اسی کا حکم و تصرف چلتا ہے، اسی کی تدبیر مؤثر اور کارگر ہے، اسی لیے وہ جسے چاہتا ہے وافر رزق سے نواز دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے فقر و تنگ دستی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اس کے ان فیصلوں میں، جو اس کی حکمت و مشیت پر مبنی ہوتے ہیں، کوئی دخل انداز ہو سکتا ہے نہ ان میں رد و بدل کر سکتا ہے۔ تاہم یہ نشانیاں صرف اہل ایمان ہی کے لیے ہیں، کیونکہ وہی ان پر غور و فکر کر کے ان سے فائدہ اٹھاتے اور اللہ کی مغفرت حاصل کرتے ہیں۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾

''کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب

کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنھوں نے شرک، قتل اور نبی اکرم ﷺ کی ایذا رسانی جیسے گناہوں کا ارتکاب کیا تھا اور اسلام لانا چاہتے تھے، لیکن ڈرتے تھے کہ شاید ان کے گناہ معاف نہیں کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ انھیں اور اللہ کے تمام بندوں کو اس کی وسیع رحمت اور عظیم مغفرت کی خوشخبری دے دیجیے کہ انھیں اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے، وہ تو اپنے بندوں کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، اس لیے کہ وہ بڑا معاف کرنے والا، بے حد مہربان ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۙ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۖ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴾ [الفرقان : ٦٨ تا ٧١] ''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچھ مشرکوں نے بہت سے قتل کیے تھے اور وہ زنا کا ارتکاب بھی کثرت سے کر چکے تھے، پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے، یہ جو آپ فرماتے ہیں اور جس دین کی طرف آپ (ہمیں) بلاتے ہیں وہ سب اچھا ہے، مگر آپ ہمیں یہ بتائیں کہ اب تک ہم جو گناہ کر چکے ہیں کیا وہ (اسلام قبول کرنے سے) معاف ہو جائیں گے؟ (اگر ایسا ہے تو ہم آپ کی دعوت پر غور کریں) چنانچہ اس وقت (سورۂ فرقان کی) یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ﴾ [الفرقان : ٦٨] ''اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ۔'' اور (سورۂ زمر کی) یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ﴾ [الزمر : ٥٣] ''کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ يا عبادي الذين أسرفوا ...... الخ ﴾ : ٤٨١٠۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله ...... الخ : ١٢٢]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے (زمانے میں) ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کیے تھے۔ اس نے دریافت کیا کہ اس زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے؟ لوگوں نے ایک راہب

کی طرف رہنمائی کی۔ چنانچہ وہ شخص راہب کے پاس حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ میں ننانوے قتل کر بیٹھا ہوں تو کیا اب میری توبہ قبول ہوسکتی ہے یا نہیں؟ راہب نے کہا، تیری توبہ قبول نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ (ناامیدی پر مشتعل ہو کر) اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور سو قتل پورے کر دیے۔ اس نے پھر لوگوں سے پوچھا، زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے؟ لوگوں نے ایک عالم کا بتا دیا اور اس نے اس عالم کے پاس جا کر کہا کہ میں نے سو قتل کیے ہیں، تو کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا، ہاں! ہوسکتی ہے، تیرے اور توبہ کے درمیان کون حائل ہوسکتا ہے؟ تو فلاں علاقے میں چلا جا، وہاں کچھ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، تو بھی جا کر ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اپنے علاقے میں لوٹ کر نہ آنا، یہ برا علاقہ ہے۔ چنانچہ وہ اس علاقے کی طرف چل دیا، مگر جب آدھے راستے میں پہنچا تو اسے موت نے آلیا۔ اب اس کے بارے میں عذاب کے فرشتوں اور رحمت کے فرشتوں میں تکرار ہونے لگی۔ رحمت کے فرشتے کہنے لگے، یہ توبہ کر کے اور اللہ کی طرف رجوع کر کے آ رہا ہے، مگر عذاب کے فرشتے کہنے لگے کہ اس نے تو کبھی کوئی نیکی نہیں کی۔ بہرحال وہاں ایک اور فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا، جسے انھوں نے فیصلہ کرنے کے لیے ثالث مقرر کر لیا۔ اس نے کہا، دونوں مقامات سے (اس کی لاش تک کا) فاصلہ ناپو اور جس زمین کے قریب ہو وہیں کا تصور کرو۔ چنانچہ جب فرشتوں نے فاصلہ ناپا تو وہ اس زمین سے جس کا وہ ارادہ کر کے نکلا تھا (بقدر ایک بالشت زیادہ) قریب تھا۔ الغرض، رحمت کے فرشتوں نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا۔" [مسلم، کتاب التوبة، باب قبول توبة القاتل و إن كثر قتله : ۲۷٦٦]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ایک بندے نے گناہ کیا اور کہا کہ اے اللہ! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا، میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور وہ گناہ پر مؤاخذہ کرتا ہے۔ اس نے پھر گناہ کیا اور کہا اے میرے رب! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا، میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ بخشتا اور اس پر مؤاخذہ کرتا ہے۔ اس نے پھر گناہ کیا اور کہا اے میرے رب! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے، جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے۔ (اے بندے!) اب تو جو چاہے عمل کر میں نے تجھے بخش دیا۔" [مسلم، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب و إن تكررت الذنوب و التوبة : ۲۷۵۸]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے، جو ایک بے آب و گیاہ ہلاکت خیز میدان میں اپنے اس اونٹ کے ساتھ ہو جس پر اس کا کھانا اور پانی لدا ہے۔ وہ وہاں سو جائے اور جب جاگے تو اپنا اونٹ نہ پائے۔ پھر اسے تلاش کرے، یہاں تک کہ اسے پیاس لگ جائے۔ پھر کہے کہ میں جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ جاؤں اور وہیں سو جاؤں اور مر جاؤں۔ پھر مرنے

کے لیے اپنا سر اپنی کلائی پر رکھے (اور سو جائے)، پھر جاگے تو اپنا اونٹ اپنے پاس پائے، اس پر اس کا زادِ سفر، اس کا کھانا اور پانی بھی ہو، تو اللہ تعالیٰ کو مومن بندے کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی اس شخص کو اپنے اونٹ اور توشہ ملنے سے ہوتی ہے۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب فی الحض علی التوبة والفرح بها : ٢٧٤٤]

سیدنا جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک شخص نے کہا، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں آدمی کو نہیں بخشے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کون ہے جو میری قسم کھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں فلاں کو نہیں بخشوں گا؟ اب میں نے اسے تو بخش دیا مگر تیرے اعمال کو ضائع کر دیا۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن تقنیط الإنسان من رحمة الله تعالٰی : ٢٦٢١]

وَ اَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾
وَ اتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً
وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ
وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ
الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

''اور اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اس کے مطیع ہو جاؤ، اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے، پھر تمھاری مدد نہیں کی جائے گی۔ اور اس سب سے اچھی بات کی پیروی کرو جو تمھارے رب کی جانب سے تمھاری طرف نازل کی گئی ہے، اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تم سوچتے بھی نہ ہو۔ (ایسا نہ ہو) کہ کوئی شخص کہے ہائے افسوس! اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کی جناب میں کی اور بے شک میں تو مذاق کرنے والوں سے تھا۔ یا کہے کہ اگر واقعی اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں ضرور پرہیزگاروں میں سے ہوتا۔ یا کہے جب وہ عذاب دیکھے کاش! واقعی میرے لیے ایک بار لوٹنا ہو تو میں نیک عمل کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں۔''

اللہ تعالیٰ نے حد سے تجاوز کرنے والے اپنے جن بندوں کو عام مغفرت کی خوشخبری دی، انھیں حکم دیا کہ وہ توبہ کریں اور ہر حال میں اس کی طرف رجوع کریں، اسی کی اطاعت و بندگی میں لگے رہیں اور اس دن کے عذاب سے ڈرتے رہیں جس دن ان کا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہوگا اور قرآن کریم میں وارد احکام کی اطاعت کریں۔ اللہ نے اس میں جن چیزوں کو حلال قرار دیا ہے انھیں حلال سمجھیں اور جنھیں حرام قرار دیا ہے انھیں حرام سمجھیں، قبل اس کے کہ عذاب الٰہی انھیں اچانک اپنے گھیرے میں لے لے اور انھیں اس کا احساس بھی نہ ہو۔ روزِ قیامت اہل جرائم، جنھیں دنیا میں توبہ کی توفیق نہیں ہوتی تھی، مارے حسرت کے کفِ افسوس ملیں گے اور کہیں گے، ہائے افسوس! ہم تو دنیا میں اللہ کے دین اور

روزِ قیامت کا مذاق اڑاتے تھے، یا کہیں گے، اے کاش! ہمیں اللہ نے اسلام کی ہدایت دی ہوتی تو ہم متقیوں میں سے ہوتے اور کفر کا ارتکاب نہ کرتے۔ یا جب عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو کہیں گے، اے کاش! مجھے دنیا میں لوٹا دیا جاتا تو ہم بھی ان مومنوں جیسے بن جاتے جنھوں نے ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کی اور آج کے دن اپنے رب کے حضور سرخرو ہوتے۔

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَ اسْتَكْبَرْتَ وَ كُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٩﴾

”کیوں نہیں، بے شک تیرے پاس میری آیات آئیں تو تو نے انھیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو انکار کرنے والوں میں سے تھا۔“

اللہ تعالیٰ ان اہل جرائم کی تردید کرے گا اور کہے گا کہ بات ویسی نہیں جیسی تم کہہ رہے ہو، تمھارے سامنے تو قرآن کریم کی آیات کی تلاوت کی جاتی رہی، لیکن تم نے ان کی تکذیب کی، کبر و عناد سے کام لیا اور کفر کی راہ اختیار کی۔

وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٦٠﴾ وَ يُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦١﴾

”اور قیامت کے دن تو دیکھے گا کہ وہ لوگ جنھوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا جہنم میں ان متکبروں کے لیے کوئی ٹھکانا نہیں؟ اور اللہ ان لوگوں کو جو ڈر گئے، ان کے کامیاب ہونے کی وجہ سے نجات دے گا، نہ انھیں برائی پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

جو مجرم دنیا میں اللہ کے بارے میں افترا پردازی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے شریک ہیں، اس کی بیوی اور اس کی اولاد ہے، روزِ محشر جب عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور اللہ ان کی ان افترا پردازیوں پر شدید غضب ناک ہوگا تو رعب و دہشت کی شدت سے ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ آج جو لوگ تکبر کی وجہ سے ایمان اور عمل صالح کی راہ اختیار نہیں کرتے، ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا وَ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [یونس : ۲۷] ”اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں، کسی بھی برائی کا بدلہ اس جیسا ہوگا اور انھیں بڑی ذلت ڈھانپے گی، انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا، گویا ان کے چہروں پر رات کے بہت سے ٹکڑے اوڑھا دیے گئے ہیں، جبکہ وہ اندھیری ہے۔ یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

جو لوگ شرک و معاصی سے بچتے ہیں اور اطاعت و بندگی کی راہ اختیار کرتے ہیں، انھیں اللہ جہنم سے نجات دے گا اور جنت میں داخل کر کے اپنی نعمتوں سے نوازے گا۔ انھیں میدانِ محشر میں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور دنیا میں جو کچھ چھوڑ کر آئے تھے اس کا انھیں کوئی غم نہیں ہوگا۔ جنت اور اس کی نعمتوں کو پا کر ماضی کی تمام باتیں بھول جائیں گے، جیسا کہ ارشاد

فرمایا: ﴿ وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴾ [مریم : ۷۱، ۷۲] ''اور تم میں سے جو بھی ہے اس پر وارد ہونے والا ہے۔ یہ ہمیشہ سے تیرے رب کے ذمے قطعی بات ہے، جس کا فیصلہ کیا ہوا ہے۔ پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو ڈر گئے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ ۟ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ۝ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَ وَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴾ [الدخان : ٥١ تا ٥٦] ''بے شک متقی لوگ امن والی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ وہ باریک ریشم اور گاڑھے ریشم کا لباس پہنیں گے، اس حال میں کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اسی طرح ہوگا اور ہم ان کا نکاح سفید جسم، سیاہ آنکھوں والی عورتوں سے کر دیں گے، جو بڑی آنکھوں والی ہیں۔ وہ اس میں ہر پھل بے خوف ہو کر منگوا رہے ہوں گے۔ وہ اس میں موت کا مزہ نہیں چکھیں گے، مگر وہ موت جو پہلی تھی اور وہ انھیں بھڑکتی آگ کے عذاب سے بچائے گا۔''

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۫ وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ع۶

''اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ اسی کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہی تمام چیزوں کا خالق و مالک، ان کا پالن ہار، ان میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنے والا اور ان کا محافظ و نگران ہے، اس کی قدرت بے پایاں اور اس کا علم لامحدود ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [یونس : ۳] ''بے شک تمھارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا۔ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ کوئی سفارش کرنے والا نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد، وہی اللہ تمھارا رب ہے، سو اس کی عبادت کرو۔ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴾ [السجدۃ : ٤، ٥] ''اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی ہر چیز کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، اس کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

وہ آسمان سے زمین تک (ہر) معاملے کی تدبیر کرتا ہے، پھر وہ (معاملہ) اس کی طرف ایسے دن میں اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ہزار سال ہے، اس (حساب) سے جو تم شمار کرتے ہو۔"

آگے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی چابیاں اسی کے پاس ہیں، اس لیے عبادت کا صرف وہی حق دار ہے اور دستِ سوال دراز کیا جائے تو صرف اس کے سامنے۔ قیامت کے دن حقیقی خسارہ اٹھانے والے وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں قرآن کریم اور ان نشانیوں کا انکار کرتے ہیں جو اللہ کی ذات وصفات اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ﴾ [سبا : ۲۲] "کہہ دے پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔"

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۝۶۴

"کہہ دے پھر کیا تم مجھے غیر اللہ کے بارے میں حکم دیتے ہو کہ میں (ان کی) عبادت کروں اے جاہلو!"

یہ کفار کی اس دعوت کے جواب میں ہے جو وہ پیغمبر اسلام ﷺ کو دیا کرتے تھے کہ بتوں کی پرستش تمھارے آبا واجداد کا دین ہے، اس لیے تم اپنے رب کی عبادت کرو اور بتوں کی بھی عبادت کرو، ہم بھی تمھاری خاطر تمھارے رب کی عبادت کریں گے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ مشرکین کی اس رائے کی پوری صراحت کے ساتھ تردید کر دیں اور کہہ دیں کہ اے نادانو! کیا تم غیر اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے ہو؟ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۶۵

"اور بلاشبہ یقیناً تیری طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو تجھ سے پہلے تھے کہ بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ کو اور آپ سے پہلے تمام انبیاء کو بذریعہ وحی یہ بات بتا دی گئی تھی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور آپ ان لوگوں میں سے ہو جائیں گے جو قیامت کے دن حقیقی خسارہ اٹھانے والے ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [الأنعام : ۸۸] "اور اگر یہ لوگ شریک بناتے تو یقیناً ان سے ضائع ہو جاتا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔"

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں تمام شریکوں سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں۔ جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کیا تو میں اسے اور اس کے شریک کو چھوڑ دیتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب تحریم الریاء : ۲۹۸۵]

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

''بلکہ اللہ ہی کی پھر عبادت کر اور شکر کرنے والوں سے ہو جا۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ صرف اللہ کی عبادت کیجیے اور توحید و نبوت اور دعوت و رسالت جیسی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے رہیے۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا لمبا قیام فرمایا کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم ہو گیا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کر دی ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب إکثار الأعمال والاجتھاد فی العبادۃ : ۲۸۱۹۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ لیغفر الله لك ما تقدم ...... الخ ﴾ : ۴۸۳۶]

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَ الْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾

''اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق ہے، حالانکہ زمین ساری قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بنا رہے ہیں۔''

مشرکین کی جہالت و نادانی بیان کی جا رہی ہے کہ وہ اللہ کی حقیقی قدر و منزلت کا تصور ہی نہیں کر سکے، اسی لیے تو اس کے سوا دوسروں کو معبود سمجھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ وہ بھی بتوں کی پرستش کریں۔ اس کی ذات تو وہ قادر مطلق ذات ہے کہ زمین اپنی عظمت و وسعت کے باوجود قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور ساتوں آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔ اس دن وہ پورے جلال میں ہوگا اور کہے گا، میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں وہ جو دنیا میں بادشاہ کہلاتے تھے؟ تو جو ذات ایسی ہو اور جو ایسی عظیم قدرت کی مالک ہو وہی تمام عبادتوں کی مستحق ہے، اس کے علاوہ جھوٹے معبودوں کی پرستش جرم عظیم ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں فرمایا کہ وہ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے اور وہ مشرکوں کے شرک سے بالاتر ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کا ایک عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے

محمد! ہم (اپنی کتابوں میں یہ لکھا ہوا) پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمینوں کو ایک انگلی پر، درختوں کو ایک انگلی پر، پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر اور (باقی دیگر) ساری مخلوقات کو ایک انگلی پر اٹھائے گا، پھر فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے، یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں، گویا آپ نے اس عالم کی تصدیق کی، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [الزمر : ٦٧] ''اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق ہے، حالانکہ زمین ساری قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بنا رہے ہیں۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ وما قدروا الله حق قدره ﴾ : ٤٨١١۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار : ٢٧٨٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ زمین کو ایک مٹھی میں لے لے گا اور آسمانوں کو دائیں ہاتھ پر لپیٹ لے گا اور پھر فرمائے گا، میں ہوں بادشاہ، کہاں ہیں وہ زمین کے بادشاہ؟'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ والأرض جميعا قبضتهٗ يوم القيامة......الخ ﴾ : ٤٨١٢۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار : ٢٧٨٧]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ دے گا اور انھیں دائیں ہاتھ میں پکڑ لے گا، پھر فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جبار اور کہاں ہیں متکبرین؟ پھر اپنے بائیں (یعنی دوسرے) ہاتھ پر زمینوں کو لپیٹ لے گا اور فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جبار اور کہاں ہیں متکبرین؟'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفة القيامة و الجنة و النار : ٢٧٨٨]

وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝۶۸

''اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہوں گے، مر کر گر جائیں گے مگر جسے اللہ نے چاہا، پھر اس میں دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔''

بعض مفسرین کے نزدیک صور تین بار پھونکا جائے گا اور بعض کے نزدیک دو بار، جبکہ یوم آخرت سے متعلق قرآن کریم کی آیات کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صور چار بار پھونکا جائے گا، پہلی پھونک سے سارے لوگ فنا ہو جائیں گے، دوسری سے سارے لوگ زندہ ہو کر میدانِ محشر میں جمع ہو جائیں گے، تیسری پھونک کا ذکر ان آیات میں ہے، جس کے اثر سے لوگ بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے، جبکہ چوتھی پھونک کے زیر اثر تمام لوگ رب العالمین کے حضور حساب کے

لیے خشوع وخضوع کے ساتھ کھڑے ہو جائیں گے اور اپنے اپنے انجام کا انتظار کرنے لگیں گے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص اور یہودیوں میں سے ایک شخص کے درمیان تکرار ہوئی۔ مسلمان نے کہا، اس ذات کی قسم، جس نے محمد ﷺ کو سارے جہان والوں میں سے منتخب کیا! یہودی نے کہا، اس ذات کی قسم، جس نے موسیٰ علیہ السلام کو سارے جہان والوں میں سے منتخب کیا! یہ سننا تھا کہ مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کے چہرے پر ایک طمانچہ جڑ دیا۔ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا اور سارا واقعہ بیان کیا، جو اس کے اور مسلمان کے درمیان بیتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دیا کرو، کیونکہ (قیامت کے دن جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو) سب لوگ بے ہوش جائیں گے، پھر (دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو) سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔ میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایا پکڑے ہوئے کھڑے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ بے ہوش ہو کر مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے ہوں گے، یا ان لوگوں میں داخل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) مستثنیٰ فرما دیا ہے۔'' [مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسٰی صلی اللہ علیه وسلم : ۲۳۷۳/۱۶۰]

یعقوب بن عاصم بن عروہ بن مسعود ثقفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا، ان کے پاس ایک شخص آیا، اس نے کہا، کیا آپ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ اتنے اتنے وقت تک قیامت آ جائے گی؟ آپ نے (ناراض ہو کر) فرمایا، سبحان اللہ، یا فرمایا، لا الٰہ الا اللہ، یا ان کی مثل کوئی اور کلمہ کہا اور فرمایا، جی تو چاہتا ہے کہ تم سے کبھی کوئی حدیث بیان نہ کروں، میں نے تو کہا تھا کہ تم جلد ہی ایک بڑا حادثہ دیکھو گے، جو گھر کو جلا دے گا اور وہ ضرور بضرور واقع ہو گا، پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں دجال آئے گا اور وہ چالیس تک رہے گا۔ میں نہیں جانتا کہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا۔ وہ شکل وصورت میں عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ جیسے ہوں گے۔ وہ دجال کو تلاش کر کے قتل کر دیں گے۔ پھر سات سال تک لوگ اس طرح ملے جلے رہیں گے کہ ساری دنیا میں دو شخصوں کے درمیان بھی آپس میں رنجش وعداوت نہیں ہو گی۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا چلائے گا اور یہ ہوا زمین پر موجود ہر اس شخص کی جان قبض کر لے گی جس کے دل میں رتی برابر بھی ایمان یا بھلائی ہوئی، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کسی پہاڑ کی غار میں بھی داخل ہوا تو یہ ہوا بھی داخل ہو کر اس کی جان نکال لے گی۔ پھر تو بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے، جو اپنے کمینہ پن میں پرندوں کی مثل ہلکے اور اپنی بے وقوفی میں درندوں کی مثل بے وقوف ہوں گے، نہ اچھائی کو اچھائی سمجھیں گے نہ برائی کو برائی جانیں گے۔ شیطان ایک صورت بن کر ان کے پاس آئے گا اور کہے گا، تم (میرا) کہا کیوں نہیں مانتے؟ وہ کہیں گے کہ تم ہمیں کیا حکم دیتے ہو؟ تو شیطان انھیں بتوں کی عبادت کا حکم

دے گا۔ چنانچہ وہ (اس کے بہکاوے میں آ کر) بت پرستی شروع کر دیں گے، اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ ان کی روزی اور معاش میں کشادگی عطا فرمائے گا۔ پھر صور پھونک دیا جائے گا اور جو بھی اس کی آواز سنے گا وہ ایک طرف سے گردن جھکا دے گا اور دوسری طرف سے اٹھائے گا (یعنی بے ہوش ہو کر گر پڑے گا) اور سب سے پہلے اس کی آواز جس شخص کے کان میں پڑے گی یہ وہ ہو گا جو اپنا حوض ٹھیک کر رہا ہو گا، وہ فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑے گا، پھر تو ہر شخص بے ہوش ہو جائے گا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا، جو شبنم کی طرح ہو گی۔ اس سے لوگوں کے جسم اگ نکلیں گے۔ پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے اور دیکھنے لگیں گے۔ پھر کہا جائے گا کہ اے لوگو! اپنے رب کی طرف چلو۔ (پھر فرشتوں سے کہا جائے گا) انھیں ٹھہرا لو کہ ان سے سوالات کیے جائیں گے۔ پھر فرمایا جائے گا کہ جہنم کا حصہ نکال لو۔ پوچھا جائے گا، کس قدر؟ جواب ملے گا، ہر ہزار سے نو سو ننانوے، یہی وہ دن ہو گا جب بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور یہی وہ دن ہو گا کہ جب پنڈلی کھولی جائے گی۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب خروج الدجال و مکثہ فی الأرض ...... الخ : ۲۹۴۰]

ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو مرتبہ صور پھونکنے کے درمیان چالیس کی مدت ہو گی۔'' لوگوں نے کہا، اے ابو ہریرہ! کیا چالیس دن کی مدت ہو گی؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نہیں جانتا۔ لوگوں نے پھر پوچھا، کیا چالیس ماہ کی مدت ہو گی؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نہیں جانتا۔ لوگوں نے پھر پوچھا، کیا چالیس سال کی مدت ہو گی؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نہیں جانتا۔ (بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) ''پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا، جس سے لوگوں کے جسم اس طرح (زمین سے) اگ پڑیں گے جس طرح سبزی اگتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب ما بین النفختین : ۲۹۵۵]

وَ أَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع

''اور زمین اپنے رب کے نور کے ساتھ روشن ہو جائے گی اور لکھا ہوا (سامنے) رکھا جائے گا اور نبی اور گواہ لائے جائیں گے اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اور ہر شخص کو پورا پورا دیا جائے گا جو اس نے کیا اور وہ زیادہ جاننے والا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔''

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جب مخلوق کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے ظاہر ہو گا، تو اس کی تجلی سے پورا میدانِ محشر روشن ہو جائے گا۔ لوگوں کے نامہ ہائے اعمال سامنے لائے جائیں گے اور انبیائے کرام علیہم السلام آگے آئیں گے، جو گواہ

دیں گے کہ انھوں نے اپنی اپنی امتوں کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی امت کے لوگ بھی آگے لائے جائیں گے، جو گواہی دیں گے کہ گزشتہ انبیاء نے اپنی اپنی امتوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کے درمیان پورے عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے گا، کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کو ان سے زیادہ جانتا ہے، اس لیے حساب میں کوئی ظلم و زیادتی نہیں ہوگی اور نہ اس میں کسی خطا، غلطی یا بھول چوک کا امکان ہوگا۔

وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ : سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا، وہ فرمائیں گے کہ اے میرے رب! میں بار بار تیری بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم نے لوگوں کو ہمارے احکام بتا دیے تھے؟ وہ کہیں گے، ہاں! پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کہ نوح علیہ السلام نے تم کو میرا حکم پہنچایا تھا (یا نہیں)؟ تو وہ کہیں گے، ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا (یعنی پیغمبر) نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے، تیرا کوئی گواہ ہے؟ وہ عرض کریں گے، محمد (ﷺ) اور ان کی امت کے لوگ (میرے گواہ) ہیں۔ پھر اس امت کے لوگ گواہی دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے اللہ کا پیغام اپنی امت کو پہنچا دیا تھا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی : ﴿ و كذلك جعلنا كم أمة وسطًا ...... الخ ﴾ : ٤٤٨٧]

وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰی بِنَا حٰسِبِیْنَ ﴾ [الأنبياء : ٤٧] ''اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴾ [النساء : ٤٠] ''بے شک اللہ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔''

وَوُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا یَفْعَلُوْنَ : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے منجملہ دیگر روایات قدسیہ کے یہ بھی فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھ دی ہیں اور ظاہر کر دیا ہے کہ یہ نیکی ہے اور یہ برائی ہے۔ سو جس نے نیکی کا محض ارادہ ہی کیا اور ابھی عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں پوری نیکی لکھے گا اور جس نے نیکی کا ارادہ کر کے عمل بھی کیا تو اس کے نامۂ اعمال میں دس سے سات سو تک بلکہ اور دگنی تگنی جتنی چاہے گا نیکیاں رقم فرما دے گا اور جس نے برائی کا ارادہ کیا لیکن (اللہ تعالیٰ سے ڈر کر) اس کا ارتکاب نہیں کیا تو اس کے لیے بھی وہ ایک پوری نیکی کا ثواب لکھے گا اور جس نے ارادہ کر کے برائی کر بھی لی تو اس کے لیے صرف ایک ہی گناہ لکھے گا۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب من هم بحسنة أو بسيئة : ٦٤٩١۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب إذا هم العبد بحسنة كتبت ...... الخ : ١٣١]

وَ سِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا ۚ قَالُوا بَلَى وَ لَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۷۱﴾ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۷۲﴾

''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے کیا تمھارے پاس تم میں سے کچھ رسول نہیں آئے جو تم پر تمھارے رب کی آیات پڑھتے ہوں اور تمھیں تمھارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ کہیں گے کیوں نہیں، اور لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہو گئی۔ کہا جائے گا جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے والے، پس وہ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔''

فرمایا کہ کافروں کو فرشتے بڑی سختی کے ساتھ ڈانٹتے ہوئے، جماعتوں کی شکل میں جہنم کی طرف زبردستی ہانک کر لے جائیں گے اور ان کے وہاں پہنچتے ہی فوراً جہنم کے دروازے کھول دیے جائیں گے، تاکہ انھیں عذاب دیے جانے میں کوئی تاخیر نہ ہو۔ پھر جہنم کے سخت دل اور سخت لہجہ داروغے بطور زجر و توبیخ ان سے کہیں گے کہ کیا تمھارے پاس تم میں سے اللہ کے پیغامبر نہیں آئے تھے، جو تمھارے رب کی آیتیں پڑھ کر تمھیں سمجھاتے، اتباع حق کی دعوت دیتے اور آج کے دن کے عذاب سے ڈراتے؟ تو اہل جہنم کہیں گے کہ ہاں آئے تھے، انھوں نے ہمیں ڈرایا تھا اور دلائل و براہین کے ذریعے سے ایمان و عمل کی دعوت دی تھی، لیکن ہم نے اپنی بدبختی کی وجہ سے ان کی تکذیب کی اور ان کی مخالفت کی۔ تو پھر ان سے کہہ دیا جائے گا کہ تم لوگ جہنم کے ان دروازوں میں داخل ہو جاؤ، جو تمھارے لیے کھول دیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہنمی جہنم میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے اور جو لوگ کبر و غرور کی وجہ سے حق کی اتباع نہیں کرتے تھے ان کا بڑا ہی برا ٹھکانا ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَ بِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۶﴾ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَ هِيَ تَفُورُ ﴿۷﴾ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ﴿۸﴾ قَالُوا بَلَى قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ ۖ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ﴿۹﴾ وَ قَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿۱۰﴾ فَاعْتَرَفُوا بِذَنْبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴾ [الملك : ٦ تا ١١] ''اور خاص ان لوگوں کے لیے جنھوں نے اپنے رب کا انکار کیا، جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے، اس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے جیسی آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہو گی۔ قریب ہو گی کہ غصے سے پھٹ

جائے۔ جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے نگران ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں؟ یقیناً ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم تو ایک بڑی گمراہی میں ہی پڑے ہوئے ہو۔ اور وہ کہیں گے اگر ہم سنتے ہوتے، یا سمجھتے ہوتے تو بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔ پس وہ اپنے گناہ کا اقرار کریں گے، سو دوری ہے بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے۔‘‘

قِيْلَ ادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴾ [الحجر : ٤٢ تا ٤٤] ’’بے شک میرے بندے، تیرا ان پر کوئی غلبہ نہیں، مگر جو گمراہوں میں سے تیرے پیچھے چلے۔ اور بلاشبہ جہنم ضرور ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔ اس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک تقسیم کیا ہوا حصہ ہے۔‘‘

وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝

’’اور وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جائے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے، اس حال میں کہ اس کے دروازے کھول دیے گئے ہوں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے، پس اس میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ رہنے والے۔‘‘

یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کو ان کی خدمت پر متعین فرشتے نہایت تزک و احتشام کے ساتھ جنت کی طرف لے جائیں گے اور جب وہاں پہنچیں گے تو جنت کے دروازوں کو اپنے استقبال میں پہلے سے کھلا ہوا پائیں گے۔ فرشتے انھیں سلام کریں گے اور کہیں گے، اب آپ لوگ تمام آفات و بلیات سے امن میں آ گئے۔ آپ لوگوں کی زندگیاں دنیا میں شرک و معاصی کی آلائشوں سے پاک تھیں، اس لیے جنت میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے، ان کے بعد جو لوگ داخل ہوں گے ان کے چہرے سب سے زیادہ چمکتے ستارے کی طرح روشن ہوں گے۔ ان کے دل ایک ہی آدمی کے دل جیسے ہوں گے، ان میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا اور نہ (آپس میں) بغض ہوگا۔ ہر ایک کو دو دو بیویاں ملیں گی، ان کی پنڈلی کا گودا ان کے حسن کے باعث گوشت کے باہر سے دکھائی دے گا۔ جنتی صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہوں گے۔ وہ نہ کبھی بیمار ہوں گے اور نہ ان کی ناک سے

رینٹ خارج ہوگا اور نہ وہ تھوکیں گے۔ ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے، کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں میں الوہ (یعنی عود ہندی) سلگتا رہے گا۔" [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة و أنها مخلوقة : ٣٢٤٦۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في صفات الجنة و أهلها ...... الخ : ٢٨٣٤/١٧]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کی ایک جماعت جو ستر ہزار کی تعداد میں ہوگی، پہلے پہل (بغیر حساب کے) جنت میں داخل ہوگی، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔" یہ سن کر عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے اپنی دھاری دار چادر سنبھالتے ہوئے درخواست کی، اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انھی میں سے کر دے۔ آپ نے دعا کی: "اے اللہ! اسے بھی انھی میں سے کر دے۔" پھر ایک انصاری نے بھی یہی عرض کی، آپ نے فرمایا: "(اب نہیں) عکاشہ تجھ پر سبقت لے گیا ہے۔" [مسلم، کتاب الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب ولا عذاب: ٢١٦/٣٦٩]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت والی مطول حدیث میں بیان فرماتے ہیں: "پھر کہا جائے گا، اے محمد! اپنی امت میں سے جن پر حساب نہیں انھیں جنت کے دروازوں میں سے دائیں دروازے سے جنت میں لے جاؤ اور یہ لوگ دوسرے دروازوں میں بھی باقی لوگوں کے ساتھ شریک ہیں (یعنی یہ ان دروازوں سے بھی داخل ہو سکتے ہیں، لیکن یہ دروازہ ان کے لیے خاص ہے) اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! جنت کی چوکھٹ اتنی بڑی وسعت والی ہے، جتنا فاصلہ مکہ اور ہجر کے درمیان ہے، یا جتنا فاصلہ مکہ اور بصریٰ کے درمیان ہے۔" [مسلم، کتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ١٩٤]

حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا : یعنی پل صراط عبور کرنے کے بعد جب وہ جنت کے دروازوں کے پاس پہنچ جائیں گے تو آپس میں مشورہ کریں گے کہ کون ان کے لیے جنت میں داخل ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرے۔ تو صحیح مسلم کی ایک حدیث (١٩٥) کے مطابق وہ آدم، پھر نوح، پھر ابراہیم، پھر موسیٰ، پھر عیسیٰ، پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کا دروازہ کھلوائیں گے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں جنت کے بارے میں سب سے پہلا سفارش کرنے والا ہوں گا۔" [مسلم، کتاب الإيمان، باب في قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم أول الناس يشفع ...... الخ : ١٩٦]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت کے دروازے پر سب سے پہلے میں دستک دوں گا۔" [مسلم، کتاب الإيمان، باب في قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم : أنا أوّل الناس يشفع ...... الخ : ١٩٦/٣٣١]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آ کر اسے کھلواؤں گا، تو خازن پوچھے گا، تم کون ہو؟ میں کہوں گا، میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ خازن کہے گا، مجھے یہی حکم دیا گیا

کہ میں آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قول النبی ﷺ : أنا أول الناس یشفع ...... الخ : ۱۹۷]

وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص (اپنے مال میں سے) اللہ تعالیٰ کے راستے میں (کسی چیز کا) جوڑا خرچ کرے گا تو اسے جنت کے (سب) دروازوں میں سے پکارا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے یہ (دروازہ) بہتر ہے۔ سو جو شخص نماز ادا کرنے والوں میں سے ہوگا اسے ''باب الصلاۃ'' سے پکارا جائے گا اور جو شخص جہاد کرنے والوں میں سے ہوگا اسے ''باب الجہاد'' سے بلایا جائے گا اور جو شخص روزہ داروں میں سے ہوگا اسے ''باب الریان'' سے صدا دی جائے گی اور جو شخص صدقہ وزکوۃ ادا کرنے والوں میں سے ہوگا اسے ''باب الصدقہ'' سے آواز دی جائے گی۔'' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، جس شخص کو جس دروازے سے بھی بلایا جائے اسے کوئی اور ضرورت باقی تو نہیں رہتی، لیکن کیا کوئی ایسا (سعادت مند) بھی ہوگا جسے جنت کے سارے دروازوں سے بلایا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تم انھی میں سے ہو گے۔'' [بخاری، کتاب الصوم، باب : الریان للصائمین : ۱۸۹۷۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل من ضم إلی الصدقة ...... الخ : ۱۰۲۷]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازے کا نام ''الریان'' ہے، اس میں سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة أبواب الجنة : ۳۲۵۷]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو بھی وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے، پھر کہے: « أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ » ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں'' تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، وہ ان میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔'' [مسلم، کتاب الطھارۃ، باب الذکر المستحب عقب الوضوء : ۲۳٤]

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝۷۴

''اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں جگہ بنا لیں۔ سو عمل کرنے والوں کا یہ اچھا اجر ہے۔''

جنت میں داخل ہوتے وقت اہل جنت کہیں گے کہ ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں جنت کا وارث بنایا اور ہم جس طرح چاہتے ہیں رہتے ہیں۔ دنیا میں ایمان اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(جنت کا) خیمہ کیا ہے، ایک کھوکھلا موتی ہے، جس کی بلندی اوپر کی طرف تیس میل ہے، اس کے ہر کونے میں مومن کی ایک بیوی ہوگی، جسے دوسرے نہیں دیکھ سکیں گے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۴۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک درخت ہے، جس کے سائے میں اگر سوار چلے تو سو برس تک چلتا رہے۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: ﴿ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴾ [الواقعة : ۳۰] ''اور ایسے سائے میں جو خوب پھیلا ہوا ہے'' اور جنت میں ایک کمان برابر جگہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا اور غروب ہوتا ہے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۵۲، ۳۲۵۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیث معراج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر مجھے جنت میں داخل کر دیا گیا تو اس میں موتیوں کے قبے تھے اور اس کی مٹی کستوری تھی۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ إلى السموات و فرض الصلوات : ۱۶۳]

وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾ ع

''اور تو فرشتوں کو دیکھے گا عرش کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے جب یہ بتایا کہ وہ حساب کتاب کے بعد اہل جنت کو جنت میں اور اہل جہنم کو جہنم میں بھیج دے گا اور ہر ایک کو اس کے کیے کا بدلہ پورے عدل و انصاف کے ساتھ چکا دے گا، تو اب فرشتوں کے بارے میں خبر دی جا رہی ہے کہ وہ عرش کے چاروں طرف سر جھکائے اپنے رب کی پاکی اور بڑائی بیان کرنے میں لگے ہوں گے۔ جب اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے درمیان پورے عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے گا تو محشر کی کارگزاریاں ختم ہو جائیں گی، فرشتے اور جنت میں مقیم مومنین اللہ رب العالمین کا شکر بجا لائیں گے اور اس کی تعریف بیان کریں گے۔

سورة المؤمن مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

’’اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾

’’اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے، جو سب پر غالب، ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، بہت سخت سزا والا، بڑے فضل والا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔‘‘

حٰمٓ : مہلب بن ابی صفرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے بیان کیا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اگر تم پر شب خون مارا جائے تو تمھارا ”حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ“ ہونا چاہیے (کہ حم، ان دشمنوں کی مدد نہیں جائے گی)۔‘‘ [أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب في الرجل ينادي بالشعار : ۲۵۹۷۔ ترمذي، کتاب الجهاد، باب ما جاء في الشعار : ۱۶۸۲]

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنْبِ ...... اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ : اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کتاب اس اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے جو اپنی تمام مخلوقات پر غالب ہے، کوئی بھی اس کے کسی ارادے اور حکم میں مداخلت کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے۔ وہ بڑا علم والا ہے، اپنی مخلوقات، ان کی نیتوں، ان کے اعمال اور ان کی ضروریات کو خوب جانتا ہے۔ وہ مغفرت چاہنے والوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ نافرمانوں اور کافروں کو سخت ترین سزا دینے پر قادر ہے اور مخلوقات پر خوب انعام و احسان کرنے والا بھی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، روزِ قیامت سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ نَبِّئْ عِبَادِيْۤ اَنِّيْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾

وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ﴾ [الحجر : ٤٩، ٥٠] ''میرے بندوں کو خبر دے دے کہ بے شک میں ہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔ اور یہ بھی کہ بے شک میرا عذاب ہی دردناک عذاب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ [الشوریٰ : ٢٥] ''اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمھیں فنا کر دے گا اور ایسے لوگ پیدا فرما دے گا جو گناہ (بھی) کریں گے اور پھر اللہ سے بخشش مانگیں گے، تو اللہ تعالیٰ انھیں بخش دے گا۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار و التوبة : ٢٧٤٩]

مَا یُجَادِلُ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَلَا یَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِی الْبِلَادِ۝۴

''اللہ کی آیات میں جھگڑا نہیں کرتے مگر وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، تو ان کا شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی وحدانیت، روزِ قیامت اور نبی کریم ﷺ کی رسالت پر دلالت کرنے والی آیات میں وہی لوگ شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں اور باطل دلائل کے ذریعے سے حق کو دبانا چاہتے ہیں جو درحقیقت کافر ہوتے ہیں، اس لیے اے میرے نبی! ان کی دنیاوی نعمتوں اور صحت و عافیت کو دیکھ کر آپ دھوکے میں نہ پڑ جائیے کہ اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہے، بلکہ اس نے ان کی رسی ڈھیلی کر دی ہے کہ وہ کبر و غرور میں کس حد تک آگے بڑھتے ہیں؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ﴾ [آل عمران : ١٩٦، ١٩٧] ''تجھے ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے جنھوں نے کفر کیا۔ تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا بچھونا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِیْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِیْظٍ﴾ [لقمٰن : ٢٤] ''ہم انھیں تھوڑا سا سامان دیں گے، پھر انھیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔''

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ وَ هَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوْلِهِمْ لِیَاْخُذُوْهُ وَ جٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَیْفَ كَانَ عِقَابِ۝۵ وَ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ۝۶

''ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا اور ان کے بعد بھی کئی جماعتوں نے اور ہر امت نے اپنے رسول کے متعلق ارادہ کیا کہ اسے گرفتار کر لیں اور انھوں نے باطل کے ساتھ جھگڑا کیا، تاکہ اس کے ذریعے حق کو پھسلا دیں، تو میں نے انھیں

پکڑ لیا، پھر میری سزا کیسی تھی؟ اور اس طرح ان لوگوں پر تیرے رب کی بات ثابت ہو گئی جنھوں نے کفر کیا کہ بے شک وہی آگ والے ہیں۔‘‘

کفارِ مکہ سے پہلے قوم نوح اور ان کے بعد قوم عاد و ثمود، قوم ابراہیم و لوط، اصحاب مدین اور فرعونیوں نے بھی اپنے اپنے رسولوں کو جھٹلایا اور ہر ایک نے انھیں قتل کرنا چاہا اور باطل دلائل کے ذریعے سے حق کی آواز کو دبانا چاہا، تو اللہ نے ان میں سے ہر ایک کو عذاب کے ذریعے سے ہلاک کر دیا اور وہ عذاب بڑا شدید اور دردناک ہوتا تھا۔ اسی طرح کفار مکہ کے لیے بھی ان کے کفر و شرک پر اصرار کی وجہ سے اللہ کا عذاب ثابت ہو چکا ہے اور طے ہے کہ ان کا ٹھکانا جہنم ہو گا۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۚۖ وَّعَادًا وَّ ثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۳۷ تا ۳۹] ’’اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ٞ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ﴾ [محمد : ۱۰] ’’تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور ان کافروں کے لیے بھی اسی جیسی (سزائیں) ہیں۔‘‘

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝

’’وہ (فرشتے) جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اس کے ارد گرد ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، تو ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستے پر چلے اور انھیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا۔‘‘

لیکن جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے ہیں اور انھوں نے تقویٰ اور عمل صالح کی راہ اختیار کر لی ہے، ان کا انجام بخیر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ فرشتے جنھوں نے عرشِ الٰہی کو تھام رکھا ہے اور دیگر فرشتے جنھیں رب العالمین کا قرب حاصل ہے، سب اپنے رب کی بڑائی بیان کرتے ہیں اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اس کے سوا

کوئی ان کا رب نہیں ہے۔ وہ ہر دم اسی کی عبادت میں لگے رہتے ہیں اور اہل ایمان کے لیے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں۔ فرشتوں کی دعا کا ذکر ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الشورىٰ : ۵] ''آسمان قریب ہیں کہ اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو زمین میں ہیں، سن لو! بے شک اللہ ہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

مومنوں اور ان فرشتوں کے درمیان ایمان کا رشتہ ان سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ دنیا کے اہل ایمان انسانوں کے لیے رب العالمین کے عرش کے نزدیک دعا اور طلب استغفار کرتے رہیں۔ گویا یہ کام بھی ان کے دائمی وظیفے کا ایک حصہ ہے، جیسا کہ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کی غیر موجودگی میں دعا کرتا ہے تو ایک فرشتہ (اس کی دعا پر آمین کہتا ہے اور) اس کے لیے دعا کرتا ہے کہ (اللہ) تجھے بھی یہی دے (جو تو اس مسلمان کے لیے اللہ سے مانگ رہا ہے)۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمین بظهر الغیب : ۲۷۳۲]

فرشتے کہتے ہیں، اے ہمارے رب! تیری رحمت ہر چیز کو شامل ہے اور تیرے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، تو اپنے ان بندوں کو معاف کر دے، جنھوں نے شرک سے توبہ کر کے اسلام کی راہ اختیار کر لی ہے، تو انھیں جہنم کی آگ سے بچا لے۔ اے ہمارے رب! تو انھیں عدن کے ان باغوں میں داخل کر دے جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے ساتھ ان کے آبا و اجداد، بیویوں اور اولاد کو بھی جنھوں نے نیکی اور اصلاح کی راہ اختیار کی، تاکہ دخول جنت سے انھیں جو خوشی حاصل ہو گی اس کی تکمیل ہو جائے۔ اے ہمارے رب! تو ہر چیز پر غالب ہے اور بڑی حکمتوں والا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝ وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ﴾ [الدھر : ۵ تا ۱۱] ''بلاشبہ نیک لوگ ایسے جام سے پییں گے جس میں کافور ملا ہوا ہوگا۔ وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پییں گے، وہ اسے بہا کر لے جائیں گے، خوب بہا کر لے جانا۔ جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہوگی۔ اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔ (اور کہتے ہیں) ہم تو صرف اللہ کے چہرے کی خاطر تمھیں کھلاتے ہیں، نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ یقیناً ہم اپنے رب سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو بہت منہ بنانے والا، سخت تیوری چڑھانے والا ہوگا۔ پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیا اور انھیں انوکھی تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔''

رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۙ﴿۸﴾ وَ قِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَ مَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾ ع ۲

''اے ہمارے رب! اور انھیں ہمیشہ رہائش والی ان جنتوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کو بھی جو ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے لائق ہیں۔ بلاشبہ تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اور انھیں برائیوں سے بچا اور تو جسے اس دن برائیوں سے بچا لے تو یقیناً تو نے اس پر مہربانی فرمائی اور یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔''

فرشتوں کی دعا کا بیان جاری ہے، فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو انھیں برے اعمال کی سزا سے بچا لے اور ان کے گناہوں پر پردہ ڈال دے۔ قیامت کے دن تو جسے برے اعمال کی جزا سے بچا لے گا، اسے ہی درحقیقت تیری رحمت ڈھانپ لے گی۔ آخر میں فرمایا کہ جہنم سے نجات اور دخولِ جنت ہی سب سے بڑی کامیابی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ﴾ [آل عمران : ۱۸۵] ''پھر جو شخص آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہو گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ؕ﴿۷﴾ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴾ [البينة : ۷، ۸] ''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴾ [مریم : ۶۰، ۶۱] ''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔ ہمیشگی کے باغات میں، جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے (ان کے) بن دیکھے وعدہ کیا ہے۔ بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر رہنے والا ہے۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا انھیں پکار کر کہا جائے گا کہ یقیناً اللہ کا ناراض ہونا بہت زیادہ تھا تمھارے اپنے آپ

پر ناراض ہونے سے، جب تمھیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے۔‘‘

گزشتہ آیات میں ایمان والوں کی کامیابی کا ذکر تھا، اب ان آیات میں کافروں کی بربادی کا ذکر ہے۔ اہل جہنم جب عذاب کی سختیوں سے تنگ آجائیں گے، ان کی شکلیں بدل جائیں گی اور ان کے چہرے جل کر وحشت ناک اور بدنما ہو جائیں گے، تو انھیں اپنے آپ سے نفرت ہو جائے گی۔ دنیا میں اپنی بداعمالیوں پر وہ اپنے آپ کو کوسنے لگیں گے اور جب فرشتے ان کی باتیں سنیں گے تو کہیں گے کہ دنیا میں تمھارے کفر و تکبر اور توحید و رسالت کا انکار کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو تم سے جو بغض و نفرت تھی، وہ اس سے کہیں زیادہ تھی جو آج عذابِ نار کی وجہ سے تمھیں اپنی ذات سے ہے۔

قیامت کے دن کافر کے غم و غصے کا یہ عالم ہو گا کہ وہ اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴾ [الفرقان : ۲۷ تا ۲۹] ’’اور جس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا، کہے گا اے کاش! میں رسول کے ساتھ کچھ راستہ اختیار کرتا۔ ہائے میری بربادی! کاش کہ میں فلاں کو دلی دوست نہ بناتا۔ بے شک اس نے تو مجھے نصیحت سے گمراہ کر دیا، اس کے بعد کہ میرے پاس آئی اور شیطان ہمیشہ انسان کو چھوڑ جانے والا ہے۔‘‘ الغرض اگر کسی انسان کو ایمان کی دعوت دی جائے اور وہ اس دعوت کو ٹھکرا دے تو اس سے اللہ تعالیٰ کو بہت غصہ آتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [الصف : ۷] ’’اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، جب کہ اسے اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘

قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ۝

’’وہ کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور تو نے ہمیں دو دفعہ زندہ کیا، سو ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا، تو کیا نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟ یہ اس لیے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جب اس اکیلے اللہ کو پکارا جاتا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جاتا تو تم مان لیتے تھے، اب فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے جو بہت بلند، بہت بڑا ہے۔‘‘

میدانِ محشر میں کفار جب اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو دوبارہ دنیا کی طرف لوٹنا چاہیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۸] ''تم کیسے اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اس نے تمھیں زندگی بخشی، پھر وہ تمھیں موت دے گا، پھر تمھیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۲۷] ''اور کاش! تو دیکھے جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش! ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔''

جب یہ ظالم آتش دوزخ میں داخل ہو کر اس کی حرارت و تمازت کو چکھیں گے اور ہتھوڑوں اور بیڑیوں کو دیکھ لیں گے تو پھر اور بھی زیادہ شدت کے ساتھ دنیا کی طرف واپسی کے بارے میں اس طرح سوال کریں گے: ﴿ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴾ [فاطر : ۳۷] ''اور وہ اس میں چلائیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال لے، ہم نیک عمل کریں گے، اس کے خلاف جو ہم کیا کرتے تھے۔ اور کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی کہ اس میں جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا حاصل کر لیتا اور تمھارے پاس خاص ڈرانے والا بھی آیا۔ پس چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے سوال سے پہلے اللہ کی عظمت و قدرت کا اعتراف کریں گے، اس امید سے کہ شاید ان کی بات مان لی جائے۔ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تو نے اپنی عظیم قدرت کے ذریعے سے ہمیں دو بار موت دی اور دو بار زندہ کیا، یعنی ہم نطفوں کی شکل میں مردہ اپنے اپنے باپ کی پیٹھ میں تھے، تو نے ہمیں زندگی دی، پھر ہم نے موت کا مزہ چکھا اور پھر دوبارہ تو نے ہمیں زندہ کیا ہے۔ ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں، تو کیا ایسا ممکن ہے کہ تو دوبارہ ہمیں دنیا میں بھیج دے، تاکہ ہم نیک عمل کریں؟ تو ان کا سوال رد کر دیا جائے گا اور اللہ ان سے کہے گا کہ تمھاری خبیث فطرتیں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں، تمھیں تو دنیا میں جب ایک اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو انکار کر دیتے تھے اور جب اس کے ساتھ غیروں کو شریک بنایا جاتا تھا تو ان کے سامنے فوراً سر جھکا دیتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ [الزمر : ۴۵] ''اور جب اس اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب ان کا ذکر ہوتا ہے جو اس کے سوا ہیں تو اچانک وہ بہت خوش ہو جاتے ہیں۔''

اس لیے اگر دوبارہ بھی تمھیں دنیا میں بھیج دیا جائے تو توحید باری تعالیٰ کا انکار کرو گے اور اس کے ساتھ غیروں کو شریک ٹھہراؤ گے۔ تمھارے بارے میں عذاب کا حتمی فیصلہ ہو چکا ہے، نجات کی کوئی سبیل نہیں ہے، اب اپنے آپ کو کوسو اور اپنی بدبختی پر نوحہ کرو، لیکن ان سب باتوں سے اب کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور عذاب میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔

﴿هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَ مَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ۝۱۳﴾

’’وہی ہے جو تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمھارے لیے آسمان سے رزق اتارتا ہے اور اس کے سوا کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتا جو رجوع کرے۔‘‘

فرمایا کہ اے اہل قریش! تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی توحید اور اپنی عظمت و قدرت کے عظیم دلائل تمھارے سامنے پیش کرتا ہے۔ وہی تو آسمان سے تمھارے لیے روزی بھیجتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی کہا کہ نصیحت تو وہ حاصل کرتا ہے جو گناہوں سے تائب ہوتا ہے اور ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿اَللّٰهُ يَجْتَبِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾ [الشوریٰ : ۱۳] ’’اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنی طرف راستہ اسے دیتا ہے جو رجوع کرے۔‘‘

﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۱۴﴾

’’پس اللہ کو پکارو، اس حال میں کہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والے ہو، اگرچہ کافر برا مانیں۔‘‘

اہل ایمان کو خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ تم خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور صرف اسی کو پکارو اور مشرکین کے مسلک و مذہب کی پوری پوری مخالفت کرو۔ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہر فرض نماز سے سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ » ’’اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ گناہوں سے رکنا اور عبادت پر قدرت پانا صرف اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی (سچا) معبود نہیں اور ہم (صرف) اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ ہر نعمت کا مالک وہی ہے اور سارا فضل اسی کی ملکیت ہے، اسی کے لیے اچھی تعریف ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم اسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہیں اگرچہ کافر برا منائیں۔‘‘ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ [مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ و بیان صفته : ۵۹۴]

﴿رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝۱۵ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ۬ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِ

الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

”وہ بہت بلند درجوں والا، عرش کا مالک ہے، اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی اتارتا ہے، تاکہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔ جس دن وہ صاف ظاہر ہوں گے، ان کی کوئی چیز اللہ پر چھپی نہ ہوگی۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ اللہ ہی کی جو ایک ہے، بہت دبدبے والا ہے۔ آج ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا، آج کوئی ظلم نہیں۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و کبریائی کو بیان کرتے ہوئے اپنے عرش عظیم کی بلندی کو بیان فرمایا ہے کہ وہ عالی مرتبہ اور عرش والا ہے، اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے وحی بھیج کر اپنا رسول بنا لیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [النحل : ۲، ۳] ”وہ فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے کہ خبردار کر دو کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو مجھ سے ڈرو۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔ وہ اس سے بہت بلند ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴾ [الشعرآء : ۱۹۲ تا ۱۹۴] ”اور بے شک یہ یقیناً رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔ جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔ تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں سے ہو جائے۔“

آگے وحی کا مقصد بیان فرمایا کہ وہ لوگوں کو اس دن سے ڈرائے جب اہل زمین آسمان والوں سے ملیں گے اور بندے اپنے خالق کے سامنے حاضر ہوں گے۔ جس دن تمام لوگ اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے اور ان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں ہوگی۔ جب تمام مخلوقات کی روحیں قبض کر لی جائیں گی اور اللہ کے سوا کوئی باقی نہیں رہے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ تین بار کہے گا، آج بادشاہت کس کی ہے؟ پھر خود ہی جواب دے گا، اس اللہ کی ہے جو تنہا ہے اور جو ہر چیز پر قاہر و غالب ہے۔ جس دن ہر شخص کو عدل الٰہی کے مطابق اس کے کیے کا بدلہ چکا دیا جائے گا۔ اس دن کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَىِٕذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴾ [الحاقة : ۱۸] ”اس دن تم پیش کیے جاؤ گے، تمھاری کوئی چھپی ہوئی بات چھپی نہیں رہے گی۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم اللہ سے ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کیے ہوئے ملو گے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر : ۶۵۲۵]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس

سے اللہ قیامت کے دن بغیر ترجمان کے گفتگو نہ کرے۔ پھر وہ شخص اپنے سامنے دیکھے گا تو اسے کوئی چیز دکھائی نہیں دے گی، وہ پھر اپنے سامنے دیکھے گا تو اسے دوزخ دکھائی دے گی، تو تم میں سے جو کوئی بھی دوزخ سے بچ سکتا ہے تو وہ بچے، اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب من نوقش الحساب عذب : ۶۵۳۹۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقة ...... الخ : ۱۰۱۶]

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو ایک مٹھی میں لے لے گا اور آسمانوں کو داہنے ہاتھ پر لپیٹ لے گا، پھر فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ والأرض جميعا قبضته...... الخ ﴾ : ۴۸۱۲۔ مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب صفة القيامة ...... الخ : ۲۷۸۷]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ لے گا اور انھیں اپنے دائیں ہاتھ میں لے گا، پھر فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جابر اور کہاں ہیں تکبر کرنے والے؟ پھر اپنے بائیں (یعنی دوسرے) ہاتھ پر زمین کو لپیٹ لے گا اور فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جابر اور کہاں ہیں تکبر کرنے والے؟'' [مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار : ۲۷۸۸]

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَھُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۲۵] ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم انھیں اس دن کے لیے جمع کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کرنا اپنے آپ پر بھی حرام کر رکھا ہے اور تمھارے درمیان بھی حرام کر رکھا ہے، سو تم میں سے بھی کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔ اے میرے بندو! یہ تو تمھارے اعمال ہیں، جنھیں میں شمار کرتا رہتا ہوں اور پھر ان کا تمھیں پورا پورا بدلہ دوں گا، لہٰذا جو شخص بھلائی پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے سوا پائے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۷]

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ڛ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ۝۱۸

''اور انھیں قریب آنے والی گھڑی کے دن سے ڈرا جب دل گلوں کے پاس غم سے بھرے ہوں گے، ظالموں کے لیے نہ کوئی دلی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنی قوم کو قیامت کے دن سے ڈرائیے، جو بہت ہی قریب آ چکا ہے، تاکہ وہ شرک و معاصی کا ارتکاب کر کے اس دن کے عذاب کے مستحق نہ بن جائیں۔ اس دن لوگوں کے دلوں پر ایسا خوف و رعب طاری ہوگا کہ دل حلق تک پہنچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے نافرمان لوگ دنیا میں اپنے کیے ہوئے برے کرتوتوں کی وجہ سے غم سے نڈھال ہوں گے۔ ان پر مکمل سکوت طاری ہوگا، شرک و معاصی کرنے والوں کا اس دن نہ کوئی رشتہ دار ہوگا اور نہ کوئی مونس و غم خوار اور نہ کوئی سفارشی ہوگا۔ گویا کہ قیامت کا دن بہت ہی خوف ناک ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ﴾ [الحج : ۱، ۲] ”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔“ خوف کی وجہ سے دل دھڑک رہے ہوں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۝ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ﴾ [النازعات : ۸، ۹] ”کئی دل اس دن دھڑکنے والے ہوں گے۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔“

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم لوگ (قیامت کے دن) ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کیے ہوئے جمع کیے جاؤ گے۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! پھر تو مرد اور عورت ایک دوسرے (کی عریانی) کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: ”اے عائشہ! وہ ایسا سخت وقت ہوگا کہ اس بات کا کسی کو ہوش بھی نہیں ہوگا۔“ [بخاری، كتاب الرقاق، باب الحشر : ٦٥٢٧۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا...... الخ : ٢٨٥٩]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت: ﴿يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [المطففين : ٦] کی تفسیر میں فرمایا: ”تم میں سے ہر کوئی (سارے جہانوں کے رب کے سامنے) کھڑا ہوگا، اس حال میں کہ اس کا پسینا اس کے کانوں کی لو تک پہنچا ہوگا۔“ [بخاری، كتاب الرقاق، باب قول الله تعالى : ﴿ ألا يظن أولئك أنهم مبعوثون، ليوم عظيم ...... الخ ﴾ : ٦٥٣١۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في صفة يوم القيامة ...... الخ : ٢٨٦٢]

سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن سورج مخلوق کے بہت زیادہ نزدیک کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ اس کا فاصلہ لوگوں سے ایک میل رہ جائے گا۔ تو لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، ان میں سے کوئی تو اپنے ٹخنوں تک ڈوبا ہوا ہوگا، کوئی اپنے گھٹنوں تک اور کوئی

اپنی کمر تک اور ان میں سے کسی کو پسینے کی لگام پہنائی گئی ہوگی۔'' (یہ فرماتے وقت) رسول اللہ ﷺ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا (یعنی وہ لوگ منہ تک پسینے میں غرق ہوں گے)۔[مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في صفة يوم القيامة ...... الخ : ۲۸٦٤]

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ : قیامت کے دن نہ کوئی دوست کام آئے گا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔ دوست اور سفارشی سے متعلق ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾[البقرة : ۲٥٤] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾[البقرة : ۱۲۳] ''اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ اسے کوئی سفارش نفع دے گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔''

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَ مَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾

''وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مکمل علم کے بارے میں خبر دی ہے جو جلیل و حقیر، صغیر و کبیر اور دقیق و لطیف اشیاء کا مکمل احاطہ کیے ہوئے ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ڈرائے کہ اسے ان کے بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کریں جس طرح حیا کرنے کا حق ہے اور اس طرح تقویٰ اختیار کریں جس طرح اس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے اور اس سے اس طرح معاملہ کریں جس طرح اس سے معاملہ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو آنکھ کی خیانت کو بھی جانتا ہے اور وہ دلوں کی دھڑکنوں اور ان میں مخفی تمام رازوں تک سے آگاہ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ ﴾[آل عمران : ٥] ''بے شک اللہ وہ ہے جس پر کوئی چیز نہ زمین میں چھپی رہتی ہے اور نہ آسمان میں۔''

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''تو جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈر اور برائی کے بعد نیکی کر، کیونکہ نیکی برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آ۔'' [ترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء في معاشرة الناس : ۱۹۸۷]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے (اپنے دور کے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا، تم بہت سے ایسے کام کرتے ہو جو

تمھاری آنکھوں میں بال سے زیادہ باریک ہوتے ہیں (یعنی حقیر اور معمولی ہوتے ہیں)، لیکن ہم انھیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سخت تباہ کن چیزوں میں سے شمار کرتے تھے۔[بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من محقرات الذنوب : ۶۴۹۲]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو بھی غیرت آتی ہے اور یہ غیرت اسے اس وقت آتی ہے جب مومن آدمی ایسے کام کا ارتکاب کرتا ہے جسے اس نے اس پر حرام کیا ہوتا ہے۔''[بخاری، کتاب النکاح، باب الغیرۃ ...... الخ : ۵۲۲۳۔ مسلم، کتاب التوبۃ، باب غیرۃ اللہ تعالٰی و تحریم الفواحش : ۲۷۶۱]

وَ اللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۠ ﴿۴۰﴾ ع۲

''اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور وہ لوگ جنھیں وہ اس کے سوا پکارتے ہیں کسی بھی چیز کا فیصلہ نہیں کرتے۔ بے شک اللہ ہی تو سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں یہ خبر بھی دی ہے کہ اس کا فیصلہ بڑا عادلانہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ وہ اچھائی کا بدلہ اچھے انجام کے ذریعے سے اور برائی کا بدلہ برے انجام کے ذریعے سے دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ اس کے برعکس وہ معبودانِ باطلہ جنھیں مشرکین پکارتے ہیں، وہ کسی فیصلے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں اور اللہ تو ہر بات کو سننے والا اور ہر چیز کو دیکھنے والا ہے، لہٰذا وہ بندوں کے درمیان عادلانہ فیصلے کی مکمل قدرت رکھتا ہے۔ اسی لیے ارشاد فرمایا: ﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ؕ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴾ [فاطر : ۱۳، ۱۴] ''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ۵] ''اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔''

اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا
هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ
مِنْ وَّاقٍ ۝۲۱ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ
شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲۲

''اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ تو قوت میں ان سے بہت زیادہ سخت تھے اور زمین میں یادگاروں کے اعتبار سے بھی، پھر اللہ نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا اور انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ یہ اس لیے کہ بے شک وہ لوگ، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آتے رہے تو انھوں نے انکار کیا تو اللہ نے انھیں پکڑ لیا۔ بے شک وہ بہت قوت والا، بہت سخت سزا دینے والا ہے۔''

نبی کریم ﷺ کی رسالت کی تکذیب کرنے والوں کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ لوگ اللہ کی زمین پر گھوم پھر کر ان قوموں کا انجام کیوں نہیں دیکھتے، جنھوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی، تو اللہ نے انھیں عذاب کے ذریعے سے ہلاک کر دیا، حالانکہ وہ لوگ کفارِ مکہ سے زیادہ طاقتور تھے۔ انھوں نے زمین کو آباد کرنے کے لیے بڑی بڑی عمارتیں بنائی تھیں اور وہ دنیاوی اعتبار سے خوب کامیاب تھے، لیکن جب اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کا مؤاخذہ کیا، تو انھیں کوئی بچا نہ سکا۔ ان کا یہ انجام اس لیے ہوا کہ ان کے پاس انبیائے کرام توحید و رسالت کے اثبات میں بڑی واضح نشانیاں اور صریح دلائل لے کر آئے، لیکن انھوں نے انکار کر دیا تو اللہ نے انھیں پکڑ لیا اور ہلاک کر دیا۔ اس ذات برحق کا مقابلہ کون کر سکتا ہے، وہ تو بہت زبردست قوت والا اور بڑا سخت عذاب دینے والا ہے۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۲۳ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ قَارُوْنَ فَقَالُوْا
سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۲۴ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْۤا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ
وَ اسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَ مَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝۲۵ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْۤ اَقْتُلْ
مُوْسٰى وَ لْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝۲۶
وَ قَالَ مُوْسٰۤى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝۲۷ ع

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی آیات اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا۔ فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف تو انھوں نے کہا جادوگر ہے، بہت جھوٹا ہے۔ پس جب وہ ہمارے ہاں سے حق لے کر ان کے پاس آیا تو انھوں نے کہا ان لوگوں

کے بیٹوں کو، جو اس کے ہمراہ ایمان لائے ہیں، قتل کرو اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دو اور نہیں کافروں کی چال مگر سراسر ناکام۔ اور فرعون نے کہا مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے رب کو پکار لے، بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمھارا دین بدل دے گا، یا یہ کہ زمین میں فساد پھیلا دے گا۔ اور موسیٰ نے کہا بے شک میں نے اپنے رب اور تمھارے رب کی پناہ لی ہے ہر اس متکبر سے جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ہمارے نبی! ہم نے آپ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں، دلائل اور براہان دے کر فرعون، ہامان اور قارون کے پاس بھیجا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب ان کے سامنے اپنے رب کی دعوتِ توحید پیش کی اور عصائے موسیٰ، ید بیضا اور دیگر معجزات پیش کیے، جو ان کے رسول ہونے پر پوری صراحت کے ساتھ دلالت کرتے تھے، تو فرعونیوں سے کچھ نہ بن پڑا، وہ کہنے لگے کہ یہ تو بہت بڑا جھوٹا اور جادوگر ہے۔ پھر آپس میں سازش کی کہ جو لوگ موسیٰ پر ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں کو خدمت کے لیے زندہ رکھا جائے۔ اس سے مقصود بنی اسرائیل کی اہانت، ان کی تعداد کم کرنا اور ان کے دلوں میں یہ بات بٹھانا تھی کہ موسیٰ ہی ان کی بربادی اور ہلاکت کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کافروں کی سازش دھری کی دھری رہ گئی، دین موسوی پھیلتا گیا، بنی اسرائیل کی نسل میں افزائش ہوتی رہی اور بالآخر فرعون اور فرعونی اپنے آخری انجام کو پہنچ گئے۔ فرعون نامراد جب اللہ کے معجزوں کے مقابلے میں پے در پے شکست کھاتا گیا، تو اپنی قوم کے سامنے اپنا کھویا ہوا وقار بحال کرنے کے لیے کہنے لگا کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ میں موسیٰ کو موت کے گھاٹ اتار دوں، پھر کبر و نخوت کی آخری حدوں کو چھوتے ہوئے کہنے لگا کہ مجھے اس کے رب کی کوئی پروا نہیں ہے، اسے وہ اپنی مدد کے لیے بلا لے۔ اپنے فیصلے کی تائید میں یہ دلیل پیش کی کہ اے میری قوم کے لوگو! مجھے ڈر ہے کہ وہ اپنی ساحرانہ چالوں کے ذریعے سے تمھارے دل و دماغ پر نہ چھا جائے اور تم لوگ اس سے متاثر ہو کر اس کا دین و مذہب قبول کر لو، تمھاری عادات و اطوار بدل جائیں اور زمین فساد سے بھر جائے۔

موسیٰ علیہ السلام کو جب اس کی دھمکی کی خبر ہوئی تو انھوں نے اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی اور کہا کہ میں ہر اس متکبر سے جو یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے، اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ وہی اپنے دین کا محافظ اور اپنے مومن بندوں کا حامی و ناصر ہے، چنانچہ اللہ نے انھیں اس کے شر سے محفوظ رکھا۔

وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾

يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَ مَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

''اور فرعون کی آل میں سے ایک مومن آدمی نے کہا جو اپنا ایمان چھپاتا تھا، کیا تم ایک آدمی کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے ''میرا رب اللہ ہے'' حالانکہ یقیناً وہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے واضح دلیلیں لے کر آیا ہے اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہے تو تمھیں اس کا کچھ حصہ پہنچ جائے گا جس کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے۔ بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھنے والا، سخت جھوٹا ہو۔ اے میری قوم! آج تمھی کو بادشاہی حاصل ہے، اس حال میں کہ (تم) اس سرزمین میں غالب ہو، پھر اللہ کے عذاب سے کون ہماری مدد کرے گا، اگر وہ ہم پر آ گیا؟ فرعون نے کہا میں تو تمھیں وہی رائے دے رہا ہوں جو خود رائے رکھتا ہوں اور میں تمھیں بھلائی کا راستہ ہی بتا رہا ہوں۔''

آل فرعون کا ایک آدمی پوشیدہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر ایمان رکھتا تھا۔ جب اس نے فرعون کی بات سنی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی بات کر رہا ہے تو اس نے جرأت کر کے کہا کہ تم لوگ ایک آدمی کو صرف اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ صرف اللہ کے رب ہونے کا قائل ہے۔ حالانکہ وہ اپنے اور اپنے عقیدہ کی صداقت پر تمھارے سامنے ایسے دلائل پیش کر چکا ہے جن کی تم تردید نہیں کر سکے ہو۔ مردِ مومن نے اس کے بعد اپنے لہجہ میں تھوڑی سی نرمی پیدا کرتے ہوئے کہا، اگر ہم مان لیں کہ وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا نقصان اسے ہی پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں جگہ اس کے جھوٹ کی اسے سزا دے گا اور اگر وہ سچا ہے اور تم اسے تکلیف دو گے تو جس دنیاوی اور اخروی عذاب کی وہ دھمکی دیتا ہے اس کی گرفت میں آ جاؤ گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی اس آدمی کو کامیاب نہیں کرتا جو حد سے تجاوز کرنے والا اور جھوٹا ہوتا ہے۔

مردِ مومن نے جب دیکھا کہ اس کی بات نے فرعون اور فرعونیوں پر کچھ مثبت اثر ڈالا ہے تو موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انھیں مزید نصیحت کی اور کہا، اے میری قوم کے لوگو! آج تم لوگ ملک مصر کے بادشاہ ہو اور تمھیں غلبہ حاصل ہے تو اللہ کا شکر ادا کرو اور عذابِ الٰہی کو دعوت نہ دو۔ اس لیے کہ اگر عذاب آ گیا تو ہمیں اور تمھیں کوئی اس سے بچا نہ سکے گا۔ فرعون نے جب اس مردِ مومن کی یہ بات سنی تو اپنی قوم کو دھوکا دینے کے لیے اور انھیں یہ باور کرانے کے لیے کہ وہ ان کے لیے بڑا مخلص ہے، کہنے لگا کہ جو رائے مجھے تمھارے حق میں بہتر معلوم ہوتی ہے، یعنی موسیٰ کا قتل کیا جانا، وہی میں نے تمھارے سامنے پیش کی ہے۔ میں نے تو تمھاری صحیح راہنمائی کرنا چاہی ہے، تاکہ موسیٰ زندہ رہ کر تمھارا دین نہ بدل دے اور سرزمین مصر میں فساد کا سبب نہ بنے۔

﴿ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾ : عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں

نے سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑی ایذا کیا پہنچائی ہے؟ آپ نے فرمایا، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ کی گردن میں چادر ڈال کر بل دینے لگا، وہ بری طرح آپ کا گلا گھونٹنے لگا۔ اس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوڑے دوڑے آئے، انھوں نے اسے دھکا دے کر پرے پھینکا اور فرمانے لگے: ﴿ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [المؤمن : ۲۸] ”کیا تم اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمھارے پاس دلیلیں لے کر آیا ہے۔“ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و أصحابه من المشرکین بمکة : ۳۸۵۶]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ انسان جابر حاکم یا ظالم امیر کے سامنے حق و انصاف کا کلمہ کہہ گزرے۔“ [أبو داؤد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنھی : ۴۳۴۴۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء أفضل الجھاد کلمة عدل عند سلطان جائر : ۲۱۷۴]

وَ قَالَ الَّذِيْۤ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ۝۳۰ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَ مَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۝۳۱ وَ يٰقَوْمِ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۝۳۲ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝۳۳

”اور اس شخص نے کہا جو ایمان لایا تھا، اے میری قوم! بے شک میں تم پر (گزشتہ) جماعتوں کے دن کی مانند سے ڈرتا ہوں۔ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان لوگوں کے حال کی مانند سے جو ان کے بعد تھے اور اللہ اپنے بندوں پر کسی طرح کے ظلم کا ارادہ نہیں کرتا۔ اور اے میری قوم! یقیناً میں تم پر ایک دوسرے کو پکارنے کے دن سے ڈرتا ہوں۔ جس دن تم پیٹھ پھیرتے ہوئے بھاگو گے، تمھارے لیے اللہ سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔“

اس مومن آدمی نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، اے میری قوم کے لوگو! اگر تم نے موسیٰ کو قتل کر دیا تو مجھے ڈر ہے کہ تم پر بھی اللہ کا کوئی عذاب نازل ہو جائے گا، جو تمھیں ہلاک کر دے گا، جیسے گزشتہ زمانوں میں ان قوموں کا انجام ہوا جنھوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی۔ قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور ان کے بعد آنے والی دیگر قوموں نے تمھاری ہی طرح کا رویہ اختیار کیا، تو اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب انھیں ہلاک کر دیا۔ اے میری قوم کے لوگو! میں تمھارے بارے میں قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں، جس دن تم حساب کے بعد از خود میدانِ محشر سے جہنم کی طرف بھاگ رہے ہو گے۔ اس دن تمھیں عذاب الٰہی سے کوئی نہیں بچا سکے گا اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کون ہدایت

دے سکتا ہے؟ قیامت کے دن ہر مجرم افسوس کا اظہار کرے گا، مجرم آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے اور اپنی بدحالی پر افسوس کا اظہار کریں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا يَا وَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ ﴾ [الأنبياء : ۹۷] ''اور سچا وعدہ بالکل قریب آ جائے گا تو اچانک یہ ہوگا کہ ان لوگوں کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گی جنھوں نے کفر کیا۔ ہائے ہماری بربادی! بے شک ہم اس سے غفلت میں تھے، بلکہ ہم ظلم کرنے والے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوا يَا وَيْلَنَا هَٰذَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ۝ احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝ مِن دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ ۝ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم مَّسْئُولُونَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ۝ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ۝ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ۝ قَالُوا بَل لَّمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ ۖ بَلْ كُنتُمْ قَوْمًا طَاغِينَ ۝ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۖ إِنَّا لَذَائِقُونَ ۝ فَأَغْوَيْنَاكُمْ إِنَّا كُنَّا غَاوِينَ ۝ فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴾ [الصافات: ۲۰ تا ۳۳] ''اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! یہ تو جزا کا دن ہے۔ یہی فیصلے کا دن ہے، جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ اکٹھا کرو ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو اور جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔ اللہ کے سوا، پھر انھیں جہنم کی راہ کی طرف لے چلو۔ اور انھیں ٹھہراؤ، بے شک یہ سوال کیے جانے والے ہیں۔ کیا ہے تمھیں، تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ بلکہ آج وہ بالکل فرماں بردار ہیں۔ اور ان کے بعض بعض کی طرف متوجہ ہوں گے، ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ کہیں گے بے شک تم ہمارے پاس قسم کی راہ سے آتے تھے۔ وہ کہیں گے بلکہ تم ایمان والے نہ تھے۔ اور ہمارا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا، بلکہ تم (خود) حد سے بڑھنے والے لوگ تھے۔ سو ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی۔ بے شک ہم یقیناً چکھنے والے ہیں۔ سو ہم نے تمھیں گمراہ کیا، بے شک ہم خود گمراہ تھے۔ پس بے شک وہ اس دن عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے۔''

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِن قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَاءَكُم بِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَن يَبْعَثَ اللَّهُ مِن بَعْدِهِ رَسُولًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ۝۳۴

''اور بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے تمھارے پاس یوسف واضح دلیلیں لے کر آیا تو تم اس کے بارے میں شک ہی میں رہے، جو وہ تمھارے پاس لے کر آیا، یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گیا تو تم نے کہا اس کے بعد اللہ کبھی کوئی رسول نہ بھیجے گا۔ اسی طرح اللہ ہر اس شخص کو گمراہ کرتا ہے جو حد سے بڑھنے والا، شک کرنے والا ہو۔''

مردِ مومن نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، اے اہل مصر! موسیٰ سے پہلے تمھارے پاس یوسف بن یعقوب علیہما السلام معجزات اور اپنی صداقت کی کھلی نشانیاں لے کر آئے اور تمھیں ایک مدت تک اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے رہے۔ خود

ان کا اعلیٰ ترین کردار اور ان کی پاک دامنی ان کے نبی ہونے کی گواہی دیتے رہے، لیکن تم لوگ ان کے لائے ہوئے دین توحید میں شک ہی کرتے رہے اور جب ان کی وفات ہو گئی تو تم بہت خوش ہوئے اور اپنے کفر کی وجہ سے کہنے لگے کہ اب یوسف کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا۔ یعنی تم نے یوسف اور اس کے بعد آنے والے انبیاء کا انکار کر دیا۔ یہ تمھاری ضلالت و گمراہی کی انتہا تھی۔ اللہ تعالیٰ افترا پردازی میں حد سے تجاوز کرنے والے اور ہر بات میں شک کرنے والے کو اسی طرح گمراہ کر دیتا ہے۔

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾

”وہ لوگ جو اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں، بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو، بڑی ناراضی کی بات ہے اللہ کے نزدیک اور ان کے نزدیک جو ایمان لائے۔ اسی طرح اللہ ہر متکبر، سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔“

اب اس اللہ کے بندے نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا کہ جو لوگ حق کی آواز دبانے کے لیے شیطانی ہتھکنڈے استعمال کرتے اور اللہ کی جانب سے بغیر کسی حجت و برہان کے اس کی آیتوں میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں، تاکہ لوگ ایمان نہ لائیں، ان کا یہ کردار اللہ اور اس کے مومن بندوں کی نظر میں بہت ہی زیادہ مبغوض ہے۔ ایسے لوگوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگا کر ان سے نور بصیرت چھین لیتا ہے، پھر وہ حق و باطل کی تمیز سے محروم ہو جاتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو وہ نقطہ بڑھ جاتا ہے حتیٰ کہ زنگ سارے دل پر چھا جاتا ہے۔“ [ترمذی، کتاب التفسیر، باب و من سورۃ ویل للمطففین : ۳۳۳۴]

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ صُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَ مَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾

ع ۴

”اور فرعون نے کہا اے ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت بنا، تاکہ میں راستوں پر پہنچ جاؤں۔ آسمانوں کے راستوں پر، پس موسیٰ کے معبود کی طرف جھانکوں اور بے شک میں اسے یقیناً جھوٹا گمان کرتا ہوں۔ اور اس طرح فرعون کے لیے اس کا برا عمل خوشنما بنا دیا گیا اور وہ سیدھی راہ سے روک دیا گیا اور فرعون کی تدبیر تباہی ہی میں تھی۔“

یہ فرعون کی سرکشی اور تمرد کا بیان ہے کہ اپنے طبعی تکبر کا اظہار کرتے ہوئے ہامان سے کہنے لگا کہ میرے لیے ایک نہایت بلند و بالا عمارت بناؤ، جس کے ذریعے سے میں آسمان کے راستے طے کروں اور موسیٰ کے معبود کو دیکھوں، حالانکہ میں تو موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں کہ میرے سوا اس کا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفر و تکبر میں حد سے تجاوز کر جانے کی وجہ سے فرعون کے دل پر مہر لگا دی گئی اور اس کی بداعمالیوں اور کفر کو اس کی نگاہوں میں خوبصورت بنا کر راہ حق کی اتباع کرنے سے روک دیا گیا اور اس کی سازش اور اس کی چال اس کے کسی کام نہ آئی۔

وَقَالَ الَّذِيٓ اٰمَنَ يٰقَوۡمِ اتَّبِعُوۡنِ اَهۡدِكُمۡ سَبِيۡلَ الرَّشَادِ ۚ ﴿۳۸﴾ يٰقَوۡمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الۡحَيٰوةُ
الدُّنۡيَا مَتَاعٌ ۫ وَّاِنَّ الۡاٰخِرَةَ هِىَ دَارُ الۡقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنۡ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجۡزٰٓى اِلَّا مِثۡلَهَا ۚ
وَمَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ يُرۡزَقُوۡنَ
فِيۡهَا بِغَيۡرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾

''اور اس شخص نے کہا جو ایمان لایا تھا، اے میری قوم! میرے پیچھے چلو، میں تمھیں بھلائی کا راستہ بتاؤں گا۔ اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو معمولی فائدے کے سوا کچھ نہیں اور یقیناً آخرت، وہی رہنے کا گھر ہے۔ جس نے کوئی برائی کی تو اسے ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا اور جس نے کوئی نیک عمل کیا، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہوا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اس میں بے حساب رزق دیے جائیں گے۔''

ایمان لانے والے اس بندے نے دعوت و تبلیغ کے لیے اپنی کوشش جاری رکھتے ہوئے کہا، اے میری قوم کے لوگو! میں نے جس دین کو قبول کر لیا ہے اسے تم لوگ بھی قبول کر لو، میں تمھیں اس راہ پر لے چلوں گا جو جنت کی راہ ہے۔ اے میری قوم کے لوگو! یہ دنیاوی زندگی چند روزہ ہے، جسے بہر حال ختم ہو جانا ہے اور آخرت کی زندگی جو اس زندگی کے بعد آنے والی ہے، وہی درحقیقت ابدی امن و استقرار اور سکون و راحت کی زندگی ہے، اس لیے تمھیں اس ابدی زندگی کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یاد رکھو! حساب کا دن بہت ہی قریب ہے، جو شخص اس دنیا میں برائی کرے گا تو اسے اس کے برابر سزا ملے گی اور جو لوگ، مرد ہوں یا عورتیں، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہوئے عمل صالح کریں گے، وہ جنت میں داخل ہوں گے، جہاں انھیں بغیر کسی پریشانی کے ان گنت نعمتیں اور بے شمار روزی ملے گی۔

وَيٰقَوۡمِ مَا لِىۡۤ اَدۡعُوۡكُمۡ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدۡعُوۡنَنِىۡۤ اِلَى النَّارِ ؕ ﴿۴۱﴾ تَدۡعُوۡنَنِىۡ لِاَكۡفُرَ بِاللّٰهِ
وَاُشۡرِكَ بِهٖ مَا لَيۡسَ لِىۡ بِهٖ عِلۡمٌ ۫ وَّاَنَا اَدۡعُوۡكُمۡ اِلَى الۡعَزِيۡزِ الۡغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدۡعُوۡنَنِىۡۤ

اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾

''اور اے میری قوم! مجھے کیا ہے کہ میں تمھیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو۔ تم مجھے بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور اس کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤں جس کا مجھے کچھ علم نہیں اور میں تمھیں سب پر غالب، بے حد بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔ کوئی شک نہیں کہ یقیناً تم مجھے جس کی طرف بلاتے ہو اس کے لیے کسی طرح پکارنا نہ دنیا میں (درست) ہے اور نہ آخرت میں اور یہ کہ یقیناً ہمارا لوٹنا اللہ کی طرف ہے اور یہ کہ یقیناً حد سے بڑھنے والے، وہی آگ میں رہنے والے ہیں۔ پس عنقریب تم یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔''

مردِ مومن نے فرعونیوں سے یہ بھی کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! میں تو تمھیں راہ نجات پر چلنے کی دعوت دیتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور موسیٰ علیہ السلام اس کے رسول ہیں، جبکہ تم لوگ مجھے کفر و شرک کی دعوت دیتے ہو اور اللہ کے ساتھ ایسے جھوٹے معبودوں کو شریک بنانے کو کہتے ہو جن کے معبود ہونے کا مجھے علم نہیں ہے۔ میں تمھیں اس اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو زبردست ہے، اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور جو بڑا معاف کرنے والا ہے۔ تم لوگ مجھے جن بتوں کی عبادت کی دعوت دیتے ہو، انھیں پکارنے کا نہ تو دنیا میں کوئی فائدہ ہے کہ وہ ہماری تکلیفوں اور مصیبتوں کو دور کر دیں گے اور ہماری ضرورتیں پوری کر دیں گے اور نہ آخرت ہی میں ہمارے سفارشی بن کر عذاب کو ٹال سکیں گے، کیونکہ وہ تو پتھر ہیں۔ یاد رکھو کہ ہمیں بہرحال لوٹ کر اللہ کے پاس ہی جانا ہے۔ اس دنیا میں جو لوگ حد سے تجاوز کریں گے، اللہ کا انکار کر کے لوگوں پر ظلم کریں گے اور بے گناہوں کا خون بہائیں گے تو آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ اس نے مزید کہا، لوگو! جب عذابِ الٰہی تمھیں چاروں طرف سے گھیرے گا اس وقت تم مجھے اور میری باتیں یاد کرو گے۔ میں اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کرتا ہوں، وہ اپنے فرماں بردار اور نافرمان تمام بندوں سے خوب واقف ہے۔ وہ بہتر جانتا ہے کہ کون جزائے خیر کا مستحق ہے اور کون عذاب کا؟

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

''تو اللہ نے اسے ان کے برے نتائج سے بچا لیا جو انھوں نے تدبیریں کیں اور آل فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا۔ جو

آگ ہے، وہ اس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔"

اللہ تعالیٰ نے اس داعی الی اللہ کو پہلے تو فرعون اور فرعونیوں سے نجات دی اور جب فرعون اپنے لشکر کے ساتھ سمندر میں غرق ہوا تو اسے ڈوبنے سے بچالیا۔ فرعون اور فرعونیوں کو بدترین عذاب نے آگھیرا، وہ دنیا میں نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ سمندر میں ڈبو دیے گئے۔ قبر اور برزخ میں صبح و شام یعنی ہر وقت ان کی روحوں کو آگ کا عذاب دیا جاتا ہے اور جب قیامت آئے گی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ فرعون اور فرعونیوں کو شدید ترین عذاب میں ڈال دیا جائے۔ یہ آیت کریمہ اہل سنت کے اس استدلال کی بہت بڑی دلیل ہے کہ قبروں کے اندر برزخی زندگی میں عذاب ہوگا۔ عذاب قبر نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت ان کی خدمت گزار ہوا کرتی تھی۔ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب بھی اس کے ساتھ کوئی حسن سلوک کرتیں تو وہ انھیں (ایک دعا دیتی) کہتی، اللہ تجھے قبر کے عذاب سے بچائے۔ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے آپ سے سوال کیا، اے اللہ کے رسول! کیا قیامت سے پہلے قبر میں بھی عذاب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "نہیں تو! یہ کس نے کہا؟" عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ جو یہودی عورت ہے، جب بھی ہم اس کے ساتھ کوئی حسن سلوک کرتے ہیں تو وہ کہتی ہے کہ اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یہود جھوٹے ہیں اور وہ تو (اس سے زیادہ) جھوٹ اللہ عزوجل پر باندھا کرتے ہیں، قیامت سے پہلے کوئی عذاب نہیں۔" کہتی ہیں کہ پھر کچھ دن ہی گزرے جتنے اللہ نے چاہا کہ ایک دن کپڑا لپیٹے ہوئے دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، آپ کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، آپ نے بآواز بلند فرمایا: "اے لوگو! اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے تم پر چھا جائیں گے۔ لوگو! اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم زیادہ روتے اور کم ہنستے۔ لوگو! قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو، کیونکہ عذاب قبر حق ہے۔" [مسند أحمد : ۶/ ۸۱، ح : ۲۴۵۷۴]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت ایک یہودی عورت میرے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ تم لوگ قبروں میں آزمائے جاؤ گے؟ اسے سن کر رسول اللہ ﷺ گھبرا گئے اور فرمایا: "یہود ہی آزمائے جاتے ہیں۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر چند دن بعد آپ نے فرمایا: "کیا تو جانتی ہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تم قبروں کے فتنہ میں ڈالے جاؤ گے۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فتنۂ قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ [مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر ...... الخ : ۵۸۴۔ مسند أحمد : ۶/ ۸۹، ح : ۲۴۶۳۶]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک یہودی عورت آئی اور اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا اور ساتھ اس نے دعا دی کہ اللہ تجھے عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ اس پر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''ہاں عذاب قبر برحق ہے۔'' فرماتی ہیں، اس کے بعد میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ [بخاري، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر ...... الخ : ۱۳۷۲]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی جب اپنی قبر میں لٹا دیا جاتا ہے اور دفن کرنے والے واپس لوٹتے ہیں، تو وہ ان کے قدموں کی چاپ سنتا ہے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، جو اسے بٹھا دیتے ہیں، وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تو اس آدمی یعنی محمد ﷺ کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ اب اگر وہ مومن ہے تو کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ جہنم میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے، اللہ نے اس کے بدلے تجھے جنت میں ٹھکانا دیا ہے۔ وہ ان دونوں ٹھکانوں کو دیکھ لیتا ہے۔'' قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم سے یہ بھی بیان کیا گیا کہ پھر اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''لیکن کافر یا منافق سے جب سوال کیا جاتا ہے کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے؟ تو وہ کہتا ہے، میں کچھ نہیں جانتا، جو کچھ لوگ اس شخص کے بارے میں کہتے تھے میں بھی وہی کچھ کہہ دیتا تھا۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ نہ تو خود سمجھا اور نہ کسی سمجھ دار کی پیروی کی۔ پھر اسے لوہے کے ہتھوڑے سے ایسی شدید ضرب لگائی جاتی ہے کہ وہ چلا اٹھتا ہے، جنوں اور انسان کے سوا اس کے آس پاس والے سب اس کی چیخ پکار سنتے ہیں۔'' [بخاري، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر ...... الخ : ۱۳۷٤]

وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ : سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جب بھی کوئی شخص مر جاتا ہے تو ہر صبح و شام اس کا ٹھکانا اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ جنتی ہے تو جنت سے اور اگر وہ جہنمی ہے تو جہنم سے اور کہا جاتا ہے کہ تیری اصل جگہ یہ ہے جہاں تجھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھیجے گا۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه ...... الخ : ٦٦/ ٢٨٦٦۔ بخاري، كتاب الجنائز، باب الميت يعرض عليه مقعده بالغداة والعشي : ۱۳۷۹]

وَ اِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَاۤ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾

''اور جب وہ آگ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور لوگ ان سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ

بے شک ہم تمھارے ہی پیچھے چلنے والے تھے، تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ ہٹانے والے ہو؟ وہ لوگ کہیں گے جو بڑے بنے تھے بے شک ہم سب اس میں ہیں، بے شک اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے۔"

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ وہ کیسا وقت ہوگا جب جہنمی جہنم میں آپس میں جھگڑیں گے، دنیا میں ان میں سے جو لوگ کمزور تھے، جو طاقت و ثروت والے کافروں کے ڈر سے ان کے پیچھے پیچھے چلتے تھے، وہ ان بڑوں سے کہیں گے کہ دنیا میں تم نے ہمیں اپنی پیروی کرنے پر مجبور کر رکھا تھا اور تمھیں اپنی قیادت و سیادت پر بڑا ناز تھا، تو کیا آج عذابِ نار کو ہم سے ہلکا کر سکو گے، کیا آج کچھ بھی ہمارے کام آؤ گے؟ تو متکبرینِ دنیا، جو جہنم کی کھائیوں میں جل رہے ہوں گے، کہیں گے کہ تمھارے ساتھ ہم بھی جہنم میں ہیں، اگر آج ہم کچھ بھی کر سکتے ہوتے تو پہلے اپنے آپ کو بچاتے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے، اہل جنت کو جنت میں داخل کر دیا ہے اور اہل جہنم کو جہنم میں ڈال دیا ہے، اب ہم میں سے کسی کے لیے نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

دوزخیوں کے درمیان جو جھگڑا ہوگا اس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ کیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ا۟لْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْۤ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [سبا : ۳۱ تا ۳۳] "اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا ہم ہرگز نہ اس قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ اس پر جو اس سے پہلے ہے، اور کاش! تو دیکھے جب یہ ظالم اپنے رب کے پاس کھڑے کیے ہوئے ہوں گے، ان میں سے ایک دوسرے کی بات رد کر رہا ہوگا، جو لوگ کمزور سمجھے گئے تھے ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہہ رہے ہوں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لانے والے ہوتے۔ وہ لوگ جو بڑے بنے تھے، ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے گئے، کہیں گے کیا ہم نے تمھیں ہدایت سے روکا تھا، اس کے بعد کہ وہ تمھارے پاس آئی؟ بلکہ تم مجرم تھے۔ اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے، ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہیں گے بلکہ (تمھاری) رات اور دن کی چالبازی نے (ہمیں روکا) جب تم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لیے شریک ٹھہرائیں۔ اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب عذاب دیکھیں گے اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں جنھوں نے کفر کیا، طوق ڈال دیں گے۔ انھیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی کا جو وہ کیا کرتے تھے۔" اور فرمایا: ﴿ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ

اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۬ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۸، ۳۹] ”فرمائے گا ان جماعتوں کے ہمراہ جو جنوں اور انسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکی ہیں، آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی اپنے ساتھ والی کو لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جس وقت سب ایک دوسرے سے آملیں گے تو ان کی پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا، تو انھیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔ اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمھاری ہم پر کوئی برتری تو نہ ہوئی، تو عذاب چکھو اس کے بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔“

وَ قَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ۝۴۹
قَالُوْۤا اَوَ لَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَ مَا دُعٰٓؤُا
الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝۵۰ ع

”اور وہ لوگ جو آگ میں ہوں گے جہنم کے نگرانوں سے کہیں گے اپنے رب سے دعا کرو، وہ ہم سے ایک دن کچھ عذاب ہلکا کر دے۔ وہ کہیں گے اور کیا تمھارے پاس تمھارے رسول واضح دلیلیں لے کر نہیں آیا کرتے تھے؟ کہیں گے کیوں نہیں، وہ کہیں گے پھر دعا کرو اور کافروں کی دعا تو بالکل ہی بے کار ہے۔“

جہنم میں عذاب پانے والے بڑے اور چھوٹے تمام کافر عذاب کی سختیوں سے تنگ آ کر اور ہر طرف سے ناامید ہو کر جہنم پر مامور فرشتوں سے التجا کریں گے کہ ذرا تم ہی اپنے رب سے ہم پر رحم کرنے کی دعا کرو کہ وہ ایک ہی دن کے لیے ہم سے عذاب کو ہلکا کر دے۔ وہ فرشتے جواب دیں گے کہ کیا تمھارے پاس تمھارے لیے بھیجے گئے انبیاء دعوتِ ایمان لے کر نہیں آئے تھے اور انھوں نے ظاہر دلائل کے ذریعے سے اللہ کے دین کی صداقت کو ثابت کر کے تمھیں شرک و معاصی سے روکا نہیں تھا؟ تو جہنمی کہیں گے کہ ہاں! ہمارے پاس انبیاء آئے تھے، لیکن ہم نے ان کی بات ان سنی کر دی تھی۔ تو فرشتے کہیں گے کہ پھر تم خود ہی اپنے رب کو پکارو، ہم نہ تمھاری بات سنیں گے اور نہ چاہیں گے کہ تمھیں جہنم سے نجات مل جائے۔ ہم تمھیں یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ تم پکارو یا نہ پکارو، نتیجہ ایک ہی ہے کہ تم سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا، تم اسی طرح جہنم میں جلتے رہو گے۔

جہنم پر جو فرشتے متعین ہیں ان کی بات چیت اور ملامت کا ذکر قرآن مجید میں اور جگہ بھی آیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا:
﴿ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ

مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ [الزمر : ۷۱] ”اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے کیا تمھارے پاس تم میں سے کچھ رسول نہیں آئے جو تم پر تمھارے رب کی آیات پڑھتے ہوں اور تمھیں تمھارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ کہیں گے کیوں نہیں، اور لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہوگئی۔“ اور فرمایا: ﴿اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۝ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ڏ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ښ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ [الملك : ۷ تا ۱۰] ”جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے، اس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے جیسی آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔ قریب ہوگی کہ غصے سے پھٹ جائے۔ جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے نگران ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں؟ یقیناً ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم تو ایک بڑی گمراہی ہی میں پڑے ہوئے ہو۔ اور وہ کہیں گے اگر ہم سنتے ہوتے، یا سمجھتے ہوتے تو بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔“

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ۝

”بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو ان کا عذر کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا اور انھی کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے بدترین گھر ہے۔“

اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور اپنے مومن بندوں کی مدد کرتا رہتا ہے۔ رسولوں اور مومنین کا جب بھی کفار سے مقابلہ ہوگا تو آخری فتح رسولوں اور مومنین ہی کی ہوگی، یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو پورا ہوتا رہا ہے۔ میدانِ جنگ میں آخری فتح رسولوں اور ایمان والوں ہی کی ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ [الصافات : ۱۷۱ تا ۱۷۳] ”اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے طے ہو چکی۔ کہ بے شک وہ، یقیناً وہی ہیں جن کی مدد کی جائے گی۔ اور بے شک ہمارا لشکر، یقیناً وہی غالب آنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ۭ وَكَانَ حَقًّا

عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [الروم : ٤٧] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے، پھر ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جنھوں نے جرم کیا اور مومنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہی تھا۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جو شخص میرے ولیوں سے دشمنی کرے اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع : ٦٥٠٢]

وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ : اس سے مراد قیامت کا دن ہے، اس دن انبیاء علیہم السلام اور دوسرے لوگ کافروں کی افترا پردازی اور مجرموں کی بداعمالی کی گواہی دیں گے، ارشاد فرمایا : ﴿ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴾ [النساء : ٤١] ”پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور تجھے ان لوگوں پر گواہ لائیں گے۔“

الغرض اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کافروں کو ذلیل کرے گا اور مومنین پر کرم فرمائے گا اور ان کے گناہوں پر پردہ ڈال دے گا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن کو قیامت والے دن اس کے رب کے قریب کیا جائے گا، یہاں تک کہ اللہ اپنا بازو اس پر رکھ دے گا اور اسے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا۔ اللہ فرمائے گا، کیا تو (اپنے گناہوں کو) پہچانتا ہے؟ وہ کہے گا، اے رب! میں پہچانتا ہوں۔ اللہ فرمائے گا، میں نے ان گناہوں کو دنیا میں لوگوں سے چھپایا تھا اور آج میں تیرے ان گناہوں کو بخشتا ہوں، پھر اسے نیکیوں کی کتاب دی جائے گی، جبکہ کافروں اور منافقوں کے لیے سب مخلوقات کے سامنے منادی ہوگی کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا تھا۔“ [مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علی المؤمنین ...... الخ : ٢٧٦٨]

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔ جو عقلوں والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نبوت و تورات سے نوازا اور بنی اسرائیل کو تورات کا وارث بنایا، جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی مدتوں ان کے پاس رہی اور جو عقل سلیم رکھنے والوں کے لیے روشنی اور نصیحت فراہم کرتی رہی۔ تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کتاب عطا فرمائی،

جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴾ [الشورىٰ : ۷] ''اور اسی طرح ہم نے تیری طرف عربی قرآن وحی کیا، تا کہ تو بستیوں کے مرکز (مکہ) کو ڈرائے اور ان لوگوں کو بھی جو اس کے ارد گرد ہیں اور تو اکٹھا کرنے کے دن سے ڈرائے جس میں کوئی شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی آگ میں۔'' جس طرح بنی اسرائیل کو تورات کا وارث بنایا گیا تھا، اسی طرح اس امت کو بھی کتاب یعنی قرآن کا وارث بنایا گیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴾ [فاطر : ۳۲] ''پھر ہم نے اس کتاب کے وارث اپنے وہ بندے بنائے جنھیں ہم نے چن لیا، پھر ان میں سے کوئی اپنے آپ پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں سے کوئی میانہ رو ہے اور ان میں سے کوئی نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، اللہ کے حکم سے۔ یہی بہت بڑا فضل ہے۔''

ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کو ایک قسم کی تسلی ہے کہ تورات پر عمل کرنے والے وہی لوگ تھے جو عقل والے تھے، اسی طرح قرآن مجید پر بھی وہی عمل کریں گے جو عقل والے ہوں گے۔ کافر جو قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے تو بات یہ ہے کہ یہ لوگ نادان و بے سمجھ ہیں۔ ان میں اتنی عقل بھی نہیں کہ اپنے نفع و نقصان کے متعلق سوچ سکیں، لہٰذا ان کی گمراہی پر افسوس کرنے کی ضرورت نہیں۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝۵۵

''پس صبر کر، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہ کے لیے بخشش مانگ اور دن کے پچھلے اور پہلے پہر اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔''

فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرح صبر کیجیے، بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ وہ آپ کو تنہا نہیں چھوڑے گا۔ ہر وقت اپنے رب کی یاد میں لگے رہیے اور استغفار، دعا، نماز اور تسبیح و تہلیل آپ کا شیوہ رہے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ﴾ [الأحقاف : ۳۵] ''پس صبر کر جس طرح پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی کا مطالبہ نہ کر۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴾ [النحل : ۱۲۷] ''اور صبر کر اور نہیں تیرا صبر مگر اللہ کے ساتھ اور ان پر غم نہ کر اور نہ کسی تنگی میں مبتلا ہو، اس سے جو وہ تدبیریں کرتے ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک دفعہ مال تقسیم کیا تو ایک شخص کہنے لگا کہ اس تقسیم

سے اللہ کی رضا مندی مقصود نہیں ہے۔ میں نے نبی ﷺ کے پاس آ کر آپ سے اس کی بات بیان کر دی، تو آپ کو غصہ آ گیا۔ میں نے آپ کے چہرے پر غصے کا اثر دیکھا، پھر آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے، ان کو اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی مگر پھر بھی انھوں نے صبر کیا۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ۳۴۰۵]

وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں ہر روز ستر مرتبہ سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب الدعوات، باب استغفار النبی ﷺ فی الیوم واللیلۃ : ۶۳۰۷]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو، یقیناً میں اللہ سے دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب الاستغفار والاستکثار منہ : ۲۷۰۲/۴۲]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس طرح دعا کیا کرتے تھے: ((رَبِّ اغْفِرْلِيْ خَطِيْئَتِيْ وَ جَهْلِيْ وَ إِسْرَافِيْ فِيْ أَمْرِيْ كُلِّهِ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ خَطَايَايَ وَ عَمْدِيْ وَ جَهْلِيْ وَ جِدِّيْ وَ كُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ أَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَ أَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ)) ''میرے رب! میری خطا، میری نادانی اور تمام معاملات میں میرے حد سے بڑھ جانے کو معاف کر دے اور میرے وہ گناہ بھی جنھیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ! میری مغفرت کر میری خطاؤں میں، جو مجھ سے عمداً اور جہالت میں ہوئیں اور میرے ہنسی مزاح کے کاموں میں اور یہ سب میری ہی طرف سے ہیں۔ اے اللہ! میرے اگلے اور پچھلے، چھپے اور کھلے سب گناہوں کو بخش دے۔ تو جسے چاہے مقدم کر دے اور جسے چاہے پیچھے ڈال دے (تو سب کچھ کر سکتا ہے) اور تجھے ہر بات پر قدرت ہے۔'' [بخاری، کتاب الدعوات، باب قول النبی ﷺ : اللھم اغفرلی ما قدمت وما أخرت : ۶۳۹۸]

وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ : صبر کی تلقین کے ساتھ جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد اور تسبیح کا حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴾ [طٰہٰ : ۱۳۰] ''سو اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور رات کے کچھ اوقات میں بھی پس تسبیح کر اور دن کے کناروں میں، تاکہ تو خوش ہو جائے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ۚ وَ مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴾ [قٓ : ۳۹، ۴۰] ''سو اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کی تسبیح کر اور

سجدے کے بعد کے اوقات میں بھی۔"

اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۵۶﴾

"بے شک وہ لوگ جو اللہ کی آیات میں کسی دلیل کے بغیر جھگڑتے ہیں جو ان کے پاس آئی ہو، ان کے سینوں میں ایک بڑائی کے سوا کچھ نہیں، جس تک وہ ہرگز پہنچنے والے نہیں ہیں، سو اللہ کی پناہ مانگ۔ بے شک وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔"

اے میرے نبی! جو کفار ومشرکین دین حق کو باطل دلیلوں کے ذریعے سے دبانا چاہتے ہیں اور توحید و رسالت کے صحیح دلائل کی اپنے فاسد شبہات کے ذریعے سے تردید کرنا چاہتے ہیں، دراصل ان کے دلوں میں کبر و غرور ہے جو انھیں دعوت حق کو قبول کرنے اور آپ کی رسالت کا اعتراف کرنے سے روکے ہوئے ہے۔ انھیں یقین ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، لیکن اللہ کے اس فضل و کرم پر آپ سے حسد کرتے ہیں، حالانکہ وہ نعمت انھیں کسی حال میں بھی نہیں مل سکتی۔ تو اے رسول! ان کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے رہا کرو، بے شک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ وہ سن رہا ہے جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں اور دیکھ رہا ہے جو کچھ یہ کر رہے ہیں۔ آخر یہ اس سے بچ کر کہاں جائیں گے؟ اللہ انھیں سزا دینے پر قادر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًی وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ۙ ثَانِیَ عِطْفِهٖ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّنُذِیْقُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِیْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ یَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴾ [الحج : ۸ تا ۱۰] "اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر کسی علم کے اور بغیر کسی ہدایت کے اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے۔ اس حال میں کہ اپنا پہلو موڑنے والا ہے، تاکہ اللہ کے راستے سے گمراہ کرے، اس کے لیے دنیا میں ایک رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اسے آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ یہ اس کی وجہ سے ہے جو تیرے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا اور (اس لیے) کہ بے شک اللہ ہرگز اپنے بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴾ [البقرة: ۲۰۴ تا ۲۰۶] "اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جس کی بات دنیا کی زندگی کے بارے میں تجھے اچھی لگتی ہے اور وہ اللہ کو اس پر گواہ بناتا ہے جو اس کے دل میں ہے، حالانکہ وہ جھگڑے میں سخت جھگڑالو ہے۔ اور جب واپس جاتا ہے تو زمین میں دوڑ دھوپ کرتا ہے، تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی اور نسل کو برباد کرے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اور جب اس سے کہا جاتا ہے اللہ سے ڈر تو اس کی عزت اسے

گناہ میں پکڑے رکھتی ہے، سو اسے جہنم ہی کافی ہے اور یقیناً وہ برا ٹھکانا ہے۔"

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی غرور اور تکبر ہوگا۔" ایک شخص نے کہا، یقیناً ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کا جوتا اچھا ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟) آپ نے فرمایا: "اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو یہ ہے کہ حق کو ٹھکرا دیا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔" [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانہ : ۹۱]

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

"یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑا (کام) ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

اس آیت میں بعث بعد الموت کا انکار کرنے والوں کو جھنجوڑا جا رہا ہے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پہلی اور دوسری بار پیدا کرنے سے زیادہ بڑی بات ہے، تو جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو بغیر کسی سابقہ نمونے اور بغیر موجودہ مادہ کے پیدا کیا، وہ انسانوں کو یقیناً دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے، لیکن اکثر لوگ اس دلیل پر دھیان نہیں دیتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَ اَغْطَشَ لَيْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَ الْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴾ [النازعات : ۲۷ تا ۳۲] "کیا پیدا کرنے میں تم زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اس نے اسے بنایا۔ اس کی چھت کو بلند کیا، پھر اسے برابر کیا۔ اور اس کی رات کو تاریک کر دیا اور اس کے دن کی روشنی کو ظاہر کر دیا۔ اور زمین، اس کے بعد اسے بچھا دیا۔ اس سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا۔ اور پہاڑ، اس نے انھیں گاڑ دیا۔"

وَ مَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ۙ۬ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ لَا الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾

"اور نہ اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتا ہے اور نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور نہ وہ جو برائی کرنے والا ہے، بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے ایمان و کفر اور مومن و کافر کا فرق بیان کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح بینا اور نابینا برابر نہیں ہو سکتے، دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے، اسی طرح مومن اور کافر بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ مومن اپنے نور بصیرت کے ذریعے سے اللہ کی نشانیوں اور دلائل میں غور کرتا ہے اور اللہ کی توحید و ربوبیت کا اقرار کر کے اس پر ایمان لے آتا ہے، جبکہ کافر نور بصیرت سے محروم ہوتا ہے، اس لیے اس کے سامنے سے ہزار نشانیاں گزر جائیں اور ہزار دلائل پیش کیے جائیں، ان سے اسے کوئی

فائدہ نہیں پہنچتا اور دائرۂ کفر سے باہر آنے کی اسے توفیق نہیں ہوتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ١ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ١ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ١ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۵۰] ''کہہ دے میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں پیروی نہیں کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ کہہ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے۔''

اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ۝۵۹

''بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور لیکن اکثر لوگ نہیں مانتے۔''

قیامت کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ہے، اس لیے لوگو! دنیا میں اس یقین کے ساتھ زندگی گزارو کہ تم دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے اور تمھارے اعمال خیر وشر کا تمھیں بدلہ چکایا جائے گا۔ لیکن اہل کفر اپنی کم عقلی، نادانی اور شومئ قسمت کی وجہ سے اس حقیقت کا ادراک نہیں کر پاتے ہیں۔ تو ان کے ادراک نہ کر سکنے سے قیامت ٹل نہیں سکتی، وہ ضرور آئے گی اور حساب کتاب ضرور ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ﴾ [طٰہٰ : ۱۵] ''یقیناً قیامت آنے والی ہے، میں قریب ہوں کہ اسے چھپا کر رکھوں، تاکہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو وہ کوشش کرتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا١ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ [الحج : ۷] ''اور (اس لیے) کہ بے شک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور (اس لیے) کہ یقیناً اللہ ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔''

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ١ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ۝۶۰ ع ۶

''اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ : اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ دعا قبول کرے گا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دعا وہی قبول کر سکتا ہے، دوسرے دعا کو نہ سنتے ہیں اور نہ قبول کر سکتے ہیں اور وہ سن بھی لیں تو کیا کر سکتے ہیں؟ وہ کچھ نہیں کر سکتے، ان کو نہ قدرت ہے اور نہ وہ کسی چیز کے مالک ہیں، ان کے پاس رکھا ہی کیا ہے کہ وہ کسی کو دیں؟ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ١ۚ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا

لَكُمْ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴾ [فاطر : ۱۳، ۱٤] ''اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٢] ''یا وہ جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے اور تمھیں زمین کے جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔''

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دعا عبادت ہی ہے۔'' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ [المؤمن : ٦٠] ''اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة : ۲۹٦۹۔ أبو داوٗد، کتاب الوتر، باب الدعاء : ۱٤۷۹]

ایک صحابی (ابوعقرب رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک عورت مسلمانوں کے ساتھ کسی سریہ میں نکلی۔ اس کی بارہ بکریاں اور ایک چرخہ تھا جس کے ساتھ وہ سوت کاتتی تھی۔ (جب وہ واپس آئی تو) اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری اور اپنا چرخہ گم پایا۔ اس نے دعا شروع کی، اے میرے رب! تو نے ضمانت دی ہے کہ جو کوئی تیرے راستے میں نکلے گا تو تو اس (کے گھر) کی حفاظت کرے گا، سو میری ایک بکری اور چرخہ گم ہو گیا ہے، میں تجھے اپنی بکری اور چرخے کے بارے میں قسم دیتی ہوں (کہ انھیں لوٹا دے)۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کا اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے گریہ وزاری کی شدت کو بیان کیا اور فرمایا: ''صبح کے وقت اسے اس کی بکری اور اس کی مثل ایک اور بکری، اس کا چرخہ اور اس کی مثل ایک اور چرخہ مل گیا۔'' [مسند أحمد : ٥/٦٧، ح : ۲۰٦۹۱]

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ : یعنی جو لوگ اللہ کے سامنے گڑگڑانے اور دعا مانگنے کو اپنے لیے باعث ذلت سمجھتے ہیں وہ ذلت کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوں گے، جیسا کہ عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تکبر کرنے والوں کو قیامت کے دن انسانوں کی صورت میں چیونٹیوں کی مثل اٹھایا جائے گا۔ ان پر ہر قسم کی ذلت و رسوائی چھائی ہو گی، حتیٰ کہ وہ جہنم کی ایک جیل میں داخل ہوں گے جسے ''بولس'' کہا جائے گا، پس آگوں کی آگ ان پر چھائی ہو گی اور انھیں پینے کے لیے دوزخیوں کا لہو اور پیپ دی جائے گی۔'' [مسند أحمد : ۲/۱۷۹، ح : ٦٦۸٦]

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾

''اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے رات بنائی، تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو روشن (بنایا)۔ بے شک اللہ یقیناً لوگوں پر بڑے فضل والا ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔''

اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے ان کے لیے رات بنائی جس میں وہ سکون حاصل کرتے ہیں، یعنی دن کے وقت سامانِ معیشت کے حصول کے لیے دوڑ دھوپ کے بعد رات کو آرام کرتے ہیں اور اس نے ان کے لیے دن کو روشن بنا دیا ہے، تاکہ وہ کام کاج وغیرہ کر سکیں۔ اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں، جن کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، لیکن جاہل و نادان اور کافر کو ان نعمتوں کے اعتراف اور ان پر اللہ کا شکر بجالانے کی توفیق نہیں ہوتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [القصص : ۷۳] ''اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا ہے، تاکہ اس میں آرام کرو اور تاکہ اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔''

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾

''یہی ہے اللہ تمھارا رب، ہر چیز کا پیدا کرنے والا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو۔ اسی طرح وہ لوگ بہکائے جاتے تھے جو اللہ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔''

فرمایا کہ جس اللہ تعالیٰ نے رات اور دن بنائے ہیں وہی تمھارا رب ہے، وہی ہر چیز کا خالق ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، پھر تم کیسے اسے چھوڑ کر اور اس سے منہ موڑ کر بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو؟ اگلی آیت میں کفار مکہ کو خطاب کر کے کہا گیا ہے کہ جس طرح یہ لوگ دلائل و براہین کی کثرت کے باوجود ایمان باللہ اور اس کی وحدانیت کے اقرار سے منہ موڑ کر گمراہ ہو گئے ہیں، اسی طرح ان سے پہلے لوگ بھی گمراہ ہو گئے تھے۔ انھوں نے کسی دلیل و برہان کے بغیر محض جہالت و نفسانی خواہش سے غیر اللہ کی پوجا کی اور اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ آیات و براہین کا انکار کر دیا تھا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَيُّ

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾

''اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو رہنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمھاری صورت بنائی تو تمھاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، یہ ہے اللہ تمھارا رب، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو اسے پکارو، اس حال میں کہ اسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہو، سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دعوتِ فکر دی ہے کہ وہ اپنے خالق و رازق کو پہچانیں، اس پر ایمان لائیں اور صرف اسی کی عبادت کریں۔ اس لیے کہ دنیا و آخرت دونوں جہان میں انسانوں کی بھلائی اسی پر موقوف ہے۔ فرمایا کہ وہ اللہ ہے جس نے زمین کو ٹھہری ہوئی بنایا ہے، تاکہ تم اس پر زندگی گزار سکو، چل پھر سکو اور اپنی ضروریات زندگی پوری کر سکو۔ اسی نے آسمانوں کو مضبوط اور مستحکم بنایا ہے، جو نہ کبھی پھٹتا ہے اور نہ اس کا کوئی حصہ ٹوٹ کر انسانوں کے سروں پر گرتا ہے اور جس نے تمھیں تمھاری ماؤں کے بطن میں اچھی شکل و صورت میں بنایا، یعنی ہر عضو کو مناسب ترین جگہ رکھا، تاکہ تم ان سے فائدہ اٹھا سکو اور اپنے خالق کی کمال قدرت اور کمال حکمت کا اعتراف کر سکو۔ اسی نے تمھیں لذیذ ترین کھانے اور پینے کی نعمتیں دیں، تاکہ تم اس کا شکر بجا لاؤ۔ جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے وہی تمھارا رب ہے، اس کے سوا کوئی بھی صفت ربوبیت کا سزاوار نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اس کے علاوہ ہر چیز فنا کے گھاٹ اتار دی جائے گی۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لیے لوگو! صرف اسی کی عبادت کرو، اطاعت و بندگی صرف اسی کے ساتھ خاص کر دو، عبادت میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ تمام تعریفیں اسی رب العالمین کے لیے ہیں جو تمام مخلوقات کا مالک ہے، ان بتوں کے لیے نہیں جن کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، اس لیے وہ کسی نفع یا نقصان کی قدرت نہیں رکھتے ہیں۔

ابو زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز سے سلام پھیرنے کے بعد یہ کلمات کہا کرتے تھے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ وَلَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ » ''اللہ کے علاوہ کوئی بھی لائق عبادت نہیں، وہ اکیلا ہے کوئی بھی اس کا شریک نہیں، ساری بادشاہت اسی کے لیے ہے اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ کسی کام کی بھی طاقت و قوت اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے، اسی کی عطا فرمائی ہوئی سب نعمتیں ہیں۔ اسی کا (ہم پر) فضل و کرم ہے اور اسی کے لیے سب اچھی تعریفیں

ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، (ہم تو پورے) اخلاص کے ساتھ اسی کی عبادت کرتے ہیں، خواہ کافروں کو برا لگے۔‘‘ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔ [مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ : ۵۹۴]

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ﴾ [الزمر : ۲، ۳] ’’بلاشبہ ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، پس اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ تو دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والا ہو۔ خبردار! خالص دین صرف اللہ ہی کا حق ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ﴾ [البینۃ : ۵] ’’اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط ملت کا دین ہے۔‘‘

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۫ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۶

’’کہہ دے بے شک مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، جب میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح دلیلیں آئیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام جہانوں کے رب کا فرماں بردار ہو جاؤں۔‘‘

نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی قوم سے برملا کہہ دیں کہ میں ان بتوں کی عبادت اور انھیں پکارنے سے قطعی طور پر روک دیا گیا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو اور جنھیں پکارتے ہو۔ میرے پاس میرے رب کی جانب سے کھلے دلائل اور واضح براہین آ گئے ہیں۔ عبادت کے لائق صرف اسی کی ذات ہے اور غیروں کی پرستش باطل اور شرک اکبر ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اپنی گردن رب العالمین کے سامنے جھکائے رکھوں، اسی کے اوامر و نواہی کی اتباع کروں اور اپنا ہر معاملہ اسی کے سپرد کروں۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۶۷ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۶۸ ع ۷ ۱۲

''وہی ہے جس نے تمھیں کچھ مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، پھر ایک جمے ہوئے خون سے، پھر وہ تمھیں ایک بچہ بنا کر نکالتا ہے، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ، پھر تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور تم میں سے بعض وہ ہے جو اس سے پہلے قبض کر لیا جاتا ہے اور تاکہ تم ایک مقرر وقت کو پہنچ جاؤ اور تاکہ تم سمجھو۔ وہی ہے جو زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے، پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے صرف یہ کہتا ہے کہ ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتا ہے۔''

یعنی وہی ذات پاک ہے جس نے تم سب کو پہلے مٹی سے پیدا کیا، یعنی تمھاری اصل مٹی ہے، یا یہ کہ تمھارے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر تمھارے باپ کے نطفہ کو رحم مادر تک پہنچایا، پھر اسے منجمد خون بنایا، پھر بچہ کی شکل میں تمھیں تمھاری ماں کے بطن سے باہر نکالا۔ یعنی مختلف ادوار سے گزار کر تمھیں ایک ننھے منے بچے کی شکل میں دنیا میں بھیجا۔ پھر تمھاری پرورش کی، یہاں تک کہ تم بھرپور جوان بن گئے۔ پھر مرورِ ایام و سال کے ساتھ تم بوڑھے ہو جاتے ہو۔ تم میں سے کوئی رحم مادر سے مردہ ساقط ہو جاتا ہے، کوئی کم سنی ہی میں وفات پا جاتا ہے، کوئی عہد جوانی میں اور کوئی عہد پیری سے قبل۔ اے انسانو! تمھیں ان سارے ادوار سے اللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا کون گزارتا ہے؟ تمھیں ان باتوں میں غور و فکر کرنا چاہیے، تاکہ تم رب العالمین کی قدرت و عظمت کا اعتراف کر سکو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۞ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۞ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۗ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۲ تا ۱۴] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو حقیر مٹی کے ایک خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے ایک قطرہ بنا کر ایک محفوظ ٹھکانے میں رکھا۔ پھر ہم نے اس قطرے کو ایک جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو ایک بوٹی بنایا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو کچھ گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔''

اے لوگو! وہی معبود برحق ہے جو حقیر قطرۂ منی کو زندگی دیتا ہے اور پھر انسانوں کو عمریں پوری ہو جانے کے بعد موت دیتا ہے۔ اسے کبھی موت لاحق نہیں ہوگی، اس کے سوا تمام جن و انس مر جائیں گے۔ وہ معبود برحق جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو کلمۂ ''کن'' کے ذریعے اسے وجود میں لے آتا ہے۔ محال ہے کہ وہ چاہے اور کوئی چیز وجود میں نہ آئے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ۞ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَاۤ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۞ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ يُسْحَبُوْنَ ۞ فِي الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۞ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۞ مِنْ

دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات کے بارے میں جھگڑتے ہیں، کہاں پھیرے جا رہے ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے کتاب کو اور جو کچھ ہم نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا اسے جھٹلا دیا، سو عنقریب جان لیں گے۔ جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں، گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ کھولتے پانی میں، پھر آگ میں جھونکے جائیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جو تم شریک ٹھہراتے تھے؟ اللہ کے سوا۔ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے، بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔ اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔''

ان آیات میں ان مشرکین کے حالات پر روشنی ڈالی جا رہی ہے جو اپنے جھوٹے اور باطل دلائل کے ذریعے سے قرآن کریم کی آیات کی تردید کرتے تھے اور ان میں شکوک و شبہات پیدا کرتے تھے۔ اس جرم عظیم کی ایک فوری سزا انھیں یہ دی گئی کہ ظاہر و صریح دلائل کے باوجود قبول حق کی توفیق ان سے چھین لی گئی، جبکہ قیامت کے دن ان کی گردنوں میں آگ کا طوق اور ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی جائیں گی اور پھر ان سے زجر و توبیخ کے طور پر کہا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ شرکا جن کی تم اللہ کے بجائے عبادت کرتے تھے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ وہ تو آج ہم سے غائب ہو گئے ہیں، کہیں بھی نظر نہیں آ رہے ہیں۔ ایک دوسرا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ تو ہمارے کسی کام کے نہیں رہے، ان سے ہماری مصیبتوں کا کوئی مداوا نہیں ہو سکا۔ پھر شدت حیرت و اضطراب میں اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھیں گے اور کہنے لگیں گے کہ ہم نے تو دنیا میں کسی کی عبادت نہیں کی تھی۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اہل کفر کو اس طرح اپنے آپ سے اور اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے اور ایمان و یقین کے لیے مہلک شرک ایسی بیماری میں مبتلا کر دیتا ہے جو اسے جہنم رسید کر دیتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴾ [الرحمٰن : ۴۳، ۴۴] ''یہی ہے وہ جہنم جسے مجرم لوگ جھٹلاتے تھے۔ وہ اس کے درمیان اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکر کاٹتے رہیں گے۔'' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے تھوہر کے درخت سے کھانے اور گرم پینے کے ذکر کے بعد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴾ [الصافات : ۶۸] ''پھر بلاشبہ ان کی واپسی یقیناً اسی بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف ہوگی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ؕ فِيْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِيْمٍ ۙ وَّ ظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ۙ لَّا بَارِدٍ وَّ لَا كَرِيْمٍ ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۚۖ وَ كَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۚ وَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ۬ اَىِٕذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۙ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ ۙ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ۬ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۙ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۙ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۚ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۚ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ؕ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴾ [الواقعۃ : ۴۱ تا ۵۶] ''اور بائیں ہاتھ والے،

کیا (ہی برے) ہیں بائیں ہاتھ والے۔ (وہ) ایک زہریلی لو اور کھولتے ہوئے پانی میں۔ اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔ جو نہ ٹھنڈا ہے اور نہ باعزت۔ بے شک وہ اس سے پہلے نعمتوں میں پالے ہوئے تھے۔ اور وہ بہت بڑے گناہ (شرک) پر اڑے رہتے تھے۔ اور وہ کہا کرتے تھے کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟ کہہ دے بے شک تمام پہلے اور پچھلے۔ ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر یقیناً اکٹھے کیے جانے والے ہیں۔ پھر بے شک تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! یقیناً تھوہر کے پودے میں سے کھانے والے ہو۔ پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہو۔ پھر اس پر کھولتے پانی سے پینے والے ہو۔ پھر پیاس کی بیماری والے اونٹوں کے پینے کی طرح پینے والے ہو۔ یہ جزا کے دن ان کی مہمانی ہے۔" اور فرمایا: ﴿ إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ الْأَثِيمِ ﴿٤٤﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ﴿٤٥﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ﴿٤٦﴾ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ﴿٤٨﴾ ذُقْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿٤٩﴾ إِنَّ هَٰذَا مَا كُنتُم بِهِ تَمْتَرُونَ ﴾ [الدخان : ٤٣ تا ٥٠]

"بے شک زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح، پیٹوں میں کھولتا ہے۔ گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔ اسے پکڑو، پھر اسے بھڑکتی آگ کے درمیان تک دھکیل کر لے جاؤ۔ پھر کھولتے پانی کا کچھ عذاب اس کے سر پر انڈیلو۔ چکھ، بے شک تو ہی وہ شخص ہے جو بڑا زبردست، بہت باعزت ہے۔ بے شک یہ ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔"

ذَٰلِكُم بِمَا كُنتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَمْرَحُونَ ﴿٧٥﴾ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٦﴾

"یہ اس لیے ہے کہ تم زمین میں حق کے بغیر خوش ہوتے تھے اور اس لیے کہ تم اکڑتے تھے۔ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو، پس وہ تکبر کرنے والوں کی بری جگہ ہے۔"

فرشتے آگ کے عذاب اور اللہ کی رحمت سے دوری کا سبب بیان کرتے ہوئے کہیں گے کہ تمھارا یہ انجام اس لیے ہوا ہے کہ تم اللہ کی نافرمانی اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کی مخالفت کر کے خوب خوش ہوتے تھے اور مارے خوشی کے آپے سے باہر ہو جاتے تھے۔ تو آج تم جہنم کے دروازوں سے گزر کر اس کی آخری کھائی میں پہنچ جاؤ، جو کافروں کا بدترین ٹھکانا ہے۔

ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔" [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانہ : ٩١]

حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ ہر کمزور و تواضع کرنے والا، اگر وہ اللہ پر قسم دے دے تو اللہ اس کی قسم پوری کر دے اور کیا میں تمھیں اہل دوزخ کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہر اکھڑ مزاج، اکڑ کر چلنے والا اور متکبر شخص (اہل دوزخ میں سے ہے)۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب الكبر : ٦٠٧١]

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾

''پس صبر کر، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے، پھر اگر کبھی ہم واقعی تجھے اس کا کچھ حصہ دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں، یا تجھے اٹھا ہی لیں تو یہ لوگ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنی قوم میں سے تکذیب کرنے والے لوگوں کی تکذیب پر صبر کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کے مقابلے میں آپ کی فتح و نصرت کا جو وعدہ کیا ہے وہ اسے ضرور پورا فرمائے گا اور آپ کو اور آپ کی اتباع کرنے والوں کو دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرمائے گا۔ یا تو آپ کی زندگی ہی میں حسب وعدہ کوئی دنیاوی عذاب ان پر نازل ہوگا اور اگر آپ کی حیات طیبہ میں انھیں دنیاوی عذاب نہ ہوا تو انھیں ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے۔ اس وقت ہم انھیں جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا کریں گے اور آپ کو عزت و اکرام والے گھر، یعنی جنت میں اعلیٰ مقام عطا کریں گے اور مومنوں کو بھی ان کے اعمال کے مطابق درجات دیں گے۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ
ع ۸ ۱۲ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول بھیجے، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے تجھے سنایا اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے تجھے نہیں سنایا۔ اور کسی رسول کا اختیار نہ تھا کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی نشانی لے آئے، پھر جب اللہ کا حکم آ گیا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا اور اس موقع پر اہل باطل خسارے میں رہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید تسلی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے بہت سے انبیاء مبعوث کیے، ان میں سے بعض کے واقعات ہم نے قرآن کریم میں آپ کے لیے بیان کر دیے ہیں اور بعض کے بارے میں ہم نے کچھ بھی بیان نہیں کیا ہے۔ ان رسولوں کو یہ اختیار حاصل نہیں تھا کہ وہ اپنی قوموں کے مطالبے کے مطابق اپنی مرضی سے معجزات پیش کرتے، انھیں جب اللہ کا حکم ہوتا تھا تب ہی اللہ کی قدرت سے کسی معجزے کا اظہار کرتے تھے۔ جب کسی

سرکش و کافر قوم کی ہلاکت کا اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دیتا تھا تو وہ اپنے رسول اور اس کے پیروکار مومنوں کو بچا لیتا تھا اور اپنی کتاب اور اپنے رسول کی تکذیب کرنے والے مشرکوں کو ہلاک کر دیتا تھا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾

’’اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے چوپائے بنائے، تاکہ ان میں سے بعض پر تم سوار ہو اور انھی میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔ اور تمھارے لیے ان میں بہت سے فائدے ہیں اور تاکہ تم ان پر اس حاجت تک پہنچو جو تمھارے سینوں میں ہے اور انھی پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو۔ اور وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، پھر تم اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ ہی نے تمھارے لیے چوپائے پیدا کیے ہیں، جن میں سے بعض پر تم سوار ہوتے ہو جیسے اونٹ اور بعض کے گوشت کھاتے ہو جیسے گائے، بکری اور بھیڑ۔ ان میں دوسرے فوائد و منافع بھی ہیں، یعنی ان سے اون، بال اور چمڑا حاصل کرتے ہو۔ اونٹ میں ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ ان پر اپنا سامانِ تجارت لاد کر ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے ہو۔ اس کے ذریعے سے اپنا بری راستہ طے کرتے ہو اور کشتی کے ذریعے سے بحری راستہ۔ یہ سب اللہ کی نوع بہ نوع نشانیاں ہیں جو اس کے کمال قدرت اور بندوں کے لیے اس کی عظیم رحمت پر دلالت کرتی ہیں۔

چوپایوں کے منافع کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۞ وَ لَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَ حِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۞ وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۞ وَّ الْخَيْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً ؕ وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [النحل : ۵ تا ۸] ’’اور چوپائے، اس نے انھیں پیدا کیا، تمھارے لیے ان میں گرمی حاصل کرنے کا سامان اور بہت سے فائدے ہیں اور انھی سے تم کھاتے ہو۔ اور تمھارے لیے ان میں ایک جمال ہے، جب تم شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب صبح چرانے کو لے جاتے ہو۔ اور وہ تمھارے بوجھ اس شہر تک اٹھا کر لے جاتے ہیں جس میں تم کبھی پہنچنے والے نہ تھے، مگر جانوں کی مشقت کے ساتھ، بے شک تمھارا رب یقیناً بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے، تاکہ تم ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے، اور وہ پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَ الْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۞ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا

اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴾ [الزخرف : ۱۲، ۱۳] ''اور وہ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کیے اور تمھارے لیے وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر جم کر بیٹھو، پھر اپنے رب کی نعمت یاد کرو، جب ان پر جم کر بیٹھ جاؤ اور کہو پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے لیے تابع کر دیا، حالانکہ ہم اسے قابو میں لانے والے نہیں تھے۔''

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ (تعداد میں) ان سے زیادہ تھے اور قوت میں اور زمین میں یادگاروں کے اعتبار سے ان سے بڑھ کر تھے، تو ان کے کسی کام نہ آیا، جو وہ کماتے تھے۔ پھر جب ان کے رسول ان کے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے تو وہ اس پر پھول گئے جو ان کے پاس کچھ علم تھا اور انھیں اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے زمانۂ قدیم میں پیغمبروں کی تکذیب کرنے والی امتوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھیں کس طرح عذاب شدید نے اپنی گرفت میں لیا؟ حالانکہ وہ قومیں کفارِ مکہ سے تعداد میں زیادہ تھیں، جسمانی اعتبار سے ان سے زیادہ قوی اور مالی اعتبار سے ان سے بہت اچھی حالت میں تھیں۔ انھوں نے اپنے شہروں میں بڑی بڑی عمارتیں بنائیں، کارخانے لگائے اور زراعت میں خوب ترقی کی، لیکن جب اللہ کا عذاب آیا تو اسے کوئی نہ ٹال سکا۔ اس لیے کہ جب اللہ کے انبیاء ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انھوں نے ان پر کوئی توجہ نہ دی اور بزعم خود اپنے علم اور اپنی سمجھ کو انبیاء پر نازل شدہ وحی پر ترجیح دی۔ لہٰذا ان کا علم و ہنر ان کے کچھ کام نہ آ سکا۔ جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اس عذاب نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [المؤمن : ۲۱، ۲۲] ''اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ تو قوت میں ان سے بہت زیادہ سخت تھے اور زمین میں یادگاروں کے اعتبار سے بھی، پھر اللہ نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا اور انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ یہ اس لیے کہ بے شک وہ لوگ، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آتے رہے تو انھوں نے انکار کیا تو اللہ نے انھیں پکڑ لیا۔ بے شک وہ بہت قوت والا،

بہت سخت سزا دینے والا ہے۔“

﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ۝۸۴ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ۝۸۵ ﴾

”پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔“

یعنی جب عذابِ الٰہی نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور بچ نکلنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی، تو اپنی توبہ کا اعلان کرنے لگے۔ کہنے لگے کہ ہم ایک اللہ پر ایمان لے آئے اور ان تمام طاغوتی طاقتوں کا انکار کرتے ہیں جنھیں ہم اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے۔ لیکن وہ توبہ ان کے کسی کام نہ آئی اور وہ ایمان انھیں اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکا، جیسا کہ فرعون کے ساتھ ہوا کہ جب اس نے موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو پکار اٹھا کہ میں ایمان لے آیا کہ اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل کے لوگ ایمان لے آئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول نہیں کی اور کہا کہ اب کوئی فائدہ نہیں ہوگا، کیونکہ تم اب تک نافرمان رہے ہو اور زمین میں فساد پھیلاتے رہے ہو، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک نزع کا عالم طاری نہ ہو۔“ [ترمذی، کتاب الدعوات، باب : إن اللہ یقبل توبۃ العبد ما لم یغرغر : ۳۵۳۷۔ ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر التوبۃ : ۴۲۵۳]

آخر میں فرمایا کہ ہر اس قوم کے بارے میں اللہ کا یہی فیصلہ رہا ہے جس نے عذاب دیکھ کر توبہ کی، یعنی اس کی توبہ قبول نہیں کی گئی اور اسے ہلاک کر دیا گیا۔ اس آیت میں کفار مکہ کو ایک قسم کی دھمکی ہے کہ اگر وہ عذاب آنے سے پہلے ایمان نہ لائے تو تباہ و برباد کر دیے جائیں گے، ان کی تدبیریں اور ان کا علم و ہنر ان کے کچھ کام نہیں آئے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا۝ اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴾ [فاطر : ۴۳، ۴۴] ”اب یہ پہلے لوگوں سے ہونے والے طریقے کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ پس تو نہ کبھی اللہ کے طریقے کو بدل دینے کی کوئی صورت پائے گا اور نہ کبھی اللہ کے طریقے کو پھیر دینے کی کوئی صورت پائے گا۔ اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو

ان سے پہلے تھے، حالانکہ وہ قوت میں ان سے زیادہ سخت تھے اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں کوئی چیز اسے بے بس کر دے، بے شک وہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [یونس : ۱۰۲، ۱۰۳] ''تو یہ لوگ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں سوائے ان لوگوں کے سے ایام کے جو ان سے پہلے گزر چکے۔ کہہ دے پس انتظار کرو، یقیناً میں (بھی) تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں۔ پھر ہم اپنے رسولوں کو نجات دیتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی جو ایمان لائے، اسی طرح ہم پر حق ہے کہ ہم مومنوں کو نجات بخشیں۔''

سورة حٰمٓ السجدة مکية

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

"اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔"

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنۡزِيۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ﴿۲﴾ كِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۳﴾ بَشِيۡرًا وَّ نَذِيۡرًا ۚ فَاَعۡرَضَ اَكۡثَرُهُمۡ فَهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡنَ ﴿۴﴾ وَ قَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِيۡۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَيۡهِ وَ فِيۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ وَّ مِنۡۢ بَيۡنِنَا وَ بَيۡنِكَ حِجَابٌ فَاعۡمَلۡ اِنَّنَا عٰمِلُوۡنَ ﴿۵﴾

"حٰمٓ۔ اس بے حد رحم والے، نہایت مہربان کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔ ایسی کتاب جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی ہیں، عربی قرآن ہے، ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں۔ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا، تو ان کے اکثر نے منہ موڑ لیا، سو وہ نہیں سنتے۔ اور انھوں نے کہا ہمارے دل اس بات سے پردوں میں ہیں جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے اور ہمارے کانوں میں ایک بوجھ ہے اور ہمارے درمیان اور تیرے درمیان ایک حجاب ہے، پس تو عمل کر، بے شک ہم بھی عمل کرنے والے ہیں۔"

قرآن کریم اللہ رحمان و رحیم کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ یہ وہ عظیم کتاب ہے جس کی آیتیں الفاظ و معانی کے اعتبار سے واضح اور صریح ہیں۔ ان میں کوئی الجھاؤ نہیں ہے اور ان میں تمام چیزوں کی ایسی تفصیلات ہیں جو دنیا کی کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں ہیں۔ یہ آیتیں اس قرآن کریم کی ہیں جسے اللہ نے عربی زبان میں نازل کیا ہے، تاکہ اسے سمجھا جائے اور اس پر ایمان لایا جائے کہ یہ اللہ کا کلام ہے، جسے اس نے بذریعہ وحی اپنے رسول محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ قرآن کریم غور و فکر کرنے والوں اور اس میں مذکور اوامر و نواہی پر عمل کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری دیتا ہے، جبکہ

جو لوگ اس سے منہ موڑتے ہیں انھیں جہنم میں ہمیشہ جلتے رہنے کی دھمکی دیتا ہے۔ لیکن اکثر اہل قریش نے اس سے اعراض کیا اور اس پر کوئی توجہ نہیں دی اور غرور و تکبر کی وجہ سے اسے سننا بھی گوارا نہیں کیا۔ اگر کبھی سن بھی لیا تو کفر و شرک کی وجہ سے انھیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے انھیں جب بھی قرآن سنانا چاہا، تو انھوں نے استہزا کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے دلوں پر کئی پردے پڑے ہیں، تاکہ تم جس عقیدۂ توحید، بعث بعد الموت اور جزا و سزا کی بات کرتے ہو اسے ہم سمجھ نہ سکیں۔ ہمارے کان بہرے ہیں اور ہمارے اور تمھارے درمیان پردہ حائل ہے، اس لیے نہ ہم تمھاری بات سنتے ہیں اور نہ جو تم کرتے ہو اسے دیکھ پاتے ہیں۔ لہٰذا جس طرح ہم نے تمھیں چھوڑ رکھا ہے، تم بھی ہمیں چھوڑ دو اور ہمیں اپنا قرآن سنانے کی کوشش نہ کرو۔ تم اپنے دین پر چلتے رہو اور ہم اپنے دین پر چلتے رہیں گے اور اپنے عقیدہ کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ اہل کتاب نے بھی اسی قسم کی بات کہی تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۸۸] ”اور انھوں نے کہا ہمارے دل غلاف میں (محفوظ) ہیں، بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی، پس وہ بہت کم ایمان لاتے ہیں۔“

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْۤا اِلَيْهِ وَ اسْتَغْفِرُوْهُ ؕ
وَ وَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ۝۶ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۷ اِنَّ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۸ ع ۱ ۸ ۱۵

”کہہ دے میں تو تمھارے جیسا ایک بشر ہی ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، سو اس کی طرف سیدھے ہو جاؤ اور اس سے بخشش مانگو اور مشرکوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرنے والے بھی وہی ہیں۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے ختم نہ کیا جانے والا اجر ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبانی جواب دیا کہ میں تو تمھاری ہی طرح کا ایک آدمی ہوں، فرق صرف یہ ہے کہ مجھ پر اللہ کی وحی آتی ہے۔ پھر میری بات قبول کرنے سے تمھارے دلوں پر پردے کیوں پڑے ہیں؟ تمھارے کان کیوں بہرے ہیں؟ اور تم نے ہمارے اور اپنے درمیان حجاب کیوں حائل کر رکھا ہے؟ میں تمھیں کسی ایسی بات کی طرف تو نہیں بلاتا جسے عقل قبول نہ کرتی ہو، میں تو تمھیں اللہ کی وحدانیت کی دعوت دیتا ہوں، اس لیے تمھاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم بتوں سے اعلانِ براءت کر دو، پورے خلوص کے ساتھ اللہ کی بندگی پر ثابت قدم ہو جاؤ اور کفر و شرک سے تائب ہو جاؤ۔ اس کے بعد اہل شرک کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ ہلاکت و بربادی ہے ان اہل شرک کے لیے جو اپنے آپ کو شرک اور

اخلاق رذیلہ سے پاک نہیں کرتے اور اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہاں زکوٰۃ سے مراد شرک سے پاکی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا﴾ [الشمس : ۹] ''یقیناً وہ کامیاب ہو گیا جس نے اسے پاک کر لیا۔''

آگے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کرتے ہیں، خوشخبری دی کہ ان کو اللہ تعالیٰ جنت میں ایسی نعمتیں دے گا جو کبھی ختم نہیں ہوں گی۔

قُلْ اَىِٕنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ۹ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآىِٕلِيْنَ ۱۰

''کہہ کیا بے شک تم واقعی اس کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور اس کے لیے شریک بناتے ہو؟ وہی سب جہانوں کا رب ہے۔ اور اس نے اس میں اس کے اوپر سے گڑے ہوئے پہاڑ بنائے اور اس میں بہت برکت رکھی اور اس میں اس کی غذائیں اندازے کے ساتھ رکھیں، چار دن میں، اس حال میں کہ سوال کرنے والوں کے لیے برابر (جواب) ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید فرمائی ہے جنھوں نے اللہ کے ساتھ غیر کی پوجا کی، حالانکہ ہر چیز کا خالق وہی ہے، ہر چیز پر غالب اور مقتدر بھی اسی کی ذات پاک ہے۔ فرمایا کہ تم اس ذات باری تعالیٰ کی الوہیت کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں کی مدت میں پیدا کیا ہے اور اس کے لیے شرکا ٹھہراتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو، حالانکہ وہ رب العالمین ہے۔ اس لیے اس کے سوا کوئی دوسرا کیسے عبادت کا مستحق ہو سکتا ہے؟ کیا تم اس ذات واحد کی الوہیت کا انکار کرتے ہو، جس نے زمین کے اوپر بڑے بڑے پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ دیے ہیں اور جس نے زمین میں نوع بہ نوع نعمتیں پیدا کی ہیں؟ اس کی سطح پر نہریں جاری کیں، درخت اگائے اور چوپائے پیدا کیے۔ ہر ملک کے رہنے والوں کو ان کے مزاج کے مطابق روزی دی۔ یہ سارے کام اللہ نے چار دن میں کیے۔ یعنی ہفتے کے دن زمین، اتوار کو پہاڑ، سوموار کو درخت اور منگل کو مکروہ و ناپسندیدہ چیزوں کو پیدا کیا۔

ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآىِٕعِيْنَ ۱۱ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖۗ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۱۲

’’پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے کہا کہ آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔ دونوں نے کہا ہم خوشی سے آگئے۔ تو اس نے انھیں دو دنوں میں سات آسمان پورے بنا دیا اور ہر آسمان میں اس کے کام کی وحی فرمائی اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت دی اور خوب محفوظ کر دیا۔ یہ اس کا اندازہ ہے جو سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

زمین کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا کرنا چاہا، اس وقت وہ دھویں کی مانند ایک لطیف جوہر تھا، جو اس پانی سے پیدا ہوا تھا جس پر اللہ کا عرش تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان دو دن میں بنائے، یعنی دھویں کی نرمی کو ختم کر کے انھیں مضبوط و محکم بنایا اور ہر آسمان میں جو کچھ پیدا کرنا چاہا، جو ہم جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے، وہ سب پیدا فرمایا، آسمانِ دنیا کو ستاروں سے مزین کیا اور انھیں ان شیاطین کے مار بھگانے کا ذریعہ بنایا جو چوری چھپے آسمان کی باتیں سننا چاہتے ہیں۔ فرشتے ان ستاروں کے ذریعے سے ان شیاطین کو مارتے ہیں تو وہ جل جاتے ہیں یا جنون میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ سارے کارنامے اس اللہ کے ہیں، جو بڑا زبردست اور اپنے تمام امور میں سب پر غالب ہے۔ ان میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی عظیم بادشاہی اور اپنی مخلوق کے اعمال و احوال سے خوب واقف ہے۔

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ [الأعراف : ٥٤] ’’بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴾ [قٓ : ٣٨، ٣٩] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کسی قسم کی تھکاوٹ نے نہیں چھوا۔ سو اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔‘‘

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے مٹی (یعنی زمین) کو ہفتہ کے دن پیدا کیا، اتوار کے دن اس میں پہاڑ پیدا فرمائے، سوموار کے دن درخت پیدا کیے اور بری چیزیں (جیسے ظلمت و تاریکی اور نجس و گندے حیوانات) منگل کے دن پیدا کیں۔ نور کو بدھ کے روز پیدا کیا، جمعرات کو اس میں جانور پھیلائے اور آدم علیہ السلام کو سب مخلوقات کے آخر میں جمعہ کے دن عصر کے بعد، جمعہ کی سب سے آخری ساعت میں، یعنی عصر اور مغرب کے درمیان پیدا فرمایا۔‘‘ [مسلم، کتاب صفات المنافقین باب ابتداء الخلق و خلق آدم علیه السلام : ۲۷۸۹]

وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ

الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُومًا لِّلشَّيٰطِينِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ﴾ [الملك : ٥] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت بخشی اور ہم نے انھیں شیطانوں کو مارنے کے آلے بنایا اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔‘‘

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

’’پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو کہہ دے میں نے تمھیں ایک ایسی کڑک سے خبردار کر دیا جو عاد اور ثمود کی کڑک جیسی ہوگی۔ جب ان کے پاس ان کے رسول ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے آئے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو، انھوں نے کہا اگر ہمارا رب چاہتا تو ضرور کوئی فرشتے نازل کر دیتا، پس بے شک ہم اس سے جو دے کر تم بھیجے گئے ہو، منکر ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ ان تکذیب کرنے والے مشرکین سے کہہ دیں، جن کے پاس آپ حق لائے ہیں کہ اگر اب بھی تم اس حق سے اعراض کرو گے جو میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے پاس لایا ہوں، تو میں تمھیں تم پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نازل ہونے سے ڈراتا ہوں، جس طرح کا عذاب قوم عاد اور قوم ثمود پر نازل ہوا تھا، جس نے انھیں اور ان کی تمام چیزوں کو یکسر ہلاک کر دیا تھا۔ آگے فرمایا کہ قوم عاد و ثمود کو اس لیے ہلاک کیا گیا تھا کہ ان کے پاس ہود اور صالح علیہما السلام جیسے انبیاء آئے اور ان تک دعوتِ توحید پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی اور کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، لیکن کفر و سرکشی پر ان کی ہٹ دھرمی میں کوئی کمی نہیں آئی۔ وہ کہنے لگے کہ اگر اللہ ہم تک اپنا پیغام پہنچانا چاہتا تو فرشتوں کو بھیجتا، نہ کہ ہمارے ہی جیسے انسانوں کو۔ اس لیے ہم تمھاری رسالت کا انکار کرتے ہیں۔

اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ : آگے اور پیچھے سے رسول آنے سے مراد یہ ہے کہ کثرت سے رسول آئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴾ [الأحقاف : ٢١] ’’اور عاد کے بھائی کو یاد کر جب اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا، جب کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد کئی ڈرانے والے گزر چکے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو، بے شک میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔‘‘ قوم عاد کے لوگ بڑے قد آور اور بڑے طاقت ور تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ

اَیَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ ﴾ [الحآقة : ٦، ٧] ''اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔''

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾

''پھر جو عاد تھے وہ زمین میں کسی حق کے بغیر بڑے بن بیٹھے اور انھوں نے کہا ہم سے قوت میں کون زیادہ سخت ہے؟ اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے انھیں پیدا کیا، قوت میں ان سے کہیں زیادہ سخت ہے اور وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔''

قوم عاد نے اللہ کی سرزمین پر ناحق تکبر اور سرکشی کی راہ اختیار کی، اپنی جسمانی قوت اور مادی طاقت کے نشے میں ہود علیہ السلام کی دعوت کا انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ کون ہے ہم سے زیادہ طاقت ور؟ ہم سب کو دیکھ لیں گے۔ وہ اس زعم باطل میں مبتلا ہو گئے کہ وہ اپنی طاقت کے ذریعے سے اللہ کے عذاب کو بھی روک لیں گے۔ چونکہ ان کے رویے میں اللہ کے خلاف ایک قسم کا چیلنج تھا، اسی لیے اللہ نے اپنی طاقت کا ذکر کیا اور کہا کہ جس نے انھیں پیدا کیا ہے وہ یقیناً ان سے زیادہ طاقت ور ہے۔ اس نے جب انسان کو پیدا کیا تو وہ بے حد کمزور تھا، پھر اللہ نے اسے آہستہ آہستہ قوی اور تنومند بنایا، پھر اللہ کے مقابلے میں وہ اپنی طاقت پر کیوں نازاں ہیں اور کیسے ان معجزات کا انکار کرتے ہیں جنھیں ہود علیہ السلام ان کے سامنے پیش کرتے ہیں؟

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْۤ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِیْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَ هُمْ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

''تو ہم نے ان پر ایک سخت تند ہوا چند منحوس دنوں میں بھیجی، تا کہ ہم انھیں دنیا کی زندگی میں ذلت کا عذاب چکھائیں اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کرنے والا ہے اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔''

یعنی جب وہ اپنے کفر و سرکشی سے باز نہیں آئے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کرنے کے لیے ان پر ایک تیز اور ٹھنڈی ہوا کو مسلط کر دیا، جو سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلسل چلتی رہی، اس ہوا نے ان میں سے ایک کو بھی نہیں چھوڑا۔ یہ ان کے لیے بڑے ہی برے دن ثابت ہوئے۔ اس عذاب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں رسوا کیا اور آخرت

میں جو عذاب انھیں دیا جائے گا وہ بہت ہی رسوا کن ہوگا اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَ نُذُرِ ۞ إِنَّآ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۞ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴾ [القمر : ۱۸ تا ۲۰] ''عاد نے جھٹلا دیا تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ بے شک ہم نے ان پر ایک تند آندھی بھیجی، ایسے دن میں جو دائمی نحوست والا تھا۔ لوگوں کو اکھاڑ پھینکتی تھی، جیسے وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہوں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری مدد صبا (مشرقی ہوا) کے ذریعے سے کی گئی اور عاد کو دبور (مغربی ہوا) کے ذریعے سے تباہ کیا گیا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قوله : (وهو الذی یرسل الریاح نشرًا بین یدیٰ رحمته) : ۳۲۰۵۔ مسلم، کتاب صلاة الاستسقاء، باب فی ریح الصبا و الدبور : ۹۰۰]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب تیز ہوا چلتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: « اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَ خَيْرَ مَا فِيْهَا، وَ خَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ، وَ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا فِيْهَا وَ شَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ » ''اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اور جو کچھ دے کر وہ بھیجی گئی ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں، اور میں اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اور جو کچھ وہ دے کر بھیجی گئی ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔'' وہ فرماتی ہیں، جب آسمان پر بادل چھا جاتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو جاتا۔ آپ کبھی باہر تشریف لے جاتے اور کبھی اندر تشریف لاتے، (پریشانی کی حالت میں) کبھی آتے کبھی جاتے، جب بارش نازل ہو جاتی تو آپ کی پریشانی دور ہو جاتی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ کیفیت محسوس کر کے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ''عائشہ! شاید یہ وہی صورت حال ثابت ہو، جیسے قوم عاد (کے ساتھ پیش آئی تھی، انھوں) نے کہا تھا: ﴿ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [الأحقاف : ۲۴] ''تو جب انھوں نے اسے ایک بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کا رخ کیے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے۔ بلکہ وہ (عذاب) ہے جو تم نے جلدی مانگا تھا، آندھی ہے، جس میں دردناک عذاب ہے۔'' [مسلم، کتاب صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤیة الریح ...... الخ : ۱۵/۸۹۹]

وَ أَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَأَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۞ وَ نَجَّيْنَا الَّذِينَ اٰمَنُوا وَ كَانُوا يَتَّقُونَ ۞ ع ۲ / ۱۶

''اور جو ثمود تھے تو ہم نے انھیں سیدھا راستہ دکھایا مگر انھوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھا رہنے کو پسند کیا تو انھیں ذلیل کرنے والے عذاب کی کڑک نے پکڑ لیا، اس کی وجہ سے جو وہ کماتے تھے۔ اور ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو ایمان لائے

اور بچا کرتے تھے۔"

قوم ثمود کی ہدایت کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے راہِ نجات کو روشن کیا، صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر ان کے پاس بھیجا، بہت سی نشانیوں کے ذریعے سے حق کو واضح کیا اور اپنی شریعت نازل کر کے اس پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ ان ساری باتوں کا تقاضا تھا کہ وہ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آتے، لیکن انھوں نے ایمان پر کفر کو اور اطاعت و بندگی پر معصیت و سرکشی کو ترجیح دی، تو اللہ نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ایک رسوا کن عذاب کے ذریعے سے انھیں ہلاک کر دیا اور صالح علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھیوں کو اس عذاب سے بچا لیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴾ [القمر : ۳۱] "بے شک ہم نے ان پر ایک ہی چیخ بھیجی تو وہ باڑ لگانے والے کی کچلی، روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو گئے۔"

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حجر میں ارشاد فرمایا: "ان عذاب یافتہ لوگوں کے علاقے میں (داخل ہونا پڑے تو) صرف روتے ہوئے داخل ہوا کرو، اگر رونا نہ آئے تو ان کے علاقے میں داخل نہ ہونا کہ کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔" [بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلوة في مواضع الخسف والعذاب : ۴۳۳۔ مسلم، کتاب الزھد، باب النھي عن الدخول علی أھل الحجر ...... الخ : ۲۹۸۰]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کے ہمراہ تبوک تشریف لے گئے تو مقام حجر میں ثمود کے (ویران) گھروں کے قریب فروکش ہوئے۔ لوگوں نے ان کنوؤں سے پانی لے لیا جن سے ثمود پانی پیتے تھے۔ انھوں نے اس پانی سے آٹا گوندھ لیا اور گوشت پکانے کے لیے آگ پر ہانڈیاں رکھ دیں۔ (خبر ہونے پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا تو انھوں نے ہانڈیاں الٹ دیں اور آٹا اونٹوں کو کھلا دیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ہمراہ وہاں سے روانہ ہو کر اس کنویں کے پاس جا ٹھہرے جہاں سے (صالح کی) اونٹنی پانی پیا کرتی تھی اور آپ نے اپنے صحابہ کو ان لوگوں کے (ویران) گھروں میں داخل ہونے سے منع فرما دیا جن پر اللہ کا عذاب نازل ہوا تھا اور فرمایا: "میں ڈرتا ہوں کہ تم پر بھی ویسا عذاب نہ آ جائے جیسا ان پر آیا تھا، اس لیے ان کے علاقے میں داخل نہ ہوا کرو۔" [مسند أحمد : ۱۱۷/۲، ح : ۵۹۸۹]

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾

"اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، پھر ان کی الگ الگ قسمیں بنائی جائیں گی۔ یہاں تک کہ جونہی اس کے پاس پہنچیں گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے ان کے خلاف اس کی شہادت دیں

گے جو وہ کیا کرتے تھے۔‘‘

نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ اہل قریش کو وہ احوال بتائیں جن سے کفار قیامت کے دن دو چار ہوں گے، شاید کہ عبرت حاصل کریں۔ جب اللہ کے تمام دشمن جہنم یا میدانِ محشر کی طرف ہانک کر لے جائے جائیں گے اور سب ایک جگہ اکٹھے کیے جائیں گے، تو اس وقت اللہ کے حکم سے ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے ان کے جرائم کی گواہی دیں گے۔ جس اللہ نے ان کی زبانوں کو دنیا میں قوت گویائی دی تھی، وہی اس دن ان کے جسموں کے دیگر اعضا کو قوت گویائی دے گا اور وہ ان مجرموں کا ایک ایک جرم بیان کریں گے، جس کفر و شرک کا اعتراف کرنے سے ان کی زبانیں خاموش تھیں، اس کی گواہی دیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [یٰسٓ: ٦٣ تا ٦٥] ’’یہ ہے وہ جہنم جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ آج اس میں داخل ہو جاؤ، اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔ آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے جو وہ کمایا کرتے تھے۔‘‘

وَ قَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّ هُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۲۱

’’اور وہ اپنے چمڑوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی؟ وہ کہیں گے ہمیں اس اللہ نے بلوا دیا جس نے ہر چیز کو بلوایا اور اسی نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا اور اسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔‘‘

اہل کفر و شرک اپنے اعضائے جسم کا یہ حال دیکھ کر دم بخود رہ جائیں گے، وہ اپنے چمڑوں سے، جن سے آواز نکل رہی ہوگی اور جنھیں اللہ اس دن عقل و فہم دے گا، کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف ایسی گواہی کیوں دی ہے جو تمھارے ہی درد و الم کا سبب ہوگی؟ تو وہ کہیں گے کہ یہ گواہی ہمارے ذریعے سے اس اللہ نے دلوائی ہے جس نے ہر حیوان کو قوت گویائی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمھیں اپنے اعضا کی قوت گویائی پر حیرت کیوں ہوتی ہے؟ یہ تو اس اللہ کا حکم ہوگا جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا ہے، تو جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا ہے وہ یقیناً تمھارے اعضا کو قوتِ گویائی دینے پر قادر ہے اور یاد رکھو کہ تمھیں لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ آپ ہنس دیے، پھر فرمایا: ’’کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟‘‘ ہم نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا: ’’بندے کے

اپنے رب سے کلام پر (میں ہنسا ہوں)، بندہ کہے گا کہ اے میرے رب! کیا تو مجھے ظلم سے پناہ نہیں دے چکا؟ اللہ فرمائیں گے، کیوں نہیں، بندہ کہے گا کہ میں اپنے خلاف کسی اور کی گواہی قبول نہیں کروں گا سوائے اپنی ذات کی گواہی کے۔ اللہ فرمائے گا کہ آج کے دن تجھ پر تیری ہی گواہی کافی ہوگی اور کراماً کاتبین کی گواہی (اس کے علاوہ ہوگی)۔ چنانچہ اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضا سے کہا جائے گا کہ بولو! اب وہ اس کے اعمال کی گواہی دیں گے، پھر اسے کلام کی اجازت دی جائے گی تو وہ اپنے اعضا سے مخاطب ہو کر کہے گا، تمھارے لیے ہلاکت اور دوری ہو! تمھیں بچانے کے لیے تو میں جھگڑا کر رہا تھا۔" [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ۲۹۶۹]

وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَ لَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَ لَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾

"اور تم اس سے پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمھارے خلاف تمھارے کان گواہی دیں گے اور نہ تمھاری آنکھیں اور نہ تمھارے چمڑے اور لیکن تم نے گمان کیا کہ بے شک اللہ بہت سے کام، جو تم کرتے ہو، نہیں جانتا۔ اور یہ تمھارا گمان تھا جو تم نے اپنے رب کے بارے میں کیا، اسی نے تمھیں ہلاک کر دیا، سو تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔ پس اگر وہ صبر کریں تو آگ ان کے لیے ٹھکانا ہے اور اگر وہ معافی کی درخواست کریں تو وہ معاف کیے گئے لوگوں سے نہیں ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کفار و مشرکین سے کہے گا، جب تم لوگ گناہوں کا ارتکاب کرتے تھے تو اپنے کانوں، آنکھوں اور چمڑوں سے پردہ کرنے کی نہیں سوچتے تھے، کیونکہ تمھارے دل میں یہ خیال آتا ہی نہیں تھا کہ قیامت کے دن تمھارے اعضا تمھارے خلاف گواہی دیں گے۔ تم یہ بھی گمان کرتے تھے کہ اللہ تمھارے بہت سے جرائم و معاصی کو نہیں جانتا ہے، اسی لیے تو تم ان کے ارتکاب کی جرأت کرتے تھے۔ اپنے رب سے متعلق تمھاری اس بدگمانی نے تمھیں ہلاکت و بربادی کے دھانے تک پہنچا دیا ہے۔ اسی وجہ سے تم نے دنیا میں اس کے احکام کی مخالفت کی جرأت کی، اب آخرت میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اپنے گناہوں کا انکار کر رہے ہو اور سب کچھ کھو کر جہنم کی طرف لے جائے جا رہے ہو۔ آخری آیت میں فرمایا کہ آج اگر جہنمی صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں، تو اس کے سوا چارہ ہی کیا ہے؟ کیونکہ اب تو جہنم ہی ان کا ہمیشہ کے لیے ٹھکانا ہے۔ اگر چاہتے ہیں کہ اللہ ان سے راضی ہو جائے اور جنت میں داخل کر دیے جائیں، تو ان کی یہ تمنا کبھی پوری نہیں ہوگی، یعنی نہ جہنم سے نکالے جائیں گے اور نہ اس کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بیت اللہ کے پاس دو قرشی اور ایک ثقفی یا دو ثقفی اور ایک قرشی جمع ہوئے۔ (ان کے پیٹوں میں چربی تو بہت تھی لیکن عقل کم تھی)۔ ان میں سے ایک نے کہا، تم کیا سمجھتے ہو اللہ تعالیٰ ہماری باتیں سنتا ہے؟ دوسرے نے کہا کہ پکار کر باتیں کریں تو سنتا ہے، اگر آہستہ بات کریں تو نہیں سنتا۔ تیسرے نے کہا اگر ہم پکار کر بات کریں تو سنتا ہے تو آہستہ سے جو بات کریں گے وہ بھی سنے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ﴿ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''اور تم اس سے پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمھارے خلاف تمھارے کان گواہی دیں گے اور نہ تمھاری آنکھیں اور نہ تمھارے چمڑے اور لیکن تم نے گمان کیا کہ بے شک اللہ بہت سے کام، جو تم کرتے ہو، نہیں جانتا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ وما كنتم تستترون ...... الخ ﴾ : ٤٨١٦۔ مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب صفات المنافقين و أحكامهم : ٢٧٧٥]

وَ قَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع ۱۷/۲

''اور ہم نے ان کے لیے کچھ ساتھی مقرر کر دیے تو انھوں نے ان کے لیے ان کے سامنے اور ان کے پیچھے جو کچھ تھا، خوشنما بنا دیا اور ان پر بات ثابت ہوگئی، ان قوموں کے ساتھ ساتھ جو جنوں اور انسانوں میں سے ان سے پہلے گزر چکی تھیں، بے شک وہ خسارہ اٹھانے والے تھے۔''

اہلِ کفر و شرک کا باطل پر اصرار اور ان کے نفس کی خباثت جب حد سے تجاوز کر جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ کچھ خبیث شیاطین کو ان کے ساتھ لگا دیتا ہے، جو ان کے دوست بن جاتے ہیں اور ان کے حاضر و مستقبل کے گناہوں کو ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا کر پیش کرتے ہیں۔ جب ان کا یہ حال ہو جاتا ہے تو ان کے لیے ابدی شقاوت و بدبختی لکھ دی جاتی ہے۔ ان کا نام ان گزشتہ جن و انس کے ساتھ لکھ دیا جاتا ہے جنھوں نے اپنے انبیاء کی تکذیب کی، خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور پھر دنیا و آخرت کا خسارہ ان کی قسمت بن جاتا ہے۔

اس آیت میں برے ساتھیوں سے مراد شیطان اور برے انسان ہیں، شیطان تو بہکاتا ہے، رہے برے انسان تو وہ صرف بہکاتے ہی نہیں بلکہ ان کی بری صحبت کا بھی اثر پڑتا ہے۔ شیطان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَ اِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَ لَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴾ [الزخرف : ٣٦ تا ٣٩] ''اور جو شخص رحمٰن کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر

کر دیتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ رہنے والا ہوتا ہے۔اور بے شک وہ ضرور انھیں اصل راستے سے روکتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں ۔ یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا اے کاش! میرے درمیان اور تیرے درمیان دو مشرقوں کا فاصلہ ہوتا، پس وہ برا ساتھی ہے۔ اور آج یہ بات تمھیں ہرگز نفع نہ دے گی، جب کہ تم نے ظلم کیا کہ بے شک تم (سب) عذاب میں شریک ہو۔"

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ہر شخص کے ساتھ جنوں میں سے ایک (شیطان) کو اس کا ساتھی مقرر کیا ہوا ہے۔" لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی (شیطان ہے)؟ فرمایا: "(ہاں!) میرے ساتھ بھی ہے، لیکن اللہ نے اس کے مقابلہ میں میری مدد کی ہے تو وہ (میرا) مطیع ہو گیا ہے اور مجھے نیکی کے سوا اور کوئی بات نہیں کہتا۔" [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان و بعثه سرایاه ...... الخ : ۲۸۱٤]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے باہر تشریف لے گئے، تو اس پر مجھے تشویش ہوئی (کہ شاید آپ کسی اور بیوی کے پاس چلے گئے ہیں)۔ پھر آپ لوٹ کر واپس آئے اور میرا حال دیکھا، تو آپ نے فرمایا: "تمھیں کیا ہوا ہے اے عائشہ!؟ کیا تمھیں غیرت آئی ہے؟" میں نے کہا، مجھے کیا ہوا، جو میرے جیسی بیوی کو آپ جیسے شوہر پر غیرت نہ آئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تمھارا شیطان تمھارے پاس آ گیا؟" میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں!" میں نے کہا، کیا ہر انسان کے ساتھ شیطان ہے؟ فرمایا: "ہاں!" میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! لیکن میرے رب نے اس کے مقابلہ میں میری مدد کی، حتیٰ کہ وہ (میرا) مطیع ہو گیا ہے۔" [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان وبعثه سرایاه ...... الخ : ۲۸۱٥]

جنات و شیاطین کے علاوہ کچھ انسان ساتھی بھی ایسے ہوتے ہیں جو شیطانوں کی طرح بہکاتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ﴾ [الناس : ۱ تا ٦] "تو کہہ میں پناہ پکڑتا ہوں لوگوں کے رب کی۔ لوگوں کے بادشاہ کی۔ لوگوں کے معبود کی۔ وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے، جو ہٹ ہٹ کر آنے والا ہے۔ وہ جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ جنوں اور انسانوں میں سے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴾ [الفرقان : ۲۷ تا ۲۹] "اور جس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھ دانتوں سے کاٹے گا، کہے گا اے کاش! میں رسول کے ساتھ کچھ راستہ اختیار کرتا۔ ہائے میری بربادی! کاش کہ میں فلاں کو دلی دوست نہ بناتا۔

بے شک اس نے تو مجھے نصیحت سے گمراہ کر دیا، اس کے بعد کہ میرے پاس آئی اور شیطان ہمیشہ انسان کو چھوڑ جانے والا ہے۔''

برے دوستوں کی صحبت بھی آدمی کے لیے دینی نقصان کا باعث ہوتی ہے، جیسا کہ سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نیک دوست اور برے دوست کی مثال ایسی ہے جیسے مشک بیچنے والے عطار اور لوہار کی سی۔ تمھارا مشک بیچنے والے کے پاس بیٹھنا فائدے سے خالی نہیں، یا تو تم مشک خریدو گے، یا (اگر خریدو گے نہیں تو) خوشبو تو تجھے (بہرحال) آئے گی، جبکہ لوہار کی بھٹی یا تو تمھارا بدن یا تمھارا کپڑا جلا دے گی، ورنہ بدبو تو (بہرحال) آئے گی۔'' [بخاری، کتاب البیوع، باب فی العطار وبیع المسك : ۲۱۰۱۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب مجالسة الصالحین و مجانبة قرناء السوء : ۲٦۲۸]

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾

''اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، اس قرآن کو مت سنو اور اس میں شور کرو، تاکہ تم غالب رہو۔ سو یقیناً ہم ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، ضرور بہت سخت عذاب چکھائیں گے اور یقیناً ہم انھیں ان بدترین اعمال کا بدلہ ضرور دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ یہ اللہ کے دشمنوں کی جزا آگ ہی ہے، انھی کے لیے اس میں ہمیشہ رہنے کا گھر ہے، اس کی جزا کے لیے جو وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔''

جو شخص بھی قرآن سنتا تھا تو قرآن کی بات اس کے دل میں اتر جاتی تھی اور یہی تاثیر قرآن کا وہ اعجاز تھا جس سے قریشِ مکہ سخت خائف رہتے تھے۔ قرآن سے متعلق انھوں نے دو طرح کے اقدام کیے تھے، تاکہ اس کی آواز کو دبایا جا سکے، ان میں سے پہلا اقدام تو مسلمانوں پر پابندی تھی کہ وہ قرآن کو اونچی آواز سے نہ پڑھا کریں، کیونکہ اس طرح ان کی عورتیں اور بچے متاثر ہوتے ہیں۔ اسی جرم کی پاداش میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی بار حملے ہوئے اور مسلمانوں کو بھی سخت اذیتیں دی گئیں۔ اسی جرم کی پاداش میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا اور آپ ہجرت کی نیت سے نکل کھڑے ہوئے۔ برک غماد کے مقام پر پہنچے تھے کہ قبیلہ قارہ کا سردار ابن دغنہ انھیں اپنی پناہ میں لے کر واپس مکہ لے آیا۔ سردارانِ قریش نے اس پناہ کو صرف اس شرط کے ساتھ منظور کیا کہ آپ قرآن بلند آواز سے نہیں پڑھا کریں گے۔ مگر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ زیادہ دیر اس شرط پر قائم نہ رہ سکے تو قریشی سرداروں نے ابن دغنہ کے پاس جا کر شکایت کی۔ ابن دغنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر انھیں اپنا عہد یاد دلایا اور کہا کہ یا تو تم بلند آواز سے قرآن پڑھنا

چھوڑ دو، یا پھر میری پناہ مجھے واپس کر دو۔ اس کے جواب میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ تم اپنی پناہ اپنے پاس رکھو اور میرا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ ان کا دوسرا اقدام یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں اونچی آواز سے قرآن پڑھتے تو مشرکین سننے والوں کو وہاں سے بھگا دیتے اور کہتے کہ تم لوگ اس قرآن کو نہ سنو، آپس میں کہتے کہ اس کا خوب مذاق اڑاؤ، تالیاں بجاؤ اور ادھر ادھر کی باتیں کرو، تاکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قراءت بے معنی بن جائے اور اس طرح تمھاری آوازیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز پر غالب آ جائیں گی اور وہ قرآن پڑھنے سے باز آ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی ان نازیبا اور بے ہودہ حرکتوں پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم ان کافروں کو شدید عذاب دیں گے اور قیامت کے دن انھیں ان کے کرتوتوں کا بدترین بدلہ دیں گے۔ اس دن اللہ کے دشمنوں کا بدلہ جہنم کی آگ ہوگی، جس میں وہ ہمیشہ جلتے رہیں گے، اس سبب سے کہ وہ دنیا میں اللہ کی کتاب کا انکار کرتے تھے۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ۲۹

”اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، کہیں گے اے ہمارے رب! تو ہمیں جنوں اور انسانوں میں سے وہ دونوں دکھا جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا، ہم انھیں اپنے قدموں کے نیچے ڈالیں، تاکہ وہ سب سے نچلے لوگوں سے ہو جائیں۔“

جہنمی جب آگ میں جل رہے ہوں گے اور کچھ نہ بن پڑے گا، تو اپنے غیظ و غضب کا اظہار ان شیاطین جن و انس کے خلاف کریں گے جو دنیا میں کفر و معاصی کو ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا کر پیش کرتے تھے۔ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! جو شیاطین جن و انس ہمیں دنیا میں بہکاتے رہے ہیں ذرا انھیں ہمارے سامنے کر دے، تاکہ ہم انھیں اپنے قدموں سے روند ڈالیں اور انھیں جہنم کی آخری کھائی میں پہنچا دیں اور تاکہ انھیں ہم اپنے آپ سے بدترین حال میں دیکھ کر اپنے دل کے پھپھولے پھوڑ لیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا : اس کا مفہوم واضح ہی ہے کہ گمراہ کرنے والے شیاطین ہی نہیں ہوتے، انسانوں کی ایک بڑی تعداد بھی شیطان کے زیر اثر لوگوں کو گمراہ کرنے میں مصروف رہتی ہے، تاہم بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ”الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا“ سے مراد ابلیس اور قابیل بن آدم ہے جس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس انسان کو بھی ظلم کے ساتھ قتل کیا جائے گا تو اس کے خون (ناحق) میں آدم علیہ السلام کے اس پہلے بیٹے کا حصہ بھی ہوگا، کیونکہ سب سے پہلے قتل کو اسی نے ایجاد کیا تھا۔“ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم و ذريته : ۳۳۳۵۔ مسلم، كتاب القسامة والمحاربين، باب بيان إثم من سن القتل : ۱۶۷۷]

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا
تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۳۰ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝۳۱ نُزُلًا
مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝۳۲ ع ۴ ۱۸

’’بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ ہم تمھارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تمھارے دل چاہیں گے اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تم مانگو گے۔ یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔‘‘

فرمایا کہ جو لوگ اللہ کو ایک مانتے ہیں، معبودانِ باطلہ کی نفی کرتے اور صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، ان کے پاس دنیا میں یا موت کے وقت یا دوبارہ زندہ کیے جانے کے وقت فرشتے آتے ہیں اور انھیں اطمینان دلاتے ہیں کہ جو زندگی اب آنے والی ہے اس کے بارے میں آپ لوگ مطمئن رہیے اور جن لوگوں کو آپ دنیا میں چھوڑ آئے ہیں ان کی بھی فکر نہ کیجیے، ان کی نگرانی ہم کریں گے۔ دنیا میں آپ لوگوں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا تھا اسے پا کر اب خوش ہو جائیے۔ فرشتے ان سے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم لوگ دنیا اور آخرت دونوں جگہ آپ سے محبت کرنے والے ہیں، اس لیے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان قدر مشترک اللہ کی اطاعت و بندگی ہے۔ جنت میں آپ لوگوں کو ہر وہ چیز ملے گی جسے آپ کا دل چاہے گا اور جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ یہ تمام نعمتیں آپ کے غفور و رحیم رب کی طرف سے آپ کی میزبانی کے لیے ہوں گی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۱۳ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأحقاف : ۱۳، ۱۴] ’’بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ لوگ جنت والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہنے والے، اس کے بدلے کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔‘‘

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص اللہ سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملاقات نا پسند کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملاقات نا پسند کرتا ہے۔‘‘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا آپ کی کسی اور بیوی نے کہا، اے اللہ کے رسول! موت کو تو ہم بھی برا جانتے ہیں۔ آپ

نے فرمایا: ''اس ملاقات سے مراد موت نہیں ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ کی رضا مندی اور (اس کے ہاں) اس کی عزت کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ تو اس وقت مومن کو کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں ہوتی جو اس کے آگے ہوتی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی ملاقات، اس کی رضا و خوشنودی اور جنت)۔ لہٰذا وہ اللہ سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا ہے اور اللہ بھی اس سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا ہے۔ لیکن کافر کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور اللہ کی مقرر کردہ سزا کی بشارت دی جاتی ہے، تو اس وقت اسے اس چیز سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں ہوتی جو اسے آگے ملنے والی ہوتی ہے (یعنی اللہ کا عذاب و سزا) لہٰذا وہ اللہ سے ملنا ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا ناپسند کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقائہ : ۶۵۰۷۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاءہ ...... الخ : ۲۶۸۴، عن عائشۃ رضی الله عنھا]

سیدنا سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ! مجھے اسلام کی ایک ایسی بات بتا دیجیے کہ پھر میں اس کے متعلق آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ نے فرمایا: ''کہو! میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ڈٹے رہو۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب جامع أوصاف الإسلام : ۳۸]

وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ : یعنی فرشتے انھیں شر کے ختم ہو جانے اور خیر کے حاصل ہو جانے کی خوش خبری سناتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مومن کی روح نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں۔'' (حدیث کے راوی) حماد کہتے ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روح کی خوشبو اور مشک کا ذکر کیا، پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آسمان والے فرشتے (اس روح کی خوشبو پا کر) کہتے ہیں کہ پاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، اللہ تجھ پر رحمت نازل کرے اور اس جسم پر بھی جسے تو نے آباد کر رکھا تھا۔ پھر فرشتے اپنے رب کے حضور اس روح کو لے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اسے قیامت قائم ہونے تک (اس کی معین جگہ یعنی علیین میں) پہنچا دو۔'' [مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار علیہ ...... الخ : ۲۸۷۲]

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْۤ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ : یعنی جنت میں تمھیں وہ سب کچھ مل جائے گا جسے تمھارے جی چاہیں گے اور جس سے تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ گویا مومن کی ہر خواہش پوری کی جائے گی، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمھیں چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں کوئی شبہ ہوتا ہے، جب اس کے اوپر بادل بھی نہ ہو؟'' لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ! نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو کیا تمھیں سورج دیکھنے میں کوئی شبہ ہوتا ہے جب اس کے اوپر ابر بھی نہ ہو؟'' لوگوں نے عرض کی کہ نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پس تم اسی طرح (اللہ

کسی وقت کے) اپنے پروردگار کو دیکھو گے۔ قیامت کے دن لوگ (زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو (دنیا میں) جس کی پرستش کرتا تھا وہ اس کے پیچھے ہو لے۔ چنانچہ کوئی ان میں سے آفتاب کے پیچھے ہو جائے گا اور کوئی ان میں سے چاند کے پیچھے ہو جائے گا اور کوئی ان میں سے بتوں کے پیچھے ہو جائے گا اور یہ (ایمان داروں کا) گروہ باقی رہ جائے گا اور اسی میں اس امت کے منافق (بھی شامل) ہوں گے۔ پس اللہ تعالیٰ (اس صورت میں جسے وہ نہیں پہچانتے) ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا کہ میں تمھارا پروردگار ہوں، تو وہ کہیں گے (ہم تجھے نہیں جانتے) ہم اس جگہ کھڑے رہیں گے یہاں تک کہ ہمارا پروردگار ہمارے پاس آ جائے اور جب وہ آئے گا ہم اسے پہچان لیں گے۔ پھر اللہ عزوجل ان کے پاس (اس صورت میں) آئے گا (جسے وہ پہچانتے ہیں) اور فرمائے گا کہ میں تمھارا پروردگار ہوں؟ تو وہ کہیں گے ہاں! تو ہمارا پروردگار ہے۔ پس اللہ انھیں بلائے گا اور جہنم کی پشت پر پل صراط رکھ دیا جائے گا اور میں اپنی امت کے ساتھ اس پل صراط سے گزرنے والا پہلا رسول ہوں گا اور اس دن سوائے پیغمبروں کے کوئی بول نہ سکے گا اور پیغمبروں کا کلام اس دن « اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ » ہوگا (یعنی اے اللہ! مجھے محفوظ رکھنا، مجھے بچا لینا) اور جہنم میں سعدان کے کانٹوں کے مشابہ آنکڑے ہوں گے، کیا تم لوگوں نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو وہ (شکل میں) سعدان کے کانٹوں کے مشابہ ہوں گے، لیکن ان کی جسامت کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ وہ آنکڑے لوگوں کو ان کے اعمال کے موافق اچک لیں گے، تو ان میں سے کوئی اپنے اعمال کے سبب (جہنم میں گر کر) ہلاک ہو جائے گا اور کوئی ان میں سے (مارے زخموں کے) ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، اس کے بعد نجات پائے گا، یہاں تک کہ جب اللہ دوزخیوں میں سے جن پر مہربانی کرنا چاہے گا تو اللہ فرشتوں کو حکم دے گا کہ جو اللہ کی پرستش کرتے تھے وہ نکال لیے جائیں، چنانچہ فرشتے انھیں نکالیں گے اور فرشتے انھیں سجدوں کے نشانوں سے پہچان لیں گے اور اللہ تعالیٰ نے (دوزخ کی) آگ پر حرام کر دیا ہے کہ وہ سجدے کے نشان کو کھائے۔ تو ابن آدم کے سارے جسم کو آگ کھا لے گی سوائے سجدوں کے نشان کے، تو وہ آگ سے نکالے جائیں گے (اس حال میں کہ) وہ سیاہ ہو گئے ہوں گے، پھر ان کے اوپر آب حیات ڈالا جائے گا تو (اس کے پڑنے سے) وہ ایسا نمو پکڑیں گے جیسے دانہ سیل کے بہاؤ میں اگتا ہے۔ اس کے بعد اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا اور ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان باقی رہ جائے گا اور وہ تمام دوزخیوں میں سے سب سے آخر میں جنت میں جائے گا۔ اس کا منہ دوزخ کی طرف ہوگا، کہے گا کہ اے میرے پروردگار! میرا منہ دوزخ (کی طرف) سے پھیر دے، کیونکہ مجھے اس کی ہوا نے زہر آلود کر دیا ہے اور اس کے شعلے نے مجھے جلا دیا ہے۔ اللہ فرمائے گا، اچھا، اگر تیرے ساتھ یہ احسان کر دیا جائے تو تو اس کے علاوہ کچھ اور تو نہیں مانگے گا؟ وہ کہے گا کہ تیری بزرگی کی قسم! نہیں

(کچھ نہیں مانگوں گا) اور اللہ عزوجل اس بات پر ، جس قدر اللہ چاہے گا ، اس شخص سے پختہ وعدہ لے گا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کا منہ دوزخ (کی طرف) سے پھیر دے گا۔ پھر جب وہ جنت کی طرف منہ کرے گا اور اس کی تروتازگی دیکھے گا، تو جس قدر اللہ تعالیٰ اس شخص کا خاموش رہنا پسند کرے گا، وہ آدمی چپ رہے گا، اس کے بعد کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے جنت کے دروازے کے پاس بٹھا دے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ کیا تو نے مجھ سے اس بات پر عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ اس ایک سوال کے سوا تو مجھ سے اور کچھ نہیں مانگے گا؟ وہ عرض کرے گا، اے میرے پروردگار! مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب تو نہ کر۔ تو اللہ فرمائے گا کہ اگر تجھے یہ بھی عطا کر دیا جائے تو تو اس کے علاوہ کچھ اور تو نہ مانگے گا؟ وہ عرض کرے گا کہ قسم تیری بزرگی کی! نہیں، میں اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے، جس قدر اللہ چاہے گا، قول و قرار لے گا اور اسے جنت کے دروازے کے پاس بٹھا دے گا۔ پس جب وہ جنت کے دروازے پر پہنچ جائے گا اور اس کی پہنائی، تروتازگی اور سرور دیکھے گا تو جتنی دیر اللہ اس کا چپ رہنا چاہے گا، وہ چپ رہے گا۔ اس کے بعد وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے جنت میں داخل کر دے۔ اللہ عزوجل فرمائے گا کہ افسوس اے ابن آدم! تو کس قدر عہد شکن ہے، کیا تو نے اس بات پر قول و قرار نہیں کیے تھے کہ اس کے علاوہ جو تجھے دیا جا چکا ہے اور کچھ نہیں مانگے گا؟ وہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ کر۔ پس اللہ تعالیٰ (اس کی باتوں سے) ہنس پڑے گا اور خوش ہو گا۔ اس کے بعد اُسے جنت میں جانے کی اجازت دے دے گا اور فرمائے گا کہ خواہش کر (یعنی جو جو کچھ تو مانگ سکتا ہے مانگ)، چنانچہ وہ خواہش کرنے لگے گا، یہاں تک کہ اس کی خواہشیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ بزرگ و برتر فرمائے گا کہ یہ یہ چیزیں اور مانگ۔ اب اللہ تعالیٰ اسے یاد دلائے گا، یہاں تک کہ جب اس کی خواہشیں تمام ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھے یہ بھی سب کچھ دیا جاتا ہے (یعنی تیری خواہشوں کے مطابق) اور اسی کے برابر اور بھی۔'' (یہ حدیث سن کر) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر یہ فرمایا تھا: ''اللہ عزوجل نے فرمایا کہ تجھے یہ بھی سبھی کچھ اور اس کے ساتھ اسی کی مثل دس گنا اور بھی دیا جاتا ہے۔'' تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف یہی قول یاد ہے کہ تجھے یہ بھی دیا جاتا ہے اور اسی کے مثل اور بھی۔ تو سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''تجھے یہ اور اسی کی مثل دس گنا اور دیا جاتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب فضل السجود : ۸۰٦]

وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۳۳

''اور بات کے اعتبار سے اس سے اچھا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں

فرماں برداروں میں سے ہوں۔“

اس آیت میں تبلیغ دین کی اہمیت اور فضیلت کا واضح بیان ہے۔ تبلیغ دین گویا تمام باتوں سے افضل و برتر ہے، کوئی بات اتنی وقیع نہیں جتنی وقیع دعوت الی اللہ ہے۔ زبان سے نکلنے والی تمام باتوں میں سب سے بہتر بات دعوت الی اللہ ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ : سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا: ”کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیبر کی فتح عطا فرمائے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔“ آپ کا یہ فرمان سن کر لوگ رات بھر مضطرب و منتظر رہے کہ دیکھو! جھنڈا کس کو ملتا ہے؟ صبح ہوتے ہی سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ ہر ایک کو یہ امید تھی کہ جھنڈا اسے ملے گا۔ آپ نے پوچھا: ”علی بن ابو طالب کہاں ہیں؟“ لوگوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! ان کی تو آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: ”ان کو بلاؤ۔“ انھیں لایا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا اور ان کے لیے دعا کی، پھر تو وہ ایسے تندرست ہو گئے جیسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ آپ نے جھنڈا ان کے حوالے کیا تو وہ کہنے لگے، یا رسول اللہ! میں ان سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ ہماری طرح اسلام قبول نہ کر لیں؟ آپ نے فرمایا: ”تم باوقار طریقے سے جاؤ، جب تم ان کے علاقے میں پہنچو تو ان کو اسلام کی دعوت دینا اور اللہ کے جو حقوق ان پر واجب ہیں وہ انھیں بتانا۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تمھاری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمھارے حق میں سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔“ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر : ٤٢١٠۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه : ٢٤٠٦]

وَعَمِلَ صَالِحًا : یعنی دعوت الی اللہ دینے والا نیک عمل کرتا ہو، جس چیز کی وہ دعوت دے رہا ہے اس پر خود بھی عمل کرتا ہو، اس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ [الصف : ۲، ۳] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک ناراض ہونے کے اعتبار سے بڑی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم نہیں کرتے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ [البقرة : ٤٤] ”کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟“

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک شخص کو قیامت کے روز لایا جائے گا اور اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ آگ میں اس کی انتڑیاں باہر نکل پڑیں گی اور وہ اس طرح گھومے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ دوزخی (اس کے گرد) جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے، اے شخص! یہ کیا بات ہے؟ کیا تو (دنیا میں) ہمیں اچھی بات کا حکم نہیں دیتا تھا اور بری بات سے روکتا نہیں تھا؟ وہ کہے گا، بے شک میں تم لوگوں کو تو نیک بات

کا حکم دیتا تھا، لیکن خود وہ کام نہیں کرتا تھا اور تم کو بری بات سے منع کرتا تھا، لیکن خود وہ کام کرتا تھا۔" [بخاري، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ۳۲۶۷۔ مسلم، کتاب الزهد، باب عقوبة من يأمر بالمعروف ولا يفعله ...... الخ : ۲۹۸۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص ہدایت کی طرف بلائے، تو اسے اس کی بات مان کر راہ ہدایت پر چلنے والوں کا بھی ثواب ملے گا اور اس سے اس راہ پر چلنے والوں کا ثواب کچھ کم نہیں ہوگا اور جو شخص گمراہی کی طرف بلائے گا، تو اسے اس کی بات مان کر اس گناہ پر چلنے والوں کا بھی گناہ ہوگا اور اس سے اس راہ پر چلنے والوں کا گناہ کچھ کم نہیں ہوگا۔" [مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة...... الخ : ۲۶۷۴]

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿۳۴﴾

"اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا جیسے وہ دلی دوست ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے برائی کے دفعیہ کے لیے نیکی اختیار کرنے کا حکم دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کے ساتھ برائی کرتا ہے تو آپ اس کے ساتھ برائی نہ کریں، بلکہ اس کے ساتھ نیکی کریں۔ آپ کی نیکی آپ کے دشمن پر ایسا اخلاقی بوجھ ہوگا کہ وہ آپ کا گرم جوش دوست بن جائے گا۔ آپ کی نیکی دشمن کے دل سے بغض و عداوت کو نکال دے گی اور دوستی اور محبت پیدا کر دے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۹۶] "اس طریقے سے برائی کو ہٹا جو سب سے اچھا ہو، ہم زیادہ جاننے والے ہیں جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی جانب گھڑ سوار مجاہدین کا ایک دستہ روانہ فرمایا۔ یہ مجاہدین بنو حنیفہ قبیلے کے ایک سردار ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر لائے اور اسے مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے تو پوچھا: "ثمامہ! تو کیا سمجھتا ہے (کہ میں تیرے ساتھ کیسا معاملہ کروں گا؟)" ثمامہ کہنے لگا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے پاس تو خیر ہی ہے، لیکن (اس کے باوجود) اگر مجھے قتل کرو گے تو ایسے شخص کو قتل کرو گے جس کے خون کا بدلہ لیا جائے گا اور اگر مجھ پر احسان کرو گے تو ایسے شخص پر احسان کرو گے جو احسان کی قدر کرنا جانتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر آپ کو مال و دولت کی تمنا ہے تو جس قدر چاہیں تقاضا کریں (اسے پورا کیا جائے گا۔ یہ جواب سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ کہے بغیر چلے گئے) حتیٰ کہ اگلے دن تشریف لائے اور ثمامہ سے وہی سوال دہرایا:

’’ثمامہ! تیرا کیا خیال ہے (کہ میں تیرے ساتھ کیسا معاملہ کروں گا)؟‘‘ ثمامہ نے کہا، میں اپنی بات آپ سے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان کریں گے تو ایک قدر دان پر احسان کریں گے۔ اب بھی رسول اللہ ﷺ نے اسے (اس کے حال پر) چھوڑ دیا، حتیٰ کہ تیسرے دن اس سے پوچھا: ’’تیرا (میرے بارے میں) کیا خیال ہے، اے ثمامہ!؟‘‘ ثمامہ نے کہا، میرا خیال وہی ہے جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں۔ اب کے رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ کو) حکم دیا: ’’ثمامہ کو آزاد کردو۔‘‘ ثمامہ یہاں سے نکلا اور مسجد کے قریب ہی کھجوروں کے ایک باغ میں جا پہنچا۔ وہاں سے غسل کر کے مسجد میں آ گیا اور (رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر) کہنے لگا: «اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ» ’’میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔‘‘ پھر کہنے لگا، اے محمد! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمین پر جس قدر بھی چہرے ہیں، ان میں سب سے بڑھ کر مجھے جس چہرے پر غصہ آتا تھا، وہ آپ کا چہرہ تھا، لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ ان تمام چہروں میں مجھے جس چہرے کے ساتھ سب سے بڑھ کر محبت ہے وہ آپ کا چہرۂ مبارک ہے اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے آپ کے دین سے زیادہ برا کوئی دین نہیں لگتا تھا، مگر اب آپ کا دین مجھے تمام ادیان میں سب سے زیادہ محبوب لگ رہا ہے اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کے اس شہر پر مجھے تمام شہروں سے بڑھ کر غصہ آتا تھا، مگر اب یہ شہر سب شہروں سے بڑھ کر مجھے پیارا لگ رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ آپ کے گھڑ سواروں نے مجھے اس وقت گرفتار کیا جس وقت میں عمرے کا ارادہ کر چکا تھا، اب آپ کی مرضی ہے جو حکم فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے (ان کے قبول اسلام پر) انھیں خوش خبری دی اور فرمایا: ’’تم عمرہ ادا کرلو۔‘‘ سیدنا ثمامہ رضی اللہ عنہ جب مکہ پہنچے تو ایک شخص انھیں کہنے لگا، کیا تو بے دین ہو گیا ہے؟ ثمامہ رضی اللہ عنہ نے کہا، بالکل نہیں، میں تو اللہ کے رسول محمد ﷺ پر ایمان لایا ہوں اور سنو! (یہ بات ہے تو) اللہ کی قسم! یمامہ سے تمھارے پاس اب گندم کا ایک دانہ بھی نہیں پہنچے گا، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ تمھیں اناج دینے کی اجازت دیں۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب وفد بني حنيفة و حديث ثمامة بن أثال : ۴۳۷۲]

وَ مَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَ مَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝۳۵

’’اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اچھی خصلت اور عظیم فضیلت تو انھیں نصیب ہوتی ہے جو درد والم کے گھونٹ خاموشی کے ساتھ پی جاتے ہیں اور اپنے رب کی اطاعت و بندگی پر صبر کے ساتھ قائم رہتے ہیں، یہ رتبۂ بلند تو اسے ملتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہی سعادت مند ہوتا ہے، اس کے اندر خیر کی صلاحیتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہیں۔ عقل سلیم اور خلق عظیم کا

مالک ہوتا ہے اور اپنے رب سے ثواب کی امید لگائے زندگی گزارتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۳، ۱۳۴] ''اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دوڑو اپنے رب کی جانب سے بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین (کے برابر) ہے، ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ [الشورىٰ : ۴۳] ''اور بلاشبہ جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں سے ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت ﴿ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد غصے کے وقت صبر کرنا اور برائی کو معاف کرنا ہے اور جب وہ (مسلمان) ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں شیطان سے بچا لے گا اور ان کا دشمن ان کے لیے اس طرح ہو جائے گا، جیسے گرم جوش دوست ہو۔ [بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ حٰمٓ السجدۃ، قبل الحدیث : ۴۸۱۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پہلوان وہ نہیں ہے جو کشتی میں مقابل کو پچھاڑ دے، بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ میں اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب : ۶۱۱۴۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل من یملك نفسه عند الغضب ...... الخ : ۲۶۰۹]

وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۳۶

''اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تجھے ابھار ہی دے تو اللہ کی پناہ طلب کر، بلاشبہ وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

انسان میں انتقام ایک فطری خواہش ہے، اس فطری خواہش کو شیطان برانگیختہ کرتا ہے اور انسان کو ظلم کرنے پر ابھارتا ہے۔ ظلم و انتقام سے فساد بڑھتا ہے، گھٹتا نہیں۔ انتقام در انتقام کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور امن و امان مفقود ہو جاتا ہے۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ دنیا میں فساد پھیلے، ایک انسان دوسرے انسان کے خون کا پیاسا ہو۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص انتقام نہ لے، بلکہ اگر انتقام کا وسوسہ بھی دل میں پیدا ہو تو اللہ سے پناہ طلب کرے تو فساد کا سدباب ہی نہیں ہوتا، بلکہ محبت و الفت کی فضا قائم ہو جاتی ہے، دشمن دوست بن جاتا ہے، فساد ختم ہو جاتا ہے اور زندگی امن و سکون سے گزرتی ہے۔ یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے، جو اسلام کے اعلیٰ اخلاقی اصولوں کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد

فرمایا: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [الأعراف : ۱۹۹، ۲۰۰] ''درگزر اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر۔ اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تجھے ابھار ہی دے تو اللہ کی پناہ طلب کر، بے شک وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۝ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۙ۝ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴾ [المؤمنون : ۹۶ تا ۹۸] ''اس طریقے سے برائی کو ہٹا جو سب سے اچھا ہو، ہم زیادہ جاننے والے ہیں جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں۔ اور تو کہہ اے میرے رب! میں شیطانوں کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے میرے رب! میں اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آموجود ہوں۔''

سیدنا سلیمان بن صُرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دو آدمیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گالی گلوچ کی، ایک کو غصہ آ گیا، اتنا شدید کہ اس کا چہرہ پھول گیا اور رنگ بدل گیا۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے اگر غصہ کرنے والا شخص وہ کلمہ کہہ لے تو اس کا غصہ دور ہو جائے گا۔'' ایک دوسرا شخص اس کے پاس گیا اور آپ نے جو فرمایا تھا اسے اس کی خبر دی اور کہا، شیطان سے اللہ کی پناہ مانگ۔ وہ کہنے لگا، تم نے مجھے دیوانہ سمجھ لیا ہے، یا مجھے کوئی روگ ہو گیا ہے؟ جا اپنا راستہ لے۔ [بخاري، کتاب الأدب، باب ما ينهى من السباب واللعن : ۶۰۴۸]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو قیام فرماتے تو '' اَللّٰهُ اَكْبَرُ '' کہتے، پھر یوں کہتے: ((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ)) ''پاک ہے تو اے اللہ! اپنی حمد کے ساتھ، تیرا نام بڑی برکت والا ہے، تیری شان بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔'' پھر تین بار کہتے: ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' پھر تین بار کہتے: ((اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا)) ''اللہ سب سے بڑا، بہت بڑا۔'' پھر یہ پڑھتے: ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَ نَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ)) ''میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو (ہر آواز کو) سننے والا اور (ہر چیز کو) جاننے والا ہے، مردود شیطان (کے شر) سے، اس کے خطرے سے، اس کی پھونکوں سے اور اس کے وسوسے سے۔'' [أبو داود، کتاب الصلوة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم و بحمدك : ۷۷۵]

وَ مِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَ النَّهَارُ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

''اور اسی کی نشانیوں میں سے رات اور دن، اور سورج اور چاند ہیں، نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور اس اللہ کو سجدہ

کرو جس نے انھیں پیدا کیا، اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض عظیم نشانیوں کو بیان کیا ہے، جو اس کی کمال قدرت اور علم و حکمت پر دلالت کرتی ہیں اور انسان کو دعوت ایمان دیتی ہیں۔ لیل و نہار کی گردش، شمس و قمر کا نور، ان کا ایک محکم نظام کے مطابق اپنے اپنے دائرے میں چلتے رہنا اور اس میں ذرہ برابر کا فرق نہ آنا، یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں۔ شمس و قمر اللہ کے پیدا کردہ ہیں، اس لیے بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے کہا گیا کہ لوگو! آفتاب و مہتاب کی پرستش نہ کرو، بلکہ اس اللہ کی عبادت کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے۔ عبادت میں اس کے ساتھ کسی غیر کو شریک نہ بناؤ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام اور شرک ہے، نیز یوسف علیہ السلام کے دور میں جو سجدۂ تعظیمی جائز تھا، آیت زیر تفسیر نے اسے منسوخ کر دیا۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴾ [النحل : ۱۲] ’’اور اس نے تمھاری خاطر رات اور دن اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا اور ستارے اس کے حکم کے ساتھ مسخر ہیں۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔‘‘

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ۩ ﴿۳۸﴾ السجدۃ ۱۱

’’پھر اگر وہ تکبر کریں تو وہ (فرشتے) جو تیرے رب کے پاس ہیں وہ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ نہیں اکتاتے۔‘‘

اس آیت میں نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ اگر تمام نشانیاں دیکھنے کے باوجود مشرکین مکہ کبر و عناد کی راہ اختیار کرتے ہیں اور اللہ کے لیے بندگی کو خالص نہیں کرتے تو انھیں بتا دیجیے کہ فرشتے رات دن آپ کے رب کی تسبیح میں مشغول ہیں، وہ کبھی نہیں تھکتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو تمھاری عبادت کی کوئی ضرورت نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۲۰۶] ’’بے شک جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں، وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الشوریٰ : ۵] ’’آسمان قریب ہیں کہ اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو زمین میں ہیں، سن لو! بے شک اللہ ہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا

یَسۡتَحۡسِرُوۡنَ ﴿۱۹﴾ یُسَبِّحُوۡنَ الَّیۡلَ وَ النَّهَارَ لَا یَفۡتُرُوۡنَ ﴾ [الأنبياء : ١٩، ٢٠] ''اور اسی کا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو اس کے پاس ہیں وہ نہ اس کی عبادت سے تکبر کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں، وقفہ نہیں کرتے۔''

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چرچرا رہا ہے اور اس کا حق ہے کہ چرچرائے، کیونکہ اس میں چار انگلیوں کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں ہے مگر اس میں کوئی نہ کوئی فرشتہ حالتِ سجدہ میں اپنی پیشانی رکھے ہوئے ہے۔'' [ترمذی، كتاب الزهد، باب ما جاء في قول النبي ﷺ : "لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلاً" : ٢٣١٢]

وَ مِنۡ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّکَ تَرَی الۡاَرۡضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡهَا الۡمَآءَ اهۡتَزَّتۡ وَ رَبَتۡ ؕ اِنَّ الَّذِیۡۤ اَحۡیَاهَا لَمُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ؕ اِنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۳۹﴾

''اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ بے شک تو زمین کو دبی ہوئی (بنجر) دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور پھولتی ہے۔ بے شک وہ جس نے اسے زندہ کیا، یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، یقیناً وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اللہ کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ جب بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط سالی ہو جاتی ہے تو زمین پتھر کی مانند سخت ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی گھاس اور پودا باقی نہیں رہتا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ بارش بھیجتا ہے تو مٹی میں حرکت آ جاتی ہے، پودے اگ آتے ہیں، مٹی نرم ہو جاتی ہے اور ہر طرف زندگی کے آثار نظر آنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس باری تعالیٰ نے اس مردہ زمین کو زندگی دی اور اس میں پودے اگائے، وہی مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا، وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ ایسا ناممکن ہے کہ وہ کسی چیز کا ہونا چاہے اور وہ وجود میں نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی دلیل میں جگہ جگہ کھیتی کی مثال دی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ نَزَّلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَکًا فَاَنۡۢبَتۡنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الۡحَصِیۡدِ ۙ﴿۹﴾ وَ النَّخۡلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلۡعٌ نَّضِیۡدٌ ﴿۱۰﴾ رِّزۡقًا لِّلۡعِبَادِ ۙ وَ اَحۡیَیۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّیۡتًا ؕ کَذٰلِکَ الۡخُرُوۡجُ ﴾ [ق : ٩ تا ١١]

''اور ہم نے آسمان سے ایک بہت بابرکت پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ باغات اور کاٹی جانے والی (کھیتی) کے دانے اگائے۔ اور کھجوروں کے درخت لمبے لمبے، جن کے تہ بہ تہ خوشے ہیں۔ بندوں کو روزی دینے کے لیے اور ہم نے اس کے ساتھ ایک مردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح نکلنا ہے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو مرتبہ صور پھونکنے کے درمیان چالیس (دن یا ماہ یا سال) کی مدت ہوگی ...... پھر (اتنی مدت کے گزرنے کے بعد) اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا، جس سے

لوگوں کے جسم اس طرح (زمین سے) اگ پڑیں گے جس طرح سبزی اگتی ہے۔" [مسلم، کتاب الفتن، باب ما بین النفختین : ۲۹۵۵]

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْۤ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾

"بے شک وہ لوگ جو ہماری آیات کے بارے میں ٹیڑھے چلتے ہیں، وہ ہم پر مخفی نہیں رہتے، تو کیا وہ شخص جو آگ میں پھینکا جائے بہتر ہے، یا جو امن کی حالت میں قیامت کے دن آئے؟ تم کرو جو چاہو، بے شک وہ اسے جو تم کر رہے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔"

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ نہ تو اللہ تعالیٰ کی آیت میں کجی نکالنے والے اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ رہ سکتے ہیں اور نہ ان کے اعمال۔ وہ کجی نکالنے والوں کو بھی اچھی طرح جانتا ہے اور جو عمل وہ کر رہے ہیں، ان اعمال کو بھی اچھی طرح جانتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ لوگ اپنی بداعمالیوں کی سزا سے بچ نہیں سکتے۔ اس کے بعد فرمایا کہ قیامت کے دن جو شخص جہنم میں ڈال دیا جائے گا وہ بہتر ہوگا، یا وہ شخص جو اس دن ہر خوف و خطرے سے مطمئن ہوگا؟ جواب معلوم ہے کہ یقیناً جہنم کے عذاب سے بچ جانے والا بہتر ہوگا۔ پھر مشرکین وہ راہ کیوں نہیں اختیار کرتے جو انھیں جہنم سے بچا لے اور جنت میں پہنچا دے؟ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے کافرو! ٹھیک ہے، جو چاہو کرتے رہو، علام الغیوب تمھارے تمام کرتوتوں سے خوب واقف ہے۔

آیات میں کجی پیدا کرنے کا معنی یہ ہے کہ آیات کے معانی اپنی مرضی کے مطابق کرے، آیات کا مذاق اڑانے کے لیے ان کے مفہوم اور منشا کو بدلے اور لوگوں کو گمراہ کرے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴾ [إبراهیم: ۲، ۳] "اور کافروں کے لیے سخت عذاب کے باعث بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں، یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔" قرآن مجید سیدھے اور واضح راستے کی ہدایت کرتا ہے، اس کے معانی اور مطالب میں نہ کسی قسم کی کجی ہے، نہ پیچیدگی اور نہ ابہام، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۹] "بلاشبہ یہ قرآن اس (راستے) کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے کہ بے شک ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔"

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ : یعنی اچھا یا برا جو عمل بھی کرو گے وہ تمھارے حالات سے آگاہ اور

تمھارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگوں نے پہلی نبوت کے کلام میں سے جو کچھ پایا ہے اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب تو حیا نہ کرے تو جو چاہے کر۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ۳۴۸۳، ۳۴۸۴]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾

”بے شک وہ لوگ جنھوں نے اس نصیحت کے ساتھ کفر کیا، جب وہ ان کے پاس آئی (وہ بھی ہم پر مخفی نہیں ہیں) اور بلاشبہ یہ یقیناً ایک باعزت کتاب ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ قرآن کریم کا انکار کرتے ہیں انھیں ان کے کفر و عناد کا بدلہ مل کر رہے گا۔ آخر میں قرآن کریم کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی یہ کتاب ہر تبدیلی اور تحریف سے محفوظ کر دی گئی ہے اور کوئی فرد اس جیسا کوئی کلام نہیں لا سکے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَيْرَھَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ [النساء : ۵۶] ”بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہم انھیں عنقریب ایک سخت آگ میں جھونکیں گے، جب بھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی ہم انھیں ان کے علاوہ اور کھالیں بدل دیں گے، تاکہ وہ عذاب چکھیں، بے شک اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ : یعنی یہ ایسی محفوظ و محصون کتاب ہے کہ کوئی اس جیسی کتاب پیش کرنے کا قصد نہیں کر سکتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۸] ”کہہ دے اگر سب انسان اور جن جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہیں لائیں گے، اگرچہ ان کا بعض بعض کا مددگار ہو۔“

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾

”اس کے پاس باطل نہ اس کے آگے سے آتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، ایک کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔“

فرمایا کہ یہ وہ کتاب برحق ہے جس کے قریب باطل نہیں پھٹک سکتا۔ نہ کوئی شخص اس میں کجی کر سکتا ہے اور نہ کوئی شخص اس میں کوئی چیز زیادہ کر سکتا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جسے اس اللہ نے نازل کیا ہے جو بڑی حکمتوں والا ہے اور جو ہر

تعریف کا سزاوار ہے۔قرآن مجید حکمت والے اللہ کی طرف سے اتارا گیا ہے اور یہ خود بھی حکمت والا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰسٓ ۚ﴿۱﴾ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ﴿۳﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ﴿۴﴾ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴾ [یٰس : ۱ تا ۵] ”یٰسٓ ۔اس حکمت سے بھرے ہوئے قرآن کی قسم! بلاشبہ تو یقیناً بھیجے ہوئے لوگوں میں سے ہے۔سیدھی راہ پر ہے۔یہ سب پر غالب، نہایت مہربان کا نازل کیا ہوا ہے۔“

مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۴۳﴾

”تجھے نہیں کہا جائے گا مگر وہی جو ان رسولوں سے کہا گیا جو تجھ سے پہلے تھے اور بے شک تیرا رب یقیناً بڑی بخشش والا اور بہت دردناک عذاب والا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ کفارِ مکہ آپ سے وہی کہتے ہیں جو کچھ گزشتہ قومیں اپنے رسولوں سے کہتی تھیں، وہی تکلیف دہ باتیں اور اللہ کی نازل کردہ کتاب میں انھی کی طرح شکوک و شبہات پیدا کرنا، اس لیے جس طرح ان انبیاء نے صبر کیا آپ بھی صبر کیجیے۔آپ کا رب ان موحدین کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے، جنھوں نے آپ کی اور گزشتہ انبیاء کی پیروی کی اور جو اہل کفر آپ کی مخالفت کر رہے ہیں انھیں وہ سخت سزا دینے والا ہے۔

مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ : گزشتہ انبیاء کو جادوگر اور مجنون کہا گیا، ارشاد فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴾ [الذاريات : ٥٢] ”اسی طرح ان لوگوں کے پاس جو ان سے پہلے تھے، کوئی رسول نہیں آیا مگر انھوں نے کہا یہ جادوگر ہے، یا دیوانہ۔“ رسول اللہ ﷺ کا بھی مذاق اڑایا گیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَ هُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [الأنبیاء : ٣٦] ”اور جب تجھے وہ لوگ دیکھتے ہیں جنھوں نے کفر کیا تو تجھے مذاق ہی بناتے ہیں، کیا یہی ہے جو تمھارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے، اور وہ خود رحمان کے ذکر ہی سے منکر ہیں۔“

اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ : یعنی اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو جو اس کے حضور توبہ کرے، بخش دینے والا ہے اور جو اپنے کفر، سرکشی، عناد، اختلاف اور مخالفت پر ڈٹا رہے تو اسے دردناک عذاب دینے والا ہے۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر مومن کو اللہ تعالیٰ کی تیار کردہ سزا (عذاب) کا علم ہو جائے تو کوئی جنت کی طمع نہ کرے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت (کی وسعت) کا علم ہو جائے تو کوئی اس کی جنت سے ناامید نہ ہو۔“ [مسلم، کتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى ...... الخ : ٢٧٥٥]

وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّ عَرَبِیٌّ قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ وَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَیْهِمْ عَمًى اُولٰٓىِٕكَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۴۴﴾

ع ۵ ۱۹

’’اور اگر ہم اسے عجمی قرآن بنا دیتے تو یقیناً وہ کہتے اس کی آیات کھول کر کیوں نہ بیان کی گئیں، کیا عجمی زبان اور عربی (رسول)؟ کہہ دے یہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا ہونے کا باعث ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں بہت دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔‘‘

کفارِ مکہ کفر و عناد کی وجہ سے کہتے تھے کہ اگر واقعی محمد (ﷺ) اللہ کے نبی ہیں اور قرآن اللہ کا کلام ہے تو یہ کسی عجمی زبان میں نازل ہوا ہوتا، تاکہ ہمیں یقین ہو جاتا کہ اسے سچ مچ اللہ تعالیٰ ہی نے بھیجا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہی ہوتا جیسا وہ کہہ رہے ہیں، تب بھی ان کے عناد اور سرکشی میں کمی نہ آتی اور کہتے کہ اس کی آیتوں کو اس زبان میں کیوں نہیں بیان کیا گیا جسے ہم سمجھتے ہیں؟ یہ کیا بات ہوئی کہ قرآن تو عجمی ہے اور رسول عربی ہے اور اس کے مخاطب عرب ہیں؟ یعنی ان کا مقصد ایمان لانا نہیں ہے، اس لیے اللہ کی آیتیں جس طرح بھی ان کے پاس پہنچیں گی، وہ لوگ قبول نہیں کریں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ ان سے کہہ دیجیے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لیے باعثِ ہدایت اور دلوں کے امراض کا علاج ہے اور اہل کفر کے کان تو اس صدائے ایمانی کو سننے سے اور ان کی آنکھیں اس نورِ ہدایت سے مستفید ہونے سے قاصر ہیں۔ ان کافروں کی مثال تو اس آدمی کی سی ہے جسے بہت ہی دور سے پکارا جائے اور وہ آواز اس تک نہ پہنچے، چونکہ کفر و عناد کی وجہ سے ان کے دلوں پر بھی مہر لگ گئی ہے، اس لیے قرآن کریم کی آیات سے انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہے۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ : اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ جب کسی قوم میں کوئی رسول بھیجا تو اس رسول کی زبان وہی ہوتی تھی جو اس قوم کی زبان ہوتی تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمْ فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴾ [إبراهیم : ٤] ’’اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان میں، تاکہ وہ ان کے لیے کھول کر بیان کرے، پھر اللہ گمراہ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

اہل عرب کی طرف بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے رسول کو بھیجا جس کی زبان عربی تھی، پھر جو کتاب اس پر اتاری گئی وہ بھی عربی

زبان میں تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَ بُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ١٢] ''اور یہ ایک تصدیق کرنے والی کتاب عربی زبان میں ہے، تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جنھوں نے ظلم کیا اور نیکی کرنے والوں کے لیے بشارت ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۞ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۞ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴾ [الشعراء : ١٩٢ تا ١٩٥] ''اور بے شک یہ یقیناً رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔ جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔ تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں سے ہو جائے۔ واضح عربی زبان میں۔''

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ : یعنی اے محمد (ﷺ)! کہہ دیجیے کہ جو شخص ایمان لائے اس کے دل کے لیے یہ قرآن ہدایت اور اس کے سینے کے شکوک و شبہات کے لیے شفا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٨٢] ''اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔''

وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى : کافروں کے کانوں میں تکبر، نفسانیت اور ہٹ دھرمی کا بوجھ ہے، اگر کافر تکبر، نفسانیت اور ہٹ دھرمی کے بوجھ کو کانوں سے نکال دیں تو پھر حق کی آواز انھیں سنائی دے سکتی ہے، لیکن وہ اس بوجھ کو نکالنے کے لیے تیار نہیں، بلکہ وہ اس بوجھ پر فخر کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ [لقمان : ٧] ''اور جب اس پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے، گویا اس نے وہ سنی ہی نہیں، گویا اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، سو اسے دردناک عذاب کی خوش خبری دے دے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۞ وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ وَ فِيْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْۢ بَيْنِنَا وَ بَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ٤، ٥] ''تو ان کے اکثر نے منہ موڑ لیا، سو وہ نہیں سنتے۔ اور انھوں نے کہا ہمارے دل اس بات سے پردوں میں ہیں جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے اور ہمارے کانوں میں ایک بوجھ ہے اور ہمارے درمیان اور تیرے درمیان ایک حجاب ہے، پس تو عمل کر، بے شک ہم بھی عمل کرنے والے ہیں۔''

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ہدایت اور علم کی مثال جس کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، تیز بارش کی مثل ہے جو زمین پر برسی، تو جو زمین صاف ہوتی ہے وہ پانی کو جذب کر لیتی ہے، پھر اس سے بہت سارا چارا اور گھاس اگتی ہے اور جو زمین سخت ہوتی ہے، وہ پانی کو روک لیتی ہے، پھر

اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، وہ (اس کو) پیتے ہیں اور (اپنے جانوروں کو) پلاتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں اور کچھ بارش (زمین کے) دوسرے حصہ کو پہنچی جو بالکل چٹیل میدان ہے، نہ پانی کو روکتا ہے اور نہ سبزہ اگاتا ہے۔ پس یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین کی سمجھ حاصل کی اور اسے وہ چیز جس کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، فائدہ دے اور وہ (اس کو) پڑھے اور پڑھائے اور مثال اس شخص کی جس نے اس کی طرف سر تک نہ اٹھایا اور اللہ کی اس ہدایت کو، جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، قبول نہ کیا۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم و علّم : ۷۹]

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے طے ہو چکی تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور بلاشبہ وہ اس کے متعلق یقیناً ایسے شک میں ہیں جو بے چین رکھنے والا ہے۔''

نبی کریم ﷺ کی مزید تسلی کے لیے کہا گیا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی کتاب دی تھی، تو لوگوں نے ان کی اور اس کتاب کی تکذیب کی اور انھیں اذیت پہنچائی، اس لیے اے میرے نبی! جس طرح اولو العزم انبیاء نے صبر کیا آپ بھی صبر کیجیے اور اگر اللہ کا یہ فیصلہ اٹل نہ ہوتا کہ لوگوں کے اعمال کا بدلہ قیامت کے دن ہی دیا جائے گا، تو کفار مکہ کو ان کے کفر و عناد کی وجہ سے اسی دنیا میں عذاب کے ذریعے سے ہلاک کر دیا جاتا۔ یہ لوگ قیامت کے دن پر بالکل یقین نہیں رکھتے ہیں، اسی لیے انھوں نے کفر و عناد کی زندگی اختیار کر رکھی ہے۔

<u>وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ</u> : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ۱۰۵] ''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام آ چکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾

''جس نے نیک عمل کیا سو اپنے لیے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہوگی اور تیرا رب اپنے بندوں پر ہرگز کوئی ظلم کرنے والا نہیں۔''

اس آیت میں بھی ایک گونہ تسلی ہی کی بات ہے کہ جو آدمی ایمان لانے کے بعد نیک عمل کرتا ہے، اس کا فائدہ اسے ہی پہنچتا ہے اور جو کفر و معصیت کی راہ پر چلتا ہے اس کا نقصان اسے ہی ملتا ہے، یعنی اللہ کی ناراضی اور عذاب الیم کا سزاوار بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا، وہ کسی کا بغیر گناہ مؤاخذہ نہیں کرتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۫ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۲۵] ”پھر کیا حال ہو گا جب ہم انھیں اس دن کے لیے جمع کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَ مَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ﴿۴۷﴾

’’اسی کی طرف قیامت کا علم لوٹایا جاتا ہے اور کسی قسم کے پھل اپنے غلافوں سے نہیں نکلتے اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے۔ اور جس دن وہ انھیں پکارے گا کہاں ہیں میرے شریک؟ وہ کہیں گے ہم نے تجھے صاف بتا دیا ہے، ہم میں سے کوئی (اس کی) شہادت دینے والا نہیں۔‘‘

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ : ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۸۷] ’’وہ تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں اس کا قیام کب ہوگا؟ کہہ دے اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر اس کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری واقع ہوئی ہے، تم پر اچانک ہی آئے گی۔ تجھ سے پوچھتے ہیں جیسے تو اس کے بارے میں خوب تحقیق کرنے والا ہے۔ کہہ دے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ’’قیامت کب آئے گی؟‘‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس سے پوچھا گیا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔‘‘ [بخاری، كتاب الإيمان، باب سؤال جبرائيل النبي ﷺ عن الإيمان و الإسلام و الإحسان ...... الخ : ۵۰۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الإيمان ما هو؟ ...... الخ : ۹۹]

وَ مَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ : یعنی اس کا علم تمام کائنات کو محیط ہے، حتیٰ کہ جو پھل شگوفہ کے غلاف سے باہر آتا ہے اسے بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ رحم مادر میں لڑکی یا لڑکا پرورش پا رہا ہے، کتنے دنوں کے بعد اس کی ولادت ہوگی، وہ ناقص ہوگا یا پورا، خوبصورت ہوگا یا بدصورت؟ ان تمام باتوں کا علم صرف اللہ کو ہوتا ہے۔ گویا زمین و آسمان میں ذرہ برابر بھی کوئی شے اس کے علم سے پوشیدہ نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَ لَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [يونس : ۶۱] ’’اور تیرے رب سے کوئی ذرہ برابر (چیز) نہ زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ۵۹] ’’اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور

کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا علام الغیوب ہونا اور اس کی عظیم قدرت تقاضا کرتی ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے، کسی اور کو اس کا شریک نہ بنایا جائے۔ اسی لیے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرکوں سے پوچھے گا کہ جن معبودانِ باطلہ کو تم میرا شریک بناتے تھے، وہ کہاں ہیں؟ تو وہ کذب بیانی سے کام لیں گے اور کہیں گے، اے ہمارے رب! ہم نے تجھے بتا دیا تھا کہ ہم میں سے کوئی اس بات کی گواہی نہیں دیتا تھا کہ تیرا کوئی شریک ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿٢٣﴾ انْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾ [الأنعام : ٢٢ تا ٢٤] ”اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے شریک بنائے کہاں ہیں تمھارے وہ شریک جنھیں تم گمان کرتے تھے۔ پھر ان کا فریب اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ کہیں گے اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے، ہم شریک بنانے والے نہ تھے۔ دیکھ انھوں نے کیسے اپنے آپ پر جھوٹ بولا اور ان سے گم ہوگیا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٧٠﴾ إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ ﴿٧١﴾ فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿٧٢﴾ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٧٣﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُو مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ﴾ [المؤمن : ٧٠ تا ٧٤] ”وہ لوگ جنھوں نے کتاب کو اور جو کچھ ہم نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا اسے جھٹلا دیا، سو عنقریب جان لیں گے۔ جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں، گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ کھولتے پانی میں، پھر آگ میں جھونکے جائیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جو تم شریک ٹھہراتے تھے؟ اللہ کے سوا۔ کہیں گے وہ ہم سے گم ہوگئے، بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔ اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔“

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَظَنُّوا مَا لَهُمْ مِنْ مَحِيصٍ ﴿٤٨﴾

”اور ان سے غائب ہو جائیں گے وہ جنھیں وہ اس سے پہلے پکارتے تھے اور سمجھ لیں گے کہ ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرکین دنیا میں جن بتوں وغیرہ کی پرستش کرتے تھے، قیامت کے دن وہ سب ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں گے، کوئی ان کی مدد کے لیے نہیں آئے گا اور انھیں اس وقت یقین ہو جائے گا کہ اب عذابِ نار سے

بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴾ [الکھف : ۵۳] ''اور مجرم لوگ آگ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ بے شک وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔''

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۬ وَ اِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾

''انسان بھلائی مانگنے سے نہیں اکتاتا اور اگر اسے کوئی برائی آ پہنچے تو بہت مایوس، نہایت ناامید ہوتا ہے۔''

یعنی ایک عام اور دنیا دار انسان کی فطرت یہ ہے کہ وہ مال و دولت سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ ہر طرح کی بھلائیاں میرے ہی لیے ہوں، رزق بھی کشادہ اور وافر ملے، خوشحالی اور عیش و عشرت نصیب ہو، تندرستی بھی ہو اور اولاد بھی اچھی ہو۔ غرض بھلائی جس قسم کی ہو سکتی ہے وہ چاہتا ہے کہ سب کچھ اسے مہیا ہو، اگر یہ سب چیزیں مہیا ہو جائیں تو پھر یہ چاہتا ہے کہ ان میں ہر آن اضافہ بھی ہوتا رہے اور اس کی یہ حرص کبھی ختم ہونے کو نہیں آتی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَىِٕنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ۝ وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ۭ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾ [ھود : ۹ تا ۱۱] ''اور یقیناً اگر ہم انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھائیں، پھر اسے اس سے چھین لیں تو بے شک وہ یقیناً نہایت ناامید، بے حد ناشکرا ہوتا ہے۔ اور بے شک اگر ہم اسے کوئی نعمت چکھائیں کسی تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی ہو تو یقیناً ضرور کہے گا سب تکلیفیں مجھ سے دور ہو گئیں۔ بلاشبہ وہ یقیناً بہت پھولنے والا، بہت فخر کرنے والا ہے۔ مگر وہ لوگ جنھوں نے صبر کیا اور نیک اعمال کیے، یہ لوگ ہیں جن کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۳] ''اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اپنا پہلو دور کر لیتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت ناامید ہو جاتا ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر آدمی کو سونے سے بھری ایک وادی دے دی جائے تو وہ (اس پر قناعت اور صبر و شکر کرنے کے بجائے) ایسی ایک اور وادی کی خواہش کرے گا اور اگر اسے (سونے سے بھری) دوسری وادی بھی دے دی جائے تو وہ تیسری کی خواہش کرے گا۔ بات یہ ہے کہ آدمی کا پیٹ مٹی ہی بھرتی ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یتقی من فتنة المال ...... الخ : ٦٤٣٨]

وَ لَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَ مَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ۙ وَّ لَىِٕنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْۤ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا

عَمِلُوْا ۫ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝۵۰

’’اور یقیناً اگر ہم اسے کسی تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی ہو، اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ چکھائیں تو ضرور ہی کہے گا یہ میرا حق ہے اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر واقعی مجھے اپنے رب کی طرف واپس لے جایا گیا تو یقیناً میرے لیے اس کے پاس ضرور بھلائی ہے۔ پس ہم یقیناً ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا ضرور بتائیں گے جو کچھ انھوں نے کیا اور یقیناً ہم انھیں ایک سخت عذاب میں سے ضرور چکھائیں گے۔‘‘

یعنی جب اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف دور کر دیتا ہے، محتاجی کے بعد اسے دولت عطا کر دیتا ہے، تو وہ اپنا ماضی بھول جاتا ہے اور لوگوں کے سامنے فخر کرنے لگتا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ دولت تو میں نے اپنی ذہانت اور محنت سے حاصل کی ہے۔ اللہ کا شکر ادا کرنا بھول جاتا ہے۔ جب اسے قیامت کی یاد دلائی جاتی ہے، تاکہ اللہ کی دی ہوئی دولت میں سے لوگوں پر صدقہ واحسان کرے، تو کہنے لگتا ہے کہ یہ دقیانوسی باتیں ہیں۔ انسان کی پیدائش نیچر کا نتیجہ ہے، آدمی مر کر گل سڑ جائے گا، دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا، قیامت نہیں آئے گی اور اگر مان بھی لیں کہ ہم دوبارہ اپنے رب کے پاس جائیں گے تو وہاں بھی ہمیں جنت ملے گی۔ کیونکہ ہم اس کی نگاہ میں اچھے ہیں، اسی لیے تو اس نے ہمیں اس دنیا میں اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان منکرین قیامت اور احسان فراموشوں کا انجام بتایا کہ وہ روزِ قیامت ان کے برے اعمال ان کے سامنے رکھ دے گا، تاکہ انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور ان کی جھوٹی تمنائیں خاک میں مل جائیں۔ پھر انھیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا جس میں ہمیشہ جلتے رہیں گے۔ ایسے شخص کی ذہنیت اس حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہے، سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں لوہار کا پیشہ اپنائے ہوئے تھا۔ میں نے عاص بن وائل سہمی کے لیے ایک تلوار بنائی اور اس کی مزدوری کے لیے میں عاص کے پاس گیا تو اس نے کہا، میں تجھے یہ مزدوری اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک تو محمد (ﷺ) کا انکار نہ کر دے۔ میں نے کہا کہ میں محمد ﷺ کا انکار ہرگز نہیں کروں گا، یہاں تک کہ اللہ تجھے مار دے اور پھر زندہ کر دے۔ وہ کہنے لگا کہ پھر مرنے تک مجھ سے مزدوری نہ مانگو، مرنے کے بعد جب میں زندہ کیا جاؤں گا تو مجھے مال و اولاد بھی ملیں گے اور اس وقت میں تمھاری مزدوری ادا کر دوں گا۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب: ﴿ أطلع الغيب ...... الخ ﴾ : ۴۷۳۳، ۴۷۳۴]

وَاِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝۵۱

’’اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں وہ منہ موڑ لیتا ہے اور اپنا پہلو دور کر لیتا ہے اور جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو (لمبی) چوڑی دعا والا ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں بالعموم لوگوں کی فطرت بیان کی گئی ہے کہ جب اللہ انھیں مال و اولاد اور صحت و عافیت سے

نوازتا ہے تو اس کی یاد سے غافل ہو جاتے ہیں اور کبر و غرور میں مبتلا ہو کر اطاعت و بندگی کی راہ سے منحرف ہو جاتے ہیں، لیکن جب وہ نعمتیں ان سے چھن جاتی ہیں تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآىِٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۚ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [یونس : ۱۲] ”اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پہلو پر، یا بیٹھا ہوا، یا کھڑا ہوا ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اس سے اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو چل دیتا ہے جیسے اس نے ہمیں کسی تکلیف کی طرف، جو اسے پہنچی ہو، پکارا ہی نہیں۔ اسی طرح حد سے بڑھنے والوں کے لیے مزین بنا دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے۔“

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن کا معاملہ بھی بڑا تعجب خیز ہے کہ اس کے لیے اس کے ہر معاملے میں بھلائی ہی بھلائی ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں ہوتی، بات یہ ہے کہ اگر اسے کوئی خوشی حاصل ہوئی اور اس نے شکر کیا تو اس میں بھی اس کے لیے ثواب ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچا اور اس پر اس نے صبر اختیار کیا تو اس میں بھی اس کے لیے ثواب ہے۔“ [مسلم، کتاب الزھد، باب المؤمن أمرہ کلہ خیر : ۲۹۹۹]

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَ لَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾

”کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر وہ اللہ کی طرف سے ہوا، پھر تم نے اس کا انکار کر دیا تو اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو بہت دور کی مخالفت میں پڑا ہو۔ عنقریب ہم انھیں اپنی نشانیاں دنیا کے کناروں میں اور ان کے نفسوں میں دکھلائیں گے، یہاں تک کہ ان کے لیے واضح ہو جائے کہ یقیناً یہی حق ہے اور کیا تیرا رب کافی نہیں اس بات کے لیے کہ بے شک وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی قریش کو مخاطب کیا گیا ہے، جو قرآن کریم کے وحی الٰہی ہونے کا انکار کرتے تھے، کہا گیا ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ کا کلام ہوا اور تم اس کا انکار کرتے ہو تو بتاؤ تو سہی کہ تم سے بھی زیادہ کوئی گمراہ ہو سکتا ہے؟ اگلی آیت میں فرمایا کہ ہم اپنے نبی اور ان کے مومن ساتھیوں کو مشرق و مغرب میں غلبہ دیں گے، قیصر و کسریٰ اور دیگر طاقتوں کا زور توڑ دیں گے، اسلام تیزی سے ہر طرف پھیلنے لگے گا اور ہمارے رسول اہل قریش کے شہر مکہ کو بھی فتح کریں گے، پھر وہاں سے ہمیشہ کے لیے کفر و شرک کا خاتمہ ہو جائے گا۔ تب کافروں کو یقین ہو جائے گا کہ واقعی قرآن اللہ کا کلام ہے اور اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ سچ ہے۔

آیت کے آخر میں اہل قریش کو بطور زجر و توبیخ کہا گیا ہے کہ کیا قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت کے لیے اللہ کی گواہی کافی نہیں ہے؟ وہ تو ہر چیز سے باخبر ہے، کوئی بات اس سے مخفی نہیں ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ یہ قرآن اسی نے اپنے رسول محمد ﷺ پر اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے نازل کیا ہے۔

ع ۶ اَلَاۤ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾

’’سنو! یقیناً وہ لوگ اپنے رب سے ملنے کے بارے میں شک میں ہیں۔ سن لو! یقیناً وہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے۔‘‘

کفارِ قریش جس شر و فساد میں مبتلا ہیں، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ انھیں دوبارہ زندہ کیے جانے اور اپنے رب کے حضور اپنے کرتوتوں کا حساب دینے پر یقین ہی نہیں ہے۔ آگاہ ہو جائیں کہ اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے، اس کی قدرت سب سے بڑی قدرت ہے، قیامت یقیناً آئے گی، سارے انسان دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور علام الغیوب اور قادرِ مطلق اللہ انھیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور چکائے گا۔

اَلَاۤ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ : مومن اللہ سے ملاقات کی شدید خواہش رکھتا ہے، جبکہ کافر اللہ کی ملاقات سے ہمیشہ شک میں رہتا اور اسے برا سمجھتا ہے، جیسا کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص اللہ سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملاقات ناپسند کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملاقات ناپسند کرتا ہے۔‘‘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا آپ کی کسی اور بیوی نے کہا، اے اللہ کے رسول! موت کو تو ہم بھی برا جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ’’اس ملاقات سے مراد موت نہیں ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ کی رضامندی اور (اس کے ہاں) اس کی عزت کی خوش خبری دی جاتی ہے۔ تو اس وقت مومن کو کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں ہوتی جو اس کے آگے ہوتی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی ملاقات، اس کی رضا و خوشنودی اور جنت)۔ لہٰذا وہ اللہ سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا ہے اور اللہ بھی اس سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا ہے۔ لیکن کافر کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور اللہ کی مقرر کردہ سزا کی بشارت دی جاتی ہے، تو اس وقت اسے اس چیز سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں ہوتی جو اسے آگے ملنے والی ہوتی ہے (یعنی اللہ کا عذاب و سزا) لہٰذا وہ اللہ سے ملنا ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا ناپسند کرتا ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب الرقاق، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه : ٦٥٠٧ـ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه ...... الخ : ٢٦٨٤، عن عائشة رضى الله عنها]

سورۃ الشوریٰ مکیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

حٰمٓ ۝١ عٓسٓقٓ ۝٢ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٣ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝٤ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝٥

''حٰمٓ۔ عٓسٓقٓ۔ اسی طرح وحی کرتا ہے تیری طرف اور ان لوگوں کی طرف جو تجھ سے پہلے تھے، وہ اللہ جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی بے حد بلند، بڑی عظمت والا ہے۔ آسمان قریب ہیں کہ اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو زمین میں ہیں، سن لو! بے شک اللہ ہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

یعنی جس طرح یہ قرآن تیری طرف نازل کیا گیا ہے اسی طرح تجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر صحیفے اور کتابیں نازل کی گئیں۔ وحی اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو فرشتے کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے پاس بھیجتا رہا ہے۔ اس لیے اگر اللہ نے آپ پر وحی نازل کی ہے تو انھیں تعجب کیوں ہے؟ اس قرآن کو آپ پر بذریعہ وحی اس اللہ نے نازل کیا ہے جو ہر چیز پر غالب و قادر ہے اور اس کا کوئی قول و فعل حکمت سے خالی نہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے۔ وہ سب سے اعلیٰ اور سب سے عظیم ہے۔ اس کی عظمت و جلال کا عالم یہ ہے کہ اگر اس کی تاب نہ لا کر آسمان پھٹ کر ایک

دوسرے پر گر جائیں تو کوئی حیرت کی بات نہیں۔ وہ تو وہ ہے جس کی حمد و ثنا بیان کرنے اور اس کی عظمت و کبریائی کا گن گانے میں تمام فرشتے ہر لمحہ اور ہر آن مشغول رہتے ہیں اور اہل ایمان و بندگانِ رب کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے کہ انھیں معلوم ہے کہ اللہ بڑا مغفرت کرنے والا اور اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ﴾ [النساء : ۱۶۳] ''بلاشبہ ہم نے تیری طرف وحی کی، جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد (دوسرے) نبیوں کی طرف وحی کی۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''میرے پاس وحی کبھی تو گھنٹی کی مسلسل آواز کی طرح آتی ہے، جو مجھ پر بہت شاق گزرتی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو مجھے جو کچھ کہا گیا ہوتا ہے وہ سب یاد ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی شکل میں میرے پاس آتا ہے، مجھ سے باتیں کرتا ہے اور میں اس کی وہ باتیں یاد رکھ لیتا ہوں۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا سخت سردی کے ایام میں بھی جب آپ پر وحی اترتی اور پھر وحی کی کیفیت ختم ہوتی تو آپ کی پیشانی سے پسینے کی بوندیں ٹپکنے لگتی تھیں۔ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ : ۲۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب عرق النبی ﷺ فی البرد و حین یأتیہ الوحی : ۲۳۳۳]

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ : یعنی نظام عالم درہم برہم ہو جاتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴾ [مریم : ۸۸ تا ۹۱] ''اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنالی ہے۔ بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔ کہ انھوں نے رحمان کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا۔''

وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا ﴾ [المؤمن : ۷] ''وہ (فرشتے) جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اس کے ارد گرد ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے۔''

وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝

’’اور وہ لوگ جنھوں نے اس کے سوا کوئی اور کارساز بنا لیے اللہ ان پر نگران ہے اور تو ہر گز ان کا کوئی ذمہ دار نہیں۔‘‘

مشرکینِ مکہ کے شرک پر نکیر کرتے ہوئے اور انھیں دھمکی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو اپنا ولی اور دوست بنا کر ان کی پرستش کرتے ہیں، اللہ ان کے تمام اعمال لکھ رہا ہے اور قیامت کے دن انھیں ان کا بدلہ ضرور دے گا۔ نبی کریم ﷺ کی تسلی کے لیے فرمایا کہ اے میرے نبی! آپ پر ان کی ہدایت کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ ان کے گناہوں کا مؤاخذہ آپ سے ہوگا آپ تو پیغامبر ہیں اور آپ کی ذمہ داری صرف ان تک پیغام پہنچا دینا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ۝ إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ۝ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ۝ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ﴾ [الغاشية : ۲۱ تا ۲۶] ’’پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہر گز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔ مگر جس نے منہ موڑا اور انکار کیا۔ تو اسے اللہ عذاب دے گا، سب سے بڑا عذاب۔ یقیناً ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے۔ پھر بے شک ہمارے ہی ذمے ان کا حساب ہے۔‘‘

وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ۝

’’اور اسی طرح ہم نے تیری طرف عربی قرآن وحی کیا، تاکہ تو بستیوں کے مرکز (مکہ) کو ڈرائے اور ان لوگوں کو بھی جو اس کے ارد گرد ہیں اور تو اکٹھا کرنے کے دن سے ڈرائے جس میں کوئی شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی آگ میں۔‘‘

یعنی جس طرح ہم نے آپ سے پہلے دیگر انبیاء پر وحی نازل کی تھی، اسی طرح آپ پر اس قرآن کو نہایت ہی فصیح و بلیغ اور صریح عربی زبان میں نازل کیا ہے، تاکہ آپ اہل مکہ اور ان کے ارد گرد کے تمام علاقوں کے لوگوں کو انھی کی زبان میں اللہ کا پیغام سنا سکیں اور قیامت کے دن کی فضیحت و رسوائی سے ڈرا سکیں، جس دن سب لوگ جمع ہوں گے اور سب کے سامنے مشرکوں، کافروں اور مجرموں کو ان کے دائمی ٹھکانے جہنم کی طرف گھسیٹ کر لے جایا جائے گا۔ اس کے برعکس جو اہل ایمان ہوں گے اور اس دنیا میں نبی کریم ﷺ کی اتباع کرنے والے ہوں گے انھیں جنت میں بھیج دیا جائے گا۔

لِّتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا : مکہ کو ام القریٰ کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا کہ یہ تمام شہروں سے افضل ہے۔ اس کی افضلیت کی ایک دلیل درج ذیل حدیث ہے، سیدنا عبد اللہ بن عدی بن حمراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنا، آپ اپنی اونٹنی پر مکہ کے بازار حزورہ میں کھڑے فرما رہے تھے: ’’(اے مکہ!) اللہ کی قسم! تو اللہ کی ساری زمین سے اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب اور زیادہ افضل ہے اور تو مجھے بھی اللہ کی ساری

زمین میں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے تیرے اندر سے نکالا نہ جاتا تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑتا۔“ [ابن ماجه، كتاب المناسك، باب فضل مكة : ٣١٠٨۔ مسند أحمد : ٣٠٥/٤، ح : ١٨٧٤٢۔ ترمذي، كتاب المناقب، باب في فضل مكة : ٣٩٢٥]

وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ : ” يَوْمَ الْجَمْعِ “ سے مراد قیامت کا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ﴾ [التغابن : ۹] ”جس دن وہ تمھیں جمع کرنے کے دن کے لیے جمع کرے گا۔ وہی ہار جیت کا دن ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝ وَ مَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۝ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ ﴾ [هود : ۱۰۳ تا ۱۰۵] ”بے شک اس میں اس شخص کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے، یہ وہ دن ہے جس کے لیے (سب) لوگ جمع کیے جانے والے ہیں اور یہ وہ دن ہے جس میں حاضری ہوگی۔ اور ہم اسے مؤخر نہیں کر رہے، مگر ایک گنے ہوئے وقت کے لیے۔ جس دن وہ (وقت) آئے گا، کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا بات نہیں کرے گا، پھر ان میں سے کوئی بد بخت ہوگا اور کوئی خوش قسمت۔“

فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ : سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے۔ آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تم ان کتابوں کے بارے میں جانتے ہو؟“ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہم نہیں جانتے مگر یہ کہ آپ ہمیں بتا دیں، تو آپ نے اس کتاب کے متعلق جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی، فرمایا: ”یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے، اس میں جنت والوں کے نام ہیں، ان کے آبا و اجداد اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں اور پھر اس کے آخر میں میزان کر دیا گیا ہے، اب نہ ان میں کسی شخص کا اضافہ کیا جائے گا اور نہ کمی کی جائے گی۔“ پھر آپ نے اس کتاب کے متعلق، جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی، فرمایا: ”یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں دوزخ والوں کے نام ان کے آبا و اجداد اور قبیلوں کے ناموں کے ساتھ درج کر دیے گئے ہیں، پھر ان کے آخر میں میزان کر دیا گیا ہے۔ اب نہ ان افراد میں اضافہ کیا جائے گا اور نہ ان میں کمی کی جائے گی۔“ صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! پھر عمل کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ بے شک یہ تو ایسا امر ہے جو طے پا چکا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”سیدھے راستے پر چلو اور حق کے قریب رہو، اس لیے کہ جنت والے کا انجام جنتیوں کے عمل پر کیا جائے گا، اگرچہ وہ خاتمہ سے پہلے کیسے ہی عمل کیوں نہ کرتا رہا ہو اور دوزخ والے کا خاتمہ دوزخیوں کے عمل پر کیا جائے گا، اگرچہ خاتمہ سے پہلے وہ کیسے ہی عمل کیوں نہ کرتا رہا ہو۔“ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو جھکایا اور ان دونوں کتابوں کو رکھ دیا۔ پھر فرمایا: ”تمھارے رب نے بندوں کے متعلق فیصلہ کر دیا ہے: ﴿ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴾ ”ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی آگ میں۔“ [ترمذي، كتاب القدر، باب ما جاء أن الله كتب كتابًا لأهل الجنة و أهل النار : ٢١٤١]

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ۝۸

’’اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور انھیں ایک امت بنا دیتا اور لیکن وہ اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور جو ظالم ہیں ان کے لیے نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مدد گار۔‘‘

اللہ تعالیٰ اس بات پر یقیناً قادر ہے کہ وہ تمام بنی نوع انسان کو دینِ اسلام کا پابند بنا دے، لیکن اس کی حکمت و مشیت نے اس جبر و اکراہ کو پسند نہیں کیا، بلکہ انسانوں کو آزمانے کے لیے اس نے انسانوں کو ارادہ و اختیار کی آزادی دی، جس نے اس آزادی کا صحیح استعمال کیا، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہو گیا اور جس نے اس کا غلط استعمال کیا، اس نے ظلم کا ارتکاب کیا کہ اللہ کی دی ہوئی آزادی و اختیار کو اللہ ہی کی نافرمانی میں استعمال کیا، چنانچہ ایسے ظالموں کا قیامت والے دن کوئی یار و مددگار نہیں ہوگا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ﴾ [الدھر : ۳] ’’بلاشبہ ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ وہ شکر کرنے والا بنے اور خواہ ناشکرا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾ [الکھف : ۲۹] ’’اور کہہ دے یہ حق تمھارے رب کی طرف سے ہے، پھر جو چاہے سو ایمان لے آئے اور جو چاہے سو کفر کرے۔‘‘

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَ هُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ٝ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۹ ع

’’یا انھوں نے اس کے سوا اور کارساز بنا رکھے ہیں؟ سو اللہ ہی اصل کارساز ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔‘‘

مشرکین کے رویے پر حیرت و استعجاب کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ انھوں نے کیسے اس بات کو گوارا کر لیا کہ اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا ولی و کارساز مان لیں؟ اللہ کے سوا کوئی بھی حقیقی کارساز نہیں ہے، وہ تو وہ ہے جو مُردوں کو زندہ کرتا ہے، اس کے سوا کون اس کی قدرت رکھتا ہے؟ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے اور اس کے سوا کوئی کسی چیز پر قادر نہیں ہے۔ اس لیے اس کے سوا غیروں کو کارساز ماننا ظلم عظیم ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۴۱] ’’ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کے سوا اور مددگار بنا رکھے ہیں مکڑی کی مثال جیسی ہے، جس نے ایک گھر بنایا، حالانکہ بے شک سب گھروں سے کمزور تو مکڑی کا گھر ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔‘‘

وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ مِنْ شَیْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّیْ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۖۗ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ ۝۱۰

''اور وہ چیز جس میں تم نے اختلاف کیا، کوئی بھی چیز ہو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے، وہی اللہ میرا رب ہے، اسی پر میں نے بھروسا کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔''

تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ دین و دنیا کے کسی بھی معاملہ میں اگر تمھارے درمیان اختلاف ہو گا تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کرے گا، جس کا ہر فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہوتا ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ مشرکین کو بتا دیں کہ میرا رب وہی رب ذو الجلال ہے جو حاکم و عادل ہے اور جس کا فیصلہ ہر فیصلے پر غالب ہے، اس کے سوا میرا کوئی رب نہیں ہے۔ میں نے اپنے تمام امور میں اسی پر بھروسا کیا ہے، اپنے آپ کو اسی کے حوالے کر دیا ہے اور میں ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَیْهِ ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [ھود : ۱۲۳] ''اور اللہ ہی کے پاس آسمانوں اور زمین کا غیب ہے اور سب کے سب کام اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ سو اس کی عبادت کر اور اس پر بھروسا کر اور تیرا رب اس سے ہرگز غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔''

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ یَذْرَؤُكُمْ فِیْهِ ؕ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝۱۱ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝۱۲

''(وہ) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اس نے تمھارے لیے تمھارے نفسوں سے جوڑے بنائے اور جانوروں سے بھی جوڑے۔ وہ تمھیں اس (جہاں) میں پھیلاتا ہے، اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ اسی کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں ہیں، وہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

فرمایا کہ رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جس نے تمھاری ہی جنس سے تمھاری بیویوں کو پیدا کیا ہے، بایں طور کہ حوا کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا، پھر زن و شو کے باہم ملاپ سے نسل انسانی کو باقی رکھا۔ رب وہ ہے جس نے جانوروں کے بھی مذکر و مؤنث، یعنی جوڑے پیدا کیے ہیں۔ اس ذات باری تعالیٰ نے مرد و زن اور مذکر و مؤنث کے باہم ملاپ سے انسانوں اور تمام جان داروں کی نسلوں کو باقی رکھا ہے اور ان کی تعداد کو زیادہ کر کے دنیا میں

پھیلا دیا ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات بیان کی ہیں کہ کوئی چیز اس کے مانند نہیں ہے، وہ اپنی ذات و صفات میں اکیلا اور تنہا ہے اور وہ تمام آوازوں کو سننے والا اور تمام کائنات کی خبر رکھنے والا ہے۔ اس نے آسمانوں اور زمین میں اپنی مخلوقات کے لیے جو روزی پیدا کی ہے اور انعامات و کرامات کے جو خزانے ان میں ودیعت کیے ہیں، ان کی چابیاں اسی کے پاس ہیں، وہ ان میں سے جس طرح چاہتا ہے اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرتا ہے۔ اپنے علم و حکمت کے تقاضے کے مطابق کسی کی روزی میں وسعت دیتا ہے اور کسی کی روزی تنگ کر دیتا ہے۔ یہ کام صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے، وہی ان صفات کا حامل ہے، لہٰذا صرف وہی الٰہ و کارساز ہے، دوسرا نہ کوئی یہ کام کر سکتا ہے اور نہ ان صفات سے متصف ہے۔ لہٰذا وہ نہ الٰہ ہو سکتا ہے اور نہ مشکل کشا ہو سکتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [لقمان : ۱۰، ۱۱] ”اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تاکہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس میں ہر طرح کی عمدہ قسم اگائی۔ یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۫ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴾ [الزمر : ٦٢ تا ٦٤] ”اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ اسی کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ کہہ دے پھر کیا تم مجھے غیر اللہ کے بارے میں حکم دیتے ہو کہ میں (ان کی) عبادت کروں اے جاہلو!“

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝۱۳

”اس نے تمھارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا جس کا تاکیدی حکم اس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے تیری طرف کی اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا، یہ کہ اس دین کو قائم رکھو اور اس میں جدا جدا نہ ہو جاؤ۔ مشرکوں پر وہ بات بھاری ہے جس کی طرف تو انھیں بلاتا ہے، اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنی

طرف راستہ اسے دیتا ہے جو رجوع کرے۔“

اللہ تعالیٰ نے یہاں آدم علیہ السلام کے بعد آنے والے پہلے رسول سیدنا نوح علیہ السلام اور سب سے آخری پیغمبر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرمایا ہے، پھر ان دونوں کے درمیان اولو العزم پیغمبروں کا ذکر فرمایا ہے اور وہ ہیں ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام۔ اس آیت میں پانچوں اولو العزم رسولوں کا ذکر ہے، جیسا کہ درج ذیل آیت میں بھی ان کا ذکر ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴾ [الأحزاب : ۷] ”اور جب ہم نے تمام نبیوں سے ان کا پختہ عہد لیا اور تجھ سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے بھی اور ہم نے ان سے بہت پختہ عہد لیا۔“ وہ دین جسے تمام پیغمبر لے کر آئے تھے، وہ یہ ہے کہ صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ [الأنبیاء : ۲۵] ”اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کی مائیں الگ الگ ہیں اور ان کا دین ایک ہی ہے۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ واذکر فی الکتاب مریم ...... الخ ﴾ : ۳۴۴۳]

وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ : دین میں تفریق تو ان کے جانے کے بعد ان کی امت کے لوگ کرتے رہے اور یہ حکم کہ دین میں متفرق نہ ہوں، ان کے توسط سے اور ان کو مخاطب کر کے دراصل امتوں ہی کو دیا گیا تھا اور اس امت کو بھی دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ۱۰۵] ”اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام آ چکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴾ [الروم : ۳۱، ۳۲] ”اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور شرک کرنے والوں سے نہ ہو جاؤ۔ ان لوگوں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی گروہ ہو گئے، ہر گروہ اسی پر جو ان کے پاس ہے، خوش ہیں۔“

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ کا لوگوں کو توحید کی طرف بلانا کفار مکہ پر بڑا ہی گراں گزرتا ہے، لیکن آپ ہمت نہ ہاریے اور پورے عزم و ثبات کے ساتھ اللہ کا پیغام ان تک پہنچاتے

رہیے۔ کون قبول کرتا ہے اور کون اسے رد کر دیتا ہے، یہ آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ اللہ اپنی حکمت و مصلحت اور مرضی کے مطابق جسے چاہتا ہے ایمان باللہ کی توفیق دے دیتا ہے۔ وہ اس عظیم خیر کو قبول کرنے کی توفیق اسے دیتا ہے جو اپنے گناہوں سے تائب ہو کر اس کی بندگی کی راہ پر لگ جاتا ہے اور جو باطل پر اصرار کرتا ہے اسے ظلمتوں میں بھٹکتا چھوڑ دیتا ہے۔

وَ مَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ﴿۱۴﴾

”اور وہ جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس کی ضد کی وجہ سے اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے ایک مقرر وقت تک پہلے طے ہو چکی تو ضرور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک وہ لوگ جو ان کے بعد اس کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کے متعلق یقیناً ایسے شک میں مبتلا ہیں جو بے چین رکھنے والا ہے۔“

کفارِ قریش کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے پاس اپنا کوئی نبی بھیجے گا تو اس پر ایمان لے آئیں گے اور یہود و نصاریٰ سے زیادہ راہ راست پر چلنے والے بن جائیں گے، لیکن جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے، تو انھوں نے حق کو پہچانتے ہوئے ان کی رسالت پر ایمان لانے سے صرف اس لیے انکار کر دیا کہ زمانۂ جاہلیت سے جو ان کی سیادت چلی آ رہی تھی وہ خطرے میں پڑ گئی تھی۔ انھوں نے صرف ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے حق کو قبول نہیں کیا اور فرقے فرقے بن گئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنَةُ ؕ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ وَ یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ ﴾ [البینة : ٤، ٥] ”اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی، جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی دلیل آ گئی۔ اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط ملت کا دین ہے۔“

آگے فرمایا کہ اگر اللہ کا یہ فیصلہ پہلے ہی نہ ہو چکا ہوتا کہ انھیں دنیا میں عذاب دے کر ہلاک نہیں کیا جائے گا، بلکہ قیامت کے دن تک کے لیے ان کی سزا مؤخر کر دی گئی ہے، تو ان کے جرائم ایسے ہیں کہ انھیں فی الفور ہلاک کر دیا جاتا۔ آیت کے آخر میں نبی کریم ﷺ کے زمانے میں پائے جانے والے عربوں اور یہود و نصاریٰ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ لوگ قرآن، نبی کریم ﷺ اور دین اسلام کی صداقت کے بارے میں خود شک و شبہ میں مبتلا ہیں اور اپنے معاشرے میں اسلام کے خلاف شکوک و شبہات پھیلا کر دوسروں کو بھی قبول حق سے روکتے ہیں۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ؕ﴿۱۵﴾

’’سو تو اسی کی طرف پھر دعوت دے اور مضبوطی سے قائم رہ، جیسے تجھے حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی مت کر اور کہہ دے کہ اللہ نے جو بھی کتاب نازل فرمائی میں اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا رب اور تمھارا رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ ہمیں آپس میں جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ سے فرما رہا ہے کہ جس دین و شریعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کیا ہے لوگوں کو اسی کی طرف بلائیے، خود بھی اسی پر قائم رہیے، مشرکوں اور یہود و نصاریٰ کی پیروی میں اس سے ہرگز انحراف نہ کیجیے۔ پوری صراحت کے ساتھ اس بات کا اعلان کر دیجیے کہ میں ان تمام کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں جو اللہ نے نازل کی ہیں۔ میرا شیوہ یہود و نصاریٰ والا نہیں ہے کہ اللہ کی کسی کتاب پر ایمان لاؤں اور کسی کا انکار کر دوں۔ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ اگر تم اپنے کسی قضیے میں میرے پاس فیصلہ کے لیے آؤ تو میں پورے عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کروں اور اللہ کی شریعت سے سرمو انحراف نہ کروں۔

اور اے کفار قریش! اور اے یہود و نصاریٰ! سن لو کہ ہمارا اور تمھارا رب اللہ ہے، اس کے سوا کوئی رب نہیں ہے، وہی اکیلا ہر چیز کا رب اور مالک ہے۔ ہمارے اعمال کا ثواب و عقاب ہمارے لیے ہے اور تمھارے اعمال کا بدلہ تمھارے لیے، ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ چکایا جائے گا۔ چونکہ حق ظاہر ہو چکا ہے، اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی ہے، اس لیے ہمارے اور تمھارے درمیان اختلاف و نزاع کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے، قیامت کے دن وہ ہمیں ضرور جمع کرے گا اور ہمارے درمیان ضرور فیصلہ کر دے گا، اہل حق کو جہنم سے نجات دے گا اور جنت میں داخل کر دے گا، جبکہ باطل پرستوں کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ

يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ۞ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴾ [المائدة : ٤٨ تا ٥٠] ''اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ بھیجی، اس حال میں کہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں سے اس سے پہلے ہے اور اس پر محافظ ہے۔ پس ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر، اس سے ہٹ کر جو حق میں سے تیرے پاس آیا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمھیں ایک امت بنا دیتا اور لیکن تاکہ وہ تمھیں اس میں آزمائے جو اس نے تمھیں دیا ہے۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔ اور یہ کہ ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر اور ان سے بچ کہ وہ تجھے کسی ایسے حکم سے بہکا دیں جو اللہ نے تیری طرف نازل کیا ہے، پھر اگر وہ پھر جائیں تو جان لے کہ اللہ یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے کچھ گناہوں کی سزا پہنچائے اور بے شک بہت سے لوگ یقیناً نافرمان ہیں۔ پھر کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے، ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔''

وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش کو بنومخزوم کی عورت کے معاملہ نے بہت ہی غمزدہ کر رکھا تھا جس نے چوری کی تھی، کہنے لگے کہ کون ہے جو اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرے؟ پھر خود ہی کہنے لگے، سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے علاوہ کون یہ جرأت کر سکتے ہیں؟ کیوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے اس بارے میں بات چیت کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ''کیا تو اللہ کی حدود میں سے ایک حد میں سفارش کرتا ہے؟'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں کو اسی بات نے تباہ کر دیا تھا کہ جب ان میں سے کوئی اونچے درجے کا آدمی چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب ان میں سے کوئی کمزور آدمی چوری کا ارتکاب کرتا تھا تو اس پر حد قائم کرتے تھے، اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا (پھر آپ نے چوری کرنے والی کے متعلق حکم دیا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا)۔'' [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب : ٣٤٧٥، ٦٧٨٧، ٢٦٤٨]

وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ⑯

''اور جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں، اس کے بعد کہ اس کی دعوت قبول کر لی گئی، ان کی دلیل ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر بڑا غضب ہے اور ان کے لیے بہت سخت سزا ہے۔''

جب لوگ اسلام میں کثرت سے داخل ہونے لگے اور ان کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا، تو اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے کفار کبھی دھمکی، کبھی لالچ، کبھی سمجھوتہ، کبھی مکمل بائیکاٹ، کبھی مذاق و استہزا اور کبھی فضول قسم کے اعتراضات اور بحثوں کے راستے کھولتے۔ اس صورت حال کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب سنجیدہ اور عقل مند طبقہ اسلام کے دلائل سے متاثر ہو کر اس کی حقانیت پر ایمان لا چکا ہے اور اللہ کی توحید کو علی وجہ البصیرت تسلیم کیا جا چکا ہے تو اب کافروں کے یہ جھگڑے عبث اور بے کار ہیں۔ یہ جو کچھ بھی چاہیں کر لیں اللہ ان کی سازشوں کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دے گا۔ البتہ حق کو دبانے کے لیے جتنا زور یہ صرف کر رہے ہیں اتنا ہی اللہ کا غضب ان پر بھڑکتا ہے اور اتنی ہی شدید سزا انھیں دی جائے گی۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ : یعنی قیامت کے دن انھیں شدید عذاب ہوگا۔ اس دن کے عذاب کی شدت کا اندازہ اس حدیث سے کیا جا سکتا ہے، جسے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے: ”قیامت کے دن سب سے ہلکے عذاب والا آدمی وہ ہوگا جس کے دونوں پاؤں کے نیچے انگارا رکھا جائے گا اور اس کی وجہ سے اس کا دماغ جوش کھائے گا (جس طرح ہنڈیا جوش کھاتی ہے)۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٦١]

اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾ يَسْتَعْجِلُ
بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ
اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾

”اللہ وہ ہے جس نے حق کے ساتھ یہ کتاب نازل کی اور میزان بھی، اور تجھے کون سی چیز آگاہ کرتی ہے، شاید کہ قیامت قریب ہو۔ اسے وہ لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ لوگ جو ایمان لائے، وہ اس سے ڈرنے والے ہیں اور جانتے ہیں کہ بے شک وہ حق ہے۔ سنو! بے شک وہ لوگ جو قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں یقیناً وہ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔“

ان آیات کریمہ میں خبر دی گئی ہے کہ اللہ کی ذات وہ ہے جس نے تمام آسمانی کتابوں کو نازل کیا ہے، جن میں مذکورہ احکام و اخبار برحق ہیں۔ جس نے میزانِ عدل نازل کیا ہے، یعنی لوگوں کو الہام کیا کہ وہ میزان یعنی ترازو استعمال کریں، تاکہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوں اور زمین پر اللہ کے علاوہ کسی کی بندگی نہ کی جائے اور اس کی شریعت کے علاوہ کسی کا حکم نافذ العمل نہ قرار پائے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کا دن بالکل ہی قریب ہے، اس لیے اے میرے نبی! آپ قرآن کریم کے احکام پر عمل کیجیے اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کیجیے، اس دن کے

آنے سے پہلے جب لوگوں کے اعمال وزن کیے جائیں گے اور ہر ایک کو اس کا پورا پورا بدلہ چکایا جائے گا۔

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا، یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: ”تجھ پر افسوس، تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟“ اس نے عرض کی، میں نے اس کے لیے کوئی (خاص) تیاری نہیں کی، البتہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمھیں اسی کا ساتھ نصیب ہوگا جس سے تمھیں محبت ہوگی۔“ ہم نے عرض کی، کیا ہمارے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوگا؟ فرمایا: ”ہاں!“ تو ہم اس دن بہت زیادہ خوش ہوئے، پھر مغیرہ کا ایک غلام وہاں سے گزرا، وہ میرا ہم عمر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر یہ بچہ زندہ رہا تو اسے بڑھاپا آنے سے پہلے قیامت قائم ہو جائے گی۔“ [بخاری، کتاب الأدب، باب ما جاء فی قول الرجل : ویلک : ٦١٦٧۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب المرء مع من أحب : ٢٦٣٩]

آگے فرمایا کہ روزِ قیامت کی جلدی وہی لوگ مچاتے ہیں جنھیں اس کی آمد کا یقین نہیں ہے، اسی لیے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے رہتے ہیں کہ اگر تمھاری بات سچ ہے تو پھر آ ہی جائے وہ دن، ذرا ہم بھی دیکھ لیں، یعنی دوبارہ اٹھائے جانے کی بات بالکل ہی بے بنیاد اور بعید از عقل ہے۔ لیکن جو لوگ بعث بعد الموت، روزِ قیامت اور اس دن کی جزا و سزا پر ایمان رکھتے ہیں، وہ اس کی آمد کے تصور سے ڈرتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ نہیں جانتے کہ اس دن ان کا انجام کیا ہوگا؟ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ قیامت کی آمد میں شبہ کرتے ہیں، وہ راہِ حق سے بہت ہی دور جا چکے ہیں، اتنی دور کہ جہاں سے لوٹ کر راہ حق پر آ جانے کی کوئی امید نہیں ہے۔ قرآن پاک میں دوسری جگہ قیامت کے حوالے سے مسلمانوں کا مذاق اڑانے پر کفار کو تنبیہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴾ [سبا : ۷، ۸] ”اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا کیا ہم تمھیں وہ آدمی بتائیں جو تمھیں خبر دیتا ہے کہ جب تم ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جاؤ گے، پوری طرح ٹکڑے ٹکڑے کیا جانا، تو بلاشبہ تم یقیناً بالکل نئی پیدائش میں ہوگے۔ کیا اس نے اللہ پر ایک جھوٹ باندھا ہے، یا اسے کچھ جنون ہے؟ بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ عذاب اور بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔“

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾ ع ۲

”اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہی بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔“

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اس کا لطف و کرم مومن و کافر اور نیک و بد

سب کو شامل ہے۔ اسی لیے تو وہ سب کو روزی دیتا ہے۔ کافر کفر کا ارتکاب کرتا ہے اور فاجر فسق و فجور سے دنیا کو بھر دیتا ہے، پھر بھی اللہ انھیں ہلاک نہیں کرتا، بلکہ انھیں ان کی زندگی کی آخری سانس تک کھلاتا پلاتا رہتا ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے خوب روزی دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، اس وسعت و تنگی کے بھید کو وہی جانتا ہے، نہ وسعتِ رزق اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ اس سے راضی ہے اور نہ تنگیٔ رزق اس کی ناراضی کی دلیل ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [هود : ٦] ''اور زمین میں کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ ایک واضح کتاب میں درج ہے۔''

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ اذیت کی بات سن کر صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے، مشرک لوگ کہتے ہیں کہ اس کی اولاد ہے مگر وہ پھر بھی انھیں عافیت سے رکھتا اور رزق عطا کرتا ہے۔'' [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالٰى : ﴿ إن الله هو الرزاق ذو القوة المتين ﴾ : ٧٣٧٨]

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝۲۰

''جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اسے ہم اس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں۔''

اس کے لطف و کرم کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ اس کے جو نیک بندے اپنے اعمالِ صالحہ کے بدلے میں اس کی رضا اور حصول جنت کی نیت کرتے ہیں، وہ انھیں ان کے ہر عمل صالح کا دس سے سات سو گنا تک ثواب دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ دیتا ہے، لیکن جس کی سعی و کوشش اس لیے ہو کہ وہ دنیا حاصل کر لے اور آخرت کی طرف اس کی بالکل توجہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے آخرت سے محروم کر دیتا ہے اور دنیا میں بھی اگر چاہے تو عطا کر دے اور نہ چاہے تو نہ عطا فرمائے، گویا اسے دنیا ملتی ہے اور نہ آخرت، اس طرح کا انسان دنیا و آخرت میں ناکام و نامراد ہو جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝۱۸ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝۱۹ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝۲۰ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ١٨ تا ٢١] ''جو شخص اس جلدی والی (دنیا) کا ارادہ رکھتا ہو ہم اس کو اس میں

جلدی دے دیں گے جو چاہیں گے، جس کے لیے چاہیں گے، پھر ہم نے اس کے لیے جہنم بنا رکھی ہے، اس میں داخل ہوگا، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا۔ اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کوشش کی، جو اس کے لائق کوشش ہے، جبکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قدر کی ہوئی ہے۔ ہم ہر ایک کی مدد کرتے ہیں، ان کی اور ان کی بھی، تیرے رب کی بخشش سے اور تیرے رب کی بخشش کبھی بند کی ہوئی نہیں۔ دیکھ ہم نے ان کے بعض کو بعض پر کس طرح فضیلت دی ہے اور یقیناً آخرت درجوں میں بہت بڑی اور فضیلت دینے میں کہیں بڑی ہے۔'' الغرض محض دنیا کی طلب اچھی چیز نہیں، بلکہ دنیا کی طلب کے ساتھ آخرت کی طلب بھی کرے اور آخرت کو ترجیح دے۔ دنیا کا مال و دولت اور اشیائے زینت بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لیے پیدا کی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٣٢] ''تو کہہ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں؟ کہہ دے یہ چیزیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں (بھی) ہیں، جبکہ قیامت کے دن (ان کے لیے) خالص ہوں گی، اسی طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔'' اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا کی نعمتوں کی طلب اور ان کا استعمال بری چیز نہیں، لیکن ایک حد تک۔ ہاں دنیا کی طلب میں اتنا کھو جانا کہ آخرت خراب ہو جائے یہ اچھی چیز نہیں۔ مومن کا کام ہے کہ دنیا کو بھی طلب کرے اور آخرت کو بھی طلب کرے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ [البقرة : ٢٠٠ تا ٢٠٢] ''پھر لوگوں میں سے کوئی تو وہ ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے دے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انھوں نے کمایا اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔''

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس امت کو عظمت، رفعت، دین (اسلام)، نصرت اور زمین میں غلبے کی بشارت سنا دو، پس ان میں سے جو شخص آخرت کا عمل دنیا کے لیے کرے گا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔'' [مسند أحمد : ٥/ ١٣٤، ح : ٢١٢٨٠۔ ابن حبان : ٤٠٥]

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّ الظَّٰلِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢١﴾

"یا ان کے لیے کچھ ایسے شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے دین کا وہ طریقہ مقرر کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر فیصلہ شدہ بات نہ ہوتی تو ضرور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک جو ظالم ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جس دین مستحکم کو مقرر کیا ہے وہ اس کی پیروی نہیں کرتے، بلکہ حلال وحرام میں وہ ان ضابطوں کی پیروی کرتے ہیں جنھیں ان کے شیاطین جن وانس نے ان کے لیے مقرر کیا ہے، مثلاً بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کو حرام قرار دیتے ہیں اور مردار، خون اور جوئے کو حلال سمجھتے ہیں۔ وہ اس طرح کی بہت سی ایسی ضلالتوں اور جہالتوں میں مبتلا تھے جن کی وجہ سے انھوں نے اپنے دور جاہلیت میں حلال وحرام کے ضابطے، عبادات کے باطل طریقے اور کئی طرح کی فاسد باتیں ایجاد کر رکھی تھیں۔ ان کے علماء و مشائخ بھی حلال وحرام کا فیصلہ کیا کرتے تھے اور عوام ان کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا کرتے تھے، یہ فعل اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک تھا۔ الغرض شریعت سازی اور تحلیل وتحریم کفارِ مکہ بھی کیا کرتے تھے اور اہل کتاب کے علماء اور پیرانِ طریقت بھی کرتے تھے۔ دونوں نے اللہ کے حق پر قبضہ کر رکھا تھا۔ ان کے اس فعل کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ۳۱] "انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی عبادت کریں، کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے عمرو بن عامر بن لحی بن قمعہ خزاعی کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے سب سے پہلے غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑنے کی رسم نکالی۔" [بخاری، کتاب المناقب، باب قصة خزاعة : ۳۵۲۱۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ۵۱ / ۲۸۵٦]

وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ : یعنی اگر روزِ قیامت تک مہلت دینا لکھ نہ دیا گیا ہوتا تو انھیں جلد سزا دے دی جاتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴾ [یونس : ۱۹] "اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے طے ہو چکی تو ان کے درمیان اس بات کے بارے میں ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ﴾ [الشوریٰ : ١٤] ”اور وہ جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس کی ضد کی وجہ سے اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے ایک مقرر وقت تک پہلے طے ہو چکی تو ضرور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک وہ لوگ جو ان کے بعد اس کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کے متعلق یقیناً ایسے شک میں مبتلا ہیں جو بے چین رکھنے والا ہے۔“

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَ هُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٢٢﴾

”تو ظالموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو انھوں نے کمایا، حالانکہ وہ ان پر آ کر رہنے والا ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہ جنتوں کے باغوں میں ہوں گے۔ ان کے لیے جو وہ چاہیں گے ان کے رب کے پاس ہوگا، یہی بہت بڑا فضل ہے۔“

اس آیت میں میدانِ محشر کا ایک منظر بیان کیا جا رہا ہے کہ دنیا میں شرک و معاصی کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے لوگ اس دن اپنی بد اعمالیوں کو یاد کر کے اپنے برے انجام سے شدید خائف ہوں گے، کیونکہ اس وقت انھیں یقین ہو جائے گا کہ اب عذابِ نار سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں ہے، مگر جنھوں نے دنیا میں رب العالمین کی ربوبیت کا اقرار کر لیا ہوگا، اسلام کو بحیثیت دین اور محمد ﷺ کو بحیثیت نبی تسلیم کر لیا ہوگا اور اپنی زندگی عمل صالح کے ساتھ گزاری ہوگی، ان کا مقام خوبصورت ترین جنتیں ہوں گی، جن میں ان کے رب کی طرف سے انھیں ان کی مرضی کی ہر چیز ملے گی اور اہل جنت پر اللہ کا یہ بہت بڑا فضل و کرم ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ٣١، ٣٢] ”اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تمھارے دل چاہیں گے اور تمھارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تم مانگو گے۔ یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴿٦٧﴾ يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٦٨﴾ الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٦٩﴾ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ ۖ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۖ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴾ [الزخرف : ٦٧ تا ٧٣] ”سب دلی دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقی لوگ۔ اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم

غمگین ہو گے۔ وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور وہ فرماں بردار تھے۔ جنت میں داخل ہو جاؤ تم اور تمھاری بیویاں، تم خوش کیے جاؤ گے۔ ان کے گرد سونے کے تھال اور پیالے لے کر پھرا جائے گا اور اس میں وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔ اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے۔ تمھارے لیے اس میں بہت سے میوے ہیں، جن سے تم کھاتے ہو۔“

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَ مَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

”یہ ہے وہ چیز جس کی خوشخبری اللہ اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے۔ کہہ دے میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر رشتہ داری کی وجہ سے دوستی۔ اور جو کوئی نیکی کمائے گا ہم اس کے لیے اس میں خوبی کا اضافہ کریں گے۔ یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لیے اپنے وعدے کی تجدید کرتے ہوئے فرمایا کہ خوبصورت ترین جنتوں، بے مثال باغات اور بے بہا نعمتوں کی اللہ تعالیٰ اپنے ان نیک بندوں کو خوشخبری دیتا ہے، جو ایمان و عمل صالح کی زندگی اختیار کرتے ہیں۔ آیت کے دوسرے حصہ میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے اہلِ قریش! اتنی عظیم نعمتوں کے حصول کی طرف راہنمائی پر میں تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا ہوں۔ صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم لوگوں کے ساتھ میری جو قرابت و رشتہ داری ہے اس کا خیال کر کے میری ایذا رسانی سے باز آ جاؤ اور دوسروں کو بھی مجھے ایذا پہنچانے سے روکو، تاکہ میں آسانی کے ساتھ اللہ کا پیغام اس کی مخلوق تک پہنچا سکوں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو بندۂ مومن بھی کوئی عمل صالح کرے گا تو ہم اس کا بدلہ کئی گنا بڑھا کر دیں گے، اس لیے کہ ہم توبہ کرنے والوں کے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں اور نیکوکاروں کو ان کے اعمال صالحہ کا بدلہ کئی گنا بڑھا کر دیتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَ يُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ۴۰] ”بے شک اللہ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔“

__اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى__ : یعنی اے میرے نبی! آپ کفار قریش سے یہ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس پیغام کو پہنچانے اور تم سے ہمدردی و خیر خواہی کرنے پر میں تم سے یہ سوال نہیں کرتا کہ مجھے مال دو، بلکہ میں تو تم سے صرف یہ مطالبہ کرتا

ہوں کہ اپنے شر کو تم مجھ سے روک لو اور مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنے رب کے پیغام کو لوگوں تک پہنچاؤں۔ اگر تم میری مدد نہیں کرتے تو مجھے ایذا بھی نہ دو، کیونکہ میرے اور تمھارے درمیان آخر قرابت تو ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ﴾ کی تفسیر دریافت کی گئی، تو سعید بن جبیر رحمہ اللہ بول پڑے کہ اس سے مراد آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا، تم نے عجلت سے کام لیا، سنو! قریش کے جتنے بھی قبیلے تھے سب کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ”یہ کہ میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم (کم از کم) اس رشتہ داری کا لحاظ رکھو جو مجھ میں اور تم میں ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ إلا المودة في القربى﴾ : ٤٨١٨]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ آپ کے اہل بیت میں رکھو۔ [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ ...... الخ : ٣٧١٣]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں کے ساتھ سلوک سے بھی زیادہ پیارا ہے۔ [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ ...... الخ : ٣٧١٢۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب قول النبي ﷺ : لا نورث ما تركنا فهو صدقة : ١٧٥٩]

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان پانی کی جگہ کے پاس کھڑے ہو کر، جسے خم کہا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد و ثنا کی، وعظ و نصیحت کی اور فرمایا: ”بعد اس (حمد وثنا) کے، لوگو! میں ایک انسان ہوں، کیا عجب کہ جلد ہی میرے پاس میرے رب کا قاصد (یعنی موت کا فرشتہ) پہنچ جائے اور میں اس کی مان لوں، سنو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب جس میں نور و ہدایت ہے۔ تم اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لو اور ہمیشہ تھامے رکھو۔“ بہر حال آپ نے اللہ کی کتاب کی بڑی رغبت دلائی اور بہت کچھ تاکید کی، پھر فرمایا: ”اور دوسری چیز میرے اہل بیت! میں تمھیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں، میں تمھیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں، میں تمھیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں۔“ یہ سن کر حصین نے سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اے زید! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیویاں اہل بیت میں داخل نہیں؟ انھوں نے فرمایا، بے شک آپ کی بیویاں بھی اہل بیت میں شامل ہیں، لیکن آپ کے اہل بیت وہ ہیں، جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ پوچھا وہ کون ہیں؟ فرمایا، آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم۔ پوچھا، کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ فرمایا، ہاں! (ان سب پر صدقہ حرام ہے)۔ [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه : ٢٤٠٨]

اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنۡ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخۡتِمۡ عَلٰى قَلۡبِكَ ؕ وَيَمۡحُ اللّٰهُ الۡبَاطِلَ وَيُحِقُّ الۡحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۲۴﴾

’’یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے، سو اگر اللہ چاہے تو تیرے دل پر مہر کر دے اور اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو اپنی باتوں کے ساتھ ثابت کر دیتا ہے، یقیناً وہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘

مشرکین کہتے تھے کہ (نعوذ باللہ) محمد (ﷺ) جھوٹا ہے، اللہ نے اسے اپنا نبی نہیں بنایا اور نہ بذریعہ وحی اس پر اپنا قرآن نازل کیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے ان کی اس افترا پردازی کی تردید یوں کی ہے کہ اگر آپ ہمارے نبی نہ ہوتے اور قرآن ہمارا کلام نہ ہوتا، بلکہ آپ کی افترا پردازی ہوتی تو اللہ تعالیٰ آپ کے دل پر مہر لگا دیتا، نہ کوئی معنی آپ کی سمجھ میں آتا اور نہ کوئی حرف آپ کی زبان سے ادا ہوتا، لیکن ایسا نہیں ہوا، بلکہ وحی کا سلسلہ جاری ہے، قرآن نازل ہو رہا ہے اور دین اسلام کے احکام مدون ہو رہے ہیں۔ یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ اللہ آپ سے راضی ہے اور قرآن اس کا کلام ہے اور مشرکین عرب جھوٹے ہیں۔ کفار بار بار اس بات کا اعادہ کرتے تھے کہ یہ کلام رسول اللہ ﷺ نے خود بنایا ہے، ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے کفار کا قول نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ اَنۡ يُّفۡتَرٰى مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلٰـكِنۡ تَصۡدِيۡقَ الَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَتَفۡصِيۡلَ الۡكِتٰبِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۳۷﴾ اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰٮهُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۳۸﴾ بَلۡ كَذَّبُوۡا بِمَا لَمۡ يُحِيۡطُوۡا بِعِلۡمِهٖ وَلَمَّا يَاۡتِهِمۡ تَاۡوِيۡلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۳۹﴾ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يُّؤۡمِنُ بِهٖ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّا يُؤۡمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعۡلَمُ بِالۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴾ [یونس : ۳۷ تا ۴۰] ’’اور یہ قرآن ہرگز ایسا نہیں کہ اللہ کے غیر سے گھڑ لیا جائے اور لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور رب العالمین کی طرف سے کتاب کی تفصیل ہے، جس میں کوئی شک نہیں۔ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟ کہہ دے تو تم اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ بلکہ انھوں نے اس چیز کو جھٹلا دیا جس کے علم کا انھوں نے احاطہ نہیں کیا، حالانکہ اس کی اصل حقیقت ابھی ان کے پاس نہیں آئی تھی۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے۔ سو دیکھ ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔ اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اس پر ایمان نہیں لاتے اور تیرا رب فساد کرنے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔‘‘

آیت کے دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بہر حال باطل کی بیخ کنی کر دیتا ہے اور قرآنی آیات کے ذریعے سے حق کی جڑوں کو مضبوط کر دیتا ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ کے لیے وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کی افترا پردازیوں کو کامیاب نہیں ہونے دے گا، بلکہ وہ قرآن کریم کے ذریعے سے دعوتِ حق کی جڑوں کو مضبوط کرے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت جزیرۂ عرب مشرکوں سے پاک ہو چکا تھا اور توحید کا علم ہر طرف لہرا رہا تھا۔

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٥﴾

''اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنے اور گناہوں کو معاف کرنے کا ذکر کر کے کافروں کو ترغیب دی ہے کہ وہ توبہ کر کے ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما لے گا اور ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اگر وہ توبہ نہ کریں تو پھر وہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال سے واقف ہے۔ وہ انھیں ان اعمال کی سزا دے گا۔ اس آیت میں گویا ترغیب بھی ہے اور ترہیب بھی۔

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک عزت و بزرگی والا اللہ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے، تاکہ دن کا گناہ گار توبہ کر لے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے، تاکہ رات کا گناہ گار توبہ کر لے (اور ہر دن اور رات ایسا ہوتا رہے گا) یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب ...... الخ : ۲۷۵۹]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے رب سے روایت کی: ''ایک بندے نے گناہ کیا اور کہا کہ اے اللہ! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا، میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور وہ گناہ پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے۔ اس بندے نے پھر گناہ کیا اور عرض کی، اے میرے رب! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا، میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے۔ اس نے پھر گناہ کیا اور کہا، اے میرے رب! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا، میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے، جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے تو (اے میرے بندے!) اب تو جو چاہے عمل کر میں نے تجھے بخش دیا۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب و إن تكررت الذنوب و التوبة : ۲۷۵۸]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں کی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو اپنی اونٹنی کے ساتھ کسی جنگل بیابان میں آیا ہو اور اس کی اونٹنی (اس جنگل بیابان میں) گم ہو گئی ہو اور اس کا کھانا پینا بھی اسی پر ہو، (وہ اسے تلاش کرتا ہے، لیکن وہ نہیں ملتی) آخر وہ اس سے ناامید ہو کر ایک درخت کے نیچے آتا ہے اور اس کے سائے میں لیٹ جاتا ہے، وہ اپنی سواری (اور زندگی) سے بالکل ناامید ہو جاتا ہے، تو اچانک اس کی اونٹنی اس کے سامنے آ کر

کھڑی ہو جاتی ہے اور وہ فوراً اٹھ کر اس کی نکیل تھام لیتا ہے اور اس قدر خوش ہوتا ہے کہ بے سمجھی میں اس کی زبان سے نکل جاتا ہے کہ یا اللہ! بے شک تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ وہ خوشی کی شدت کی وجہ سے غلطی کر جاتا ہے۔" [مسلم، کتاب التوبة، باب في الحض علی التوبة والفرح بها : ۲۷٤۷۔ بخاری، کتاب الدعوات، باب التوبة : ٦٣٠٨]

وَ يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ الْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ۝۲۶

"اور ان لوگوں کی دعا قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ دیتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ایمان والوں اور عمل صالح کرنے والوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ قیامت کے دن ان کی نیکیوں کا پورا پورا بدلہ دے گا، بلکہ اپنے فضل و کرم سے انھیں زیادہ دے گا، جو وہ طلب نہیں کریں گے وہ بھی دے گا۔ جبکہ جو لوگ اس دنیا میں کفر و سرکشی کی راہ اختیار کریں گے انھیں شدید عذاب دے گا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دعا کی قبولیت کی دو شرطیں ہیں، ایمان اور عمل صالح۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَ لْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۸٦] "اور جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو بے شک میں قریب ہوں، میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں، تاکہ وہ ہدایت پائیں۔"

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کا مطالبہ کیا ہے، ایمان باللہ اور احکامِ الٰہی کو قبول کرنا، یعنی عمل صالح۔ اعمال صالحہ میں حلال روزی کو بڑی اہمیت حاصل ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے لوگو! بے شک اللہ پاک ہے اور وہ پاک چیز ہی قبول کرتا ہے اور بے شک اللہ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو حکم رسولوں کو دیا ہے۔ (رسولوں کے بارے میں) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴾ [المؤمنون : ٥١] "اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو، خوب جاننے والا ہوں۔" اور (مومنوں کے بارے میں) فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ [البقرة : ۱۷۲] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں عطا فرمائی ہیں۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر کیا، فرمایا: "ایک شخص لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں، جسم غبار آلود ہے اور وہ ہاتھوں کو آسمان کی طرف دراز کر کے کہتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! اور عالم یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور وہ خود بھی حرام سے پرورش پا رہا ہے تو

پھر اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟'' [مسلم، کتاب الزکوة، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب و تربیتها : ۱۰۱۵]

وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾

''اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق فراخ کر دیتا تو یقیناً وہ زمین میں سرکش ہو جاتے اور لیکن وہ ایک اندازے کے ساتھ اتارتا ہے، جتنا چاہتا ہے، یقیناً وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور علم و حکمت کے مظاہر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ اپنے تمام بندوں کی روزی میں خوب وسعت و کشادگی دے دیتا، تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ زمین میں سرکشی کرنے لگتے اور کبر و غرور میں مبتلا ہو جاتے، کوئی کسی کی نہ سنتا، ہر ایک آپے سے باہر ہو جاتا، سب ایک دوسرے سے بے نیاز ہو جاتے، کوئی کسی کا کام نہ کرتا اور یہ چیز اللہ کی مصلحت کے خلاف ہوتی اور دنیا کا نظام درہم برہم ہو جاتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ﴾ [الزخرف : ۳۲] ''ہم نے خود ان کے درمیان ان کی معیشت دنیا کی زندگی میں تقسیم کی اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا، تاکہ ان کا بعض، بعض کو تابع بنا لے۔''

وَ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَ يَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَ هُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾

''اور وہی ہے جو بارش برساتا ہے، اس کے بعد کہ وہ ناامید ہو چکے ہوتے ہیں اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا ہے، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔''

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و حکمت کے ملے جلے تقاضے کے مطابق بارانِ رحمت کو روک لیتا ہے، یہاں تک کہ زمین خشک ہو جاتی ہے، قحط سالی سے انسان اور چوپائے بے حال ہونے لگتے ہیں، حتیٰ کہ بارش سے بالکل ناامید ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سامنے اپنے آپ کو بالکل بے دست و پا سمجھنے لگتے ہیں۔ اس موقع پر مشرکین کے جھوٹے معبودوں کی عاجزی اور بے بسی بھی کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اگر وہ معبود ہیں اور کسی قسم کی قدرت رکھتے ہیں تو پھر اپنی پوجا کرنے والوں کی مدد کے لیے آگے کیوں نہیں بڑھتے اور آسمان سے بارش کیوں نہیں نازل کرتے؟ تب اللہ کی رحمت جوش میں آتی ہے اور وہ بارانِ رحمت کے ذریعے سے بندوں کی ناامیدی و پریشانی کو دور کر دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴾ [الروم : ۴۹] ''حالانکہ بے شک وہ اس سے پہلے کہ ان پر برسائی جائے، اس سے پہلے یقیناً ناامید تھے۔''

وَ مِنۡ اٰیٰتِهٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَثَّ فِیۡهِمَا مِنۡ دَآبَّةٍ ؕ وَ هُوَ عَلٰی جَمۡعِهِمۡ اِذَا یَشَآءُ قَدِیۡرٌ ﴿۲۹﴾ ع

''اور اسی کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور وہ جو اس نے ان دونوں میں کوئی بھی جاندار پھیلا دیے ہیں اور وہ ان کو اکٹھا کرنے پر جب چاہے پوری طرح قادر ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو عجیب وغریب ہیئت و کیفیت میں پیدا کیا ہے، چوپائے پیدا کیے ہیں جو زمین پر چلتے رہتے ہیں اور فرشتے پیدا کیے ہیں جو فضائے آسمانی میں تیرتے رہتے ہیں۔ اس کے مظاہر قدرت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ہر ذی روح کو موت کے گھاٹ اتار دے گا اور تمام کے تمام ختم ہو جائیں گے۔ جب قیامت آئے گی تو اسرافیل علیہ السلام کے ایک صور کے ذریعے سے تمام کو زندہ کر کے اپنے سامنے جمع کرے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۪ۙ﴿۱﴾ وَ اِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ ۪ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡجِبَالُ سُیِّرَتۡ ۪ۙ﴿۳﴾ وَ اِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۪ۙ﴿۴﴾ وَ اِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۪ۙ﴾ [التکویر : ۱ تا ۵] ''جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔ اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے۔ اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔ اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی۔ اور جب جنگلی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔''

قیامت کے دن جانوروں کو اس لیے بھی جمع کیا جائے گا کہ اگر کسی جانور نے کسی دوسرے جانور کو اذیت پہنچائی ہو گی تو اذیت پہنچانے والے جانور سے قصاص لیا جائے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت والے دن حق داروں کو ان کے حقوق ضرور ادا کیے جائیں گے، یہاں تک کہ بے سینگ بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۸۲]

وَ مَاۤ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَیۡدِیۡكُمۡ وَ یَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِیۡرٍ ﴿ؕ۳۰﴾

''اور جو بھی تمھیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے، جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سی چیزوں سے درگزر کر جاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ انسان کا کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہوتا اور بندے کا کوئی بھی کام مکافاتِ عمل کے قدرتی نظام سے خارج نہیں ہوتا۔ مسلمان کو اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو یہ اس کی کسی غلطی و خطا کی وجہ سے ہے، جسے اللہ تعالیٰ اس دنیا میں کوئی تکلیف دے کر مٹا دینا چاہتا ہے، یا اس کے درجات بلند کرنا چاہتا ہے اور بہت سی غلطیوں اور خطاؤں کو وہ اپنے فضل وکرم سے معاف کر دیتا ہے، ان پر مؤاخذہ نہیں کرتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ ﴾ [فاطر : ٤٥] ''اور اگر اللہ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑے جو انھوں نے کمایا تو اس کی پشت پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑے۔''

سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب بھی مومن کسی پریشانی، بیماری، رنج و ملال، تکلیف اور غم میں مبتلا ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔'' [بخاري، كتاب المرضى، باب ما جاء في كفارة المرض ...... الخ : ٥٦٤١، ٥٦٤٢۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض...... الخ : ٢٥٧٣]

سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کو اس کے جسم میں ایذا دینے والی جو چیز بھی پہنچے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔'' [مسند أحمد : ٩٨/٤، ح : ١٦٩٠٤]

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾

''اور نہ تم زمین میں (اللہ کو) کسی صورت عاجز کرنے والے ہو اور نہ اللہ کے علاوہ تمھارا کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان کے پاس جتنی بھی سطوت و قوت اور علم و معرفت ہو، وہ اللہ کو عاجز نہیں بنا سکتا۔ اگر اللہ چاہے تو آسمان کو اس کے سر پر گرا دے اور چاہے تو اسے زمین میں دھنسا دے اور کوئی اسے اس کام سے نہیں روک سکتا۔

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ [النور : ٥٧] ''تو ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کر کہ وہ زمین میں عاجز کرنے والے ہیں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور بلاشبہ وہ بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے۔''

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ : کارسازی اور مدد وہی کر سکتا ہے جو عجز اور بے بسی سے پاک ہو، جو عجز اور بے بسی سے پاک نہیں، نہ وہ کارسازی کر سکتے ہیں اور نہ مدد، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الأنعام : ١٧] ''اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ

كَثِيرٍ ﴿٣٤﴾ وَ يَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا ۖ مَا لَهُمْ مِنْ مَحِيصٍ ﴿٣٥﴾

''اور اسی کی نشانیوں سے سمندر میں چلنے والے جہاز ہیں، جو پہاڑوں جیسے ہیں۔ اگر وہ چاہے ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ اس کی سطح پر کھڑے رہ جائیں۔ بے شک اس میں ہر ایسے شخص کے لیے یقیناً کئی نشانیاں ہیں جو بہت صبر کرنے والا، بہت شکر کرنے والا ہے۔ یا وہ انھیں اس کی وجہ سے ہلاک کر دے جو انھوں نے کمایا اور (چاہے تو) بہت سے لوگوں سے درگزر کر دے۔ اور (تاکہ) وہ لوگ جو ہماری آیات میں جھگڑتے ہیں، جان لیں کہ ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔''

اس کی قدرت، علم و حکمت اور رحمت کا ایک مظہر سمندروں میں چلنے والے پہاڑوں جیسے جہاز ہیں، جو محض اللہ کی قدرت کے سہارے ایک شہر سے دوسرے شہر پہنچ جاتے ہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو ہوا کو روک دیتا، پھر وہ کشتیاں بیچ سمندر سطح آب پر ٹھہری رہ جاتیں، یا اللہ چاہتا تو کشتی میں سوار لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے تیز و تند آندھی بھیج کر ان کشتیوں کو سمندر میں ڈبو دیتا، لیکن اللہ اپنے بندوں کے بہت سارے گناہ معاف کر دیتا ہے اور ان پر رحم کرتے ہوئے انھیں سمندر کی نذر نہیں کرتا۔ یہ تمام باتیں رب العالمین کے وجود، اس کی قدرت و عظمت اور حکمت و رحمت کی بڑی واضح دلیلیں ہیں، جن سے وہی لوگ مستفید ہوتے ہیں جو اپنے رب کی اطاعت و بندگی کی راہ میں تکلیفیں برداشت کرتے ہیں اور اس کی دی ہوئی نعمتوں پر زبان و عمل کے ذریعے سے شکر ادا کرتے ہیں۔ آخری آیت میں فرمایا کہ جب کوئی کشتی ہوا کی زد میں آ کر ڈوبنے لگتی ہے تو اس میں سوار اللہ کی آیتوں کا انکار کرنے والے مشرکین کو خوب معلوم ہو جاتا ہے کہ اب اللہ کے عذاب سے انھیں اس کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا، اس لیے بتوں کو چھوڑ کر صرف اللہ کو پکارنے لگتے ہیں۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ : سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی بڑا تعجب خیز ہے کہ اس کے لیے اس کے ہر معاملے میں بھلائی ہی بھلائی ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں ہوتی، بات یہ ہے کہ اگر اسے کوئی خوشی حاصل ہوئی اور اس نے شکر کیا تو اس میں بھی اس کے لیے ثواب ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچا اور اس پر اس نے صبر اختیار کیا تو اس میں بھی ثواب ہے۔'' [مسلم، کتاب الزهد، باب المؤمن أمرہ کلہ خیر : ۲۹۹۹]

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَ الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَ الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٣٩﴾

’’پس تمھیں جو بھی چیز دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی کا معمولی سامان ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو بڑے گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب بھی غصے ہوتے ہیں وہ معاف کر دیتے ہیں۔ اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم کی اور ان کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ کہ جب ان پر زیادتی واقع ہوتی ہے وہ بدلہ لیتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اس کی نعمتوں کی بے ثباتی اور جنت کے دوام و بقا کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جنت انھیں ملے گی جو اللہ پر ایمان لاتے ہوئے صرف اسی پر بھروسا کرتے ہیں، بڑے بڑے گناہوں مثلاً شرک، قتل، ظلم، شراب نوشی، حرام کھانا اور زنا و اغلام وغیرہ سے بچتے ہیں۔ جب انھیں کسی پر غصہ آتا ہے تو اس کی غلطی کو معاف کر دیتے ہیں۔ جب ان کا رب انھیں اپنی اطاعت و بندگی کا حکم دیتا ہے تو فوراً سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا ہے تو آپس میں مشورہ کرنے کے بعد ہی قدم اٹھاتے ہیں۔ اللہ انھیں جو روزی دیتا ہے اس کا کچھ حصہ اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جب کوئی کافر و سرکش ان پر چڑھ دوڑتا ہے تو ان کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور ظلم و تعدی کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں، اس لیے کہ مومن کی عزتِ نفس اور غیرت و خودی کا یہی تقاضا ہے اور اس لیے بھی کہ ظالم کو ظلم سے روک دینا اور اسے قبول حق پر مجبور کر دینا اللہ کے نزدیک قابل ستائش ہے۔

<u>فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا</u> : دنیا کی زندگی چند روزہ ہے اور اس کا ساز و سامان عارضی اور بہت قلیل ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحدید : ۲۰] ’’جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔‘‘

سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی یہ (شہادت والی) انگلی سمندر میں ڈالے اور پھر دیکھے کہ وہ سمندر میں سے کتنی تری لے کر لوٹتی ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا ...... الخ : ۲۸۵۸]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا: ''دنیا میں اس طرح رہو جیسے کوئی پردیسی ہو، یا راہ چلتا مسافر۔'' اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار مت کر اور جب تو صبح کرے تو شام کا انتظار مت کر (اور جو نیک کام کرنا ہے وہ کر لے، شاید صبح آئی ہے تو شام نہ آئے) اور اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے غنیمت جانو اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے (یعنی اپنی صحت و زندگی سے فائدہ اٹھا لو)۔ [بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ : کن فی الدنیا کأنك غریب أو عابر سبیل : ٦٤١٦]

وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ٥٨، ٥٩] ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ہم انھیں ضرور ہی جنت کے اونچے گھروں میں جگہ دیں گے، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں، یہ ان عمل کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے۔ جنھوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔''

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ﴾ [النجم : ٣٢] ''وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر صغیرہ گناہ، یقیناً تیرا رب وسیع بخشش والا ہے۔''

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ : یعنی ان کا اخلاق یہ ہے کہ وہ لوگوں سے درگزر کرتے اور انھیں معاف کر دیتے ہیں، ان سے انتقام نہیں لیتے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ سَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٣٣، ١٣٤] ''اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دوڑو اپنے رب کی جانب سے بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین (کے برابر) ہے، ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا، جب بھی کوئی معاملہ پیش آیا، البتہ جب اللہ کی حرمتوں کو توڑا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے لیے بدلہ لیتے تھے۔ [بخاری، کتاب الحدود، باب إقامة الحدود والانتقام لحرمات اللہ : ٦٧٨٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے! آپ نے فرمایا: ''غصہ مت کیا کر۔'' اس نے بار بار یہی بات پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہر بار) یہی جواب دیا: ''غصہ مت کیا کر۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب : ٦١١٦]

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ : یعنی وہ احکام الٰہی قبول کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۸۶] ''اور جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو بے شک میں قریب ہوں، میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں، تاکہ وہ ہدایت پائیں۔''

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ : ارشاد فرمایا: ﴿ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ۱٦۲] ''لیکن ان میں سے وہ لوگ جو علم میں پختہ ہیں اور جو مومن ہیں، وہ اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف نازل کیا گیا اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا اور جو خاص کر نماز ادا کرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہیں، یہ لوگ ہیں جنھیں ہم عنقریب بہت بڑا اجر عطا کریں گے۔''

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ : یعنی وہ کسی کام کا اس وقت تک قطعی فیصلہ نہیں کرتے جب تک کہ آپس میں مشورہ نہ کر لیں اور جنگوں اور دیگر اہم معاملات میں ایک دوسرے کی آراء سے مدد نہ لے لیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو بھی حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ﴾ [آل عمران : ۱۵۹] ''اور کام میں ان سے مشورہ کر۔''
یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنگوں اور دیگر اہم معاملات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر خنجر کے وار کے بعد جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم پر مشتمل چھ افراد کی ایک مشاورتی کمیٹی کو معاملے کا اختیار سونپ دیا، تاکہ آپ کے بعد وہ مسلمانوں کے لیے خلیفے کا فیصلہ کرے۔ مشاورت کے بعد کمیٹی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے اس بات پر متفق ہوئی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا جائے۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ : یعنی وہ اللہ کی مخلوق پر خرچ کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ الۗمّۗ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۚ فِيْهِ ۚ ھُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱ تا ۳] ''الٓمٓ۔ یہ کتاب، اس میں کوئی شک نہیں، بچنے والوں کے لیے سراسر ہدایت ہے۔ وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے اور اس میں سے، جو ہم نے انھیں دیا ہے، خرچ کرتے ہیں۔''

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ : یعنی جو ان پر ظلم و زیادتی کرے، اس سے بدلہ لینے کی قدرت و طاقت کے باوجود اسے معاف کر دیتے ہیں، جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا: ﴿ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ [یوسف : ۹۲] ''آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمھیں بخشے۔'' حالانکہ یوسف علیہ السلام کو قدرت تھی کہ

آپ ان کا مؤاخذہ کرتے اور ان سے اسی طرح کا سلوک کرتے جیسا کہ انھوں نے کیا تھا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی مکہ کے ان اسی (۸۰) آدمیوں کو معاف فرما دیا تھا جنھوں نے حدیبیہ کے سال جبل تنعیم سے اتر کر آپ کو اور آپ کے صحابہ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا تھا مگر جب آپ کو ان پر دسترس حاصل ہو گئی تو قدرت کے باوجود ان سے انتقام نہ لیا، بلکہ انھیں معاف فرما دیا۔ [مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب قول الله تعالىٰ : ﴿هو الذى كف أيديهم عنكم﴾ : ۱۸۰۸، عن أنس رضى الله عنه]

وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

”اور کسی برائی کا بدلہ اس کی مثل ایک برائی ہے، پھر جو معاف کر دے اور اصلاح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔“

وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا : یعنی وہ ظالم کو اس کے ظلم کے مطابق ہی سزا دیتے ہیں، زیادتی نہیں کرتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [البقرة : ۱۹۴] ”پس جو تم پر زیادتی کرے سو تم اس پر زیادتی کرو، اس کی مثل جو اس نے تم پر زیادتی کی ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۚ وَ لَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴾ [النحل : ۱۲۶] ”اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمھیں تکلیف دی گئی ہے اور بلاشبہ اگر تم صبر کرو تو یقیناً وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔“

فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ : یعنی عفو و درگزر سے کام لینا اور دوسروں کی غلطیوں کو نظر انداز کر جانا اللہ کو زیادہ پسند ہے اور وہ اپنے ایسے بندوں کو اچھا بدلہ دیتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت ہی میں اضافہ کرتا ہے۔“ [مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب العفو و التواضع : ۲۵۸۸]

وَ لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾

”اور بے شک جو شخص اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے لے تو یہ وہ لوگ ہیں جن پر کوئی راستہ نہیں۔ راستہ تو انھی پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں حق کے بغیر سرکشی کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

فرمایا کہ جو شخص ظلم کو قبول نہیں کرتا اور اس پر جتنی زیادتی ہوئی ہوتی ہے اتنا بدلہ لے لیتا ہے تو اس کا کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ مؤاخذہ تو ان کا ہوگا جو دوسروں پر ظلم و زیادتی کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں۔ وہ

لوگ اگر اپنے کیے پر نادم نہیں ہوں گے اور اللہ کے حضور تائب نہیں ہوں گے تو دنیاوی مؤاخذہ کے بعد آخرت میں بھی دردناک عذاب سے دو چار ہوں گے۔ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے میرے بندو! میں نے اپنے آپ پر ظلم حرام قرار دیا ہے اور اسے تم پر بھی حرام کیا ہے، لہٰذا تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکیاں ہوگا۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۸]

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ عزوجل ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہے، پھر جب اسے پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں۔'' اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [ھود : ۱۰۲] ''اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۸۳]

سیدنا عیاش بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری طرف اس بات کی وحی کی ہے کہ تم عاجزی اختیار کرو، یہاں تک کہ کوئی کسی دوسرے کے مقابلے میں فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی دوسرے پر ظلم کرے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا أهل الجنة ...... الخ : ۲۸٦٥/٦٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی آدمی یہ کہے کہ لوگ تباہ ہو گئے تو وہ ان میں سب سے زیادہ تباہ ہونے والا ہوتا ہے۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة، باب النهی عن قول هلك الناس : ۲٦۲۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے اپنے کسی بھائی پر کوئی ظلم کیا ہو تو وہ (اس دنیا ہی میں) اس سے معاف کروا لے، کیونکہ وہاں (میدان محشر میں) درہم و دینار نہیں ہوں گے، اس سے پہلے پہلے کہ اس کے بھائی کے لیے اس کی نیکیاں لے لی جائیں، اگر اس کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس کے بھائی کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامة : ٦٥٣٤]

ع ۵ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۴۳

''اور بلاشبہ جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں سے ہے۔''

یعنی جو شخص کسی کی اذیت کو برداشت کرے گا، اسے معاف کر دے گا اور قدرت رکھنے کے باوجود بدلہ نہیں لے گا، وہ بہر حال اللہ کے نزدیک قابل ستائش ہوگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''درگزر

کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت اور بڑھا دیتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب العفو و التواضع : ۲۵۸۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دو ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے والے جو کچھ کہیں گے اس سب کا بوجھ پہل کرنے والے پر ہے، جب تک کہ مظلوم بدلے کی حد سے آگے نہ نکل جائے۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهي عن السباب : ۲۵۸۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو گالی دی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ تعجب کرتے رہے اور مسکراتے رہے۔ جب اس نے زیادہ ہی برا بھلا کہا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی کسی بات کا جواب دے دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آ کر (وہاں سے) اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے لپکے اور عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ جب وہ مجھے گالیاں دے رہا تھا تو آپ بیٹھے ہوئے تھے مگر جب میں نے اس کی کسی بات کا جواب دیا تو آپ غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بات یہ ہے کہ تمھارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمھاری طرف سے جواب دے رہا تھا، مگر جب تم نے اس کی کسی بات کا جواب دے دیا تو بیچ میں شیطان آ گھسا، سو میں شیطان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا تھا۔‘‘ [مسند أحمد : ۴۳۶/۲، ح : ۹۶۳۷]

وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۚ﴿۴۴﴾ وَ تَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾

’’اور جسے اللہ گمراہ کر دے، پھر اس کے بعد اس کا کوئی مددگار نہیں اور تو ظالموں کو دیکھے گا کہ جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو کہیں گے کیا واپس جانے کی طرف کوئی راستہ ہے۔ اور تو انھیں دیکھے گا کہ وہ اس (آگ) پر پیش کیے جائیں گے، ذلت سے جھکے ہوئے، چھپی آنکھ سے دیکھ رہے ہوں گے اور وہ لوگ جو ایمان لائے، کہیں گے اصل خسارے والے تو وہ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں گنوا دیا۔ سن لو! بے شک ظالم لوگ ہمیشہ رہنے والے عذاب میں ہوں گے۔ اور ان کے لیے کوئی حمایتی نہیں ہوں گے جو اللہ کے سوا ان کی مدد کریں۔ اور جسے اللہ گمراہ کر دے، پھر اس کے لیے کوئی بھی راستہ نہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کر دے، اسے کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا اور قیامت کے دن مشرکین جب جہنم کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر لیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش! دنیا کی طرف دوبارہ لوٹ جانے کی کوئی صورت نکل آتی، تا کہ ایمان لے آتے اور موحد بن کر عذابِ نار سے نجات پاتے اور جنت کے حق دار بن جاتے۔ انھیں جہنم کے سامنے لایا جائے گا تو ذلت و رسوائی کے نیچے دبے ہوں گے اور مارے خوف و دہشت کے اس کی طرف ادھ کھلی نگاہوں سے دیکھیں گے۔ اہل ایمان اپنی کامیابی اور جہنمیوں کی ذلت و رسوائی دیکھ کر کہیں گے کہ حقیقی گھاٹا اٹھانے والے آج وہ لوگ ہیں جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ جہنم میں ڈال دیے جائیں گے اور جنت کی دائمی نعمتوں سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیے جائیں گے اور کوئی نہیں ہو گا جو اللہ کے مقابلے میں ان کی مدد کے لیے آگے آ سکے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جسے اللہ گمراہ کر دے وہ نہ تو دنیا میں راہِ حق پر چل سکتا ہے اور نہ آخرت میں جنت میں داخل ہو سکے گا۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ: یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق راہ راست کی تلاش نہیں کرتا تو وہ گمراہ ہی رہتا ہے، اسے کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾ [الکھف : ۱۷] ”جسے اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے گمراہ کر دے، پھر تو اس کے لیے ہرگز کوئی رہنمائی کرنے والا دوست نہ پائے گا۔“

وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ: ظالموں کی اسی خواہش کا ذکر کرتے ہوئے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ [الأنعام : ۲۷، ۲۸] ”اور کاش! تو دیکھے جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش! ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ ان کے لیے ظاہر ہو گیا جو وہ اس سے پہلے چھپاتے تھے اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے تو ضرور پھر وہی کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔“

اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ: یعنی وہ دائمی و ابدی عذاب میں مبتلا رہیں گے، اس سے کبھی نکل سکیں گے نہ خلاصی پا سکیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ [النحل : ۸۵] ”اور جب وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا، عذاب کو دیکھ لیں گے تو نہ وہ ان سے ہلکا کیا جائے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔“

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝

’’اپنے رب کی دعوت قبول کرو، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے ٹلنے کی اللہ کی طرف سے کوئی صورت نہیں، اس دن نہ تمھارے لیے کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمھارے لیے انکار کی کوئی صورت ہوگی۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ہولناکیوں اور اس دن کے بڑے بڑے خوفناک امور بیان کرنے کے بعد دنیا و آخرت کی رسوائیوں سے بچنے کا طریقہ بیان فرمایا کہ رب العالمین کے پیغمبر نے جو دعوت ایمان و عمل دی ہے اسے قبول کیا جائے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں نصیحت کی ہے کہ لوگو! اللہ کی دعوت کو قبول کر لو، اس روز قیامت سے پہلے جسے کوئی ٹال نہیں سکے گا، جب کافروں کو اللہ کے عذاب سے بھاگ نکلنے کی کوئی جگہ نہیں ملے گی اور نہ وہ اپنے کرتوتوں کا انکار کر سکیں گے۔ اگر مجرمین اپنے گناہوں کا انکار کر بھی دیں تو ان کے اعضا ان کو جھٹلا دیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝ حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُهُمْ وَ جُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَ قَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّ هُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ١٩ تا ٢١] ’’اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، پھر ان کی الگ الگ قسمیں بنائی جائیں گی۔ یہاں تک کہ جونہی اس کے پاس پہنچیں گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور وہ اپنے چمڑوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی؟ وہ کہیں گے ہمیں اس اللہ نے بلوا دیا جس نے ہر چیز کو بلوایا اور اسی نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا اور اسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔‘‘

مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ : یعنی تمھارے لیے کوئی قلعہ نہیں ہوگا کہ جس میں تم قلعہ بند ہو جاؤ اور نہ کوئی جگہ ہوگی جو تم کو چھپائے اور تم اس میں چھپ کر اللہ تعالیٰ سے غائب ہو سکو، بلکہ وہ تو اپنے علم، نظر اور قدرت کے ساتھ تمھارا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی، ارشاد فرمایا: ﴿ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ الْمُسْتَقَرُّ ﴾ [القيامة : ١٠ تا ١٢] ’’اور انسان اس دن کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ ہرگز نہیں، پناہ کی جگہ کوئی نہیں۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا ٹھہرنا ہے۔‘‘

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَ اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ۝۴۸

’’پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگران بنا کر نہیں بھیجا، تیرے ذمے پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں اور بے شک ہم، جب ہم انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتے ہیں وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر انھیں اس کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی ہے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو بے شک انسان بہت ناشکرا ہے۔‘‘

﴿فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا﴾ : یعنی اے محمد (ﷺ) ! اگر لوگ آپ کی دعوتِ توحید کو قبول نہیں کرتے تو نہ کریں، آپ ان کے اوپر داروغہ بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں، آپ کا کام تو محض پیغام رسانی ہے، جو آپ کر رہے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ [البقرۃ : ۲۷۲] ”تیرے ذمے انھیں ہدایت دینا نہیں اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ [الرعد : ۴۰] ”تو تیرے ذمے صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔“

﴿وَإِنَّا إِذَا أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَإِنَّ الْإِنْسَانَ كَفُورٌ﴾ : یعنی اللہ تعالیٰ جب کافر اور ضعیف الایمان انسان کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے تو وہ مارے خوشی کے آپے سے باہر نکلنے لگتا ہے اور شکر ادا کرنا بھول جاتا ہے، مگر جب اسے اس کے برے اعمال کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ کی ساری نعمتوں اور اس کے سارے احسانات کو بھول جاتا ہے اور صرف اسی تکلیف کو یاد کر کے ناشکری کرنے لگتا ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا: ”اے عورتوں کی جماعت! صدقہ دیا کرو اور کثرت سے استغفار کیا کرو، کیونکہ میں نے تمھیں جہنم میں زیادہ تعداد میں دیکھا ہے۔“ ان میں سے ایک عقل مند عورت نے پوچھا، یا رسول اللہ! کیا سبب ہے کہ ہماری تعداد جہنم میں زیادہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ لعن طعن بہت زیادہ کرتی ہیں اور خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔“ بخاری میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور (ان کے) احسان کا انکار کرتی ہیں، اگر تم ان میں سے کسی ایک کے ساتھ عمر بھر بھی حسن سلوک کا معاملہ کرو، پھر بھی تمھاری طرف سے کوئی چیز اس کے لیے ناگواری خاطر ہوئی تو کہہ دے گی کہ میں نے تو تجھ سے کبھی کوئی راحت نہیں پائی۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان نقصان الإيمان بنقص الطاعات ...... الخ : ۷۹۔ بخاری، كتاب النكاح، باب كفران العشير ...... الخ : ۵۱۹۷]

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مومن کا معاملہ بھی بڑا تعجب خیز ہے کہ اس کے لیے اس کے ہر معاملے میں بھلائی ہی بھلائی ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں ہوتی، بات یہ ہے کہ اگر اسے کوئی خوشی حاصل ہوئی اور اس نے شکر کیا تو اس میں بھی اس کے لیے ثواب ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچا اور اس پر اس نے صبر اختیار کیا تو اس میں بھی ثواب ہے۔“ [مسلم، كتاب الزهد، باب المؤمن أمرهٗ كله خير : ۲۹۹۹]

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ ﴿٤٩﴾ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴿٥٠﴾

”آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے، وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے

چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔ یا انھیں ملا کر بیٹے اور بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔‘‘

آسمانوں اور زمین کا بادشاہ صرف اللہ ہے، اس کی بادشاہت میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ وہ جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے اور جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ کسی کو بیٹا دیتا ہے، کسی کو بیٹی دیتا ہے، کسی کو دونوں دیتا ہے اور کسی کو بانجھ بنا دیتا ہے، یعنی اس کے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔ ان تمام رازوں اور بھیدوں کو صرف وہی جانتا ہے۔ وہ ہر بات کی قدرت رکھتا ہے، اس لیے بندہ کو اللہ کی تقدیر و قسمت پر ہر حال میں راضی رہنا چاہیے، اسی میں اس کے لیے دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

مندرجہ بالا صفات صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہیں، لہٰذا وہی الٰہ ہے، صرف اسی کو پکارا جا سکتا ہے اور صرف اسی سے مدد مانگی جا سکتی ہے۔ دوسروں میں یہ صفات نہیں پائی جاتیں، لہٰذا وہ الٰہ نہیں ہیں، ان کو نہ پکارا جا سکتا ہے اور نہ وہ مدد کر سکتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴾ [یونس : ۳٤] ’’کہہ دے کیا تمھارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہو، پھر اسے دوبارہ بناتا ہو؟ کہہ دے اللہ ہی پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ بناتا ہے، تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟‘‘ اور فرمایا: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَا ذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [لقمان : ۱۰، ۱۱] ’’اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تاکہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس میں ہر طرح کی عمدہ قسم اگائی۔ یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔‘‘

وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝۵۱

’’اور کسی بشر کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعے، یا پردے کے پیچھے سے، یا یہ کہ وہ کوئی رسول بھیجے، پھر اپنے حکم کے ساتھ وحی کرے جو چاہے، بے شک وہ بے حد بلند، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ کسی انسان کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اللہ اس سے ہم کلام ہو، البتہ اپنی پیغام رسانی کے لیے جسے اختیار کر لیتا ہے اس کے پاس اپنی وحی بھیجتا ہے، یعنی اسے الہام کرتا ہے اور اپنی بات اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ موسیٰ کو تابوت میں بند کر کے سمندر میں ڈال دیں اور

ابراہیم علیہ السلام کو الہام کیا کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کریں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنے رسول سے کسی پردے کی اوٹ سے بات کرتا ہے، یعنی رسول اس کی بات کو تو سنتا ہے لیکن اسے دیکھ نہیں پاتا، جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کو اپنے رسول کے پاس بھیجتا ہے اور وہ حکم الٰہی کے مطابق اپنے رب کا پیغام رسول تک پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس امر سے بہت ہی بلند و بالا ہے کہ مخلوق اس کے سامنے آ کر اس سے ہم کلام ہو، اگر ایسا فرض کر لیا جائے تو تجلی الٰہی کی روشنی اسے خاکستر کر دے گی، اس لیے ناممکن ہے کہ اس کے سامنے کوئی دوسرا ٹھہر جائے۔ وہ بڑا ہی حکمت و دانائی والا ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ اپنا پیغام اپنے رسول تک کس طرح پہنچانا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ”کبھی تو گھنٹی کی مسلسل آواز کی طرح، جو مجھ پر بہت شاق گزرتی ہے، تاہم جب وہ ختم ہوتی ہے تو (مجھے جو کچھ کہا گیا ہوتا ہے) وہ سب یاد ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی شکل میں (میرے پاس) آتا ہے، مجھ سے باتیں کرتا ہے اور میں اسے یاد رکھ لیتا ہوں۔“ [مسلم، کتاب الفضائل، باب عرق النبی ﷺ فی البرد و حین یأتیه الوحی : ۲۳۳۳/۸۷]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ سخت سردی کے دنوں میں آپ پر وحی اترتی اور پھر جب آپ سے وہ کیفیت ختم ہوتی تو آپ کی پیشانی سے پسینا بہ رہا ہوتا تھا۔ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ ...... الخ : ۲۔ مسلم، کتاب الفضائل باب عرق النبی ﷺ فی البرد حین یأتیه الوحی : ۲۳۳۳]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ اس کی شدت محسوس کرتے تھے اور آپ کے چہرے کی رنگت بدل جاتی تھی اور دوسری حدیث میں ہے کہ نزول وحی کے وقت آپ اپنا سر جھکا دیا کرتے تھے اور آپ کے صحابہ بھی اپنا سر جھکا دیا کرتے تھے، پھر جب اس کی تلاوت ختم ہو جاتی تو آپ اپنا سر اٹھا لیا کرتے تھے۔ [مسلم، کتاب الفضائل، باب عرق النبی ﷺ فی البرد و حین یأتیه الوحی : ۲۳۳۴، ۲۳۳۵]

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

”اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک روح کی وحی کی، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے اور لیکن ہم نے اسے ایک ایسی روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بلاشبہ تو یقیناً سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اس اللہ کے راستے کی طرف کہ جو کچھ آسمانوں میں

ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے، سن لو! تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ تک ہم نے اپنی وحی انہی مذکورہ بالا تینوں طریقوں کے ذریعے سے پہنچائی ہے، نزول وحی سے پہلے آپ کو نہ تو قرآن کا پتا تھا اور نہ ایمان وعمل کی تفصیلات آپ جانتے تھے کہ خود آپ کو کیسے زندگی گزارنی ہے اور دوسروں کو کیا تعلیم دینی ہے؟ یہ تو وحی الٰہی کی برکت ہے کہ ہم نے آپ کو قرآن دیا ہے۔ جس کی روشنی کے ذریعے سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتے ہیں راہ حق کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور جس کی بدولت آپ لوگوں کو دینِ اسلام کی دعوت دیتے ہیں، جو آسمانوں اور زمین کے مالک اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا واحد اور سیدھا راستہ ہے اور اے میرے نبی! آپ جان لیجیے کہ آخرت میں تمام امور کا فیصلہ صرف اللہ کرے گا، جو اپنے بندوں کے درمیان پورے عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور ہر ایک کو اس کے کیے کا اچھا یا برا بدلہ دے گا۔

یادداشت

دارالاندلس

اسلام کی نشرواشاعت کا عالمی مرکز

۴۔ لیک روڈ، چوبرجی لاہور

Ph: 7230549 Fax: 7242639 www.dar-ul-andlus.com